

عہد بنو اُمیہ میں محدثین کی خدمات

فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

نشریات

عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

نشریات

۴۰ اردو بازار، لاہور۔ فون: ۴۱۹۴۵۸-۴۲۱۰۳۲۱

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۱۰ء

۳۹۷۲۹۲

۹۰۹۱۹

نام کتاب : عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات
فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

۲

مصنف : ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

مطبع : میٹروپرنٹرز، لاہور

فنی مکتبہ

نفسی ایسوسی ایٹس پرائیویٹ

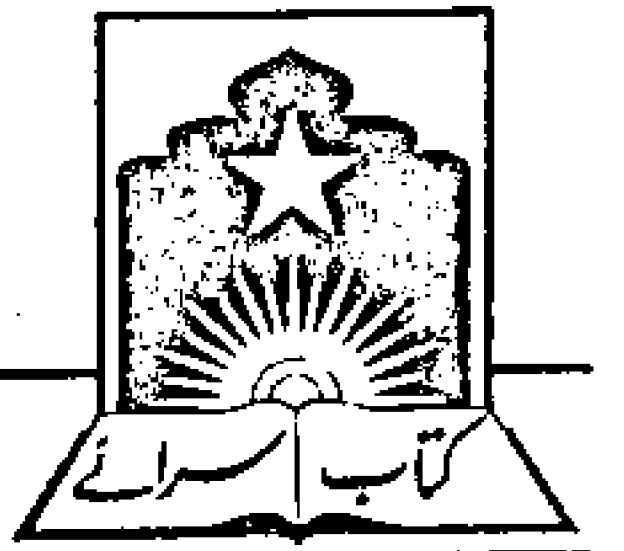
اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 32212991-32629724

ڈسٹری بیوٹرز

کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، شیران کتب خانہ جات



فرسٹ فلوور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور فون: 37320318 فیکس: 37239884

انتساب

اُمتِ محمدیہ کی ان مقدس ہستیوں کے نام
 جو صحابہؓ، تابعینؓ، اور تبع تابعینؓ کے نام سے معروف ہیں
 جن کو دربارِ الہی سے رضی اللہ عنہ اور رضوا عنہ کی خوش خبری ملی
 جن کے عہد کو زبانِ رسالت نے خیر القرون کے لقب سے موصوف کیا

اور

جن کی کاوشوں سے اسلام، دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہا
 اور اخلاف تک اپنی اصلی صورت میں پہنچا

اظہارِ تشکر

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم۔ اما بعد!

اللہ ذوالجلال کا مجھ بندہ ناچیز پر عظیم احسان ہے جس کے فضل و کرم اور مہربانیوں سے آج میں اپنے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوا اور اس ذات سے دعا گو ہوں کہ وہ میرے اس کام کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے اور مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے، میرے اور میرے والدین کے لیے اسے توشہ آخرت کا سامان بنائے (آمین)۔

اس کے بعد میں اپنے والدین، معزز اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں جن کی دعائیں، رہنمائی اور تعاون ہر لمحہ میرے شامل حال رہا۔ میں اپنے نگرانِ مقالہ محترم ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ (اللہ کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے مقالہ ہذا کی تکمیل میں ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی، اپنی انتہائی مصروفیات کے باوصف انہوں نے بڑی شفقت اور محنت سے مسودہ کی ترتیب و تدوین اور اغلاط کی اصلاح فرمائی اور دورانِ تحقیق نہ صرف میری حوصلہ افزائی اور مدد کی بلکہ اپنی قیمتی کتب کے خزانہ سے بھی مجھے استفادہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بلاشبہ اگر ان کی مدد اور رہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید میرا یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچتا (فجزہ اللہ عنی خیراً)۔

میں تہ دل سے ڈاکٹر پروفیسر علی اصغر چشتی، ڈین فیکلٹی آف عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مجھے ہمہ وقت رہنمائی حاصل رہی۔

مقالہ کو کمپوز کرنے کے سلسلہ میں مجھے مشتاق حسین کی معاونت حاصل رہی جنہوں نے اخلاص اور محنت کے ساتھ یہ ذمہ داری بہ طریق احسن انجام دی (جزاہ اللہ خیراً)۔ میرے نہایت ہی مخلص دوست محمد عابد حسن جنہوں نے نہ صرف مفید مشوروں سے مجھے نوازا، بلکہ مقالہ ہذا پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس کی تزئین و آرائش میں اہم کردار ادا کیا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے (آمین)۔

آخر میں میں اپنے تمام دوستوں، ساتھیوں اور مختلف لائبریرین حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے مشوروں اور کتب کی فراہمی کے سلسلے میں میری ہر ممکن مدد کی۔ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے لیے دعا گو ہوں جنہوں نے اس تمام وقت میں مجھ سے متعلقہ ذمہ داری بھی خود اٹھائے رکھی اور میرے تعلیمی مشاغل میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں آنے دی۔

و لو أن لی فی کل منبت شعرة
اگر میرے لیے ہر بال (کے گنے) کی جگہ زبان ہوتی جس سے وہ شکر ادا
لساناً بیث الشکر کنت مقصراً
کرتی تب بھی میں (اپنے محسنوں کا) شکر ادا نہیں کر سکتا۔

سید عبدالغفار بخاری

لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ

❖ باب اول: عہد بنو امیہ اور علم حدیث و محدثین کا تاریخی و تجزیاتی جائزہ

❖ فصل اول: عہد بنو امیہ کا آغاز و ارتقاء اور اختتام (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ)

❖ بحث اول: خاندان بنو امیہ کا تاریخی پس منظر

❖ بحث ثانی: تاریخ عہد بنو امیہ

❖ فصل ثانی: عہد بنو امیہ کے ممتاز محدثین و خلفاء کا تعارف

❖ بحث اول: تعارف صحابہ کرامؓ

* حضرت ابویوب انصاریؓ (م ۵۲ھ)

* حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (م ۴۴ھ)

* ✓ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ (م ۵۷ھ)

* ✓ حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۹ھ)

* ✓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ)

* حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (م ۶۵ھ)

* حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۳ھ)

* حضرت ابوسعید خدریؓ (م ۷۸ھ)

* حضرت جابر بن عبداللہؓ (م ۷۸ھ)

* حضرت انس بن مالکؓ (م ۹۰ھ)

❖ بحث ثانی: تعارف تابعین کرامؓ

* ابوالعالیہ الریاحیؓ (م ۹۳ھ)

* ✓ سعید بن مسیبؓ (م ۹۳ھ)

* عامر بن شراحیل شعمیؓ (م ۱۰۳ھ)

* سالم بن عبداللہؓ (م ۱۰۶ھ)

* ✓ حسن بصریؓ (م ۱۱۰ھ)

* ✓ محمد بن سیرینؓ (م ۱۱۳ھ)

70	* مکحول بن ابومسلم (م ۱۱۸ھ)
72	* ابن شہاب زہری (م ۱۲۳ھ)
76	* ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ)

● بحث ثالث: تعارف تبع تابعین کرام

78	* ابن جریج (م ۱۵۰ھ)
80	* معمر بن راشد (م ۱۵۳ھ)
83	* سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ھ)
85	* عبدالرحمن الاوزاعی (م ۱۵۸ھ)
88	* ربیع بن صبیح (م ۱۶۰ھ)
91	* شعبہ بن ججاج (م ۱۶۰ھ)
93	* سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ھ)
96	* حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ)
98	* مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)
101	* عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ)
104	* ہشیم بن بشیر (م ۱۸۳ھ)
106	* جریر بن عبد الحمید (م ۱۸۸ھ)
108	* سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ)
111	* یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ھ)

● بحث رابع: تعارف خلفائے بنو امیہ

113	* معاویہ بن ابی سفیان (م ۶۰ھ)
117	* عبداللہ بن زبیر (م ۷۳ھ)
120	* عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ)
123	* عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ)
126	* ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ)

◆ فصل ثالث: عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں معاون و معارض عوامل کا جائزہ

● بحث اول: علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں معاون عوامل و اسباب

130	* صحابہ کرام کی موجودگی
130	* تربیت رسول
131	

133	* رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت و عقیدت
134	* ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس
136	* وعید کا خوف
138	* تابعین و تبع تابعین کی موجودگی
138	* مختلف بلاد و امصار کا سفر
138	* حدیث کی ترویج و اشاعت کے ذرائع
138	* اسلامی فتوحات کی وسعت
139	* علم حدیث کے مراکز
144	● بحث ثانی: علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں نخل ہونے والے عوامل و اسباب
144	* مختلف فرق کا ظہور
165	* مختلف حوادث کا ظہور
166	* سیاسی عدم استحکام و خلفاء کی عدم دلچسپی وغیرہ
167	* کتابت حدیث کی ممانعت

سے باب ثانی: عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت اور تدوین

◆ فصل اول: عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت کے لیے محدثین کرام و خلفاء کی خدمات

170	● بحث اول: حدیث کی ترویج و اشاعت کے ذرائع
186	● بحث ثانی: طلب حدیث کے لیے محدثین کا مختلف بلاد و امصار کا سفر
196	● بحث ثالث: علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں خلفائے بنو امیہ کا کردار
199	◆ فصل ثانی: صحابہ کرامؓ، تابعین، اور تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف
210	● بحث اول: صحابہ کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث
247	● بحث ثانی: تابعین کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث
323	● بحث ثالث: تبع تابعین کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث
		◆ فصل ثالث: عہد بنو امیہ میں تحریک تدوین حدیث کا باقاعدہ آغاز
407	● بحث اول: مراحل تدوین حدیث اور تحریک تدوین حدیث کی ضرورت و اسباب
414	● بحث ثانی: مشاہیر مدونین حدیث اور ان کی خدمات

باب ثالث: عہد بنو امیہ میں فتنہ وضع حدیث اور علم نقد حدیث کا آغاز

◆ فصل اول: فتنہ وضع حدیث اور اس کے اسباب و عوامل

418	● بحث اول: وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم
423	● بحث ثانی: وضع حدیث کی ابتدا
439	● بحث ثالث: وضع حدیث کے اسباب و عوامل
471	◆ فصل ثانی: فتنہ وضع حدیث کا سد باب اور محدثین کی خدمات
474	● بحث اول: روایت میں احتیاط اور تثبیت
483	● بحث ثانی: علم الاسناد کا مفہوم، آغاز و اہمیت
501	● بحث ثالث: علم الجرح والتعديل کا مفہوم، مشروعیت اور اہمیت
		◆ فصل ثالث: علم نقد حدیث اور ائمہ نقاد
515	● بحث اول: نقد حدیث کا مفہوم و اقسام
521	● بحث ثانی: نقد حدیث کی ابتدا: ضرورت و اسباب
532	● بحث ثالث: مشہور ائمہ نقاد اور ان کے نقد حدیث کا طریقہ کار
		❦ باب رابع: عہد بنو امیہ میں علم حدیث اور رواۃ حدیث پر معترضین کے اعتراضات کا جائزہ
551	◆ فصل اول: استشراق کا مفہوم اور تحریک استشراق کا آغاز و ادوار
555	● بحث اول: "استشراق" (Orientalism) اور "مستشرق" (Orientalist) کا مفہوم
560	● بحث ثانی: تحریک استشراق کا آغاز و ادوار
		◆ فصل ثانی: معترضین کے اعتراضات کے محرکات و مقاصد اور ان کا تجزیہ
573	● بحث اول: علم حدیث اور رواۃ پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ
620	● بحث ثانی: مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب و محرکات اور مقاصد
629	● بحث ثالث: معترضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ
637		❦ فہارس:



عہد بنو امیہ کا آغاز و ارتقاء اور اختتام

تاریخ ایک ایسا علم ہے جس سے اقوام رہنمائی حاصل کرتی ہیں، روشن اور شاندار ماضی کی حامل اقوام اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے لیے تاریخ کو مشعلِ راہ بناتی ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر تاریخ بنو امیہ کا طائرانہ جائزہ لیا جا رہا ہے، تاریخ بنو امیہ کا یہ حصہ جو تقریباً نوے یا بانوے سال پر محیط ہے، مسلمانوں کے عروج کا دور زریں کہلاتا ہے۔

یہ عہد (بنو امیہ) حضرات صحابہؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ سے عبارت ہے، جسے "خیر القرون" کے لقب سے سرفراز کیا گیا، انھی حضرات کے اخلاقی نمونوں سے اسلام کی روح زندہ اور ان کی علمی کوششوں سے اسلامی علوم و فنون کی عمارت قائم رہی۔ انھی تین ادوار میں مسلمان دینی اور دنیوی سعادت و فلاح کی معراج کو پہنچے اور انھیں روحانی اور مادی فتوحات نصیب ہوئیں۔ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کے بعد تیسرا عہد مبارک یہی تھا۔ اس عہد میں اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع کیا گیا، مذہبی علوم کی حفاظت و اشاعت کے لیے نئے نئے علوم و فنون کی بنیاد رکھی گئی، غرض کہ ان تمام برکات کو جن کا عہد رسالت و عہد خلافت راشدہ میں آغاز ہوا، اس عہد میں انھیں تکمیل تک پہنچایا گیا اور جو پوری ہو چکی تھیں ان کی حفاظت کی گئی۔

گو خلافت راشدہ کے اختتام کے بعد اس عہد کی شاندار روایات، ثمرات و برکات اور سادگی میں تنزل اور کمی نے نئے رجحانات و ترجیحات، نئے افکار و خیالات اور نئے مشاہدات و تجربات کو جنم دیا تھا۔ اسلام نے جس قبائلی عصبیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تھا، اور دینی اور روحانی تربیت کی تھی، ایک دفعہ پھر اس کی زد میں آ گیا اور خاندانی شرف و وقار کو بنیاد بنا کر اقتدار کے حصول کے لیے کشمکش کا آغاز ہو گیا۔ خلافت راشدہ کے عہد میں عرب و عجم کے جو اختلافات دبے ہوئے تھے، ان میں بھی تحریک پیدا ہوئی، چنانچہ عرب و موالی کے اختلافات، خوارج و حزب اقتدار کے تنازعات اور بعض دیگر سیاسی و مذہبی فرقوں کے افکار و افعال نے پورے معاشرتی اور سیاسی ماحول کو ہلا کر رکھ دیا جس کے نتیجے میں بعض ایسے افسوس ناک واقعات رونما ہوئے جن کی بدولت عالم اسلام میں انتشار و افتراق کے آثار نمایاں ہونے لگے لیکن ان تمام حالات کے باوجود یہ عہد امن و آشتی، عدل و انصاف، علم و حکمت کا گہوارہ تھا، اس دور کی بزرگ شخصیتوں نے جانکاہ تکالیف اٹھا کر مذہبی علوم و فنون کی آبیاری کی، جن کے فیض سے آج مذہبی علوم و فنون زندہ ہیں۔

یورپی مؤرخین اس عہد کو مسلمانوں کی تاریخ کا "تاریک عہد" (Dark Ages) کہتے ہیں، ان کے نزدیک تمام عالم عدل و انصاف، امن و آشتی کا گہوارہ تھا، یہ صرف مسلم ممالک ہی تھے جو ملوکیت کے ظلم و استبداد کے پنجے تلے سک رہے تھے۔ غرضیکہ ملوکیت کی وہ تمام خرابیاں جو خود یورپ میں موجود تھیں، بلا تحقیق عالم اسلام کے سر تھوپ دی گئیں۔ اس طرح مسلمانوں کی نئی نسل کو اپنی تاریخ سے نہ صرف بدظن بلکہ متنفر کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اقوام عالم میں جتنی شاندار تاریخ مسلمانوں کی ہے، اس دھرتی پر کوئی اور قوم ایسی شاندار تاریخ و اقدار کی حامل نہیں ہے۔ اسلامی تاریخ کو ملوکیت کا نام دے کر اس کے خلاف نفرت پیدا کرنا، دراصل امت مسلمہ کے خلاف مستشرقین کی ایک گہری سازش ہے، جس کا شکار زمانہ حال کے کئی مسلمان مؤرخین اور محققین بھی ہوئے۔ اسلامی حکومت جو خلافت کے منہج پر قائم کی گئی تھی، اس کے دو طریقے رائج ہوئے؛ پہلا: خلافت علی منہاج النبوة (یعنی نبوت کی طرز پر خلافت) جو اعلیٰ درجے کا معیاری اور مثالی انداز حکمرانی تھا۔ دوسرا: خلافت علی سبیل التوارث (یعنی نسلی و موروثی حکومتیں)۔ ثانی الذکر طریقے میں بھی اصولاً کوئی قباحت نہیں ہے، بشرطیکہ وہ حاکمیت الہی، عدل، شوریٰ اور امانت کے تصور پر استوار ہو۔ اول الذکر طریقہ حکمرانی خلافت راشدہ کا تھا اور مؤخر الذکر بنو امیہ کا انداز حکمرانی تھا۔

فصل اول کی بحث اول میں خاندان بنو امیہ کا تاریخی پس منظر، جبکہ بحث ثانی میں عہد بنو امیہ کے اہم واقعات و احوال کو مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔



خاندان بنو امیہ کا تاریخی پس منظر

۱) قبیلہ قریش کی دس شاخیں تھیں ①، جنہی اعزاز میں تقریباً برابر تھیں۔ قریش کے اجتماعی نظام حیات میں ان سب کا کوئی نہ کوئی عہدہ تھا، لیکن بنو ہاشم اور بنو امیہ ان سب میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ بنو ہاشم تولیت کعبہ کی بدولت معزز اور محترم تصور کیے جاتے تھے اور بنو امیہ کو امارت، سپہ سالاری اور کثرت تعداد کی بنا پر عظمت و شان حاصل تھی۔ ان دونوں شاخوں کی بنیاد عبد مناف ہے، جو قصی کی اولاد میں بڑے نامور تھے، ان کی متعدد اولادیں تھیں، جن میں ہاشم اور عبد شمس بہت مشہور تھے انھی سے یہ دونوں خاندان چلے۔ بنو امیہ کے مورث اعلیٰ "امیہ" عبد شمس کے لڑکے تھے۔ بنو عبد مناف کی عظمت انھی دونوں سے وابستہ تھی ②۔

ابن عبد ربہ اندلسی کے بقول "ابتدا میں قریش کی سپہ سالاری کا منصب بنو مخزوم کے پاس تھا، پھر عبد شمس کے عہد میں یہ عہدہ بنو امیہ میں منتقل ہو گیا، جو بعد ازاں ان کی نسل میں چلتا رہا۔ عکاظ، فجار، اور ذات کیف کی جنگوں ③ میں عبد شمس کے پوتے حرب بن امیہ سپہ سالار تھے" ④۔ حرب بن امیہ کے بعد ان کے بیٹے ابوسفیانؓ اس عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ظہور اسلام کے وقت بھی قریش کے یہی سپہ سالار تھے۔ البتہ جنگ بدر ⑤ میں عتبہ بن ربیعہ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیے کیونکہ ابوسفیانؓ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام ⑥ گئے ہوئے تھے ⑦۔ اس کے بعد غزوہ احد ⑧ غزوہ احزاب ⑨ وغیرہ میں یہی قریش کی جانب سے اس عہدہ پر فائز تھے ⑩۔

(قریش کے دیگر خاندانوں کی طرح بنو امیہ بھی تجارت سے واسطہ تھے۔ شام و مصر ⑪ تک ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ تجارت کے پیشے کی وجہ سے بنو امیہ بڑے مالدار تھے وہ اپنی دولت قومی اور ملی کاموں میں صرف کرتے تھے ⑫۔)

① قبیلہ قریش کی دس شاخیں بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو نوفل، بنو عبد الدار، بنو اسد، بنو تیم، بنو مخزوم، بنو عدی، بنو جح، بنو سہم ہیں۔ ابن حبیب، کتاب المجمر، ص: ۱۶۶

② الطبری، التاريخ، ص: ۵۰۴/۱ ③ ابن حبیب، کتاب المجمر، ص: ۱۶۵

④ یہ جنگیں زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر خاندانوں کے مابین واقع ہوئیں۔ ⑤ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۸۴/۱

⑥ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۳۱/۲

⑦ رمضان ۲ھ میں مسلمانوں اور مشرکین کے مابین بدر کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۶۰۶/۱ ⑧ الطبری، التاريخ، ص: ۲۰/۲

⑨ شام: ایک وسیع و عریض ملک کا نام ہے اس کی حدود فرات سے مصر اور قبیلہ طے کے دو پہاڑ (اجاد، مسلمی) سے بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی تھیں، اس کے بڑے بڑے صوبے قزوین، دمشق، اردن، فلسطین، حمص اور ثغور تھے، الحوی، بئیم البلد، ص: ۳۱۱/۳

⑩ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۶۰۶/۱

⑪ غزوہ احد: شوال ۳ھ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان احد پہاڑ کے دامن میں لڑائی ہوئی، اس معرکہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے، دیکھیے ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۶۰/۲

⑫ الطبری، التاريخ، ص: ۵۸/۲ ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶/۲

⑭ غزوہ احزاب: ۵ھ میں بنی نضیر، بنی قریظہ، قریش اور دیگر قبائل نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن چند روز کے بعد ناکام واپس چلے گئے، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰/۳

⑮ ازرقی، تاریخ مکہ، ص: ۱۱۵/۱

⑯ مصر: افریقہ کا ایک مشہور شہر ہے۔ ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں حضرت مروان بن الحاکم کے ہاتھوں فتح ہوا۔ الحوی، بئیم البلد، ص: ۱۳۷/۵

⑰ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳۱۷/۱ ⑱ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۵۲

ظہور اسلام سے قبل بنو ہاشم اور بنو امیہ میں کسی حد تک رقابت موجود تھی، لیکن دونوں کی دنیاوی وجاہت میں کوئی بڑا فرق نہیں تھا، اس لیے اس رقابت میں شدت نہیں تھی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کو نبوت کے شرف سے نوازا اور بنو امیہ کے مقابلہ میں ان کا پہلہ بھاری ہو گیا، تو ان کے مابین رقابت کی شدت میں اضافہ ہوا۔ چونکہ فوج کی سپہ سالاری بنو امیہ کے پاس تھی، اس لیے ان کی مخالفت زیادہ نمایاں ہوئی، وگرنہ بنو امیہ کو بنو ہاشم یا آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی خاندانی دشمنی وعناد نہیں تھا^(۱)۔

تاہم دونوں خاندانوں میں باہم جو قدیم رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے، وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قائم رہے^(۲)۔ فتح مکہ^(۳) کے دن حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے^(۴)۔ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیانؓ کا اعزاز بڑھانے کے لئے ان کے گھر کو بیت الامن قرار دیا^(۵)۔ اور تالیفِ قلب کے لیے حضرت معاویہؓ کو حنین^(۶) کے مال غنیمت میں ایک سواونٹ چالیس اوقیہ^(۷) سونایا چاندی مرحمت فرمایا تھا^(۸) اور انھیں کاتبِ وحی مقرر کیا^(۹)۔ اور عتابؓ بن اسید جو اموی تھے انھیں مکہ^(۱۰) کا گورنر مقرر کیا^(۱۱)۔ عہدِ رسالت کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں بھی اموی خاندان کو نمایاں مقام حاصل رہا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں شام کی جنگوں میں آلِ ابی سفیانؓ نے بڑے کارنامے دکھائے، اس جہاد میں حضرت ابوسفیانؓ، ان کی بیوی حضرت ہند بنت عتبہ،

① ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱۳۱/۱

② خود آنحضرت ﷺ کی بڑی بیٹی حضرت زینبؓ، ابوالعاصؓ بن ربیع کے نکاح میں تھیں۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ، ص: ۱۳۳/۷

③ اسی طرح آپ ﷺ کی دو بیٹیاں حضرت رقیہؓ، اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ، ص: ۶۰۷/۳

④ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۴۲/۲ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۶/۳۔ حضرت ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب، حدیث نمبر ۴۰۰۵، ص: ۶۷۶ ⑦ ابن حجر، لاصابہ، ص: ۲۲۳/۸

⑧ ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ فتح کیا۔ الطبری، التاریخ، ص: ۵۵۲/۲ ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱/۲

⑩ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۳۹۷/۲

⑪ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب اُین رکز النبی ﷺ الراية يوم الفتح، حدیث نمبر ۴۲۸۰، ص: ۷۲۳ ⑫ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۴۰۰/۲

⑬ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۴۰۳/۲

⑭ سوال ۸ھ میں حنین کے مقام پر بنو ہوازن اور ثقیف قبائل کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ دیکھیے ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۴۳۷/۲

⑮ اوقیہ: عہدِ نبوی میں رائج اسلامی کرنسی کے مختلف پیمانوں میں سے ایک ہے۔ ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں (اور یہ اہل حجاز کا اوقیہ ہے)۔

ابن الاثیر، النہایہ فی غریب الحدیث، ص: ۲۱۷/۵

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۰۶/۷ ② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۰۲/۱

③ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۰۲/۱

④ مکہ: عرب کا مشہور شہر، جس میں بیت اللہ واقع ہے۔ مکہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

الحوی، معجم البلدان، ص: ۱۸۱/۵، ۴۷۵/۱ ⑤ الحمری، الروض المعطار، ص: ۵۴۲، ۹۳

⑥ الارزقی، اخبار مکہ، ص: ۱۵۳، ۱۵۱/۲

دونوں بیٹوں یزید اور حضرت معاویہؓ نے شرکت کی ①۔ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں یزید کی ماتحتی میں مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس مہم میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ②۔

حضرت عمرؓ کے آخری عہد میں رومیوں نے شام کے بعض مقامات واپس لے لیے تو حضرت معاویہؓ نے ان کو دوبارہ زیر نگین کیا ③۔ دمشق ④ کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے یزید بن ابوسفیانؓ کو یہاں کا حاکم بنایا۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی حضرت معاویہؓ کو اس کا عامل مقرر کیا ⑤۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں حضرت معاویہؓ کو پورے شام کا والی مقرر کیا ⑥۔ آپ نے اپنے دورِ امارت میں شام کے تمام سرحدی علاقوں کو فتح کر کے اس کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ کر دیا ⑦۔ حضرت عثمانؓ کی اجازت سے بحری بیڑا قائم کر کے جزیرہ قبرص ⑧ فتح کیا۔ یہ بیڑا اس دور کے عظیم الشان بیڑوں میں سے تھا۔ اس بیڑے سے مسلمانوں کی بحری طاقت مضبوط ہو گئی ⑨۔

غرضیکہ حضرت معاویہؓ نے عہدِ فاروقیؓ اور عہدِ عثمانیؓ میں بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ ان کے خون کے قصاص کا دعویٰ لے کر اٹھے اور حضرت علیؓ سے مقابلہ ہوا ⑩۔ واقعہ تحکیم کے بعد حضرت معاویہؓ شام اور مغرب ⑪ کے اور حضرت علیؓ فارس ⑫، عراق ⑬ اور مشرقی ملکوں کے حکمران رہے ⑭۔

حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ بن علیؓ آپ کے جانشین ہوئے، ان کی تخت نشینی کے بعد حضرت معاویہؓ نے عراق

① ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۱۵۸/۶، ۱۱/۳، البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۳

② البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۳، ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۲۲۲/۵

③ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۶

④ دمشق: شام کا صدر مقام اور مشہور شہر ہے جسے عمدہ عمارات، کثرتِ اثمار اور آب و ہوا کی عمدگی کی بدولت ”زمین کی جنت“ کا خطاب دیا گیا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۶۳/۲

⑤ البیہقی، البلدان، ص: ۱۶۲، الذہبی، الامصار، ص: ۲۳

⑥ الطبری، التاريخ، ص: ۱۵۵/۳، ⑦ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۵۹، ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۷۲/۳

⑧ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۵۹، ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۷۲/۳

⑨ قبرص: بحیرہ روم میں شام سے مغرب کی طرف ترکی کے جنوب میں ایک مشہور جزیرہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۰۵/۳

⑩ تفصیل کے لیے دیکھئے: البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۳، ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۷۶/۳

⑪ جمادی الاولیٰ ۴۰ھ میں دونوں کے مابین صفین کے مقام پر جنگ ہوئی، جو جمادی الثانیہ کے آخر تک رہی بالآخر واقعہ تحکیم کی صورت میں جنگ بند ہوئی۔

⑫ الطبری، التاريخ، ص: ۷۱/۳، ⑬ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۱۵۶

⑭ مغرب: اہل عرب یہ لفظ تمام افریقہ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اس میں ہسپانیہ کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر اس کا استعمال مصر سے آگے شمالی افریقہ کے ساحلی علاقوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ مصر سے قریب علاقہ مغرب اوسط اور بعید مغرب اقصیٰ کہلاتا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۶۱/۵۔

⑮ فارس: اہل عرب مشرقی علاقہ کو فارس کہتے تھے، یہ بڑا وسیع علاقہ تھا، اس کی حدود دارجان، سیرجان، سیراف اور کرمان تک پھیلی ہوئی تھیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۲۶/۳

⑯ عراق: دجلہ و فرات کی جنوبی وادی پر مشتمل یہ ایک وسیع علاقہ تھا۔ اس کے مشرق و جنوب میں دور دور جہاں تک اسلامی حکومت تھی اسے بھی عراق کہاجاتا تھا، موجودہ عراق تقریباً سوا عراق تھا، اور اس کا مشرقی پہاڑی حصہ، جو اب ایران میں ہے، عراقِ عجم کہلاتا تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۹۳/۳

⑰ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۲۲/۳

پرفوج کشتی کردی، حضرت حسنؓ مقابلہ کے لیے نکلے لیکن ان کی فوج نے کمزوری دکھائی اور جنگ سے پہلو تہی کرنے لگی، حضرت حسنؓ نے ان حالات کو بھانپ لیا، علاوہ ازیں جنگ وجدال اور خون ریزی سے آپؓ کو طبعی نفرت تھی اس لیے آپؓ حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے ①۔

حضرت حسنؓ بن علیؓ کی دست برداری کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہؓ کی عام بیعت ہوئی۔ یہاں سے اموی عہد کی باقاعدہ ابتدا ہوئی۔ بنو امیہ کی خلافت ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ بمطابق ۶۶۱ء تا ۷۵۰ء (یعنی تقریباً اکانوے برس) رہی۔ اس عرصہ میں شام میں چودہ خلفاء رہے، جن کے نام اور مدت حکومت درج ذیل ہے:

خلفائے بنو امیہ:		مدت خلافت		
۱۔	معاویہ بن ابی سفیانؓ	۴۱ھ	تا	۶۰ھ (بیس سال)
۲۔	یزید بن معاویہ (یزید اول)	۶۰ھ	تا	۶۴ھ (تین سال، آٹھ ماہ، چودہ دن) ②
۳۔	معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی)	۶۴ھ	تا	۶۴ھ (ایک ماہ، گیارہ دن)
۴۔	مروان بن حکم	۶۴ھ	تا	۶۵ھ (آٹھ ماہ، دو دن) ③
۵۔	عبدالملک بن مروان	۶۵ھ	تا	۸۶ھ (اکیس سال، ڈیڑھ ماہ) ④
۶۔	ولید بن عبدالملک	۸۶ھ	تا	۹۶ھ (نوسال، آٹھ ماہ)
۷۔	سلیمان بن عبدالملک	۹۶ھ	تا	۹۹ھ (دوسال، چھ ماہ، پندرہ دن)
۸۔	عمر بن عبدالعزیز	۹۹ھ	تا	۱۰۱ھ (دوسال، پانچ ماہ، پانچ دن)
۹۔	یزید بن عبدالملک (یزید ثانی)	۱۰۱ھ	تا	۱۰۵ھ (چار سال، تیرہ دن)
۱۰۔	ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ھ	تا	۱۲۵ھ (اکیس سال، نو ماہ، نو دن)
۱۱۔	ولید بن یزید (ولید ثانی)	۱۲۵ھ	تا	۱۲۶ھ (ایک سال، تین ماہ) ⑤

① الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۲۲۰ ② الطبری، التاريخ، ص: ۱۶۸/۳

② یزید بن معاویہ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ کو دار الخلافہ بنا کر اپنی علیحدہ خلافت قائم کی جو ربیع الاول ۶۴ھ سے جمادی الاخریٰ ۷۳ھ تک قائم رہی، یہ شام کی اموی حکومت کے مقابلہ میں مکہ مکرمہ کی متوازی خلافت تھی، اس کا خاتمہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ ۷۳ھ میں ہوا۔ الطبری، التاريخ، ص: ۵۳۸/۳

③ اس عرصہ ۶۴ھ میں تباہ و تاراج اور مصر و شام وغیرہ تمام بڑے بڑے ملک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ہو گئے اور یہاں ان کے حکام اور دعاۃ پہنچ گئے، بنو امیہ کے پایہ تخت شام اور اردن کے والی حسان بن بدیل کے علاوہ باقی تمام صوبوں کے حکام اور عمائد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامی و مددگار بن گئے تھے اور یہاں کے باشندوں نے ان کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ البیہقی، التاريخ، ص: ۲۵۵/۲

④ ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کا کوئی مقابل و حریف نہ رہا، اور وہ تباہ دنیا نے اسلام کا کھراں بن گیا۔ الطبری، التاريخ، ص: ۵۴۲/۳

- ۱۲۔ ابو خالد یزید بن ولید (یزید ثالث) ۱۲۶ھ تا ۱۲۶ھ (دو ماہ، دس دن)
- ۱۳۔ ابراہیم بن ولید ۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ (چند دن)
- ۱۴۔ مروان الحمار (مروان ثانی) ۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ (پانچ سال، دس دن)

اس طرح بنو امیہ کی کل مدت خلافت نوے سال، گیارہ ماہ اور تیرہ دن بنتی ہے۔ اور اگر اس میں وہ آٹھ ماہ بھی شامل کر دیئے جائیں جن میں مروان، عباسیوں سے لڑتا رہا، تو مدت اکانوے برس، سات ماہ اور تیرہ دن ہوگی۔ اور اگر اس میں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے سات برس، دس ماہ اور تین دن کم کر دیئے جائیں تو مدت خلافت تراسی برس، چار ماہ باقی رہ جاتی ہے ①۔

بقول مسعودی ”بنو امیہ نے ایک ہزار ماہ تک حکومت کی“ ②۔ یعنی مسعودی، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی مدت حکومت کو عہد بنو امیہ میں شمار نہیں کرتے۔

ان خلفاء کے بعد ان کے مقرر کردہ عراق کے ولایہ و حکام جو پورے مشرقی عالم اسلام کے دوسرے درجہ کے حکمران تھے اپنے ماتحت امراء کو جنوبی مشرقی علاقوں پر متعین کیا کرتے تھے جن کی حیثیت عراقی حکام کے نائب کی ہوا کرتی تھی۔ جن کا نصب و عزل عراقی حکام کی طرف سے ہوتا تھا۔ مگر بعض اوقات کسی وجہ سے خلیفہ وقت یہاں کے امیر کو نامزد کر کے عراق کے ولایہ کو رائے پر موقوف رکھتا تھا اور یوں بھی ہوتا کہ عراق کا گورنر خود خلیفہ سے اس بارے میں مشورہ کر لیتا تھا۔ ان عراقی حکام کی تعداد تقریباً سولہ تھی ③۔



① قاضی الطبر، خلافت امویہ، ص: ۱۶۶

② المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۴۹/۳

③ قاضی الطبر، خلافت امویہ، ص: ۱۶۵

تاریخ عہد بنو امیہ

✽ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ (۳۱ھ تا ۶۰ھ)

حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت علیؓ لوگوں کے مطالبہ پر انتہائی نامساعد حالات میں مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔ مدینہ ① میں ہر طرف بلوائی تھے۔ ان بلوائیوں کی سازشوں کے نتیجے میں جنگ جمل ② جیسا اندوہ ناک واقعہ پیش آیا۔ یہ جنگ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے مابین ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت علیؓ نے غلبہ پانچ کر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو با عزت طور پر رخصت کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد مسلمانوں کے مابین ایک اور افسوس ناک جنگ جمل صفین ③ ہوئی۔ یہ جنگ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان خون عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ پر ہوئی، اس جنگ میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا۔ مسلمانوں کی آپس کی یہ خون ریزی تحکیم کے بعد بند ہوئی۔ معاہدہ تحکیم کے رد عمل میں خوارج ④ کا ظہور ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والے فتنہ خوارج کو پہلے نرمی سے سلجھانے کی کوشش کی، لیکن ناکامی کے بعد اس فتنہ کو سختی سے کچل دیا گیا۔ خارجیوں نے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، لیکن صرف حضرت علیؓ کو شہید کرنے میں کامیاب ہوئے ⑤۔ حضرت حسنؓ آپ کے جانشین ہوئے، لیکن انھوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے انھیں متفقہ امیر المؤمنین تسلیم کر لیا ⑥۔ جب حضرت معاویہؓ نے خلافت سنبھالی تو اس وقت میدان میں تین قسم کے سیاسی گروہ تھے۔

(۱) حامیان بنو امیہ

(۲) شیعین علیؓ

(۳) خوارج

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت سے حضرت حسنؓ کی دستبرداری تک مسلسل لڑائیوں کی وجہ سے خلافت کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔ ملک کے مختلف مقامات پر شورشیں برپا ہو رہی تھیں، حضرت معاویہؓ کا زیادہ وقت ان بغاوتوں کو ختم کرنے پر لگا، اس لیے ان کے عہد میں مشرقی سرحدوں پر بہت کم فتوحات ہوئیں۔

① مدینہ: اس شہر کا قدیم نام یثرب تھا۔ نبوت سے سرفراز ہونے کے دس سال بعد آنحضرت ﷺ نے اس شہر کی طرف ہجرت فرمائی۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۸۲/۵

② جنگ جمل: یہ جنگ ۳۱ھ میں حضرت علیؓ اور اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے مابین غلط فہمیوں کے نتیجے میں رونما ہوئی، اس جنگ میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، چونکہ لڑائی کا سارا زور حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد تھا، اس لیے یہ جنگ جمل کہلاتی ہے۔ طبری، تاریخ، ص: ۴۰/۳

③ جنگ صفین: یہ جنگ ۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین حضرت عثمانؓ کے قتل کے قصاص لینے کے مطالبہ پر شروع ہوئی، اس جنگ میں ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے، مقام صفین کی مناسبت سے ہی یہ لڑائی جنگ صفین کہلاتی ہے۔ الطبری، تاریخ، ص: ۷۱/۳ ④ الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۱۵۱

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۴۴

⑥ ابن لاثیر، الکامل، ص: ۲۵۵/۳ ⑦ الطبری، تاریخ، ص: ۱۵۵/۳ ⑧ البیعوبی، تاریخ، ص: ۲۱۲/۲

① ابن لاثیر، الکامل، ص: ۲۷۱/۳ ② الطبری، تاریخ، ص: ۱۶۸/۳

۴۱ھ میں ہرات ^(۱) بلخ ^(۲) بوشنج ^(۳) اور بساذ غیس ^(۴) کی بغاوت ہوئی، تو عبداللہ بن عامر نے قیس بن یثیم کے ذریعے یہ بغاوت فرو کی ^(۵)۔ ۴۳ھ میں کابل ^(۶) کے باشندوں نے بغاوت برپا کی، تو حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کو اس مہم پر روانہ کیا گیا، اس مہم کے نتیجے میں بھستان ^(۷) سے لے کر غزنہ ^(۸) تک پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا ^(۹)۔ ۶۱ھ کو حضرت معاویہؓ نے عمر بن عبید امہ کو ارمائیل ^(۱۰) کی مہم پر روانہ کیا، جنھوں نے ایک سخت معرکہ کے بعد اس شہر کو فتح کر لیا ^(۱۱)۔ ۶۲ھ میں سندھ ^(۱۲) و مکران ^(۱۳) کے مقامی لوگوں نے اسلامی فوج پر نہایت شدید اور منظم حملہ کر کے حارث بن مرہ اور اسلامی فوج کا بیشتر حصہ شہید کر دیا، حضرت معاویہؓ نے راشد بن عمرو کو ایک زبردست فوج کے ساتھ روانہ کیا، جس نے مکران اور سندھ کے درمیانی مقامات فتح کر لیے ^(۱۴)۔ ۶۵ھ کو عبداللہ بن سوار عبدی نے حضرت معاویہؓ کے حکم سے قیقان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی ^(۱۵)۔ ۶۶ھ کو مہلب بن ابو صفرة نے قذائیل ^(۱۶) اور دوسرے علاقوں کو فتح کیا ^(۱۷)۔

- ① ہرات: فارس کا مشہور اور عظیم شہر ہے، جو اپنے حسن، کثرت باغات اور چشموں کی وجہ سے معروف ہے، حمیری کے بقول یہ شہر حضرت عثمانؓ کے عہد میں اخف بن قیس نے فتح کیا۔ اب یہ شہر افغانستان کی سرزمین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۹۶/۵ ⑤ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۹۳
- ② بلخ: خراسان کا ایک معروف شہر ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا تو لہر اس بادشاہ نے اسے تعمیر کیا۔ بلخ اور ترمذ کے مابین بارہ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۷۹/۱
- ③ بوشنج: ہرات، جو فارس کا مشہور شہر ہے، کے نواح میں ایک سرسبز اور خوبصورت علاقہ ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۵۰۸/۱
- ④ باذغیس: یہ علاقہ ہرات اور مرو امروڈ کے قریب واقع ہے، اس شہر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ مملکت الہیاطلة کا دار الخلافہ تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۱۸/۱
- ⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۷۷/۳
- ⑥ کابل: طخارستان کی سرحد پر واقع مشہور شہر ہے جو عہد بنو مروان میں فتح ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۲۶/۳
- ⑦ بھستان: خراسان کے عظیم شہر، ہرات، کے جنوب میں بھستان کا وسیع و عریض علاقہ ہے۔ ہرات اور بھستان کے مابین دس ایام کا سفر ہے۔ اب یہ شہر ایران میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۹۰/۳ ⑤ الحمیری، الروض، المعطار، ص: ۳۰۳
- ⑧ غزنہ: کابل کے جنوب مغرب میں ایک اہم شہر ہے، جو سلطان محمود غزنوی اور اس کی اولاد کا دار الحکومت رہا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۰۱/۲
- ⑨ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۹۵/۳
- ⑩ ارمائیل یا ارمیل: سندھ کے علاقہ میں مکران اور دہلی دہل کے مابین ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۵۹/۱
- ⑪ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۸۸
- ⑫ سندھ: ہند کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، کہا جاتا ہے کہ سندھ اور ہند بوقیر بن یقطن بن حام بن لوح کی اولاد میں دوڑ کے تھے، یہ شہر حجاج بن یوسف کے زمانے میں فتح ہوا، اب یہ شہر پاکستان میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۶۷/۳
- ⑬ مکران: بحیرہ عرب کے شمالی ساحل پر تقریباً تین سو میل لمبے ایک علاقہ کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۷۹/۵
- ⑭ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۳۹
- ⑮ ابن الخياط، تاریخ، ص: ۲۱۳ ⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۶
- ⑯ قذائیل: سندھ میں ایک شہر کا نام ہے، جو اندھ قصبہ کی ولایت تھی۔ اور قصدار سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۰۲/۳
- ⑰ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۲۱ ⑤ الذہبی، المعجم، ص: ۵۲/۱

حضرت معاویہؓ کے عہد میں شمالی افریقہ ① میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں، افریقہ کی مہم پر حضرت عقبہ بن نافع مامور ہوئے، انھوں نے دس ہزار عرب فوج اور بہت سے نو مسلم بربریوں کے ساتھ باغیوں کا قلع قمع کیا اور بہت سے علاقے فتح کیے ②۔ عبید اللہ بن زیاد اور سعید بن عثمان نے ترکستان ③، بخارا ④، سمرقند ⑤ اور ترمذ ⑥ کو اموی حکومت کے زیرِ نگیں کیا ④۔ ۴۹ھ میں ایک لشکر جرار سفیان بن عوف کی ماتحتی میں قسطنطنیہ ⑧ روانہ کیا گیا جس میں کبار صحابہ کرام شریک تھے، قسطنطنیہ روڈیوں کا بڑا مرکز تھا، اس لیے رومیوں نے مسلمانوں سے بڑی زبردست جنگ کی ⑨۔ اگرچہ قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا، تاہم دور تک کے علاقہ میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور بہت سے علاقے فتح کیے گئے ⑩۔

حضرت معاویہؓ نے خلافتِ راشدہ کے عہد کی برق رفتار فتوحات کو وسعت دی، اور مسلم افواج نے تینوں براعظموں تک رسائی حاصل کر لی۔ حضرت معاویہؓ ایک مدبر، شجاع اور کامیاب حاکم تھے، انھوں نے مملکتِ اسلامیہ کو پے در پے فتنوں کے باوجود دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا، اس سارے عمل کے دوران انھیں کچھ ایسے اقدامات کرنے پڑے، جن پر باقی لوگوں نے ناخوشی کا اظہار کیا اور آج تک انھیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت کے آخری دنوں میں حضرت مغیرہ بن شعبہ نے انھیں یزید کو ولی عہد بنانے کا مشورہ دیا۔ عراق و شام کے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی، مگر اہل حجاز ⑪ کی طرف سے یزید کی بیعت کا مسئلہ خوش اسلوبی سے طے نہ پاسکا ⑫۔

① افریقہ: مصر کے مغرب میں ایک بہت بڑا ملک ہے۔ افریقس بن آبرہ (یمن کا بادشاہ جس نے اسے فتح کیا تھا) کے نام پر اس کا نام افریقہ رکھا گیا۔ ۳۷ھ میں اسے مسلمانوں نے فتح کیا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۲۸/۱ ⑤ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۴۷

② البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۶

③ ترکستان: بلاد ترک کا نام ہے، جس کے مشرق میں چین مغرب میں بحیرہ خزر، جنوب میں ایران و افغانستان اور شمال میں بحیرہ آرال ہے۔ بخارا، سمرقند اور تاشقند اس کے مشہور شہر ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۳/۲

④ بخارا: مادراء النہر کے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ جیحون اور بخارا کے درمیان دو دن کا سفر ہے، اس کے اشتقاق اور وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۵۳/۱ ⑤ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۸۳

⑤ سمرقند: ترکستان کا مشہور شہر ہے، جو بخارا سے اندازاً ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۲۶/۳

⑥ ترمذ: جیحون کے مشرقی کنارے پر ایک مشہور شہر ہے، جو مشہور محدث امام ابو یوسفی ترمذی کا وطن تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۶/۲

⑦ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۱۷

⑧ قسطنطنیہ: بازنطینی اور عثمانی سلاطین کا پایہ تخت، جو مشرقی یورپ میں بحیرہ مارمورا کے مغربی ساحل پر واقع ہے، اس شہر کو استنبول بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کا بانی قسطنطین اول تھا، اور اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۴۷/۳

⑨ الطبری، التاريخ، ص: ۸۶/۷ ⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۸۲/۳

⑩ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۱۰/۳

⑪ حجاز: جزیرہ عرب کا ایک بڑا کوہستانی علاقہ، جو مغرب میں بحرِ سر کے جنوب مشرق میں نجد اور شمال میں خلیج عقبہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اب یہ شہر مملکتِ سعودی عرب کا

ایک حصہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۱۸/۲

⑫ الطبری، التاريخ، ص: ۵۷/۷

جمادی الآخرہ ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ بیمار ہوئے، اور یکم رجب ۶۰ھ کو ۸۵ برس کی عمر میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ حضرت ضحاکؓ بن قیس نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی^①۔ آپؓ کی مستقل حکومت کی مدت انیس سال، تین ماہ اور ستائیس دن تھی^②۔

✽ یزید بن معاویہؓ (۶۰ھ تا ۶۴ھ)

رجب ۶۰ھ میں یزید تخت پر متمکن ہوا تو سب سے پہلے اس نے مدینہ اور مکہ کے ارباب حل و عقد (جن میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت حسینؓ بن علیؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکرؓ جیسے بزرگ صحابہ شامل تھے) سے بیعت لینے کے احکامات جاری کیے۔ اس کشمکش کے نتیجے میں ۶۱ھ میں کربلا کا دل گداز واقعہ پیش آیا^③۔ جس کی وجہ سے بنو امیہ اور علویوں کے درمیان عداوت کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی۔ کربلا کے واقعہ کے بعد ایک اور اندوہ ناک واقعہ واقعہ حرہ^④ کی صورت میں پیش آیا۔ مدینہ منورہ میں قتل و غارت کی گئی، نتیجتاً ہزار ہا صحابہؓ شہید ہوئے^⑤۔

یزید کے خلاف اٹھنے والی شورش دبانے کے لیے واقعہ حرہ کے چند روز بعد مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا گیا، حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد مکہ میں حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا^⑥۔

۶۲ھ میں یزید نے حضرت عقبہؓ بن نافع کو افریقہ کا والی مقرر کیا، جنہوں نے افریقہ کے متعدد علاقے فتح کیے، خراسان^⑦ اور بختان کے بہت سے علاقے بھی فتح ہوئے^⑧۔ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کے خلاف کوئی قوت باقی نہیں رہی، مسلمانوں کی قوت کا سکہ بیٹھ چکا تھا، مگر دفعتاً کسیلہ بن کرم کی بغاوت نے سارے افریقہ میں انقلاب برپا کر دیا، عقبہؓ والی عراق اور ابوالمہاجرؓ کسیلہ کے مقابلے میں مارے گئے۔ سارے افریقہ میں بغاوت پھیل گئی، اس بغاوت کا ابھی کوئی تدارک نہیں ہوا تھا کہ ربیع الاول ۶۲ھ میں یزید کا انتقال ہو گیا^⑨۔ اس کی مدت حکومت تین سال، آٹھ ماہ اور چودہ دن تھی^⑩۔

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۰۰/۳ ② المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳

③ واقعہ کربلا: ۶۱ھ میں حضرت حسینؓ بن علیؓ کو میدان کربلا میں ظالمانہ طور پر شہید کیا گیا، اس واقعہ میں حضرت حسینؓ کی طرف سے بہتر افراد شریک تھے۔ جن میں میں خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے، چونکہ یہ سانحہ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع مقام کربلا میں پیش آیا، اس لیے اسے واقعہ کربلا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

الطبری، تاریخ، ص: ۳۰۵/۳ ④ الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۳۷۲

⑤ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے باہر نکال دیا اور حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔ یزید بن معاویہؓ نے مسلم بن عقیل کی سرکردگی میں شامیوں کی ایک فوج مدینہ روانہ کی۔ اہل مدینہ نے یزید کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو ولید بن عقبہؓ نے شہر پر حملہ کر دیا۔ اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی۔ اس واقعہ میں بڑے بڑے اکابرین شہید ہوئے۔ چونکہ شامی فوج مدینہ کی مشرقی جانب حرہ کی طرف سے مدینہ کو گھیر کر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس لیے اسے واقعہ حرہ کہتے ہیں۔ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۹/۶۔

⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۵۵/۳ ⑦ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۶۷/۳

⑧ خراسان: مشرقی ایران کا ایک وسیع علاقہ ہے، جو جنوب میں سیستان، مشرق میں بلخ و ہرات، شمال میں تاجکستان اور مغرب میں قزوین تک پھیلا ہوا ہے۔

الحکوی، بنعم البلدان، ص: ۲۵۰/۲

⑨ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۵۰/۳ ⑩ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۰۶

المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳

✽ معاویہ بن یزید (معاویہ ثانی) (۶۴۲ھ تا ۶۶۲ھ)

یزید کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ ثانی جانشین ہوا، اس نے تقریباً چالیس روز کے بعد خلافت سے دست بردار ہو کر اس مسئلہ کو جمہور کے فیصلہ پر چھوڑ دیا۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ”انتخاب خلیفہ کا حق صرف تم لوگوں کو حاصل ہے، جس کو مناسب سمجھو اپنا خلیفہ بنا لو۔“ اس کے بعد وہ اتنا رویا کہ اس کے دونوں رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مزید کہا: ”ہمارے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ احساس یہ ہے، کہ ان (یزید) کا انجام بد ہے۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے لوگوں کو شہید کیا۔ حرم میں خون ریزی کی، کعبہ کی بے حرمتی کی اور اسے خراب کیا۔ میں بار خلافت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مشورہ کر کے کسی دوسرے کو خلیفہ منتخب کر لو،“ ①۔

گویا معاویہ ثانی بن یزید نے لوگوں کو انتخاب امیر کے لیے شوریٰ کے طریقہ پر چلنے کا مشورہ دیا۔ اس کے چند روز بعد معاویہ بن یزید گوشہ نشینی میں انتقال کر گیا ②۔ بقول مسعودی اس کی مدت خلافت ایک ماہ اور گیارہ دن تھی ③۔

✽ مروان بن حکم (۶۴۲ھ تا ۶۶۵ھ)

معاویہ بن یزید کے بعد بنو امیہ میں کوئی شخص خلافت کے لیے آگے نہیں بڑھا، چنانچہ حجاز، عراق، مصر اور شام تمام بڑے ممالک کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی محترم شخصیت کے پیش نظر ان کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد اہل بصرہ ④ اور اہل کوفہ ⑤ نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ مان لیا ⑥۔

حضرت عبید اللہ بن زبیرؓ نے مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ مروان شام پہنچا، جہاں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اثر تھا، یہ حالات دیکھ کر مروان نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا، مگر عبید اللہ بن زیاد نے اسے منع کیا، بالآخر بنو امیہ کے حامیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں مروان اور اس کے بعد خالد بن یزید کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ ذی القعدہ ۶۴۲ھ کو مروان تخت نشین ہوا، چنانچہ حامیان بنو امیہ مرج راحط ⑦ کے فیصلہ کن معرکہ میں کامیابی کے بعد شام پر بھی بغیر کسی کشت و خون کے قابض ہو گئے۔ مروان زیادہ دیر زندہ نہیں رہا، رمضان ۶۶۵ھ میں اس کا انتقال ہو گیا، مگر موت سے قبل اپنے معاہدہ کے خلاف ورزی کرتے ہوئے اس نے

① الطبری، التاريخ، ص: ۳۶۲/۳ ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۶۷/۳

③ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳

④ بصرہ: عراق کا مشہور شہر اور بندرگاہ ۱۳ھ، میں حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں جس کی بنا ڈالی گئی۔ الحموی معجم البلدان، ص: ۴۳۰/۱

⑤ کوفہ: فرات کے کنارے عراق کا مشہور شہر ۱۷ھ میں حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں آباد ہوا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۹۰/۲

⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۷۷/۳ ⑦ البیعوی، التاريخ، ص: ۲۵۸/۲

⑧ مرج راحط: مرج کا لغوی معنی ”چراگاہ“ اور ”سبزہ زار“ ہے، یہی لفظ ”علاقہ“ اور ”مقام“ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مشہور مرج یہ ہیں: مصیصہ کے قریب مرج خلیج

اور مرج اطراف خون: خراسان میں مرج خطباء، شام میں مرج حسین، نواح دمشق میں مرج راحط، مرج صفر اور مرج عذراء ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۰۱/۵

اپنے دونوں بیٹوں عبد الملک اور عبد العزیز کو اپنا جانشین مقرر کر دیا^①۔ اس کی مدت خلافت آٹھ ماہ دو دن تھی^②۔

✽ عبد الملک بن مروان (۶۵ھ تا ۸۶ھ)

۶۵ھ میں مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان تخت نشین ہوا تو باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔ کوفہ میں تو ابین نے علم بغاوت بلند کیا ہوا تھا، اسے ختم کیا گیا تو مختار ثقفی نے بغاوت شروع کر دی، اس فتنہ کا بھی قلع قمع کیا گیا۔ بعد ازاں عراق پر قابض ہونے کے بعد عبد الملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حضرت عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لیے حجاز روانہ کیا، جس نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو شہید کر دیا، یوں حضرت عبد اللہ بن زبیر کا عہد حکومت ۷۳ھ میں ختم ہو گیا^③۔

اس طرح عبد الملک پہلا حکمران تھا، جو حضرت معاویہ کے بعد ریاست اسلامی کا مکمل طور پر حاکم بنا، عبد الملک منصب حکومت پر فائز ہونے سے پہلے بہت عابد و زاہد تھا، اور مدینہ کے عبادت گزاروں میں اس کا شمار ہوتا تھا، فقہ اور کتاب و سنت کا عالم تھا۔ حضرت ابن عمر کا فرمان ہے: ”میرے بعد مسائل دریافت کرنے کے لیے عبد الملک سے رجوع کرنا“^④۔ امام شعبی نے بھی ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے^⑤۔

عبد الملک کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئیں۔ مہلب بن ابی صفرہ کو خوارج کا زور توڑنے کے بعد حجاج نے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ ۸۰ھ میں وہ نہر بلخ کو پار کر کے کش^⑥ میں مقیم ہو گیا۔ شاہ بخارا سے متعدد لڑائیوں کے بعد اہل کش نے فدیہ پر صلح کر لی۔ مہلب کے بعد عبد الملک نے اس کے بیٹے یزید بن مہلب کو خراسان کا حاکم برقرار رکھا، یزید قلعہ باذغیس اور خوارزم^⑦ فتح کرتا ہوا عراق لوٹا، تو اسے معزول کر کے مفضل کو خراسان کا والی مقرر کیا گیا، جس نے باذغیس کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس کے جانشین قتیبہ بن مسلم نے متعدد علاقے تسخیر کیے۔ مشرقی فتوحات کے علاوہ افریقی میدانوں میں زبیر بن قیس اور اس کے بعد حسان بن نعمان غسانی نے بے شمار فتوحات حاصل کیں، اور افریقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا^⑧۔ شام کے ساحلی شہروں میں بھی مسلمانوں کے رومیوں سے معرکہ میں مسلمانوں نے فتح حاصل کی^⑨۔

① الطبری، التاريخ، ص: ۲۲۳/۳

② المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳

③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۱۶

④ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۲۹۸

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۱۶

⑥ کش: جرجان سے تین فرسخ (تقریباً نو میل) کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کا نام ہے، اسی مناسبت سے اس علاقہ کو کش کہتے ہیں۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۶۲/۳

⑦ خوارزم: خراسان کے بلاد میں سے ایک بہت بڑا شہر ہے، علمائے اعلام کی کثیر تعداد اس شہر کی طرف منسوب ہے، اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔

الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۹۵/۲

الحمیری، الروض المعطار، ص: ۲۲۵

⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۱۶

⑨ الطبری، التاريخ، ص: ۲۱۶/۳

عبدالملک کا وسط شوال ۸۶ھ میں دمشق میں انتقال ہوا۔ عبدالملک کی کل مدت خلافت اکیس سال تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد تیرہ سال اور چار ماہ تھی^(۱)۔ عبدالملک نے محمد بن یزید کا تب کے مشورے پر ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے اپنا ولی عہد مقرر کیا^(۲)۔

✽ ولید بن عبدالملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ)

۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا، ولید بن عبدالملک بالکل جاہل تھا۔ ابتدائی علم نحو سے بھی بے بہرہ تھا مگر آئین جہان بانی اور اصول حکمرانی سے پورے طور پر واقف تھا^(۳)۔ ولید کا عہد سلطنت بنو امیہ کا زریں دور تھا، عبدالملک حکومت کے راستہ کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا، خوارج کا فتنہ دب چکا تھا، شیعیان اہل بیت کے جذبات سرد ہو چکے تھے، اور بنو امیہ کی رقیب طاقتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ولید بن عبدالملک نے اپنی پوری توجہ داخلی انتظامات کی طرف مبذول کر دی۔ ولید نے رفاہ عامہ کے لیے بہت سے کام انجام دیے، ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کرائیں، میل نصب کیے، نہریں اور کنویں کھدوائے، مسافر خانے تعمیر کرائے، شفا خانے بنوائے، مساجد تعمیر کرائیں، خصوصاً مسجد نبوی اور دار الخلافہ دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر میں جس دریا دلی اور فن کاری کا ثبوت دیا وہ اُسی کا حصہ ہے^(۴)۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے بعد ولید بن عبدالملک کا زمانہ فتوحات کے سلسلے میں تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ خوش قسمتی سے اسے محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے عظیم الشان فاتحین ہاتھ آ گئے، جنہوں نے اپنے گھوڑوں کے ستموں تلے یورپ اور ایشیا کے میدانوں کو روند ڈالا۔ ولید کے دور میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس^(۵) کی فتوحات ہوئیں۔ بعض مؤرخین ہندوستان کی فتح کو بھی اسی کے دور میں مانتے ہیں، ولید نو سال اور آٹھ ماہ تخت خلافت پر متمکن رہا۔ بالآخر وسط جمادی الآخرۃ ۹۶ھ میں ۴۶ سال چھ ماہ کی عمر میں وفات پائی^(۶)۔

✽ سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ تا ۹۹ھ)

۹۶ھ میں سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ سلیمان اوصاف و خصائل کے لحاظ سے خلفائے بنو امیہ میں ممتاز تھا، دین داری، حق پرستی، کتاب و سنت کا اتباع اور احکام شریعت کا اجراء اس کا مطمح نظر تھا۔ خلافت کے بعد قیدیوں کی رہائی کے احکام جاری کیے۔ رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ ظالم و جابر حکام کو معزول کر دیا، اس کے ان کارناموں کی وجہ سے لوگ اسے "مفتاح الخیر" بھلائی

① المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳ ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۳۰/۴

③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۵

④ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۴۲ ⑤ الطبری، التاريخ، ص: ۶۶۹/۳

⑥ البیعونی، التاريخ، ص: ۳۲۸/۲ ⑦ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۳ ⑧ البخاری، أحسن التقاسیم، ص: ۱۵۸

⑨ اندلس: ہسپانیہ (ہمیں) کا نام ہے۔ الحوی، مجمل البلدان، ص: ۲۶۲/۱

⑩ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۴۳

کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے ①۔ عمر بن عبد العزیز جیسے صالح انسان اس کے وزیر تھے، سلیمان نے اپنے عہد کی ابتدا نماز سے کی، اور اختتام عمر بن عبد العزیز کی نامزدگی پر کیا۔ مگر ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کا دامن محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم جیسے فاتحین اسلام کے ساتھ بے انصافیوں کے دھبوں سے بھی داغ دار ہے ②۔

سلیمان کا عہد حکومت انتہائی مختصر تھا، اس کے دور میں زیادہ فتوحات حاصل نہ ہو سکیں، یزید بن مہلب، امیر خراسان نے جرجان ③ اور دیگر بہت سے علاقے فتح کیے۔ مسلمانوں کو بیش بہا زور و جواہر حاصل ہوئے ④۔ ۹۸ھ کو مسلمہ بن عبد الملک نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، مگر کامیاب نہ ہو سکا، اس اثنا میں خلیفہ سلیمان کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان جب بیمار ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں کو جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے ایک نہایت ہی معتمد امیر رجا بن حیوہ نے اسے اس ارادہ سے منع کیا اور مشورہ دیا کہ کسی نیک شخص کو خلیفہ مقرر کیجیے۔ سلیمان نے عمر بن عبد العزیز کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اُن کی بے حد تعریف کی۔ سلیمان نے خلافت کا فرمان عمر بن عبد العزیز کے نام لکھ دیا، اور مہر لگا دی ⑤۔

۱۰ صفر ۹۹ھ کو جمعۃ المبارک کے دن سلیمان بن عبد الملک نے ۴۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس کی مدت خلافت دو سال اور آٹھ ماہ تھی ⑥۔

✽ حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ)

سلیمان کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز ۹۹ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ مختلف صوبہ جات کے امراء کو اپنی خلافت اور مخصوص احکام کے بارے میں مطلع کیا۔ آپ نے بادشاہت کے امتیازات کا استیصال کیا اور امراء و ولایہ کی کمزوریوں اور غلط کاریوں پر سختی سے احتساب کیا ①۔ فدک کی صحیح حیثیت بحال کی ②۔ غصب کردہ مال و جائداد کی واپسی کروائی، مظالم کا انسداد کیا، بیت المال کی اصلاح کی، غربا اور مساکین کے لیے وظائف مقرر کئے۔ ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور رفاہ عام کے کام میں بہت دلچسپی لی۔ مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا ③۔ الغرض آپ کی خلافت کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر تھی اور آپ نے خلافت میں خلافت فاروقی کو اپنے لیے نمونہ بنایا۔ اسی لیے بعض محدثین نے آپ کو پانچواں خلیفہ راشد قرار دیا ہے ④۔

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۴ ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۰۰/۴

③ جرجان: دامغان اور استرآباد کے درمیان طبرستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۱۹/۲

④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۰۴/۴ ⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۳۲۷ ⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۱۲/۴

⑦ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۵ ⑧ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۱۳/۴ ⑨ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبد العزیز، ص: ۱۱۳

⑩ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر ۲۹۷۲، ص: ۴۳۳

⑪ ابن الجوزی، سیرۃ عمر بن عبد العزیز، ص: ۱۰۸ ⑫ الطبری، التاریخ، ص: ۶۴/۴

⑬ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی التفضیل، حدیث نمبر ۴۶۳۱، ص: ۶۵۵ ⑭ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۳۲۸

حکومت اور سلطنت کے بارے میں آپؐ کا نقطہ نظر دیگر خلفاء سے بالکل جداگانہ تھا، آپؐ کی توجہ حکومت کو وسیع کرنے کی بجائے اس کی اصلاح پر مرکوز تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے عہد میں صرف اندلس کے بعض علاقوں کی فتوحات کے علاوہ کوئی قابل ذکر فتوحات نہیں ہوئیں^(۱)۔ بلکہ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے خلیفہ بننے کے بعد مسلمہ بن عبد الملک کو قسطنطنیہ کی مہم سے واپسی کا حکم دے دیا۔ ۹۹ھ میں ترکوں نے آذر بایجان^(۲) پر حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کا قتل عام کیا، تو حاتم بن نعمان باہلی کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا گیا^(۳)۔

۱۰۰ھ کو خارجیوں کے فتنہ پرداز گروہ نے عراق میں شورش برپا کی، تو والی کوفہ عبد الحمید کو پہلے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا، لیکن ناکامی کے بعد حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے عبد الحمید کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبد الحمید کامیاب نہ ہو سکے، تو مسلمہ بن عبد الملک نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا^(۴)۔

آپؐ نے رجب ۱۰۱ھ کو ۳۹ یا ۴۰ سال کی عمر میں وفات پائی، آپؐ کے سبب وفات کے بارے میں دو روایات ہیں، ایک یہ کہ آپؐ کی موت طبعی تھی، اور دوسری یہ کہ آپؐ کو زہر دیا گیا تھا^(۵)۔ آپؐ دو سال پانچ ماہ اور پانچ دن مسند خلافت پر متمکن رہے^(۶)۔

✽ یزید بن عبد الملک (یزید ثانی) (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ)

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے بعد یزید بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ اس نے عمر بن عبد العزیز کی اصلاحات کو قائم رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ پھر اس نے وہی پرانا استبدادی نظام جاری کر دیا^(۷)۔

۱۰۲ھ میں مسلمہ بن عبد الملک نے یزید بن مہلب کی بغاوت کا خاتمہ کیا^(۸)۔ کچھ عرصہ بعد اہل صغد^(۹) کی بغاوت کو میسب بن بشیر ریاحی نے فرو کیا اور پھر اہل کش، وابل و نف^(۱۰) کو بھی مطیع بنایا^(۱۱)۔ ۱۰۶ھ میں جراح بن عبد اللہ کی سرکردگی میں باب الابواب^(۱۲)

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۱۵

② آذر بایجان: ایران کے شمال اور عراق کے مشرق میں ایک صوبہ ہے، جس کا صدر مقام پہلے تبریز تھا۔ آذر بایجان کے لفظی معنی ہیں "آگ کا گھر"۔ چونکہ آتش پرستی کی ابتدا یہیں سے ہوئی تھی، اس لیے اس کا یہ نام پڑا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۲۸

③ الطبری، التاریخ، ص: ۶۳/۴

④ الطبری، التاریخ، ص: ۶۳/۴ ⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۱۷

⑥ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۵ ⑦ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳ ⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷

⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷ ⑩ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۳۹/۴

⑪ صغد: اس وادی اور دریا کا نام ہے، جس سے نواح سمرقند کا وسیع علاقہ سیراب ہوتا ہے، اس میں بخارا بھی شامل ہے۔ بعض صغید سمرقند کو صغید بخارا سے الگ شمار کرتے ہیں۔ یہ علاقہ سربسزئی میں بے نظیر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۴۰۹/۳

⑫ نصف جیحون اور سمرقند کے مابین ایک شہر ہے۔ جسے غنشب بھی کہتے ہیں الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۸۵/۵

⑬ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۳۵۰/۴

⑭ باب الابواب: بحیرہ خزر کے مشرقی ساحل پر ایک اہم شہر ہے، جس میں بندرگاہ بھی تھی۔ اس شہر کے ساتھ ہی ایک اونچا پہاڑ ہے، جس میں متعدد قلعے بنے ہوئے تھے۔ نو شیردان نے خاقان شاہ ترک سے مل کر سرحد پر ایک اونچی اور لمبی دیوار بنا کر صرف چند دروازے چھوڑ دیئے، یہ دروازے عموماً بند رہتے تھے، اس دیوار کا ایک دروازہ اس شہر کے پاس تھا۔ اس لیے وہ باب الابواب (دروازوں میں سے ایک دروازہ) کہلاتا تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۰۳/۱

بلخج ① بلاد لان ② فتح ہوئے، ان فتوحات کے علاوہ بعض اور فتوحات بھی حاصل ہوئی۔ اس عہد میں بعض مقامات پر خوارج نے سر اٹھایا لیکن ان کا فتنہ بڑھنے نہ پایا ③۔

یزید کا زمانہ بہت مختصر تھا۔ اس میں کوئی اہم واقعات و حادثات پیش نہیں آئے۔ یزید بن عبد الملک شعبان ۱۰۵ھ میں انتقال کر گیا ④۔ اس کی حکومت چار سال اور تیرہ دن تھی ⑤۔

✽ ہشام بن عبد الملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ)

یزید بن عبد الملک کے بعد اس کا بھائی ہشام بن عبد الملک تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ہشام بن عبد الملک کا شمار بنو امیہ کے ان تین ممتاز خلفاء ⑥ میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے تدبیر و سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا۔ حافظ ابن کثیر کا قول ہے:

”ہشام بن عبد الملک دور نگاہ کفایت شعار تیز فہم اور مدبر بادشاہ تھا، سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات اس کی نگاہوں سے مخفی نہ رہتے تھے، نخل اور برڈ باری اس کی امتیازی خصوصیات تھیں“ ④۔

ہشام اعلیٰ درجہ کا منتظم اور اپنے عمال کی پوری طرح نگرانی رکھتا تھا۔ بقول مدائنی: ”بنو امیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا“ ⑧۔ عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے ہشام ایک سچا مسلمان تھا اور غلط عقائد رکھنے والوں پر کڑی نظر رکھتا تھا، ہشام نے جعد بن درہم کو اس کے عقیدہ ”خلق قرآن“ اور غیلان بن یونس کو قدریہ خیالات رکھنے کی وجہ سے قتل کروا دیا تھا۔ ہشام نہایت دانش مند، پاکباز اور بردبار انسان تھا، حسن سیاست اور تدبیر کے لحاظ سے بلند مقام رکھتا تھا، علماء و فقہاء سے رابطہ رکھتا تھا، اس کے دربار میں فقہاء و علماء جمع رہتے تھے ⑨۔

ہشام کے عہد حکومت میں بڑے بڑے حوادث رونما ہوئے، مگر مشرق و مغرب میں اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رہا۔ ترکستان اور آذربائیجان میں ترکوں اور تاتاریوں کا زور ختم کیا گیا، سندھ میں بغاوت کا سختی سے استحصال کیا گیا۔ اور مسلمانوں کی نوآبادیاں قائم کر

① بلخج: خزر کا ایک ساحلی شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۸۹/۱

② بلاد لان: بحیرہ خزر کے جنوب مغربی ساحل کے علاقے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۸/۵

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۴/۵ ④ الطبری، التاريخ، ص: ۱۱۴/۲

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۷

⑥ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۴۹/۳

⑦ بنو امیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں سے پہلے حضرت معاویہ بن ابی سفیان تھے، جنہوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرا عبد الملک بن مروان تھا، جس نے اس کی مگرٹی ہوئی عمارت کو بہار ادا کیا۔ تیسرا یہ (ہشام بن عبد الملک) خود تھا، جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

⑧ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۵۲/۹ ⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۲۸

⑩ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۶۵/۲

کے انھیں محفوظ کر دیا گیا۔ ایشیائے کوچک میں بہت سے قلعے رومیوں سے چھین لیے گئے۔ شمالی افریقہ میں بربریوں نے سر اٹھایا تو انھیں دبا دیا گیا، اندلس میں نظم و نسق کو درست کیا گیا اور وہاں سے کئی بار دوسرے علاقوں پر حملے کیے گئے^①۔ بقول علامہ سیوطی: ”اس کے خلافت کے ساتویں برس قیصریہ روم^② تلوار سے فتح ہوا اور آٹھویں سال حجرہ^③ مشہور بہادر بطل کے ہاتھ سے فتح ہوا اور بارہویں سال حرسہ^④ ہاتھ آیا“^⑤۔

۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبد الملک نے رصافہ^⑥ میں پچپن برس کی عمر میں انتقال کیا^⑦۔ مدت خلافت بیس سال سے کچھ کم تھی^⑧۔

✽ ولید بن یزید بن عبد الملک (ولید ثانی) (۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ)

ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں ولید بن یزید بن عبد الملک اپنے والد یزید بن عبد الملک کی وصیت کے مطابق تخت نشین ہوا۔ تاریخ میں ولید بن یزید کا اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں ملتا۔ امام سیوطی نے حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ”ولید کی جانب کفر و زندقہ کی نسبت صحیح نہیں، البتہ وہ مے نوشی اور دوسرے منہیات میں ضرور مبتلا تھا“^⑨۔ ولید بن یزید کو راہ راست پر لانے کی ہشام کی کوششیں بھی کامیاب نہ ہوئیں، اس نے اسے ولی عہدی سے محروم کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا لیکن اس تجویز پر عمل کرنے سے پہلے ہی ہشام کا انتقال ہو گیا^⑩۔

ولید نے تخت نشین ہونے کے بعد سب سے پہلے ہشام کے اہل و عیال کو نظر بند کر کے اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا، اور ہشام کے ارکان خاص کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ ولید کے اس سنگ دلانہ برتاؤ کی وجہ سے عوام و خواص سب اس سے بے زار ہو گئے۔ شاہی خاندان کے ارکان نے اس کے خلاف سازش شروع کر دی اور یزید بن ولید کو خلافت کے لیے منتخب کر دیا۔ مروان بن محمد بن مروان نے سعید بن عبد الملک کو خط کے ذریعے سمجھایا کہ لوگوں کو اس فتنہ کی آگ میں کودنے سے روکو۔ سعید نے یہ خط عباس بن ولید کے پاس بھیج دیا، عباس نے یزید کو بلا کر اسے نشیب و فراز سے آگاہ کیا اور اسے خانہ جنگی سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ یزید

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۴/۵

② قیصریہ روم: روم کا علاقہ جو شام، ترکی، بحر روم پر واقع شمالی افریقہ نیز مغربی یورپ کے بعض ممالک تک پھیلا رہا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۹۷/۳

③ حجرہ: شام کا علاقہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۱۰/۲

④ حرسہ: یہ شہر ملتے (جو ترکی میں سمیسط کے شمال اور قیساریہ کے مشرق میں واقع ہے)، کے اطراف میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۹۲/۵

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۸

⑥ رصافہ: رقتہ، (شام میں صفین کے سامنے اور حران کے جنوب میں لب فرات ایک شہر ہے)، میں ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۶/۳

⑦ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۸

⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۹/۳

⑨ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۴۶/۲

⑩ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۲

کو اپنی کامیابی پر یقین تھا، اس لیے بظاہر اس نے اپنے ارادہ سے باز آنے کا وعدہ کر لیا، مگر خفیہ طور پر وہ اپنے ارادے پر کار بند رہا، اور بالآخر تیاری مکمل کر کے دار الخلافہ دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ولید اس وقت اغد ف^① میں مقیم تھا، یزید نے عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کو ولید سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا، ولید نے ابتدا میں کچھ مقابلہ کیا، مگر بعد میں میدان سے بھاگ کر اپنے محل میں آیا۔ جہاں اسے جمادی الآخرہ ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا گیا^②۔ اس کی مدتِ خلافت ایک سال تین ماہ تھی^③۔

✽ ابو خالد یزید بن ولید بن عبدالملک (یزید ثالث) (۱۲۶ھ تا ۱۲۶ھ)

ولید بن یزید کے قتل کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک جمادی الآخرہ ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا، چونکہ اس نے لشکر کی تنخواہوں میں کمی کی تھی اس لیے وہ "الناقص" کے لقب سے مشہور ہو گیا^④۔

عنانِ حکومت سنبھالتے ہی یزید کو مختلف فتنوں کا سامنا کرنا پڑا، ولید کے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ مصری بھی جو عینیوں کے حریف تھے، اس کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ دوسری طرف اہل حمص^⑤ نے اس کی خلافت کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ اہل حمص اور اس کی فوجوں کے مابین مقام سلیمانہ میں لڑائی ہوئی۔ اہل حمص کو شکست ہوئی، بعد میں اہل حمص نے مجبوراً اس کی اطاعت قبول کر لی، کچھ عرصہ کے بعد اہل فلسطین^⑥ نے یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، بعد ازاں اہل اردن^⑦ بھی اہل فلسطین کی بغاوت میں شریک ہو گئے، چنانچہ یزید نے اہل فلسطین کے نمائندوں کو انعام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور اہل اردن کو زبردستی مطیع بنالیا^⑧۔

عراق اور خراسان میں دوبارہ سے قبائلی عصبيت کا فتنہ خوابیدہ بیدار ہو چکا تھا، ان اختلافات نے عباسی داعیوں کے لیے خراسان میں مناسب فضا پیدا کر دی تھی، انہی حالات میں یزید بن ولید نے طاعون کے مرض میں ۷ ذوالحجہ کو ۱۲۶ھ میں وفات پائی، اس کی کل مدتِ حکومت چھ ماہ کے قریب تھی^⑨۔ مسعودی نے اس کی مدتِ حکومت دو ماہ اور دس دن بتائی ہے^⑩۔

① اغد ف: عمان کے مضافات میں ایک شہر کا نام ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۵۱/۳

② ابن لاثیر، الکامل، ص: ۲۷۹/۳

③ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۴۹/۳

④ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۴۹/۳

⑤ حمص: دمشق اور حلب کے درمیان مشہور شہر ہے۔ جسے حمص بن المہر بن جان نے بنایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے ہاتھوں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فتح ہوا، الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۰۲/۲

⑥ فلسطین: پہلے یہ شام کا ایک صوبہ تھا، جس کا صدر مقام بیت المقدس تھا۔ لیکن آج کل یہ ایک الگ ملک ہے، جس کا بیشتر حصہ اسرائیل کے قبضہ میں ہے، جبکہ کچھ حصہ اردن کے پاس ہے۔ اس کے قابل ذکر شہر فسقلان، رملہ، غزہ، قیسریہ، نابلس، اریحا وغیرہ تھے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۷۴/۳

⑦ اردن: سعودی عرب کے شمال میں ایک ریاست ہے، فلسطین کے کچھ حصے بھی اردن میں شامل تھے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۱۷۷/۱: ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اردن کے کچھ حصے مثلاً بیت المقدس، نابلس، الخلیل وغیرہ اسرائیل نے اٹھیا لیے۔

⑧ ابن لاثیر، الکامل، ص: ۲۹۴/۳

⑨ ابن لاثیر، الکامل، ص: ۲۹۴/۳

⑩ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۴۹/۳

✽ ابراہیم بن ولید (۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ)

یزید کے بعد اس کا ولی عہد ابراہیم بن ولید ۱۲۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ ابراہیم کا دور حکومت نہایت مختصر رہا اور پھر اس مختصر زمانے میں بھی اس کی خلافت کو متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا، اس لیے مورخین نے اسے مستقل خلیفہ تسلیم نہیں کیا ہے ①۔

مدائنی کا بیان ہے کہ: ”ابراہیم کا عجیب قصہ ہے بعض اسے خلیفہ کہہ کر سلام کرتے تھے، کیونکہ وہ ولی عہد رہا تھا، اور بعض امیر کہہ کر، کیونکہ وہ ولی عہد نہیں ہوا تھا اور بعض بالکل ہی انکار کرتے تھے.....“ ②

مروان نے ابراہیم بن ولید کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ ابراہیم کے لشکر سے مقابلہ کیا۔ اور اسے شکست فاش دے کر دمشق میں داخل ہوا، ابراہیم بن ولید مروان کی آمد کی خبر سن کر دمشق سے بھاگ نکلا، بعد ازاں مروان نے اسے امان دے کر واپس بلا لیا ③۔ بقول علامہ سیوطی: ”ابراہیم صرف ستر روز تخت خلافت پر متمکن رہا.....“ ④

✽ مروان الحمار (مروان ثانی) (۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ)

ابراہیم کے فرار کے بعد صفر ۱۲۷ھ میں مروان بن محمد بن مروان تخت خلافت پر متمکن ہوا، مروان بہادر، مستقل مزاج، جفاکش اور تجربہ کار شخص تھا، اس کا عہد حوادث و اضطراب سے لبریز تھا اور حکومت امویہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ مرکز حکومت شام میں مختلف گروہ بندیاں تھیں، جس سے حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی اور بنو امیہ کے قدیم مخالف گروہوں کے علاوہ ان کی نئی اور خطرناک حریف عباسی تحریک کو طاقت پکڑنے کا موقع ہاتھ آ گیا ⑤۔ یعنی قبائل نے اس کی خلافت تسلیم نہیں کی، اہل غوطہ ⑥ کے دمشق پر حملہ کو مروان نے ابو الورد بن کوثر کے ذریعے پسپا کیا، اس کے بعد فلسطین کے باغیوں کو شکست دی گئی ⑦۔

ازاں بعد سلیمان بن ہشام نے مروان کی مخالفت شروع کر دی، دونوں کے درمیان جنگ میں سلیمان کو شکست ہوئی، اسی اثناء میں شعیان بنی ہاشم نے بھی خروج کیا اور اپنے ساتھ یمن اور ربیعہ قبائل کو ملا لیا، ساتھ ہی خوارج بھی اٹھ کھڑے ہوئے، مروان کی ساری قوت اسی میں مشغول تھی۔ غرضیکہ حکومت امویہ کے مختلف صوبوں میں شورشیں برپا تھیں۔ مصر، یمن ⑧ اور ربیعہ میں خانہ جنگی جاری تھی کہ ابو مسلم خراسانی سیاست میں داخل ہوا، اور حالات کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مروان ⑨ پر قبضہ کے ساتھ ہی تمام خراسان اس کے جھنڈے تلے آ گیا۔ بعد ازاں اس نے سارے عراق پر کنٹرول حاصل کر لیا ⑩۔

① ایسوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ ② ایسوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ ③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹/۵

④ ایسوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۵۳ ⑤ البیعوبی، التاريخ، ص: ۳۳۸/۲ ⑥ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۱۹/۵

⑦ غوطہ: شام کا ایک سرسبز وسیع علاقہ جس میں دمشق واقع ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۱۹/۲

⑧ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۱۹/۵ ⑨ یمن: عرب کے جنوب مغربی گوشہ میں ایک مشہور ملک ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۲۷/۵

⑩ مرو: خراسان کا مشہور شہر اور قصبہ ہے، اب یہ شہر سوویت یونین میں واقع ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۱۲/۵ ⑪ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۳۲

⑫ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۲/۵ ⑬ الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۳۳۹

⑭ البیعوبی، تاریخ البیعوبی، ص: ۲۰۸/۲ ⑮ السعدی، مروج الذهب، ص: ۷۰/۳

ربیع الاول ۱۳۲ھ میں ابو العاص عبداللہ بن علی کے ہاتھوں پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ بنایا گیا اور انھوں نے بحیثیت خلیفہ کوفہ کی جامع مسجد میں پہلا خطبہ دیا^(۱)۔ بیعت خلافت کے بعد ابو العباس سفاح نے عبداللہ بن علی کو ایک لشکر دے کر مروان بن محمد کے استیصال کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ جمادی الآخرہ ۱۳۲ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی، جس میں اموی فوج کو شکست ہوئی، مروان بھاگ کر موصل^(۲) آیا، پھر مختلف علاقوں سے ہوتا ہوا مصر داخل ہوا۔ عباسی فوج نے مسلسل اس کا تعاقب کیا۔ بالآخر قریہ بوسیر^(۳) میں مروان مارا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں پیش آیا^(۴)۔

مروان کے قتل سے حکومت بنی امیہ کا ٹٹمنا ہوا چراغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ مدت خلافت پانچ سال دس ماہ تھی^(۵)۔

﴿قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء

وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير، انك على كل شيء قدير﴾^(۶)



① ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۶۲ ② یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ص: ۴۱/۲

② موصل: جزیرہ کا ایک بڑا شہر ہے۔ اسے موصل اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ شہر جزیرہ کو عراق سے ملاتا ہے۔ اس شہر کی ترقی کے لیے مروان بن محمد بنو امیہ کے آخری بادشاہ

نے بہت کام کیا ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۲۳/۵ ③ الحمیری، الروض المعطار، ص: ۵۶۳

④ قریہ بوسیر: اس نام کے مصر میں چار گاؤں ہیں، ایک بوسیر توریدس جو سواد اشمونین میں ہے، دوسرا فسطاط کے مغرب میں، جسے بوسیر السدر کہتے ہیں، تیسرا بوسیر دندونو جو

علاقہ فیوم میں ہے، اور چوتھا بوسیر بنا جو علاقہ سمود یہ میں ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۵۰۹/۱

⑤ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۷۳/۵ ⑥ السعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳ ⑦ الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۳۶۴

⑤ السعودی، مروج الذهب، ص: ۲۳۹/۳

⑤ سورة آل عمران: ۲۶/۳

عہد بنو امیہ کے ممتاز محدثین و خلفاء کا تعارف

اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام کی ہدایات و تعلیمات تا قیامت محفوظ و مصنون رہیں گی اور ان میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوگا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَخَفِظُونَ﴾^(۱)

بے شک ہم نے ذکر (قرآن کریم) کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے الذکر کی حفاظت کا جو ذمہ لیا ہے وہ صرف حفاظت قرآن تک محدود نہیں بلکہ الفاظ قرآن کے ساتھ اس بیان قرآن کو بھی شامل ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ ”الذکر“ میں قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کی وہ تبیین و توضیح بھی شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی توضیح و تشریح کے لیے فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ إِلَيْهِمْ﴾^(۲)

اور ہم نے تمہاری طرف ذکر (قرآن کریم) کو اتارا تاکہ لوگوں کے لیے جو ان کی طرف نازل کیا گیا اسے آپ ان کے لیے کھول کر بیان کر دیں۔

اس آیت کریمہ میں الذکر سے مراد قرآن کریم کے الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی وہ توضیح و تشریح بھی شامل ہے جو آپ ﷺ نے بیانا و عملاً اختیار فرمائی تھی اور وہ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔ لہذا قرآن و حدیث کا علم رکھنے والوں کو اہل الذکر کہیں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾^(۳)

اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حفاظت حدیث کا ذمہ اٹھانے کے بعد اس کی اشاعت کا ذمہ دار حضرت صحابہؓ اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین کو بنایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾^(۴)

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نیکالے گئے ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

① الحجر: ۹/۱۵

② النحل: ۴۳/۱۶

③ النحل: ۴۳/۱۶

④ آل عمران: ۱۱۰/۳

آنحضرت ﷺ نے بھی بے شمار مواقع پر تبلیغِ دین کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ألا ليبلغ الشاهد الغائب)) ①

پا پیے کہ ماضی میں مجلسِ غائب کو پہنچائیں۔

چنانچہ قرونِ ثانیہ (صحابہؓ، تابعینؓ و تبع تابعینؓ) جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے خیر و برکت کی شہادت یوں دی ہے:

((خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم)) ②

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے (یعنی صحابہؓ کا) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں (یعنی تابعین کا) پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں (یعنی تبع تابعین کا)۔

ان تین طبقوں میں سے پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ کا ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور جن کے اقوال و افعال میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمِ قدسی کی ہی جھلک تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اشاعتِ حدیث اور تبلیغِ دین کی جو ذمہ داری ان کو سونپی تھی، اس کی پاسداری کے لیے انھوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ لگا دیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کو اپنے سے بعد والوں تک احسن طریقے سے پہنچایا۔

ان کے بعد حضراتِ تابعینؓ جنھیں خیر القرون ہونے کا اعزاز حاصل ہے، کی مقدس جماعت نے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی علمی اور اخلاقی وراثت کو مسلمانوں میں پھیلایا۔ یہ جماعت علم و عمل میں صحابہ کرامؓ کا عکس و پر تو تھی۔ اس مقدس جماعت نے حدیثِ رسول کی حفاظت و اشاعت کا اہتمام کیا، اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع تر کیا غرضیکہ انھوں نے ان تمام برکات کو جن کا عہدِ صحابہؓ میں آغاز ہو چکا تھا، تکمیل تک پہنچایا اور جو پایہ کمال تک پہنچ چکی تھیں، ان کی حفاظت کی۔ اور اس راہ میں بے شمار تکالیف اور مصائب برداشت کر کے اس خزانہ کو محفوظ رکھا۔ اور یہ وہی حضرات تھے جنھیں خود رب کائنات نے مہاجرین و انصار کے ساتھ انھیں بھی رضوانِ الہی کی اور جنتِ خالد کی دولت سے سرفراز کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ③

اور مہاجرین اور انصار میں سے وہ اولین لوگ جنھوں نے ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت کی اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان پر راضی ہو گیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشهادات، باب لا یشہد علی شہادۃ جوہر، حدیث نمبر ۲۶۵۱، ص: ۲۲۶

③ التوبہ: ۱۰۰/۹

ان حضرات کے بعد آنے والی جماعت بھی ”خیر القرون“ کے لقب سے سرفراز ہے اور یہ جماعت تبع تابعین کی ہے۔ جو تابعین کے حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے۔ درحقیقت یہ سب اسی ایک چراغ کا پرتو ہے جس کے بارے میں قرآن کریم نے دنیا کو روشنی اور تابانی پہنچانے، کفار کے کفر کو مٹانے اور دین اسلام کے غالب ہونے کی پیشین گوئی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِمْ وَاللَّهُ مَتَمِّمٌ نُّورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ٥ هُوَ الَّذِي

أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾^①

وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیا جائے، اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنا چاہتا ہے، چاہے کفار کو یہ بات کتنی ہی ناپسند کیوں نہ لگے۔ وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، چاہے مشرکین کو یہ بات ناپسند لگے۔

یہی وجہ ہے کہ نبوت کی تعلیم و تربیت کے اثرات اور اسلام کی آدم سازی اور مردم گری کا اعجاز صرف اسی زمانہ تک ہی محدود نہیں تھا جو سادگی اور فقر و قناعت کا دور تھا اور جس میں تمدن، علم و فن اور سلطنت و سیاست نے وسعت و ترقی اختیار نہیں کی تھی بلکہ اس دور (یعنی دور تبع تابعین) میں بھی تبلیغ دین، رشد و ہدایت، زہد و تقویٰ، اور عزیمت و استقامت کے وہ محیر العقول نمونے سامنے آئے ہیں جن کی مثال دیگر ملل و اقوام میں ملنی مشکل ہے۔ اور یہ اس لیے بھی ضروری اور لازمی تھا کہ زبان نبوت نے اس تیسرے دور کے لیے بھی خیر و برکت کی شہادت دی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے تقریباً ایک سو سال بعد تک کوئی زمانہ ایسا نہیں تھا جو آپ ﷺ کے صحابہؓ سے خالی رہا ہو^②۔ عہد بنو امیہ کے ابتدائی ساٹھ ستر برس میں صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد بقید حیات تھی جو مختلف ملکوں اور شہروں میں قیام پذیر تھی اور جنہوں نے احادیث کی نشر و اشاعت میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا^③۔

مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں تقریباً ۳۹ صحابہ کرامؓ کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے اور کتب تھیں^④۔ اس عہد کے تمام صحابہ کرامؓ کی سوانح عمری بیان کرنا تو ممکن نہیں تاہم ان میں سے چند مشاہیر صحابہؓ کے مختصر حالات زندگی اسی فصل کی بحث اول میں بیان کیے جائیں گے۔

① القف: ۸/۹۰

② کیونکہ آخری صحابی حضرت عامر بن وائلؓ تھے جنہوں نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۵

③ مناظر احسن گیلانی، تاریخ تدوین حدیث، ص: ۶۷

④ دیکھیے صفحہ نمبر ۲۱۰ مقالہ ہذا

اسی طرح عہد بنو امیہ میں تابعین کی کثیر تعداد موجود تھی۔ جن کی صحیح تعداد کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام مختلف بلاد و امصار میں پھیل گئے تھے۔ اور جو شخص بھی ان حضرات صحابہ میں سے کسی ایک کے ساتھ ملا، وہ تابعی ہے^(۱)۔ ان میں سے ۱۸۱ تابعین کے پاس تحریری مجموعہ ہائے احادیث کی موجودگی کا ذکر مصادر سے ملتا ہے^(۲)۔ ان میں سے بھی صرف مشاہیر تابعین کے مختصر حالات زندگی اس فصل کی بحث ثانی میں بیان کئے جائیں گے۔

اس عہد میں تابعین کے علاوہ بے شمار تبع تابعین مختلف امصار و مدن میں موجود تھے۔ ان کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ علوم دینیہ کی تدوین و ترتیب ہے۔ گو یہ کام عہد صحابہ سے لے کر تابعین تک مسلسل جاری رہا۔ لیکن عہد تبع تابعین میں خصوصاً اس کام میں اتنی ترقی ہوئی کہ بعد کی صدیوں میں اس پر بہت کم اضافہ ہو سکا۔ مزید برآں تبع تابعین نے اپنے عہد کے تمام فتنوں کا قلع قمع کیا۔ مختلف ممالک و شہروں میں ان کی کثیر تعداد تھی^(۳)۔ ان میں سے چیدہ چیدہ تبع تابعین جنہوں نے علم حدیث میں شاندار خدمات انجام دی ہیں، ان کے مختصر حالات زندگی اس فصل کی بحث ثالث میں بیان کیے جائیں گے۔

جبکہ اس فصل کی آخری بحث رابع میں بنو امیہ کے ان خلفاء کی سوانح حیات، جنہوں نے حدیث نبوی کی نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا، مختصر بیان کی جائے گی^(۴)۔



① دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶ مقالہ ہذا

② دیکھیے صفحہ نمبر ۲۴۷ مقالہ ہذا

③ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۸۶ مقالہ ہذا

④ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۱۳ مقالہ ہذا

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ (م ۵۲ ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب اور کنیت ابو ایوب ہے اور اسی سے مشہور ہیں۔ قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے عقبہ نامی گھائی میں جا کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی، اور واپس جا کر اپنے اہل و عیال، اعزہ و اقرباء اور دوست و احباب کو ایمان لانے کی تلقین کی۔ آپ کو حامل نبوت حضرت محمد ﷺ کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہے ②۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو یثرب ③ کے اولین داعی اسلام حضرت مصعب بن عمیر کا بھائی قرار دیا ④۔

غزوات: حضرت ابو ایوب انصاریؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہؓ کے طرح برابر شریک رہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں جو جنگیں ہوئیں، ان میں سے صفین اور جنگ نہروان ⑤ میں شریک تھے ⑥۔ آپ ۵۲ ھ میں یزید بن معاویہ کی سپہ سالاری میں غزوہ روم میں بھی شریک ہوئے ④۔

علم و فضل: حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا فضل و کمال اور علم میں پختگی اس قدر مسلم تھی کہ صحابہ کرامؓ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہ میں اختلاف ہوا، کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ سر دھو سکتا ہے، مگر حضرت مسورؓ کا خیال تھا کہ سر دھونا جائز نہیں، چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن حسین کو حضرت

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---|---------------------------------------|---------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج: ۳/۸۴ | ② ابن معین، التاریخ، ج: ۲/۱۴۴ | ③ ابن ابی شیبہ، المصنف، ج: ۱۳ |
| ④ ابن خیاط، التاریخ، ج: ۲۱۱ | ⑤ ابن خیاط، الطبقات، ج: ۸۹ | ⑥ البخاری، التاریخ الصغیر، ج: ۲۴ |
| ⑦ البخاری، التاریخ الکبیر، ج: ۳/۱۳۶ | ⑧ ابو زرہ، التاریخ، ج: ۱/۱۶۳ | ⑨ ابن قتیبہ، معیون الأخبار، ج: ۲/۱۱۲ |
| ⑩ ابن قتیبہ، المعارف، ج: ۲۷۴ | ⑪ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ج: ۱/۳۱۲ | ⑫ البلاذری، انساب الاشراف، ج: ۳/۵۳ |
| ⑬ البیہقی، التاریخ، ج: ۲/۴۱ | ⑭ الدولابی، الکئی والاسماء، ج: ۱/۱۵ | ⑮ الرازی، الجرح والتعدیل، ج: ۳/۳۲۱ |
| ⑯ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ج: ۴/۳۶۷ | ⑰ المسعودی، مروج الذهب، ج: ۲/۴۶۹ | ⑱ ابن حبان، الثقات، ج: ۳/۱۰۲ |
| ⑲ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ج: ۲۶ | ⑳ ابن عدی، الکامل، ج: ۲/۱۰۹ | ㉑ الحاکم، المستدرک، ج: ۲/۲۷ |
| ㉒ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ج: ۱/۳۶۱ | ㉓ ابن حزم، جمہور انساب العرب، ج: ۳۳۸ | ㉔ الخطیب، تاریخ بغداد، ج: ۱/۱۵۳ |
| ㉕ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ج: ۱/۸۸ | ㉖ النودی، تہذیب الاسماء، ج: ۲/۱۷۷ | ㉗ الحمزی، تحفۃ الاشراف، ج: ۳/۸۷ |
| ㉘ الذہبی، تاریخ الاسلام، ج: ۲/۳۲۷ | ㉙ الذہبی، دول الاسلام، ج: ۱/۳۶ | ㉚ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج: ۲/۴۰۲ |
| ㉛ الذہبی، المعجم، ج: ۱/۵۶ | ㉜ الذہبی، الکاشف، ج: ۱/۴۶۴ | ㉝ الصفدی، الوافی بالوفیات، ج: ۱۳/۲۵۱ |
| ㉞ الیافعی، مرآۃ الجنان، ج: ۱/۱۲۴ | ㉟ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج: ۸/۵۶ | ㊱ ابن حجر، الاصابہ، ج: ۲/۸۹ |
| ㊲ ابن حجر، تقریب التہذیب، ج: ۱/۲۱۳ | ㊳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳/۹۰ | ㊴ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ج: ۱۰۰ |
| ㊵ ابن العماد، شذرات الذہب، ج: ۱/۱۰۰ | ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳/۹۰ | ㊷ ابن حجر، الاصابہ، ج: ۲/۹۰ |

- ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳/۹۰
- ② یثرب مدینہ منورہ کا قدیم نام ہے، دیکھیے صفحہ نمبر ۸
- ③ نہروان: بغداد اور واسط کے درمیان ایک وسیع علاقہ ہے، جہاں حضرت علیؓ اور خوارج کے مابین مشہور جنگ ہوئی، الحوی، معجم البلدان، ج: ۵/۳۲۳
- ④ ابن حجر، الاصابہ، ج: ۲/۹۰
- ⑤ ابن حجر، الاصابہ، ج: ۲/۹۰
- ⑥ ابن حجر، الاصابہ، ج: ۲/۹۰

ابو ایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق سے وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے۔ عبد اللہؓ نے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا، اور فرمایا دیکھو آنحضرت ﷺ اسی طرح غسل کیا کرتے تھے“ ①۔

ابن اسحاق جو بنی ہاشم کے مولیٰ تھے ان میں اور بعض دوسرے لوگوں میں یہ بحث تھی کہ نبیز کس کس برتن میں بنا سکتے ہیں، اور لفظ قرع وجہ نزاع تھا، حضرت ابو ایوبؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو انھوں نے آپ کے پاس ایک شخص کو مسئلہ کی تحقیق کرنے کے لیے بھیجا، حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مزفت میں نبیز بنانے کی ممانعت فرمائی ہے، اس نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابو ایوبؓ نے پھر یہی جواب دہرایا ②۔

عاصم بن سفیان ثقفی جنگ سلاسل ③ میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے، مگر راستے میں انھیں خبر ملی کہ جنگ اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ اس سے آپ کافی رنجیدہ ہوئے اور سیدھے حضرت معاویہؓ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت ابو ایوبؓ اور حضرت عقبہؓ بن عامر بھی موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابو ایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور حضرت عقبہؓ سے نہیں پوچھا۔ حضرت ابو ایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا، اس لیے انھوں نے مسئلہ کا جواب دے کر حضرت عقبہؓ سے اس کی تصدیق کرائی کہ ان کو کسی قسم کی بدگمانی نہ پیدا ہو ④۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حصول علم کی بے حد تڑپ تھی۔ صرف ایک حدیث کی خاطر آپ نے مصر کا سفر کیا ⑤۔

اخلاق و عادات: حضرت ابو ایوب انصاریؓ میں حب رسول اللہ ﷺ، جوش ایمان اور حق گوئی کا پہلو سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ جو کام خلاف سنت دیکھتے تھے بلا جھجک کہہ ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ مصر کے گورنر حضرت عقبہؓ بن عامر نے کسی وجہ سے مغرب کی نماز میں تاخیر کر دی۔ حضرت ابو ایوبؓ نے کہا کہ عقبہ! یہ کون سا نماز کا وقت ہے؟ حضرت عقبہؓ نے جواب دیا کہ کسی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ حضرت ابو ایوبؓ نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں، تمہارے اس فعل سے لوگ یہ خیال کریں گے کہ شاید رسول اللہ ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے مغرب کی نماز کو جلدی پڑھ لینے کی تاکید فرمائی ہے ⑥۔

عبدالرحمن بن خالدؓ نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کرادیا۔ حضرت ابو ایوبؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی، تو آپ نے فرمایا اس قسم کے وحشیانہ قتل کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے ⑦۔

حضرت ابو ایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا، کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھتے اس پر لوگوں کو متنبہ کرتے ⑧۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد ۱۵۰ ہے ⑨۔ اور آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ بھی تھا ⑩۔

وفات: غزوہ روم کے سفر جہاد کے موقع پر عام وبا پھیلی، جس سے مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہو گئی۔ حضرت ابو ایوبؓ بھی اس وبا میں بیمار ہوئے اور وفات پا گئے۔ چنانچہ آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کو قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کر دیا گیا ⑪۔

① ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یقتسل، حدیث نمبر ۱۸۴۰، ص: ۲۷۰

② ابن جنبل، المسند، ص: ۴۱۳/۵

③ جنگ سلاسل حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ایرانیوں سے لڑی گئی تھی، اس جنگ میں حضرت خالدؓ بن ولید لشکر اسلامی کے سپہ سالار تھے۔ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۹۸/۲

④ ابن جنبل، المسند، ص: ۴۲۳/۵

⑤ ابن جنبل، المسند، ص: ۴۱۸/۵

⑥ ابن جنبل، المسند، ص: ۴۲۲/۵

⑦ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۱۳

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۸۵/۳

⑨ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۱۱۸/۲

۲۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (م ۵۲ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبد اللہ بن قیس بن سلیم اور کنیت ابو موسیٰ ہے۔ یمن کے رہنے والے تھے، آپ کا خاندان قبیلہ اشعر سے تعلق رکھتا تھا، اس نسبت سے آپ اشعری مشہور ہوئے ①۔

ابتدائی حالات: آپ یمن سے سفر کر کے مکہ پہنچے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا ②۔ حضرت ابو موسیٰؓ اپنے خاندان اشعری کے رئیس تھے۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد آپ نے اپنے خاندان کو اس کی دعوت دی جو بہت جلد کامیاب ہوئی۔ آپ یمن ہی میں تھے کہ اطلاع ملی آنحضرت ﷺ مکہ سے تشریف لے جا رہے ہیں، چنانچہ آپ اپنی قوم کے باون یا ترپن آدمیوں کی معیت میں بحری راستہ سے بارگاہ رسالت کی طرف نکلے لیکن طوفان و باد مخالف نے اس کشتی کو حجاز کی بجائے حبشہ ③ پہنچا دیا جہاں جعفر بن ابی طالب اور اس کے اصحاب موجود تھے، چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی ④۔ آپ ﷺ نے آپ کو یمن کا عامل مقرر کیا تھا ⑤۔

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں بصرہ اور پھر کوفہ کے والی مقرر ہوئے ⑥۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی ۲۹ھ تک آپ نے بصرہ میں عہدہ امارت کے فرائض انجام دیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو چار سال تک والی برقرار رکھنے کی وصیت فرمائی تھی ④۔ ۳۴ھ کو اہل کوفہ کی درخواست پر آپ دوبارہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے ⑧۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

- | | | |
|---|--------------------------------------|--------------------------------------|
| ① ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ② ابن معین، التاريخ، ص: ۳۲۶/۲ | ③ ابن خياط، الطبقات، ص: ۱۶/۶، ۳۳۳/۲ |
| ④ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑤ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۲/۵ | ⑥ ابن قتيبة، المعارف، ص: ۲۹ |
| ⑤ البخاری، الجامع الصحيح، كتاب فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس لنواثب المسلمين، حديث نمبر ۳۱۳۶، ص: ۵۲۰ | ⑦ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۱۸۳/۱ | ⑧ ابن الجبلي، تاريخ الشهاب، ص: ۲۷۲ |
| ⑥ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑦ الفسوي، المعرفة والتاريخ، ص: ۲۶۷/۱ | ⑧ ابن قتيبة، المعارف، ص: ۲۹ |
| ⑦ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑧ الرازي، الجرح والتعديل، ص: ۱۳۸/۵ | ⑨ البيهقي، التاريخ، ص: ۲۲/۲ |
| ⑧ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑨ ابن حبان، اشقيات، ص: ۲۲۱/۳ | ⑩ المسعودي، مروج الذهب، ص: ۱۷۰/۵ |
| ⑨ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑩ ابن حزم، جمهرة انساب العرب، ص: ۳۹۷ | ⑪ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۵۶/۱ |
| ⑩ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑪ المزني، تحفة الاشراف، ص: ۲۰۵/۶ | ⑫ ابن الجوزي، صلیۃ الصفوة، ص: ۲۲۵/۱ |
| ⑪ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑫ الذہبی، العبر، ص: ۵۲/۱ | ⑬ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۳/۱ |
| ⑫ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑬ اليافعي، مرآة البیان، ص: ۱۲۰/۱ | ⑭ الصفدي، الوافی بالوفیات، ص: ۴۰۷/۱۷ |
| ⑬ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑭ ابن الجزري، غایۃ النہایۃ، ص: ۳۳۲/۱ | ⑮ ابن تقيہ، الوفيات، ص: ۶۱ |
| ⑭ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ | ⑮ الخزرجي، خلاصة تہذيب، ص: ۲۱۰ | ⑯ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۲/۵ |
| ⑯ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑰ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑰ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ⑰ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑱ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑱ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ⑱ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑲ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑲ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ⑲ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑳ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ⑳ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ⑳ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉑ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉑ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉑ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉒ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉒ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉒ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉓ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉓ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉓ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉔ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉔ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉔ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉕ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉕ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉕ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉖ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉖ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉖ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉗ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉗ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉗ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉘ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉘ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉘ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉙ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉙ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉙ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉚ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉚ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉚ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉛ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉛ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉛ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉜ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉜ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉜ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉝ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉝ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉝ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉞ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉞ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉞ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉟ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㉟ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㉟ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊱ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊱ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊱ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊲ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊲ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊲ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊳ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊳ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊳ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊴ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊴ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊴ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊵ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊵ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊵ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊶ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊶ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊶ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊷ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊷ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊷ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊸ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊸ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊸ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊹ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊹ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊹ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊺ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊺ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊺ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊻ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊻ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊻ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊼ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊼ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊼ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊽ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊽ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊽ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊾ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊾ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |
| ㊾ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊿ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ | ㊿ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ |

غزوات: حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ فتح مکہ، غزوہ حنین^①، غزوہ اوطاس^② اور غزوہ تبوک میں شریک تھے^③۔ آپؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے^④۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں آپؓ نے بہت سی جنگوں میں حصہ لیا^⑤۔ جنگ صفین میں آپؓ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے حکم مقرر ہوئے^⑥۔

علم و فضل: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آنحضرت ﷺ کے آبِ حیات کو پینے اور سینے اور چہرے پر ملنے کی سعادت حاصل کی^⑦۔ نیز آپؓ نے ان کے لیے دعا بھی فرمائی^⑧۔ عہد رسالتؐ میں آپؓ کا شمار ان چار صحابہ کرامؓ^⑨ سے ہوتا تھا جنہیں فتویٰ دینے کی اجازت تھی۔

حضرت علیؓ فرماتے تھے: ”ابو موسیٰؓ سرِ تاپا علم کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں“^⑩۔ اہل علم سے آپؓ کی علمی گفتگو رہتی تھی۔ یتیم کے مسئلہ میں آپؓ کی حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ بحث و تکرار ہوئی^⑪۔

آپؓ قرآن کریم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ”ان کو لُحْنِ داؤدی سے حصہ ملا ہے“^⑫۔ آپؓ کی اسی غیر معمولی قرأت کی بدولت آنحضرت ﷺ نے انہیں حضرت معاذؓ بن جبل کے ساتھ نو مسلم کی تعلیم قرآن کے لیے یمن بھیجا تھا^⑬۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ابو موسیٰؓ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو وہیں کھڑے ہو گئے اور سن کر آگے بڑھے^⑭۔ ازواجِ مطہراتؓ اپنے حجرات میں پردوں کے پاس آ کر کھڑی ہو کر آپؓ کی تلاوت سنا کرتی تھیں^⑮۔ حضرت عمرؓ کبھی کبھار آپؓ سے تلاوت کرنے کی فرمائش کرتے^⑯۔

① ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۳۷۶/۳ ② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ اوطاس، حدیث نمبر ۴۳۲۳، ص: ۷۳۱

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ تبوک، حدیث نمبر ۴۳۱۵، ص: ۷۲۸

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب من اهل فی زمن النبی ﷺ، حدیث نمبر ۱۵۵۹، ص: ۲۵۲

⑤ مثلاً نصیبین، ابوزہر، سوس، شوستر، جندی، ساہور، نہادند وغیرہ، دیکھیے الطبری، التاریخ، ص: ۲۵۰۶

⑥ الطبری، التاریخ، ص: ۲۳۳۰ ⑦ الدینوری، اخبار الطوال، ص: ۱۲۳

⑧ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی موسیٰ، حدیث نمبر ۶۳۰۵، ص: ۱۰۹۹

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ اوطاس، حدیث نمبر ۴۳۲۳، ص: ۷۳۱

⑩ وہ چار صحابہؓ یہ ہیں: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو موسیٰؓ الاشعریؓ۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱

⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱

⑫ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التیمم، باب التیمم ضربۃ، حدیث ۳۲۷، ص: ۶۱

⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۳/۳ ⑭ ابن فضال، المسند، ص: ۳۹۷/۳

⑮ الحاکم، المسند رک، کتاب معرۃ الصحابة، ص: ۳۶۶/۳ ⑯ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۵/۳

⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۳/۵

آپؐ کا طریقہ تعلیم بہت عمدہ تھا۔ غلطی کی صورت میں نہایت نرمی سے سمجھاتے تھے ①۔

فضل و کمال کے باوجود آپؐ اپنی غلطی اور دوسروں کے کمال اعتراف میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے ②۔

ہر وقت حدیث رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو مسئلہ استئذان کے بارے میں حدیث سنائی ③۔

مرویات: آپؐ کی مرویات کی تعداد تین سو ساٹھ ہے۔ ان میں پچاس متفق علیہ، چار صحیح بخاری اور پچیس صحیح مسلم میں ہیں ④۔ آپؐ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا ⑤۔

اساتذہ و تلامذہ: آپؐ نے اکثر روایات رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنیں، اور آپؐ کے بعد کبار صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کیں۔ آپؐ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ⑥۔

وفات: حضرت ابو موسیٰؓ باختلاف روایت ۴۲ھ، ۴۴ھ، ۵۲ھ میں بیمار ہوئے اور ذوالحجہ میں بمقام مکہ مکرمہ وفات پائی۔

۴۴ھ والی روایت رائج ہے ⑦۔



7

① المسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة، حدیث نمبر ۹۰۴، ۱۷۱۔

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة ابن مع ابنة، حدیث نمبر ۶۷۳۶، ص: ۱۱۶۳۔

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا، حدیث نمبر ۶۲۳۵، ص: ۱۰۸۷۔

④ الخزرجی، خلاصہ تہذیب، ص: ۲۱۰۔

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۰۔

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۳/۵۔

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱۔

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ (م ۵۷ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عائشہ بنت ابوبکر، کنیت اُم عبداللہ اور لقب صدیقہ ہے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت عائشہؓ بعثت کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد محترم حضرت ابوبکرؓ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے تھے ②، اس لیے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا، ان کو مسلمان پایا“ ③۔

ہجرت سے دو سال قبل حضرت عائشہؓ کا آنحضرت ﷺ سے نکاح ہوا، اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی، مدینہ میں غزوہ بدر سے واپسی پر ۲ھ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی ④۔

غزوات: غزوہ احد میں آپؓ شریک تھیں، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: ”میں نے عائشہؓ اور اُم سلیمؓ کو دیکھا کہ مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخیوں کو پانی پلاتی تھیں“ ⑤۔ غزوہ مصطلق میں حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں ⑥۔

حضرت عمرؓ آپؓ کی بہت عزت اور توقیر کرتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”ابن خطابؓ نے آنحضرت ﷺ کے بعد مجھ پر بڑے

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--|--|---------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۷۲/۲ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۷۳/۲ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۲۵ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۸۹۸ | ⑤ ابن حبیب، المحرم، ص: ۸۰ | ⑥ ابو زرعة، التاریخ، ص: ۹۸/۲ |
| ⑦ ابن قتیبة، عیون الأخبار، ص: ۲۰۳/۳ | ⑧ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۱۳۴ | ⑨ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۲۶۸/۳ |
| ⑩ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۶۵۶/۱ | ⑪ البیہقی، التاریخ، ص: ۵۳/۲ | ⑫ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۱۲۱/۷ |
| ⑬ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۱۱۰/۳ | ⑭ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۹۳/۱۳ | ⑮ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۴۳/۲ |
| ⑯ ابن حزم، جمہور انساب العرب، ص: ۱۱۸، ۷۷، ۷۸ | ⑰ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۶۰۹/۲ | |
| ⑱ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۶/۲ | ⑲ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۳۵۰/۲ | ⑳ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۱۶/۳ |
| ㉑ المزنی، تحفۃ الأشراف، ص: ۳۲۸/۱۱ | ㉒ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۱۶۸۹/۳ | ㉓ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۹۳/۲ |
| ㉔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷ | ㉕ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۳۵/۲ | ㉖ الذہبی، الکشف، ص: ۴۳۰/۳ |
| ㉗ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱۲۹/۱ | ㉘ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۵۹۶/۱۶ | ㉙ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۸۸/۸ |
| ㉚ ابن قنطلہ، الوفيات، ص: ۳۶ | ㉛ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱۳۹/۸ | ㉜ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۶۰۶/۲ |
| ㉝ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۳/۱۲ | ㉞ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۴۹۳ | ㉟ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۱۱/۱ |
| ㊱ الکحالی، أعلام النساء، ص: ۹/۳ | | |

- ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷/۱
- ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۱/۳
- ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۲/۳
- ④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشہؓ وقدمها، حدیث نمبر ۳۸۹۴، ص: ۶۵۵
- ⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب إذا همت طائفتان منکم أن تفشلا، حدیث نمبر ۴۰۶۴
- ⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب ﴿لولا أن سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بأنفسهم خیراً﴾ حدیث نمبر ۴۷۵۰، ص: ۸۲۹

بڑے احسان کیے، ① حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا ②۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین جنگ جمل ہوئی ③۔ حضرت عائشہؓ کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا۔ وفات کے وقت حضرت عائشہؓ نے وصیت کی تھی کہ مجھے روضہ نبویؐ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن نہیں کرنا، بلکہ بقیع میں ازواج مطہراتؓ کے ساتھ دفن کرنا، کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کے بعد ایک جرم کیا ہے ④۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ جب یہ آیت کریمہ پڑھتیں:

﴿وَقَدْ نَفِیْ بِیْوتِکُنَّ﴾ ⑤ (اور تم اپنے گھروں میں لگی رہو)۔

تو اس قدر روتی تھیں کہ آنجل تر ہو جاتا تھا ⑥۔

علم و فضل: حضرت عائشہؓ کی علمی حیثیت مسلم تھی، کبار صحابہؓ مشکل اور پیچیدہ مسائل آپ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ الا شعریؓ فرماتے ہیں:

”ما أشکل علینا أصحاب رسول اللہ ﷺ حدیث قط فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علماً“ ⑦
ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ہوں۔
امام زہریؒ فرماتے ہیں:

”كانت عائشة أعلم الناس یسئلهما الأكابر من أصحاب رسول اللہ ﷺ“ ⑧
حضرت عائشہؓ تمام لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں اکابر صحابہ کرامؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے:

”ما رأیت أحداً أعلم بالقرآن ولا بفریضة ولا بحلال ولا بفقہ ولا بشعر ولا بطب ولا بحدیث العرب ولا بنسب من عائشة“ ⑨

میں نے قرآن، فرائض، حلال و حرام، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

مرویات: حضرت عائشہؓ مکثرین صحابہؓ میں سے ہیں۔ آپ سے ۲۲۱۰ احادیث مروی ہیں، جن میں ۱۱۷۴ احادیث متفق علیہ ہیں، جبکہ صحیح بخاری میں ۵۴ اور صحیح مسلم میں ۶۸ احادیث ہیں ⑩۔

وفات: آپ نے رمضان ۵۸ھ کو وفات پائی، اور بقیع الغرقہ میں مدفون ہوئیں ⑪۔

① الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر الصحابیات من أزواج رسول اللہ ﷺ، ص: ۸/۳

② الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر الصحابیات من أزواج رسول اللہ ﷺ، ص: ۸/۳

③ الطبری، التاريخ، ص: ۳۱۸۶

④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر الصحابیات من أزواج رسول اللہ ﷺ، ص: ۶/۳

⑤ لا حزاب، ۳۳/۳۳ ⑥ السیوطی، الدر المنثور، ص: ۶۰۰/۶

⑦ ابن حجر، تہذیب العجیب، ص: ۴۳۵/۱۲ ⑧ ابن حجر، تہذیب العجیب، ص: ۴۳۵/۱۲

⑨ ابن حجر، تہذیب العجیب، ص: ۴۳۵/۱۲ ⑩ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر الصحابیات من أزواج رسول اللہ ﷺ، ص: ۶/۳

⑪ الخزرجی، خلاصة تہذیب، ص: ۴۹۳ ⑫ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۳۵۱/۲

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۸ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبدالرحمن بن صخر الدوسی الیمانی ہے^①۔ عہد جاہلیت میں آپ کا نام عبدالشمس تھا، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمن رکھا، آپ نام سے زیادہ اپنی کنیت (ابوہریرہ) سے مشہور ہیں۔ آپ سے کنیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

”كنت أرعى غنم أهلى فكانت لى هرة صغيرة فكنت أضعها بالليل فى

الشجرة فإذا كان النهار ذهب بھا معى فلعبت بھا فكنونى بأبى هريرة“^②

میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بلی تھی جسے میں رات کو درخت پر رکھتا اور دن کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ میں اس بلی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اس وجہ سے (میرے والد نے) میری کنیت ابوہریرہ رکھی ہے۔

امام حاکم نے بھی اسی مفہوم میں ایک روایت نقل کی ہے^③۔

اسی مناسبت سے رسول اللہ ﷺ آپ کو ابوہر اور لوگ ابوہریرہ کی کنیت سے پکارتے تھے آپ فرماتے ہیں:

”لا تکنونى أبا هريرة فإن النبى ﷺ كنانى أبا هر والذكر خير من الأنثى“^④

مجھے ابوہریرہ کی کنیت سے مت پکارو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے میری کنیت ابوہر رکھی ہے اور مذکر مونث سے بہتر ہے۔

ابتدائی حالات: آپ نے یمن میں طفیل بن عمرو کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ۷ھ کو مدینہ سے یمن کی طرف ہجرت کی۔ فتح خیبر کے آخری

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

- | | | |
|--------------------------------------|------------------------------------|---|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۲/۲ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۷۲۸/۲ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۱۴ |
| ④ ابن حبیب، المحرم، ص: ۸۵، ۸۱ | ⑤ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ⑥ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۲۷۷ |
| ⑦ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۵۳/۲ | ⑧ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ⑨ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۵ |
| ⑩ ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۲۸۱ | ⑪ ابن جوزی، صلیۃ الصفوة، ص: ۶۸۵/۱ | ⑫ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۹۹/۸ |
| ⑬ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ⑭ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ⑮ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۵۳/۲ |
| ⑯ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ⑰ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ⑱ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ |
| ⑲ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ⑳ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ㉑ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ |
| ㉒ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ㉓ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ㉔ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ |
| ㉕ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ㉖ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ㉗ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ |
| ㉘ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ㉙ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ㉚ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ |
| ㉛ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ | ㉜ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰۲۴/۲ | ㉝ ابن عساکر، العقد الفرید، ص: ۹۵/۷ |

① حضرت ابوہریرہؓ اور آپ کے والد کے نام میں اختلاف ہے، اس بارے میں مختلف اقوال دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں:

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۲/۲ ② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۹۹/۷ ③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۶۲/۱۲

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی ہریرہ، حدیث نمبر ۳۸۴، ص: ۸۶۸

⑤ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر ابی ہریرہ، ص: ۵۰۶/۳

⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۶۲/۱۲ ⑦ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۸۷/۲

ایام میں آپ مدینہ پہنچے اور سباع بن عرفطہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر نائب مقرر کیا تھا ان کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی ①۔
آپ اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے اور مرتے دم تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ آپ ازواج مطہرات کے گھروں میں جاتے۔ دوسرے صحابہ کرام آپ سے احادیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے ②۔

غزوات: حضرت ابو ہریرہؓ متعدد غزوات میں شریک ہوئے ہیں، آپ کا بیان ہے: ”میں جن جن جنگوں میں شریک رہا غزوہ خیبر کے علاوہ ان سب میں مجھے مال غنیمت ملا کیونکہ اس (غزوہ خیبر) کا مال حدیبیہ والوں کے لیے مخصوص تھا“ ③۔

آپ عہد صدیقی میں حدیث کی نشر و اشاعت میں مشغول رہے اور کوئی دوسری ذمہ داری قبول نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنے عہد میں بحرین ④ کا عامل مقرر کیا ⑤۔ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ ہونے پر آپ لوگوں کو ان کی اعانت اور مدد پر آمادہ کرتے تھے ⑥۔

علم و فضل: آپ بڑے زاہد و عابد قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپ ان کے ساتھ ہوتے اس طرح آپ نے علم کثیر حاصل کیا۔ آپ اہل صفہ کے سربراہ تھے، فقر و فاقہ کے باعث پیٹ ساتھ لگ گیا تھا، مگر کبھی اُف تک نہ کی ⑦۔

آپ چار سال تک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے اور آپ ﷺ سے بہت سے ارشادات سن کر حفظ کر لیے، علاوہ ازیں آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی علم حاصل کیا اور آپ سے ابو مسلم، سعید بن المسیب، بشیر بن نہیک، حفص بن عاصم، حمید بن عبد الرحمن، ابن شہاب الزہری اور دوسرے بے شمار لوگوں نے احادیث روایت کی ہے ⑧۔

حافظ ابن حجر نے امام بخاریؒ کا قول نقل کیا ہے :

”ابو ہریرہؓ سے آٹھ سو یا اس سے بھی زائد صحابہؓ و تابعین اور دوسرے اہل علم نے احادیث روایت کی ہیں“ ⑨۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر انھیں حضرت العلاء الحضرمیؓ کے ساتھ بحرین کی طرف بھیجا جہاں آپ نے مؤذن اور امامت کے فرائض انجام دیئے ⑩۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو احادیث کی حرص اور انھیں یاد کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

((يا رسول الله ﷺ من أسعد الناس بشفاعتك يوم القيامة قال رسول

① الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۸۹/۲ ② ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۳۸/۶

③ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۳۹/۶

④ بحرین: بصرہ اور عمان کے مابین مشہور علاقہ ہے، عہد رسالت میں فتح ہوا۔ ۸ھ کو آنحضرت ﷺ نے علاء بن حضرمی کو اس کا امیر مقرر کیا۔ الوزير، معجم ما استعجم، ص: ۲۱۱/۱

⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۶/۷ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۲/۱

⑦ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۰۸/۸ ⑧ ابویعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۸۰/۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۲/۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۵/۱۲ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۳/۱

⑫ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۱۳/۸

اللہ ﷻ لقد ظننت يا ابا هريرة ألا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك لما رأيت من حرصك على الحديث.....)) ①

اے اللہ کے رسول ﷺ قیامت کے دن آپ ﷺ کی شفاعت کا کون خوش بخت شخص زیادہ حق دار ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابو ہریرہؓ! میرا گمان یہی تھا کہ اس حدیث کے بارے میں تجھ سے پہلے کوئی سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں نے حدیث پر تمہارے حرص کو دیکھ لیا ہے۔“

آپؐ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

((ألا تسألني من هذه الغنائم التي يسألني أصحابك قلت أسألك أن تعلمني مما علمك الله فنزع نمرة كانت على ظهري فبسطها بيني وبينه حتى كأنني أنظر إلى القمل يدب عليها فحدثني حتى استوعبت حديثه قال اجمعها فصرها إليك فأصبحت لا أسقط حرفا مما حدثني)) ②

ابو ہریرہؓ! تم ان اموال غنیمت کے لیے مجھ سے سوال نہیں کرتے جس کے بارے میں تمہارے اصحاب مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میری آپ ﷺ سے درخواست یہ ہے کہ آپ ﷺ مجھے اس علم کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا ہے تو آپ ﷺ نے میری پیٹھ پر سے چادر اتار کر میرے اور اپنے درمیان زمین پر بچھا دی اور میں اس پر ایک کیڑا سا ریختا ہوا دیکھنے لگا، پھر آپ ﷺ نے مجھ سے ایک بات ارشاد فرمائی، جب میں پوری طرح سن چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اس چادر کو اکٹھا کر کے اپنے اوپر اوڑھ لو، چنانچہ اس کے بعد مجھے آپ کی حدیث کا ایک حرف بھی نہیں بھولا۔

غرضیکہ آپؐ عہد نبوی میں احادیث کی تلاش میں بے تاب رہتے۔ خود کو گویا احادیث کے یاد کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپؐ فرماتے ہیں:

((إنكم لتقولون أكثر ابو هريرة عن النبي ﷻ والله الموعود و تقولون ما للمهاجرين لا يحدثون عن رسول الله ﷻ هذه الأحاديث و أن اصحابي من المهاجرين كانت تشغلهم أرضهم والقيام عليها وإنى كنت امرأ مسكينا ألزم رسول الله ﷻ على مل بطني)) ③

تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے زیادہ احادیث بیان کرتا ہے اور اللہ سے ملتا ہے اور کہتے ہو کہ مهاجرین کو کیا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ لوگ تو احادیث نہیں بیان کرتے، حقیقت یہ ہے کہ میرے مهاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ایک مسکین آدمی تھا رسول اکرم ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا۔

① ابن ضبل، المسند، ص: ۳۷۳/۲ ② ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۶۳/۲

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۴/۱ ④ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۹۳/۲ ⑤ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۸۱/۱

⑥ ابن ضبل، المسند، ص: ۳۷۳/۲

ایک دوسری روایت میں ہے:

((و كنت أكثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا))^①

اور میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اکثر ہوتا تھا، میں حاضر ہوتا جب وہ غائب ہوتے اور میں یاد کرتا جب وہ بھول جاتے تھے۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے:

((لو لا آيتان في كتاب الله ما حدثتكم))^② (اگر قرآن کی دو آیات نہ ہوتیں تو میں تمہیں کبھی کوئی حدیث بیان نہ

کرتا)۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ

مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ﴾^③ (بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ آیات اور

ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان کر چکے ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں)

یہ شہادت نہ صرف حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے ہے بلکہ ان کے دور کے لوگوں کو بھی یہ معلوم تھا کہ آپؐ احادیث نبوی کے امین اور محافظ ہیں، چنانچہ اشعث بن سلیم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

”سمعت أبا أيوب الأنصاري يحدث عن أبي هريرة فقيل له أنت صاحب

رسول الله ﷺ و تحدث عن أبي هريرة فقال إن أبا هريرة قد سمع مالم

نسمع و إنني أن أحدث عنه أحب إلي من أن أحدث عن رسول الله ﷺ

يعني مالم أسمعه منه“^④

میں نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ

آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جواب دیا کہ ابو

ہریرہؓ نے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں یہ نسبت اس کے

کہ میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کروں یعنی جو میں نے آپ ﷺ سے نہیں سنا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت زید بن ثابتؓ سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت زیدؓ نے فرمایا:

”و عليك أبا هريرة فإني بينما أنا وأبو هريرة وفلان في المسجد ذات يوم

ندعوا الله تعالى و نذكره إذ خرج علينا النبي ﷺ حتى جلس إلينا

فسكتنا فقال عودوا إلى الذي كنتم فيه قال زيد فدعوت أنا و صاحبي

قبل أبي هريرة و جعل رسول الله ﷺ يؤمن على دعائنا.....“^⑤

① ابن جنبل، المسند، ص: ۳۷۲/۲ ② ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۷۸/۲ ③ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۲۳/۱

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۸، ص: ۲۵

⑤ البقرة: ۱۵۹/۲

⑥ ابن کثیر، البدیۃ والنہیۃ، ص: ۱۰۴/۸ ⑦ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۶۰۶/۲

⑧ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۶۰۰/۲ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۶/۱۲ ⑩ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۲۶/۱

تھیں ابو ہریرہؓ نے بھی پوچھنا چاہیے کیونکہ ایک دن میں، ابو ہریرہؓ اور فلاں شخص مسجد (نبوی) میں بیٹھے اللہ سے دعا کر رہے تھے اور ذکر الہی میں مشغول تھے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم خاموش ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس کام میں تم مشغول تھے اس کو جاری رکھو، زید کہتے ہیں کہ میں نے اور اس شخص نے ابو ہریرہؓ سے پہلے دعائیں کیں اور حضور ﷺ ہماری دعاؤں پر آمین فرما رہے تھے۔

معاویہ بن ابی عیاش الانصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس بیٹھا تھا تو محمد بن ایاس پاس آئے اور ایک شخص کے بارے میں پوچھنے لگے کہ اس نے دخول سے قبل اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا اور یہ دونوں حضرات عائشہؓ کے پاس تھے، چنانچہ محمد بن ایاس نے ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کے پاس آ کر مسئلہ دریافت کیا۔ ابن عباسؓ ابو ہریرہؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے: ابو ہریرہؓ انھیں فتویٰ دیجئے، آپ کے پاس مشکل مسئلہ آیا ہے.....“^①

ایک دوسرے تابعی محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزمؓ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک مجلس کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”انہ قعد فی مجلس فیہ ابو ہریرۃؓ و فیہ مشیخۃ من أصحاب رسول اللہ ﷺ بضعة عشر رجلاً فجعل أبو ہریرۃؓ یحدثہم عن النبی ﷺ بالحديث فلا یعرفہ بعضهم ثم یتراجعون فیہ فیعرفہ بعضهم ثم یحدثہم بالحديث فلا یعرفہ بعضهم حتی فعل ذلك مراراً قال فعرفت یومئذ أنه أحفظ الناس عن رسول اللہ ﷺ۔“^②

وہ ایک مجلس میں بیٹھے جس میں ابو ہریرہؓ بھی تھے اور اس میں حضور ﷺ کے صحابہ میں سے دس سے کچھ زیادہ لوگ بھی تھے۔ ابو ہریرہؓ انھیں حضور ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگے۔ ان میں سے کچھ لوگ انھیں نہیں جانتے تھے۔ پھر وہ دہراتے اور معلوم کر لیتے، پھر وہ حدیث بیان کرتے اور کچھ لوگ نہ پہچانتے پھر وہ سمجھاتے حتیٰ کی انھوں نے کئی مرتبہ ایسا کیا۔ اس دن میں نے جان لیا کہ ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کی احادیث میں سب سے زیادہ حافظ ہیں۔

غرضیکہ حضرت ابو ہریرہؓ بالاتفاق صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں لکھی ہوئی تھیں^③۔

مرویات: آپ کی مجموعی مرویات کی تعداد ۵۳۷۷ ہے، ان میں سے ۳۲۵ متفق علیہ ہیں، جبکہ ۷۹ صحیح بخاری اور ۹۳ صحیح مسلم میں ہیں^④۔

تلامذہ: احادیث کے عظیم الشان ذخیرہ کی وجہ سے آپ کے تلامذہ اور رواۃ کی تعداد بہت زیادہ تھی^⑤۔

وفات: آپ ۵۸ھ میں مدینہ میں بیمار ہوئے اور اٹھتر برس کی عمر میں وفات پائی^⑥۔

① الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۲/۶۰۰

② الذہبی، سیر أعلام النبلاء ص: ۲/۶۱۷ ⑤ ابن حجر، فتح الباری ص: ۱/۲۲۵

③ دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۸ ⑥ الخضر بنی، خلاصہ تہذیب، ص: ۳۶۲

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب ص: ۱۲/۲۶۳ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ص: ۱/۳۲

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۵ھ)*

نام و نسب: آپ کا نام عبداللہ والد کا نام عمرو بن العاص اور کنیت ابو محمد، ابو عبد الرحمن ہے۔ شجرہ نسب عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید القرشی ہے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت عمرو بن العاص سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے ②۔ آپ فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ آپ اپنے والد سے صرف گیارہ برس چھوٹے تھے ③۔

غزوات: آپ عہد نبوت کے بعض غزوات میں شریک ہوئے۔ جہاد و فوج کشی کے موقع پر عموماً سواری اور بار برداری کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی ④۔

یرموک کی عظیم الشان جنگ میں آپ نہایت جانبازی کے ساتھ سرگرم رہے، حضرت عمرو بن العاص نے اس جنگ میں اپنا علم قیادت اُن کے ہاتھ میں دے دیا تھا ⑤۔ آپ اپنے والد کو فتنہ (جنگ صفین) میں دخل دینے پر ملامت کرتے تھے، لیکن نافرمانی کے ڈر سے ان کی حکم عدولی کو گناہ سمجھتے تھے، آپ اپنے والد کے کہنے پر صفین میں حاضر ہوئے مگر تلوار کو میان سے باہر نہیں نکالا۔ اس خانہ جنگی میں

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--|---|--|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۷۳/۲ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۳۲۲/۲ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۱۵۹ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۶ | ⑤ ابن حبیب، المحرر، ص: ۲۹۳ | ⑥ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۵ |
| ⑦ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۰ | ⑧ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۲۱/۳، ۵/۲ | ⑨ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۸۶ |
| ⑩ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۱۵۱/۱ | ⑪ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱۶۸/۱ | ⑫ الطبری، التاریخ، ص: ۷۶/۱۰ |
| ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۶/۵ | ⑭ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۲۱۷/۲ | ⑮ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۱۶۷ |
| ⑯ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۱۰/۳ | ⑰ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۵۵ | ⑱ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۸/۲ |
| ⑲ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۹۲، ۲۸۳/۱ | ⑳ ابن حزم، جمہورۃ انساب العرب، ص: ۱۶۳ | ㉑ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۵۰ |
| ㉒ القسیرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۹۹/۱ | ㉓ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۲۰۵ | ㉔ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۲۷۰/۱ |
| ㉕ النودی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۸۱/۱ | ㉖ المزنی، تحفۃ الاشراف، ص: ۲۷۸/۶ | ㉗ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۷۱۶ |
| ㉘ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳۷/۳ | ㉙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۰۹/۱ | ㉚ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۵۰/۱ |
| ㉛ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۷۹/۳ | ㉜ الذہبی، العبر، ص: ۷۲/۱ | ㉝ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۰۱/۲ |
| ㉞ البغدادی، الوافی بالوفیات، ص: ۳۸۰/۱۷ | ㉟ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۳۱/۱ | ㊱ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۶۳/۸ |
| ㊲ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۷۵ | ㊳ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۲۲۳/۵ | ㊴ ابن الجزری، غایۃ النہایہ، ص: ۲۳۹/۱ |
| ㊵ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۳/۱ | ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۷/۵ | ㊷ ابن قنری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱۷۱/۱ |
| ㊸ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۷۶ | ㊹ ابن خلکان، وفيات الاعیان، ص: ۲۶۵/۳ | ㊺ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۷۳/۱ |
| ① ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۵۶/۳ | ② ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۵۶/۳ | ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۲/۱ |
| ④ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۵۶/۳ | ⑤ شاہ معین الدین، سیر الصحابہ، ص: ۲۶۰/۲ | |

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا دامن قتل و خون ریزی سے بالکل پاک رہا لیکن پھر بھی وہ اس شرکت پر سخت نادم و پشیمان ہوئے، آپ نہایت افسوس سے کہا کرتے تھے: ”میں اور صفین میں مسلمانوں کی خون ریزی کا ش! میں اس سے بیس سال قبل دنیا سے چلا گیا ہوتا“ ①۔

علم و فضل: حضرت عبداللہ عہد رسالت سے ہی نماز و روزہ کے بے حد دلدادہ تھے، قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کرتے تھے اور طلب علم میں بڑے مستعد تھے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ علم لکھ کر محفوظ کر لیا تھا ②، اور اسے ایک مجموعہ جس کا نام انھوں نے ”صادقہ“ رکھا تھا، میں جمع کیا تھا ③، آپ کو اہل کتاب کا ایک وسیع کتب خانہ ہاتھ لگا جس کا انھوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا اور نادر معلومات فراہم کیں ④۔

مرویات کی تعداد: آپ کی مرویات کی تعداد سات سو (۷۰۰) ہے۔ ان میں سے سات (۷) متفق علیہ ہیں؛ آٹھ (۸) صحیح بخاری اور بیس (۲۰) صحیح مسلم میں ہیں ⑤۔

حلقہ درس: حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا حلقہ تدریس نہایت وسیع تھا۔ دور دراز ممالک سے سفر کر کے شائقین علم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض حاصل کرتے۔ ایک نخعی شیخ کا بیان ہے کہ ”ایک مرتبہ میں ایلیاء کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک شخص میرے ساتھ آ کر کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے ان کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص ہیں“ ⑥۔

آپ کے حلقہ درس میں نسبتاً اہل بصرہ کا زیادہ ہجوم رہتا تھا اس لیے انھوں نے آپ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ⑦۔

وراثت: آپ کو اپنے والد حضرت عمروؓ بن العاص سے وراثت میں بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم و حشم ملے تھے، طائف میں وہبظ ⑧ نامی ایک جاگیر تھی جس کا تخمینہ دس لاکھ درہم تھا ⑨۔

وفات: ۶۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت شہر فسطاط کا محاصرہ جاری تھا اور مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی افواج کے مابین جنگ کی وجہ سے آپ کا جنازہ قبرستان نہ جاسکا اور انھیں اُن کے گھر میں ہی سپرد خاک کیا گیا ⑩۔



- ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱
 ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱
 ③ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۰۸
 ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱
 ⑤ ابن خبیل، المسند، ص: ۱۹۴/۳
 ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱
 ⑦ ابن خبیل، المسند، ص: ۱۹۴/۳
 ⑧ و۔ ظ: مکہ کے جنوب مشرق میں ایک سرسبز و شاداب شہر ہے۔ الوزیر، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ص: ۱۵۵/۲
 ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱
 ⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبداللہ بن عباسؓ اور کنیت ابوالعباس ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشیؓ البہاشمی۔ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بیٹے اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے خواہر زادہ تھے ①۔

ولادت: حضرت عبداللہؓ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب ② میں پیدا ہوئے۔ حضرت عباسؓ ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئے تو آپ ﷺ نے ان کے منہ میں لعاب مبارک ڈال کر ان کے لیے دعا فرمائی ③۔

ابتدائی حالات: ابن سعد کی روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں ان کی والدہ حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰؓ کا ایمان سب پر مقدم ہے ④۔ اس بنا پر حضرت عبداللہؓ نے یوم ولادت ہی سے توحید کی آغوش میں پرورش پائی اور آپ اپنی ماں کے ساتھ کمزور اور ضعیف مسلمانوں میں تھے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مکہ میں رہ گئے تھے۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|------------------------------------|--|-------------------------------------|
| ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲/۳۶۵ | ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۳۱۵ | ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۵۹ |
| ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳/۱۲۶ | ابن حبیب، المجرب، ص: ۶۵۷ | البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۶۹ |
| ابن حجر، التاریخ الکبیر، ص: ۵/۳ | العسقلانی، تاریخ الثقات، ص: ۲۶۳ | ابن قتیبة، عیون الأخبار، ص: ۳/۲۰۶ |
| ابن قتیبة، المعارف، ص: ۱۲۱ | الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۳/۶۴۱ | البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۵۷ |
| الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۳۰۹ | الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵/۱۱۶ | المسعودی، مروج الذهب، ص: ۳۳ |
| ابن حبان، الثقات، ص: ۳/۲۰۷ | ابن حبان، المشاہیر، ص: ۹ | ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳/۲۰۴ |
| ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱/۳۱۴ | ابن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص: ۱۸ | الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۱۷۳ |
| الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۲۸ | القیسراتی، الجمع بین رجال الصحیحین، ۱۵/۲۳۹ | |
| ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۲/۶۲ | الحریری، تہذیب الکمال، ص: ۶۹۸ | الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۳۰ |
| الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۴۰ | الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۵۱ | الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۳۳۱ |
| الذہبی، المعبر، ص: ۱/۷۶ | الذہبی، الکاشف، ص: ۲/۹۰ | الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۷/۲۳۱ |
| الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۱۳۳ | ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۸/۲۹۵ | ابن تقيہ، الوفيات، ص: ۷۶ |
| تقی الدین، المعقد الثمین، ص: ۵/۱۹۰ | ابن الجوزی، غایۃ النہایہ، ص: ۱/۴۲۵ | ابن حجر، تقریب الجہزیب، ص: ۱/۴۲۵ |
| ابن حجر، تہذیب الجہزیب، ص: ۵/۲۷۶ | ابن تقيہ، النجوم الزاہرۃ، ص: ۱/۸۲ | السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۱۰ |
| الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۷۲ | ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱/۵۷ | |

① کیونکہ آپ کی والدہ حضرت ام الفضل لبابہ حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔

البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قول إن فی خلق السفنوت والأرض حدیث نمبر ۴۵۶۹، ص: ۷۷۹ ② ابن لا شیر، أسد الغابۃ، ص: ۷/۲۷۴

② یہ وہ گھائی ہے جہاں مشرکین نے تمام خاندان بنی ہاشم کو محصور کر دیا تھا۔

③ ابن لا شیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۲۹۶

④ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۸/۲۷۷

امام بخاری "ترجمة الباب" میں ذکر کرتے ہیں:

① "كان ابن عباس مع أمه المستضعفين و لم يكن مع أبيه على دين قومه....."

ابن عباسؓ اپنی والدہ کے ساتھ ضعیفائے اسلام میں تھے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہیں تھے۔

آپ کے والد حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ۸ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے ②۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیے دعا فرمائی تھی۔ آپؓ نے فرمایا:

((اللهم فقهه في الدين ③ وعلمه التأويل)) ④ (اے اللہ ان کو دین میں سمجھ اور (قرآن کی) تفسیر کا علم عطا فرما)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی:

((اللهم علمه الحكمة)) ⑤ (اے اللہ انہیں حکمت کا علم دے)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم علمه الكتاب)) ⑥ (اے اللہ! انہیں کتاب (قرآن کریم) کا علم دے)۔

یہ آپ ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ آپ اقوال و افعال نبوی کے سب سے بڑے حافظ اور عالم تھے۔ کبار صحابہ کرامؓ ان کی فطری ذہانت کی بدولت مشکل اور پیچیدہ مسائل ان سے حل کراتے تھے ④۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے ان کو جوہر قابل پا کر خاص طور سے اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور اکابر صحابہؓ کی علمی مجالس میں شریک کیا یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوا۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ:

"حضرت عمرؓ مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ اس پر بعض لوگوں ⑧ نے شکایت کی ہے کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں حالانکہ ہمارے لڑکے بھی ہیں جو ان کے ہمسر ہیں (انہیں کیوں نہیں موقع دیا جاتا) حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "یہ وہ شخص ہے جس کی قابلیت تمہیں بھی معلوم ہے" ⑨۔

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب إذا الصبی فمات هل یصلی علیہ، ص: ۲۱۶

② ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۱۶۳/۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، حدیث نمبر ۱۴۳، ص: ۳۰

④ ابن ضبیل، المسند، ص: ۲۲۸/۱، الحاكم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۵۳۳/۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ۱، باب ذکر ابن عباس، حدیث نمبر ۳۷۵۶، ص: ۶۳۱

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ا اللهم علمه الكتاب، حدیث نمبر ۷۵، ص: ۱۸

⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۹۲/۳

⑧ یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے جس طرح صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے۔ کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، حدیث نمبر ۳۶۲۷، ص: ۶۰۹

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله فسبح بحمد ربك واستغفره حدیث نمبر ۴۹۷۰، ص: ۸۹۱

محدث ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں:

”کان عمر یحب ابن عباس ویقر به“^① (حضرت عمرؓ ابن عباسؓ کو پسند کرتے اور انھیں اپنے قریب رکھتے تھے)۔

بعض اوقات حضرت عمرؓ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا، حضرت ابن عباسؓ اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے حضرت عمرؓ آپ کی ہمت بندھاتے اور فرماتے:

”یا ابن اخی قل ولا تحقر نفسك“^②

اے بھانجے کہو تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناؤ۔

خلیفہ ثالث کے عہد میں والی مصر حضرت عبداللہ بن ابی سرح کی زیر نگرانی ۶۷ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی۔ اس مہم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی شریک تھے، ان کا شاہ افریقہ جرجیر سے مکالمہ ہوا، وہ آپ کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:

”ما ینبغی إلا أن تكون حبرا لامة“^③

آپ عرب کے معتبر عالم ہیں۔

الغرض فضل و کمال کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ اپنے عہد کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ میں کوئی علم ایسا نہیں تھا جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل نہ ہو۔ بالخصوص قرآن حکیم کی تفسیر و تاویل میں جو مہارت تامہ اور آیات کے شان نزول، ناسخ و منسوخ کے علم میں جو وسعت انھیں حاصل تھی وہ کم ہی کسی کے حصہ میں آئی۔ شقیق کا بیان ہے:

”ایک مرتبہ حج کے ایام میں ابن عباسؓ نے خطبہ دیا اور اس میں سورۃ نور کی تفسیر بیان کی، میں کیا بتاؤں

وہ تفسیر کیا تھی، اس سے قبل نہ میرے کانوں نے سنی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی۔ اگر اس تفسیر کو فارس

اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی“^④۔

حدیث اور دوسری کتب میں حضرت ابن عباسؓ کے تفسیر میں ید طولیٰ ہونے کی بے شمار امثلہ ہیں^⑤۔

مشہور امام ابو بکر محمد بن موسیٰ نے آپ کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کیے ہیں^⑥۔

① ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۷۴/۱ ② الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۵۳۳/۳

③ ابن حجر، الاصلۃ، ص: ۹۰/۳ ④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۵۳۷/۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿أیود أحدکم أن تكون له جنة﴾ حدیث نمبر ۴۵۳۸، ص: ۷۷۱

⑥ نیز باب قولہ ﴿فسبح بحمد ربك واستغفره﴾ حدیث نمبر ۴۹۷، ص: ۸۹۱؛ نیز باب حدیث نمبر ۴۹۶۶، ص: ۸۹۰

⑦ نیز باب قولہ ﴿إلا النودة فی القربی﴾ حدیث نمبر ۴۸۱۸، ص: ۸۵۱

⑧ نیز باب قولہ ﴿لا تقولوا لمن ألقى إليکم السلام﴾ حدیث نمبر ۴۵۹۱، ص: ۷۸۳

⑨ ابن ضبل، المسند، ص: ۲۹۸، ۲۲۹/۱ ⑩ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۵۳۹/۳

⑪ ابن القیم، أعلام الموقعین، ص: ۲۱/۱

کبار صحابہ کرامؓ کو جو عمر اور مرتبہ میں ان سے کہیں زیادہ تھے ان کے مقابلہ میں قصور علم کا اعتراف کرنا پڑتا ①۔ بعض اوقات جب صحابہ کرامؓ میں آنحضرت ﷺ کے کسی قول و فعل کے بارے میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباسؓ کی طرف نہ صرف رجوع فرماتے بلکہ آخر میں آپ کے فیصلہ کو قبول فرماتے تھے ②۔

طاؤس کہتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے پانچ سواصحابؓ کو دیکھا ہے، جب وہ کسی مسئلہ میں ابن عباسؓ سے مباحثہ کرتے اور دونوں میں اختلاف رائے ہوتا تو بالآخر حضرت ابن عباسؓ ہی کی رائے پر فیصلہ ہوتا“ ③۔

ایک مرتبہ ابو سلیم نے طاؤس سے کہا:

”تم کبار صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر اس نوجوان (ابن عباسؓ) سے کیوں چمٹے رہتے ہو، انھوں نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ کے ستر اصحابؓ کو دیکھا ہے، جب وہ کسی مسئلہ میں گفتگو کرتے تو آخر میں ان کو ابن عباسؓ کے قول کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا تھا“ ④۔

حضرت ابن عباسؓ مذہبی علوم کے علاوہ ان تمام علوم میں کافی دسترس اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے جو اس زمانہ میں لازمی سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً شعر و شاعری، خطابت، حساب و فرائض وغیرہ۔ ابن رشیق نے آپ کے چند اشعار بطور نمونہ ذکر کیے ہیں ⑤۔ آپ کی خطابت کے بارے میں شقیق کا قول گزر چکا ہے ⑥۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کا بیان ہے:

”حساب اور فرائض میں ابن عباسؓ ممتاز درجہ رکھتے تھے“ ⑦۔

معاصرین کا اعتراف: ابوبکر کہتے ہیں ”ابن عباسؓ بصرہ میں امیر بن کر آئے تو اس وقت وہاں قد و قامت، جمال و کمال، علم و ادب اور فن خطابت میں ان کا ہمسر کوئی عربی موجود نہیں تھا“ ⑧۔

امام مجاہد فرماتے ہیں:

”میں نے ابن عباسؓ کے فتاویٰ سے بہتر کسی شخص کا فتویٰ نہیں دیکھا، اس شخص کے علاوہ جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہے“ ⑨۔

① اس کی امثلہ دیکھئے ابن خضیل، المسند، ص: ۲۲۶/۱ ② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یغتسل، حدیث نمبر ۱۸۳۰، ص: ۲۷۰

③ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب وقت الإحرام، حدیث نمبر ۱۷۷۰، ص: ۲۶۰

④ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۸۳/۱ ⑤ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۲۹۷

⑥ ابن رشیق، کتاب المعتمد، ص: ۵ ⑦ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۰

⑧ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۲۹۶ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۴۷

⑩ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۱/۳۷۳

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:

”میں نے ابن عباسؓ سے زیادہ سنت کا عالم، ان سے زیادہ صائب الرائے، ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں دیکھا“^①۔

قاسم بن محمد کا بیان ہے:

”ہم نے ابن عباسؓ کی مجلس میں کبھی کوئی باطل تذکرہ نہیں سنا اور ان سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہیں دیکھا“^②۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت زید بن ثابت کے انتقال کے موقع پر فرمایا:

”آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباسؓ کو ان کا قائم مقام بنائے گا“^③۔

محمد بن ابی بن کعب کہتے ہیں:

”حضرت ابن عباسؓ ایک دن میرے والد (ابی بن کعب) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو میرے والد نے کہا ایک روز یہ شخص امت کا حبر (بڑا عالم) ہوگا“^④۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب کی یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور حضرت ابن عباسؓ اپنے کثرت علم کی وجہ سے ”حبر الأمة“ (امت کا بڑا عالم) کہلانے لگے^⑤۔

مرویات کی تعداد: حضرت ابن عباسؓ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں ہے جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے۔ ان میں سے ۷۵ روایات متفق علیہ ہیں، ۱۸ روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں جبکہ ۴۹ روایات صحیح مسلم میں ہیں^⑥۔

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش و جستجو کا نتیجہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ، چودہ برس سے زائد نہیں تھی اس لیے اس عمر میں علم کا اتنا سرمایہ حاصل کرنا ممکن نہیں، گو بہت سی روایات آپ نے براہ راست خود نبی اکرم ﷺ سے لی ہیں تاہم اس میں ان کے ذوق علم اور تلاش و جستجو کا بڑا دخل ہے۔

ابو سلمہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ جس شخص کے بارے میں مجھے علم ہوتا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں اس کے گھر پر جا کر حاصل کرتا حالانکہ اگر میں چاہتا تو اسے اپنے یہاں بلوا سکتا تھا^⑦۔

① ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۷۴/۱

② ابن حجر، الاصابہ، ص: ۹۲/۴

③ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۲۵۰/۱۰

④ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۷۴/۱

⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۹۲/۴

⑥ الجامع، المسد رک، کتاب معرفۃ الصحاب، ذکر عبداللہ بن عباس، ص: ۵۳۵/۳

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۱/۱

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابورافعؓ (جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے) کے پاس کاتب لے کر آتے اور پوچھتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں دن کیا کچھ کہا، ابورافعؓ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتے جاتے ①۔ آپؐ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا ②۔

تلامذہ: حضرت ابن عباسؓ کی اس فیض رسانی اور علم و عمل کی بدولت ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے ③۔

وفات: ایک روایت کے مطابق ۴۰ھ میں آپؐ نے بصرہ کے عہدِ امارت سے مستعفی ہو کر مکہ مکرمہ میں عزلت نشینی اختیار کر لی ④۔ پھر وہاں سے طائف منتقل ہو گئے اور ۶۸ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہو گیا اور ایک ہفتہ علالت میں رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن حنفیہ نے آپؐ کی نمازِ جنازہ پڑھائی ⑤۔



① ابن حجر، الاصابہ، ص: ۹۲/۳ ② دیکھئے صفحہ نمبر ۲۳۱

③ ابن حجر، معذب العذب، ص: ۲۷۸/۵

④ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ قاضی بصرہ ابولأ سود الدولی نے حضرت علیؓ سے ان کی بیت المال میں تعریف بے جا کرنے کی شکایت کی۔ حضرت علیؓ نے اس کے جواب

میں ان سے بیت المال کا تمام حساب طلب کیا۔ آپ کو یہ ناگوار گزرا۔ چنانچہ انھوں نے دل برداشتہ ہو کر بصرہ کی امارت چھوڑ دی، الطبری، التاريخ، ص: ۳۳۵۳۔

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۱/۱

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۳ ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبداللہؓ والد کا نام عمرؓ بن خطاب اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ سلسلہ نسب عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن قرط ہے ①۔

ولادت: غزوہ احد ۳ ھ کے وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی ②۔ اس حساب سے آپ کی ولادت کا تخمینہ زمانہ بعثت نبویؐ کا دوسرا سال ہے ③۔
ابتدائی حالات: حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اسلام کے دامن میں نشوونما پائی کیونکہ ان کا اپنا بیان ہے کہ ”جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو لوگ ان کے گھر کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: ”عمرؓ بے دین ہو گیا ہے اور میں اس وقت بچہ تھا.....“ ④
شاہ معین الدین رقمطراز ہیں:

”جس طرح کسی خاندان کے بڑے بزرگ جب کوئی مذہب تبدیل کرتے ہیں تو گھر کے کس بچے بھی

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

- | | | |
|---------------------------------------|--------------------------------------|--|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۷۳/۲ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۳۲۱/۲ | ③ ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۵۷۰۷/۱۳ |
| ④ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۵۶۰ | ⑤ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۹۰، ۲۲ | ⑥ ابن حبیب، الکبر، ص: ۲۳ |
| ⑦ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۵۴/۱ | ⑧ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲/۵ | ⑨ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۶۹ |
| ⑩ ابو زرعة، التاریخ، ص: ۹۲۲/۲ | ⑪ ابن قتیبة، عیون لأخبار، ص: ۱۶۱/۴ | ⑫ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۷۳۳ |
| ⑬ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۶۴۵/۳ | ⑭ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۶۶۰/۱ | ⑮ الواسطی، تاریخ الواسط، ص: ۱۳۶، ۷۷ |
| ⑯ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۵۳/۲ | ⑰ الدولابی، الکتی ولأسماء، ص: ۸۰/۱ | ⑱ الطبری، التاریخ، ص: ۳۱۲/۱۰ |
| ⑲ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۰۷/۵ | ⑳ ابن عبد رب، العقد الفرید، ص: ۱۲۷/۷ | ㉑ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۱۷۰۹، ۱۷۰۷ |
| ㉒ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۰۹/۳ | ㉓ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۹۲/۱ | ㉔ ابن حزم، جمہورۃ انساب العرب، ص: ۱۵۲ |
| ㉕ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۷۱/۱ | ㉖ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۱۹ | ㉗ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۲۲۸/۱ |
| ㉘ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۶۵/۱۱ | ㉙ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۶/۲ | ㉚ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۲۸/۱ |
| ㉛ ابن خلکان، وفیات لأعیان، ص: ۲۸/۳ | ㉜ المزی، تحفۃ لأشراف، ص: ۳۱۸/۵ | ㉝ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳۵۶/۱۰ |
| ㉞ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۷۷/۳ | ㉟ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۷/۱ | ㊱ الذہبی، دول لأسلام، ص: ۵۴/۱ |
| ㊲ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۰۳/۳ | ㊳ الذہبی، المعبر، ص: ۲۷/۱ | ㊴ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۰۰/۲ |
| ㊵ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۳۶۲/۱۷ | ㊶ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱۵۴/۱ | ㊷ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۴/۹ |
| ㊸ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۲۰۱/۱ | ㊹ تقي الدين، العقد الثمين، ص: ۲۱۵/۵ | ㊺ ابن الجزري، غایۃ النہایہ، ص: ۴۳/۱ |
| ㊻ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۳۵/۱ | ㊼ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۵ | ㊽ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۷۵ |
| ㊾ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۵/۱ | | |

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۷۷/۳

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشهادات، باب بلوغ الصبیان و شہادتہم، حدیث نمبر ۲۶۶۳، ص: ۴۳۴

③ ۶۱ نبوی میں جب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اسلام قبول کیا تو حضرت ابن عمرؓ کی عمر تقریباً پانچ سال تھی۔

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب اسلام عمرؓ بن الخطاب، حدیث نمبر ۳۸۶۵، ص: ۶۳۹

غیر ارادی طور پر اپنا وہی مذہب اختیار کر لیتے ہیں۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے والد حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئے“ ①۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمرؓ سے پہلے اسلام لائے تھے درست نہیں ہے ②۔

غزوات: غزوہ بدر میں صغریٰ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے انھیں شرکت کی اجازت نہیں دی ③۔ اس کے ایک سال بعد جب دوسرا معرکہ احد ۳ھ میں پیش آیا تو اس میں بھی آپؐ نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ چودہ برس کے تھے لیکن اس مرتبہ بھی آپ کو اجازت نہ ملی ④۔ ۵ھ کو غزوہ خندق میں چونکہ آپ کی عمر پندرہ برس پوری ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے انھیں اس غزوہ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی تھی ⑤۔

۵ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ہمراہ ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا ⑥۔ ۷ھ میں غزوہ خیبر میں شریک ہوئے اور اس سفر میں آنحضرت ﷺ نے حلال و حرام کے جو بعض خاص احکام بیان کیے تھے آپ ان کے راوی ہیں ④۔ اس کے بعد تمام غزوات، فتح مکہ ⑧، غزوہ حنین ⑨، غزوہ طائف ⑩، حجۃ الوداع ⑪ اور غزوہ تبوک میں شریک رہے ⑫۔ عہد فاروقی میں بھی آپ نہاوند کی جنگ میں شریک ہوئے۔ تاہم اس دور میں انتظامی امور میں آپ نے کوئی حصہ نہیں لیا۔ عہد عثمانی میں آپ کو عہدہ قضاء پیش کیا گیا لیکن آپ نے معذرت کر دی ⑬۔ ۲۷ھ میں افریقہ کی مہم میں شریک ہوئے ⑭۔ ۳۵ھ میں خراسان اور طبرستان ⑮ کی جنگوں میں حضرت سعید بن العاص کے ساتھ رہے ⑯۔

① معین الدین، سیر الصحابہ، ص: ۲/۳۳۷

② درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کے ساتھ التماس ہوا ہے کیونکہ بیعت رضوان میں انھوں نے اپنے والد سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی اور پھر حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی جنھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ الحدیبیہ، حدیث نمبر ۴۱۸۶، ص: ۷۱۰

③ کیونکہ اس وقت ان کی عمر ۱۳ برس تھی۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۴۲/۴

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق، حدیث نمبر ۴۰۹، ص: ۶۹۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ الخندق، حدیث نمبر ۴۰۹، ص: ۶۹۳

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ حدیبیہ، حدیث نمبر ۴۱۸۶، ص: ۷۱۰

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، حدیث نمبر ۴۲۱۵، ص: ۷۱۶

⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب فتح مکہ، باب دخول النبی ﷺ امن اعلیٰ مکہ، حدیث نمبر ۴۲۸۹، ص: ۷۲۶

⑨ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب باب قول اللہ تعالیٰ ﴿و یوم حنین إذ أعجبتکم﴾، حدیث نمبر ۴۳۲۰، ص: ۷۳۰

⑩ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ الطائف، حدیث نمبر ۴۳۲۵، ص: ۷۳۲

⑪ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، حدیث نمبر ۴۳۹۸، ص: ۷۴۶

⑫ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب نزول النبی ﷺ الحجر، حدیث نمبر ۴۴۱۹، ص: ۷۵۲

⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸/۴ ⑭ البیہقی، فتوح البلدان، ص: ۲۳۴

⑮ طبرستان: طبر اور تمبر کا لفظ فارسی زبان میں کھلاڑے کو کہتے ہیں اور استان درخت کو کہتے ہیں اس شہر کے ارد گرد کثرت سے درخت ہونے کی بنا پر اس کا یہ نام پڑا ہے۔

الوزیر، معجم ما استعجم من اسماء البلاد، ص: ۱۵۵/۲ ⑯ ابن لاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۳۲۸/۳

آپ فتنہ و فساد سے بالکل کنارہ کش رہے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگوں کی دھمکی کے باوجود امارت کو قبول نہیں کیا^①۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں کس کی خلافت تسلیم کی تھی؟ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی کیونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف تھا^②۔ لیکن امام حاکم نے غسان بن عبد الحمید کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مشروط بیعت کی تھی کہ وہ خانہ جنگی میں شریک نہیں ہوں گے^③۔ مؤخر الذکر رائے زیادہ صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے^④۔ حضرت علیؓ کے بعد آپ نے حضرت معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور اس عہد کی بعض جنگوں میں شریک بھی ہوئے^⑤۔ اس کے بعد آپ نے یزید بن معاویہؓ کی بیعت کر لی^⑥۔ مروان کی وفات کے بعد جب عبد الملک بن مروان خلیفہ بنے تو آپ نے تحریری بیعت نامہ بھیج کر ان کی بیعت کر لی^⑦۔

علم و فضل: حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زہد و تقویٰ کا نمونہ تھی۔ خود زبان رسالت نے ان کو ”رجل صالح“ کی سند عطا کی^⑧۔

ایک بار خثیت الہی سے اتنے روئے کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گئے^⑨۔ آپ کی زندگی حیات نبوی کا عکس اور پرتو تھی۔ لوگ کہا کرتے تھے: ”ابن عمرؓ کو پابندی سنت کا والہانہ جنون ہے“^⑩۔

آپ صرف عبادات ہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی اتفاقی اور بشری عادات کی بھی پوری طرح اتباع کرتے تھے^⑪۔ حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کی صحبت اور حضرت عمرؓ کی تعلیم و تربیت اور ذاتی شغف نے مختلف علوم: قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ کا بحر بکراں بنا دیا۔

علم تفسیر:

☆ آپ علم تفسیر میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی مجلس میں قرآن کریم کی اس مثال ﴿الْم

ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمة طيبة.....﴾^⑫ (کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاک کلمہ کی مثال کیسے بیان کی

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۱/۴ ② ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۸/۵

③ الذہبی، تلخیص المستدرک، ص: ۵۵۸/۳

④ کیونکہ اگرچہ حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق نہیں ہوا تھا تاہم مہاجرین و انصار کی اکثریت آپ کے ساتھ تھی البتہ یہ درست ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جمل و صفین میں کسی کا ساتھ نہیں دیا اور نہ ہی ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا خون ہوا اس لیے حضرت علیؓ کا ساتھ نہ دینے پر آخری دم تک متاسف رہے۔

ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۸۱/۱

⑤ ابن لاثیر، أسد الغلبة، ص: ۳۴۹/۳ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۳/۴

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس، حدیث نمبر ۷۲۰۳، ص: ۱۲۴۱

⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی، باب مناقب عبد اللہ بن عمرؓ، حدیث نمبر ۳۷۴۰، ص: ۶۲۹

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۸/۴ ⑩ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر عبد اللہ بن عمرؓ، ص: ۵۶۱/۳

⑪ ابن لاثیر، أسد الغلبة، ص: ۳۲۸/۳ ⑫ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱۰۹/۴ ⑬ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب فی نزول بذی طوی، حدیث نمبر ۱۷۶۹، ص: ۲۸۵

⑭ ابراہیم، ص: ۲۳/۱۴

ہے.....) کے بارے میں پوچھا، آپ کو اس کے بارے میں علم ہو گیا لیکن اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں آپ خاموش رہے ①۔

☆ آپ کو قرآن کریم کا مفہوم و منشاء سمجھنے میں کمال درجے کا ملکہ حاصل تھا ②۔ فتنہ کے زمانہ (حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد)

میں دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ اور کہا سب لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔ آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور نبی ﷺ کے صحابی ہیں،

آپ میدان میں کیوں نہیں آتے؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے بھائی کا خون حرام کیا ہے اس لیے میں نہیں

نکلتا۔ دونوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ ③ (ان سے لڑو یہاں

تک کہ فتنہ باقی نہ رہے.....)۔ تو آپؐ نے جواب دیا ہم لڑے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہیں رہا اور دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم

لوگ اس لیے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر اللہ کے لیے ہو جائے ④۔

ایک دوسری روایت میں آپؐ نے فرمایا ”یہ اس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد میں کم تھے اور آدمی اپنے دین میں فتنہ سے

دوچار ہوتا تھا (وہ اپنے دین کا اعلان نہیں کر سکتا تھا) اور جب ایسا کرتا تو کفار اسے قتل کر ڈالتے یا ستاتے تھے۔ اب

مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے، اب اس فتنہ کا ڈر نہیں ہے“ ⑤۔

علم حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا شمار اساطین حفاظ حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ سے نقل کردہ روایات کی تعداد ۱۶۳۰ ہے، ان میں

سے ۱۷۰ متفق علیہ اور ۸۱ صحیح بخاری اور ۳۱ صحیح مسلم میں ہیں ①۔ حدیث نبوی حاصل کرنے کی اس قدر جستجو اور شوق تھا کہ اگر کسی

موقع پر غیر حاضری کی وجہ سے آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے بارے میں علم نہ ہوتا تو دوسرے صحابہ کرامؓ سے ان کے بارے میں

پوچھ لیتے تھے جو آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے ②۔ جب کسی حدیث کے بارے میں تردد ہوتا یا اس کے بارے میں علم نہ ہوتا تو

فوراً آنحضرت ﷺ ③ یا حدیث کے راوی کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرتے ④۔

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب سورة ابراهيم عليه السلام، حدیث نمبر ۴۶۹۸، ص: ۸۱۰

② دیکھئے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاة، باب ما أدى زكاته فليس بكنز، حدیث نمبر ۱۳۰۴، ص: ۲۲۶

③ المالک، الموطأ، کتاب الزکاة، باب ما جاء في الكنز، حدیث نمبر ۲۱، ص: ۱۶۷

④ البقرہ: ۱۹۳/۲

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ حدیث نمبر ۴۵۱۳، ص: ۷۶۷

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ حدیث نمبر ۴۵۱۳، ص: ۷۶۷

⑦ الخرزجی، خلاصة تذهیب، ص: ۱۷۵

⑧ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱۰۹/۳

⑨ المسلم الصحیح، کتاب صلوة المسافرين و قصرها، باب، ص: ۲۷۹

⑩ المسلم الصحیح، کتاب المساقاة، باب الربا، حدیث نمبر ۴۰۵۵، ص: ۶۹۱

اکابر علماء پیچیدہ اور مشکل مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ”لعان“ کے متعلق مجھ سے سوال کیا جس کے بارے میں مجھے علم نہ تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا ①۔

آپ لوگوں کے گھر جا کر حدیث سنایا کرتے تھے ②۔ لیکن حدیث کی اس قدر اشاعت کے باوجود آپ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط واقع ہوئے تھے۔ محمد بن علی بیان کرتے ہیں:

”صحابہؓ کی جماعت میں ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں کوئی محتاط نہیں تھا۔ وہ حدیث میں کمی و بیشی سے بہت ڈرتے تھے“ ③۔

سعید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ”حدیث میں ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط شخص میں نے نہیں دیکھا“ ④۔ آپ حدیث کے الفاظ میں ذرا بھر تغیر پسند نہیں کرتے تھے ⑤۔

فقہ:

حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجہ کمال حاصل تھا۔ آپ کی ساری عمر علم و افتاء میں گذاری، آپ مدینہ کے مشہور مفتی تھے ⑥۔ فقہ مالکی کا تمام دار و مدار آپ کے فتاویٰ پر ہے ⑦۔ اس لیے امام مالک فرماتے تھے ”ابن عمرؓ ائمہ دین میں سے تھے“ ⑧۔ امام ابن حزم کا قول ہے: ”اگر حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے“ ⑨۔

فتاویٰ: حضرت ابن عمرؓ کو فقہ میں کمال درجہ حاصل ہونے کے باوجود فتاویٰ میں بہت محتاط تھے۔

حافظ ابن عبد البر بیان کرتے ہیں:

”ابن عمرؓ اپنے فتاویٰ اور اعمال میں نہایت محتاط تھے اور خوب سوچ سمجھ کر کہتے اور کرتے“ ⑩۔

اگر آپ کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو نہایت بے باکی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے ⑪۔

حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:

”مجھ کو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا ہے خاموش رہتے ہیں

اور مستفتیٰ کو واپس کر دیتے ہیں“ ⑫۔

اگر فتویٰ دینے کے بعد آپ کو غلطی معلوم ہوتی تو پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیتے تھے ⑬۔

- | | | | |
|---|---|---|--|
| ① | المسلم، الصحیح، کتاب اللعان، حدیث نمبر ۳۷۷۷، ص: ۶۳۹ | ② | ابن خلیل، المسند، ص: ۱۵۳/۲ |
| ③ | الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱ | ④ | الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبد اللہ بن عمر، ص: ۵۶۰/۳ |
| ⑤ | ابن خلیل، المسند، ص: ۳۲/۲ | ⑥ | ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۲۹/۱ |
| ⑦ | الشاہ ولی اللہ دہلوی، مقدمہ مسوی، ص: ۱۶ | ⑧ | ابن حجر، تہذیب العجیب، ص: ۲۲۱/۵ |
| ⑧ | ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۲۱/۱ | ⑨ | ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۸۰/۱ |
| ⑩ | ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۸/۳ | ⑪ | الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱ |
| ⑪ | المالک، الموطا، کتاب الصيد، باب ما جاء فی صید البحر، حدیث نمبر ۹، ص: ۴۰/۲ | | |

امثلہ:

- ۱۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ اگر حاملہ عورت پر روزہ گراں ہو یا اس سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ افطار کر لے اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد^① گیہوں مسکین کو دے دے^②۔
- ۲۔ آپؐ کے نزدیک سونے کے وہ زیورات جو عورت کے استعمال میں ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ چنانچہ آپؐ اپنی لڑکیوں کو سونے کے زیورات پہناتے اور ان کی زکوٰۃ نہیں دیتے تھے^③۔
- ۳۔ آپؐ کی رائے تھی کہ اگر شکاری کتے نے شکار کا کوئی حصہ خود نہیں کھایا ہے تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ، دونوں صورتوں میں کھایا جاسکتا ہے^④۔

☆ قیاس واجتہاد: آپؐ قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے^⑤۔ امام ابن شہاب زہریؒ نے اپنے شاگرد امام مالکؒ کو ہدایت کی تھی کہ ابن عمرؓ کے مقابلہ میں کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے، اس لیے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی کوئی بات ان سے پوشیدہ نہیں تھی^⑥۔

امام زین العابدینؒ فرماتے ہیں: ”ابن عمرؓ بڑے صائب الرائے تھے“^⑦۔

بعض ائمہ کا قول ہے: ”جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا اس نے پھر تلاش وتفحص کے لیے کچھ نہیں چھوڑا“^⑧۔

وفات: ۷۴ھ میں تراسی (۸۳) برس کی عمر میں وفات پائی۔ حج کے زمانہ میں ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر میں بچھی ہوئی تھی آپؐ کے پاؤں میں چبھ گئی اور زہر جسم میں سرایت کر گیا۔ یہی زخم آپؐ کی موت کا سبب بنا۔ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا بلکہ حجاج کے اشارہ سے آپؐ کو زخمی کیا گیا۔ حجاج نے ایسا کیوں کیا؟ مصادر میں اس کے بارے میں مختلف واقعات کا تذکرہ ملتا ہے^⑨۔



① مد: عہد نبوی میں رائج ماپ کے مختلف پیمانوں میں سے ایک ہے۔ مد کی تعین و تقدیر میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں: ایک مد (حجازی) کا اعشاری وزن 524.880 گرام ہوتا ہے۔ ابن الاثیر، النہایہ فی غریب الحدیث، ص: ۳۰۸/۳

② المالک، المؤطا، کتاب الصیام، باب فدیۃ من أفطر فی رمضان من علة، حدیث نمبر ۵۲، ص: ۲۰۳/۱

③ المالک، المؤطا، کتاب الزکاة، باب مالا زکاة فیہ من الحلی والتبر والعنبر، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۱۶۳/۱

④ المالک، المؤطا، کتاب الصيد، باب ما جاء فی صید الملععات، حدیث نمبر ۵، ص: ۳۹/۲

حضرت ابن عمرؓ کے دیگر فتاویٰ دیکھئے، المالک، المؤطا، کتاب الطلاق، باب ما یبین من التعلیک، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۷۹/۲

⑤ کتاب البیوع، باب بیع الذهب بالفضۃ تبراً وعیناً، حدیث نمبر ۳۱، ص: ۱۳۲

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱ ⑦ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۷/۹

⑧ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبد اللہ بن عمرؓ، ص: ۵۶۰/۳ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱

① الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبد اللہ بن عمرؓ، ص: ۵۵۵/۳ ② ابن حجر، تہذیب التجلیب، ص: ۳۲۰/۵

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۷/۳ ④ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۲۹/۳

۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ (م ۷۲ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام سعد بن مالک اور کنیت ابو سعید ہے۔ خدرہ خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے خدری کہلائے۔ آپ انصار کے مشہور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ہجرت سے ایک سال قبل پیدا ہوئے۔ مدینہ میں جب تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری ہوا، آپ کے والد اور والدہ دونوں نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس لیے ابو سعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی ②۔ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر میں بھرپور حصہ لیا ③۔

غزوات: غزوہ احد میں آپؓ کی عمر تیرہ برس تھی، اس لیے آنحضرت ﷺ نے کمن خیال کر کے انھیں واپس کر دیا ④۔ اس کے بعد غزوہ بنی المصطلق میں شریک ہوئے ⑤۔ ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک اور اوطاس وغیرہ میں بھی آپؓ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کو عہد رسالت کے بارہ (۱۲) غزوات میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہے ⑥۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | | | | |
|--|---------------------------------------|------------------------------------|--------------------------------------|---------------------------------------|---------------------------------------|
| ① ابن معین، التاریخ، ص: ۱۹۳/۲ | ② ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۳ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۹۶ | ④ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۹۱، ۲۹۲ | ⑤ ابن خلیط، التاریخ، ص: ۱۶۶/۱ | ⑥ ابو زرعة، التاریخ، ص: ۱۶۶/۱ |
| ⑦ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴۴/۴ | ⑧ الشافعی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۴۸/۳ | ⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۹۳/۴ | ⑩ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۹۳/۷ | ⑪ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۵۱/۲ | ⑫ ابن حزم، جمہورۃ انساب العرب، ص: ۳۶۲ |
| ⑬ الفیسرائی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱۵۸/۱ | ⑭ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۱۰/۶ | ⑮ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۲۰/۳ | ⑯ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۴/۱ | ⑰ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۶۸/۳ | ⑱ البیہقی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۴۸/۱۵ |
| ⑲ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱ | ⑳ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۷۹/۳ | ㉑ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۱۵ | ㉒ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۸۱/۱ | ㉓ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۵/۳ | ㉔ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳ |
| ㉕ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق، حدیث نمبر ۴۱۳۸، ص: ۷۰۱ | ㉖ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۸۵/۳ | ㉗ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳ | ㉘ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳ | ㉙ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳ | ㉚ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۴۷۹/۳ |

ایک سریہ میں آپؐ امیر تھے، قبیلہ کے سردار جس کو بچھونے کا ٹاٹھا، وہ آپؐ کی جھاڑ سے اچھا ہو گیا۔ اور اس نے بطور اجرت تیس (۳۰) بکریاں آپؐ کی نذر کیں ①۔ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں جنگ نہروان میں شریک ہوئے ②۔ آپؐ نے حضرت حسینؑ کو دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرح کوفہ جانے سے روکا تھا ③۔ ۶۳ھ میں آپؐ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی اور واقعہ حرہ کے وقت آپؐ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے ④۔

علم و فضل: حضرت ابوسعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے ⑤۔ آپؐ ایک عرصہ تک منصب قضاء پر فائز رہے ⑥۔ آپؐ کے حلقہ درس میں بے شمار لوگ حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے ⑦۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص سے، جس نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے ایک حدیث سماعت کی۔ حضرت ابن عمرؓ اس شخص کو آپؐ کے پاس لے کر گئے اور پوچھا کہ کیا اس شخص نے فلاں حدیث آپؐ سے سنی ہے اور وہ حدیث آپؐ نے آنحضرت ﷺ سے سنی تھی تو آپؐ نے فرمایا: ”ہاں میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا“ ⑧۔ آپؐ حدیث کے بیان میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے ⑨۔ اوقات تدریس کے علاوہ بھی حدیث کی تعلیم دینے میں کوشاں رہتے تھے ⑩۔

مرویات: آپؐ کو کثرت سے احادیث یاد تھیں، آپؐ کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ⑪۔

وفات: ۷۴ھ میں آپؐ نے ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی ⑫۔



① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإجارہ، باب ما یعطی فی الرقیۃ، حدیث نمبر ۲۲۷۶، ص: ۳۶۳

② ابن خضیل، المسند، ص: ۵۶/۳

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱

④ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۸۵/۳

⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۸۵/۳

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱

⑦ ابن خضیل، المسند، ص: ۳۵/۳

⑧ ابن خضیل، المسند، ص: ۹۱، ۴/۳

⑨ ابن خضیل، المسند، ص: ۲۹/۳

⑩ ابن خضیل، المسند، ص: ۹۰/۳

⑪ الخرزجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۳۵

⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳/۱

⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۹/۳

۹۔ حضرت جابر بن عبد اللہ (م ۷۸ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام جابر بن عبد اللہ اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ ①۔

ابتدائی حالات: آپ قبل از ہجرت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ہمراہ ایمان لائے ②۔ آپ کے والد عبد اللہ بن عمرو جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ مشرکین نے ان کا مثلہ کر دیا تھا ③۔ آپ پر بہت قرض تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے تقسیم کے مال سے ادا کیا ④۔ آپ نے غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی دعوت کا انتظام کیا ⑤۔

غزوات: حضرت جابرؓ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ انیس (۱۹) غزوات میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل کی ⑥۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ: ”حضرت جابرؓ غزوہ بدر کے دن لوگوں کو پانی پلاتے تھے“ ④۔ آپ نے غزوہ ذات الرقاع ⑧، غزوہ خندق ⑨، غزوہ بنی المصطلق ⑩، غزوہ انمار ⑪، غزوہ حدیبیہ ⑫ اور اس کے بعد کے غزوات حنین، تبوک اور حجة الوداع میں شرکت فرمائی ⑬۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۷۴/۳ ① ابن معین، التاریخ، ص: ۷۵/۲ ② ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۶۵، ۷۳ ③

ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۰۲ ④ ابن حبیب، المحبر، ص: ۲۰۲ ⑤ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۳ ⑥

ابن جری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۰۷/۲ ⑦ العجلی، تاریخ اشقات، ص: ۹۳ ⑧ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۸۹/۱ ⑨

ابن قتیہ، عیون لاخبار، ص: ۱۱۲/۱ ⑩ ابن قتیہ، المعارف، ص: ۱۶۲ ⑪ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۴۷۶/۳ ⑫

البلاذری، أنساب الاشراف، ص: ۳۲۸/۳، ۶۲۶/۱ ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۹۲/۲ ⑭

السعوی، مروج الذهب، ص: ۲۰۳۰، ۱۹۵۲ ⑮ ابن حزم، جمہور انساب العرب، ص: ۲۵۹ ⑯ ابونعیم، معرفۃ الصحابہ، ص: ۴۳۸/۱ ⑰

التیسرانی، الجمع بین رجال البخاری، ص: ۷۲/۱ ⑱ المزنی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۶۵/۲ ⑲ النووی، تہذیب لاسماء، ص: ۱۳۲/۱ ⑳

المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۲۹۱/۳ ㉑ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۰۶/۱ ㉒ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۸۹/۳ ㉓

الذہبی، المعجم، ص: ۸۹/۱ ㉔ الذہبی، الکاشف، ص: ۲۸۷/۱ ㉕ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۱۵۸/۱ ㉖

ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۲/۹ ㉗ ابن تفسر، الوفيات، ص: ۵۱ ㉘ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۳۲/۱ ㉙

ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴/۲ ㉚ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۵۰ ㉛ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۸۱/۱ ㉜

الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۷/۱ ㉝ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۲۲/۱ ㉞ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۷/۱ ㉟

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊱ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊲

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊳ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊴

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊵ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊶

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊷ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊸

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊹ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊺

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊻ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊼

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊽ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊾

ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ㊿ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۰۳، ۲۹۷/۳ ①

جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے شریک تھے ①۔

علم و فضل: آپ کا بیان ہے جس رات آنحضرت ﷺ نے مجھ سے اونٹ خریدا، اس رات میرے لیے پچیس مرتبہ آپ ﷺ نے دعائے مغفرت فرمائی ②۔ آپ نے بہت سی احادیث آنحضرت ﷺ سے براہ راست سنی تھیں۔ بعد ازاں صحابہ کرامؓ سے بھی سماع کیا ③۔

آپ نے صرف ایک حدیث کی سماعت کی خاطر مدینہ سے شام کا سفر کیا ④۔ اس طرح امیر مصر مسلمہ بن مخلد سے حدیث کی اجازت لینے کے لیے مصر کا سفر کیا ⑤۔ لوگ آپ سے مختلف مسائل دریافت کیا کرتے تھے ⑥۔

مرویات: آپ کی مرویات کی تعداد ۱۵۶۰ ہے ⑦۔

وفات: حضرت جابرؓ نے ۷۷ھ میں ۹۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے۔ اس لیے حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابانؓ نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کا قول بیان کیا ہے کہ حجاج نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی ⑧۔



① ابن الاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۳۷۸/۱

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب شراء الدواب، حدیث نمبر ۲۰۹۷، ص: ۳۳۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲/۲

④ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۵۹/۱

⑤ الخطیب، الرحلة فی طلب الحديث، ص: ۵۷

⑥ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۲۹/۳

⑦ الخزرجمی، خلاصہ تہذیب، ص: ۵۹

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳/۲

۱۰۔ حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام انس بن مالک، کنیت ابو حمزہ اور لقب خادم رسول ﷺ تھا، آپ قبیلہ نجار سے تھے: نسب نامہ یہ ہے: انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام۔ والدہ کا نام ام سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے، جو رشتہ میں آنحضرت ﷺ کی خالہ تھیں ①۔ ابتدائی حالات: حضرت انسؓ ہجرت نبوی سے دس برس قبل یثرب میں پیدا ہوئے ②۔ حضرت انسؓ کی عمر آٹھ یا نو برس کی تھی کہ مدینہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ آپ کا قبیلہ بنو نجار آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل اسلام قبول کر چکا تھا، آپ کی والدہ نے بھی عقبہ ثنائیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا۔ آپ کے والد مالک بن نضر بیوی کے اسلام لانے پر برہم ہو کر شام چلے گئے۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے ابو طلحہؓ سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ بھی اسلام قبول کریں۔ چنانچہ وہ عقبہ ثنائیہ میں آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام لے آئے ③۔

آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کے والد ابو طلحہؓ آپ کو آنحضرت ﷺ کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انسؓ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے جسے آپ ﷺ نے منظور فرمایا، چنانچہ حضرت انسؓ بن مالک نے آنحضرت ﷺ کی دس برس تک خدمت کی ④۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---------------------------------------|---|-------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷/۷ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۲۳/۲ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۰۶ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۶۰/۹۱ | ⑤ ابن حبیب، المحبر، ص: ۳۰۱ | ⑥ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۰۲ |
| ⑦ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۷/۲ | ⑧ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۸۱۶/۲ | ⑨ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۲۳۶/۱ |
| ⑩ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۷۲ | ⑪ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۰۶/۱ | ⑫ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۶۱۹/۱ |
| ⑬ الیعقوبی، التاریخ، ص: ۲۷۲/۲ | ⑭ الطبری، التاریخ، ص: ۱۸۷/۱۰ | ⑮ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۸۶/۲ |
| ⑯ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۱۰۰/۷ | ⑰ المسعودی، مردج الذهب، ص: ۱۷۵/۶ | ⑱ ابن حبان، الثقات، ص: ۲/۳ |
| ⑲ ابن عدی، الکامل، ص: ۴۱/۱۳ | ⑳ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۱۳۹ | |
| ㉑ ابن حزم، جمہورۃ انساب العرب، ص: ۳۵۱ | ㉒ القیسرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۶، ۳۵/۱ | |
| ㉓ النودی، تہذیب لاسماء، ص: ۱۲۷/۲ | ㉔ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۳۵۳/۳ | ㉕ المزنی، تہذیب الاشراف، ص: ۸۰/۱ |
| ㉖ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳۳۹/۳ | ㉗ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۹۵/۳ | ㉘ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۶۲/۱ |
| ㉙ الذہبی، المعجم، ص: ۱۰۷/۱ | ㉚ الذہبی، الکشف، ص: ۲۵۶/۱ | ㉛ الذہبی، الوافی بالوفیات، ص: ۳۱۱/۹ |
| ㉜ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱۸۲/۱ | ㉝ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۹۵/۹ | ㉞ ابن تفسر، الوفیات، ص: ۲۹/۲ |
| ㉟ ابن الجزری، غایۃ النہایہ، ص: ۱۷۲/۱ | ㊱ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۸۲/۱ | ㊲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۱ |
| ㊳ ابن قری، اللجوم الزاہرۃ، ص: ۲۲۳/۲ | ㊴ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۵ | ㊵ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۰۰/۱ |
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷/۷ | ② الذہبی، تاریخ اسلام، ص: ۳۳۹/۳ | |
| ③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۹۵/۳ | | |
| ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹/۷ | | |

غزوات: غزوہ بدر اور غزوہ احد میں حضرت انسؓ کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی، اس کم سنی کی عمر میں بھی آپؐ مجاہدین اسلام کے پہلو میں شریک رہے، اس کے بعد بیعت رضوان، غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین، طائف، اور حجۃ الوداع وغیرہ میں شریک ہوئے^(۱)۔ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں آپؐ بحرین کے عامل رہے^(۲)۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہونے والی تمام جنگوں میں برابر شریک رہے، معرکہ تستر میں آپؐ پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے^(۳)۔ حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت کے آخری دور میں (زمانہ فتنہ) میں آپؐ نصرت دین اور تائید اسلام کے لیے مسلسل کوشاں رہے، بعد ازاں حضرت علیؓ کے زمانے میں ہونے والی جنگوں میں بالکل الگ تھلگ رہے^(۴)۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے آپؐ کے لیے دعا فرمائی تھی:

((اللهم اكثر ماله وولده وبارك له فيه))^(۵)

(اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں زیادتی فرما انھیں اس میں برکت دے)۔

آپ ﷺ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ حضرت انسؓ کثیر مال و اولاد کے مالک ہوئے۔ ان کی اولاد سو سے تجاوز کر گئی تھی^(۶)۔

آپؐ نے حدیث کی نشر و اشاعت میں نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ بصرہ کی جامعہ میں آپؐ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، دور دراز سے طلباء حاضر ہو کر کسب فیض حاصل کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی^(۷)۔

مرویات کی تعداد: آپؐ کا شمار مکثرین صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپؐ سے ۱۲۶۳ روایات مروی ہیں۔ جن میں ۱۲۸ روایات متفق علیہ میں، ۸۰ روایات صحیح بخاری میں اور ۷۰ روایات صحیح مسلم میں ہیں^(۸)۔

وفات: آپؐ نے ۹۳ھ کو وفات پائی^(۹)۔



① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۷۷/۱

② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۷۸/۱

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۷۸/۱

④ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۱/۱

⑤ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضل انس بن مالك، حدیث نمبر ۶۳۷۵، ص: ۱۰۹۱

⑥ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضل انس بن مالك، حدیث نمبر ۶۳۷۶، ص: ۱۰۹۲

⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۷۶/۱

⑧ الخرزجی، خلاصہ تہذیب، ص: ۴۰۰، الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۵/۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۰/۱

۱۔ ابو العالیہ الریاحیؓ (م ۹۳ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام رُفیع بن مہران ہے۔ اور کنیت ابو العالیہ ہے اور اسی سے مشہور ہیں۔ بنو تمیم کے قبیلہ بنو ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے، اس نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں ①۔

ابتدائی حالات: آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا۔ لیکن عہد نبویؐ میں شرف اسلام سے محروم رہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے دو برس بعد آپ نے اسلام قبول کیا ②۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد عرصہ تک غلامی میں رہے پھر ان کی مالکہ نے انہیں آزاد کر دیا ③۔ آپ نے ممتاز صحابہ کرامؓ سے قرآن کریم پڑھا اور علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے بے شمار تلامذہ نے کسب فیض کیا ④۔ علم و فضل: ابو القاسم طبری کا بیان ہے: ”ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے“ ⑤۔ قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت ابو بکر بن داؤد کا بیان ہے: ”صحابہؓ کے بعد ابو العالیہ ریاحی سے بڑھ کر اور عالم قرآن کوئی نہیں تھا“ ⑥۔ ابن العماد الحسنبلی نے انہیں ”مفسر قرآن“ ⑦ اور ابن سعد نے انہیں ”کثیر الحدیث“ لکھا ہے ⑧۔ آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے حدیث کا علم حاصل کیا ⑨۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--------------------------------------|---------------------------------------|---|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۲/۷ | ② ابن معین، التاريخ، ص: ۱۶۶/۲ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۰۲ |
| ④ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۳۲۶/۳ | ⑤ البخاری، کتاب الکفای، ص: ۸۹ | ⑥ المسلم، الکفای والاسماء، ص: ۶۲۱/۱ |
| ⑦ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۴۰۲/۱ | ⑧ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۲۵۳ | ⑨ الفسوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۲۳۷/۱ |
| ⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۱۰/۳ | ⑪ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۳۹/۳ | ⑫ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۹۵ |
| ⑬ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۱۷/۲ | ⑭ ابن لا خیر، الکامل، ص: ۵۲۸/۴ | ⑮ النووی، تہذیب لاسماء، ص: ۲۵۱/۲ |
| ⑯ المزنی، تحفہ لاشراف، ص: ۱۹۲/۱۳ | ⑰ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳۱۹/۳ | ⑱ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ |
| ⑲ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۶۴/۱ | ⑳ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۰۷/۴ | ㉑ الذہبی، المعجم، ص: ۱۰۸/۱ |
| ㉒ الذہبی، الکاشف، ص: ۲۳۲/۱ | ㉓ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۴/۲ | ㉔ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۳۸/۱۳ |
| ㉕ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۹۹ | ㉖ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲۸۴/۱ | ㉗ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۲۵۲/۱ |
| ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۴/۳ | ㉙ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۴۷۱/۷ | ㉚ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۲۲ |
| ㉛ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۱۹ | ㉜ الداؤدی، طبقات المفسرین، ص: ۱۷۲/۱ | ㉝ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۸۹/۱ |
| ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ | ② النووی، تہذیب لاسماء، ص: ۶۱/۲ | |
| ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۲/۷ | ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۴/۳ | ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ |
| ⑥ النووی، تہذیب لاسماء، ص: ۲۵۱/۲ | ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۳/۱ | |
| ⑧ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۸۹/۱ | ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۷/۷ | |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۴/۳ | ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۳/۱ | |

آپ اخذ حدیث میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے ①۔ آپ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب ایک مجموعہ احادیث تھا ②۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا، ابوعلی قالی نے آپ کے اشعار نقل کیے ہیں ③۔

علمی کمالات کی بدولت صحابہ کرامؓ آپ کی عزت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے ④۔

اخلاق و عادات: آپ علم کے ساتھ ساتھ انتہا درجہ کے عبادت گزار تھے، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے ⑤۔ اور بڑے فیاض اور سخی تھے۔ ابن سعد نے نقل کیا ہے:

”فأوصی ابو العالیۃ بمالہ کلہ“ ⑥

ابو العالیہ نے اپنا کل مال (اللہ کی راہ میں) وقف کرنے کی وصیت فرمائی۔

آپ رہبانیت سے اتنا اجتناب کرتے کہ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے۔ طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے ⑦۔

خانہ جنگی سے انتہا درجہ کا احتراز کیا۔ آپؐ کے زمانہ میں صفین وغیرہ بڑی بڑی جنگیں ہوئیں مگر آپ نے دلیری و شجاعت کے باوجود کسی میں حصہ نہیں لیا ⑧۔

وفات: آپ نے ۹۳ھ میں وفات پائی ⑨۔



① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۳/۷

② تفصیل کے لئے دیکھیے صفحہ نمبر ۲۵۵

③ القالی، الامالی، ص: ۱۵۹/۲

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۳/۱ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۳/۷

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۳/۷

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۳/۷

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۵/۷

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۱۵/۷

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۳/۱ ⑩ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۰۲/۱

۲۔ سعید بن المسیب (م ۹۳ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام سعید بن مسیب اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے والد مسیب بن حزن قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے ①۔ ابتدائی حالات: آپ حضرت عمرؓ کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے دو سال بعد پیدا ہوئے ②۔ خلافت راشدہ کے آخری دور میں آپ چونکہ بالکل کم سن تھے اس لیے اس عہد میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ حضرت معاویہؓ کے عہد میں آپ تحصیل علم کے بعد مسند علم و افتاء پر بیٹھ چکے تھے ③۔

آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت سے اختلاف کیا۔ اور عبدالملک بن مروان کے عہد میں ولید اور سلیمان کی ولی عہدی کی بیعت سے انکار کیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا ④۔

آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے کسب علم کیا اور آپ سے کثیر جماعت نے علم حاصل کیا ⑤۔

علم و فضل: آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ فقہائے مدینہ میں سے تھے ⑥۔ امام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے: ”سعید بن مسیب مدینہ کے ایک مفتی ہیں“ ④۔

ان کی امامت و جلالت علمی فضیلت اور جملہ اعمال خیر میں ان کے معاصرین پر ان کی برتری پر تمام علماء کا اتفاق ہے ⑧۔ آپؓ کے بے شمار فضائل ہیں ⑨۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---|--|---|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۷۹/۲ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۲۰۷/۲ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۳۳ |
| ④ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ | ⑤ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵۱۰/۳ | ⑥ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۳۶۸/۱ |
| ⑦ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۷۹/۲ | ⑧ الدولابی، الکنی والأسماء، ص: ۹۶/۲ | ⑨ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ |
| ⑩ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۱۸۸/۳ | ⑪ ابو نعیم، حلیۃ لأولیاء، ص: ۱۶۱/۲ | ⑫ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۷۹/۲ |
| ⑬ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۱۷/۳ | ⑭ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۱۹/۲ | ⑮ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۱۸۸/۳ |
| ⑯ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۲۶۲/۱۵ | ⑰ الذہبی، الذہبی، ص: ۱۱۰/۱ | ⑱ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۷۹/۲ |
| ⑲ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۰۵/۱ | ⑳ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۰۶/۹ | ㉑ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۱۸۸/۳ |
| ㉒ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۱۷ | ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۳ | ㉔ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ |
| ㉕ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۴/۱ | ㉖ الخضر جی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۳۳ | ㉗ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۷۹/۲ |
| ㉘ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۷۹/۲ | ㉙ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۷/۱ | ㉚ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ |
| ㉛ ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۲۵/۱ | ㉜ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۰/۵ | ㉝ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ |
| ㉞ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۴/۱ | ㉟ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۲۰/۱ | ㊱ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ |

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۴/۱ ② النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۲۰/۱ ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۷۹/۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۳

ابن العماد لکھتے ہیں کہ: ”ان کی ذات میں حدیث، تفسیر، فقہ، زہد و ورع، اور عبادت، جملہ علمی اور عملی کمالات جمع تھے“ ①۔

آپ قرآن کی تفسیر و تاویل میں کمال شدت اور احتیاط سے کام لیتے تھے ②۔ آپ کو شیخین کے فیصلوں سے پوری واقفیت تھی ③۔ حدیث رسول ﷺ کا انھیں خاص ذوق تھا۔ اس کے لیے آپ کئی کئی دن اور رات سفر کرتے تھے ④۔ حضرت ابو ہریرہؓ چونکہ ان کے خسر تھے اس لیے ان کی مرویات کا بڑا حصہ انھی کی احادیث پر مشتمل ہے ⑤۔ محدثین اور ارباب فن کے نزدیک ان کی مرویات کا پایا اتنا بلند تھا کہ امام احمد بن حنبل ان کی مراسلات کو بھی صحاح کا درجہ دیتے تھے ⑥۔ یحییٰ بن معین ان کی مراسلات کو حسن بصری کی مراسلات پر فوقیت دیتے تھے ⑦۔ علی بن مدینی کہتے تھے: ”کسی مسئلہ میں سعید بن مسیب کا صرف یہ کہہ دینا کہ اس بارے میں سنت موجود ہے، کافی ہے“ ⑧۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا ⑨۔

اخلاق و عادات: آپ ”طبعاً بڑے پر عزم اور صلح پسند تھے“ ⑩۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں ”سعید بن مسیب بڑے حق گو تھے“ ⑪۔ بڑے زاہد اور عبادت گزار تھے، ابن حبان فرماتے ہیں کہ ”ابن مسیب“ فقہ، دینداری، زہد و ورع، عبادت و ریاضت جملہ فضائل میں سادات تابعین میں سے تھے ⑫۔ آپ کثرت سے حج کرتے اور روزے رکھتے تھے ⑬۔

آپ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ محرمات الہیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ انبیاء و رسل کے نام پر اپنے لڑکوں کے نام رکھنا پسند نہیں کرتے تھے ⑭۔

وفات: آپ نے ۹۱ھ یا ۹۳ھ میں وفات پائی ⑮۔



- | | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|
| ① ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۰۳/۱ | ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۸۱/۲ |
| ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۵/۱ | ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۶/۳ |
| ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۸۱/۲ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۶/۳ |
| ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۷/۱ | ⑧ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۲۰/۱ |
| ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۸۱/۲ | ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۷/۳ |
| ⑪ ابن الجوزی، صفوۃ الصلوٰۃ، ص: ۱۳۰ | ⑫ ابن الجوزی، صفوۃ الصلوٰۃ، ص: ۱۳۰ |
| ⑬ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۶/۱ | ⑭ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۸۱/۲ |
| ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۶/۳ | ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۶/۳ |

۳۔ عامر بن شراحیل شعبی (م ۱۰۳ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عامر بن شراحیل اور کنیت ابو عمر ہے۔ قبیلہ شعبی سے نسبت کی وجہ سے شعبی کہلاتے تھے، لیکن شہرت کی وجہ سے اس نسبت نے لقب کی حیثیت اختیار کر لی۔ نسب نامہ یہ ہے: بنی حسان بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی ②۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو اس وقت صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ آپ کو پانچ سو صحابہؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ان میں سے اڑتالیس سے کسب فیض کیا ③۔

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آٹھ دس ماہ تک مستقل قیام کیا اور ان سے فیض یاب ہوئے ④۔ اس کے علاوہ تابعین کی بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا ⑤۔ عہد بنو امیہ میں آپ مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ حجاج نے آپ کو ان کے قبیلہ کا امام بنایا۔ سرکاری وفود میں آپ کو عبدالملک کے پاس بھیجتا تھا۔ آپ کے فہم و تدبیر کی وجہ سے عبدالملک بعض اہم خدمات آپ کے سپرد کرتا اور سفیر بنا کر مختلف مقامات پر بھیجتا ⑥۔ لیکن اموی حکومت کے ساتھ ان کے روابط زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے۔ ابن اشعث کے ہنگامہ کے زمانہ میں امام شعبی نے اس کا ساتھ دیا ⑦۔ آپ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں کوفہ کے منصب قضاء پر فائز رہے ⑧۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---------------------------------------|--|--|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۶/۶ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۲۸۵/۲ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۰، ۱۳۹ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۵۶ | ⑤ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۲۰، ۱۱۵ | ⑥ البخاری، التاریخ، الکبیر، ص: ۲۵۰/۶ |
| ⑦ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۳۳ | ⑧ ابن قتیبة، عیون الأخبار، ص: ۲۰۳/۴ | ⑨ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۳۹۵، ۱۵۲ |
| ⑩ البیہقی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۴۴۰/۱ | ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۲۲/۶ | ⑫ السعوی، مروج الذهب، ص: ۲۱۲/۴ |
| ⑬ ابن عدی، الکامل، ص: ۴۲/۵ | ⑭ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۱۰/۴ | ⑮ ابن حزم، جمہورۃ انساب العرب، ص: ۲۳۳ |
| ⑯ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۷/۱۲ | ⑰ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۸۱ | ⑱ القسیرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۳۷۷/۱ |
| ⑲ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۸ | ⑳ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۷۵/۳ | ㉑ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۶/۳ |
| ㉒ المزنی، تحفۃ الاشراف، ص: ۲۳۲/۱۳ | ㉓ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۳۳۹/۹ | ㉔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۹/۱ |
| ㉕ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۰/۴ | ㉖ الذہبی، العبر، ص: ۱۲۷/۱ | ㉗ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۹۴/۴ |
| ㉘ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۵۸۷/۱۶ | ㉙ الیانی، مرآۃ الجنان، ص: ۲۱۵/۱ | ㉚ ابن کثیر، البدلیۃ والنہایۃ، ص: ۲۳۰/۹ |
| ㉛ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۱۰۵ | ㉜ ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۳۵۰/۱ | ㉝ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۸۷/۱ |
| ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۵/۵ | ㉟ ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۳۹/۱ | ㊱ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۳۲ |
| ㊲ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۸۴ | ㊳ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۶۲/۱ | |

- | | |
|--|--|
| ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۹/۱ | ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۸/۶ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۷/۵ | ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۸/۶ |
| ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۹/۵ | ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ⑦ ابن کثیر، البدلیۃ والنہایۃ، ص: ۲۳۷/۹ | ⑧ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۶/۳ |
| | ⑨ ابن کثیر، البدلیۃ والنہایۃ، ص: ۲۳۷/۹ |

علم و فضل: آپؐ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ قرآن کریم کے ممتاز قاری تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، مغازی، ریاضی اور ادب و شاعری میں یکساں دسترس حاصل تھی^①۔

امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں:

”کامل عالم تین ہیں: ابن عباسؓ اپنے زمانہ میں، شعبیؒ اپنے زمانہ میں اور سفیان ثوریؒ اپنے زمانہ میں۔“^②

امام بخاریؒ کا بیان ہے:

”میں نے شعبیؒ سے زیادہ سنتِ ماضیہ کا عالم نہیں دیکھا“^③

عاصم احول کہتے ہیں:

”میں نے امام شعبیؒ سے بڑھ کر اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیث جاننے والا کوئی نہیں دیکھا“^④

ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں:

”شعبیؒ تو فنِ حدیث میں ماہر ہیں اور ابراہیمؒ قیاس سے کام لیتے ہیں“^⑤

امام ابراہیم نخعیؒ آپ کے تفقہ کے قائل تھے۔ جو مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوتا ان سے پوچھ لیتے تھے^⑥۔

آپ کا فقہی ملکہ اس قدر مسلم تھا کہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہی مسندِ افتاء پر بیٹھ گئے تھے^⑦۔

غرض کہ آپ کے عہد کے تمام بڑے بڑے ائمہ میں آپ کی علمی منزلت مسلم تھی۔

اخلاق و عادات: علمی کمال کے ساتھ ساتھ سراپا خشیتِ الہی سے متصف تھے۔ طبعاً نہایت نرم خو اور حلیم تھے^⑧۔ حد درجہ کے ظریف، خوش طبع تھے۔ مگر نڈر اور بے باک واقع ہوئے تھے^⑨۔

وفات: ۱۰۳ھ میں ستر برس سے کچھ زائد عمر میں آپ کا انتقال ہوا^⑩۔



- | | |
|-------------------------------------|---|
| ① ابن حجر تہذیب العہد یب' ص: ۷۶/۵ | ② الذہبی تذکرۃ الحفاظ' ص: ۸۲/۱ |
| ③ ابن سعد الطبقات الکبریٰ' ص: ۲۵۶/۶ | ④ الذہبی تذکرۃ الحفاظ' ص: ۸۱/۱ |
| ⑤ الذہبی تذکرۃ الحفاظ' ص: ۸۲/۱ | ⑥ ابن سعد الطبقات الکبریٰ' ص: ۲۵۰/۶ |
| ⑦ ابن سعد الطبقات الکبریٰ' ص: ۲۵۰/۶ | ⑧ ابن حجر تہذیب العہد یب' ص: ۷۶/۵ ⑨ ابن خاکان وفیات الأعیان' ص: ۷/۳ |
| ⑩ ابن حجر تہذیب العہد یب' ص: ۷۶/۵ | ⑪ ابن سعد الطبقات الکبریٰ' ص: ۲۵۶/۶ |

۴۔ سالم بن عبد اللہ (م ۱۰۶ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام سالم بن عبد اللہ اور کنیت ابو عمرو ہے۔ قریش کے مشہور قبیلہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں یزدگرد شاہنشاہ ایران کی جو لونڈیاں گرفتار ہوئی تھیں ان میں سے ایک حضرت عبد اللہؓ کو دی گئی تھی۔ سالم اسی کے بطن سے تھے ②۔ آپ نے اکابر صحابہ کرامؓ سے علم حدیث حاصل کیا۔ بے شمار محدثین آپ کے تلامذہ تھے ③۔

علم و فضل: آپ مدینہ منورہ کے نامور فقیہ تھے۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے: ”سالم فقیہ، حجت اور ان کی ذات میں علم اور عمل اور زہد و شرف جیسے صفات عالیہ مجتمع تھے“ ④۔ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور جملہ فنون میں یکساں ادراک تھا لیکن شدت احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے ⑤۔

ابن سعد کا بیان ہے: ”کان ثقة کثیر الحدیث عالیا من الرجال“ ⑥

”سالم فقیہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں تھے۔“

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--------------------------------------|--------------------------------------|--|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۹۵/۵ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۱۸۷/۲ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۸ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۳۶ | ⑤ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۱۵ | ⑥ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۱۵/۴ |
| ⑦ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۷۴ | ⑧ ابن العلاء، شذرات الذہب، ص: ۲۳۶/۱ | ⑨ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۱۸۶ |
| ⑩ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۳۵۳/۱ | ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۸۴/۴ | ⑫ ابن حبان، الشاہیر، ص: ۶۵ |
| ⑬ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۹۳/۲ | ⑭ ابن حزم، جمہور انساب العرب، ص: ۱۵۲ | ⑮ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۳۲ |
| ⑯ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۱۶۳/۲ | ⑰ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۵۲/۶ | ⑱ النووی، تہذیب لآءاء، ص: ۲۰۷/۱ |
| ⑲ المزنی، تحفۃ لأشراف، ص: ۱۹۹/۱۳ | ⑳ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۲۹۰/۲ | ㉑ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۱۵/۷ |
| ㉒ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۸/۱ | ㉓ الذہبی، دول الإسلام، ص: ۷۵/۱ | ㉔ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۵۷/۴ |
| ㉕ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۱۵/۴ | ㉖ الذہبی، العصر، ص: ۱۳۰/۱ | ㉗ الذہبی، الکاشف، ص: ۷۱/۱ |
| ㉘ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۸۳/۵ | ㉙ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۲۷۷/۱ | ㉚ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۴۱/۹ |
| ㉛ ابن قفطہ، الوفيات، ص: ۱۰۸ | ㉜ ابن الجوزی، غایۃ النہایہ، ص: ۳۰۱/۱ | ㉝ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۸۰/۱ |
| ㉞ ابن تفری، الجموم الزاہرۃ، ص: ۲۵۶/۱ | ㉟ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۳۳ | ㊱ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۳۶/۳ |
| ㊲ الخزر جی، خلاصہ تہذیب، ص: ۱۳۱ | | |

① ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۳۸/۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۸/۱

③ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۰۰/۵

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۷/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۳۸/۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۰۰/۵

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

”لم یکن أحد فی زمان سالم بن عبد اللہ أشبه من مضی من الصالحین فی الزهد والفضل والعیش منه“^①

سالم بن عبد اللہ کے زمانے میں گذشتہ صالحین سے آپ سے زیادہ زہد، فضل اور سادہ زندگی گزارنے والا کوئی نہیں ہے۔

امام عبد اللہؒ بن مبارک نے آپ کو فتہائے مدینہ میں شمار کیا ہے۔

آپؒ نے حدیث کا مجموعہ بھی تیار کیا تھا^②۔

اخلاق و عادات: میمون بن مہران کہتے ہیں: ”سالمؒ اخلاق و عادات اور سادہ زندگی بسر کرنے میں اپنے والد حضرت عبد اللہؒ بن عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اپنا سودا سلف خود خریدتے تھے اور منڈی میں تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ آپ امراء کی دولت سے بے نیاز تھے، کہ ان کی درخواست پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہیں کرتے تھے“^③۔

آپؒ کا لباس اور غذا انتہائی سادہ تھی^④۔

وفات: آپؒ نے ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ہشام بن عبد الملک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی^⑤۔



① ابن حجر، تہذیب الجذیب، ص: ۳/۲۳۷

② النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۰۸

③ الذہبی، تذکرۃ الخطای، ص: ۱/۷۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۲۰۰ ⑤ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱/۲۰۷

⑤ الذہبی، تذکرۃ الخطای، ص: ۱/۷۷ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۱۳۸

۵۔ حسن بصری (م ۱۱۰ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام حسن بن یسار اور کنیت ابوسعید ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کے والد یسار حضرت زید بن ثابت کے غلام تھے۔ آپ کی والدہ خیرہ حضرت ام سلمہ کی کنیز تھیں۔ آپ نے مدینہ منورہ میں پرورش پائی۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں قرآن کریم حفظ کیا اور انھیں متعدد دفعہ خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ بے تکلف ازواج مطہرات کے گھروں میں آتے جاتے تھے، بڑے ہوئے تو مسجد نبوی میں کبار صحابہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ②۔

علم و فضل: ابن سعد بیان کرتے ہیں: ”حسن بصری جامع کمالات تھے عالم بلند مرتبت رفیع المنزلت تھے مامون عابد و زاہد تھے“ ③۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں: ”آپ بلند پایہ عالم حافظ حدیث اور علم کا سمندر ہیں.....“ ④۔

ابو بکر الہذلی کا بیان ہے: ”جب تک آپ ایک سورۃ کی تفسیر و تاویل اور شان نزول وغیرہ سے پوری واقفیت حاصل نہ کر لیتے، اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے“ ⑤۔ ایوب کا قول ہے: ”میری آنکھوں نے حسن سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا“ ⑥۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|-------------------------------------|-------------------------------------|--|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۶/۷ | ① ابن معین، التاريخ، ص: ۱۰۸/۲ | ② ابن خیاط، التاريخ، ص: ۳۴۰ |
| ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۱۰ | ③ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۱۶ | ④ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۱۵۱/۱ |
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۸۹/۲ | ⑤ العجلی، تاريخ الثقات، ص: ۱۱۳ | ⑥ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۱۵۱/۱ |
| ابن قتیبة، المعارف، ص: ۳۴۰ | ⑦ الفوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۳۲/۲ | ⑧ الدولابی، الکنی و الاَسماء، ص: ۱۸۷/۱ |
| الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۰/۳ | ⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۴۴/۵ | ⑩ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۰۲ |
| ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۳۱/۲ | ⑪ اشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۸ | ⑫ ابن الجوزی، صفۃ الصوفیۃ، ص: ۲۳۳/۳ |
| المرزی، تحفۃ الاشراف، ص: ۱۶۱/۱۳ | ⑬ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۶۹/۲ | ⑭ المرزی، تہذیب الکمال، ص: ۲۹۷/۳ |
| الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸/۴ | ⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۱/۱ | ⑯ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۷۷/۱ |
| الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۶۳/۴ | ⑰ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۶۰/۱ | ⑱ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۲۷/۱ |
| الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۳۰۶/۱۲ | ⑲ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۲۲۹/۱ | ⑳ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۱۰۹ |
| ابن الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۲۳۵/۱ | ㉑ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۶۵/۱ | ㉒ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۶۳/۲ |
| ابن قنری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۶۷/۱ | ㉓ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۲۸ | ㉔ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۷۷ |
| المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۱۴/۳ | ㉕ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۳۶/۱ | |

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۱

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۷/۷

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۷/۷

④ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۳۶/۱

حدیث کا علم انھوں نے براہِ راست کبار صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ اکثر شائقینِ علم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے، آپ جہاں جاتے تھے مرجعِ خلافت بن جاتے۔ آپؐ کی اکثر مرویات روایاتِ بالمعنی ہوتی ہیں^①۔ آپ کے پاس احادیث کا مجموعہ بھی تھا^②۔

اخلاق و عادات: روحانی اور اخلاقی کمالات کے اعتبار سے حسن بصری زہد و ورع کا مجسم پیکر اور فضائلِ اخلاق کی عمدہ تصویر تھے۔ ابو بردہ فرماتے ہیں: ”میں نے کسی غیر صحابی کو حسنؓ سے زیادہ اصحابِ رسول ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔ خشیتِ الہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہر آن لرزاں رہتے تھے۔ بچپن سے ان کے دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا ولولہ موجزن تھا۔ آپؐ ظلم کی تلوار کے مقابلہ میں توبہ کی ڈھال استعمال کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ شور و فتن اور انقلابِ زمانہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے^③۔

وفات: آپ نے اٹھاسی سال کی عمر میں ۱۱۰ھ کو وفات پائی^④۔



① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۵/۲

② تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۵ مقالہ ہذا۔

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۶۳/۷ ④ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۳۸/۱

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۱

۶۔ محمد بن سیرین (م ۱۱۰ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام محمد بن سیرین اور کنیت ابو بکر ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سیرین جرجانیا ② کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق کے عہد خلافت میں عین التمر ③ کے معرکہ میں گرفتار ہوئے اور حضرت انسؓ بن مالک کی غلامی میں آگئے جنھوں نے ان سے بیس یا چالیس ہزار درہم لے کر انھیں آزاد کر دیا ④۔

آپ نے چونکہ حضرت انسؓ بن مالک کے دامن علم میں تربیت پائی تھی اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے تھے۔ اس لیے آپ ان کے علم و عمل کے وارث بنے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے صحابہ کرامؓ سے کسب فیض کیا ⑤۔

ہشام بن حسان کا قول ہے:

”أدرك الحسن البصري من أصحاب رسول الله ﷺ مائة وعشرين و

أدرك ابن سيرين ثلاثين منهم“ ⑥

* سوانح حیات کے لیے دیکھئے:

- | | | |
|---------------------------------------|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۷ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۵۲۰/۲ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۱۰ |
| ④ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۰۵ | ⑤ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۵۵/۱ | ⑥ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۹۰/۱ |
| ⑦ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۵۴/۲ | ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۸۰/۷ | ⑨ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۳۰۹ |
| ⑩ ابن حبان، المشاہیر، ص: ۸۸ | ⑪ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۵۵/۵ | ⑫ السعوی، مروج الذهب، ص: ۲۱۳/۳ |
| ⑬ خطیب بغدادی، التاریخ، ص: ۳۳۱/۵ | ⑭ الخطیب، السابق واللاحق، ص: ۱۴۱ | ⑮ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۶۳/۲ |
| ⑯ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۱۲۱۰/۱۵ | ⑰ ابن الجوزی، صلیۃ الصفوة، ص: ۲۴۱/۳ | ⑱ الشیرازی، طبقات الشہداء، ص: ۶۹ |
| ⑲ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۸۱/۴ | ⑳ الحمزی، تحفۃ الأشراف، ص: ۳۵۵/۱۳ | ㉑ النودی، تہذیب لآسماء، ص: ۸۲/۱ |
| ㉒ الذہبی، تاریخ الاسلام، ۱۹۲/۴ | ㉓ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۷۷/۱ | ㉔ الحمزی، تہذیب الکمال، ص: ۳۳۵/۱۶ |
| ㉕ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۶۰۶/۴ | ㉖ الذہبی، المعجم، ص: ۱۳۵/۱ | ㉗ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۷۷/۱ |
| ㉘ الصلبدی، الوانی بالوفیات، ص: ۱۳۶/۳ | | ㉙ الذہبی، الکاشف، ص: ۴۶/۳ |

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۷/۱

② جرجانیا: واسطہ اور بغداد کے درمیان نہروان کا ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۲۴/۵

③ عین التمر: عراق میں انبار کے قریب ایک شہر ہے، الحموی، معجم البلدان، ص: ۱۷۶/۴

④ ابن خلکان: وفيات الأعیان، ص: ۴۵۳/۴ ⑤ النودی، تہذیب لآسماء، ص: ۸۳/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۹ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۷

⑧ النودی، تہذیب لآسماء، ص: ۸۳/۱

حسن بصری نے ایک سو بیس صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جن میں ابن سیرین نے تیس صحابہ کرام سے شرف لقاء حاصل کیا۔

علم و فضل: آپ کے عہد کے بڑے بڑے علماء اور محدثین انھیں ان کے زمانہ کا ممتاز فاضل قرار دیتے تھے۔

ابن عون فرماتے ہیں: ”تمام دنیا میں تین اشخاص کا مثل نہیں ہے۔ عراق میں ابن سیرین، حجاز میں قاسم بن محمد اور شام میں رجاء بن حیوہ اور پھر ابن سیرین ان تینوں میں فائق تھے“^①۔

ابن حبان کا بیان ہے: ”محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متورع، فقیہ، فاضل، حافظ، متقی اور معبر خواب تھے“^②۔ امام نووی فرماتے ہیں: ”آپ تفسیر، حدیث، فقہ اور تعبیر رویا وغیرہ فنون کے امام تھے“^③۔

آپ کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات پر مشتمل ایک کتاب تھی^④۔ آپ روایت حدیث میں اتنے محتاط واقع ہوئے تھے کہ احادیث کو لفظاً روایت کرتے تھے تبہا معنی بیان کرنا کافی نہ سمجھتے تھے^⑤۔

اخلاق و عادات: آپ طبعاً نہایت خندہ جبین اور خوش مزاج تھے لیکن دل خشیت الہی سے لبریز تھا۔ انتہائی عبادت گزار تھے۔ ابن العماد الحنبلی کا بیان ہے: ”ابن سیرین کو علم اور عبادت دونوں میں انتہائی کمال حاصل تھا“^⑥۔

آپ مشتبہات سے اس قدر بچتے تھے کہ اس کے لیے بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر لیتے تھے^⑦۔

وفات: آپ ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلاء ہوئے اور شوال میں وفات پا گئے^⑧۔



① ابن حجر، تہذیب المعذیب، ص: ۲۱۶/۹

② ابن حجر، تہذیب المعذیب، ص: ۲۱۶/۹

③ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۳۵/۴

④ تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۶ مقالہ ہذا۔

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۴/۷

⑥ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۳۹/۱

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۸/۷ ⑧ النووی، تہذیب الأعمار، ص: ۸۴/۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۷/۱

۷۔ مکحول بن ابو مسلم (م ۱۱۳ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام مکحول بن ابو مسلم اور کنیت ابو عبد اللہ تھی ①۔ آپ کے نسب اور وطن کے بارے میں مصادر میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق آپ کا بل کے رہنے والے تھے ②۔ حافظ ابن حجر نے کئی ایک روایات بیان کی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عجمی النسل تھے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مصری یا ہذلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، یعنی عرب تھے ③۔ امام نوویؒ نے ان روایات کے مابین تطبیق دی ہے کہ آپ عجمی النسل اور کابلی الموطن تھے ④۔ علامہ ذہبی نے بھی ان کا مسکن کابل بتایا ہے ⑤۔

ابتدائی حالات: ابتدا میں آپ حضرت سعید بن العاص کے غلام تھے ⑥۔ علامہ ذہبی نے ابن زریر کا بیان نقل کیا ہے: ”مکحول کہا کرتے تھے کہ میں پہلے پہل سعید بن العاص کا غلام تھا۔ پھر اس نے مصر میں مجھے ہذیل کی ایک عورت کے لیے ہبہ کر دیا“ ④۔ لیکن ابن سعد نے نقل کیا ہے: ”امام مکحول فرماتے تھے کہ میں عمرو بن سعید کا غلام تھا، پھر انھوں نے مجھے ایک ہذلی کو دے دیا“ ⑧۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---|---------------------------------------|--------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۳/۷ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۵۸۳/۲ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۳۵ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۱۰ | ⑤ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۲۶ | ⑥ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۱/۸ |
| ⑦ ابو زرعة، التاریخ، ص: ۲۳۵/۱ | ⑧ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۲۵۲ | ⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۰۷/۸ |
| ⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۱۴ | ⑪ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۷۷/۵ | ⑫ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۵۳ |
| ⑬ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۱۳/۲ | ⑭ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۲۸۰/۵ | ⑮ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۵ |
| ⑯ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۵۰۷/۱ | ⑰ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۵۵/۵ | ⑱ الذہبی، المعجم، ص: ۱۳۰/۱ |
| ⑲ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۳۶/۱ | ⑳ الذہبی، میزان اعتدال، ص: ۱۵۵/۵ | ㉑ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۲۳۳/۱ |
| ㉒ ابن کثیر، البدلیۃ والنہلیۃ، ص: ۳۰۵/۹ | ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱۰ | ㉔ ابن تفری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۷۲/۱ |
| ㉕ الخزر جی، خلاصہ تہذیب، ص: ۳۸۶ | | |
| ① الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۷/۱ | ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵۳/۷ | |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۹/۱۰ | ④ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۱۳/۲ | |
| ⑤ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱ | | |
| ⑥ کیونکہ عمروؓ کے والد حضرت سعید بن العاص نے عہد عثمانی میں کابل کے بعض سرحدی علاقوں کو فتح کیا تھا ممکن ہے کہ آپ انہی معرکوں میں حضرت سعید کے غلام ہوں۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۳۲ | | |
| ⑦ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱ | ⑧ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۱۸ | |
| ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵۳/۷۔ ان دونوں اقوال کے مابین تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ آپ پہلے حضرت سعید بن العاص کے غلام تھے پھر بطور وراثت ان کے بیٹے عمروؓ کو ملے ہوں گے۔ | | |

آپ کو تحصیل علم کا فطری شوق تھا، چنانچہ غلامی ہی کے زمانہ سے آپ تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ پھر آزادی کے بعد آپ نے دنیائے اسلام کے تمام علمی مراکز کا سفر کرتے ہوئے تحصیل علم کیا۔ آپ کا بیان ہے کہ جب میں آزاد ہوا، اس وقت مصر کا تمام علم میں نے سمیٹ لیا اور اس وقت تک میں نے وہاں سے قدم باہر نہیں نکالا جب تک اپنے خیال کے مطابق وہاں کا سارا علم نہ سیکھ لیا، پھر عراق اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا تو اپنے خیال کے مطابق ان مقامات کا سارا علم حاصل کر لیا، پھر شام آیا تو یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا^①۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کی خاصی تعداد سے علم حاصل کیا۔ آپ کے بے شمار تلامذہ تھے^②۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث موجود تھیں^③۔

علم و فضل: آپ کو حدیث اور فقہ دونوں میں درجہ امامت حاصل تھا^④۔ امام زہری کا بیان ہے: ”عالم تین ہی ہیں: ان میں سے ایک مکحول ہیں“^⑤۔ ابن یونس کہتے ہیں: ”مکحول فقیہ اور عالم تھے اور ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے“۔ ابن عمار اور ابو حاتم کا متفقہ بیان ہے: ”مکحول اہل شام کے امام تھے“^⑥۔

اخلاق و عادات: آپ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی مزین تھے۔ انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد آپ کا نمایاں وصف تھا^⑦۔ آپ فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے۔ اگر اپنی رائے سے کسی مسئلہ کا جواب دیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے یہ میری رائے ہے جو صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی^⑧۔

وفات: ابوسہر اور ایک جماعت کے مطابق آپ ۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ اور ابو نعیم اور دحیم نے آپ کا سال رحلت ۱۱۲ھ بتایا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اور اقوال بھی ملتے ہیں^⑨۔



① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۵/۱ ③ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۱۱۳/۱

④ تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۸

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۱/۱۰

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۵/۱ ⑧ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۱۱۳/۱

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۵۲/۷

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۱/۱۰

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۱/۱۰ ⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱ ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۵۲/۷

۸۔ ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام محمد بن مسلم اور کنیت ابو بکر ہے اور نسب نامہ یہ ہے: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الزہری القرشی۔ قریش کے مشہور قبیلہ بنو زہرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے ”زہری“ کے لقب سے معروف ہیں اور اپنے دادا شہاب بن حارث کی وجہ سے ”ابن شہاب“ کے لقب سے مشہور ہوئے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کے جد امجد عبد اللہ بن شہاب آغاز اسلام سے ہی آنحضرت ﷺ کے سخت دشمن تھے اور جنگ بدر و جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ تھے ②۔ آپ ۱۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ذہانت، زکاوت اور قوتِ حافظہ بے مثال تھی۔ ایک مرتبہ جو بات سن لی، وہ ہمیشہ کے لیے لوحِ قلب پر نقش ہو جاتی تھی۔

امام ذہبیؒ نے نقل کیا ہے:

”امام زہریؒ کی یادداشت کا کمال یہ ہے کہ آپ نے اسی (۸۰) دن کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا“ ③۔
آپ نے طلبِ علم میں بہت زیادہ کوششیں کیں۔ آپ کا اپنا بیان ہے: ”میں نے سعید بن مسیب کے حلقہ درس میں مسلسل آٹھ برس حاضری دی ہے“ ④۔

ابوزناد کہتے ہیں:

”ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لیے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے“ ⑤۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--|--------------------------------------|-------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۸۸/۲ | ② ابن معین، التاريخ، ص: ۵۳۸/۲ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۶۱ |
| ④ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۳۴ | ⑤ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۲۰/۱ | ⑥ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۴۷۲ |
| ⑦ الفسوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۶۲۰/۱ | ⑧ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۸۹/۷ | ⑨ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۶۰/۳ |
| ⑩ الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۳ | ⑪ ابن الجوزی، صفة الصفوة، ص: ۷۷/۲ | ⑫ النوی، تہذیب الاسماء، ص: ۹۰/۱ |
| ⑬ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۳۲/۴ | ⑭ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱ | ⑮ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۶/۵ |
| ⑯ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۲۶/۵ | ⑰ الذہبی، المعجم، ص: ۱۵۸/۱ | ⑱ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۲۴/۵ |
| ⑲ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۳۳/۹ | ⑳ ابن الجزری، غایۃ النہایہ، ص: ۲۶۲/۲ | ㉑ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۰۷/۲ |
| ㉒ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۵/۹ | ㉓ ابن تہری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۲۹۴ | ㉔ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۵۹ |
| ㉕ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۶۲/۱ | | |

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۵/۹ ② الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱ ③ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۳۶/۵

④ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۳۲/۴

⑤ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۱۰/۱

⑥ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۲۲/۵

⑦ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۹/۱

آپ نے کبار صحابہؓ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت محمود بن ربیعؓ اور سعید بن مسیبؓ، ابو امامہؓ بن سہل اور اس طبقہ کے دوسرے کبار تابعین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے عقیلؓ، یونسؓ، زبیدیؓ، صالح بن کیسانؓ، معمرؓ، اوزاعیؓ، لیثؓ، مالک اور دوسرے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے ①۔ آپ نے حصول علم کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا، پہلے شام گئے۔ پھر مصر کا سفر کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کا بھی کئی مرتبہ سفر کیا ②۔

علم و فضل: آپ کا ذوق ہمہ گیر تھا۔ اس وجہ سے انھیں جملہ علوم و فنون میں یکساں دسترس حاصل تھی۔ آپ جس فن پر بھی گفتگو فرماتے معلوم ہوتا تھا کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔ امام لیث بن سعد کا بیان ہے:

”میں نے زہریؒ سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی، جب وہ ترغیب و ترہیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں، جب عرب اور انساب عرب پر روشنی ڈالتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے“ ③

امام معمرؒ کا قول ہے:

”جن جن فنون میں ان کو ادراک تھا ان میں وہ اپنا مثل نہیں رکھتے تھے“ ④

غرضیکہ امام زہریؒ کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علماء اور ارباب کمال میں مسلم تھا۔ ایوب سختیانی کہتے تھے:

”میں نے زہریؒ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ صخر بن جویریہ نے پوچھا: ”حسن بصری کو بھی نہیں“،

انھوں نے پھر وہی جواب دیا کہ ”میں نے زہریؒ سے بڑا کسی کو نہیں دیکھا“ ⑤۔

نیز امام مکحول فرماتے ہیں:

”ما رأیت أحداً أعلم بسنة ماضية من الزهري“ ⑥

میں نے گذشتہ سنت کے بارے میں زہریؒ سے زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔

قرآن و حدیث اور فقہ میں آپ کو کمال درجے کی دسترس حاصل تھی۔ خصوصاً حدیث میں انھیں خاص ذوق تھا۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۴۶/۹ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱ ③ حارث، الامام الزہری و أثرہ، ص: ۹۸

④ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۵۵۱/۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۹/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۴۶/۹

⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۴۶/۹

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۸۹/۲ ⑨ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۷۵/۱۱ ⑩ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۴۶/۹

ابن مدینی کا بیان ہے:

”حجاز میں ثقافت کا سارا علم زہری اور عمرو بن دینار کے درمیان تقسیم تھا“^①۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

”زہری سے دو ہزار دو سو احادیث مروی ہیں، ان میں سے نصف مسند ہیں“^②۔

عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

”ما رأیت أحداً أنص للحديث من الزهري“^③

میں نے زہری سے زیادہ حدیث میں کسی کو انص نہیں دیکھا۔

آپ نے سنن رسول ﷺ کے ساتھ سنن صحابہؓ خصوصاً مدینہ کے جملہ سنن کو قلم بند کر لیا تھا۔
صالح بن کیسانؒ بیان کرتے ہیں:

”اجتمعت أنا والزهري ونحن نطلب العلم فقلنا نكتب السنن فكتبت ما جاء

عن النبي قال نكتب ما جاء عن أصحابه فإنه سنة قلت أنا لا ليس بسنة

فلا نكتبه قال فكتب ولم أكتب فأنجح وضيعت“^④

میں تحصیل علم میں زہری کے ساتھ تھا۔ ہم نے کہا ہم سنن لکھیں گے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنن لکھ لی تو زہری نے کہا، ہم سنن صحابہؓ کو بھی لکھیں گے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔ میں نے کہا میں تو نہیں لکھوں گا کیونکہ یہ سنت نہیں ہے۔ زہری نے انھیں لکھ لیا، وہ کامیاب رہے اور میں نے موقع ضائع کر دیا۔

اسی لیے امام شافعیؒ نے کہا تھا:

”لولا الزهري ذهب السنن من المدينة“^⑤

اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ کے سنن ضائع ہو جاتے۔

امام زہریؒ فقہ میں بھی بہت بلند پایہ رکھتے تھے۔ مدینہ کے سات فقہاء کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا^⑥۔

جعفر بن ربیعہ کا بیان ہے:

”میں نے عراق بن مالک سے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعید بن مسیبؒ

عروہؒ اور عبد اللہ بن عبد اللہ۔ یہ نام گنوانے کے بعد کہا، میرے نزدیک زہری ان سب سے بڑے عالم تھے۔

اس لیے کہ انھوں نے ان سب کا علم اپنے عمل میں شامل کر لیا تھا“^⑦۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۱/۱ ② ابن حجر، تہذیب المعجز، ص: ۴۴۷/۹

③ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۳۳/۵ ④ ابن حجر، تہذیب المعجز، ص: ۳۳۳/۵

⑤ النود، تہذیب الأسماء، ص: ۹۱/۱ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۷/۵

⑦ ابن حجر، تہذیب المعجز، ص: ۴۴۸/۹ ⑧ ابن خلکان، وفيات الأعيان، ص: ۳۲/۳

اس فقہی کمال کی بدولت امام زہریؒ مدینہ کی مجلس افتاء کے مسند نشین تھے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ محمد بن نوح نے فقہی ترتیب سے ان فتاویٰ کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے ①۔

اخلاق عادات: آپ بڑے فیاض اور سیر چشم تھے۔ جب انہیں کوئی رقم ہاتھ آ جاتی، تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتے تھے۔ امام عمرو بن دینار فرماتے ہیں:

”میں نے درہم و دینار کو زہریؒ کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا۔ وہ اس کو میٹگنی سے زیادہ نہ سمجھتے تھے“ ②۔

امام لیثؒ کا بیان ہے:

”آپ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے“ ③۔

آپ حد درجہ کے عبادت گزار تھے، منکدر بن محمد کہتے ہیں:

”رأيت بين عيني الزهري أثر السجود“ ④

میں نے زہریؒ کے ماتھے پر سجدے کے نشان دیکھے ہیں۔

امام مالکؒ کہا کرتے تھے:

”وكان تقيا ماله في الناس نظير“ ⑤

آپ متقی تھے، لوگوں میں آپ کا مثل کوئی نہیں تھا۔

وفات: آپ کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق آپ نے ۱۲۴ھ کو وفات پائی۔ اور یہی روایت صحیح ہے ⑥۔ اس کے علاوہ ۱۲۳ھ اور ۱۲۵ھ کی روایات بھی ہیں ⑦۔



① ابن القیم، أعلام الموقعین، ص: ۳۱/۱

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۹/۱

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۹/۱

④ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۱۳۶/۵

⑤ الخضر جی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۵۹/۲

⑥ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۴۷/۹ ⑦ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۲۱/۱

⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۰/۹

۹۔ محمد بن اسحاق (م ۱۵۲ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ نسب نامہ محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار ہے، آپ کے دادا یسار، قیس بن مخرمہ بن مطلب کے مولیٰ تھے اور اسی نسبت ولاء کی وجہ سے ”مطلبی“ کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۸۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، آپ کو حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے اپنے والد اسحاق اور چچا موسیٰ کے علاوہ فاطمہ بنت منذر، قاسم، عطاء، اعرج، زہری اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے جریر بن حازم، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد اور متعدد اہل علم نے روایت کی ہے ②۔

علم و فضل: محدثین کے درمیان یہ امر طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مغازی اور جنگی کارناموں میں ابن اسحاق کی طرف ہی رجوع کیا جاتا ہے ③۔ آپ نے ”المغازی“ کے نام سے سیرت کی ایک کتاب تالیف کی ہے ④۔

امام ذہبی نقل کرتے ہیں:

”ابن اسحاق علم کا خزانہ اور مغازی اور سیر کے علم میں ماہر ہیں۔ آپ حدیث کو زیادہ ضبط کرنے والے نہیں تھے، اس لیے ان کی حدیث صحت کے درجہ سے گر گئی ہے ورنہ فی نفسہ آپ صدوق اور پسندیدہ ہیں“ ⑤

امام شعبہ کہتے ہیں:

”ابن اسحاق أمیر المؤمنین فی الحدیث“ ⑥

ابن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔

امام زہری کا قول ہے:

”لا يزال بالمدينة علم جم ما كان فيهم محمد بن اسحاق“ ⑦

مدینہ میں بہت زیادہ علم رہے گا جب تک ان میں محمد بن اسحاق موجود ہیں۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|-----------------------------------|------------------------------------|--------------------------------------|
| ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۲۱/۷ | ⑤ ابن معین، تاریخ، ص: ۵۰۳/۲ | ⑥ ابن الخطاط، تاریخ، ص: ۳۲۶ |
| ابوزرعہ، تاریخ، ص: ۲۷۸/۱ | ⑤ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۹۱ | ⑥ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۲۷/۲ |
| ابن حبان، المشاہیر، ص: ۱۳۹ | ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۰/۱ | ⑥ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۱۰۳/۳ |
| الذہبی، تاریخ الاسلام، ۶/۲۷۵ | ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱/۱۷۲ | ⑥ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۳/۷ |
| الذہبی، المعجم، ص: ۲۱۶/۱ | ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۶۸/۳ | ⑥ الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۸۸/۲ |
| ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۳۳/۲ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۹ | ⑥ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۷۵ |
| ابن عمار، شذرات الذہب، ص: ۲۳۰/۱ | | |
-
- | | | | |
|----------------------------------|-----------------------------------|-----------------------------------|-----------------------------------|
| ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۲ | ② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵ | ③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۱۷ | ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۹ |
| ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰/۹ | | |
| ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳ | ⑧ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵ | ⑨ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۵ | |

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

① "لو كان لي سلطان لأمرت ابن اسحاق على المحدثين"

اگر میں بادشاہ ہوتا تو ابن اسحاق کو تمام محدثین پر امیر مقرر کر دیتا۔

اس مقام و مرتبہ کے باوجود بعض علماء نے آپ پر تنقید کی ہے۔ یحییٰ بن معین سے مروی ہے:

② "ثقة لكن ليس بحجة"

ابن اسحاق ثقہ ہیں لیکن قابلِ حجت نہیں

ابن مہدی کہتے ہیں:

③ "كان يحيى بن سعيد الانصاري و مالك يجرحان محمد بن اسحاق"

یحییٰ بن سعید انصاری اور مالک، محمد بن اسحاق پر جرح کرتے تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

④ "يا أهل العراق لا يفت عليكم بعد محمد بن اسحاق أحد"

اے اہل عراق! محمد بن اسحاق کے بعد کوئی تم پر بے ہودہ گوئی نہ کرے۔

یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں:

⑤ "تركت ابن اسحاق عمداً فلم أكتب عنه"

میں نے عمداً ابن اسحاق سے لکھنا چھوڑ دیا، اب میں ان سے نہیں لکھتا ہوں۔

بعض کا خیال ہے کہ ابن اسحاق عقیدہ قدر کی طرف مائل تھے۔ امام ذہبی ان آراء پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلبت الذي استقر عليه الأمر أن ابن اسحاق صالح الحديث وأنه في المغازی أقوى

منه في الأحكام....." ⑥

میرا خیال ہے کہ اس امر پر اتفاق ہوا ہے کہ ابن اسحاق حدیث میں قابل اعتبار تھے اور احکام کی بہ نسبت مغازی میں زیادہ قوی تھے۔

وفات: ایک جماعت کے قول کے مطابق ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے، بعض نے تاریخ وفات ۱۵۲ھ بھی بتائی ہے ④۔



② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۵۵

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۳

③ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۵۵

④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۵۵

⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶

⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۷۶ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۷۳

۱۔ ابن جریج (م ۱۵۰ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اور کنیت ابو الولید اور ابو خالد ہے۔ آپ رومی الاصل ہیں ①۔

ابتدائی حالات: بعثت نبوی سے بہت پہلے مکہ مکرمہ میں متعدد رومی غلام خاندان تھے، غالباً ان ہی میں ابن جریج کا خاندان بھی تھا۔ آپ مکہ میں ہی ۷۰ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ مگر انہیں ان کی صحبت اختیار کرنے کا شرف حاصل نہ ہو سکا ②۔ ابتدا میں آپ کو شعر و ادب سے دلچسپی تھی، اس لیے انھوں نے اپنی جوانی کا پورا وقت اسی میں گزار دیا، بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح کے حلقہ حدیث میں ستر برس تک کسب فیض کیا ③۔

اتنی مدت تک ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی ان کے جذبہ طلب علم کو تسکین نہیں ہوئی اور سات برس تک مکہ کے ممتاز شیخ عمرو بن دینار سے علم حاصل کیا پھر مکہ سے نکل کر مدینہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام، اور مصر کی خاک چھانی اور وہاں کے تمام ممتاز شیوخ سے استفادہ کیا ④۔

علم و فضل: آپ کے شیخ عطاء بن ابی رباح ان کو اہل حجاز کا سردار کہتے تھے ⑤۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ”آپ علم کا خزانہ تھے“ ⑥۔ علم تفسیر میں اگرچہ آپ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح سے بہ حصہ وافر مستفید ہوئے تھے مگر مفسرین نے ان کی تفسیر پر زیادہ اعتماد نہیں کیا۔

امام سیوطی رقمطراز ہیں:

”ان ابن جریج لم يقصد الصحة وإنما روى ما ذكر في كل آية من الصحيح والسقيم“ ④
ابن جریج نے تفسیر میں زیادہ صحت کا اہتمام نہیں کیا۔ وہ ہر آیت کی تفسیر میں صحیح اور کمزور روایات نقل کر دیتے ہیں۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۳۰/۸ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۲۷۱/۲ |
| ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۸۳ | ④ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۸/۲ |
| ⑤ الرازی، المرح والتحدیل، ص: ۳۵۶/۵ | ⑥ ابن حبان، الشاہیر، ص: ۱۳۵ |
| ⑦ الذہبی، البیہر، ص: ۲۱۳/۱ | ⑧ ابن خلکان، وفيات الأعيان، ص: ۱۶۳/۳ |
| ⑨ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵۰۸/۵ | ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۰/۱۰ |
| ⑪ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۲۵/۶ | ⑫ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۶/۶ |
| ⑬ ابن الجزری، غایۃ النہایہ، ص: ۴۶۹/۱ | ⑭ ابن حجر، تقریب الجہدیب، ص: ۵۲۰/۱ |
| ⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ | ⑯ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ |
| ⑰ ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۴۰۴/۶ | ⑱ ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۴۰۴/۶ |
| ⑲ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۸۵/۲ | ⑳ ابن العساکر، شذرات الذہب، ص: ۲۲۸/۱ |
| | ㉑ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ |

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابن جریج کا علم تفسیر کا ماخذ زیادہ تر اسرائیلی روایات پر تھا اس لیے امام ابن جریر الطبری نے نصاریٰ کے بارے میں جو روایات درج کی ہیں ان میں سے بیشتر ابن جریج کے ذریعہ سے مروی ہیں^(۱)۔

علم حدیث میں بھی انھیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ابن المدینی کہتے ہیں: ”حدیث کی روایات کا انحصار چھ اشخاص پر ہے۔ پھر ان اشخاص کا علم ان لوگوں کے مابین سمٹ گیا جنھوں نے علم حدیث کی تدوین کی اور ان میں سے ابن جریج بھی ہیں“^(۲)۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ”..... ابن جریج اور سعید بن ابی عروبہ نے علم حدیث پر سب سے پہلے کتب لکھیں“^(۳)۔ آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا^(۴)۔

بعض معاصرانہ نے ان پر جرح بھی کی ہے اور ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ابن جریج کی روایات کیسی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ضعیف۔ اس نے پھر پوچھا کہ اگر وہ ”أخبرنی“ کے لفظ سے روایت کریں؟ تو انھوں نے جواب دیا یہ کوئی چیز نہیں ہے، ان کی روایات بہر حال ضعیف ہیں۔ امام ابو زرعہ اور امام مالک نے بھی ان کی روایات کی تضعیف کی ہے^(۵)۔

ان اقوال میں کسی حد تک مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم امام یحییٰ بن معین اور امام ذہبی کی آراء زیادہ معتدل اور محتاط ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ”ابن جریج نے جو روایات اپنی تحریر کی مدد سے بیان کی ہیں وہ قابل اعتماد ہیں“^(۶)۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: ”ابن جریج کی زبانی روایات وہی معتبر ہیں جن میں ”حدثنی“ یا ”سمعت“ کے الفاظ ہوں“^(۷)۔ علامہ ذہبی ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں ابن جریج پختہ کار عالم ہیں لیکن تدلیس^(۸) کے عادی ہیں^(۹)۔

اخلاق و عادات: آپ علم کے ساتھ حد درجہ کے عبادت گزار اور کثرت سے روزے رکھتے۔ ہر ماہ صرف تین ایام کا روزہ چھوڑتے تھے۔ طبیعت بہت رقیق اور اثر پذیر تھی۔ عبدالرزاق کا بیان ہے: ”ابن جریج بالوں میں سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے اور بیش قیمت عمدہ خوشبو استعمال کیا کرتے تھے اور حد درجہ کے سخی واقع ہوئے تھے“^(۱۰)۔

وفات: آپ نے ساری زندگی جو احرام میں گزار دی مگر آخری عمر میں بصرہ چلے گئے تھے۔ آپ نے ذوالحجہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی^(۱۱)۔

① السیوطی، الاتقان، ص: ۱۸۵/۲ ② ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۴۰۴/۶

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱ ④ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۴۲ مقالہ ہذا۔

⑤ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۴۰۴/۶ ⑥ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۴۰۶/۶

⑦ اصول حدیث کی اصطلاح میں سند کے عیب کو مخفی رکھنا اور ظاہری شکل کو حسین بنادینا ”تدلیس“ کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں: تدلیس الاسناد اور تدلیس الشیوخ۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۷۳

⑧ الذہبی، ذکر اسماء من تکلم فیہ و هو ثقة، ص: ۱۲۵/۵ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۱/۱ ⑩ ابن الجوزی، منقذ العسوة، ص: ۲۳/۲

⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۱/۱

۲۔ معمر بن راشد (م ۱۵۳ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام معمر بن راشد اور کنیت ابو عروہ ہے۔ عرب کے مشہور قبیلہ بنو ازد کی طرف نسبت ولاء کے باعث ازدی کہلاتے ہیں ①۔ ابتدائی حالات: آپ ۹۵ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے ایک شخص عبد السلام بن عبد القدوس کے غلام تھے۔ جسے قبیلہ ازد کی حدان نامی شاخ سے نسبت ولاء حاصل تھی ②۔

بعد ازاں آپ یمن میں مستقل رہائش پذیر ہو گئے۔ اور وہاں ہام بن منبہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بے شمار علماء سے مستفید ہوئے ③۔

علم و فضل: ابن جریج اپنے تلامذہ سے فرمایا کرتے تھے:

”علیکم بمعمر فإنه لم یبق فی زمانہ أعلم منه“ ④

معمرؒ کی مجلس کو پکڑو اس لیے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے۔

امام احمد رقمطراز ہیں:

”لیس تضم معمرأ إلى أحد إلا وجدته فوقه“ ⑤

تم جس کے ساتھ بھی معمرؒ کا موازنہ کر کے دیکھو معمرؒ کو اس سے فوقیت ہی حاصل ہوگی۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

”معمر أثبت الناس فی الزهری“ ⑥

زہری سے جتنے بھی علم حدیث حاصل کرنے والے ہیں معمرؒ ان سب سے زیادہ پختہ ہیں۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|-----------------------------------|--------------------------------------|---|
| ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۵۴۶/۵ | ① ابن خیاط، التاريخ، ص: ۴۲۶ | ② ابن معین، التاريخ، ص: ۵۵۷/۲ |
| ابن الخياط، الطبقات، ص: ۲۲۸ | ③ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۱۵/۲ | ④ ابن حبان، مشاهیر علماء بلاد مصر، ص: ۱۹۲ |
| ابن قتیبة، العارف، ص: ۵۰۶ | ⑤ الفسوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۱۵۷/۳ | ⑥ ابو ذرعة، التاريخ، ص: ۱۵۷/۱ |
| ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵۹۳/۵ | ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۵/۸ | ⑧ النووی، تهذیب الاسماء، ص: ۱۰۷/۲ |
| الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۰/۱ | ⑨ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۵/۷ | ⑩ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۹۳/۶ |
| الذہبی، المعجم، ص: ۲۲۰/۱ | ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۳/۴ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۲ |
| ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۶/۲ | ⑬ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۸۲ | ⑭ الخزرجی، خلاصة تہذیب، ص: ۳۸۴ |
| ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۲۳۵/۱ | | |

- | | | |
|----------------------------------|-------------------------------------|---|
| ① الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۰/۱ | ② ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۲۳۵/۱ | ③ ابن الاثیر، الملباب فی الانساب، ص: ۴۷/۱ |
| ④ الذہبی، المعجم، ص: ۲۲۱/۱ | ⑤ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۳۰۳/۱ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۵/۱۰ |
| ⑦ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۰/۱ | ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۸۸/۳ | |

امام عجل کا قول ہے:

”بصری سكن اليمن ثقة رجل صالح“^①

بصرہ کے رہنے والے نے یمن میں سکونت اختیار کر لی تھی، ثقہ اور نیک انسان تھے۔

امام نسائی کہتے ہیں:

”هو ثقة مأمون“^② (وہ ثقہ اور مامون ہیں)

آپ نے حضرت قتادہؓ سے سماع حدیث صرف چودہ برس کی عمر میں کیا، آپ کا بیان ہے:

”سمعت من قتادة ولي اربع عشرة سنة فما سمعته اذ ذاك كأنه مكتوب في

صدري“^③

میں نے قتادہ سے چودہ برس کی عمر میں سماع حاصل کیا تھا اور میں نے ان سے اس وقت جو کچھ سنا تھا وہ گویا میرے

قلب پر نقش ہو گیا تھا۔

آپ کو علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم و فنون میں خاصا کمال تھا، ہزاروں احادیث آپ کو یاد تھیں۔ آپ کے پاس ایک

مجموعہ حدیث بھی تھا^④۔ آپ ملک یمن میں حدیث لکھنے والے پہلے مصنف ہیں^⑤۔ اور بے شمار تلامذہ نے آپ سے کسب فیض کیا^⑥۔

امام عبدالرزاق بن ہمام کا بیان ہے:

”كتبت عن معمر عشرة آلاف حديث“^⑦

میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں۔

وفات: آپ نے ۱۵۳ھ کو اٹھاون برس کی عمر میں وفات پائی^⑧۔



① الخرزجی، خلاصۃ تذهیب، ص: ۳۸۴ ② الخرزجی، خلاصۃ تذهیب، ص: ۳۸۴

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۰/۱ ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۴/۴

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۱/۱ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۱/۱

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۵/۱۰ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۱/۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۱/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۵/۱۰

۳۔ سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام سعید بن ابی عروبہ اور کنیت ابو نصر ہے۔ بنو عدی کا مولیٰ ہونے کی وجہ سے عدوی کہلاتے ہیں ①۔

ابتدائی حالات: آپ حضرت انس بن مالک کی حیات میں پیدا ہوئے۔ بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ آپ نے حسن بصری، ابن سیرین، ابو نصرہ عبدی، قتادہ اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حاصل کیا اور آپ سے بشر بن مفضل، بن علیہ غندر، یحییٰ بن سعید وغیرہ بہت سے لوگ مستفید ہوئے ②۔

علم و فضل: علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے:

”أن سعيد بن عروبة كان أول من صنف العلم بالبصرة“ ③

سعید بن عروبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں علم کو تصنیف کیا۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں:

”هو أول من صنف الأبواب بالبصرة“ ④

سعید بن عروبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں ابواب پر حدیث کی کتاب تصنیف کی۔

ابو عوانہ کہتے ہیں:

”ما كان عندنا في ذلك الزمان أحد أحفظ من سعيد بن أبي عروبة“ ⑤

ہمارے پاس اس زمانہ میں سعید بن ابی عروبہ سے کوئی بڑا حافظ (حدیث) نہیں ہے۔

ابن معین کا قول ہے:

”أثبتهم في قتادة سعيد والد ستوائى و شعبة“ ⑥

سعید (بن ابی عروبہ) دستوائی اور شعبہ، قتادہ سے علم حدیث روایت کرنے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---|--|------------------------------------|
| ① ابن معین، التاريخ، ص: ۲۰۴/۲ | ② البخاری، تاریخ الکبیر، ص: ۵۰۴/۲ | ③ ابو زرہ، التاريخ، ص: ۳۰۴/۱ |
| ④ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۶۱/۳ | ⑤ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۵۸ | ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۵/۴ |
| ⑦ السالکی، طبقات علماء الحديث، ص: ۲۷۶/۱ | ⑧ المزنی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۴۱ | ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۱/۲ |
| ⑩ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۰۲/۱ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۴/۴ | |
| ⑫ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱۷۷/۱ | ⑬ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱۷۷/۱ | |
| ⑭ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۴/۳ | ⑮ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱۷۷/۱ | |
| ⑯ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۴/۳ | ⑰ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۴/۳ | |

نیز آپ کا قول ہے:

① "سعيد ثقة"

سعيد ثقہ ہیں۔

ابوزرعه فرماتے ہیں:

② "ثقة مأمون"

(سعيد بن ابی عروبہ) ثقہ اور غلطی سے پاک ہیں۔

امام ذہبی نے بیان کیا ہے:

③ "لبعض کے نزدیک وفات سے دس سال پہلے ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا"

اس لیے امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

④ "هو ثقة قبل أن يختلط وكان أعلم الناس بحديث قتادة"

وہ (سعيد بن ابی عروبہ) حافظہ کے اختلاط سے قبل ثقہ تھے اور قتادہؓ کی مرديات کے سب سے بڑے عالم تھے۔

آپ کے پاس تحریری طور پر ایک مجموعہ حدیث تھا ⑤۔

وفات: آپ نے ۱۵۶ھ میں وفات پائی ⑥۔



① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۳

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۳

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۸

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۷

⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۴۹ مقالہ ہذا۔

⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۴۰۳ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۷۸

۴. عبد الرحمن بن عمرو الأوزاعی (م ۱۵۸ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو عمر اور نام عبد الرحمن بن عمرو بن محمد الأوزاعی ہے۔ آپ دمشق میں رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث تھے۔ بعلبک ① میں ۸۸ھ کو پیدا ہوئے اور انتہائی تنگ دستی میں بحالت یتیمی اپنی والدہ کی گود میں بقاع نامی بستی میں پرورش پائی ②۔ اوزاعی کی وجہ نسبت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

ابوزرعة الدمشقی کا قول ہے: ”آپ کا نام عبد العزیز تھا جسے آپ نے بدل دیا اور اپنا نام عبد الرحمن رکھ لیا۔ آپ اصل میں سندھ کے قیدی تھے۔ آپ نے اوزاع (نامی بستی) میں قیام کیا اور یہی نام آپ پر غالب ہو گیا“ ③۔ امام بخاری کی بھی یہی رائے ہے ④۔ جبکہ ابن سعد کا کہنا ہے: ”اوزاعی ہمدان کا ایک گروہ (قبیلہ) ہے، چونکہ آپ کا تعلق اس گروہ سے تھا لہذا اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو اوزاعی کہتے ہیں“ ⑤۔ یاقوت الحموی نے آپ کا قبیلہ ذوالکلاع بتایا ہے ⑥۔

ابتدائی حالات: بچپن میں ہی والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ کی والدہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے ان کو شہر بہ شہر لئے پھرتی تھیں۔ اس لیے ان کی نشوونما کسی ایک جگہ نہیں ہوئی ⑦۔ مصادر میں آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور بچپن کے حالات و کوائف کے بارے میں

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--------------------------------------|---|---|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۸۸/۷ | ② ابن معین، تاریخ، ص: ۲/۲۵۳ | ③ ابن خیاط، التاريخ، ص: ۲۲۸ |
| ④ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۵/۳۲۶ | ⑤ ابوزرعة، تاریخ ابی زرعة، ص: ۲/۱۲۵ | ⑥ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۲۹۶ |
| ⑦ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۲/۳۹۰ | ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵/۲۶۶ | ⑨ ابن حبان، مشاہیر علماء الا مصاد، ص: ۱۸۰ |
| ⑩ ابن النديم، المعجم ست، ص: ۳۰۴ | ⑪ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۶/۱۳۵ | ⑫ الحمیدی، جذوة القتب، ص: ۲۳۳ |
| ⑬ اسمعانی، الا نساب، ص: ۲/۵۲ | ⑭ الفسوی، بغیة الملتبس، ص: ۲۹۴ | ⑮ ابن خلکان، وفيات لا عیان، ص: ۳/۱۰۶ |
| ⑯ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۶/۲۵۵ | ⑰ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۷۸ | ⑱ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۱۰۷ |
| ⑲ الذہبی، المعجم، ص: ۱/۲۲۶ | ⑳ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۵۸۰ | ㉑ المصنفی، الوافی بالوفیات، ص: ۵/۲۳۳ |
| ㉒ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۳۳۳ | ㉓ ابن کثیر، البدایة والنهاية، ص: ۱۰/۱۲۳ | ㉔ ابن حجر لسان المیزان، ص: ۶/۵۵ |
| ㉕ الخزرجی، خلاصة تذهیب، ص: ۲۳۲ | ㉖ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱/۲۳۱ | ㉗ القنوجی، التاج المکمل، ص: ۶۳ |
- ① بعلبک: شام کا ایک مشہور شہر ہے۔ جہاں حضرت الیاس مبعوث ہوئے تھے، معبد بعل اسی شہر میں تھا، حضرت سلیمان نے یہ شہر بلقیس کو مہر میں دے دیا تھا، آج کل فلسطین میں ریاست اسرائیل کا ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۲۵۳
- ② الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۱۷۸ ③ ابن کثیر، البدایة، ص: ۱۰/۱۲۳ ④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۷/۱۰۷
- ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۲۳۹ ⑥ ابن خلکان، وفيات لا عیان، ص: ۳/۱۰۶
- ⑦ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۱/۲۲۶ ⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۸۸
- ⑨ الحموی، معجم البلدان، ص: ۱/۲۸۰ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۲۳۹
- ⑪ ابن کثیر، البدایة والنهاية، ص: ۱/۱۲۶

کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ نے تابعین کی ایک کثیر تعداد سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ جن میں عطاء بن ابی رباح، قاسم بن مخیر، شداد بن عمار، زہری وغیرہ شامل ہیں، آپ سے شعبہ، عبداللہ بن مبارک، ولید بن مسلم، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے کسب فیض کیا ①۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”أدرک خلقاً من التابعین“ ②

تابعین کی ایک کثیر تعداد کی انھوں نے صحبت اٹھائی ہے۔

علم و فضل: آپ اہل شام کے مرجع اور مفتی اعظم تھے۔ بہت عرصہ تک اہل شام میں آپ کی پیروی جاری رہی۔ اہل شام کے ساتھ اہل اندلس میں بھی حکم بن ہشام کے دور تک آپ کے فتاویٰ کی اتباع ہوتی رہی ③۔

ائمہ اربعہ کی طرح آپ بھی اس وقت کے امام متبوع رہے۔ عبدالرحمن بن مہدی اسی لیے کہا کرتے تھے کہ ”آپ امام فی السنة ہیں“ ④۔ آپ کے پاس حدیث کی کچھ کتب تھیں ⑤۔ اسماعیل بن ابی عیاش کا قول ہے:

”سمعتهم يقولون سنة اربعین و مائة الأوزاعی الیوم عالم الأمة“ ⑥

۱۲۰ھ میں، میں نے علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام اوزاعی آج پوری امت کے عالم ہیں۔

امام خربہبی کا قول ہے:

”کان الأوزاعی أفضل أهل زمانه“ ⑦

امام اوزاعی اپنے اہل زمانہ سے افضل ہیں۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

”الأوزاعی إمام عصره عموماً و إمام أهل الشام خصوصاً“ ⑧

امام اوزاعی اہل زمانہ کے عموماً اور اہل شام کے خصوصاً امام ہیں۔

امام مالک فرماتے ہیں:

”امام اوزاعی ان ائمہ میں سے ہیں جن کی اقتدا کی جاسکتی ہے“ ⑨

اخلاق و عادات: آپ سیرت و کردار میں صحابہ کرامؓ و تابعین کا نمونہ تھے، زہد و قناعت، سخاوت، حق گوئی و بے باکی، وعظ و پند اور امت کے لیے خیر خواہی یہ سب ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ آپ نے امراء و خلفاء کے سامنے جرأت و حق گوئی کا متعدد بار ثبوت دیا ہے ⑩۔

② ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۲۶/۱

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۸/۱

③ الترمذی، الإكمال فی اسماء الرجال، ص: ۶۲۸

③ ابن حجر، تہذیب العذب، ص: ۲۳۲/۶

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۹/۱

⑤ دیکھیے صفحہ نمبر ۳۵۳ مقالہ ہذا

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۸۰/۱

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۹/۱

⑩ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۲۶/۱

① ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۲۵/۱

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

”كان الأوزاعي رحمه الله كثير العبادة حسن الصلاة ورعا ناسكا طویل الصمت“ ①۔

اوزاعی رحمہ اللہ کثرت عبادت، نماز کی خوبی، پرہیزگاری اور طویل خاموشی میں ممتاز تھے۔

ابوسہر کا قول ہے:

”كان اوزاعي يحيى الليل صلاة قرآنا و بكاء“ ②

اوزاعی رونے اور قرآن کی تلاوت اور نماز میں رات ختم کر دیا کرتے تھے۔

نماز میں اس قدر روتے تھے کہ مصلیٰ تر ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک عورت آپ کی بیوی سے ملنے آئی، اس نے دیکھا کہ مصلیٰ کا ایک حصہ تر ہے، پوچھا کہ کیا مصلیٰ پر کسی بچے نے پیشاب کر دیا ہے؟ تو آپ کی بیوی نے جواب دیا:

”هذا من أثر دموع الشيخ من بكائه في سجوده هكذا يصبح كل يوم“ ③

یہ شیخ کے آنسوؤں سے تر ہو گیا ہے، آپ روزانہ سجود میں اسی طرح رویا کرتے ہیں۔

وفات: آخری عمر میں آپ بیروت کی سرحدی چھاؤنی میں چلے آئے اور وہاں ہی ۱۵۷ھ کو انتقال فرما گئے ④۔



① ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۲۶/۱

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۹/۱

③ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۲۶/۱

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۸۳/۱

۵۔ ربیع بن صبیح (م ۶۰ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام ربیع بن صبیح اور کنیت ابو بکر و ابو حفص ہے۔ قبیلہ بنو سعد میں زید کے آزاد کردہ غلام تھے اس لیے ان کی طرف نسبت کی وجہ سے سعدی کہلاتے ہیں ①۔

ابتدائی حالات: ربیع بصرہ کے رہنے والے تھے۔ جس وقت انھوں نے ہوش سنبھالا اس وقت بصرہ اسلامی شان و شوکت اور علوم و فنون کا مرکز تھا۔ اس دور میں امام حسن بصری علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ ربیع نے امام حسن بصری سے علم حاصل کیا۔ ان کے علاوہ ابن سیرین، عطاء بن ابی رباح، ثابت بنانی اور دوسرے کبار شیوخ سے بھی مستفید ہوئے۔ اور آپ سے وکیع، ابن مہدی، ابوداؤد طیالسی، علی بن جعد وغیرہ نے روایت کی ہے ②۔

علم و فضل: ائمہ اور اہل فن ربیع کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ امام شعبہ فرماتے ہیں:

ربیع سید من سادات المسلمین ③

ربیع مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے ایک ہیں۔

امام ابو زرہ کا قول ہے:

”شیخ صالح صدوق“ ④

(ربیع) سچے اور نیک بزرگ تھے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

”لا بأس به رجل صالح“ ⑤

ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، نیک آدمی ہیں۔

امام ابن معین فرماتے ہیں:

”کیس به بأس“ ⑥

ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھیے:

- | | | | | | |
|------------------------------------|---|----------------------------------|---|-----------------------------------|---|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۷۷/۷ | ⑤ | ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۳۰ | ⑤ | البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۷۸/۳ | ⑤ |
| الطبری، تاریخ، ص: ۱۲۸/۸ | ⑤ | الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۶۴/۳ | ⑤ | ابن عدی، الکامل، ص: ۲۶۷ | ⑤ |
| ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۰۴/۶ | ⑤ | الحزلی، تہذیب الکمال، ص: ۴۰۸ | ⑤ | ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۷/۳ | ⑤ |
| الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۱۵ | ⑤ | الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۸۷ | ⑤ | ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۳۷/۱ | ⑤ |
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۷/۳ | | | | | |
| ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۳ | ⑤ | الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۱۵ | | | |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۳ | | | | | |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۳ | | | | | |
| ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۳ | ⑤ | الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۱۵ | | | |
| ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۸/۳ | | | | | |

امام ابن عدی کا بیان ہے :

”لہ احادیث صالحہ مستقیمہ ولم أر له حدیثاً منکراً و أرجو أنه لا بأس به ولا بروایاتہ“^(۱)
ان (ربیع) کی احادیث درست ہیں اور مجھے ان کی کسی منکر حدیث کا علم نہیں؟ میرا خیال ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا شہادتوں کے باوصف بعض ناقدین نے ان کے بارے میں جرح کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

”هو عندنا صالح و ليس بالقوی“^(۲)

وہ ہمارے نزدیک نیک آدمی ہیں، مگر قوی نہیں تھے۔

ابن حبان رقمطراز ہیں:

”إن الحديث لم يكن من صناعته و كان يهتم فيما يروى كثيراً حتى وقع في

حدیثہ المناکیر من حیث لا يشعر، لا يعجبني الإحتجاج به إذا انفرد“^(۳)

بلاشبہ حدیث ان کا فن نہیں تھا اور انھیں روایت حدیث میں وہم بہت زیادہ ہوتا تھا حتیٰ کہ غیر شعوری طور پر ان کی حدیث

منکر ہو جاتی تھی مجھے ان کے منفرد ہونے کی صورت میں ان کی روایت سے استدلال کرنا پسند نہیں تھا۔

امام حاکم فرماتے ہیں:

”ليس بالمتين عندهم“^(۴)

وہ (ربیع) محققین کے نزدیک قوی نہیں تھے۔

ان اقوال کے مابین تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ مؤخر الذکر اقوال جو ان کی روایات کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں دراصل یہ تمام ضعف ان کے آخری عمر کے بعض مخصوص حالات کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ آپ نے آخری زندگی مجاہدانہ سرگرمیوں اور غایت درجہ زہد و تقویٰ میں گزاری۔ اور بغیر تحقیق کے محض حسن ظن کی بناء پر ہر طرح کے رواق سے روایات قبول کرنی شروع کر دی تھیں۔ جس وجہ سے آپ محدثین کی طرف سے مورد طعن ٹھہرائے گئے۔

اسلامی علوم و فنون کو جن ائمہ نے صفحہ قرطاس پر جگہ دی ان میں ربیع بن صبیح کو شرف اولیت حاصل ہے۔

حاجی خلیفہ رقمطراز ہیں:

”هو أول من صنف في الإسلام“^(۵)

وہ (ربیع) اسلام میں پہلے مصنف ہیں۔

تاہم حقیقت امر یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے وسط میں جب علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ہر جگہ کے علمائے کرام نے حدیث کو کتابی شکل میں مرتب کیا^(۱)۔ اور اس طرح سرزمین بصرہ میں یہ شرف ربیع بن صبیح کو حاصل ہوا^(۲)۔

(۱) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۸/۳

(۲) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۸/۳

(۳) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۸/۳

(۴) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۸/۳

(۵) ان کے دوسرے بیان کے مطابق ابن جریج کی کتاب اسلام میں سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جبکہ ایک اور قول کے مطابق امام مالک کی الموطا کو اس شرف کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۲۲۳/۱

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۵۹۔ مقالہ ہذا

(۲) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۸/۱ (۳) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۲۲۳/۱

علامہ ذہبی نے رامہرمزی کے حوالہ سے بیان کیا ہے:

”أول من صنف و بؤب بالبصرة الربيع بن صبيح ثم سعيد بن ابى عروبة
و عاصم بن علي“^(۱)

بصرہ میں ربیع بن صبیح نے سب سے پہلے تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ اس کے بعد سعید بن ابی عروبہ اور پھر عاصم بن علی ہیں۔

اخلاق و عادات: آپ کثرت عبادت اور زہد و تقویٰ میں بھی منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ ابن حبان رقمطراز ہیں:

”كان من عباد أهل البصرة وزهادهم يشبه بيته بالليل ببیت النحل من
كثرة التهجد“^(۲)

وہ (ربیع) بصرہ میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور صاحبِ ورع تھے، کثرت تہجد کی بدولت رات کو ان کے گھر کو شہد کی
کھئی کے ساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

آپ شجاعت اور اسلامی حمیت میں بھی مفقود النظر تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”كان ربيع بن صبيح رجلا غزاة“^(۳)

ربیع بن صبیح بہت بڑے غازی تھے۔

امام شعبہؒ کا بیان ہے:

”لقد بلغ الربيع بن صبيح مالم يبلغ لأحنف بن قيس يعني في
الارتفاع“^(۴)

ربیع بن صبیح کا مرتبہ احنف بن قیس سے بلند تر تھا۔^(۵)

علامہ بلاذریؒ کا بیان ہے:

”جمع مالا من أهل البصرة فحصن به عبادان ورابط فيها“^(۶)

ربیع نے اہل بصرہ سے چندہ وصول کر کے عبادان کی قلعہ بندی اور اس کی مرابطت کی خدمت انجام دی۔

وفات: آپ کو خلیفہ مہدی کے عہد میں ہندوستان کی طرف بھیجا گیا۔ آپ ایک جنگی بیڑہ کے افسر اعلیٰ تھے۔ چنانچہ فتح حاصل کرنے کے بعد
۱۶۰ھ کو جزائر بحر الہند میں ”حمام تر“ نامی بیماری کی وجہ سے فوت ہوئے۔^(۷)

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱/۲ ② ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۳۸/۳

③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۶۵/۳ ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۲/۱

⑤ حضرت احنف بن قیس اپنے زمانے میں بہادری اور جوانمردی کے لیے ضرب الشل تھے انھوں نے اپنی شجاعت کے بہت سے نمایاں واقعات ثبت کیے تھے۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۳/۷

⑥ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۶۲

⑦ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۳۲/۹ ⑧ ابن العساکر، شذرات الذهب، ص: ۳۰۹/۱

۶۔ شعبہ بن حجاج (م ۱۶۵ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو بسطام اور نام شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی ہے، بنو ازد کے ساتھ نسبت ولاء کی وجہ سے ازدی کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۸۲ھ کو واسطہ ② میں پیدا ہوئے، پھر بصرہ میں اقامت گزین ہو گئے۔ آپ کی علمی زندگی شعر و ادب سے شروع ہوئی، پھر بعد میں حکم بن عتیہ کی مجلس سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ کو امام شعبی سے علم حدیث کے استفادہ نہ کرنے کا بہت افسوس تھا ③، آپ نے کوفہ کے تین سو (۳۰۰) شیوخ حدیث سے روایت کی ہے۔ ان میں حسن بصری، انس بن سیرین، عمرو بن دینار، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان سے ان کے اساتذہ اعمش، ایوب سختیانی، اور ابو اسحاق کے علاوہ سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، غندر، آدم وغیرہ نے روایت کی ہے ④۔

آپ نے تحمل حدیث کے لیے بہت زیادہ مشقت برداشت کی، حجاج بن أرطاة سے پوچھا گیا:

”من أتعب الناس فی الحدیث قال ذاك البائس شعبه“ ⑤

حدیث کے لیے سب سے زیادہ مشقت کس نے برداشت کی، تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ بیچارے شعبہ ہیں۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

”میں نے شعبہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے جو حدیث طلب کرے گا وہ مغلس ہی رہے گا، ایک مرتبہ تنگی کی وجہ سے مجھے اپنی والدہ کا تھال سات دینار میں فروخت کرنا پڑا تھا ⑥۔“

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | | | |
|---|---|-----------------------------------|---|-------------------------------------|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۸۰/۷ | ① | ابن خیاط، التاریخ، ص: ۳۰۱ | ② | ابن خیاط، الطبقات، ص: ۵۳۵ |
| البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۲۳/۳ | ③ | ابوزرعہ، تاریخ ابی زرعة، ص: ۱۵۸/۱ | ④ | ابن قتیبة، المعارف، ص: ۵۰۱ |
| الواسطی، تاریخ واسطہ، ص: ۱۲۰ | ⑤ | المطبری، المنتخب، ص: ۶۵۶ | ⑥ | الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۶۹/۳ |
| ابن حبان: مشاہیر علماء الأقطار، ص: ۱۷۷ | ⑦ | ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۳۲/۷ | ⑧ | خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۵/۹ |
| القیس رانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۱۲۸/۱ | ⑨ | ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۲۶۳/۳ | ⑩ | النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۳۳/۱ |
| ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۲۸۸/۲ | ⑪ | الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۱۶ | ⑫ | الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۳ |
| الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۰۲/۷ | ⑬ | الذہبی، المعجم، ص: ۱۳۳/۱ | ⑭ | الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۱۵۵/۱۶ |
| ابن حجر، التقریب، ص: ۳۵۱/۱ | ⑮ | ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۸/۳ | ⑯ | ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۲۵/۱ |
| الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۳/۱ | ⑰ | النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۲۳۳/۱ | ⑱ | |
| ⑲ واسطہ نام کے کئی ایک شہر ہیں، لیکن یہاں واسطہ سے مراد وہ شہر ہے جو بصرہ اور کوفہ کے عین درمیان واقع ہے، الحوی، مآثر البلدان، ص: ۳۲۷/۵ | | | | |
| ⑳ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۷/۹ | | | | |
| ㉑ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۸/۳ | ① | الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۳/۱ | ② | الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۰۲/۷ |
| ③ ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۸۱ | ④ | | | |
| ⑤ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۵/۱ | ⑥ | | | |

حدیث کی تحقیق کے لیے آپ نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ کے بے شمار سفر کیے ①۔

علم و فضل: حدیث میں آپ کی امامت و جلالت تو ضرب المثل تھی، حدیث کی ہر کتاب میں آپ کی مرویات پائی جاتی ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ”علی ابن المدینی کے واسطے سے ان کی دو ہزار احادیث ہم تک پہنچی ہیں“ ②

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ”میں نے ان سے سات ہزار احادیث سنی ہیں.....“ ③

ابوقتیبہ کہتے ہیں:

ایک دفعہ میں کوفہ آیا تو امام سفیان ثوری مجھ سے پوچھنے لگے: ”ہمارے استاد امام شعبہ کا کیا حال ہے؟“ ④
حماد بن زید جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

”حدثنا الضخم عن الضخام شعبة الخير ابو بسطام“ ⑤

ہمیں جلیل القدر امام ابو بسطام شعبہ نے جلیل القدر ائمہ سے حدیث بیان کی ہے۔

ابوزید انصاری کے پاس امام شعبہ کا ذکر ہوا تو بولے: ”تمام علماء امام شعبہ ہی کی ایک شاخ ہیں“ ⑥۔

امام شافعی کا قول ہے:

”لولا شعبة لما عرف الحديث بالعراق“ ⑦

اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی (صحیح) حدیث کو نہ پہچان سکتا۔

علم و فضل کے باوصف حدیث کی روایت میں بڑی احتیاط کرتے تھے، جب تک آپ کسی حدیث کا سماع کئی مرتبہ نہ کر لیتے، اس کی روایت نہیں کرتے تھے ⑧۔ آپ کے پاس علم تفسیر کے علاوہ حدیث کا مجموعہ بھی تھا ⑨۔

اخلاق و عادات: آپ سیرت و کردار اور زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے، نماز نہایت ہی خضوع کے ساتھ ادا کرتے، کثرت سے روزے رکھتے اور بڑے سخی واقع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ابو الفقراء و اُمہم کی نسبت سے مشہور ہوئے، نہایت سادہ زندگی بسر کی، انھی اوصاف و کمالات اور اخلاقی خوبیوں کی بدولت امام یحییٰ بن معین آپ کو امام المتقین کہتے تھے ⑩۔

وفات: آپ نے ۱۶۰ء میں ۷۷ برس کی عمر میں بصرہ میں وفات پائی ⑪۔

- | | |
|--|-----------------------------------|
| ① الخطیب، الرحلة فی طلب الحديث، ص: ۱۵۲ | ② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۲۶/۱ |
| ③ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۵/۱ | ④ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۴/۱ |
| ⑤ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۴/۱ | ⑥ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۶/۱ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۳/۴ | ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۵/۹ |
| ⑨ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۶۱ مقالہ ہذا | ⑩ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۶/۱ |
| ⑪ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۹۷/۱ | |

۷۔ سفیان بن سعید الثوری (م ۱۶۱ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ہے۔ آپ ہمدان کے ثور نہیں، بلکہ مضر کے قبیلہ ثور کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ثوری کہلاتے ہیں^(۱)۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۹۷ھ کو پیدا ہوئے۔ اس وقت کوفہ علومِ دینیہ کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ مصادر میں آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ البتہ آپ کے والد سعید بن مسروق خود صاحبِ علم و فضل تھے۔ حدیث کی روایت میں خاص طور پر مشہور تھے۔ ان کے تلامذہ کی جو فہرست رجال کی کتب میں ملتی ہے اس میں آپ کا نام بھی ملتا ہے^(۲)۔

بعض واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی جو آپ کے حصولِ علم کی راہ میں ایک رکاوٹ تھی مگر آپ کی والدہ آپ کو حصولِ علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتی ہیں:

”یا بنی اطلب العلم و أنا أكفیک بمغزلی“^(۳)

اے بیٹے! علم کو حاصل کرو میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کروں گی۔

آپ نے کوفہ کے تمام ممتاز شیوخِ حدیث و فقہ سے استفادہ کیا۔ خصوصاً امامِ اعمش اور ابوالحق سبئی سرفہرست تھے۔ بعد ازاں آپ نے بصرہ اور حجاز کے مختلف مقامات کے شیوخِ حدیث سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، زبید بن حارث، حبیب بن ابی ثابت، اسود بن قیس وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وہب، وکیع اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علمِ حدیث حاصل کیا ہے^(۴)۔

* سوانحِ حیات کے لیے دیکھئے:

- | | |
|------------------------------------|---------------------------------------|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۷۱/۶ | ابن معین، التاريخ، ۲/۲۱۱ |
| ابن خلیط، الطبقات، ص: ۱۶۸ | البخاری، التاريخ الصغیر، ص: ۱۸۳ |
| العلجلی، تاریخ الثقات، ص: ۱۹۰ | ابورزقہ، تاریخ ابی زرہ، ص: ۲۹۸/۱ |
| ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۴۹۷ | الشیوسی، المعرفة والتاریخ، ص: ۷۱۳/۱ |
| الدولابی، الکنی ولأسماء، ص: ۵۶/۲ | الطبری، التاريخ، ص: ۵۸/۸ |
| الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۲/۳ | ابن شامین، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۱۵۴ |
| الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۱/۹ | الشیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۷۲ |
| ابن الجوزی، صلیۃ الصفوة، ص: ۱۳۷/۳ | النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۲۲/۱ |
| الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱ | الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۲۹/۷ |
| الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۶۹/۲ | الصفدی، الوافی بالوفیات، ص: ۲۷۸/۱۵ |
| ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۱/۳ | ابن القری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۳۹/۲ |
| ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۵۰/۱ | |

- ① النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۲۲۲/۱ ② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۳/۳
③ ابن الجوزی، صلیۃ الصفوة، ص: ۱۱۶/۳ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

حافظ ابن حجر مختلف شیوخ کا نام لے کر لکھتے ہیں:

”و خلق من أهل الكوفة و جماعة من أهل البصرة و طوائف من أهل الحجاز۔“^①

اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد سے استفادہ کیا اور بصرہ کی ایک جماعت سے فیض اٹھایا اور حجاز کے مختلف حلقہ ہائے درس سے بہرہ مند ہوئے۔

علم و فضل: سفیان ثوری کو ائمہ حدیث میں ایک اہم مقام حاصل تھا اور آپ حدیث میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ محدثین کی ایک جماعت نے آپ کو ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کا خطاب دیا ہے^②۔

امام اوزاعی کا قول ہے:

”لم يبق منهم يجتمع عليه العامة بالرضى والصحة إلا الثورى“^③

ابن ثوری ہی ایسی شخصیت ہیں جس پر تمام محدثین صحت اور مرضی سے جمع ہیں۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

”ایک مرتبہ امام شعبہؒ نے ابو اسحاق سے حدیث بیان کی تو ایک شخص نے کہا امام سفیان نے

اس روایت میں آپ کی مخالفت کی ہے تو امام شعبہ نے کہا اس روایت کو چھوڑ دو کیونکہ امام

سفیان مجھے سے زیادہ حافظ ہیں“^④۔

زائدہ کہتے ہیں:

”ہم اعمش کے پاس آئے تو وہ ہمارے سامنے بہت زیادہ احادیث بیان کرتے پھر ہم امام

سفیان ثوری کے پاس جاتے تو انہیں یہ احادیث سناتے تو امام سفیان کہتے یہ اعمش کی

حدیث نہیں ہے ہم کہتے انھوں نے ابھی ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے تو کہتے اگر چاہو تو ان

سے جا کر کہہ دو، تو ہم اعمش کے پاس آتے اور انھیں اس کی خبر دیتے تو اعمش کہتے: امام

سفیان نے سچ کہا ہے، یہ ہماری حدیث نہیں ہے“^⑤۔

عبدالرحمن بن مہدی جو خود حدیث کے امام ہیں کہتے ہیں:

”ما رأيت صاحب الحديث أحفظ من سفیان الثوری“^⑥

میں نے سفیان ثوریؒ سے زیادہ احادیث یاد رکھنے والا نہیں دیکھا۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳، ص: ۱۱۲

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۲۰۳/۱ ③ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۹۳ ④ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۶۲

⑤ النووی، تہذیب التہذیب، ج: ۱، ص: ۲۲۳

⑥ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۷۰

⑦ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۷۱

⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ج: ۹، ص: ۱۶۸ ⑨ النووی، تہذیب التہذیب، ج: ۱، ص: ۲۲۲

حسن بن عیاش کہتے ہیں:

”ہم سفیان کے ہاں جاتے تو انھیں وہ احادیث سناتے جن کو ہم نے کسی محدث سے سنا ہوتا اور محدث کا نام بھی بتاتے تو امام سفیان کہتے کہ یہ حدیث ان کی احادیث میں سے ہے، اور یہ حدیث ان کی احادیث میں سے نہیں ہے“^(۱)۔

آپ کا شمار ان چھ ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے، جو تبع تابعین میں صاحب مذہب شمار کیے جاتے ہیں۔ امام نوویؒ رقمطراز ہیں:

”هو أحد اصحاب المذاهب الستة المتبوعة“^(۲)

ان کا شمار ان چھ صاحب مذہب ائمہ میں ہوتا ہے جو متبوع خلافت ہیں۔

امام اوزاعیؒ کی طرح آپ کا مسلک بھی کئی صدی تک زندہ رہا۔ ابن عماد نے ابن رجب کا یہ قول نقل کیا ہے:

”وجد في اخر القرن السابع سفيايونيون“^(۳)

چوتھی صدی کے آخر تک سفیان ثوری کے متبعین موجود تھے۔

آپ کو تیس ہزار مرویات زبانی یاد تھیں^(۴)۔ آپ کے پاس احادیث کا مجموعہ تھا^(۵)۔

اخلاق و عادات: امام سفیان ثوریؒ کی ذات علم و عمل دونوں کا مجموعہ تھی۔ دنیا سے بے رغبتی کا یہ حال تھا کہ عمر بھر گھر پر ایک درہم صرف نہیں کیا^(۶)۔ یحییٰ بن ییمان کا بیان ہے:

أقبلت الدنيا عليه فصرف وجهه عنها^(۷)

دنیا ان کی طرف بڑھی مگر انھوں نے اس سے رخ پھیر لیا۔

آپ کے زہد و ورع کی بنا پر لوگ کہا کرتے تھے:

”لولا السفیان لمات الورع“^(۸)

اگر سفیان نہ ہوتے تو زہد و ورع کا خاتمہ ہو جاتا۔

امرا و سلاطین سے ہمیشہ بے تعلق رہے، عہد منصور اور مہدی میں بے شمار مصائب سے دوچار ہوئے مگر حق کا دامن نہیں چھوڑا^(۹)۔

وفات: مہدی خلیفہ کی ناراضگی کے بعد آپ مصر چلے گئے تھے جہاں آپ مشہور محدث عبدالرحمن بن مہدی کے پاس رہے اور بالآخر ۱۶۱ء کو وفات پا گئے^(۱۰)۔



(۱) النووی، تہذیب الاماء، ص: ۲۲۳/۱

(۱) الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۰/۲

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۳/۳

(۲) ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۲۵۰/۱

(۳) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۳/۹

(۳) دیکھئے صلی نمبر ۳۶ مقالہ ہذا

(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۰/۹

(۴) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۶/۹

(۵) ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۲۵۰/۱

(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۰/۹

(۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۶/۱

(۶) ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۷۰/۱۳

۸۔ حماد بن سلمہ (م ۱۶۷ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام حماد بن سلمہ اور کنیت ابو سلمہ ہے۔ بنو تمیم کے غلام تھے۔ ربیعہ کے ساتھ نسبت ولاء پر ربیعہ کہلاتے تھے ①۔
ابتدائی حالات: آپ کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں مصادر سے کسی قسم کا تذکرہ نہیں ملتا۔ تاہم اس وقت بصرہ دینی علوم کا ایک بڑا مرکز تھا، اس لیے اغلب گمان یہی ہے کہ آپ نے یہاں سے تمام علوم حاصل کیے ہوں گے۔ ابن العمامہ کا بیان ہے: ”حماد فصیح بولنے والے اور عربی کے امام تھے“ ②۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: ”آپ نے تابعین کی ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا ہے۔ اور ان سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے“ ③۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۸۲/۷ ① ابن معین، التاریخ، ص: ۱۳۰/۲
- ابن خیاط، التاریخ، ص: ۴۳۹ ② ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۲۳
- ابن بخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۲/۳ ③ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۸۱
- ابوزرعة، التاریخ، ص: ۲۵۳/۱ ④ ابن قتیبة، عیون الأخبار، ص: ۵۲/۱
- البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱۷/۳ ⑤ الواطی، تاریخ واسط، ص: ۵۱
- الدولابی، الکئی والاسماء، ص: ۱۹۱/۱ ⑥ الطبری، التاریخ، ص: ۱۰/۱
- ابن حبان، الثقات، ص: ۲۱۶/۶ ⑦ ابن حبان، انساب الاشراف، ص: ۱۵۷
- ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۴۹/۶ ⑧ الخطیب، السابق والمتأخر، ص: ۱۷۵
- السمعی، الانساب، ص: ۱۰۲/۵ ⑨ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۳۶۱/۳
- الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۲/۱ ⑩ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۴۳/۷
- الذہبی، العبر، ص: ۲۳۸/۱ ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹۰/۱
- المصنفی، الوانی بالوفیات، ص: ۱۳۵/۱۳ ⑫ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۳۵۳/۱
- ابن الجوزی، غایۃ النہایۃ، ص: ۲۵۸/۱ ⑬ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۹۷/۱
- ابن تغری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۵۶/۲ ⑭ السیوطی، طبقات الحفاظ، ص: ۸۷
- ابن العمامہ، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱ ⑮ الخزرجی، خلاصہ تہذیب، ص: ۹۲

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۲/۱ ② ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۲۷۳/۳

③ ابن العمامہ، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳

علم و فضل: حفظ و ثقاہت میں آپ اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے مگر آخری عمر میں سوء حفظ کی شکایت ہو گئی تھی ①۔

ابن مہدی بیان کرتے ہیں: ”لوگوں کا خیال ہے کہ حماد بن سلمہ کی کتب میں الحاق کیا گیا ہے“ ②۔ ان دو وجوہات کی بناء پر بعض محدثین کی نظر میں ان کی روایات مشتبہ ہو گئی تھیں۔ تاہم ائمہ حدیث نے حماد بن سلمہ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ ابن عدی، امام عجمی، امام نسائی وغیرہ نے آپ کی توثیق کی ہے ③۔

علاوہ ذہبی کا بیان ہے کہ: ”حماد بن سلمہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔ نیز آپ عربی میں کامل، فقہ میں ماہر، عمل میں متبع سنت اور خطابت میں فصیح البیان تھے“ ④۔

آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا ⑤۔

اخلاق و عادات: علم و فضل کے ساتھ ساتھ زہد و ورع اور عبادت میں بھی بے مثال تھے۔ سنت پر سختی سے کار بند رہتے اور اہل بدعت کے اثرات کو ختم کرنے میں انتہائی کوشاں تھے۔ آپ دنیا سے استفادہ اور امراء کی سے صحبت گریز کرتے تھے ⑥۔

محدث ابن جوزی نے آپ کے زہد و خشیت الہی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے ⑦۔

وفات: آپ نے ۱۶۷ھ میں بصرہ میں بحالت نماز انتقال کیا ⑧۔



① اس لیے محدثین نے آپ کی روایات پر جرح کی ہے۔ امام بخاری نے ان سے روایت تو نہیں کی مگر ان سے استشہاد کیا ہے۔ جبکہ امام مسلم نے اجتہاد کیا اور سوء حفظ سے پہلے کی جو ان کی روایات ثابت الہنائی کے واسطے سے ہیں ان کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۱۳/۳

② ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۱۳/۳

③ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۵/۳

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۷۷-۷۸ مقالہ ہذا

⑥ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۵/۳ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱

⑧ ابن الجوزی، منوۃ العلوۃ، ص: ۲۷۳/۳

⑨ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۲۶۲/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۳/۳

۹۔ مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور نام مالک بن انس ہے۔ آپ کا نسب ذی اصح تک پہنچ جاتا ہے، جو یمن میں ایک قبیلہ کا نام ہے ①۔ جبکہ حافظ ابن حجر اور امام نووی نے لکھا ہے کہ آپ کا نسب نامہ خثیل پر پہنچتا ہے۔ خثیل عمرو بن الحارث کے فرزند تھے، اور حارث کا قبیلہ ذواصح تھا۔ اسی لحاظ سے آپ کو اصحی کہتے ہیں، اور لقب دار الهجرة ہے ②۔

ابتدائی حالات: آپ ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور علمائے مدینہ سے کسب فیض کیا۔ دس برس سے کچھ زائد عمر میں علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا۔ عرصہ دراز تک عبد الرحمن بن ہرمز سے استفادہ کرتے رہے۔ آپ نے نافع، زہری، عامر بن عبد اللہ، ابن المنکدر اور عبد اللہ بن دینار سے علم حدیث حاصل کیا۔ جبکہ آپ سے عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ نو جوانی میں ہی آپ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

ابھی آپ کی عمر اکیس برس تھی کہ آپ فتویٰ دینے کے اہل تھے اور فتویٰ کے لیے بیٹھے اور ابو جعفر المنصور کی خلافت کے آخری ایام اور بعد میں دور دراز سے طلباء آپ کے پاس علم حاصل کرنے آتے تھے اور خلیفہ مامون الرشید کے عہد میں آپ کے پاس طلباء کا بہت زیادہ اژدھام ہو گیا تھا ④۔

* مزید سوانح حیات کے لیے دیکھئے:

- | | | |
|---|--|---------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۲/۷ | ② ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۱۹، ۳۵۱ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۷۵ |
| ④ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۹۷ | ⑤ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۳۱۰/۷ | ⑥ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۴۱۷ |
| ⑦ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۴۹۸ | ⑧ البلاذری، أنساب لأشراف، ص: ۲۷/۳ | ⑨ الدولابی، أکفی والأسماء، ص: ۶۱/۲ |
| ⑩ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۱۳۳/۸ | ⑪ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ص: ۲۰۴/۸ | ⑫ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۵۹۹ |
| ⑬ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۵۹/۷ | ⑭ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأئمصار، ص: ۱۴۰ | ⑮ ابن عبد البر، الانقاء، ص: ۶۳/۹ |
| ⑯ ابن شاپین، التاريخ، ص: ۳۰۱ | ⑰ الکلاباذی، رجال صحیح البخاری، ص: ۶۹۳/۲ | ⑱ ابن منجیة، رجال صحیح مسلم، ص: ۲۲۰/۲ |
| ⑲ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۳۱۶/۶ | ⑳ ابن حزم، جمہرۃ أنساب العرب، ص: ۴۳۵ | ㉑ الطوسی، الفہرست، ص: ۱۶۸ |
| ㉒ ابن الجوزی، صفۃ الصفوة، ص: ۱۷۷/۲ | ㉓ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۷۵/۲ | ㉔ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۳/۳ |
| ㉕ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۳۸۱/۱۷ | ㉖ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۰۷/۱ | ㉗ الذہبی، دول الإسلام، ص: ۱۱۶/۱ |
| ㉘ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۳/۸ | ㉙ الذہبی، العمر، ص: ۲۷۲/۱ | ㉚ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۳۷۳/۱ |
| ㉛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۸۸/۱۰ | ㉜ ابن الجزری، غایۃ النہایہ، ص: ۳۵/۲ | ㉝ ابن حجر، تقریب الجہدیب، ص: ۲۲۳/۲ |
| ㉞ ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۵/۱۰ | ㉟ ابن تفری، النجوم الزاہرۃ، ص: ۹۶/۲ | ㊱ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۶۶ |
| ㊲ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۲/۲ | | |

- ① شاہ عبدالعزیز، بستان الحدیث، ص: ۱۲
- ② ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۵/۱۰
- ③ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۰۷/۱
- ④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۴۹/۸

امام شعبہؒ فرماتے تھے:

① "دخلت المدينة ونافع حي ومالك حلقة" ①

نافع کی زندگی میں مدینہ آیا تو امام مالک کا حلقہ تدریس بہت وسیع ہو چکا تھا۔

بعض مصادر میں امام شعبہ کا قول یوں نقل کیا گیا ہے:

② "دخلت المدينة بعد موت نافع بسنة فإذا المالك حلقة" ②

نافع کی وفات کے بعد میں مدینہ آیا تو امام مالک کا حلقہ تدریس بہت بڑا تھا۔

علم و فضل: آپ مدینہ منورہ کے بلند پایہ حافظ حدیث اور امت مسلمہ کے نامور فقیہ تھے۔

امام عبدالرزاقؒ آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ:

"يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل يطلبون العلم لا يجدون عالماً أعلم

من عالم أهل المدينة" ③

عنقریب لوگ دور دراز ممالک سے سفر کر کے آئیں گے لیکن انھیں مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کوئی نہیں ملے گا۔

کے بارے میں فرماتے ہیں اس کا مصداق امام مالکؒ ہیں ④۔

اس طرح کا ایک قول ابن عیینہؒ سے منقول ہے ⑤۔

ابن عیینہؒ کا قول ہے:

⑥ "ما كان أشد انتقاد مالك للرجال وأعلمه بشأنهم" ⑥

مالکؒ رجال کے بارے میں سخت نقد کرنے والے اور ان کے معاملے سے خوب باخبر تھے۔

یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

⑦ "كان مالك بن أنس إماماً في الحديث" ⑦

مالک بن انسؒ حدیث کے امام تھے۔

① الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۹/۸

② ابن حبان، المحرر وعین، ص: ۳۳/۱

③ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۱۳، ۸۷، ۶۶/۸

④ ابن خثیب، المسند، ص: ۲۲۹/۲ ⑤ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم باب ماجاء فی عالم المدینة، حدیث نمبر ۲۶۸، ص: ۶۰۸

⑥ المالک، المسند، کتاب العلم، ص: ۹۰/۱

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۸/۱ ⑧ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۳۰۶/۵، ۳۷۷/۹ ⑨ ابن عبدالبر، التمهید، ص: ۸۳/۱

⑩ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم باب ماجاء فی عالم المدینة، حدیث نمبر ۲۶۸، ص: ۶۰۸۔

⑪ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۳

⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۰۲

امام شافعیؒ کا قول ہے:

”إذا جاء الحديث عن مالك فشدّ به يدك“^(۱)

جب کوئی حدیث امام مالک سے مروی ہو تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو (یعنی حدیث صحیح اور قابل عمل ہے)۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

”كل من روى عنه مالك فهو ثقة“^(۲)

امام مالک نے جس سے بھی روایت کی ہے وہ ثقہ ہے۔

بشر بن عمر نے امام مالک سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا:

”هل رأيت في كتبي قلت لا قال لو كان ثقة لرأيت في كتبي“^(۳)

کیا تم نے اسے میری کتب میں دیکھا ہے میں نے جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اسے میری کتب میں لازمی دیکھ لیتے۔

یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے:

”مالك أمير المؤمنين في الحديث“^(۴)

مالک حدیث کے امیر المؤمنین تھے۔

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث بھی تھا^(۵)۔

اخلاق و عادات: آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے اور حد درجہ شرمیلے اور حیا دار تھے، آپ آنحضرت ﷺ سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے۔ زندگی بھر مدینہ منورہ میں کسی جانور پر اس لیے سواری نہیں کی کہ اس زمین میں آنحضرت ﷺ مدفون ہیں۔ آپ کثرت سے عبادت کرتے اور روزے رکھتے تھے۔ امراء و سلاطین کی طرف سے بے شمار آزمائشیں آئیں مگر حق کا دامن نہ چھوڑا^(۶)۔

وفات: آپ نے ۷۹ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہوئے^(۷)۔



① الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۳ ② ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۱۳۹

③ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۷۷۹/۲

④ المسلم، مقدمة الحج، باب بیان الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۸۵، ص: ۱۸ ⑤ الرازی، تقدمة الجرح، ص: ۲۳

⑥ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۶۸ ⑦ دیکھئے صفحہ نمبر ۳۹۲ مقالہ ہذا

⑧ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۲۲/۶ ⑨ النووی، تہذیب لأسماء، ص: ۷۵/۲

۱۰۔ عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن اور نام عبداللہ بن المبارک بن واضح ہے۔ بنو خطلہ کے ساتھ نسبت ولاء کی بناء پر خطلی کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں معلومات بہت کم ملتی ہیں۔ امام ذہبی کے بیان کے مطابق آپ ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے ②۔

علم حاصل کرنے کے لیے آپ نے مختلف بلاد و امصار کے سفر کیے۔ علامہ ذہبی کا قول ہے:

”ارتحل إلى الحرمين والشام ومصر والعراق والجزيرة وخراسان“ ③

آپ نے حرمین (مکہ و مدینہ) شام، مصر، عراق، جزیرہ اور خراسان کے سفر کیے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

”رحل إلى اليمن ومصر والشام والبصرة والكوفة وكان من رواة العلم.....“ ④

آپ نے یمن، مصر، شام بصرہ اور کوفہ کی طرف سفر کیے اور آپ علم حدیث کے راوی تھے۔

سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۷۲/۷
- ② ابن معین، التاریخ، ص: ۳۲۸/۲
- ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۳۲۳
- ④ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۱۹۸
- ⑤ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۱۲/۵
- ⑥ العجلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۷۵
- ⑦ ابوزرعة، تاریخ ابی زرعة، ص: ۱۶۲/۱
- ⑧ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۵۱۱
- ⑨ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۳۱۳/۱۰
- ⑩ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۶۲
- ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۷۹/۵
- ⑫ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۲۲۱/۲، ۲۸۵/۵
- ⑬ السعوی، مردج الذہب، ص: ۲۵۰
- ⑭ ابن حبان، الثقات، ص: ۷/۷
- ⑮ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۳
- ⑯ ابن عدی، الکامل، ص: ۴۷۹/۵
- ⑰ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۶۲/۸
- ⑱ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۲/۱۰
- ⑲ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۷
- ⑳ ابن الجوزی، صفۃ الصلوٰۃ، ص: ۱۳۲/۴
- ㉑ ابن خکان، وفيات لأعیان، ص: ۲۲/۳
- ㉒ النووی، تهذیب لأسماء، ص: ۲۸۵/۱
- ㉓ النووی، تهذیب الکمال، ص: ۴۶۶/۱۰
- ㉔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۳/۱
- ㉕ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۳/۱
- ㉖ الذہبی، میرآعلام النبلاء، ص: ۳۳۶/۸
- ㉗ الذہبی، المعبر، ص: ۲۸۰/۱
- ㉘ الصندی، الوافی بالوفیات، ص: ۴۱۹/۱۷
- ㉙ الیافعی، مرآة البیان، ص: ۷۸/۱
- ㉚ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۹۱/۱۰
- ㉛ ابن تغری، النجوم الزاهرة، ص: ۲۷/۲
- ㉜ الخزر جی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۱۱
- ㉝ الشعرانی، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۰
- ㉞ عمر عبدالسلام، موسوعة علماء المسلمين، ص: ۲۰۷/۳

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

③ الذہبی، میرآعلام النبلاء، ص: ۳۷۸/۸

④ النووی، تهذیب لأسماء، ص: ۲۸۶/۱

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

”طاف ابن المبارک ربع الدنيا بالرحلة في طلب الحديث لم يدع اليمن ولا مصر ولا الشام ولا الجزيرة ولا البصرة ولا الكوفة“^①

عبداللہ بن المبارک نے طلبِ حدیث کے لیے ایک چوتھائی دنیا میں گھوم پھر کر سفر کیا آپ نے یمن، مصر، شام، جزیرہ، بصرہ اور کوفہ کی طرف سفر کیا اور ان میں سے کسی علاقہ کو دیکھے بغیر نہیں چھوڑا۔

چنانچہ آپ نے بے شمار اساتذہ سے کسب فیض حاصل کیا، جبکہ سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام، شعبہ بن حجاج وغیرہ آپ کے تلامذہ تھے۔

علم و فضل: آپ کو ائمہ حدیث میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے:

”أئمة أربعة مالك والثوري وحماد بن زيد وابن المبارک“^②

ائمہ حدیث چار ہیں: امام مالک، سفیان ثوری، حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

”لم يكن في زمان ابن المبارک أطلب للعلم منه“^③

عبداللہ بن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ علم طلب کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

شعیب بن حرب کا بیان ہے:

”ما لقي ابن المبارک مثل نفسه“^④

ابن المبارک نے اپنے جیسے کسی آدمی سے ملاقات نہیں کی۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

”ما قدم علينا مثل ابن المبارک“^⑤

ہمارے پاس ابن مبارک جیسا کوئی آدمی نہیں آیا۔

ابو اسحاق الفزازی کا قول ہے:

”ابن المبارک امام المسلمین“^⑥

ابن مبارک اہل اسلام کے امام ہیں۔

① الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۶۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۵/۱

اسماعیل بن عیاشؒ فرماتے ہیں:

”ما علی وجه الارض مثل ابن المبارک“^①

روئے زمین پر ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔

ابو اسامہؒ کا قول ہے:

”هو أمير المؤمنين في الحديث“^②

وہ (عبداللہ بن مبارک) امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

علم حدیث سے آپ کو خاص شغف تھا۔ اور اسی لگاؤ نے آپ کو حدیث کا امام بنادیا تھا۔ ابن معین کے بقول آپ کی روایات کی تعداد بیس ہزار ہے^③۔

علم حدیث کے علاوہ آپ کو مختلف علوم میں دسترس حاصل تھی۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

”جمع العلم والفقه و الأدب و النحو و اللغة الزهد و الشعر و الفصاحة“^④

آپ علم فقہ، ادب و نحو، لغت، زہد اور شاعری، عربی ادب اور فصاحت کے جامع تھے۔

آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جو تاریخ دمشق^⑤، تاریخ نیشاپور^⑥، حلیۃ الأولیاء^⑦ اور تاریخ بغداد میں بالتفصیل مذکور ہیں^⑧۔

اخلاق و عادات: تمام اہل تذکرہ فرماتے ہیں کہ ابن المبارک زہد و ورع، عبادت اور قیام لیل میں اپنی مثال آپ تھے^⑨۔ آپ بے حد مہمان نواز اور سخی واقع ہوئے تھے۔ اس قدر علم و فضل، زہد و تقویٰ اور فیاضی اور سیر چشمی کے باوجود طبیعت میں تواضع و انکساری تھی۔ آپ کی زندگی کا کوئی دن دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کی جدوجہد اور اصلاح احوال اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ امراء و سلاطین سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے تمام احباب و اقرباء کو بھی ان کی ملاقات سے روکتے تھے۔ انھی محاسن اور اوصاف کی بناء پر آپ مرجع خلایق بن گئے تھے^⑩۔

وفات: آپ نے رمضان المبارک ۱۸۱ھ کو ہیبت^⑪ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی^⑫۔

- | | |
|--|---------------------------------------|
| ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۶/۱ | ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۶/۱ |
| ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۶/۱ | ④ النووی، تہذیب الامم، ص: ۲۸۵/۱ |
| ⑤ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳۷ | ⑥ الحاکم، تاریخ نیشاپور، ص: ۱۲۸ |
| ⑦ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۶۲/۸ | ⑧ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۲/۱۰ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۶/۵ | ⑩ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۱۶/۱۱ |
| ⑪ ہیبت: انبار، جو بغداد کے مغرب اور کربلا کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں لب فرات ایک قصبہ ہے۔ الحمو، معجم البلدان، ص: ۲۵۷/۱ | ⑫ ابن الجوزی، صفوة الصفوة، ص: ۱۱۷ |
| ⑫ النووی، تہذیب الامم، ص: ۲۸۶/۱ | |

۱۱۔ ہشیم بن بشیر الواسطی (م ۸۳ھ)

نام و نسب: آپ کا نام ہشیم بن بشیر اور کنیت ابو معاویہ تھی، بنو سلیم کے غلام تھے اس لیے سلمی کہلاتے ہیں ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۱۰۶ھ کو بمقام واسط پیدا ہوئے، بعد ازاں بغداد منتقل ہو گئے تھے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ آپ بخارا الاصل تھے ②۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے علماء سے حاصل کی۔ اس کے بعد تشنگی علم نے انہیں دور دراز ممالک کے کبار علماء تک پہنچا دیا۔ ان کے والد بشیر بن ابی حازم انہیں طلب علم سے روکتے تھے، اور چاہتے تھے کہ ہشیم بھی ان کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے۔ ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہو گئے۔ قاضی واسط ابو شیبہ آپ کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لائے، جب آپ کے والد کو اس غیر متوقع اعزاز کی خبر ملی تو وہ فرط مسرت سے بے قابو ہو گئے اور کہنے لگے:

”ابلع من أمرک أن جاء القاضی إلى منزلی لا أمنعک بعد هذا الیوم من طلب الحدیث“ ③

تمھاری وجہ سے قاضی میرے گھر تشریف لائے، آج کے بعد بھی تمھیں طلب حدیث سے منع نہیں کروں گا۔

علم و فضل: ابن قطان فرماتے ہیں: ”میں نے سفیان ثوری اور شعبہ کے بعد ہشیم سے زیادہ حافظ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔“ ④

ابن مہدی کا قول ہے: ”ہشیم کا مرتبہ حفظ حدیث میں امام ثوری سے بھی زیادہ ہے۔“ ⑤

ابن مبارک فرماتے ہیں: ”زمانہ نے سب کے حافظ کو بدل دیا ماسوائے ہشیم کے۔“ ⑥

ابراہیم حربی کا قول ہے: ”کان حفاظ الحدیث أربعة کان ہشیم شیخہم“ ⑦

حفاظ حدیث چار تھے جن میں ہشیم سب کے استاد تھے۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--|---|--|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۳/۷ | ابن معین، التاریخ، ص: ۶۲۰ | ابن معین، معرفۃ الرجال، ص: ۱۳۱/۱ |
| ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۵۶ | ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۳۶ | البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۰۰ |
| البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۲۳۲/۸ | العلی، تاریخ الثقات، ص: ۲۵۹ | |
| الفوسی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱۱۷۳/۱ | الدولابی، الکتی والاسماء، ص: ۱۱۷/۲ | الطبری، التاریخ، ص: ۲۱۶/۳، ۸۷/۱ |
| الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۵/۹ | ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۷/۷ | ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۷۷ |
| ابن عدی، الکامل، ص: ۲۵۹/۷ | ابن النذیم، الفہرست، ص: ۱۸۳ | الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸۵/۱۳ |
| القیسری، الجمع بین رجال المحققین، ص: ۵۵۶/۲ | النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۳۸/۲ | |
| المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۲۸۷/۱۹ | الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۸/۱ | الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۱۷/۱ |
| الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۵۵/۸ | الذہبی، العبر، ص: ۲۸۶/۱ | الذہبی، الکاشف، ص: ۱۸۹/۳ |
| الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۶/۳ | الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۹۳/۱ | ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۲۰/۲ |
| ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۹/۱۱ | الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۴۱۳ | ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۳۰۳/۱ |
| ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۹/۱۱ | النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۳۸/۲ | |
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۹/۱۱ | ② حافظ ابن کثیر نے آپ کا نام ہاشم بن بشیر بن ابی ہاشم بن ابی حازم ذکر کیا ہے۔ ابن کثیر، البدیۃ والنہیۃ، ص: ۱۹۸/۱۰ | |
| ③ الیافعی، مرآۃ الجنان، ص: ۳۹۳/۱ | ④ الذہبی، العبر، ص: ۲۸۶/۱ | |
| ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۹/۱ | ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۲/۱۳ | |

آپ کی عدالت و ثقاہت کے باوصف بعض حضرات نے آپ پر تدلیس کا الزام لگایا ہے۔
امام ذہبی فرماتے ہیں:

”لا نزاع أنه كان من الحفاظ الثقات إلا أنه كثير التدليس فقد روى عن جماعة لم يسمع منهم“^(۱)

بلاشبہ ہشیم کا شمار ثقہ اور قابل اعتماد حفاظ حدیث میں ہوتا ہے، مگر وہ تدلیس کرنے کے بہت عادی تھے، ایک ایسی جماعت سے روایت کرتے ہیں، جن سے ان کا سماع ثابت نہیں۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ ہشیم جو حدیث لفظ ”أخبرنا“ سے روایت کریں صرف وہی قابل حجت ہوگی، اس کے علاوہ نہیں“^(۲)۔ امام ذہبی ان کے عمل تدلیس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ہشیم کے نزدیک عن سے تدلیس روایت جائز تھی۔“^(۳) ہشیم نے واسطہ میں حدیث کی تدوین و تالیف شروع کی، ان کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا^(۴)۔

خطیب بغدادی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا، تم لوگ کس سے حدیث کا سماع کرتے ہیں۔ تو اس شخص نے جواب دیا کہ ہمیں ہشیم پڑھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”نعم اسمعوا من هشيم فنعم الرجل من هشيم“^(۵)

ٹھیک ہے، ہشیم سے سماع کرو، کیونکہ وہ اچھا آدمی ہے۔

ایک دوسری روایت میں معروف الکرخی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک رات خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ہشیم سے فرما رہے تھے:

”يا هشيم جزاك الله تعالى من أمتي خيراً“^(۶)

اے ہشیم! تمہیں اللہ تعالیٰ میری امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔

اخلاق و عادات: ابو حاتم سے ہشیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ”ان کی امانت، صداقت اور صلاحیت کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے“^(۷)۔ آپ عبادت گزار اور کثرت سے ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے^(۸)۔

وفات: آپ نے ۷۹ برس کی عمر میں شعبان ۱۸۳ھ کو وفات پائی^(۹)۔



(۳) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۵۸/۳

(۶) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۳/۱۴

(۸) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸۹/۱۴

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۱۳/۷

(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۳/۱۴

(۸) ابن جریر، تہذیب العہد، ص: ۶۲/۱۱

(۱) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۹/۱

(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۳۹۶ مقالہ ہذا

(۷) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۹/۱

(۹) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۹/۱

۱۲۔ جریر بن عبد الحمید (م ۱۸۸ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام جریر بن عبد الحمید اور کنیت ابو عبد اللہ ہے، نسب نامہ یہ ہے: جریر بن عبد الحمید بن جریر بن قرط بن ہلال الفہمی۔ کوفہ کی طرف نسبت کی وجہ سے کوئی کہلاتے تھے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے منصور بن معتمر، حصین بن عبد الرحمن، سلیمان بن حرب، سہیل، اعمش اور متعدد دوسرے اہل علم سے سماع کیا اور آپ سے علی بن مدینی، اسحاق، یوسف بن موسیٰ، احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ②۔ آپ آخری عمر میں بغداد چلے آئے اور وہاں لوگوں کو حدیث پڑھائی ③۔

امام یحییٰ بن معین کا قول ہے:

”طلب جریر الحدیث خمس سنین فقط“ ④

جریر نے علم حدیث حاصل کرنے میں صرف پانچ برس صرف کیے۔

علم و فضل: علامہ ذہبیؒ نے بیان کیا ہے کہ جریر بن عبد الحمید کی ثقاہت، حفظ اور وسعت معلومات کی وجہ سے محدثین ان کی طرف سفر کرتے تھے ⑤۔

ابن سعد کہتے ہیں:

”وكان جرير ثقة كثير العلم تر حل إليه“ ⑥

جریر ثقہ اور کثیر علم والے تھے، ان کی طرف سفر کیا جاتا تھا۔

- * سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:
- ① ابن معین، معرفة الرجال، ص: ۱۱۹/۱
 - ② ابن خياط، الطبقات، ص: ۱۷۰
 - ③ العجلی، الثقات، ص: ۹۶
 - ④ ابو زرعہ، التاريخ، ص: ۳۸۴/۱
 - ⑤ ابو یوسف، التاريخ، ص: ۲۳۱/۲
 - ⑥ الدولابی، الکتی والاشیاء، ص: ۵۳/۲
 - ⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۹۰/۶
 - ⑧ المزی، تہذیب الکمال، ص: ۳۵۷/۳
 - ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۵۰/۱
 - ⑩ الذہبی، الکاشف، ص: ۱۲۷/۱
 - ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۶-۳۹۴/۱
 - ⑫ الجزری، غایۃ النہایۃ، ص: ۱۹۰/۱
 - ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۵/۲
 - ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ⑳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉖ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉚ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉜ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉝ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊴ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊷ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊸ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊹ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊺ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊻ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊼ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊽ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊾ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲
 - ㊿ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۲

امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

”جریر ثقة یحتج به“^(۱)

جریر ثقہ اور قابلِ حجت ہیں۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے:

”جریر أعلم بمنصور من شريك“^(۲)

جریر شریک کی نسبت منصور (کی احادیث) کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

ابراہیم بن ہاشم بیان کرتے ہیں:

”کتبت عنه ألفا وخمس مائة حدیث“^(۳)

میں نے ان (جریر بن عبد الحمید) سے پندرہ سو احادیث لکھی ہیں۔

علامہ ذہبی نے زیج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جریر کے پاس کوفہ کے محدثین سے مروی دس ہزار احادیث تھیں^(۴)۔

اخلاق و عادات: آپ بے حد قانع اور صابر واقع ہوئے تھے اور مساوات کے بڑے علمبردار تھے۔

امام سفیان ثوری نے ابن سلامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

”عجبا لهذا الرازی عرضت علیه أن أجرى عليه مائة درهم في الشهر صدقة“

فقال أياخذ المسلمون كلهم مثل هذا قلت لا قال لا حاجة لي فيه“^(۵)

اس راوی (جریر بن عبد الحمید) پر تعجب ہے میں نے ایک سو درہم بطور صدقہ جاری کرنے کی رائے ان پر پیش کی تو

کہنے لگے: کیا تمام مسلمان اتنی رقم حاصل کرتے ہیں میں نے کہا: نہیں، کہنے لگے مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

ایک دوسری روایت میں امام یحییٰ بن معین نے جریر بن عبد الحمید کا قول نقل کیا ہے، آپ کہتے ہیں:

”عرضت على بالكوفة ألفا درهم يعطوني مع القراء فأبيت ثم جئت اليوم أطلب ما عندهم“^(۶)

کوفہ میں مجھے دو ہزار درہم دیگر قراء کی طرح مجھے بھی دینا چاہتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا پھر خود ہی ان سے لینے پر مجبور ہوا۔

آپ انتہائی عبادت گزار واقع ہوئے تھے۔ امام ابن مدینی بیان کرتے ہیں:

”كان جرير صاحب ليل.....“^(۷)

جریر شب بیدار تھے۔

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا^(۸)۔

وفات: آپ ری میں ۱۸۸ھ میں فوت ہوئے^(۹)۔

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸ ② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۸

③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۵/۱ ④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۵

⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۹۵ ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۷

⑦ ابن حجر، تہذیب الجندیب، ص: ۷۵/۲ ⑧ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۰۱ مقالہ ہذا۔

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲/۲

۱۳۔ سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو محمد اور نام سفیان بن عیینہ ہے۔ آپ بنی عبد اللہ بن روہبہ کے مولیٰ تھے ①۔ جبکہ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ آپ ضحاک بن مزاحم کے بھائی محمد بن مزاحم العلائی کے مولیٰ تھے ②۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

”قیل إنه مولیٰ محمد بن مزاحم العلائی و اختار البخاری الأول“ ③

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ محمد بن مزاحم العلائی کے مولیٰ تھے اور امام بخاریؒ نے پہلا قول کو اختیار کیا ہے۔

ابتدائی حالات: آپ کوفہ میں ۱۰۷ ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں علم کے حصول میں مصروف ہو گئے تھے۔ پھر اپنے والد کی صحبت میں بائیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ آپ نے عمرو بن دینار، ابن شہاب زہری، زیاد بن علاقہ، ابواسحاق، اسود بن قیس اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے اعمش، ابن جریج، شعبہ، عبد اللہ بن المبارک، عبد الرحمن بن مہدی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور دوسرے بے شمار لوگ مستفید ہوئے ④۔

امام ذہبی کا قول ہے:

”طلب الحديث وهو حدث بل غلام ولقى الكبار وحمل عنهم علماً جماً وأتقن وجود وجمع وصنف وعمر دهرأ وازدحم الطلبة عليه.....“ ⑤

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|--|--------------------------------------|---|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۵/۲۹۷ | ① ابن عیین، التاریخ، ص: ۲/۲۱۶ | ① ابن خیاط، تاریخ، ص: ۳۳۸، ۳۶۸ |
| ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۸۳ | ② البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۲۱۳ | ② البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/۹۳ |
| ابن قتیبة، المعارف، ص: ۵۰۶ | ③ ابو زرعة، تاریخ ابی زرعة، ص: ۱/۱۳۵ | ③ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۱/۱۸۵ |
| الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۱/۱۰ | ④ بلاذری، أنساب الأشراف، ص: ۱۸۶ | ④ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۳۲ |
| الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۵/۲ | ⑤ ابن حبان، الثقات، ص: ۶/۴۰۳ | ⑤ ابن حبان البستی، مشاهیر علماء الأمصار، ص: ۱۳۹ |
| ابن شہین، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۱۵۳ | ⑥ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۷/۱۲۷ | ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۷۴ |
| النووی، تہذیب لأسماء واللغات، ص: ۱/۲۲۲ | ⑦ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۲/۳۶۱ | ⑦ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۷/۳۶۸ |
| الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۲۶۲ | ⑧ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱/۱۲۵ | ⑧ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۴۰۰ |
| الذہبی، العصر، ص: ۱/۲۰۸ | ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲/۱۷۰ | ⑨ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۳۵۹ |
| ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۱۷ | ⑩ الخزر جی، خلاصة تہذیب، ص: ۱۳۵ | ⑩ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱/۲۵۴ |
| الاکثانی، الرسالة المستطرفة، ص: ۳۱ | ⑪ القنوجی، التاج المکمل، ص: ۴۱ | |
| الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۲۶۲ | ⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۲۹۷ | |
| الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲/۲۶۲ | ⑬ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴/۹۳ | |
| الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱/۲۰۳ | ⑭ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹/۱۸۳ | |
| الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۸/۴۵۴ | | |

(سفیان بن عیینہ) بچپن میں ہی طلب حدیث میں مشغول ہو گئے اور کبار علماء سے ملاقات کر کے ان سے وافر مقدار میں علم حاصل کیا۔ اور علم میں خوب پختہ اور بہتر ہوئے، بہت سی احادیث جمع کر کے انھیں تصنیف کیا، لمبی عمر پائی اور طلباء کا آپ کے پاس جگھٹا لگا رہتا تھا۔

علم و فضل: آپ امام، حجت، حافظ حدیث، وسیع العلم اور جلیل القدر محدث تھے۔ خطیب بغدادیؒ کا بیان ہے:

”کان له فی العلم قدر کبیر و محل خطیر أدرك نیفا و ثمانین من التابعین“^①

ان (سفیان بن عیینہ) کا علم میں بہت بڑا حصہ اور عظیم الشان مقام تھا۔ آپ کو اسی (۸۰) سے کچھ زائد تابعین کا شرف لقاء حاصل ہوا تھا۔

یحییٰ بن آدمؒ کا قول ہے:

”ما رأیت أحدا یختبر الحدیث إلا و یخطئ الا سفیان بن عیینة“^②

سفیان بن عیینہؒ کے سوا میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اختبار حدیث کے موقع پر غلطی نہ کرتا ہو۔

امام شافعیؒ کا قول ہے:

”لو لا مالک و سفیان لذهب علم الحجاز“^③

اگر امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہؒ نہ ہوتے تو حجاز سے علم حدیث ختم ہو جاتا۔

عبدالرحمن بن مہدیؒ کا قول ہے:

”کان ابن عیینة من أعلم الناس بحدیث أهل الحجاز“^④

ابن عیینہؒ اہل حجاز کی احادیث کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے تھے۔

امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں:

”سمعت البخاری یقول سفیان بن عیینة أحفظ من حماد بن زید“^⑤

میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ ابن عیینہؒ حماد بن زید سے بڑے حافظ حدیث ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

”ما رأیت أعلم بالسنن منه“^⑥

میں نے ان (سفیان بن عیینہ) سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا^⑦۔

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۷۴/۹ ② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳۶۳/۸

③ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱ ④ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱

⑤ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱ ⑥ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱ ⑦ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۳۳

⑧ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۰۵ مقالہ ہذا۔

اعتراض: بعض ائمہ نے سفیان بن عیینہ پر تدلیس کرنے کا اعتراض کیا ہے۔ مثلاً علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

وكان ابن عيينه من المتثبتين في الرجال فلا يروى إلا عن الثقات إلا أنه ابتلى بالتدليس لغيره ①

ابن عیینہ رجال کے بارے میں متثبت (مزید ثبوت طلب کرتے) تھے۔ اس لیے آپ صرف ثقہ رواۃ سے روایت نقل کرتے تھے۔ مگر آپ دوسروں کی طرح تدلیس میں مبتلا ہو گئے۔

جواب: علامہ ذہبی کے بیان کے مطابق ابن عیینہ رجال حدیث کے بارے میں بہت سخت واقع ہوئے تھے کہ وہ رجال سے مزید ثبوت طلب کرتے اور یہ کہ آپ صرف ثقات سے روایت کرتے تھے۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ آپ صرف ثقہ رواۃ سے نقل کرتے تھے۔ ثقہ راوی سے تدلیس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی روایت قابل قبول ہوگی۔ امام ابن عیینہ کی تدلیس بھی اسی نوعیت کی ہے۔

مزید برآں حافظ ابن عبد البر نے ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ابن عیینہ کی تدلیس کو قبول کیا جائے گا ②۔ ابن حبان نے بیان کیا ہے:

..... فإنه كان يدلس ولا يدلس إلا عن ثقة متقن ③

..... سفیان بن عیینہ ثقہ سے تدلیس کرتے تھے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ ”ابن عیینہ صرف ثقہ راوی سے تدلیس کرتے ہیں“ ④۔

ان اقوال کی روشنی میں ابن عیینہ پر تدلیس کا اعتراض کرنا مطلقاً درست نہیں ہے۔

اخلاق و عادات: علم و فضل کے ساتھ آپ سیرت و کردار میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی، نہایت سادہ تھی، صوم و صلوة سے ان کو بہت زیادہ شغف تھا، آپ کو ستر (۷۰) مرتبہ حج کرنے کی سعادت میسر آئی تھی، آپ نے کبھی ایوان حکومت کا رخ نہیں کیا اور نہ ان سے کوئی تحفہ ہی وصول کیا ⑤۔

وفات: آپ نے ۱۹۸ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال کیا۔ اور آپ کو حجون قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا ⑥۔

.....☆.....☆.....

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۷۰/۲

② ابن العجمی، التبيين لأسماء المدلسين، ص: ۳۳۷

③ ابن حبان، صحيح ابن حبان، ص: ۸۱/۱ ④ ابن حجر، طبقات المدلسين، ص: ۲۲۷

⑤ ابن الجوزی، مفوه الصفوة، ص: ۱۳۱/۲ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۳/۱

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان (م ۱۹۸ ھ) *

نام و نسب: آپ کی کنیت ابو سعید ہے اور نام یحییٰ بن سعید بن فروخ ہے۔ بنو تمیم سے نسبت ولاء کی وجہ سے تمیمی کہلائے ①۔
ابتدائی حالات: آپ ۱۲۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ہشام بن عروہ، عطاء بن سائب، حسین المعلم، حمید طویل، اعمش اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا۔ اور آپ سے عبد الرحمن بن مہدی، عفان، مسدد، احمد وغیرہ نے روایت کی ہے ②۔
علم و فضل: آپ بصرہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم اور سید الحفاظ تھے۔ تمام محدثین کرامؒ آپ کے علم و فضل کے بارے میں رطب اللسان ہیں: ابن حبان کا قول ہے:

”كان من سادات أهل زمانه حفظا وورعا وفهما وفضلا ودينا وعلما وهو الذي مهد لأهل العراق رسم الحديث وأمعن في البحث عن الثقات وترك الضعفاء ومنه تعلم أحمد ويحيى وعلی و سائر علماءنا“ ③

یحییٰ بن سعید اپنے وقت کے حافظ، متقن، صاحب بصیرت، صاحب فضل، صاحب دین اور صاحب علم لوگوں کے سردار تھے۔ آپ ہی نے پہلے پہل اہل عراق کے لیے حدیث لکھی، اور ثقہ رواۃ کے بارے میں گہری بحث و تحقیق کی اور ضعیف رواۃ سے حدیث نہیں لی اور آپ ہی سے امام احمد (بن حنبل)، امام یحییٰ (بن معین) اور امام علی (بن المدینی) اور ہمارے تمام علماء کرام نے علم حاصل کیا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ مجھے عبد الرحمن بن مہدیؒ نے کہا:

* سوانح حیات کے لئے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---|--|-------------------------------------|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۹۳/۷ | ⑤ ابن معین، التاريخ، ص: ۶۳۵/۲ | ⑥ ابن معین، معرفة الرجال، ص: ۵۰۴/۱ |
| ⑦ ابن خياط، تاريخ، ص: ۳۶۸، ۳۵۰ | ⑧ ابن خياط، الطبقات، ص: ۲۲۵ | ⑨ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۲۷۶/۸ |
| ⑩ البخاری، التاريخ الصغیر، ص: ۲۱۳ | ⑪ العللی، الثقات، ص: ۲۷۲ (رقم ۱۸۰۷) | ⑫ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۱۳۵/۱ |
| ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۵۰/۹ | ⑭ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۳۲ | ⑮ ابن حبان، الثقات، ص: ۶۱۱/۷ |
| ⑯ ابن حبان المستدرج، مشاہیر علماء لا مضار، ص: ۱۶۱ | ⑰ ابن شاکب، تاریخ أسماء الثقات، ص: ۳۵۲ | ⑱ الحاکم، الاسامی والکنی، ص: ۲۲۳/۱ |
| ⑲ ابن منبج، رجال صحیح مسلم، ص: ۳۳۸/۲ | ⑳ ابو نعیم، حلیۃ لأولیاء، ص: ۳۷۰/۸ | ㉑ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳۵/۳۱ |
| ㉒ الخطیب، السابق والمتأخر، ص: ۳۷۰ | ㉓ القیصرانی، الجمع بین رجال الصحیحین، ص: ۵۶۱/۲ | ㉔ ابن الجوزی، صفة الصلوۃ، ص: ۳۶۵/۳ |
| ㉕ النووی، تهذیب لأسماء، ص: ۱۵۳/۲ | ㉖ المزنی، تهذیب الکمال، ص: ۹۱/۲۰ | ㉗ الذہبی، دول الاسلام، ص: ۱۲۵/۱ |
| ㉘ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱ | ㉙ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۱۷۵/۹ | ㉚ الذہبی، المعبر، ص: ۳۲۷/۱ |
| ㉛ الذہبی، الکاشف، ص: ۲۲۵/۳ | ㉜ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸۰/۴ | ㉝ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۳۶۰/۱ |
| ㉞ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۹۲/۱ | ㉟ ابن قنبل، الوفيات، ص: ۱۵۱ | ㊱ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۳۳۸/۲ |
| ㊲ ابن حجر، تهذیب التہذیب، ص: ۲۱۶/۱۱ | ㊳ الخزرجی، خلاصة تهذیب، ص: ۴۲۳ | ㊴ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۳۵۵/۱ |
| ㊵ السبکی، تاریخ حران، ص: ۶۱، ۴۷ | ① الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱ | ② ابن حجر، تهذیب التہذیب، ص: ۲۱۷/۱۱ |

”لا ترى بعينيك مثل يحيى القطان“ ①

تم اپنی آنکھوں سے (یحییٰ بن سعید القطان) جیسا کوئی شخص نہیں دیکھو گے۔
بندار کا قول ہے:

”هو إمام أهل زمانه“ ②

آپ اپنے اہل زمانہ کے امام ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے:

”ما رأيت أحداً أقل خطأ من يحيى بن سعيد“ ③

میں نے یحییٰ سے کم غلطی کرنے والا کوئی محدث نہیں دیکھا۔

ابن سعدؒ نے آپ کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے:

”كان ثقة حجة رفيعة مأموناً“ ④

آپ ثقہ، حجت، مامون اور اونچے مرتبہ کے حامل تھے۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

”أمناء الله على حديث رسول الله ﷺ مالك و شعبه و يحيى القطان“ ⑤

امام مالک، شعبہ، اور یحییٰ (بن سعید بن القطان) حدیث رسول کے امین ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے:

”يحيى القطان أثبت الناس و ما كتبت عن أحد مثله“ ⑥

یحییٰ القطان تمام لوگوں سے زیادہ پختہ ہیں، میں نے آپ جیسے کسی پختہ شخص سے حدیث نہیں لکھی۔

اخلاق و عادات: آپ اپنے اخلاق و کردار اور پرہیز گاری میں اسلام کی زندہ تصویر تھے، آپ کی ہر ادا سے اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ باجماعت نماز ادا کرنے کے حد درجہ پابند تھے، کثرت سے تلاوت قرآن کریم کرتے تھے۔ آپ متانت و سنجیدگی اور سادگی و قناعت پسندی کے پیکر تھے ④۔

وفات: آپ نے صفر ۱۹۸ھ میں اٹھتر (۷۸) برس کی عمر میں وفات پائی ⑧۔



- ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱
② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱
③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹۸/۱
④ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوۃ، ص: ۳۷۷/۳
⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹۹/۱
⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۰۰/۱
⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۸/۱
⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۸/۱
⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳۰/۱۳، ۱۷۰/۱۱
⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۰/۱۱
⑪ النووی، تہذیب الأسماء، ص: ۱۵۴/۲

تعارف خلفاء بنو امیہ

۱. معاویہ بن ابی سفیانؓ (م ۶۰ ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام معاویہ بن ابی سفیانؓ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ کا شجرہ نسب پانچویں پشت پر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ کا خاندان بنو امیہ زمانہ جاہلیت ہی سے قریش میں معزز و ممتاز تھا۔ آپ کے والد ابو سفیانؓ قریش کے قومی نظام میں علمبرداری کے معزز عہدے پر فائز تھے۔ ابو سفیانؓ آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے ②۔ حضرت امیر معاویہؓ عام القضیہ کے سال اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور بالآخر اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے دن اسلام کو ظاہر کیا ③۔

آپ کو عہد رسالت میں کوئی نمایاں کارنامہ دکھانے کا موقع نہ مل سکا۔ مگر عہد صدیقی میں آپ شام کی فتوحات میں شریک رہے ④۔ عہد فاروقی میں بھی آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کے بھائی یزید کی جگہ انھیں دمشق کا گورنر مقرر کیا ⑤۔ اور پھر حضرت عثمانؓ نے آپ کو پورے شام کا والی بنا دیا۔ شام کی ولایت کے زمانہ میں آپ نے رومیوں کے مقابلہ میں زبردست فتوحات حاصل کیں ⑥۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | |
|---|--|
| ① ابن خلیط، الطبقات، ص: ۱۰، ۱۳۹ | ② ابن حبیب، المحبر، ص: ۷۲۱ |
| ③ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۷/۳۲۶ | ④ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۲/۱۰۰۴ |
| ⑤ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۳۴۳ | ⑥ الفسوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۱/۳۰۵ |
| ⑦ العیونی، تاریخ، ص: ۲/۲۱۹ | ⑧ الطبری، التاريخ، ص: ۵/۳۲۳ |
| ⑨ البلاذری، الانساب، ۱/۶۹۰ | ⑩ الازدی، فتوح الشام، ص: ۲۸۳ |
| ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۸/۳۷۷ | ⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۵ |
| ⑬ السعودی، مروج الذهب، ص: ۳/۱۸۸ | ⑭ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱/۲۰۷ |
| ⑮ المرتضیٰ، امالی، ص: ۱/۷۷۵ | ⑯ ابن خلکان، وفیات الأعیان، ص: ۲/۶۶ |
| ⑰ القیسرانی، الجمع بین رجال الخمسین، ص: ۲/۲۸۹ | ⑱ الذہبی، الکشف، ص: ۳/۱۳۸ |
| ⑲ المزنی، تنقیح الاثراف، ص: ۸/۳۳۳ | ⑳ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۷۳ |
| ㉑ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۱۳۱ | ㉒ ابن حجر، تقریب الجذیب، ص: ۲/۲۵۹ |
| ㉓ تقی الدین، المعتمد الثمین، ص: ۷/۲۲۷ | ㉔ ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱/۲۵ |
| ㉕ ابن حجر، تهذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۰۷ | ㉖ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۷/۱۲۸ |
| ㉗ ابن حجر، تهذیب التہذیب، ص: ۵/۲۲۱ | ㉘ ابن لاثیر، أسد الغابہ، ص: ۵/۲۲۱ |
| ㉙ ابن لاثیر، أسد الغابہ، ص: ۵/۲۲۱ | ㉚ ابن لاثیر، أسد الغابہ، ص: ۵/۲۲۱ |
| ㉛ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۶/۲۲۱ | ㉜ ابن لاثیر، أسد الغابہ، ص: ۵/۲۲۱ |
| ㉝ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۶/۲۲۱ | ㉞ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۸/۱۱۳ |
| ㉟ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۸/۱۱۳ | |

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین ہوئی ①۔ اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ غلیفہ ہوئے جو بعد ازاں آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے ②۔

علم و فضل: آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لیے دعاء کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و قه العذاب)) ③

اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھ۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به)) ④

اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا۔ اور ان کے ذریعے (لوگوں کو) ہدایت دے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم علم معاوية الكتاب و مكن له في البلاد و قه العذاب)) ⑤

اے اللہ! معاویہؓ کو کتاب (قرآن) کا علم دے دے اور شہروں میں اسے مضبوط کر دے اور عذاب سے بچالے۔

ایک دفعہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے معاویہؓ تمہارا کون سا حصہ میرے ساتھ لگ رہا ہے تو حضرت معاویہؓ نے جواب دیا میرا پیٹ اور میرا سینہ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللهم املاهما علما و حلما)) ⑥

اے اللہ! ان دونوں (پیٹ اور سینہ) کو علم اور بردباری سے بھر دے۔

حبر الامت حضرت ابن عباسؓ آپ کو فقہاء میں شمار کرتے تھے۔ ابن ملیکہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ انھوں نے وتر ایک رکعت پڑھی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ فقیہ ہیں ⑦۔ اس تفقہ کی بناء پر آپ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت کے جو صاحب علم و افتاء تھے ایک رکن تھے۔ البتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد زیادہ نہیں ہے ⑧۔

① الدینوری، أخبار الطوال، ص: ۱۵۶

② ابن لاثیر، أئسد الغایہ، ص: ۲۰۲/۵

③ ابن جنبل، المسند، ص: ۱۲۷/۴

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان، حدیث نمبر ۳۸۴۲، ص: ۸۶۹

⑤ الآجری، کتاب الشریعہ، باب ذکر دعاء النبی المعاویہ، حدیث نمبر ۱۹۱۹، ص: ۱۱۱، مجمع الزوائد، باب ما جاء معاویہ بن ابی سفیان، ص: ۳۵۶/۹

⑥ الآجری، کتاب الشریعہ، باب ذکر دعاء النبی المعاویہ، حدیث نمبر ۱۹۲۰، ص: ۹۱۲

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۷۶۵، ص: ۶۳۳

⑧ النووی، تجزیب لأسماء، ص: ۱۳۳/۱

دینی علوم کے علاوہ حضرت معاویہؓ عرب کے مروجہ علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کتابت سے پوری طرح آگاہ تھے اور اس وصف کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے آپ کو اپنا خاص کاتب مقرر کیا^(۱)۔

آپ شعر و شاعری کا بھی خاصا ذوق و شوق رکھتے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ ”انسان پر اولاد کی تادیب فرض ہے اور ادب کا بلند مرتبہ شعر ہے اس لئے تم لوگ شعر کو اپنا سب سے بڑا مطمح نظر بناؤ اور اسی کی عادت ڈالو“^(۲)۔

آپ آتش بیانی اور خطابت میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔
علامہ ابن الطقطقی حضرت معاویہؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”کان حکیمافصیحابلیغاً“^(۳)

معاویہؓ حکیم اور فصیح و بلیغ تھے۔

جاہظ نے آپ کی فصیح و بلیغ تقریر کا ایک نمونہ نقل کیا ہے^(۴)۔

ان علوم کے علاوہ حضرت معاویہؓ کے صحیفہ کمال میں سب سے زیادہ نمایاں صلاحیت ان کی فطری تدبیر و سیاست ہے۔ تمام مورخین انھیں اپنے زمانہ کا سب سے بڑا مدبر، سیاستدان اور بیدار مغز حکمران تسلیم کرتے تھے۔
ابن الطقطقی لکھتے ہیں:

”معاویہؓ دنیا کے سمجھنے والے، فہیم، علیم اور طاقتور حکمران تھے جو سیاست اور تدبیر میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے“^(۵)۔

حضرت عمرؓ جیسے حکمران حضرت معاویہؓ کو ”کسرائے عرب“ کہتے تھے^(۶)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو حضرت معاویہؓ سے بڑھ کر سردار نہیں پایا۔ کسی نے پوچھا! حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ آپ نے جواب دیا، بخدا یہ لوگ حضرت معاویہؓ سے بہتر تھے لیکن حضرت معاویہؓ میں سرداری ان سے زیادہ تھی“^(۷)۔

مصادر سے آپ کی تدبیر و حکمت اور سیاست کے بے شمار نمونے ملتے ہیں^(۸)۔

اخلاق و عادات: حضرت معاویہؓ جاہ و جلال اور قوت و اقتدار حاصل ہونے کے باوجود بے حد متحمل مزاج تھے۔

① ابن کثیر، الہدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۲۲/۸ ② ابن رشتیق، کتاب العمدۃ، ص: ۱۰

③ ابن الطقطقی، الفخری فی الآداب السلطانیۃ، ص: ۹۵ ④ الجاہظ، البیان والتبیین، ص: ۱۷۳

⑤ ابن الطقطقی، الفخری، ص: ۹۵ ⑥ ابن لا فیر، أسد الغابۃ، ص: ۲۲۲/۵

⑦ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۲۶۲/۱ ⑧ ابن کثیر، الہدایۃ والنہایۃ، ص: ۱۱۲/۸

ابن طقطقی کا بیان ہے:

”معاویہؓ کے موقع پر حلم سے اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے لیکن ان میں حلم کا پہلو غالب تھا“ ①۔

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے:

”..... میں حضرت معاویہؓ کی صحبت میں رہا ہوں۔ میں نے ان سے زیادہ کسی کو بُر دبار اور عقل مند عالم نہیں پایا.....“ ②

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”غصہ پی جانے سے زیادہ میرے لیے کوئی شے لذیذ نہیں“ ③۔ آپ قیامت کے مواخذہ کا تذکرہ سن کر لرزا بر اندم ہو جاتے تھے۔ اور بے حد زوتے دکھائی دیتے۔ یوں لگتا تھا کہ آپ ہلاک ہو جائیں گے ④۔ آپ حق کو قبول کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے۔ ابو مریم ازدی کے شکایت کرنے پر آپ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لیے ایک شخص مقرر کر دیا ⑤۔

آپ حد درجہ فیاض اور سخی تھے، آپ کا ابر کرم بلا امتیاز اپنے اور مخالف سب پر یکساں برستا تھا۔ کبار صحابہ کرامؓ کے وظائف مقرر کرتے تھے۔ اور صحابہ کی اولاد تک سے فیاضانہ سلوک برتتے تھے ⑥۔

وفات: آپ نے ۷۸ سال کی عمر میں رجب ۶۰ھ میں انتقال فرمایا ④۔



① ابن طقطقی، الفخری، ص: ۱۹۴

② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۴

③ الطبری، تاریخ، ص: ۱۲۳/۷

④ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، حدیث نمبر ۲۳۸۲، ص: ۵۳۳

⑤ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فیما یلزم الامام من امر الرعية، حدیث نمبر ۲۹۴۸، ص: ۴۲۹

⑥ ابن طقطقی، الفخری، ص: ۹۵ ⑦ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۷۲/۴ ⑧ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۳۷/۸

④ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۲۲۲/۵

۲. عبد اللہ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ)

نام و نسب: آپ کا نام عبد اللہ اور کنیت ابو بکر ہے اور نسب نامہ عبد اللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن أسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ القرشی الاسدی ہے ①۔

ابتدائی حالات: آپ مدینہ منورہ میں اھ میں پیدا ہوئے ②۔ تاریخ اسلام میں آپ کی ولادت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ہجرت مدینہ کے بعد عرصہ تک مسلمانوں کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ اور یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ مسلمانوں کی انقطاع نسل کے لیے انھوں نے جادو کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ کی ولادت سے ان کے اوہام باطلہ کی تردید ہو گئی اور مسلمان آپ کی ولادت سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ آپ کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ ﷺ نے گود میں لے کر خیر و برکت کی دعا کی اور کھجور چبا کر اس نو مولود کے منہ میں ڈالی۔ اس طرح سب سے پہلی چیز جو آپ کے پیٹ میں گئی، وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن تھا ③۔

آپ نے آٹھ برس کی عمر میں بیعت نبوی کا شرف حاصل کیا ④۔ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں آپ کم سن تھے اس لیے ان دونوں زمانوں کا کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ملتا، البتہ حضرت عمرؓ کے آخری دور میں آپ اپنے والد کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئے ⑤۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---------------------------------------|--|---------------------------------------|
| ① ابن معین، التاريخ، ص: ۳۰۶/۲ | ② ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۵۸۰۰/۱۳ | ③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۸۹، ۱۱۳ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۸۹، ۱۱۳ | ⑤ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۷۸، ۱۱ | ⑥ النجاشی، التاريخ، ص: ۲۵۶ |
| ⑦ الفسوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۶۳۵۳/۳ | ⑧ ابو زرعة، التاريخ، ص: ۱۰۰۳/۲ | ⑨ ابن عساکر، التاريخ، ص: ۲۵۱/۲ |
| ⑩ ابن عساکر، التاريخ، ص: ۲۵۱/۲ | ⑪ الطبری، التاريخ، ص: ۳۰۸/۱۰ | ⑫ ابن عبد رب، العقد الفرید، ص: ۱۲۵/۷ |
| ⑬ ابن حزم، جمهرة الانساب العرب، ص: ۸۷ | ⑭ ابن خلیکان، وفیات الاعیان، ص: ۷۱/۳ | ⑮ ابن حزم، جمهرة الانساب العرب، ص: ۸۷ |
| ⑯ ابن حزم، جمهرة الانساب العرب، ص: ۸۷ | ⑰ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۳۲/۸ | ⑱ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ |
| ⑲ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ | ⑳ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ | ㉑ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ |
| ㉒ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ | ㉓ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ | ㉔ ابن حجر، تہذیب العبد، ص: ۴۱۵/۱ |

① ابن معین، التاريخ، ص: ۳۰۶/۲

② ابن ابی شیبہ، المصنف، ص: ۱۵۸۰۰/۱۳

③ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۱۸۹، ۱۱۳

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جنگ طرابلس میں شریک ہوئے اور اس میں فتح حاصل کی ①۔ اور اس کے بعد ۳۰ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں نمایاں حصہ لیا ②۔

۳۵ھ میں جب شورش پسندوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو آپ کی حفاظت کے لیے جو سرفروش نکلے تھے ان میں آپ بھی تھے ③۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے سرگرم ہوئے، اس گروہ کی قیادت حضرت عائشہؓ نے کی تھی ④۔ جنگ جمل میں آپ کو تلواروں اور نیزوں کے چالیں سے زیادہ زخم آئے ⑤۔

آپ نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن یزید کے ولی عہد بنانے کی آپ نے پر زور مخالفت کی اور ۶۰ھ میں اپنی خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ ۶۲ھ میں دوبارہ بیعت کی دعوت دی۔ تو دولت اسلامیہ کے بیشتر حصوں میں آپ کی بیعت ہو گئی۔ آپ ۷۳ھ تک مسلسل بنو امیہ سے مقابلہ کرتے رہے۔ بالآخر شامیوں نے آپ کو شہید کر دیا ⑥۔

علم و فضل: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے خاندان اور رشتہ داریوں کے لحاظ سے بہت زیادہ شرف و اعزاز کے حامل تھے۔ آپ کے والد حضرت زبیر بن عوامؓ آنحضرت ﷺ کے حواری اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کے نانا تھے جو پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ کو بارگاہ نبوت سے ذات النطاقین کا لقب ملا تھا۔ آپ کی خالہ حضرت عائشہؓ اور آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ تھیں، جو آنحضرت ﷺ کی بیوی تھیں اور آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ آپ کی دادی تھی ⑦۔ آپ قرآن کریم کے بہت بڑے قاری تھے ⑧۔

صغریٰ کی وجہ سے اگرچہ آپ کو آنحضرت ﷺ سے کسب فیض کا موقع بہت کم ملا۔ اس کے باوجود آپ سے تینتیس (۳۳) روایات منقول ہیں جن میں دو روایات متفق علیہ ہیں۔ اور چھ بخاری اور چھ صحیح مسلم میں ہیں ⑨۔

آپ خطبہ کے ذریعے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کی تعلیم دیتے تھے ⑩۔ آپ کو جو مسائل معلوم نہ ہوتے ان کے بارے میں اپنے معاصرین سے بلا تکلف پوچھ لیتے تھے ⑪۔ آپ متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے ⑫۔ اور آپ کا شمار اپنے

① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۶۸/۳

② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۸۲/۳

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۸۲/۳

④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۸۶/۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ حدیث نمبر ۴۶۶۵، ص: ۸۰۰

⑥ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۹۷

⑦ المسلم، الجامع الصحیح، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۳۳۵، ص: ۲۳۱

⑧ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۱۳۸/۱

⑨ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن زبیر، ص: ۵۴۹/۳

⑩ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۲۳

عہد کے ممتاز خطباء میں ہوتا تھا^(۱۳)۔

اخلاق و عادات: آپ انتہائی عبادات گزار تھے، نماز کو بڑے آرام سے خشوع و خضوع سے ادا کرتے تھے^(۱)۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے:

”اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو ابن زبیرؓ کی نماز کی نقل کرو“^(۲)۔

آپ کو روزوں اور حج بیت اللہ سے بھی ایسا ہی شغف تھا، مسلسل روزہ رکھتے تھے اور آپ نے آٹھ حج کیے تھے^(۳)۔

غرضیکہ کوئی عبادت ایسی نہیں تھی جس میں آپ نے بے مثال نمونہ نہ چھوڑا ہو^(۴)۔

آپ زہد و ورع کے مجسم پیکر تھے جس کا اعتراف حضرت ابن عمرؓ نے بھی کیا ہے^(۵)۔

آپ حد درجہ سخی اور فیاض تھے۔ ازواج مطہراتؓ خصوصاً حضرت عائشہؓ کی دل کھول کر مدد کرتے تھے^(۶)۔

عدل و مساوات آپ کی زندگی کا ایک خاصہ تھا^(۷)۔ شجاعت اور شہادت آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ

داستان شجاعت نے عبارت ہے^(۸)۔

وفات: عبدالملک کے عہد ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے آپ کو شہید کیا^(۹)۔



① ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۰/۴ ② ابن لاثیر، أَسَدُ الْغَابَةِ، ص: ۲۳۶/۳

③ ابن خنبل، المسند، ص: ۲۸۹/۱

④ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن زبیرؓ، ص: ۵۴۸/۹ ⑤ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۳۶۴/۱

⑥ علی المتقی، کنز العمال، فضائل ابن زبیرؓ

⑦ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، ذکر عبداللہ بن زبیرؓ، ص: ۵۲۲/۳

⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب الهجرة، حدیث نمبر ۶۰۷۳، ص: ۱۰۶۰

⑨ ابن خنبل، المسند، ص: ۴/۴

⑩ ابن لاثیر، اکمل، ص: ۲۹۳/۳

⑪ ابن لاثیر، اکمل، ص: ۲۹۳/۳

۳. عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام عبدالملک بن مروان اور کنیت ابو الولید ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف القرشی الاموی ①۔

ابتدائی حالات: آپ ۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور یہیں آپ کی نشوونما ہوئی، جس کی وجہ سے آپ کو فقہائے مدینہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا پورا موقع ملا، آپ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ خلافت میں اپنے والد مروان بن حکم کی زندگی میں ان کے ولی عہد مقرر ہوئے، مصر اور شام میں سات برس تک حکومت کی جبکہ باقی علاقے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زیر تصرف تھے۔ ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد بلا شرکت غیرے تمام علاقوں پر حکومت کی ②۔

امام سیوطی نے علامہ ذہبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عبدالملک مروان نے حضرت عثمانؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعیدؓ، حضرت اُم سلمہؓ، حضرت بریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاویہؓ سے احادیث سنی ہیں اور ان سے عروہ، خالد بن معدان، رجاء بن حیوہ، زہری، یونس بن میسرہ، ربیعہ بن یزید وغیرہ نے سماع کیا ہے ③۔

علم و فضل: آپ کا شمار فقہائے مدینہ میں ہوتا تھا، ابو الزناد کہتے ہیں: ”اس زمانہ میں فقہاء مدینہ میں چار شخص شمار ہوتے تھے؛ سعید بن مسیب، عروہ بن زبیرؓ، قبیصہ بن ذویب اور عبدالملک بن مروان ④۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا:

سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

- | | | |
|---------------------------------------|---------------------------------------|---------------------------------------|
| ① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳/۵ | ② ابن معین، التاریخ، ص: ۲/۲۷۵ | ③ ابن خیاط، التاریخ، ص: ۲۹۲ |
| ④ ابن خیاط، الطبقات، ص: ۲۴۰ | ⑤ ابن حبیب، المجمل، ص: ۲۳ | ⑥ البخاری، التاریخ الصغیر، ص: ۹۱ |
| ⑦ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵-۲۲۹ | ⑧ النجلی، تاریخ الثقات، ص: ۳۱۲ | ⑨ ابو زرہ، التاریخ، ص: ۱/۱۹۱ |
| ⑩ ابن قتیبہ، عیون الأخبار، ص: ۳/۲۰۷ | ⑪ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۳۵۵ | ⑫ الفسوی، المعرفة والتاریخ، ص: ۱/۵۶۳ |
| ⑬ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۲۲ | ⑭ البیہقی، التاریخ، ص: ۲/۲۶۵ | ⑮ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۷/۱۲۸ |
| ⑯ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۳/۱۹۷ | ⑰ ابن حبان، الثقات، ص: ۵/۱۱۹ | ⑱ ابن عدی، الکامل، ص: ۳/۵۱۷ |
| ⑲ ابن حزم، جمہورۃ انساب العرب، ص: ۸۹ | ⑳ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۸۸ | ㉑ اشیر ازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۲ |
| ㉒ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۱۰/۲۵۲ | ㉓ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۳۰۹ | ㉔ ابن خلکان، وفيات الأعیان، ص: ۲/۲۹ |
| ㉕ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۱۲/۹۳ | ㉖ الذہبی، تاریخ اسلام، ص: ۳/۲۷۶ | ㉗ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۲۳۶ |
| ㉘ الذہبی، المعبر، ص: ۱/۱۰۲ | ㉙ البغدادی، الوافی بالوفیات، ص: ۱/۲۰۲ | ㉚ الیافعی، مرآة الجنان، ص: ۱/۱۷۸ |
| ㉛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۹/۶۶ | ㉜ ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۹۵ | ㉝ تقی الدین، العقد الثمین، ص: ۵/۵۱۲ |
| ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۲۲ | ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳۲۲ | ㊱ ابن تغری، النجوم الزہرۃ، ص: ۱/۲۱۲ |
| ㊲ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۶/۳۲۲ | ㊳ ابن العماد، شذرات، الذہب، ص: ۱/۹۷ | ㊴ ابن تومر، النجوم الزہرۃ، ص: ۱/۲۱۲ |
| ㊵ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۳۶ | ㊶ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۳/۲۷۶ | ㊷ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۰ |
| ㊸ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۳/۲۷۶ | ㊹ ابن لا شیر، الکامل، ص: ۶/۱۹۹ | |

”إنکم معشر أشیاء قریش یوشک أن تنقضوا فمن نسأل بعد کم فقال إن مروان ابنأ فقیها فسلوه“^①

آپ حضرات قریش تو بوڑھے ہو گئے ہیں ہم آپ کے بعد کن سے مسائل دریافت کریں؟ آپ نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا (عبدالملک) فقیہ ہے، اس سے دریافت کرنا۔

امام نافع کا بیان ہے:

”لقد رأیت المدینة و ما بها شاب أشدّ تشمیراً ولا أفقه ولا أنسک ولا أقرأ لکتاب الله من عبدالملک بن مروان“^②

میں نے مدینہ میں عبدالملک بن مروان سے زیادہ کوئی جوان چست و چالاک، عابد اور فقیہ اور کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والا نہیں دیکھا۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

”ما جالست أحداً إلا وجدت لی علیه الفضل إلا عبدالملک بن مروان فإنی ما ذاكرته حدیثاً إلا زادنی فیه ولا شعراً إلا زادنی فیه“^③

میں جس شخص کے ساتھ بیٹھا ہوں وہی میرے علم و فضل کا قائل ہو گیا مگر عبدالملک بن مروان (کے علم و فضل کا میں خود قائل ہو گیا) کیونکہ میں نے جب اس کے سامنے کوئی حدیث بیان کی تو اس میں انھوں نے ضرور کچھ زیادہ بتلایا اور جب کبھی میں نے ان کے سامنے کوئی شعر پڑھا تو انھوں نے میرے سامنے کئی کئی اشعار پڑھ دیئے

اخلاق و عادات: عبدالملک بن مروان خلافت سے قبل بہت عبادت گزار تھا۔ کثرت عبادت کی وجہ سے لوگ آپ کو ”حمامة المسجد“ (مسجد کی کبوتری) کہا کرتے تھے۔

ابن سعد آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”وكان عابداً ناسکاً قبل الخلافة.....“^④

آپ خلافت سے قبل (مدینہ میں) عابد و زاہد تھے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان عبدالملک بن مروان اور دونو جوان مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور عصر تک برابر پڑھتے رہتے تھے۔ سعید بن مسیب سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر ہم ان تینوں کی طرح نماز

① السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۶/۳ ③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳ ⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۴/۵

پڑھیں تو کوئی مضائقہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ عبادت زیادہ نماز پڑھنے اور کثرت سے روزہ رکھنے کا نام نہیں بلکہ عبادت ذات الہی کے متعلق غور و فکر کرنے اور گناہوں سے بچنے کا نام ہے ①۔

آپ امور خلافت کے سلسلہ میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ اصمعی فرماتے ہیں کہ کسی نے عبدالملک سے کہا:

”یا امیر المؤمنین عجل عليك الشيب فقال و كيف لا و أنا أعرض عقلي على الناس في كل جمعة“ ②۔

اے امیر المؤمنین! آپ پر بڑھاپا بہت جلد آ گیا ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ کس طرح نہ آتا، میں ہر جمعہ اپنی تمام عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔

آپ کے عادات و اخلاق کے بارے میں ابن عائشہ بیان کرتے ہیں: ”عبدالملک کے پاس جب کوئی شخص کسی شہر یا گاؤں سے آتا تو عبدالملک اس سے کہتا: ”دیکھو مجھے چار باتوں سے معاف رکھنا، ان کے علاوہ جو کچھ کہہ سکتے ہو کہہ ڈالو، ایک تو میرے سامنے جھوٹ نہ بولنا کیونکہ میرے ہاں جھوٹ کی کوئی قدر نہیں، دوسرا یہ کہ جو کچھ میں پوچھوں محض اسی کا جواب دینا کیونکہ میری توجہ اسی پر لگی ہوئی ہوگی، تیسرا یہ کہ میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا کیونکہ اپنا حال میں خود ہی جانتا ہوں، چوتھا یہ کہ مجھے میری رعیت پر برا بیچتہ نہ کرنا کیونکہ انھیں میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے“ ③۔

آپ حد درجہ کے بہادر تھے۔ ابراہیمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبدالملک کو دیکھا کہ اسے ایک رات میں چار مشکلیں پیش آئیں مگر اس کے چہرہ پر ذرا شکن نہیں پڑی ④۔

آپ کو شعر و شاعری سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ آپ شعراء سے اشعار سنتے تھے ⑤۔

وفات: آپ نے شوال ۸۶ھ میں اکٹھ برس کی عمر میں وفات پائی ⑥۔



① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳

② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱ ④ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳ ⑤ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۷۰/۹

⑥ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۷/۳ ⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

⑨ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۷۲/۹

۴۔ عمر بن عبد العزیز (م ۱۰۱ھ) *

نام نسب: آپ کا نام عمر بن عبد العزیز اور کنیت ابو حفص ہے۔ نسب نامہ یہ ہے عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اموی^(۱)۔

ابتدائی حالات: آپ قریش کے مشہور خاندان بنو امیہ کے ایک نامور اور ممتاز فرد تھے۔ یزید بن معاویہ کے عہد حکومت ۶۳ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور اپنے والد عبد العزیز کے عہد گورنری میں مصر پرورش پائی^(۲)۔ ابتدائی تعلیم مصر میں ہی حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ کا رخ کیا اور مشہور محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی^(۳)۔ ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے، اس زمانہ میں آپ نے مسجد نبوی کو عظیم الشان، زیب و زینت کے ساتھ از سر نو تعمیر کروایا^(۴)۔ مسجد نبوی کے علاوہ آپ نے اطراف مدینہ میں بہت سی مساجد تعمیر کروائیں^(۵)۔ حجاج کی شکایت پر آپ کو معزول کیا گیا^(۶)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ولید کے حکم سے مصعب بن عبد اللہ بن زبیر کو سزادی جس کے صدے سے ان کی موت واقع ہوئی۔ اسی کی ندامت سے آپ مستغنی ہو گئے^(۷)۔

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے

- | | | |
|--|--|---|
| ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۰/۵ | ابن معین، التاريخ، ص: ۳۳۲/۲ | ابن خیاط، التاريخ، ص: ۳۲۰ |
| ابن حبیب، المحرر، ۲۷ | ابن خاری، التاريخ الصغیر، ۱۱۷ | ابن خاری، التاريخ الکبیر، ص: ۱۷۳/۶ |
| ابن عبد الحکم، السیر، عمر بن عبد العزیز | ابن قتیبة، المعارف، ص: ۳۶۳ | ابن قسوی، المعرفة والتاريخ، ص: ۵۶۸/۱ |
| ابن البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۵۶۱-۱۶/۱ | ابن یعقوب، التاريخ، ص: ۳۰۱/۲ | ابن الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۲/۶ |
| ابن السعدي، مروج الذهب، ص: ۱۹۲/۳ | ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۷۸ | ابن نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۵۳/۵ |
| ابن حزم، جمهرة انساب العرب، ص: ۱۰۵ | ابن شیرازی، طبقات الفقہاء، ص: ۶۳ | ابن الجوزی، صفة الصلوٰۃ، ص: ۱۱۳/۲ |
| ابن النودی، تهذیب الاسماء، ص: ۱۷/۲ | ابن المزنی، تحفة الاشراف، ص: ۳۱۹/۱۳ | ابن المزنی، تهذیب الکمال، ص: ۱۱۵/۱۳ |
| ابن الذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱۱۸/۱ | ابن الذہبی، دول الاسلام، ص: ۶۹/۱ | ابن الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۱۳/۵ |
| ابن الذہبی، المعجم، ص: ۱۲۰/۱ | ابن الذہبی، الکاشف، ص: ۲۷۵/۲ | ابن یافعی، مرآة الجنان، ص: ۲۰۸/۱ |
| ابن الکشی، فوات الوفيات، ص: ۱۷۷/۲ | ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۹۲/۹ | ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۱۰۳ |
| ابن تقي الدين، المعتمد الثمین، ص: ۳۳۱/۶ | ابن الجوزی، غایۃ النہایہ، ص: ۵۹۳/۱ | ابن حجر، تقریب العزیز، ص: ۵۹/۲ |
| ابن حجر، تهذیب المعتمد، ص: ۳۷۵/۷ | ابن قنری، النجوم الزاهرة، ص: ۲۳۶/۱ | ابن الخرجی، خلاصة تهذیب، ص: ۲۸۳ |
| ابن السعدي، شذرات الذهب، ص: ۱۱۹/۱ | | |

- | | | |
|----------------------------------|----------------------------------|----------------------------------|
| ① الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱ | ② النودی، تهذیب الاسماء، ص: ۱۷/۲ | ③ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱ |
| ④ ابن الجوزی، السیر، ص: ۹ | ⑤ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۴۷۲/۱ | ⑥ ابن الجوزی، السیر، ص: ۹ |
| | ⑦ ابن خاری، التاريخ، ص: ۱۲۵۲/۲ | |

۹۹ھ میں سلیمان بن عبد الملک کے بعد مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ نے حکومت کو ایک مرتبہ خلافت راشدہ کے رنگ میں رنگ دیا اور بے شمار اصلاحات نافذ کیں ①۔

انہی خصوصیات کی وجہ محمد شین آپ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کرتے ہیں ②۔

علم و فضل: آپ کا شمار کبار ائمہ میں سے ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

”کان فقیہاً مجتہداً عارفاً بالسنن و کبیر الشأن ثبتاً حجة حافظاً قانتاً لله....“ ③

آپ فقیہ مجتہد، عالم سنن بڑے مرتبہ والے پختہ قابل اعتبار حافظ حدیث اور اللہ کے فرماں بردار تھے۔ امام نووی فرماتے ہیں:

”آپ کی جلالت، فضیلت، کثرت علم، زہد و ورع، عدل، مسلمانوں کے لیے مشفق، حسن سیرت، اللہ کی راہ میں انتھک کوشش کرنے والے سنت اور آثار کے متبع اور خلفاء راشدین کی اقتداء میں سب متفق ہیں“ ④۔

میمون بن مہران کا بیان ہے:

”امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کی مجلس میں علماء کی وہی حیثیت ہوتی تھی جو استاد کے حلقہ درس میں تلامذہ کی ہوتی ہے“ ⑤۔

ابو جعفر باقر کہتے ہیں:

”عمر بن عبد العزیز بنو امیہ کے نجیب انسان ہیں، قیامت کے دن تنہا ایک امت کے قائم مقام اٹھائے جائیں گے“ ⑥۔ ایوب سختیانی فرماتے ہیں:

”میں جن لوگوں سے بھی ملا ہوں ان میں سے کسی کو عمر بن عبد العزیز سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا“ ⑦۔

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۴۱/۵ ② ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۰۸

③ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۷/۲ ④ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۳۰/۱

⑤ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی التفضیل، حدیث نمبر ۴۶۳۱، ص: ۶۵۳

⑥ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۵۵/۵

⑦ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۷/۲

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/۱

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے ①۔

آپ کو مناظرہ میں خداداد بصیرت حاصل تھی۔ آپ کے دلائل کے سامنے بے بس ہو کر کئی لوگوں نے اپنے غلط عقائد کو رد کر دیا۔ اس بارے میں غیلان دمشقی کا قصہ بہت معروف ہے ②۔

اخلاق و عادات: آپ فطرتاً صالح اور سعید تھے۔ خلافت سے پہلے آپ کی زندگی عیش و تنعم اور شان و شکوہ کی تھی۔ لیکن خلافت کے بعد زندگی یکسر بدل گئی۔ آپ کا دل خشیت الہی سے لبریز رہتا اور خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ بر اندام رہتے تھے ③۔ دیانت کا وصف سب سے زیادہ نمایاں تھا، ذاتی کاموں کے لیے بیت المال کی شمع تک نہیں جلاتے تھے ④۔ آپ تواضع و مساوات کے پیکر تھے ⑤۔

وفات: آپ کے سبب وفات کے بارے میں دو روایات ہیں۔ ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو زہر دلویا گیا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہوئی۔ آپ نے ۱۰۱ھ میں انتقال فرمایا ⑥۔



① النووی، تہذیب لأسماء: ۱۸/۲

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، حدیث نمبر ۳۴، ص: ۲۲

③ ابن ضہل، کتاب السنۃ، ص: ۲۲۹/۲

④ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۶۶ ⑤ النووی، تہذیب لأسماء: ۲۲/۲ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۵۵/۵

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷

⑥ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۱۶۰

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۷

۵۔ ہشام بن عبد الملک (م ۱۲۵ھ) *

نام و نسب: آپ کا نام ہشام بن عبد الملک اور کنیت ابو الولید ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: ہشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ الأموی الدمشقی۔ والد نے آپ کا نام منصور رکھا کیونکہ اسی سال اس نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا تھا۔ ماں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ہشام تجویز کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا^(۱)۔

ابتدائی حالات: آپ ۷۷ھ کے بعد پیدا ہوئے، اپنے بھائی یزید بن عبد الملک کے بعد ۱۰۵ھ میں خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے تقریباً بیس سال حکومت کی^(۲)۔

علم و فضل: ہشام بن عبد الملک کا شمار بنو امیہ کے ان تین ممتاز خلفاء میں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنے تدبیر و سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کر دیا^(۳)۔

ہشام کی انتظامی قابلیت کے دشمن بھی قائل ہیں۔ عبد اللہ بن علی عباسی کا قول ہے: ”میں نے بنو امیہ کے تمام خلفاء کے دفاتر کی جانچ پڑتال کی مگر ہشام کے دفاتر راعی اور رعایا کے حق میں سب سے بہتر پائے“^(۴)۔ مدائنی کا قول ہے:

”بنو امیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا“^(۵)۔

خلیفہ ہشام عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے بھی ایک سچا مسلمان تھا۔ ایک دفعہ نماز جمعہ میں اپنے کسی بیٹے کو غیر حاضر پایا تو اس کی باز پرس کی اور ایک سال کے لیے سواری استعمال کرنے کی ممانعت کر دی^(۶)۔ نیز جب جعد بن درہم نے عقیدہ خلق قرآن کا اظہار کیا

* سوانح حیات کے لیے مزید دیکھئے:

ابن خیاط، التاريخ، ص: ۳۵۶ (۱) البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۳۳ (۲) النووی، تهذيب الاسماء، ص: ۱۳۷/۲ (۳)

(۴) المزنی، تهذيب الکمال، ص: ۲۶۲/۱۹

(۵) ابو زرعة، التاريخ، ص: ۳۳۷ (۶) ابن الاثير، الکامل، ص: ۹۵/۵ (۷) الذهبي، سير اعلام النبلاء، ص: ۳۵۱/۵

(۸) الياقبي، مرآة الجنان، ص: ۲۶۱/۱ (۹) ابن کثير، البدایة والنہایة، ص: ۳۵۱/۹ (۱۰) ابن قنفذ، الوفيات، ص: ۲۳۸/۴

(۱۱) ابن تغری، النجوم الزاهرة، ص: ۲۹۶/۱ (۱۲) ابن العماد، شذرات الذهب، ص: ۱۶۳/۱

(۱۳) النووی، تهذيب الاسماء، ص: ۱۳۸/۲

(۱۴) النووی، تهذيب الاسماء، ص: ۱۳۸/۲

(۱۵) ان تین خلفاء میں سے پہلے حضرت معاویہؓ تھے جنہوں نے اموی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ دوسرا عبد الملک تھا جس نے اس کی گرتی ہوئی دیواروں کو دوبارہ تھام لیا۔ تیسرا خود ہشام تھا جس نے اس کی عمارت کو تکمیل تک پہنچا دیا۔

(۱۶) ابن کثير، البدایة والنہایة، ص: ۳۵۳/۹

(۱۷) ابن الاثير، الکامل، ص: ۹۶/۵

(۱۸) ابن کثير، البدایة والنہایة، ص: ۳۵۲/۹

تو اسے عید الاضحیٰ کے دن قتل کروادیا۔ اس طرح غیلان بن یونس کو اس کے قدریہ خیالات کی بنا پر قتل کر دیا گیا ①۔

اخلاق و عادات: حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ ہشام بن عبد الملک دور بین، کفایت شعار، تیز فہم اور باتدبیر بادشاہ تھا۔ سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہ تھے، بردباری اور تحمل اس کی امتیازی خصوصیات تھیں ②۔ عیش و عشرت سے لگاؤ نہ تھا، ولی عہدی کے زمانہ میں جو سوتی قبا پہنا کرتے تھے عہد خلافت میں بھی وہی قبا استعمال کرتے تھے۔

اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی آپ بہت سادہ مزاج تھے۔ شاہانہ غرور و تکبر آپ کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ اپنی غلطی کو آپ بے تامل تسلیم کر لیتے تھے ③۔

امام سیوطی نے آپ کی نرم دلی اور حسن سلوک کے کئی ایک واقعات بیان کیے ہیں ④۔

اصحیٰ کہتے ہیں کہ ”میں نے ایک آدمی سے ہشام کو ہم کلام ہوتے ہوئے سنا، ہشام اس شخص سے کہہ رہا تھا:“

”یا هذا ليس لك أن تسمع خليفتك“ ⑤

یا فلاں! تجھے یہ لائق نہیں ہے کہ اپنے خلیفہ کو ایسی باتیں سنائے۔

وفات: ربیع الثانی ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبد الملک نے رصافہ میں وفات پائی، انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً پچپن برس تھی ⑥۔



① ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹۶/۵

② ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۵۵/۹

③ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۹۶/۵

④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۲

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۲

⑥ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۵۶/۹

عہد بنو امیہ میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں معاون و معارض عوامل کا جائزہ

عہد بنو امیہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے بہت سے عوامل و اسباب کی نشاندہی ہوتی ہے جن کی وجہ سے علم حدیث کی ترویج و اشاعت متاثر ہوئی، ان میں سے کچھ عوامل ایسے تھے جنہوں نے اس کی ترقی اور نشر و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

امرواقعہ یہ ہے کہ عہد بنو امیہ دراصل اسلامی تاریخ کا ایک زریں اور قابل ذکر دور تھا، جو حضرات صحابہؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کی مقدس ہستیوں سے منور تھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال و اقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی، ان کے اعمال نبی کریم ﷺ کی پیروی کے ترجمان تھے، انہیں حدیث سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی، انہیں ایک طرف فرامین رسول ﷺ کو دوسروں تک پہنچانے کا اہم دینی فریضہ سونپا گیا تھا اور دوسری طرف انہیں یہ خوف بھی لاحق تھا کہ کہیں کوئی غلط بات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، چنانچہ انہوں نے طلب حدیث کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کیا اور لوگوں کو حدیث رسولؐ سے روشناس کرایا اور اس کی تعلیم اور اشاعت میں مصروف ہو گئے، انہی قدرتی و خارجی عوامل کے سبب علم حدیث کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔

اس دور میں جہاں علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں چند ایک عوامل و اسباب مدد و معاون رہے، وہاں کچھ عوامل ایسے بھی تھے جن سے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں خلل واقع ہوا اور علم حدیث کی ترقی متاثر ہوئی۔ ان بہت سے کارفرما عوامل میں سب سے بنیادی سبب امت مسلمہ کی فرقہ بندی اور باہم نزاع و افتراق تھا۔ اہل اسلام میں اختلاف و افتراق کا ظہور اجتہادی امور سے ہوا جن کی بناء پر کوئی شخص کفر و بدعت کی حد تک نہیں پہنچ سکتا تھا^①۔ اور نہ ہی ان اختلافات سے مسلمانوں کے شیرازہ کے بکھر جانے اور ان میں فتنہ و فساد پھوٹ پڑنے کا خطرہ تھا۔ عہد رسالت سے لے کر حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک تمام مسلمانوں میں کامل یگانگت اور اتفاق و اتحاد پایا جاتا تھا تاہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین جو اختلاف رونما ہوا وہ دراصل منافقین کا کیا دھرا تھا پھر حضرت عثمانؓ کے آخری عہد میں آنحضرت ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((وإن أمتی ستفترق علی ثنتین و سبعین فرقة کلھا فی النار إلا واحدة وھی الجماعة))^②

بے شک میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک کے علاوہ تمام فرقے جہنمی ہیں اور وہ جماعت ہے۔

① مثلاً آنحضرت ﷺ نے قبل از وفات فرمایا تھا: ”میرے پاس قلم دوات لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی تحریری لکھ دوں جس کی بنا پر تم گمراہ نہیں ہو گے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ ﷺ در سے بے قرار ہیں اس لیے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہیں، ہمیں کتاب اللہ ہی کافی ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ اور آنحضرت ﷺ کے جانشین کے بارے میں بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرامؓ کے مابین نزاع پیدا ہو گیا تھا۔

② ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب النسخ، باب افتراق الامم، حدیث نمبر ۳۹۹۳، ص: ۵۸۷۴

چنانچہ امت کا شیرازہ بکھر گیا ان میں فکری انتشار کا آغاز ہوا اور وہ کئی فرقوں میں بٹ گئی، یہ فرقے باہم نفرت کرتے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگا پھر خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ باہم نبرد آزما ہوئے، فریقین کے اعوان و انصار ان کا ساتھ دینے کے لیے مصر رہے اور پھر بالآخر ۳۷ھ کو واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علیؓ کی جماعت میں انتشار اور پھوٹ پیدا ہو گئی اور امت مختلف فرقوں (خوارج، شیعہ، مرجہ، حامیان بنو امیہ) میں تقسیم ہو گئی۔

رفتہ رفتہ اختلاف و انتشار کی یہ خلیج بڑھتی چلی گئی حتیٰ کہ متاخرین صحابہ کرامؓ کے عہد میں فرقہ قدریہ کا ظہور ہوا۔ معبد الجہنمی پہلا شخص تھا جس نے اس فرقہ کی بنیاد رکھی، اس وقت حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ بن مالک و دیگر صحابہ کرامؓ زندہ تھے جنہوں نے اس عقیدہ کی تردید کی، پھر عہد صحابہؓ کے بعد حسن بصریؒ کے عہد میں بصرہ میں انکار تقدیر کے بارے میں واصل بن عطاء کا فتنہ ظہور پذیر ہوا۔ اس نے حسن بصریؒ سے مناظرہ کیا اور ان کی مجلس سے علیحدہ ہو گیا جس سے معتزلہ فرقہ معرض وجود میں آیا۔ ان فرقوں کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی مسلمانوں میں انتشار و خلفشار رونما ہوا جس نے ان کی دینی و سیاسی وحدت کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ ہر فرقے نے اسلام کو اپنے عقائد و افکار کی عینک سے دیکھنا شروع کیا اور اس کی تشریح و تفسیر اس انداز سے کرنے لگا جو ان کے مخصوص نظریات کے موافق ہوتا، اس طرح یہ فرقے اسی راہ پر گامزن رہے اور امت مسلمہ کے درمیان اختلاف و انتشار پروان چڑھا اور اس طرح علم حدیث کی ترویج و اشاعت کی راہ میں لاتلافی نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے عوامل تھے جن سے علم حدیث کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اکثر سلاطین نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ کی بلکہ باہمی تنازعات اور سیاسی چپقلش کی وجہ سے ان کا عہد عدم استحکام کا شکار رہا اور پھر اس دور میں مختلف حوادث کے ظہور نے جلتی پر تیل کا کام کیا جبکہ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں دینی علوم کی نشر و اشاعت کا مقدس فریضہ سرکاری سرپرستی میں ادا کیا جاتا تھا، عوام و خواص کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دینی علوم پر عبور و دسترس حاصل کریں، قرآن اور حدیث رسول اللہ ﷺ کا علم اس دور کا سب سے بڑا مقصد تھا لیکن عہد بنو امیہ میں دینی علوم کی نشر و اشاعت اور ان کی سرپرستی کا فریضہ ضمنی اور ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ ماسوائے چند ایک خلفاء کے اس طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ علاوہ ازیں ممانعت کتابت حدیث کا عمل علم حدیث کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ ثابت ہوا۔



علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں معاون عوامل و اسباب

علم حدیث کی نشر و اشاعت میں بہت سے عوامل کار فرما تھے جن میں سے درج ذیل عوامل نے بنیادی کردار ادا کیا:

✽ صحابہ کرامؓ کی موجودگی

بنو امیہ کا دور اس حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے ابتدائی ساٹھ ستر برس میں صحابہ کرامؓ کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ جو مرکزی علاقوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے۔ آخری صحابی حضرت عامرؓ بن وائلہ ہیں جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے ان پر صحابہؓ کا دور ختم ہو گیا۔ حافظ ابن حجر نے جریر بن حازم کا بیان نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں:

”كنت بمكة سنة عشر و مائة فرأيت جنازة فسألت عنها فقيل ابو الطفيل“ ①

میں ۱۱۰ھ میں مکہ میں تھا میں نے ایک جنازہ دیکھا جس کے بارے میں نے پوچھا تو (مجھے) بتایا گیا کہ ابو الطفیلؓ کا جنازہ ہے۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے چونتیس صحابہ کرامؓ کے نام گنوائے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بعد اسی سے سو سال تک مختلف شہروں اور علاقوں میں زندہ رہے ②۔

صحابہ کرامؓ اشاعت حدیث کے لیے مختلف مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے اور لوگوں کو حدیث کی تعلیم دینے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابو ادریس خولانیؒ کا بیان ہے کہ ”میں حمص کی مسجد میں گیا تو وہاں ایک مجلس میں بیٹھ گیا جس میں بتیس صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے“ ③۔

علامہ ذہبیؒ نے بیان کیا ہے کہ ”حضرت ابو الدرداءؒ دمشق میں سکونت پذیر تھے اور جب درس حدیث کے لیے مسجد جاتے تو ان کے ساتھ شائقین علم کا اس قدر ہجوم ہوتا جیسے کسی بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے“ ④۔

امام سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

”كان لجابر بن عبد الله حلقه في المسجد النبوي يؤخذ عنه العلم“ ⑤

جابر بن عبد اللہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا اور لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ جب حدیث بیان کرتے تو آپ کے سامنے (کثرت ہجوم کی وجہ سے) لوگوں کی ایک دیوار کھڑی ہو جاتی تھی ⑥۔

ایک اور صحابی کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ حدیث بیان کرتے تو ان کے گرد لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو جاتا تھا کہ ان کو مکان کی چھت پر چڑھ کر حدیث بیان کرنا پڑتی تھی ⑦۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۰/۷

②

③ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۲۸/۵

④

⑤ ابن خلیل، المسند، ص: ۵۸/۱

⑥

⑦ ابن خلیل، المسند، ص: ۵۸/۵

⑧

⑨ المنظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۶۷

⑩ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۲۶/۱

⑪ المسلم، الصحيح، کتاب الصلوٰۃ، باب القراءة فی الظهر و العصر، حدیث نمبر ۱۰۲۱، ص: ۱۹۱

نصر بن عاصم لیشی فرماتے ہیں کہ ”میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی سے ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے تھے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرت حذیفہ بن یمان ہیں“^①۔

الختصر یہ کہ مختلف شہروں اور علاقوں میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی اور ان کی مساعی علیہ نے حدیث کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

✽ صحابہ کرامؓ اور تربیت رسول

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال و اقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی اور انہی کی بدولت دین اسلام کا تسلسل قائم ہوا۔

محدثین کرام نے کتب حدیث میں مرفوع احادیث کے ساتھ صحابہؓ کے اقوال و اعمال پر مشتمل ایک بڑا ذخیرہ بھی روایت کیا ہے۔ صالح بن کیسان (۱۴۰ھ) بیان کرتے ہیں۔

”اجتمعت أنا وابن شہاب ونحن نطلب العلم فاجتمعنا على أن نكتب السنن فكتبنا كل شيء سمعناه عن النبي ﷺ ثم كتبنا أيضا ما جاء عن أصحابه فقلت لا ليس بسنة و قال بلى هو سنة فكتب و لم أكتب فنجح و ضيعت“^②

میں اور ابن شہاب اکٹھے علم حاصل کرتے تھے ہم نے باہمی اتفاق کیا کہ احادیث لکھیں گے چنانچہ ہم نے ہر چیز جو نبی ﷺ کے بارے میں سنی تھی لکھ ڈالی پھر ابن شہاب نے کہا جو آپ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں منقول ہے ہم اسے بھی لکھ لیں گے میں نے کہا نہیں یہ (اقوال صحابہؓ) سنت نہیں، ابن شہاب نے کہا کیوں نہیں وہ بھی سنت ہیں سو انہوں نے انہیں لکھ لیا اور میں نے نہیں لکھا، وہ کامیاب رہے اور میں نے (اس موقع کو) ضائع کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کے انہی اقوال و افعال کے پیش نظر حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

”لا يزال الناس صالحين متماسكين ما أتاهم العلم من أصحاب محمد ﷺ ومن أكابرهم فإذا أتاهم من أصاغرهم هلكوا“^③

جب تک علم اصحاب رسول اللہ ﷺ اور ان کے بڑوں سے آتا رہے گا لوگ نیک اور عمل پیرا رہیں گے اور جب لوگوں کو علم ان کے اصاغر سے ملے گا، وہ ہلاک ہوں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اس قول میں اصاغر کی اضافت عام لوگوں کی طرف ہے، اصحاب محمد ﷺ کی طرف نہیں۔ اور عبد اللہ

بن مبارک کے قول کے مطابق اصاغر سے مراد اہل بدعت ہیں۔^④

ایک اور موقع پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

”اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد كفيتم“^⑤

تم ہمارے نقش قدم پر چلتے رہو نئی باتیں نہ نکالنا کیونکہ ہماری پیروی تمہارے لیے کافی ہے۔

① ابن خثیب، المسند، ۵/۳۸۶ ② عبد الرزاق، المصنف، باب نقص الاسلام، حدیث نمبر ۲۰۴۶، ۱۱/۲۵۸ ③ ابی نوری، شرح السنن، ۱/۲۹۶

④ عبد الرزاق، المصنف، باب نقص الاسلام، حدیث نمبر ۲۰۴۶، ۱۱/۲۴۶ ⑤ الشاطبی، الاعتصام، ۱/۵۴

⑤ الشاطبی، الاعتصام، ۱/۵۴

امام اوزاعی، بقیہ بن ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”يا بقیة العلم ما جاء عن أصحاب محمد ﷺ وما لم یجئ عن أصحاب محمد ﷺ فلیس بعلم“^①

اے بقیہ علم وہی ہے جو اصحاب محمد ﷺ کی طرف سے منقول ہو کر آئے اور جو اصحاب محمد ﷺ سے منقول نہ ہو وہ علم نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ پر حالت احرام میں رنگ دار چادر دیکھی۔ تو فرمایا اے طلحہؓ یہ رنگ دار کپڑا کیوں (پہنا) ہے تو طلحہؓ نے جواب دیا اس رنگ میں خوشبو نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”إنکم أیہا الرهط أئمة یقتدی بکم الناس.....“^②

بے شک تم اے گروہ (صحابہ) ائمہ ہو لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کو ایک خاص قسم کے موزے پہنے دیکھے تو آپ نے فرمایا:

”عزمت علیک أن لا نزعتهما فإنی أخاف أن ینظر الناس إلیک فیقتدون بک“^③

میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم انہیں اتار دو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ تمہیں اس طرح دیکھیں گے تو وہ تمہاری پیروی کرنے لگیں گے۔

حضرت حذیفہؓ بن یمان نے مدائن^④ میں یہودی عورت سے نکاح کر لیا جب حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے ان کی

طرف خط لکھا:

”أعزم علیک أن لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلها فإنی أخاف أن یقتدیک

المسلمون فیختاروا نساء أهل الذمة لجمالهن“^⑤

میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط رکھنے سے پہلے تم اس عورت کو فارغ (طلاق) کر دو مجھے ڈر ہے کہ مسلمان تمہاری پیروی کرتے ہوئے اہل ذمہ کی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے پسند کرنے لگیں گے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جب گھر میں نماز پڑھتے تو لمبی نماز پڑھتے، رکوع و سجود طویل کرتے اور جب مسجد میں نماز پڑھتے تو جلدی کرتے تھے، آپ کے بیٹے حضرت مصعب نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

”یا بنی إنا أئمة یقتدی بنا“^⑥

اے میرے بیٹے! بے شک ہم ائمہ ہیں، (امت میں) ہماری پیروی کی جاتی رہے گی۔

① الکاندھلوی، ذکر یا، مقدمہ أوجز المسالك، ص: ۶

② المالک، المؤطا، کتاب الحج، باب لبس الثیاب المصبغة فی الإحرام، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۲۱۷

③ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۳۱۵/۱ ④ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۳۶۱/۲

⑤ مدائن: عراق میں سات شہروں کا مجموعہ جو بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ پر واقع تھا، الحوی، معجم البلدان، ص: ۲۱۵/۳

⑥ الشیانی، کتاب الآثار، ص: ۱۵۶

⑦ عبد الرزاق، المصنف، باب تخفیف الامام، حدیث نمبر ۳۷۲۹، ص: ۳۶۷/۲ ⑧ البیہقی، مجمع الزوائد، باب الاقتداء بالسلف، ص: ۱۸۲/۱

حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو جب حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا تو آپ نے اہل کوفہ کو ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”فاقتدوا بہما واسمعوا وقد آثرتکم بعبداللہ بن مسعود علی نفسی“^①

تم ان دونوں کی اتباع کرو اور ان کی بات کو سنو، بے شک میں نے عبداللہ بن مسعود کو (تمہارے پاس بھیج کر) تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں صحابہ کرامؓ کی مقتداء حیثیت ہمیشہ سے مسلم رہی اس لیے انہیں محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ صحابہؓ کے اعمال و اقوال کی اتباع، تابعین و تبع تابعین میں جاری رہی۔ اس طرح جملہ احادیث کی نشر و اشاعت میں صحابہؓ کے افعال و اقوال نے اہم کردار ادا کیا۔

✽ رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت و عقیدت

صحابہ کرامؓ کی نبی اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت بھی حدیث کی ترویج و اشاعت میں ایک بڑا موثر عامل رہا ہے۔ قرآن کریم نے حضور ﷺ کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزُّرُوهُ وَتُقَرِّوْهُ﴾^②

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس (رسول ﷺ) کی تعظیم و توقیر کرو۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ اسی تعلیم کی بدولت رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز تک پست رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس ادا کو پسند کرتے ہوئے ان کی مدح و توصیف کرتے ہوئے انہیں متقین کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ﴾^③

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے۔

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اس عامل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”..... قرآن اور آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ دعوت جو شاعرانہ زبان میں بلکہ فی الحقیقت مولانا حالی

مرحوم کی اس بلیغ تعبیر کی صحیح تصویر تھی:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

ایک آواز میں سوتی بستی جگادی نئی اک لگن سب کے دل میں لگادی^④

اس نے صحابہ کرامؓ کی ذہنی قوتوں اور عملی توانائیوں میں نئی زندگی کی روح بھر کر ان میں ایسی ہلچل پیدا کر دی تھی کہ بقول

گاڈ فرے ہکنس (God Frey Huggins)

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۱

② اللّٰح: ۲۸/۹

③ حالی، مسدس حالی، ص: ۱۳۲

④ الحجرات: ۳۹/۲

”عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد ﷺ کے پیغام نے وہ نشہ آپ ﷺ کے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ عیسائی ہی نہیں بلکہ دنیا کو چاہیے کہ یہ یاد رکھے کہ اس نشہ کی نظیر نہ اس سے پہلے دیکھی گئی اور نہ اس کے بعد دیکھی جاسکتی ہے۔“^①

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کی طرف سے اپنی بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اس نے واپس جا کر قریش کو صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت کا حال اس طرح بیان کیا:

”ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک وفدت علی قیصر و کسریٰ والنجاشی واللہ مارأیت ملکاً قط یعظمه أصحابه ما یعظم أصحاب محمداً واللہ إن تنخم نخامة إلا وقعت فی کف رجل منهم فذلک بها وجهه وجلده وإذا أمرهم ابتدروا أمره وإذا توضأ کادوا یقتلون علی وضوءه وإذا تکلم خفضوا أصواتهم عنده وما یحدقون إلیه النظر تعظیماً له“^②

اے قوم! بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں، بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لیے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کے لیے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرط تعظیم کے سب انھیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ اس نوعیت کا ہو کہ وضو کے پانی اور لعاب وغیرہ کو نیچے نہ گرنے دیں، تو وہ بھلا آپ ﷺ کے اوامر و نواہی جو شریعت کا حصہ ہیں، کس طرح ان میں کوتاہی برت سکتے تھے، اور جب کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کے محافظ اور مبلغ قرار دیے گئے تھے۔

❖ ابلاغ حدیث کی ذمہ داری کا احساس

آنحضرت ﷺ کو تعلیم امت کی بہت فکر تھی آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”إن الناس لکم تبع وإن رجلاً یاتونکم من أقطار الأرض یتفقہون فی الدین وإذا أتوکم فاستوصوا بہم خیراً“^③

① مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۱۹

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب البصاق والمخاط ونحوہ فی الثوب، ص: ۳۳ ③ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۳۱۳/۲

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاستیضاء بمن یطلب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۰، ص: ۶۰۱

لوگ تمہارے پیچھے لگنے والے ہوں گے اور وہ تمہارے پاس دنیا کے اطراف سے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اچھی باتیں بتانا۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ کے لیے صرف رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال کی صرف اتباع ہی ضروری نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان پر یہ فریضہ بھی عائد تھا کہ وہ اس دین کو دوسروں تک پہنچائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾^①

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نیکائے گئے ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

نیز قول باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾^②

تم میں سے ایک گروہ ہو جو نیکی اور بھلائی کی طرف لوگوں کو بلائے اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روکے۔

انہی آیات کریمہ کی روشنی میں نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ اسلام کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

((وليبلغ الشاهد الغائب))^③ (حاضر غائب کو پہنچادے۔)

نیز: ((ألا ليبلغ الشاهد الغائب))^④ (آگاہ رہو حاضر غائب کو پہنچادے۔)

مختلف اطراف سے وقتاً فوقتاً آنے والے وفود کو تعلیم دینے کے بعد آپ ﷺ انہیں حکم فرماتے:

((احفظوهن وأخبروا بهن من وراءكم))^⑤

ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں انہیں اس کی خبر دو۔

آپ ﷺ نے اس شخص کا انجام بھی بتا دیا جو تبلیغ دین کے فریضہ کو ترک کر ڈالتا ہے اور کتمانِ علم کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((من سئل عن علمه ثم كتبه أجمع يوم القيامة بلجام من نار))^⑥

جس سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے جانتا ہو پھر وہ اسے چھپائے اسے قیامت کے دن آگ کی لگام میں جکڑا جائے گا۔

صحابہ کرامؓ نے تبلیغ دین کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ بعض صحابہؓ شکرات الموت میں بھی حدیث بیان

کرنے کا التزام کرتے۔ ان کا یہ مصمم ارادہ حضرت ابوذر غفاریؓ (۳۲ھ) کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

① آل عمران: ۱۱۰/۳ ② آل عمران: ۱۰۴/۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب أداء الخمس من الإیمان، حدیث نمبر ۵۳، ص: ۱۳

⑥ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، حدیث نمبر ۲۶۲۹، ص: ۶۰۱

”لو وضعتם الصمصامة على هذه وأشار إلى قفاه ثم ظننت أني أنفذ كلمة سمعتها من النبي ﷺ قبل أن تجيزوا عليّ لأنفذتها“ ①

اگر تم تلوار اس پر (اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا) رکھ دو پھر مجھے معلوم ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی تھی اور اسے میں بیان کر سکوں گا تو میں اسے ضرور بیان کروں گا پیش تر اس کے کہ تم اسے (تلوار) مجھ پر چلا دو۔
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”إن الناس يقولون أكثر أبو هريرة ولولا أيتان في كتاب الله ما حدثت حديثاً ثم يتلو ② ﴿إن الذين يكتُمون ما أنزلنا من البين والهدى﴾ ③

بے شک لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث بیان کرتا ہے اور اگر کتاب اللہ کی دو آیات نہ ہوتیں تو میں کبھی حدیث بیان نہ کرتا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ”بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ آیات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں.....“

نبی ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو یہ توثیق بھی حاصل ہو گئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو دوسروں تک منتقل کریں گے۔
آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((تسمعون ويسمع منكم ويسمع من الذين يسمعون منكم)) ④

تم مجھ سے سن رہے ہو، تم سے بھی سنا جائے گا اور جن لوگوں نے تم سے سنا ان سے بھی لوگ سنیں گے۔

❖ وعید کا خوف

موضوع روایات پر آنحضرت ﷺ کی وعید صحابہ کرامؓ کے سامنے تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا تكذبوا عليّ فإنه من كذب عليّ فليجلج النار)) ⑤

مجھ پر جھوٹ مت کہو کیونکہ جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ آگ میں داخل ہوگا۔

اسی وعید کے خوف کے پیش نظر صحابہ کرامؓ بہت کم احادیث بیان کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے:

”إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثاً كثيراً أن النبي ﷺ قال من تعد على كذباً فليتبوأ

مقعده من النار“ ⑥

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب العلم قبل القول و العمل، حدیث نمبر ۱۰، ص: ۱۶

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۸، ص: ۲۵

③ البقرة: ۱۵۹/۲

④ ابوداؤد، السنن، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۶، ص: ۲۳

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۷، ص: ۲۳

مجھے نبی ﷺ کے فرمان کہ ”جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے“ نے تمہارے سامنے زیادہ احادیث بیان کرنے سے روک رکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے والد حضرت زبیر بن عوام سے بیان کرتے ہیں:

”إني لا أسمعك تحدث عن رسول الله ﷺ كما يحدث فلان فلان قال أما إني لم أفارقه ولكن سمعته يقول من كذب على فليتبوأ مقعده من النار“^①

میں نے فلاں فلاں کی طرح آپ کو رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا تو حضرت زبیر نے جواب دیا میں تو رسول اللہ ﷺ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔ بعض صحابہؓ کے بارے میں مروی ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں:

”میں سال بھر حضرت عبداللہ بن مسعود کی مجلس میں حاضر ہوتا رہا۔ اکثر آپ قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان نہیں کرتے تھے، اگر کبھی قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرنے لگتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا پھر کہتے اس طرح فرمایا، یا اس کی مثل فرمایا، یا اس کے قریب قریب فرمایا.....“^②

ایک دوسری روایت میں راوی کا بیان ہے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد آپ کی کیفیت اس طرح ہو جاتی کہ:

”ارتعد وارتعدت ثيابه تنفخ أوداجه اغرورت عيناه“^③

آپ کا پنے لگتے اور ان کے کپڑوں میں تھر تھری پیدا ہو جاتی، گردن کی رگیں پھول جاتی، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ اور بعض صحابہؓ تو حدیث بیان کرنے سے قبل حدیث ((من كذب على متعمداً.....)) پڑھ لیتے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں یہ منقول ہے:

”يبتدأ بحديثه بأن يقول قال رسول الله ﷺ الصادق المصدوق أبو القاسم ﷺ من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار“^④

اپنی حدیث کی ابتدا کرتے ہوئے فرماتے رسول اللہ ﷺ صادق و مصدوق ابو القاسم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔

صحابہ کرامؓ کو ایک طرف یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں غلط بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے اور دوسری طرف دین کو پہنچانے کا جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ صحابہؓ کا یہی حزم و احتیاط حدیث کی ترویج و اشاعت میں ایک مؤثر عامل رہا۔

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب اثم من كذب على النبي ﷺ، حدیث نمبر ۱۰۷، ص: ۲۴

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۰/۱

③ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۸/۴

④ ابن ضہل، المسند، ص: ۵۱۳/۲ ⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۳/۴

❖ تابعین و تبع تابعین کی موجودگی

آغوش صحابہؓ میں تعلیم پانے والے عظیم المرتبت تابعین کرام اور تبع تابعین جو تابعین کے حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے ان حضرات نے صحابہؓ کی علمی اور اخلاقی برکتوں کو سارے عالم میں پھیلایا جن کا مشترک اور اہم کارنامہ حفاظت حدیث اور اشاعت حدیث ہے۔ اور عہد بنو امیہ ان مقدس ہستیوں سے عبارت ہے۔ ان کی موجودگی علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں ایک موثر عامل رہی ہے۔^①

❖ مختلف بلاد و امصار کا سفر

حضرات صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین نے طلب حدیث اور صحت حدیث کے لیے دور دراز ممالک کا سفر کیا اور اس راہ میں سعی و جہد کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ انھوں نے مشرق و مغرب کو چھان مارا اور جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو اس کے نتیجہ میں حوادث و مسائل میں بھی اضافہ ہوا تو یہ حضرات ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ حدیث کے طلب گاروں میں علمی رحلت کا بڑا چرچا ہوا، جس کی وجہ سے انھوں نے کثرت سے سفر کیے^②۔

❖ حدیث کی ترویج و اشاعت کے ذرائع

صحابہ کرامؓ، تابعین اور ان کے بعد کے ادوار میں حدیث کی ترویج و اشاعت میں جو ذرائع استعمال کیے گئے ہیں جن میں سے حفظ حدیث، مذاکرہ حدیث، کتابت حدیث اور تعامل حدیث قابل ذکر ہیں جن کی وجہ سے علم حدیث کی حفاظت اور اس کی اشاعت میں نمایاں اثر پڑا ہے جو ایک بنیادی عامل ہے۔^③

❖ اسلامی فتوحات کی وسعت

عہد رسالت کے بعد صحابہ کرامؓ کی مساعی جمیلہ کی بدولت اسلامی حکومت کے دائرہ میں وسعت آئی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾^④

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اعمال صالحہ کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ انھیں زمین کا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے۔

چنانچہ ۷ھ میں عراق اور شام مکمل طور پر فتح کر لیے گئے^⑤۔ ۲۰ھ میں سرزمین مصر کو زیر نگین کیا گیا اور ۱۲ھ میں فارس کا

① مزید تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۵۸

② دیکھئے صفحہ نمبر ۱۸۶

③ النور: ۵۵/۲۳

④ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۷۰

⑤ تفصیل کے لیے دیکھئے، البلاذری، فتوح الشام، ص: ۱۳۱، الطبری، التاريخ، ص: ۲۱۵۸

علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا^①۔

غرضیکہ جس طرح خلفاء راشدین کے عہد میں بے شمار فتوحات ہوئی ہیں اسی طرح عہد بنو امیہ میں بھی بہت ساری فتوحات ہوئیں۔

ان فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے رہنے والے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسلامی تعلیمات و احکام کو سیکھنے کا مطالبہ کرنے لگے تو خلفاء و حکام نے دینی احکام و مسائل کی تعلیم دینے کے لیے صحابہؓ و تابعین کو ان شہروں میں بھیجا۔ اور کچھ صحابہؓ و تابعین اپنی مرضی سے ان شہروں کو پسند کر کے ان میں سکونت پذیر ہو گئے جہاں انھوں نے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دی۔

✽ علم حدیث کے مراکز

صحابہ کرامؓ و تابعین کے مختلف بلاد و امصار میں چلے جانے سے وہاں کتاب و سنت کی تعلیم کے مدارس کھل گئے جہاں دور و دراز علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہٴ علم سے اپنی پیاس بجھاتے، اس دور میں مساجد تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں، صحابہؓ و تابعین مختلف مساجد میں بیٹھ جاتے اور ان کے تلامذہ ان کے گرد حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے اور اسے اپنے سینوں میں جاگزیں کر لیتے تھے۔

عہد بنو امیہ میں مختلف بلاد و امصار میں علم حدیث کے جو مراکز تھے وہ درج ذیل تھے:

دارالحدیث مدینہ منورہ: مدینہ منورہ آنحضرت ﷺ کا دارالہجرہ تھا جہاں اکثر شرعی احکام نازل ہوئے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے اکثر احادیث یہاں پر ارشاد فرمائی تھیں۔ عہد رسالت کے بعد مدینہ منورہ ملت اسلامیہ کا مرکز اور کبار صحابہ کرامؓ کی اقامت گاہ تھا۔ اس اعتبار سے مدینہ کو صحابہؓ کے اولین وطن ہونے کا شرف حاصل تھا جس کو وہ دوسرے مقامات پر فضیلت دیتے تھے اور کسی خاص سیاسی، معاشی یا تعلیمی ضرورت سے قطع نظر وہ مدینہ سے باہر نہیں جاتے تھے^②۔

مدینہ میں متعدد صحابہؓ و تابعین ایسے تھے جنھوں نے حدیث و فقہ میں بڑی شہرت حاصل کی، جن میں خلفاء اربعہ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ شامل تھے۔ تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، ابن شہاب الزہری، عبید اللہ بن عتبہ، سالم بن عبد اللہ، محمد بن المنکدر، قاسم بن محمد، نافع مولیٰ ابن عمر اور دیگر حفاظ حدیث جو حدیث اور فتویٰ کے مرجع تھے^③۔ اور تبع تابعین میں سے عبد اللہ بن عمرو بن ابی ذہب، محمد بن

عجلان، جعفر الصادق، امام مالک، نافع بن ابی نعیم، سلیمان بن بلال، اسماعیل بن جعفر وغیرہ^④۔

① تفصیل کے لیے دیکھئے، البلاذری، فتوح الشام، ص: ۲۲۰ ② المتزنی، المحیط، ص: ۲۶۳/۱

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۲۸/۵

③ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۲۸۲/۶ ④ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۱۵/۱ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۰/۱

⑤ الذہبی، الامصار ذوات الآثار، ص: ۱۴

دارالحدیث مکہ مکرمہ: جب آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کو فتح کیا تو قرآن کریم کی تعلیم اور حلال و حرام کے مسائل سکھانے کے لیے حضرت معاذ بن جبل کو وہاں قیام کرنے کا حکم دیا، جن سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے بعد ازاں حضرت ابن عباسؓ بصرہ سے مکہ واپس آئے تو وہ بھی یہاں کے رئیس قرار پائے۔ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ کرامؓ یہاں قیام پذیر تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہؓ بن سائب مخزومی، حضرت عتابؓ بن اُسید، حضرت خالد بن اُسید، حضرت حکمؓ بن ابی العاص، حضرت عثمانؓ بن طلحہ وغیرہ ①۔

مکہ کے دارالحدیث میں حضرت ابن عباسؓ کے زیر اثر جن تابعین نے استفادہ کیا ان میں سے مجاہد بن جبر، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، عطاء بن ابی رباح، وغیرہ اور تبع تابعین میں سے عبداللہ بن ابی نوح، ابن کثیر المقری، حنظلہ بن ابی سفیان، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج، ابن عیینہ وغیرہ ②۔

دارالحدیث کوفہ: حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں جب عراق فتح ہوا تو کوفہ اسلامی افواج کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس وقت تین سو صحابہ کرامؓ جن میں ستر بدری صحابہؓ بھی شامل تھے کامسکن کوفہ تھا۔ ان میں سے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت خبابؓ بن ارت، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمان، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ وغیرہ ③۔

کوفہ کے دارالحدیث کی قیادت و سیادت کا سہرا حضرت ابن مسعودؓ کے سر ہے کیونکہ آپ کوفہ میں کثیر العلم تھے اور ان کا زمانہ قیام بھی دوسرے صحابہ کرامؓ کی نسبت زیادہ تھا اور ان صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کرنے والے بے شمار تابعین تھے جن میں سے حضرت ابن مسعودؓ کے ساٹھ تلامذہ بھی شامل تھے۔ ان حضرات میں سے مسروق بن اجدع ہمدانی، عبیدہ بن عمر سلمانی، اسود بن یزید نخعی، کمیل بن زید نخعی، عامر بن شراحیل الشعمی، سعید بن جبیر الاسدی، ابراہیم نخعی، ابواسحاق السبعی، عبدالملک بن عمیر وغیرہ اور تبع تابعین میں سے منصور بن المعتمر، سلیمان بن مہران وغیرہ قابل ذکر ہیں ④۔

دارالحدیث بصرہ: جب حضرت عمرؓ کے عہد میں عراق فتح ہوا تو اس وقت بصرہ بھی اسلامی افواج کا ایک بہت بڑا مرکز تھا جہاں پر بے شمار صحابہ کرامؓ سکونت گزیرے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک بصرہ کے سرخیل تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی جانب سے بصرہ کے والی تھے، حضرت عتبہؓ بن غزوآن، حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت ابو ہریرۃؓ الاسلمی، حضرت معقلؓ بن یسار، حضرت عبدالرحمنؓ بن سمرہ، حضرت ابو زید الانصاریؓ، حضرت عبداللہؓ بن شخیر، حضرت ابوبکرؓ وغیرہ شامل ہیں ⑤۔

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۲ ② الذہبی، الامصار، ذوات الآثار، ص: ۱۸

③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۹۱ ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱/۶

⑤ ابن القیم، أعلام الموقعین، ص: ۲۰ ⑥ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۳۳ ⑦ الذہبی، الامصار، ص: ۳۹

⑧ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۲ ⑨ الذہبی، الامصار، ص: ۳۳

بصرہ کے دارالحدیث سے فارغ التحصیل ہونے والے بے شمار تابعین تھے جن میں سے حسن بصری جو پانچ سو کے قریب صحابہ کرامؓ سے مل چکے تھے، محمد بن سیرین، ایوب السخثانی، بہز بن حکیم القشیری، یونس بن عبید، خالد بن مہران، عبد اللہ بن عون، عاصم بن سلیمان الاحول، قتادہ بن دعامة السدوسی، ہشام بن حسان، ابو الشعثاء جابر بن زید، ابو بردة ابی موسیٰ، مطرف بن عبد اللہ و دیگر تابعین کرام تھے۔ اور تبع تابعین میں سے ابن عون، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید قابل ذکر ہیں ①۔

دارالحدیث شام: ۷۱ھ کو جب شام فتح ہوا تو وہاں کے باشندے کثرت سے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، چنانچہ خلفائے راشدین نے بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کو تبلیغ و دعوت کے لیے شام بھیجا۔ ان میں سے حضرت معاذ بن جبل تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے پہلے یمن بھیجا اور جب مکہ فتح ہوا تو لوگوں کو حلال و حرام کی تعلیم دینے کے لیے وہاں مقرر کیا۔ ملک شام میں بے شمار صحابہ کرامؓ موجود تھے، ولید بن مسلم بیان کرتے ہیں:

”دخلت الشام عشرة آلاف عين رأيت رسول الله ﷺ“ ②

شام میں رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار صحابہ کرامؓ داخل ہوئے۔

یزید بن ابی سفیانؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا کہ اہل شام کی تعلیم کے لیے علماء شام بھیجے جائیں ③۔

چنانچہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت ابوالدرداءؓ کو شام بھیجا جو شام کے مختلف شہروں میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبادہؓ حمص میں، حضرت ابوالدرداءؓ دمشق میں، اور حضرت معاذؓ ارض فلسطین میں قیام پذیر ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ بن غنم کو بھی شام بھیج دیا ④۔

عہد بنو امیہ میں بلاد شام میں خصوصاً دمشق میں علم حدیث کی خوب نشر و اشاعت ہونے لگی جہاں فقہاء، محدثین، اور قراء حضرات کی خاصی تعداد تھی ⑤۔

صحابہ کرامؓ کے علاوہ کبار تابعین بھی تھے جنہوں نے سر زمین شام میں دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیئے، ان میں سالم بن عبد اللہ الحارثی، ابو ادریس الخولانی، ابو سلیمان الدارانی، قبیصہ بن ذویب، مکحول بن ابی مسلم، رجاء بن حیوہ اور عمیر بن ہانی الدارانی، اور تبع تابعین میں سے عبدالرحمن بن عمرو والاوزاعی وغیرہ تھے ⑥۔

① الحاکم، معرۃ علوم الحدیث، ص: ۲۳۷ ② الذہبی، الامصار، ص: ۳۳

③ البخاری، تاریخ الکبیر، ص: ۱۶۹/۱

④ محمد کرد، غوطہ دمشق، ص: ۱۳۱

⑤ محمد کرد، غوطہ دمشق، ص: ۱۳۱

⑥ اسحاقوی، الاعلان بالتوبخ، ص: ۱۳۸ ⑦ محمد کرد، غوطہ دمشق، ص: ۱۳۳

⑧ الخولانی، تاریخ داریا، ص: ۲۹ ⑨ الحاکم، معرۃ علوم الحدیث، ص: ۲۳۲

دارالحدیث مصر: حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت عمرو بن العاصؓ ارض مصر داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی بہت زیادہ تعداد تھی جن میں حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبادہؓ بن الصامت، حضرت مسلمہؓ بن مخلد، حضرت مقدادؓ بن اسود تھے جو اسلامی لشکر کے امیر تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی مدد کے لیے بھیجا تھا ①۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب حضرت عمرو بن العاصؓ کو شام کا والی مقرر کیا تو ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بھی ہمراہ گئے۔ ان کے علاوہ بکثرت صحابہ کرامؓ نے مصر میں سکونت اختیار کر لی اور لوگوں کو دینی احکام کی تعلیم دینے میں کوشاں رہے۔ ان میں سے حضرت عقبہؓ بن عامر الجہنی، حضرت خارجہؓ بن حذافہ، حضرت عبداللہؓ بن سعد، حضرت حمیہؓ بن جزی، حضرت عبداللہؓ بن حارث، حضرت ابو بصرہ غفاریؓ، حضرت ابوسعد الخیر، حضرت معاذ بن الجہنی، حضرت معاویہؓ بن خدیج، حضرت زیاد بن الحارث الصدائی وغیرہ شامل تھے ②۔

ان صحابہ کرامؓ سے فیض حاصل کرنے والے بہت سے تابعین بھی تھے جن میں یزید بن ابی حبیب، عمر بن الحارث، خیر بن نعیم الحضرمی، عبداللہ بن سلیمان الطویل، عبدالرحمن بن شریح الغافقی، حیوہ بن شریح التجیبی وغیرہ تھے ③۔

دارالحدیث مغرب: حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ کو مصر کے امیر، عبداللہ بن سعد کو افریقہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا اور ان کی مدد کے لیے مدینہ منورہ سے ایک لشکر بھیجا جس میں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ابن زبیرؓ بھی تھے ④۔

۳۴ھ کو معاویہ بن خدیج مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو لے کر مغرب کو فتح کرنے کے لیے نکلے۔ بالآخر عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں اسلامی لشکر نے مغرب کو فتح کر لیا ⑤۔

فتح کے بعد بہت سارے صحابہ کرامؓ جن میں حضرت مسعود بن الاسود البلوئی، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت مقداد بن اسود، حضرت بلالؓ بن حارث، حضرت جبلة بن عمرو، حضرت سلمہ بن الاکوع وغیرہ نے یہاں سکونت اختیار کر لی ⑥۔

① الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۳ ② حسن ابراہیم، تاریخ الاسلام، ص: ۲۳۶/۱

② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۳ ③ ابن عبدالحکم، فتوح مصر، ص: ۲۲۸

③ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۳۱

④ ابوالعباس، الاستقصا لأخبار دول المغرب الأقصى، ص: ۶۷/۱

⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۳۶ ⑥ ابن عبدالحکم، فتوح مصر و أخبارہا، ص: ۱۹۳

① ابوالعباس، الاستقصا، ص: ۷۵/۱ ② ابن عبدالحکم، فتوح مصر و أخبارہا، ص: ۳۱۹ ③ التیمی، طبقات علماء افریقہ، ص: ۱۶

تابعین کی ایک جماعت بھی افریقہ میں داخل ہوئی جن میں سائب بن عامر، معبد بن عباسؓ، عبدالرحمن بن الاسود، عاصم بن عمر بن الخطاب، عبدالملک بن مروان، عبدالرحمن بن زید بن الخطاب، سلیمان بن یسار، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ قابل ذکر ہیں ①۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اہل افریقہ کی تعلیم کے لیے دس تابعین افریقہ بھیجے تھے جن میں سے حبان بن ابی جبلة، اسماعیل بن عبید اللہ الاعور، اسماعیل بن عبید، عبدالرحمن بن رافع، سعید بن مسعود التیمی وغیرہ تھے جنہوں نے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں نمایاں کردار ادا کیا ②۔

دارالحدیث یمن: عہد رسالت میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو یمن کی طرف بھیجا تھا ③۔ جنہوں نے وہاں جا کر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا جس سے بے شمار تابعین کرامؓ اور تبع تابعین نے فیض حاصل کیا۔ ان میں سے وہب بن منبہ، اور ان کا بھائی ہمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، اور ان کا بیٹا عبداللہ بن طاؤس، معمر بن راشد، عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ تھے ④۔

دارالحدیث خراسان: صحابہ کرامؓ میں سے حضرت بریدہ بن حصیب الاسلمی، حضرت حکم بن عمرو الغفاری، حضرت ابو ہریرہؓ الاسلمی یہاں سکونت پذیر تھے، تابعینؓ میں سے عبداللہ بن بریدہ، یحییٰ بن یحمر، اور تبع تابعینؓ میں سے حسین بن واقد، ابو حمزہ السکری، عبداللہ بن مبارک، فضل بن موسیٰ وغیرہ یہاں موجود تھے۔ بعد میں ان علاقوں سے بے شمار محدثین کرام پیدا ہوئے، جنہوں نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا ⑤۔



① التیمی، طبقات علماء افریقہ، ص: ۱۹

② التیمی، طبقات علماء افریقہ، ص: ۱۶

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امتہ، حدیث نمبر ۷۳۷۲، صفحہ نمبر ۱۲۶۸

④ الذہبی، الامصار، ص: ۴۷ ⑤ السخاوی، الاغانی بالتوفیق، ص: ۱۳۰

⑤ الذہبی، الامصار ذوات الامصار، ص: ۸۳ ⑥ الحاکم، معرۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۴

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں نخل ہونے والے عوامل و اسباب

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں نخل ہونے والے درج ذیل عوامل ہیں:

۱۔ مختلف فرقوں کا ظہور

امت مسلمہ کی فرقہ بندی اور اس کے باہمی نزاع و افتراق کی وجہ سے علم حدیث کی ترقی متاثر ہوئی، جس کا ظہور واقعہ تحکیم کے بعد شروع ہوا۔ اس فرقہ بندی کے ابتدائی مرحلہ میں امت مسلمہ چار گروہوں میں تقسیم ہوئی اور یہ عہد بنو امیہ کا آغاز تھا۔ یہ فرقے باہم نبرد آزما ہوئے، کسی نے میدان حرب میں بزور شمشیر فتنہ پھا کیا، تو کسی نے فکری انتشار پیدا کر کے امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا، کسی نے دین اسلام کے نام سے اس میں اپنے خیالات و نظریات کو داخل کر کے اس کی اساس پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی تو کسی نے اسلام کے صحیح تصور کو مسخ کر کے پیش کرنے کی جسارت کی۔ یہ سازگار فضاء دیکھ کر اعداء اسلام نے بھی اسلام کی دل کھول کر بیخ کنی کرنے کی کوششیں کیں، اور اسلام اور مسلم ہونے کا لبادہ اوڑھے ہوئے ان گمراہ کن فرقوں کی حمایت سے اپنے مذموم مقاصد میں کسی حد تک کامیابی بھی حاصل کی۔ امت کی اس گروہ بندی میں خوارج، شیعہ، مرجئہ، جہمیہ، جبریہ اور معتزلہ قابل ذکر ہیں۔ اسی لیے ان فرقوں کے ظہور، عقائد و نظریات، ان کی شاخوں و القاب اور ان کی سرگرمیوں کو بالا اختصار بیان کیا جا رہا ہے۔

۱۔ فرقہ خوارج*

لغوی و اصطلاحی تعریف

لفظ خوارج خارجی کی جمع ہے۔ صاحب المنجد اس کی تعریف کرتے ہیں:

”الخارجی من خالف السلطان والجماعة و من اعتقد بمذهب الخوارج“^①
خارجی وہ شخص ہے جو حکمران اور جماعت کی مخالفت کرے اور خوارج کے مذہب کا عقیدہ رکھے۔

* اس فرقہ کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:

- ① الجوزحانی، احوال الرجال، ص: ۳۳
- ② الملطی، التنبیہ و الرد علی أهواء و البدع
- ③ السفرائینی، التبصیر فی امور الدین
- ④ الرازی، فرق المسلمین و المشرکین
- ⑤ الخوارج، تاریخهم و آراءهم الاعتقادیة
- ⑥ دکتور عمار الطالبی، آراء الخوارج
- ⑦ دکتور نایف، الخوارج فی العصر الأموی نشأتهم
- ⑧ علی یحییٰ معمر، الإباضیة بین الفرق السلامیة
- ⑨ ایچی، الموقف
- ⑩ علی یحییٰ معمر، الإباضیة فی موكب التاريخ
- ⑪ الجارشی، العقود الفضة
- ⑫ الوریجلانی، الدلیل لأهل العقول
- ⑬ النفوسی، متن النونیة
- ⑭ أباضی، کتاب الأدیان
- ⑮ السالمی، تلقین الصبیان ما یجب علی الإنسان
- ⑯ السالمی، مدارج الکمال فی نظم مختصر الخصال
- ⑰ احمد بن نصر، کتاب الدعائم
- ⑱ دکتور صابر، الإباضیة عقیده و مذہبها ② غالب عواجی، فرق معاصرة
- ⑲ لوئیس المنجد، ص: ۱۷۳

☆ ابن منظور نے خوارج کی تعریف یوں بیان کی ہے:

”والخوارج والحرورية والخارجية طائفة منهم الزمهم هذا الاسم لخروجهم عن الناس والخوارج قوم من أهل الأهواء لهم مقالة على حدة“^(۱)

خوارج، حروریہ، خارجیہ ایک گروہ کا نام ہے جنہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ انہوں نے لوگوں کے نظریات و عقائد سے بغاوت کی اور خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں۔

☆ القاموس المحيط میں ہے:

”الخوارج من أهل الأهواء لهم مقالة على حدة سموا به لخروجهم على الناس“^(۲)

خوارج اہل بدعت میں سے ہیں جن کے اپنے علیحدہ نظریات ہیں، عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی بناء پر ان کا یہ نام پڑا۔

☆ علامہ شہرستانی خوارج کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”كل من خارج على الإمام الحق الذي اتفقت الجماعة عليه يسمى خارجيا سواء كان الخروج في أيام الصحابة على الأئمة الراشدين أو كان بعدهم على التابعين بإحسان والأئمة في كل زمان“^(۳)

ہر وہ شخص جو امام برحق کے خلاف بغاوت کرے، جس امام کو مسلمانوں کی جماعت نے متفقہ طور پر منتخب کیا ایسے شخص کو خارجی کہا جائے گا، خواہ یہ بغاوت عہد صحابہ میں ائمہ راشدین کے خلاف ہو یا ان کے بعد تابعین یا پھر کسی بھی دور کے ائمہ کے خلاف ہو۔

☆ امام نوویؒ خوارج کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خوارج میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر فتنہ برپا کیا اور انہیں شہید کیا اور پھر یہ بھی ممکن ہے ان پر خوارج کا اطلاق حضرت علیؓ سے خروج کرنے کے بعد کیا گیا ہو اور ان دونوں کا آپس میں میل جول ہو گیا ہو جس وجہ سے مسلمان حدیث مارقہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین اور حضرت علیؓ سے خروج کرنے اور انہیں کافر قرار دینے والے حروریہ کے مابین ارتباط کرتے ہیں“^(۴)

✽ خوارج کا ظہور

اکثر مفسرین و محدثین اور اصحاب اخبار و سیر کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی خوارج کے ظہور کی خبر دی تھی، اس بارے میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

امام بغوی فرمان باری تعالیٰ ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ﴾^(۵) کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ آیت

① ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲۵۱/۲ ② فیروز آبادی، القاموس المحيط، ص: ۱۸۵/۱

③ شہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۳/۱ ④ النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۱۶۳/۷

⑤ التوبہ: ۵۸/۹

کریمہ ذوالخویصرہ ① کے بارے میں اتری۔ اس کے بعد امام بغوی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نقل کی ہے ②۔ یہی روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے لیکن انھوں نے خارجی کا نام ذوالخویصرہ بتایا ہے ③۔ ابن ہشام ④ اور المبرد ⑤ نے بھی اس واقعہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

امام ابن جوزی اس خارجی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وہو أول خارجي خارج في الإسلام“ ⑥ (وہ پہلا خارجی ہے جس نے اسلام میں خروج کیا)

جنگ صفین کے دوران خوارج نے حضرت علیؓ کو تحکیم پر مجبور کیا، جب حضرت علیؓ نے ان کی بات مان لی تو انھی لوگوں نے بڑی شدت سے آپؐ کی مخالفت شروع کر دی، خوارج کو حضرت علیؓ پر تین اعتراضات تھے:

۱۔ صلح کرتے وقت انھوں نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لفظ کیوں کٹوایا؟

۲۔ تحکیم کو کیوں پسند کیا؟

۳۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھیوں کو جنگ جمل کی فتح کے بعد غلام کیوں نہیں بنایا؟ ④

چنانچہ خوارج کا باقاعدہ ظہور واقعہ تحکیم کے بعد ہوا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو سدھارنے کی کافی کوشش کی، مگر بے سوری۔

① اس کا نام حرقوس بن زبیر السعدی تھا جو قبیلہ تمیم سے تھا اور خوارج کا بانی تھا۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس کا یہی نام بیان کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں اس نے باغی لوگوں کا پورا ساتھ دیا اور خوارج کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ نہردان میں مارا گیا۔ المبرد، الکامل، ص: ۱۵۵/۳ ② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۵۴۵/۲

③ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ عبد اللہ بن ذوی الخویصرہ آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ انصاف کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا براہو اگر میں انصاف نہیں کرتا، تو پھر کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں گے تم میں سے بعض اپنی نماز کو ان کی نماز اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھیں گے۔ انھوں نے خارجی کا نام ذوالخویصرہ بتایا ہے۔ البغوی، معالم التنزیل، ص: ۱۰۷/۲

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استنابة الموتدين، باب من ترك قتال الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳۳، ص: ۱۱۹۴

⑤ المسلم، الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتهم، حدیث نمبر ۲۴۵۶، ص: ۴۳۱

⑥ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۴۹۶/۲ ⑦ المبرد، الکامل، ص: ۱۰۴/۳

⑧ ابن الجوزی، تلخیص ابلیس، ص: ۹۰

④ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کی اجازت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی، خوارج کی طرف سے عائد کردہ پہلے اعتراض کی بابت حضرت ابن عباسؓ نے معاہدہ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح کرانے کے لیے اپنے نام کے ساتھ سے رسول کا لفظ کٹوا دیا تھا۔ دوسرے اعتراض کے رد کے لیے حضرت ابن عباسؓ نے درج ذیل آیات قرآنی پیش کیں: ﴿اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ کرو جو تم میں سے عہد ایا کرے گا تو اس کا فدیہ اس قسم کا جانور دینا ہے تم میں دو صاحب عدل اس کا فیصلہ کریں گے﴾ سورۃ المائدہ: ۹۵/۵ اور ﴿اور اگر تمہیں (میاں بیوی) میں تفرقہ کا اندیشہ ہو تو خاوند اور بیوی کے اہل میں سے ایک ایک منصف مقرر کرو﴾ سورۃ النساء: ۳۵/۴۔ تیسرے اعتراض کی بابت فرمایا کہ کیا تم اپنی ماں کو قیدی بنانا چاہتے ہو؟ اگر ایسا کرتے ہو تو تم مسلمان نہیں ہو۔ اگر کہتے ہو کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے، تو پھر بھی تم مسلمان نہیں ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے ان دلائل سے دو ہزار آدمی خوارج سے الگ ہو کر حضرت علیؓ کی طرف لوٹ گئے۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۲۷/۲

بالآخر نہروان کی جنگ میں شکست کے بعد ان کا زور کافی حد تک ٹوٹ گیا۔ تاہم وہ فتنہ و فساد میں مسلسل مصروف رہے حتیٰ کہ حضرت علیؓ کی شہادت انھی کے ہاتھوں ہوئی ①۔

عہد بنو امیہ میں خوارج کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں تھی مگر وہ اپنے عقائد پر سختی سے کاربند تھے، حضرت معاویہؓ اپنی مدبرانہ سیاست کے ذریعے مختلف گروہوں کے ساتھ رواداری، نرمی اور محبت سے پیش آتے رہے، تاہم آپ کی مصالحانہ پالیسی خوارج کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکی اور یہ ملک میں مسلسل بد امنی پھیلاتے رہے ②۔ عربہ، بیس، بصرہ اور کوفہ میں بپا کی ہوئی خوارج کی فتنہ انگیزیاں اور شورشیں بالآخر قطری کے قتل سے ختم ہو گئیں، جس کی وجہ سے ولید بن عبد الملک اور سلیمان بن عبد الملک کے دور میں خوارج نے سر نہیں اٹھایا ③۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں خوارج نے عراق میں دوبارہ شورش برپا کر دی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے والی کوفہ کو خوارج کو نرمی سے سمجھانے کا حکم دیا لیکن خوارج فساد پر اڑے رہے، مجبوراً ان سے جنگ کر کے ان کا قلع قمع کر دیا گیا ④۔ یزید بن عبد الملک کے عہد میں مسلمہ بن عبد الملک نے خوارج کو شکست فاش دی جس سے کافی عرصہ تک ان کے فتنہ سرد رہا ⑤ بنو امیہ کے آخری دور میں خوارج کا فتنہ دب چکا تھا۔ خوارج جہاں شورش برپا کرنے کی کوشش کرتے اسے دبا دیا جاتا۔ بعد ازاں خلافت بنو عباس کے مختلف ادوار میں خوارج ظہور پذیر ہوتے رہے اور خلفاء کے لیے مشکلات کا باعث بنتے رہے ⑥۔

✽ خوارج کے مختلف القاب

☆ الحرورية: یہ خوارج کا سب سے قدیم لقب ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب انھوں نے حضرت علیؓ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا اور حروراء ④ نامی بستی میں جمع ہو گئے ⑧۔

جبکہ البرد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے انھیں اس نام سے پکارا تھا۔ آپ کا قول ہے:

”أنتم الحرورية لإجتماعكم بحروراء“ ⑨ (تم حرور یہ ہو کیونکہ تم حرور یہ (بستی) میں جمع ہو گئے تھے)

لیکن اس نام سے ان کے عقائد کے بارے میں کسی قسم کی نشاندہی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کا یہ نام اس سے قبل جانا پہچانا جاتا

① الدینوری، الأخبار الطوال، ص: ۲۲۰ ② ابن لاثیر، الکامل، ص: ۱۲۹/۳

③ بروکلمان، تاریخ الشعوب الإسلامية، ص: ۱۲۳

④ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۹ ⑤ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۳۹ ⑥ ابن لاثیر، الکامل، ص: ۵۳۶/۴

⑦ ابن الجوزی، السیرۃ، ص: ۳۹ ⑧ ابن عبد الحکم، سیرۃ عمر، ص: ۱۳۹

⑨ ابن خلدون، تاریخ، ص: ۳۲۸/۳ ⑩ الطبری، تاریخ، ص: ۱۳۷۶/۹

⑪ ابن الحکم، سیرۃ عمر، ص: ۳۷ ⑫ ابن قتیبہ، الامانة والسياسة، ص: ۱۱۸/۲

⑬ حروراء: کوفہ کے قریب ایک بستی ہے جہاں واقعہ حکیم کے بعد تمام خوارج جمع ہو گئے تھے اور پھر اسی مقام کی نسبت سے ”حرور یہ“ کہلائے گئے۔

⑭ البیعونی، تاریخ، ص: ۱۹۱/۲ ⑮ المجدادی، الفوق بین الفوق، ص: ۶۷

⑯ البرد، الکامل، ص: ۱۱۲/۳

تھا۔ اسی لیے حضرت ابوسعید خدریؓ سے حروریہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "لا أدري من الحرورية" (۱) (میں نہیں جانتا حروریہ کون ہیں)۔ لیکن اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی زبان سے حروریہ کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: "أحرورية أنت....." (۲) (کیا تم حروریہ ہو.....؟)

جبکہ ابوالحسین المہلبی (۳) اور ابوالعباس المہتری نے "حروریہ" کو خوارج کا ایک فرقہ شمار کیا ہے (۴)۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ حروریہ خوارج کا فرقہ نہیں، بلکہ ان کا ایک نام تھا (۵)۔

☆ المحکمة: خوارج کا یہ نام ان کے شعار کی مناسبت سے رکھا گیا تھا کیونکہ واقعہ تحکیم کے وقت انھوں نے کہا تھا: "لا حکم إلا لله" (۶) (حکم صرف اللہ کے لیے روا ہے)۔ ان کے ہاں اس (لقب) کے دلائل درج ذیل تھے:

﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ.....﴾ (۷) (حکم صرف اللہ کے لیے ہے)

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ.....﴾ (۸) (اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (قرآن) کے مطابق فیصلہ نہ کرے.....)

☆ المارقة: یہ نام خوارج کے لیے انتہائی ناپسند اور مبغوض تھا، جبکہ علمائے اسلام خوارج کو اسی نام سے پکارتے ہیں (۹)۔ اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((سيخرج قوم في آخر الزمان يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية)) (۱۰)
آخری زمانے میں ایسی قوم آئے گی جو دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

☆ الشراة: ابتدا ہی سے خوارج نے اپنا نام شراة رکھا، یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فروخت کر ڈالا۔ یہ نام خوارج کے ہاں پسندیدہ اور محبوب تھا (۱۱)۔ بنو امیہ کے عہد میں خارجی شعراء کی زبان پر یہ نام عام تھا (۱۲)۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ.....﴾ (۱۳)

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ رضا کے لیے اپنے نفس کو بیچ ڈالتے ہیں۔

☆ الخوارج: یہ خوارج کا مشہور نام ہے۔ یہ نام انھیں دوسرے فرقوں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ لقب صفین کے واقعہ سے بھی پہلے

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استقابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳، ص: ۱۱۹۳

② المسند، الصحیح، کتاب الخیص، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض، حدیث نمبر ۷۶۳، ص: ۱۳۹

③ المہلبی، التنبیہ والرد علی أهل الأهواء، ص: ۵۳ ④ المہتری، الخط، ص: ۱۷۲

⑤ ابن الجوزی، تمہیس المیسی، ص: ۱۹

⑥ ابن درید، الاشتقاق، ص: ۱۳۸ ⑦ اشعرستانی، المثل والنخل، ص: ۱۱۶/۱ ⑧ ابن الاثیر، الکامل، ۳/۳۳۵

⑨ سورة الانعام: ۵۷ ⑩ سورة المائدة: ۴۴ ⑪ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۷/۱

⑫ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب استقابة المرتدين، باب قتل الخوارج، حدیث نمبر ۶۹۳، ص: ۱۱۹۳

⑬ البقرہ، ۲/۲۰۷ ⑭ البقرہ، ۲/۲۰۷ ⑮ البرہ، الکامل، ص: ۸۹۱/۳ ⑯ البقرہ، ۲/۲۰۷

کا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ذی الخویصرۃ کے اعتراض پر ارشاد فرمایا تھا: ((یخرج قوم من امتی)) ① (میری امت سے ایک قوم خروج کرے گی)۔

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عثمانؓ پر خروج کرنے اور ان کو شہید کرنے والوں کو خوارج کے نام سے موسوم کیا ہے ②۔ اس لحاظ سے خارجی ہر اس شخص کو کہیں گے، جو امام حق، جس پر امت کا اتفاق ہو چکا ہو، سے بغاوت کرے۔ چاہے خروج عہد صحابہؓ میں خلفاء راشدین پر ہو یا ان کے بعد تابعین بلکہ ہر زمانہ کے ائمہ پر خروج اس میں شامل ہوگا۔ علامہ شہرستانی نے خارجی کی یہی تعریف بیان کی ہے ③۔

لیکن بقول احمد امین مصری ④ خوارج اس نام کی وجہ تسمیہ وہ نہیں قرار دیتے جو فریق مخالف ان کے لیے قرار دیتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک خارجی سے مراد اللہ کی راہ میں نکلنے والا ہے۔ ان کے ہاں اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ.....﴾ ⑤

اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اپنے گھر سے نکلے.....

اس کے علاوہ بھی خوارج کے کچھ اور القاب ہیں، مگر وہ زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ مثلاً النواصب ⑥، راسبیہ ⑦، الحراریہ ⑧ وغیرہ۔

✽ خوارج کے افکار و عقائد

خوارج میں بعد کے ادوار میں گروہ بندی اور اختلاف رائے کے باوجود ان کے اساسی مسائل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ ذیل میں علمائے اسلام اور خوارج کے عقائد کے مابین تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

① ایمان و توحید: علمائے اسلام کے نزدیک اسلام اور ایمان میں فرق ہے ⑨۔ جبکہ خوارج کے نزدیک اسلام اور ایمان کے مابین کوئی فرق نہیں، دونوں ایک چیز ہیں ⑩۔ توحید میں خوارج معتزلہ ⑪ کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرتے ہیں اور پھر ان کی مختلف تاویل کرتے ہیں ⑫۔

① المسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، حدیث نمبر ۲۳۶۷، ص: ۲۳۳

② ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۸۲/۷ ③ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۳/۱

④ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۷ ⑤ سورۃ النساء، ۱۰۰/۴

⑥ کیونکہ خوارج نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے حضرت علیؓ سے دشمنی کر ڈالی۔ المیزانی، المخطوط، ص: ۱۷۲ ⑦ الاشعری، مقالات، ص: ۱۶۷/۱

⑧ جب خوارج نے ابن دہبؒ راہی کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تو انھوں نے اپنا نام راسبیہ رکھ لیا۔ المحدثی، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۳۶/۵

⑨ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۶/۱ ⑩ ابن تیمیہ، الإیمان، ص: ۱۵۳ ⑪ الاشعری، الإبانہ، ص: ۷۷ ⑫ الغزالی، فیصل الفرقۃ، ص: ۵۶

⑬ ابن تیمیہ، الإیمان، ص: ۲۰۹ ⑭ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۵۹

⑮ دیکھیے صفحہ نمبر ۱۶۰

⑯ الاشعری، الإبانہ، ص: ۳۶ ⑰ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۳/۱

- ۲۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب: خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں خواہ یہ گناہ جان بوجھ کر سرزد ہو یا اجتہادی غلطی سے ①۔
- ۳۔ خلق قرآن: اہل سنت کے نزدیک قرآن کریم کلام اللہ اور غیر مخلوق ہے ②۔ خوارج معتزلہ کی طرح خلق قرآن کا نظریہ رکھتے ہیں ③۔

- ۴۔ قیاس و تاویل: خوارج ظواہر قرآنی سے استدلال کرتے ہیں قیاس اور تاویل کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے ④۔
- ۵۔ نظریہ امامت: ابتداً خوارج کے نزدیک لوگوں کے لیے کسی امام کو مقرر کرنا ضروری نہیں تھا، لیکن بعد ازاں امام کا مقرر کرنا واجب قرار پایا ⑤۔

✽ خوارج کے فرقے

واقعہ تحکیم کے بعد خوارج ماسوائے چند فروعی امور کے آپس میں متفق الحیال تھے ⑥۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات کے بعد خوارج میں عقیدہ و رائے کا اختلاف رونما ہو گیا اور یہ چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے ④۔

- ۱۔ ازارقہ: یہ نافع بن ازرق کے پیروکار تھے، یہ فرقہ تمام فرقوں سے زیادہ سخت اور تعداد میں زیادہ تھا۔ اس فرقہ کے سرکردہ رہنماؤں میں نافع بن ازرق، نافع بن عبداللہ اور قطری بن فجاءہ قابل ذکر ہیں، قطری کے بعد اس فرقہ کا جلد خاتمہ ہو گیا ⑧۔
- ۲۔ نجدات: یہ لوگ نجدہ بن عامر الحنفی کے پیروکار تھے نجدہ نے نافع بن ازرق کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات کی، اور پھر اختلاف رائے کی بناء پر یمامہ کی طرف چلا گیا، وہاں چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک نئی جماعت بنالی۔ اس جماعت کا پہلا سردار ابو طالت الخارجی تھا، ۶۶ھ میں نجدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی گئی۔ اس فرقہ نے بڑا عروج حاصل کیا ⑨۔
- ۳۔ صفریہ: جس قدر اس فرقہ کے بانی کے بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے کسی اور فرقہ کے بارے میں نہیں ہوا۔ المبرد

① لا شعری، مقالات، ص: ۲۰۴
 ② الباقلائی، لانصاف، ص: ۶۲ ③ الاشعری، مقالات، ص: ۲۰۳
 ④ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۶۴ ⑤ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۱۶/۱
 ⑥ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ص: ۳۰۷/۱
 ⑦ المبرد، الکامل، ص: ۱۰۳/۳ ⑧ الناشی الاکبر، مسائل الإمامۃ، ص: ۶۹
 ⑨ المبرد، الکامل، ص: ۱۶۷/۴
 ⑩ المبرد، الکامل، ص: ۱۵۱/۳ ⑪ الاشعری، مقالات، ص: ۱۷۶/۱
 ⑫ الاشعری، مقالات، ص: ۱۸۲/۱ ⑬ الابنجدی، شرح المواقف، ص: ۲۹۱/۳ ⑭ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۷/۱
 ⑮ الاشعری، مقالات، ص: ۱۷۶/۱ ⑯ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۷۹
 ⑰ المبرد، الکامل، ص: ۱۰۲/۳
 ⑱ الاشعری، مقالات، ص: ۱۸۲/۱ ⑲ الابنجدی، شرح المواقف، ص: ۲۹۱/۳ ⑳ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۷/۱

کے بقول اس کے بانی کا نام ابن صفار ہے ^(۱۰)۔ اشعری اور ابی کے نزدیک اس کا بانی زیاد بن اصف ہے ^(۱۱)۔ جبکہ مقریزی نے نعمان بن صفر کو اس کا بانی قرار دیا ہے ^(۱۲)۔ اس بارے میں کچھ اور بھی اقوال منقول ہیں ^(۱۳)۔

۲۔ **اباضیہ:** یہ لوگ عبداللہ بن اباض کے پیرو تھے جو ابتدائاً نافع بن ازرق کے ساتھ تھا، لیکن بعد میں اختلاف رائے کی بناء پر علیحدہ ہو گئے تھے ^(۱۴)۔ یہ فرقہ دوسرے خارجی فرقوں کے مقابلہ میں اعتدال پسند اور اپنے مخالفین کے ساتھ نسبتاً رواداری اور انصاف کرنے پر آمادہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ اب تک مختلف مقامات میں موجود ہیں ^(۱۵)۔ ان کے علاوہ بھی خوارج کے چند فرقے ہیں ^(۱۶)۔

۲۔ فرقہ شیعہ *

❖ شیعہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

☆ لفظ شیعہ کے بارے میں مشہور زبان دان علامہ زبیدی رقمطراز ہیں:

”کل قوم اجتمعوا علی أمر فهم شیعة و کل من عاون إنسانا و تحزب له فهو شیعة له و أصله من المشایعة و هی المطاوعة و المتابعة“ ^(۱)
ہر وہ گروہ جو کسی ایک چیز پر متفق ہو جائے اسے شیعہ کہا جائے گا جو بھی کسی دوسرے شخص کی مدد کرے یا اس کے گروہ میں شامل ہو جائے اسے ”شیعہ لہ“ سے موسوم کریں گے۔ شیعہ مشایعہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی اطاعت گزاری اور اتباع کرنے کے ہیں۔

① المقریزی، الخطوط، ص: ۱۷۸ ② الملطی، التبیہ والرد، ص: ۵۲

③ الطبری، التاريخ، ص: ۵۱۹/۷

④ الطبری، التاريخ، ص: ۵۱۹/۷ ⑤ اشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۴/۱

⑥ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۶۲۲ ⑦ الملطی، التبیہ والرد، ص: ۱۸ ⑧ اشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۲۵/۱

* اس فرقہ کے بارے میں مفصل دیکھیے:

① الکلینی، کتاب الکافی ② الطبرسی، فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب

③ الخمینی، تحریر الوسيلة ④ الطوسی، کتاب الغیبة ⑤ الخمینی، ولایة الفقیہ

⑥ الشیرازی، الشعائر الحسینیة ⑦ النوبختی، فرق الشیعة ⑧ شاہ عبدالعزیز، التحفة الإثنی عشریة

⑨ السالوس، الفقه الجعفری و اصوله ⑩ المقدسی، الرد علی الرافضة ⑪ العاملی، المراجعات

⑫ الزعبی، الرد علی المراجعات ⑬ الغریب، و جاء دور المجوس ⑭ الغریب، أمل و المخیمات الفلسطینیة

⑮ القندیل، أبرهة الجدید ⑯ الأفغانی، سراب فی ایران ⑰ الموسوی، التورة البائسة

⑱ النجرامی، الشیعة فی المیزان ⑲ محمد مال الله، الشیعة و تحریف القرآن ⑳ الموسوی، الشیعة و التصحیح

㉑ سلیمان حمد العوده، عبدالله بن سبا و أثره فی إحداث الفتنة فی صدر الاسلام ㉒ الهاشمی، عبدالله بن سبا حقیقة لا خیال

㉓ دکتور حمدی السبئیون، منهجا و غایة ㉔ غالب عواجی، فرق معاصرة

㉕ احسان الہی، الشیعة والسنة الشیعة و أهل البيت الشیعة و القرآن الشیعة و التشیع.

① الزبیدی، تاریخ العرب، ص: ۴۰۵/۵

☆ ابن منظور افریقی لکھتا ہے:

”و أصل الشيعة الفرقة من الناس • • • • • نجد غلب هذا الإسم على من يتوالى

عليًا. رضوان الله عليهم أجمعين حتى صار لهم إسمًا خاصًا“ ①

لفظ شیعہ اصل میں لوگوں کے ایک گروہ کو کہا جاتا ہے لیکن اب زیادہ تر ان کے بارے میں بولا جانے لگا ہے جو حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں حتیٰ کہ یہ نام ان کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

☆ صاحب قاموس لفظ ”شیعہ“ کی بحث میں لکھتا ہے:

”شيعة الرجل (بالكسر) اتباعه و انصاره“ ②

شیعہ (کسرہ کے ساتھ) کسی شخص کے پیروکار اور مددگار کو کہتے ہیں۔

☆ علامہ راغب اصفہانی لفظ ”شیعہ“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”شیعہ وہ لوگ ہیں جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں۔ شیعہ کی جمع شیع اور اشیاع آتی ہے، قرآن مجید میں ہے۔

﴿وإن من شيعته لإبراهيم.....﴾ ③

اور انہی (حضرت نوح علیہ السلام) کے پیروؤں میں ابراہیم علیہ السلام تھے ④۔

☆ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

”إعلم أن الشيعة لغة هم الصحب و الإتياع“ ⑤

جان لیجئے لغت کے اعتبار سے شیعہ رفقاء اور پیروکاروں کو کہتے ہیں۔

☆ مولانا وحید الزمان خان لفظ شیعہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اصل میں شیعہ ”گروہ“ کو کہتے ہیں..... جو شخص کسی کی مدد کرے اور اس کی جماعت میں شریک ہو جائے وہ اس کا شیعہ کہلائے گا“ ⑥۔

غرض کہ لفظ ”شیعہ“ لغت میں گروہ، پیروکار، محب، مددگار کے معنی میں ہے۔ اور قرآن کریم میں متعدد جگہ پر انہی معانی میں استعمال ہوا ہے ⑦۔

☆ علامہ شہرستانی شیعہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”الشيعة هم الذين شايعوا عليا عليه السلام على الخصوص و قالوا بإمامته نسا و

وصية إمامه أو خفيا واعتقدوا أن الإمامة لا تخرج من أولاده.....“ ⑧

① ابن منظور، لسان العرب، ص: ۱۸۸/۸

② الفيروز آبادی، القاموس المحیط، ص: ۴۷/۳

③ سورة الصف: ۸۳/۳۷

④ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص: ۵۶۳/۱

⑤ ابن خلدون، مقدمة، ص: ۱۹۳

⑥ وحید الزمان، لغات الحدیث، ص: ۱۶۲/۲

⑦ دیکھئے، فتاویٰ عبدالباقی، المجلد المنہرس، ص: ۵۰۶

⑧ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۳/۱

شیعہ وہ لوگ ہیں جو خاص طور پر حضرت علیؑ کے پیروکار ہیں اور وہ حضرت علیؑ کی امامت کو نص اور وصیت کے ساتھ واضح یا پوشیدہ ثابت کرتے ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ امامت ان کی اولاد سے نہیں نکل سکتی۔

☆ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں:

”الشیعة قد غلب هذا الإسم على كل من يزعم أنه تتولى عليا و أهل بيته حتى صار لهم إسم خاصاً“^(۱)

شیعہ کا نام زیادہ تر ہر اس شخص پر بولا جانے لگا جو حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار ہیں یہاں تک کہ یہ نام ان کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

☆ علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

”ويطلق في عرف الفقهاء والمتكلمين من الخلف والسلف على اتباع علي و بنیه رضی اللہ عنہ“^(۲)

اگلے اور پچھلے فقہاء اور اہل کلام کی اصطلاح میں اس لفظ (شیعہ) کا اطلاق حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے پیروکاروں پر ہوتا ہے۔

ائمہ شیعہ اور مصنفین شیعہ کی نظر میں لفظ شیعہ کا مفہوم:

۱۔ مشہور شیعہ امام نو بختیؒ (۳) شیعہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”شیعہ حضرت علیؑ بن ابی طالب کی جماعت کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ عہد رسالت میں اسے شیعہ علیؑ کہا جاتا تھا بعد ازاں صرف شیعہ کہا جانے لگا۔ یہ حضرت علیؑ کی امامت کے قائل ہیں۔“^(۴)

۲۔ محسن امین نے اپنی کتاب میں شیعہ کا مفہوم بیان کیا ہے:

”شیعہ اس گروہ کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے خاندان کو بہت عزیز رکھتا ہے اور ان کی پیروی کرتا ہے۔“^(۵)

۳۔ مصنف مغنیہ کے نزدیک ”شیعہ“ کا مفہوم:

”شیعہ وہ ہیں جو حضرت علیؑ سے ان کے پیروکاروں سے ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے ماننے والوں سے محبت کریں۔“^(۶)

۴۔ شیعہ مصنف محمد حسین آل کاشف الغطاء رقمطراز ہے:

”یہ لفظ (شیعہ) حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کے متبعین پر اور ان کے ماننے والوں پر اس کثرت سے بولا جانے لگا کہ ان کا نام بن گیا۔“^(۷)

① ابن اثیر، النہایۃ فی غریب الحدیث، ص: ۵۱۹/۲ ② ابن خلدون، مقدمہ، ص: ۱۹۶

③ آپ کا نام ابو محمد حسن بن موسیٰ نو بختی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں، ان کا شمار شیعہ کے بڑے اور معتد ناماء میں ہوتا ہے۔

④ نو بختی، فرق الشیعہ، ص: ۳۹ ⑤ محسن امین، أعیان الشیعہ، ص: ۱۱/۱

⑥ مغنیہ، الشیعہ فی المیزان، ص: ۱۷۱ ⑦ محمد حسین، أصل الشیعہ و أصولها، ص: ۴

۵۔

ایک اور شیعہ عالم سید امیر محمد کاظمی شیعہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”شیعہ اپنے اصلی اور لغوی معنی کے اعتبار سے کسی شخص کے متبعین اور معاونین کو کہا جاتا ہے لیکن زیادہ تر یہ لفظ حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کے پیروکار حضرات پر بولا جاتا ہے“ (۱)۔

شیعہ کا ظہور

شیعہ مذہب فرقہ ہائے اسلامی میں سے قدیم ترین فرقہ ہے۔ اس کا ظہور و شیوع خلافت عثمانی کے آخری دور میں ہوا۔ مصریوں کی ایک جماعت نے جب حضرت عثمانؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ان کی اطاعت سے منکر ہو گئے، اس گروہ کے دیگر افراد جو اطراف و اکناف خصوصاً کوفہ، بصرہ اور عراق میں پھیلے ہوئے تھے مدینہ جمع ہو گئے اور اس فتنہ انگیز پروگرام جو انھوں نے سالوں سے بنا رکھا تھا، پر علی الاعلان عمل کرنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؑ کی خلافت قائم ہوئی، اس گروہ کا سرغنہ عبداللہ بن سبا (۲) تھا جو اصلاً یہودی تھا، اسے یہودیوں کی پرانی عداوت نکالنے کا موقع مل گیا۔ یہ بڑا ذہین طبع اور سازشی دماغ رکھتا تھا، چونکہ یہودی مذہب پر قائم رہ کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس نے امت مسلمہ میں افتراق و انتشار کے بیج بوئے شہادت عثمانؓ کے بعد جب شورش ماند پڑی تو اس نے اجتماعی ہنگامہ سے ہٹ کر افراد پر توجہ دینی شروع کی اور ہر فتنہ پرداز کی استعداد کے مطابق اس کے دل میں گمراہی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سب سے پہلے اس نے خاندان نبوی کے ساتھ خلوص و محبت کا حربہ اختیار کیا جس سے اس کا لوگوں میں اعتماد بڑھا، اس کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علیؑ سب سے افضل ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کے وصی تھے، لیکن صحابہؓ نے مکر اور اقتدار کی خاطر اس وصیت کو ضائع کر دیا، اس کی اس دوسوہ اندازی سے حضرت علیؑ کی فوج میں ان چیزوں کا تذکرہ اور خلفاء پر طعن و دشنام کا سلسلہ شروع ہو گیا، مناظرہ بازی اور جھگڑوں کا بازار گرم ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے برسر منبر اپنے خطبوں میں اس جماعت سے اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار فرمایا اور بعض سرگرم لوگوں کو دھمکایا اور سزا کا خوف دلایا۔ جب ابن سبا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا بیج بار آور ہو گیا ہے تو اگلے قدم پر اپنے مخصوص تلامذہ کو نہایت رازداری کے ساتھ بتایا کہ حضرت علیؑ میں کچھ خواص الوہیت ہیں جو لباس بشریت میں جلوہ گر ہیں، چنانچہ یہ نازیبا کلام بھی راز نہ رہا اور حضرت علیؑ کے سمع مبارک تک بھی پہنچا۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے ان خرافات سے توبہ نہ کی تو میں تم سب کو آگ میں جلا ڈالوں گا۔ سب نے اس عقیدہ سے

(۱) سید امیر محمد، الشیعۃ فی عقائدہم و احکامہم، ص: ۱۶

(۲) عبداللہ بن سبا: ابن سبا بن کے شہر صنعاء کا رہنے والا ایک یہودی تھا جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمان ہوا پھر اس نے اسلامی مملکت کے مختلف شہروں میں گھوم کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا۔ حجاز سے اس نے ابتدا کی پھر بصرہ کوفہ و شام گیا لیکن وہاں کوئی بھی اس کی بات ماننے کو تیار نہ ہوا۔ اہل شام نے اسے ملک سے نکال دیا۔ وہاں سے وہ مصر پہنچا۔ یہاں اس نے لوگوں سے کہا مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور وہ بھی جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ محمد ﷺ لوٹ آئیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِن السّٰدٰی فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لَآذَکَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ (سورہ القصص: ۸۵) جس اللہ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ آپ ﷺ کو دوبارہ پہلی جگہ معاد پر پہنچا دے گا۔ اس نے کہا حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے واپسی کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یوں اس نے لوگوں میں رجعت (واپسی) کے عقیدے کو فروغ دیا اور بات آگے بڑھاتے ہوئے ان سے کہا کہ ایک ہزار نبی آئے، ہر نبی کا ایک خلیفہ تھا اور حضرت علیؑ حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علیؑ خاتم النبیین ہیں۔ وصیاء ہیں۔ جس نے بھی رسول ﷺ کے اس خلیفہ پر ظلم کیا اور امت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے اسے ناحق لیا تھا اس لیے ان کے والیوں کی مخالفت کرو اور ان کا امر و نہی کا حکم ماننے سے انکار کر دو۔ دیکھیے: الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۳۴۰/۳ (حوادث ۳۵)۔

ابن بدران، تہذیب تاریخ ابن مساکر، ص: ۳۱/۴ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۸۹/۳ الطوسی، رجال الطوسی، ص: ۱۰۱، السیوطی، التہذیب فی الدین، ص: ۱۰۸

توبہ کی اور ابن سبداً^① کی طرف جلاوطن کر دیا گیا جہاں وہ غلط و گمراہ عقائد کی تعلیم و اشاعت سے باز نہ آیا، بالآخر اس ملعون کے پھیلانے ہوئے غلط عقائد لوگوں میں خوب مشہور ہوئے، اس دوسرے کو قبول کرنے اور نہ کرنے کی بناء پر پیر و کار چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے^②۔

ان فرقوں میں سے تیسری فرقہ دوسرے تمام فرقوں سے قوت اور تعداد میں بڑھ گیا کیونکہ پے در پے ایسے واقعات رونما ہوتے چلے گئے جو ان کے عقیدہ کے مد ثابت ہوئے^③۔ غرض کہ انہی لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے مسلمانوں میں خانہ جنگی کا دروازہ کھولا پھر حضرت علیؓ کے عہد میں آپ کے ساتھ ہو کر اختلافات کی آگ بھڑکائی۔ اہل بیت اور غیر اہل بیت کا سوال پیدا کر کے مسلمانوں کے اتحاد و یک جہتی کا خاتمہ کیا اور جمل اور صفین جیسے واقعات پیش آئے اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ مقابلہ کے وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر حضرت علیؓ کی مخالفت کے باوجود آپ کو تحکیم جیسی پُر فریب تجویز قبول کرنے پر مجبور کیا پھر خود ہی اس کے خلاف محاذ قائم کر کے خوارج کے نام سے الگ ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ کے خلاف محاذ جنگ قائم کر لیا غرض کہ کسی موقع پر بھی انہوں نے حضرت علیؓ کو چین سے نہ بیٹھنے دیا اور نہ ہی آپ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا حتیٰ کہ آپ کو خارجیوں نے شہید کر دیا^④۔

عبدالملک کے دور میں تو ابین^⑤ اور پھر مختار ثقفی^⑥ نے انتقام حسینؓ کے نام سے خروج کیا^⑦۔ اور بنو امیہ کے بقیہ دور میں بھی یہ لوگ وقتاً فوقتاً فتنہ برپا کرتے رہے۔

① مدائن: یہ شہر عرب کے شمال مشرقی گوشہ میں واقع ہے، الحوی، معجم البلدان، ص: ۱۲۳/۳

② پہلا فرقہ ان مخلص جانثاروں کا ہے جنہوں نے صحابہ کرامؓ، ازواج مطہراتؓ کی حق شناسی اور ظاہر و باطن کی پاسداری کا پورا حق ادا کیا اور وہ حضرت علیؓ کے ساتھ قدم بہ قدم رہے، ان کو شیعانِ اولیٰ یا شیعانِ مخلصین کہتے ہیں۔ یہ حضرات گندے اور گمراہ عقائد سے محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے خطبوں میں ان لوگوں کی مدح فرمائی اور ان کے رویہ کو سراہا۔

دوسرا فرقہ تنفیلی شیعوں کا تھا جو حضرت علیؓ کو تمام صحابہ کرامؓ سے افضل قرار دیتے تھے۔ یہ ابن سبا کے ادنیٰ شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں برا بھلا کہا اور فرمایا اگر میں نے یہ سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے افتراء کی شرعی حد اتنی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔ تیسرا فرقہ تیسری شیعوں کا تھا۔ یہ لوگ عقیدہ صحابہ کرامؓ کو ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق جانتے اور کہتے تھے۔ حضرت علیؓ کا حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے ساتھ تازہ ان لوگوں کے مذہب کے لیے مؤید اور ان کے خیال کے لیے محرک بن گیا۔ حضرت علیؓ عام خطبوں میں ان لوگوں سے اپنی کھلی بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔

چوتھا فرقہ خالی شیعوں کا تھا جو حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل تھا۔ یہ لوگ ابن سبا کے خاص الخاص شاگردوں اور رازداروں کا گروہ تھا۔ مؤخر الذکر تین فرقے بیک وقت وجود میں آئے اور ان تینوں کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ شاہ عبدالعزیز، تحفۃ الثناء عشریہ، ص: ۲۸

③ تفصیل کے لیے دیکھئے، شاہ عبدالعزیز، تحفۃ الثناء عشریہ، ص: ۲۸

④ الطبری، التاريخ، ص: ۲۵۸/۱

⑤ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کو اپنی بد مہدی پر سخت ندامت ہوئی، انہوں نے طے کیا کہ اس گناہ کا کفارہ یہی ہو سکتا ہے کہ قاتلین حسینؓ کو قتل کر دیا جائے یا اس کوشش میں اپنی جانوں کو قربان کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے سلمان بن صدوقی رہنمائی میں اس تحریک کو نظم کیا، ابن الاثیر، الکامل، ص: ۲۵۵/۳

⑥ اس کا نام کیسان تھا، روانہ کا ایک فرقہ اسی کے نام سے منسوب تھا۔ یہ شخص جھوٹا اور دھوکا باز تھا، اس نے بہت سے من گھڑت عقائد بنا رکھے تھے۔ مصعب کے لشکر نے اسے ۶۷ھ میں قتل کیا۔ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۷۳/۱

⑦ البغدادی، الفرق بین الذیق، ص: ۴۶

۳۔ فرقہ مرجہ *

مرجہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

☆ مرجہ ارجاء سے اسم فاعل (مشتق) ہے جو دو معنی پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ بمعنی تاخیر: جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ﴾^(۱) (موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دو) اور فرمان باری تعالیٰ ﴿وَأَخْرُونَ مَرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ﴾^(۲) (اور کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہیں اللہ کا فیصلہ آنے تک مؤخر کر دیا گیا ہے)۔

اس معنی کی رو سے اس فرقہ پر مرجہ کا اطلاق درست ہے کیونکہ وہ عمل کو نیت اور قصد سے مؤخر سمجھتے ہیں^(۳)۔

۲۔ بمعنی امید دلانا: جیسے فرمان باری تعالیٰ ﴿قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا﴾^(۴)

(انہوں نے کہا اے صالح اس سے پہلے ہم لوگ تم سے اچھی امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے)

اس معنی کے لحاظ سے ظاہر ہے کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں جیسے کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت اور نیکی کا کوئی فائدہ نہیں^(۵)۔

بعض کے نزدیک ”ارجاء“ کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب کبائر پر دنیا میں حکم نہ لگایا جائے، اس کے جنتی اور جہنمی ہونے کے فیصلہ کو آخرت پر چھوڑ دیا جائے۔ اس صورت میں مرجہ اور وعید یہ دو مقابل فرتے ہوں گے^(۶)۔

اس بارے میں ایک چوتھا قول بھی ہے کہ ارجاء سے مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے مرتبہ یا خلافت کو چوتھے درجہ تک مؤخر رکھا جائے۔ اس طرح مرجہ اور شیعہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل فرتے قرار پائیں گے^(۷)۔

مرجہ کا ظہور

جب امت مسلمہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی ایک طرف شیعہ تھے جنہوں نے حب اہل بیت میں بے حد مبالغہ آمیزی سے کام لے کر صحابہ کرامؓ پر یورش کر دی۔ دوسری جانب خوارج نے جمہور مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ادھر بنو امیہ مسلمانوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان حالات میں صحابہؓ کی ایک جماعت^(۸) نے کسی فریق کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا

* اس فرقہ کے بارے میں دیکھیے: ابن تیمیہ، مجمع الفتاویٰ، جلد نمبر ۷، ابن تیمیہ، کتاب الایمان، ۱۰۶/۹، مقالات الاسلامیین، ابن حزم، الفصل فی الملل والأہواء، ۱۳۶/۲، بغدادی، الفرق بین الفرق، ۱۳۷/۱، سفر حوالی، ظاہرۃ الإرجاء فی الفکر الإسلامی، ۱۳۷/۱، طوائف المرجہ، ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویہ

① الاعراف: ۱۱۱/۷

② التوبہ: ۱۰۶/۹

③ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۲/۱۱

④ اشعرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۷/۱

⑤ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۲/۱۱

⑥ محمد بن الدین، حاشیہ مقالات الاسلامیین، ص: ۲۱۳/۱

⑦ محمد بن الدین، حاشیہ مقالات الاسلامیین، ص: ۲۱۳/۱

⑧ ان صحابہؓ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو بکرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمران بن حصین وغیرہ تھے۔

اور ان مختلف گروہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا نہ وہ کسی سیاسی جھیلے میں پڑے نہ ہی بنو امیہ کو مورد طعن بنایا۔ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کیا کہ جس میں آپ ﷺ نے فتنوں سے دور رہنے کا حکم دیا تھا ①۔

ابتدا میں بعض اعتبار سے یہی حضرات مرجہ مراد لیے جاتے تھے جو سلامتی کو پسند کرتے تھے اور سیاسی و دینی امور خصوصاً اخروی احکام مثلاً ایمان، کفر، جنت، جہنم اور صحابہ کے مابین ہونے والے حوادث کے بارے میں بحث و مباحثہ اور اختلافات سے دور بھاگتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب خوارج اور شیعہ کا ظہور ہوا تو مرجہ فرقہ تدریجی اعتبار سے ترقی کرنے لگا ②۔

بعد ازاں جب مرتکب کبار کے مسئلہ میں شدید جدل و مناظرہ کا آغاز ہوا اور خوارج نے اس کی تکفیر کا دعویٰ کیا تو مرجہ نے مرتکب کبیرہ شخص پر حکم نہیں لگایا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس طرح کے دوسرے مسائل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تو ان کے جانشینوں کو لوگوں نے مرجہ کا لقب دیا۔

اس فرقہ کے نظریات کی وجہ سے حقائق ایمان و نیکی و پاکبازی کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا۔ اسی وجہ سے اخلاق باختہ اور مفسد لوگ اس مذہب کو اپنانے لگے اور اسے اپنی شہوت رانی کا آلہ کار بنایا۔ ایسے مفسدہ پرداز لوگوں کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ انھوں نے اس مذہب کو اپنی معصیت کاری کا ذریعہ قرار دے لیا اور اپنی اغراض فاسدہ اور عزائم خبیثہ پر پردہ ڈالنے لگے ③۔

سب سے پہلے ارجاء کا ذکر کرنے کے بارے میں علماء کی رائے ہے کہ حسن بن محمد بن حنفیہ وہ پہلا شخص تھا جس نے مدینہ میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے بارے میں ارجاء کا ذکر کیا۔ جب لوگوں نے ان کے بارے میں بات چیت کی تو آپ خاموش رہے پھر آپ نے کہا:

”قد سمعت مقالتم و لم أر شیئاً أمثل من أن یرجأ علی و عثمان و طلحة و الزبیر فلا یتولوا ولا یتبرأ منهم“ ④

میں نے تمہاری بات سن لی ہے میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کے معاملہ کو مؤخر کر دوں، نہ انھیں ولی بناؤ اور نہ ان سے برأت کا اظہار کرو۔

لیکن بعد ازاں آپ نے اپنے اس قول پر افسوس کیا اور تمنا کرتے شاید کہ اس قول سے پہلے مجھے موت آ جاتی اور آپ کے والد محمد بن حنفیہ نے آپ کی اس قول کی بناء پر سرزنش کی، چنانچہ آپ کا یہ مقولہ لوگوں کے مابین منتشر ہوا جسے چند لوگوں نے تسلیم کر لیا ⑤۔

① آپ ﷺ نے فرمایا: ”بہت بڑے فتنوں کا دور دورہ ہوگا، ان میں بیٹھ رہنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا بھاگنے والے سے بہتر ہوگا..... المسلم، الصحیح، کتاب الفتن،

باب نزول الفتن، حدیث نمبر ۷۲۵، ص: ۱۲۹

② غالب عوامی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۲/۲؛ یہاں پر یہ امر قابل ذکر ہے کہ ان لوگوں کا مشہور فرقہ مرجہ، جس کا ظہور بعد ازاں ہوا اور جس کے خاص عقائد تھے، سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

③ ابولہرہ، حیات ابی حنیفہ، ص: ۲۳۲

④ سفر الحوائی، ظاہرة الإرجاء، ص: ۲۳۳

⑤ غالب عوامی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۳/۲

بعض حضرات کے نزدیک غلو کے طور پر سب سے پہلے ارجاء کا ذکر ذر بن عبد اللہ الہمدانی ^(۱) نے کیا۔ اس وقت کے علماء سنت نے اس کی مذمت بھی بیان کی ہے ^(۲)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حماد بن ابی سلیمان ^(۳) کو ارجاء کا سب سے پہلا قائل قرار دیا ہے ^(۴)۔ اس بارے میں مزید اقوال بھی ہیں ^(۵)۔

مرجہ کے فرقے

علامہ اشعری نے فرقہ مرجہ کے بارہ فرقے شمار کیے ہیں ^(۶)۔ جبکہ امام بغدادی نے انھیں پانچ فرقوں میں تقسیم کیا ہے ^(۷)۔ امام شہرستانی نے فرقہ مرجہ کی درج ذیل چار اصناف بیان کی ہیں:

- ۱۔ مرجئة الخوارج
 - ۲۔ مرجئة القدرية
 - ۳۔ مرجئة الجبرية
 - ۴۔ مرجئة خالصه
- مؤخر الذکر قسم کو آگے چھ فرقوں میں تقسیم کیا ہے ^(۸)۔

مرجہ کے افکار و عقائد

مرجہ کے افکار و عقائد درج ذیل ہیں:

☆ ایمان کی موجودگی میں معصیت ضرر رساں نہیں، ایمان اور عمل ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے، زبان سے کفر کا اعلان کرنے، بتوں کی پرستش، یہودیت، نصرانیت کا عقیدہ رکھنے اور صلیب کی پوجا کرنے سے بھی ایمان جوں کا توں رہتا ہے۔ بعض مرجہ یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ نے خنزیر کھانا حرام کر دیا۔ ہے لیکن مجھے اتنا معلوم نہیں کہ خنزیر یہ بکری ہے یا کچھ اور تو وہ مؤمن ہی رہے گا ^(۹)۔

☆ علاوہ ازیں مرجہ کفر اور معاصی کی تحدید کفار اور گنہگار مسلمان کا ہمیشہ جہنم میں رہنا، اہل کبار کی توبہ کی قبولیت وغیرہ کے بارے میں باہم مختلف الخیال ہیں ^(۱۰)۔

① ذر بن عبد اللہ بن زرارہ مرہبی ہمدانی کوئی اہل کوفہ کے عبادت گزار اور قصہ گو تھے۔ حجاج بن یوسف نے اسے ۸۰ھ میں قتل کیا۔ ابن حجر تہذیب المتذیب، ص: ۲۱۸/۳

② غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۵/۲

③ کوفہ کے مشہور فقیہ اور سختی تھے جن کی مرجہ کی طرف نسبت کی جاتی تھی، خلق قرآن کے قائل نہیں تھے، آپ ۱۲۰ھ کوفہ فوت ہوئے، ابن حجر، تہذیب المتذیب، ص: ۱۶/۳

④ ابن العمامہ، شذرات الذہب، ص: ۱۵۷

⑤ ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ص: ۲۱۱، ۲۹۷/۷ دیکھیے غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۷۵۵/۲

⑥ تفصیل کے لیے دیکھیے الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۲۱۳/۱

⑦ وہ پانچ فرقے یہ ہیں: یونسیہ، غسانیہ، ثبانیہ، ثومنیہ، مریسیہ، الفرق، دیکھیے البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۲۳

⑧ یونسیہ، عبیدیہ، غسانیہ، ثبانیہ، ثومنیہ، صالحہ، الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۷/۱

⑨ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۲۲۲/۱

⑩ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۲۲۲/۱

۴۔ فرقہ جہمیہ *

جہمیہ کا ظہور

فرقہ جہمیہ کا نقطہ آغاز معلوم کرنا بہت مشکل ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد بنو امیہ کے اوائل میں اس فرقہ کی بنیاد پڑ چکی تھی اور آخری دور میں اس نے باقاعدہ ایک مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ شیخ ابوزہرہ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے ^(۱)۔ اس بارے میں انھوں نے کتاب ”المدیۃ والاہل“ سے دو حضرات (حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ) کے خطوط سے استدلال کیا ہے جن میں انھوں نے اہل شام اور اہل بصرہ کے جبریہ کو نظریہ جبر سے منع کیا تھا ^(۲)۔

شیخ ابوزہرہ نے اس فرقہ کے اولین بانی کے بارے میں چند ایک اقوال نقل کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ بعض حضرات کے نزدیک اس فرقہ کے اولین بانی بعض یہود تھے۔ انھوں نے یہ مذہب مسلمانوں کو سکھایا جن سے ان کی نشر و اشاعت ہوئی۔

۲۔ کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ اس نظریہ کا موجد جعد بن درہم ^(۳) تھا، جس نے شام کے ایک یہودی سے یہ عقیدہ اخذ کیا اور اہل بصرہ میں اسے پھیلایا پھر اس سے جہم بن صفوان ^(۴) نے سیکھا۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جعد نے یہ نظریہ بیان بن سمان سے اور اس نے طالوت بن اعصم ^(۵) یہودی سے اخذ کیا ^(۶)۔

شیخ ابوزہرہ مذکورہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ یہودی ذہن کی پیداوار ہے اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس کا آغاز ہو چکا تھا کیونکہ طالوت نامی یہودی آپ ﷺ کا ہم زمانہ تھا اور عہد صحابہؓ تک بتید حیات رہا، لیکن بایں ہمہ ہم قطعی طور سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس عقیدہ کی ختم کاری یہود کے ذریعے عمل میں آئی کیونکہ قبل ازیں یہ نظریات اہل فارس میں موجود تھے لہذا انھی مباحث میں سے ایک ہوگا جو زرتشتی اور مانوی وغیرہ فرقوں میں عام طور سے رائج تھے.....“ ^(۷)۔

* اس فرقہ کو جبریہ بھی کہتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے:

- | | | |
|-----------------------------------|--|---|
| ① ابن تیمیہ، بیان تلخیص الجہمیۃ | ② ابن تیمیہ، فتاویٰ شیخ الاسلام | ③ ابن تیمیہ، در تعارض العقل والنقل |
| ④ ابن القیم، مختصر الصواعق المرسل | ⑤ ابن القیم، اجتماع الجوہر الاسلامیۃ | ⑥ ابوزہرہ، تاریخ المذہب الاسلامیہ |
| ⑦ شیخ عبدالرحمن، فتح المجید | ⑧ شیخ سلیمان بن عبداللہ، تیسیر العزیز الحمید | ⑨ جمال الدین القاسمی، تاریخ الجہمیۃ والمعتزلۃ |
| ⑩ الدامنی، الرد علی الجہمیۃ | ⑪ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ جز ۷ | ⑫ ابن ابی العز، شرح العقیدہ الطحاویہ |

- ① ابوزہرہ، حیاۃ ابی حنیفہ، ص: ۲۳۶ ② مہدی احمد، المدیۃ والاہل، ص: ۴۷
- ③ جعد بن درہم: اصل میں خراسان سے تھا اور دمشق میں سکونت اختیار کی۔ اس نے طلاق قرآن اور دوسری بدعات بیان بن سمان سے لیں۔ خالد بن عبداللہ القسری نے اسے ۱۲۴ھ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر قتل کروا دیا۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۵۲/۹
- ④ جہم بن صفوان: اس کی کنیت ابو محرز تھی، موالیٰ بنی راسب سے تھا۔ خراسان میں ظاہر ہوا اور اس مذہب کی دعوت دینے لگا۔ بعد ازاں حارث بن سریح سے جا ملا، بالآخر سلم بن احوز نے عہد بنو امیہ کے آخری زمانہ میں اسے قتل کیا، اس کے اتباع نہادوں میں موجود تھے۔ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: ۳۲۸/۱
- ⑤ بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ، طالوت، لبید بن اعصم یہودی، جس نے آنحضرت ﷺ پر جادو کیا تھا، کا بھانجہ تھا۔ مجموعۃ الرسائل الکبریٰ، ص: ۲۲۵/۱
- ⑥ ابن تیمیہ، الفتاویٰ الکبریٰ، ص: ۲۴۳ ⑦ ابوزہرہ، حیاۃ امام ابی حنیفہ، ص: ۲۴۷

جہمیہ کے درجات

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے جہمیہ کو تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے درجہ میں وہ غالی قسم کے جہمیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی نفی کرتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں وہ لوگ ہیں جو اسمائے باری تعالیٰ کا تو اقرار کرتے ہیں لیکن صفات کی نفی کرتے ہیں۔ جبکہ تیسرے درجہ میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات کا اقرار کرتے ہیں لیکن وہ ان میں خبریہ اور غیر خبریہ کا فرق کرتے ہیں اور غیر خبریہ اسماء و صفات کی تاویل کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ صرف ان خبریہ صفات کو مانتے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوتا ہے اور جن کا تذکرہ احادیث میں ہوتا ہے ان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں.....^(۱)

جہمیہ کے افکار و عقائد

- ۱۔ اس مذہب کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ انسان سے افعال کی نفی کر کے انہیں ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا جائے کیونکہ انسان میں استطاعت نہیں پائی جاتی۔ وہ تو اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔ نہ اس میں قدرت پائی جاتی ہے نہ ارادہ اور نہ ہی اختیار۔
- ۲۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات کا انکار۔
- ۳۔ آخرت کے بہت سے امور مثلاً پل صراط، میزان، رؤیت باری تعالیٰ، عذاب قبر وغیرہ کا انکار۔
- ۴۔ ایمان صرف معرفت کا اور کفر صرف جہل کا نام ہے۔
- ۵۔ جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گی۔
- ۶۔ اللہ تعالیٰ کا علم اور کلام دونوں حادث یعنی مخلوق ہیں^(۲)۔

۵۔ فرقہ معتزلہ *

معتزلہ کی وجہ تسمیہ اور اس کا ظہور

در اصل اس فرقہ کا لیڈر واصل بن عطاء^(۲) تھا جس نے مرتکب کبیرہ کے مسئلہ پر اختلاف کیا اور حسن بصری کے حلقہ درس

① ابن تیمیہ، التبعیۃ، ص: ۷۲ ② الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۷۲/۱ ③ البغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۱۹۳ ④ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۸۰۰/۲
* اس فرقہ کے بارے میں تفصیل کے لیے دیکھئے:

- جمال الدین قاسمی، تاریخ الجہمیۃ والمعتزلۃ ⑤ ابولبابہ حسین / عبدالمجید النجار ⑥ المعتزلۃ بین الفکر والعمل
⑦ یوسف کمال، العصریون معتزلۃ الیوم ⑧ الشیخ فالح، التحفة المہدیۃ شرح الرسالة القدیمیۃ
⑨ ابن تیمیہ، در تعارض العقل والنقل ⑩ ابو الحسن الأشعری، مقالات الإسلامیین ⑪ البغدادی، الفرق بین الفرق
⑫ ابن حزم، الفصل فی الملل والأہواء ⑬ ابو الحسن الأشعری، الإبانۃ ⑭ ابن مندہ، کتاب الایمان
⑮ ابو زہرۃ، تاریخ المذاهب الإسلامیۃ ⑯ قاضی عبدالجبار، شرح الأصول الخمسة

- ⑰ محمد طاهر النیفر، أهم الفرق الإسلامیۃ ⑱ الملطی، التنبیہ والزہد ⑲ ابن تیمیہ، منهاج السنۃ،

- ⑳ الأسفراینی، التبصیر فی أمور الدین ㉑ علی حسین، المعتزلۃ وأصولهم الخمسة وموقف اهل السنۃ منها

② واصل بن عطاء جو غزال (سوت کا تنے والا) کے لقب سے مشہور تھا۔ ۸ھ میں پیدا ہوا۔ وہ بہت بڑا ادیب اور کلامی مجاہدات کا موجد تھا۔ اس کی بے شمار تصانیف ہیں۔
۱۳۱ھ کو فوت ہوا۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ص: ۱۷۱/۲ ③ الرضی، الامالی، ص: ۱۱۳/۱

سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، اس بناء پر اس کے پیروکار کو معتزلہ کہا جانے لگا^①۔ اکثر و بیشتر علماء^② نے یہی وجہ تسمیہ بیان کی ہے البتہ شیخ ابو زہرہ نے بعض مستشرقین کی اس بارے میں رائے نقل کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ ”معتزلہ“ اس لیے کہلایا، کہ یہ لوگ بڑے متقی، پارسا اور دنیاوی لذات سے کنارہ کش رہتے تھے۔ چنانچہ لفظ ”معتزلہ“ اس امر کا آئینہ دار ہے کہ جن لوگوں کو یہ نام دیا گیا وہ عابد و زاہد قسم کے لوگ تھے.....“^③

مستشرقین کی یہ رائے بالکل بے وزن ہے جس کے وہ منفرد قائل ہیں، علمائے سابقین نے اس بارے میں اپنی ایسی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ دراصل مستشرقین معتزلہ کی مدح میں اس لیے رطب اللسان رہے ہیں کہ معتزلہ ہی نے سب سے پہلے اسلامی عقائد میں شک و شبہ پیدا کرنے کا راستہ ہموار کیا ہے۔ اور یہ بات دشمنان اسلام کو مطلوب ہے۔ اس بارے میں علامہ ابن ابی العزرائی لکھتے ہیں:

”علماء اليهود یقرؤن کتب شیوخ المعتزلة و یستحسنون طریقہم“^④

علمائے یہود شیوخ معتزلہ کی کتب پڑھتے ہیں اور ان کے مسلک کو مستحسن قرار دیتے ہیں۔

معتزلہ کے ظہور کے بارے میں محققین مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔ اس بارے میں درج ذیل اقوال زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ علماء کا ایک بڑا گروہ اس فرقہ کے ظہور کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ رأس المعتزلہ واصل بن عطاء تھے۔ یہ حسن بصری کے حلقہ درس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ سوال زور و شور سے اٹھا اور اس نے اذہان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مسلمان ہے یا نہیں؟ ایک شخص حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ دور حاضر میں کچھ لوگ (خوارج) یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کبار کا مرتکب کافر ہے..... اس ضمن میں آپ کا فیصلہ کیا ہے؟ حسن بصری سوچنے لگے، قبل اس کے کہ وہ ان کو جواب دیتے، واصل بولا ”میرا خیال ہے کہ کبار کا مرتکب نہ تو پورا مؤمن ہے اور نہ کافر، پھر ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر حسن بصری کے تلامذہ کے سامنے اپنے عقیدہ کی وضاحت کرنے لگا۔ یہ سن کر حسن بصری نے کہا ”اعتزل“ عنا“ (ہم سے الگ ہو جاؤ)، بنا بریں ان کو معتزلہ کہا جانے لگا^⑤۔

۲۔ ایک دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ جب حضرت حسنؓ، امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تو اصحاب علیؓ کی ایک جماعت سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو گئی اور اس کی سرگرمیاں صرف عقائد تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ اس بارے میں ابوالحسن الطرائفی رقمطراز ہیں:

”انھوں نے اپنا نام معتزلہ رکھا اس لیے کہ جب حضرت حسنؓ بن علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی اور خلافت

① ابن خلکان، وفيات الأعيان، ص: ۱۷۰/۲ ② احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۸۸

③ اشعر ستانی، الملل والنحل، ص: ۱۳۸/۱ ④ شیخ جمال الدین، تاریخ الخلفیہ، ص: ۵۶

⑤ ابو زہرہ، حیات ابی حنیفہ، ص: ۲۳۸

⑥ ابن ابی العزرائی، شرح عقیدہ الخواریف، ص: ۲۵۲

⑦ ابن خلکان، وفيات الأعيان، ص: ۴/۵

انھیں تفویض کر دی تو ان لوگوں نے حضرت حسنؑ اور حضرت معاویہؓ دونوں سے کنارہ کشی کر لی بلکہ سب سے الگ ہو گئے یہ لوگ اصحاب علیؑ تھے اب ان کی سرگرمیوں کا مرکز گھر رہ گیا یا مسجد، یہ لوگ کہا کرتے تھے ہمیں صرف علم اور عبادت سے سروکار ہے“ ①

۳۔ اس بارے میں ایک تیسرا قول بھی ہے جس کی تائید شیخ محمد طاہر النیر نے کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ اعتزال کا یہ عمل حضرت علیؑ کے دور خلافت میں ہوا، جس وقت حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلافات برپا ہو چکے تھے تو صحابہؓ کی ایک جماعت نے ان سے علیحدگی اختیار کی انھوں نے کسی کا ساتھ نہیں دیا ②۔

درج بالا اقوال میں سے اول الذکر قول کو اہل علم نے رائج قرار دیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر کتب ادیان و فرق میں یہی قول مذکور ہے۔

✽ معتزلہ کے القاب و فرق

معتزلہ کے کچھ نام ایسے تھے جو ان کے نزدیک پسندیدہ نہیں تھے مثلاً جہمیہ، قدریہ، ثنویہ و مجوسیہ، و عیدیہ، معطلہ وغیرہ اور بعض نام ان کے نزدیک محبوب تھے مثلاً معتزلہ، اہل العدل والتوحید، اہل حق، فرقہ ناجیہ، منزہون اللہ وغیرہ ③۔

علامہ شہرستانی نے معتزلہ کے درج ذیل بارہ فرقے بیان کیے ہیں:

واصلہ، ہذیلیہ، نظامیہ، حابطیہ، بشریہ، معمریہ، مرواریہ، ثمامیہ، ہشامیہ، جاحظیہ، خاطیہ، جبائیہ ④
علامہ بغدادیؒ نے مزید دس فرقوں کا اضافہ کیا ہے ⑤۔

✽ معتزلہ کے افکار و نظریات

معتزلہ نے اپنے عقائد اور نظریات کو پانچ امور میں محدود کیا ہے۔ جنھیں وہ اصول خمسہ کا نام دیتے ہیں۔ وہ اصول خمسہ یہ ہیں:

- (۱) توحید
- (۲) عدل
- (۳) وعدہ و وعید
- (۴) کفر و اسلام کے مابین منزل کا اقرار

① الطراکھی، اہل لاء ہواء والبدع، ص: ۶۶

② شیخ محمد طاہر، اہم الفرق الاسلامیہ، ص: ۳۳ ③ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۸۲۲/۲

④ غالب عواجی، فرق معاصرة، ص: ۸۲۳/۲

⑤ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۴۰/۱

⑥ بغدادی، الفرق بین الفرق، ص: ۱۱۲

(۵) امر بالمعروف والنہی عن المنکر

ابو الحسنین خیاط معتزلہ کے اصولِ خمسہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کوئی شخص جب تک ذیل کے اصول خمسہ کا معتقد نہ ہو معتزلہ کہلانے کا حق دار نہیں ہو سکتا، یعنی توحید، عدل، وعدہ وعید، کفر و اسلام کی درمیانی منزل کا اقرار، امر بالمعروف اور انہی عن المنکر، جس شخص میں یہ اصول خمسہ پوری طرح موجود ہوں گے وہ معتزلی کہلانے کا مستحق ہوگا کیونکہ مسلک اعتزال کے یہ اصول جامع ہیں۔ جو شخص ان سے انحراف کرے گا وہ معتزلی نہیں سمجھا جائے گا اور نہ معتزلہ پر اس کے قول و فعل کی ذمہ داری عائد ہوگی“ (۱)۔

۱۔ توحید: معتزلہ کے ہاں اصول توحید ان کے عقائد کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ ابو الحسن اشعری توحید کے بارے میں معتزلہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اجمعت المعتزلة على أن الله واحد ليس كمثله شيء و هو السميع البصير و

ليس بجسم ولا شبح ولا جثة ولا صورة ولا لحم ولا دم ولا شخص ولا

جوهر ولا عرض ولا شريك له في ملكه ولا وزير له في سلطانه“ (۲)

معتزلہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کی کوئی شبیہ و نظیر نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

وہ نہ جسم رکھتا ہے اور نہ شکل نہ اس کا جثہ ہے نہ صورت خون بھی نہیں گوشت بھی نہیں نہ جوہر ہے نہ عرض اس کی

بادشاہی اور اس کی سلطنت میں نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی وزیر۔

معتزلہ اس قاعدہ کی بناء پر قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کو محال سمجھتے تھے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی جسمانیت اور جہت لازم آتی ہے اور یہ کہ صفات ذات سے غیر نہیں ہیں ورنہ تعدد و قدماء لازم آئے گا (۳)۔

۲۔ عدل: مشہور مؤرخ مسعودی ”عدل“ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو نہیں چاہتا نہ بندوں کے افعال کو پیدا کرتا ہے، لوگ اللہ تعالیٰ کے امر کو

بجالاتے ہیں اور اس کے منہیات سے رک جاتے ہیں تو یہ اس قدرت کے باعث جو اللہ نے اُن میں ودیعت کر

رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہی حکم دیتا ہے جس کا ارادہ کرتا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے“ (۴)

شیخ ابو زہرہ معتزلہ کے اصول عدل کے بارے میں لکھتے ہیں:

”قانون عدل سے معتزلہ دراصل جہمیہ کے اس نظریہ کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ بندہ اپنے فعل میں مختار نہیں لہذا

اس کو ذمہ قرار دینا ظلم ہے کیونکہ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ ایک شخص کو کسی بات کا حکم دیا جائے اور پھر آ مر ہی

اس کی مخالفت پر مجبور کرے اور نہ کسی فعل سے روکنے کا کچھ مطلب ہے جب کہ منع کنندہ خود اس کو اس فعل کے

(۱) لا شعری، مقالات، ص: ۲۳۵/۱

(۲) ابو الحسنین، الإختصار والرد، ص: ۱۲۶

(۳) مسعودی، مروج الذهب، ص: ۱۹۰/۲

(۴) لا شعری، مقالات، ص: ۲۳۸/۱

ارتکاب کے لیے جبر کرے“ ①۔

۲۔ وعدہ و وعید: قاضی عبد الجبار معتزلی اس اصول کی وضاحت یوں کرتا ہے:

”.....و أما علوم الوعد والوعید فهو أنه يعلم أن الله وعد المطيعين بالثواب و توعده بالعقاب و أنه يفعل ما وعد به و توعده عليه لامحالة ولا يجوز عليه الخلف والكذب.....“ ②

وعدہ اور وعید کے علم کا مطلب یہ ہے کہ یہ جان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اطاعت گزار بندوں کو ثواب اور اپنے نافرمان بندوں کو سزا دینے کا وعدہ کیا ہے لہذا اللہ وعدہ اور وعید لامحالہ کر گزرے گا جس سے پیچھے رہنا اور کذب بیانی سے کام لینا جائز نہیں۔ اس اصول کی بنا پر ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کے مرتکب کی بغیر توبہ مغفرت نہیں ہوگی اور قیامت کے دن اہل کبار کی شفاعت بھی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی وعید پر عمل نہیں ہو سکے گا اور وعید کا ناقابل عمل ٹھہرنا کذب بیانی تصور ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے ③۔

۳۔ اسلام اور کفر میں درمیانہ درجہ: معتزلہ کے اس نظریہ کی توجیہ کرتے ہوئے علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

”وجه تقريره أنه قال أن الإيمان عبارة عن خصال خير إذا اجتمعت سمى المرء مؤمنا وهو اسم مدح والفساق لم يستجمع خصال الخير ولا استحق اسم المدح فلا يسمى مؤمنا وليس هو بكافر مطلق أيضا لأن الشهادة و سائر أعمال الخير موجودة فيه لا وجه لإنكارها.....“ ④

اس کی تقریر کی توجیہ یہ ہے کہ اس کے بقول ایمان عبارت ہے خصال خیر سے، جب کسی شخص میں موجود ہوں تو وہ مؤمن ہے اور مؤمن ایک توصیفی نام ہے چونکہ فاسق میں خصال خیر کبھی جمع نہیں ہوتے لہذا وہ توصیفی نام کا مستحق نہیں۔ پس اسے مؤمن بھی نہیں کہا جائے گا مگر اسے علی الاطلاق کافر بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کلمہ شہادت کا قائل ہے اور دوسرے اعمال خیر بھی اس میں موجود ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا.....

۵۔ امر بالمعروف اور انھی عن المنکر: معتزلہ کے نزدیک امر بالمعروف اور انھی عن المنکر مومنوں پر واجب ہے۔ صورتحال کے

مطابق تقریر و تحریر سے یا سیف و سنان سے اس فریضہ کو انجام دینا چاہیے تاکہ دعوت اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت عام ہو سکے ⑤۔ اگرچہ اہل سنت کے نزدیک بھی امر بالمعروف اور انھی عن المنکر واجب ہے لیکن ان کے اور معتزلہ کے نزدیک تفسیر منکر کا طریقہ مختلف ہے۔ وہ یہ کہ برائی کو اچھے طریقہ سے دور کرنے کی کوشش کی جائے پھر زبان سے پھر ہاتھ سے پھر تلوار سے اور

② قاضی عبد الجبار، شرح الاصول الخمسة، ص: ۱۳۵

③ الشہرستانی، الملل والنحل، ص: ۴۲/۱

① ابو زہرہ، حیات الامام ابی حنیفہ، ص: ۲۶۱

④ ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویہ، ص: ۳۵۶

⑤ قاضی عبد الجبار، شرح الاصول الخمسة، ص: ۱۴۱

یہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مزید برآں جابر سلطان کے خلاف بغاوت واجب ہے۔ اپنے مخالفین چاہے وہ کفار ہوں یا اصحاب کبار مسلمان ان کے خلاف اسلحہ اٹھانا جائز ہے ①۔

معتزلہ اور اموی حکومت

شیخ ابو زہرہ عہد بنو امیہ میں معتزلہ کے بارے میں تبصرہ یوں کرتے ہیں:

”معتزلہ کا ظہور عہد بنو امیہ میں ہوا، امویوں کی طرف سے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اس لیے کہ معتزلہ نے بھی نہ شراغیزی سے کام لیا نہ حرب و پیکار کا اعلان کیا بلکہ یہ ایک فکری گروہ تھا اس کی تمام سرگرمیاں نظر و فکر تک محدود تھیں..... سیاست سے نہایت واجبی سا تعلق تھا، ان کی دلیل و حجت کی دنیا نطق و بیان تک محدود تھیں، تیغ و سنان کو اس سے کوئی واسطہ نہ تھا، ان کے اسلحہ دلائل تھے نہ کہ شمشیر برآں.....“ ②

مسعودی کے بیان کے مطابق: ”یزید بن عبد الملک معتزلی عقائد رکھتا تھا اور معتزلہ کے اصول پنجگانہ کو تسلیم کرتا تھا“ ③

۲۔ مختلف حوادث کا ظہور

عہد بنو امیہ میں داخلی اور خارجی کئی ایک حوادث رونما ہوئے جن سے حدیث کی ترویج و اشاعت متاثر ہوئی۔ چنانچہ درج ذیل واقعات و حوادث نے اس سلسلہ میں کلیدی کردار انجام دیا۔

(۱) داخلی حوادث

☆ واقعہ کربلا: تاریخ اسلام میں جنگِ جمل پہلا افسوسناک حادثہ فاجعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائی۔ اس سے قبل ان کی شمشیریں فرق باطل کے لیے برق سوزاں تھیں۔ اس جنگ سے مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس کے بعد جنگ صفین واقع ہوئی جس سے اسلامی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے، اس کے بعد قبائلی اور جاہلی تعصبات نے دلوں میں پھر جگہ پکڑ لی جس کا نتیجہ سانحہ کربلا کی شکل میں رونما ہوا۔ یہ الناک حادثہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو یزید بن معاویہ کے عہد حکومت میں پیش آیا ④۔

☆ واقعہ حرہ: واقعہ کربلا کی وجہ سے تمام عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حجاز میں اس کا زبردست رد عمل ہوا اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے نکال دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی۔ یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں شامی فوج مدینہ روانہ کی جس میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ اہل مدینہ نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شامی فوج غالب رہی۔ مدینہ منورہ تین دن تک مسلسل شامیوں کے ہاتھوں لٹا رہا۔ یہ واقعہ بھی یزید کے

① ابو زہرہ، حیات امام ابی حنیفہ، ص: ۲۶۲

② غالب عوامی، فرق معاشرۃ، ص: ۸۵۰/۲

③ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۶۳/۸

④ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۶۲/۳

دور حکومت یعنی ۶۲ھ میں پیش آیا ①۔

☆ معرکہ مرج رابط: محرم ۶۵ھ میں مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیرؓ کے داعی ضحاک بن قیس کی فوجوں کے درمیان بیس دن تک ہولناک لڑائی ہوئی جس میں ضحاک کو شکست ہوئی اور شام پر مروان کا قبضہ ہو گیا ②۔

☆ محاصرہ مکہ: جمادی الاول ۶۲ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو مکہ کے محاصرہ کے لیے بھیجا، چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کیا اور شہر پر خوفناک سنگ باری کی رسد کے تمام راستے مسدود کر دیئے اور بالآخر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا ③۔

مذکورہ بالا حوادث کے علاوہ دوسرے خلفاء کے عہد میں اور بھی بہت سے حوادث رونما ہوئے۔ خصوصاً بنو امیہ کے آخری فرمانروا مروان بن محمد بن مروان کے عہد میں حکومت بنو امیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور جگہ جگہ بغاوتیں اور شورشیں رونما ہو رہی تھیں ④۔

(ب) خارجی حوادث:

عہد بنو امیہ کے ابتدائی عہد (۴۱ھ تا ۸۶ھ) میں خلفشار کی وجہ سے زیادہ تر فتوحات حاصل نہ ہو سکیں۔ حضرت معاویہؓ، یزید بن معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، عبدالملک بن مروان کا عہد داخلی حوادث سے پر تھا۔ ان ادوار میں باہمی اختلافات کی گھنگھور گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں لیکن ولید بن عبدالملک کے عہد میں بالخصوص اور بعد کے ادوار میں بالعموم مسلمانوں کے ہاتھوں بے شمار فتوحات ہوئیں، ولید کے زمانہ کی فتوحات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عہد حضرت عمر فاروقؓ کے عہد کے بعد تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس دور میں قتیبہ بن مسلم، محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر جیسے جلیل القدر فاتحین عظام کے زیر نگرانی مجاہدین کرام کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے چین سے اسپین تک کے علاقہ کو روند ڈالا۔ ولید کے عہد میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس میں بے شمار فتوحات ہوئیں ⑤۔

چنانچہ خلفاء امرا بنو امیہ داخلی شورشوں کو فرو کرنے اور دوسری غیر مسلم اقوام سے معرکہ آرائیوں میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے، انھی مصروفیات کی وجہ سے وہ حدیث کی نشر و اشاعت کا کما حقہ حق ادا نہ کر سکے۔ ماسوائے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے جنہوں نے خلافت پر سرفراز ہوتے ہی اس طرف توجہ دی۔

۳۔ سیاسی عدم استحکام اور خلفاء کی عدم دلچسپی

مذکورہ بالا عوامل سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ عہد بنو امیہ سیاسی طور پر عدم استحکام کا شکار رہا۔ مذہبی فرقوں کے فکری نظریات کی جنگ اور بعض کا عملی طور سے حکومت وقت سے برسر پیکار رہنا، خلفاء کا داخلی و خارجی سازشوں کا تدارک کرنے میں مشغول ہونا اور اکثر خلفاء کی اس میدان میں عدم دلچسپی یہ وہ مظاہر و عوامل تھے جن کی وجہ سے یہ دور غیر مستحکم رہا اور نتیجتاً حدیث کی نشر و اشاعت نہ ہو سکی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ حدیث کی نشر و اشاعت اور ترویج، حکومتی سطح پر تدوین کے حوالے سے ہے وگرنہ عملی صورت میں اس کی نشر و

① ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۰۳/۸۔

② ابن الاثیر، الکامل، ص: ۷۵/۴۔

③ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۳/۱۰۔

④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۷۵/۴۔

⑤ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۵/۸۔

اشاعت ہو رہی تھی، لوگ اس پر پوری طرح سے عمل پیرا تھے، خلفاء اپنے خطبات اور تقاریر میں اس کی خوب تشہیر کرتے تھے، نیز اس عہد کے قضاة اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، مساجد و مدارس میں اس کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی ①۔

۴۔ کتابت حدیث کی ممانعت:

آنحضرت ﷺ نے ابتدا میں کتابت حدیث کی ممانعت کر دی تھی ②۔ بعد ازاں نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی تھی ③ بلکہ ضرورت کے مطابق انھیں لکھوایا بھی تھا ④۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک اور آپ ﷺ کے بعد احادیث مبارکہ کا بے شمار ذخیرہ لکھا جا چکا تھا ⑤۔ ان متعارض احادیث کے مابین توافق و تطابق پیدا کرنے کے لیے علماء نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث موقوف ① ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں، امام بخاری اور دوسرے محدثین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے ④۔

① ابن عدی، اکامل، ص: ۲۲۲/۳

② حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا تکتبوا عنی و من کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ)) مجھ سے مت لکھو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہے، اسے مٹا دے۔ المسلم، الصحیح، کتاب الزہد، باب التثبت فی الحدیث، حدیث نمبر ۵۰۹، ص: ۱۲۹، نیز حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے: ((کنا قعودا نکتب ما نسمع من النبی ﷺ فخرج علينا فقال ما هذا تکتبون فقال ما نسمع منك فقال اکتب مع کتاب اللہ امحضوا کتاب اللہ و اخلصوه فقال فجمعنا ما کتبنا فی صعيد واحد ثم احرقناه)) جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اسے بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا لکھ رہے ہو! ہم نے کہا وہی جو کچھ آپ سے سنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا کتاب اللہ کے ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی جا رہی ہے۔ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو، اسے خالص رکھو، پس ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسے ایک جگہ جمع کیا اور جلا دیا، ۱۰، کتب، مجمع الزوائد، ص: ۱۵۲/۱۔ اسی مضمون میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: ((جہدنا بالنبی ﷺ أن يأذن لنا فی الکتاب فأبى و فی رواية استأذنا النبی ﷺ فی الکتاب فلم يأذن لنا)) ہم نے نبی کریم ﷺ سے بڑی کوشش کی کہ وہ ہمیں لکھنے کی اجازت دیں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور دوسری روایت میں ہے ہم نے نبی ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۴/۵

③ الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۳۲

④ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص کو حدیث لکھنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ((اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما خرج منه إلاحق)) لکھو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (میری زبان سے) حق ہی نکلتا ہے۔ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص: ۱۳۶/۱

حضرت رافع بن خدیج نے آپ ﷺ سے لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((اکتبوا ولا حرج)) لکھ لو، لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۳۲، الامیر الحسنی، توضیح الآثار، ص: ۳۵۳/۲۔

⑤ آپ ﷺ سے مروی ہے: ((أنه کتب کتاب الصدقات والذیات والفرائض والسنن لعمر بن حزم وغیره)) کہ آپ ﷺ حضرت عمرو بن حزم وغیرہ کے لیے کتاب الصدقات، ذیات، فرائض و سنن لکھوا کر انھیں دی۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۸۵/۱

⑥ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹

⑦ موقوف: اصول حدیث کی اصطلاح میں ایسے قول، فعل یا تقریر کو جس کی نسبت صحابی کی طرف کی گئی ہو موقوف کیا جاتا ہے۔ ابن اسحاق، علوم الحدیث، ص: ۴۲

⑧ محمود الطحان، تیسیر منظر الحدیث، ص: ۱۲۹

⑨ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۱۸/۱ ⑩ ابن کثیر، الباء فی الحشیہ، ص: ۱۳۸ ⑪ الامیر الحسنی، توضیح الآثار، ص: ۳۵۳/۲

⑫ ایسی ظلی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۷ ⑬ محمد محفوظ، منہج ذوی النظر، ص: ۱۳۲

۲۔ آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے اس لیے منع کیا تھا کہ حفظ حدیث پر زور دینا مقصود تھا۔ کتابت حدیث اور ترک حفظ آنحضرت ﷺ کو ناپسند تھا۔ یہ رائے ابن حبان کی ہے ①۔

۳۔ رسم الخط کے جاننے اور نہ جاننے پر اجازت و ممانعت (کتابت حدیث) کا دارودار تھا۔ یعنی جو صحابہ کرامؓ رسم الخط سے پوری طرح آگاہ تھے جس طرح حضرت عبداللہ بن عمروؓ تھے۔ انھیں رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کی اجازت دے دی تھی لیکن جو اس علم سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے تھے اور ان کی تحریر کردہ باتوں میں شبہ اور غلطی کا احتمال تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں کتابت حدیث کی ممانعت فرمادی تھی۔ یہ رائے علامہ جزائری نے ابن قتیبہ سے نقل کی ہے ②۔

۴۔ قرن اول میں کتابت حدیث کی ممانعت اس لیے تھی کہ کہیں کتاب اللہ سے کسی دوسری چیز کی مشابہت نہ ہو یا قرآن کے سوا کسی اور شے میں انہماک پیدا نہ ہو، اس سے مقصود قرآن اور غیر قرآن کے مابین فرق کرنا تھا لیکن جب صحابہ کرامؓ پر قرآن و حدیث کا فرق واضح ہو گیا تو آپ ﷺ نے ان کو کتابت حدیث کی اجازت دے دی۔ یہ رائے علامہ رامہرمزی، خطیب بغدادی اور ابن حجر کی ہے ③۔ سید ابو بکر غزنویؒ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے ④۔

۵۔ ابتدا میں کتابت حدیث سے منع کیا گیا تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ رائے ابن قتیبہ کی ہے، شیخ احمد محمد شاہ نے اسی کو ترجیح دی ہے ⑤۔

۶۔ ممانعت عام تھی اور لکھنے کی اجازت مخصوص تھی، یعنی آپ ﷺ نے عوام کو منع کیا اور چند مخصوص لوگوں کو اجازت دے دی تھی، یہ رائے ڈاکٹر صبحی صالح کی ہے ⑥۔

۷۔ کتابت حدیث کی ممانعت ان لوگوں کے لیے تھی جو حفظ پر اعتماد کر سکتے تھے۔ اور اجازت ان کے لیے جو حفظ پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔ ابن قتیبہ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے ⑦۔

۸۔ بعض حضرات نے اسباب کتابت کی قلت کو کتابت حدیث کی ممانعت کا سبب بتایا ہے۔ ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے یہ رائے نقل کی ہے: ⑧

مذکورہ بالا آراء میں سے چند ایک کے سوا بقیہ آراء کتابت حدیث کے بارے میں درست کہی جاسکتی ہیں البتہ پہلی رائے اس لیے درست نہیں ٹھہرتی کہ یہ حدیث متصل سند کے ساتھ امام مسلم نے روایت کی ہے لہذا اس روایت کو موقوف قرار دینا درست نہیں۔ ⑨

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۷ ② الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۹

③ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۸۶ ④ الخطیب، تہقید العلم، ص: ۵۸ ⑤ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۲۸/۱

⑥ ابو بکر غزنوی، کتابت حدیث عہد نبوی میں، ص: ۲۲

⑦ ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ص: ۳۶۵ ⑧ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ص: ۱۱۲

⑨ صبحی صالح، علوم الحدیث، ص: ۲۳ ⑩ ابن قتیبہ، مختلف تاویل الحدیث، ص: ۳۶۵

⑪ المودودی، منصب رسالت، ص: ۳۳۰ ⑫ السلم، الحج، کتاب الزہد، باب التثبیت فی الحدیث، حدیث نمبر ۷۵۱۰، ص: ۱۲۹۷

اس طرح مؤخر الذکر رائے بھی محل نظر ہے۔ ڈاکٹر صبحی صالح نے بدلائل اس رائے کو غلط قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ عہد رسالت میں کتابت حدیث کی کمی کا سبب وسائل کتابت کا فقدان نہیں تھا اور یہ کہ اس دور میں لکھنے پڑھنے والے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ اگرچہ ابتدا میں عربوں کے ہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے اس قلت کو دور کرنے کا انتظام کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کو یہ ذمہ داری دی تھی کہ وہ مدینہ کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انھیں آزاد کر دیا جائے گا۔ اس طرح مدینہ میں کاتبین کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے مدینہ کی مساجد کو مدارس میں تبدیل کر دیا۔ ایک اندازے کے مطابق عہد رسالت میں مدینہ کی نو مساجد کو مدرسہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی اور پھر آنحضرت ﷺ کے تعمیل ارشاد میں پندرہ سوا شخص کے نام لکھے گئے۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا درست نہیں کہ اسباب کتابت کی قلت تھی جس کے باعث آپ ﷺ نے کتابت حدیث سے منع فرمایا تھا ①۔

غرضیکہ آخری رائے بھی قرار پائی کہ کتابت حدیث ایک جائز امر ہے، اس لیے عہد رسالت کے بعد حضرات صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے احادیث کے مختلف ہائے مجموعہ تیار کیے ②۔

اس کے باوصف بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو بکرؓ ③، حضرت عمرؓ ④، حضرت عبداللہ بن مسعود ⑤، حضرت علیؓ ⑥، حضرت زید بن ثابت ⑦، حضرت ابو ہریرہؓ ⑧، حضرت ابن عباسؓ ⑨، حضرت ابو سعید خدریؓ ⑩، حضرت ابن عمرؓ ⑪، اور حضرت ابو موسیٰ الشعمریؓ ⑫ وغیرہ سے کتابت حدیث کی ممانعت یا ان کے ذخیرہ احادیث کو جلانا مروی ہے۔ اس طرح تابعین میں سے عبیدہ بن عمرو السلمانی، ابراہیم بن یزید تمیمی، جابر بن زید، ابراہیم نخعی، عامر بن شراحیل شعبی وغیرہ سے کتابت حدیث کی ممانعت ثابت ہے ⑬۔

ان روایات کے پیش نظر بعض حضرات نے حدیث کی کتابت کو صحیح قرار نہیں دیا لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت حدیث کی ترویج میں کسی حد تک نخل رہی۔



- ① ضحیٰ صالح، علوم الحدیث، ص: ۱۸ ② ضحیٰ صالح، مباحث فی علوم القرآن، ص: ۶
- ③ تفصیل کے لیے دیکھیے ص: ۱۹۹ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱
- ⑤ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۷/۱ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۶/۳
- ⑦ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یزکتاب الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۹، ص: ۱۳۳/۱
- ⑧ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱ ⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۵/۱
- ⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۹۹/۲ ⑪ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۹/۱
- ⑫ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۸/۱ ⑬ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۴۲
- ⑭ دیکھیے صفحہ نمبر ۵۲ ⑮ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۹/۱ ⑯ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۴۳
- ⑰ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۰/۱ ⑱ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۰/۱
- ⑲ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۰/۱ ⑳ الدارمی، سنن الدارمی، باب من لم یزکتاب الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۲، ۴۶۵، ۴۸۲، ص: ۱۳۲/۱

حدیث کی ترویج و اشاعت کے ذرائع

رب کائنات نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء و رسل کی بعثت کا جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری دین (اسلام) اور آخری کتاب (قرآن کریم) دے کر تمام عالم کے لیے ہادی بنا کر مبعوث فرمایا۔ اس کتاب کی حیثیت کامل مکمل دستورِ حیات کی ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور اس کی تفسیر و تشریح کے لیے آنحضرت ﷺ کو قرآن کا مفسر اور شارح قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ ①

اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) اتارا تاکہ آپ لوگوں کو کھول کھول کے بیان کر دیں جو ان کی طرف اتارا گیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے تیس سالہ عہد کا ایک ایک لمحہ اس فریضہ کی انجام دہی میں صرف ہوا اور آپ ﷺ اپنے اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کے ذریعے قرآن کریم کی تفسیر فرماتے رہے۔ اس لیے قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جملہ اقوال و افعال اور اخلاق و کردار کو پیش نظر رکھا جائے جو احادیث کے نام سے موسوم ہیں اور جن کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا مشکل ہے بلکہ قرآن کریم کا ایک معتد بہ حصہ ایسا ہے جو احادیث کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔

احادیثِ رسول کی اس ضرورت و اہمیت اور عظمت و رفعت کے پیش نظر آغاز اسلام سے ہی صحابہ کرامؓ نے انھیں پوری محنت اور اخلاص و عقیدت کے ساتھ سمجھنے اور عملی زندگی میں اپنانے کے ساتھ ساتھ ان کی نشر و اشاعت کے لیے کلیدی اور لائقِ حوالہ خدمات سرانجام دی ہیں۔

شمع رسالت کے ان پروانوں نے آنحضرت ﷺ کی نجی زندگی سے لے کر بین الاقوامی سیاسی معاملات تک کو محفوظ کیا اور اس راہ میں ایسی خدمات سرانجام دیں جن کی دنیا کے دیگر مذاہب میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اس بارے میں علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں:

”اقوام عالم میں سے کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے اقوال صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے یہ شرف صرف ملتِ اسلامیہ کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے ایک ایک کلمہ کو صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کیا، آج روئے زمین پر کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو اپنے پیشوا کے ایک کلمہ کی سند بھی صحیح طریقہ پر پیش کر سکے۔ اس کے برعکس حالین اسلام نے اپنے رسول ﷺ کی سیرت کا ایک ایک گوشہ پوری صحت و اتصال کے ساتھ محفوظ کیا ہے“ ②

چنانچہ صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعین و تبع تابعین نے حفاظت حدیث اور اس کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی زندگیاں صرف

① النحل: ۱۶۰/۴۴

② ابن حزم، جوامع السیرۃ، ص: ۷

کر ڈالیں اور اس کے لیے درج ذیل ذرائع کو استعمال کیا ہے:

- ۱۔ حفظ حدیث
- ۲۔ مذاکرہ حدیث
- ۳۔ کتابت حدیث
- ۴۔ تعامل

۱۔ حفظ حدیث

حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کا یہ ایک بنیادی اور ابتدائی ذریعہ تھا۔ اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطاء کیا تھا۔ جس کی بدولت وہ اشعار، خطبات اور ضرب الامثال وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں زبانی یاد کر لیتے تھے انھیں صرف اپنے ہی نہیں، بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے از بر تھے^①۔ بعض اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یاد رکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔

حضرت جعفر بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں:

میں ایک مرتبہ عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ حضرت وحشی سے ملنے گیا۔ حضرت عبید اللہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں تو حضرت وحشی نے کہا میں آپ کو پہچانتا تو نہیں البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ آج سے ساہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن خیار نامی ایک شخص کے پاس گیا تھا۔ اس دن عدی کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، میں اس بچہ کو چادر میں لپیٹ کر اس کی مرضعہ (رضائی ماں) کے پاس لے گیا، بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا۔ صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے تمہارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے ساتھ بہت مشابہ ہیں^②۔

اس ملکہ کی بدولت اہل عرب اس وقت کے متداول فنون کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔ ذوالرمہ (۷۷ھ) جو آخری مختصر شاعر ہے کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس بات کو چھپاتا رہا کہ وہ فن کتابت سے آشنا ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں لوگ اسے ناپسند نہ کرنے لگیں^③۔

چنانچہ کتابت کی طرف عدم رجحان اور حافظہ پر اعتماد کی بدولت اہل عرب حفظ پر زور دیتے تھے۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا اس وقت لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور بہت کم ایسے لوگ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں۔ ابن سعد نے صرف نو آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو اس وقت لکھنا پڑھنا جانتے تھے^④۔ جبکہ علامہ بلاذری نے سترہ آدمیوں کا ذکر کیا ہے^⑤۔ عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ میں احادیث یاد کرنے کا رواج عام تھا۔ اکثر صحابہ کرامؓ احادیث سن کر یاد کر لیتے تھے اور جنہیں احادیث یاد نہ رہتیں وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کرتے تو آپ ﷺ ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔ اس بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں منقول ہے^⑥۔

① لا لوی، بلاغ العرب، ص: ۲۸/۳

② مناظر گیلانی، تاریخ تدوین حدیث، ص: ۴۸

③ الاسفہانی، لا غانی، ص: ۱۳۱/۱۶

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲/۲

⑤ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۴۵۶

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث نمبر ۱۱۹، ص: ۲۵

آنحضرت ﷺ بھی حفظ اور سمجھانے کی غرض سے ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے ①۔ آپ ﷺ وفد عبدالقیس کو تعلیم دینے کے بعد الوداع کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”أحفظوه و أخبروه من وراءكم“ ②

اسے یاد کرلو، اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی خبر دو۔

مزید برآں آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”و لیبلغ الشاهد الغائب“ ③

اور جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ باتیں) ان لوگوں تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے آپس میں باریاں مقرر کر لی تھیں ④۔

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کا حدیث حفظ کرنے کی بہت سی روایات منقول ہیں۔

۱۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

”كنا قعوداً مع النبي ﷺ فعسى أن تكون ستين رجلاً فيحدثنا الحديث ثم يريد

الحاجة فنراجعه بيننا فنقوم كأنما زرع في قلوبنا“ ⑤

ہم نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوتے اس مجلس میں بیٹھے والوں کی تعداد تقریباً ساٹھ ہوتی تو آپ ﷺ حدیث بیان کرتے اور پھر مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں ان احادیث کا دور کرتے اور جب ہم اٹھتے تو گویا کہ وہ احادیث ہمارے دلوں پر نقش ہو گئی ہوتیں۔

۲۔ ابن بریدہ بیان کرتے ہیں:

”معاویہؓ حمص کے بیت الخلاء سے نکلے اور اپنے غلام سے کہا کہ میرے کپڑے دو۔ کپڑے پہن کر حمص کی مسجد

میں دو رکعت نماز ادا کی نماز کے بعد دیکھا کہ چند لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے پوچھا

تم کس لیے یہاں بیٹھے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے نماز فرض ادا کر لی ہے۔ پھر ایک واعظ نے ہمیں وعظ

کیا۔ اس کے بعد ہم سنت رسولؐ کو یاد کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کے

ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، نبی ﷺ نے ان سے پوچھا، تمہیں

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثاً ليفهم عنه، حدیث نمبر ۹۴، ص: ۲۲

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحريض النبي ﷺ وفد عبدالقیس، حدیث نمبر ۸۷، ص: ۲۰

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۲۰، ص: ۲۱

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۳۶/۸

کس چیز نے یہاں بٹھایا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم فرض نماز ادا کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو یاد کر رہے ہیں“ ①۔

۳۔ حضرت براء بن عازب نے آنحضرت ﷺ سے دعایاد کر کے آپ ﷺ کو سنائی تو آپ ﷺ نے ان کی اصلاح کی ②۔

۴۔ حضرت ابو شریح عدویؓ نے آنحضرت ﷺ کا خطبہ زبانی یاد کیا اور عمرو بن سعید کو سنایا ③۔ حضرات صحابہ کرامؓ احادیث محفوظ کرنے کے لیے حافظہ پر ہی اعتماد کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے صحابہ کرامؓ کو نہ صرف زبانی نقل و روایت کی کھلی اجازت تھی، بلکہ آپ ﷺ نے زبانی روایت کرنے کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔

بہت ساری روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی احادیث کو زبانی یاد کرے اور پھر دوسروں تک ان کو پہنچائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”نضر اللہ امرءاً سمع منا حدیثاً فحفظه حتی یبلغه“ ④

اللہ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھا اور دوسروں تک اس کو پہنچا دیا۔

نیز آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

”نضر اللہ امرء سمع مقالتی فوعاها و حفظها و بلغها“ ⑤

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔

اس دعا کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے۔ جنھوں نے آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو یاد رکھتے ہوئے ان کی حفاظت فرمائی اور امت تک اس سرمایہ کو پوری صحت و اتقان کے ساتھ پہنچایا۔

صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قید تحریر میں لانے کی نسبت اسے زبانی حفظ کرنے کو ترجیح دی۔

صحابہ کرامؓ کے بعد حضرات تابعین میں حفظ کی بے حد اہمیت رہی۔ ان کے ہاں حفظ کی قوت اور اس کی کمزوری خصوصی دلچسپی

کا باعث رہی ہے۔ اسی وجہ سے ان کے ہاں یہ جملہ ان کی زبان پر رہا: ”العلم فی الصدور لا فی الکتب“ ⑥ (علم فی الحقیقت وہی ہے جو انسان کے سینہ میں محفوظ ہو نہ کہ کتب میں مرقوم ہو)۔

① الحاکم، المستدرک، کتاب العلم، باب إن اللہ..... الخ، ص: ۹۴/۱

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب فضل من مات علی الوضوء، حدیث نمبر ۲۳۷، ص: ۲۵

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۳، ص: ۲۳

④ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

⑤ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الحدیث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۸، ص: ۶۰۳

⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۸/۱

نیز امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

كان هذا العلم شيئاً شريفاً إذا كان من أفواه الرجال يتلاقونه و يذاكرون فلما صار
في الكتب ذهب نوره و صار الى غير أهله^(۱)

اس علم (حدیث) کی بڑی قدر و منزلت تھی، جب اسے براہ راست اساتذہ سے حاصل کیا جاتا تھا پھر (پختگی کے لیے) اس کا
اعادہ کیا جاتا تھا۔ جب سے علم قید تحریر میں آنے لگا اس کی رونق ماند پڑ گئی اور ایسے لوگ بھی اسے حاصل کرنے لگے جو اس کے
اہل نہیں تھے۔

کتب رجال میں اُن رواۃ حدیث کا تذکرہ ملتا ہے جو اپنے عمدہ حافظہ کی وجہ سے مشہور و معروف تھے۔ ان میں سے عامر بن
شریحل (۱۰۹ھ)، امام زہری (۱۲۴ھ)، اعمش (۱۳۸ھ)، سعید بن ابی عروبہ (۱۵۶ھ)، عبداللہ بن مبارک (۱۹۷ھ)، عبدالرحمن بن
مہدی (۱۹۸ھ) قابل ذکر ہیں^(۲)۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان حضرات کو اپنے دعویٰ کی صحت کے لیے امتحان کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے مثلاً سعید
بن مسیب (م ۹۳ھ) نے قتادہ کا امتحان لیا^(۳)۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) نے امام زہریؒ کے حافظہ کا امتحان لیا^(۴)۔

غرضیکہ حدیث کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کے لیے صحابہؓ و تابعینؓ اور ان کے بعد کے ادوار میں حفظ پر اعتماد کیا جاتا
رہا۔ کتابت اگرچہ علم کی حفاظت کا ایسا ذریعہ ہے جس نے انسانوں کو بہت سی کمزوریوں خصوصاً ضعف حافظہ کا علاج کر دیا ہے لیکن کتابت
کے ارتقاء تک حفظ ہی مؤثر ذریعہ تھا۔

۲۔ مذاکرہ حدیث

حفظ اگرچہ انسان کا انفرادی وصف ہے جس کا تعلق انسان کی صلاحیت سے ہے تاہم اس کا استحکام اجتماعی عمل سے ہی ممکن
ہے۔ یہی اجتماعی عمل مذاکرہ ہے کیونکہ بار بار دہرانے سے نہ صرف حفظ کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اس سے حافظہ کی کمزوری کا سد باب
بھی کیا جاسکتا ہے۔

① ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۶۸/۱

② الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۱۳۳/۱ ③ ابو ذر، التاریخ، ص: ۱۰/۱ ④ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۶۶

⑤ الإصفہانی، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۳۳/۲

⑥ الفسوی، المعرفۃ والتاریخ، ص: ۶۴۰/۱

احادیث کو دہرانے کی اس مشق کی اہمیت کا اندازہ ابو عبد اللہ جعفر بن محمد کے اس قول سے ہوتا ہے:

”القلوب ترب والعلم غرسها والمذاكرة ماءها فإذا انقطع عن الترب ماءها جف غرسها“^(۱)

دل مٹی کی مانند ہیں، علم اس کی کھیتی اور مذاکرہ اس کا پانی ہے۔ زمین کو اگر پانی نہ ملے تو اس پر سبزہ اور روئیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور مذاکرہ حدیث کا یہ عمل عہد رسالت میں بھی موجود تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

”كنا نكون عند النبي ﷺ فنسمع منه الحديث فإذا قمنا تذاكرناه فيما بيننا حتى نحفظه“^(۲)

ہم نبی کریم ﷺ کے پاس ہوتے تو آپ ﷺ سے حدیث سنتے، جب اٹھتے تو ایک دوسرے سے دہراتے یہاں تک کہ وہ ہمیں یاد ہو جاتی تھی۔

نیز ابو نضر کا قول ہے: ”اصحاب رسول ﷺ جب بھی جمع ہوتے احادیث کا اعادہ کرتے تھے“^(۳)۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”إني لأجزئ الليل ثلاثة أجزاء فثلث أنا وثلث أقوم وثلث أتذكر أحاديث رسول الله ﷺ“^(۴)

میں رات کے تین حصے کرتا ہوں: ایک میں سوتا ہوں اور ایک میں نماز پڑھتا ہوں اور ایک میں احادیث رسول ﷺ یاد کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کو آپس میں مذاکرہ کرتے ہوئے صبح ہو گئی^(۵)۔

حضرت علیؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے:

”تذاكروا هذا الحديث و تزاوروا فإنكم إن لم تفعلوا يدرس“^(۶)

حدیث کو دہرایا کرو اور ایک دوسرے سے ملتے رہو، اگر ایسا نہ کرو گے تو علم ضائع ہو جائے گا۔

① الخطيب، الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۲۷۸/۲ ② الخطيب، الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۲۳۶/۱

③ الخطيب، الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۲۳۶/۱ ④ الخطيب، الفقيه والمفسر، ص: ۱۲۸/۲

⑤ الخطيب، الفقيه والمفسر، ص: ۱۲۸/۲

⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۲۶، ص: ۵۸۰، ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۰۱/۱

حضرت ابوسعید خدریؓ اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے:

”تذاکروا الحدیث فإن الحدیث یهیج الحدیث“ ①

حدیث کا مذاکرہ کیا کرو کیونکہ مذاکرہ حدیث کے جوش مارنے کا سبب بنتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے:

”ردوا الحدیث واستذكروہ.....“ ②

حدیث کو دہراؤ اور اس کا مذاکرہ کیا کرو۔

نیز آپ کا قول ہے:

”إذا سمعتم منا حدیثاً فتذاکروہ بینکم“ ③

جب تم ہم سے حدیث سنو تو آپس میں مذاکرہ کر لیا کرو۔

حضرات تابعین بھی اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ علقمہ (م ۶۲ھ)، ابو العالیہ (م ۹۰ھ)، اور عروہ بن زبیرؓ (م ۹۳ھ) اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تذاکروا الحدیث فان ذکرہ حیاتہ“ ④

حدیث کو دہرایا کرو کیونکہ اس میں اس کی بقا ہے۔

امام زہریؓ فرماتے ہیں:

”آفة العلم النسیان و ترک المذاکرۃ“ ⑤

علم کی مصیبت بھول جانا اور ترک مذاکرہ ہے۔

حضرات تابعین و تبع تابعین نہ صرف اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کا مشورہ دیتے تھے بلکہ خود بھی آپس میں مذاکرہ کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۶ھ) فرماتے ہیں:

”کننا نأتی جابر بن عبد اللہ فإذا خرجنا من عنده تذاکرنا فکان ابو الزبیر أحفظنا

لحدیثہ“ ⑥

① الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۵۹۷، ص: ۱۵۵/۱

② الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۰۱، ص: ۱۵۵/۱

③ الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۰۷، ص: ۱۵۶/۱

④ الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۰۲، ۶۰۳، ص: ۱۵۶/۱ ⑤ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۲۵

⑤ الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۲۱، ص: ۱۵۸ ⑥ البیہقی، المدخل، ص: ۲۹۳

⑥ الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۱۵، ص: ۱۵۷

ہم جابر بن عبد اللہ سے احادیث سن کر آتے تو مل کر یاد کرتے اور ابو الزبیر (محمد بن مسلمہ) ہم سب سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والے تھے۔

اسماعیل بن رجاء فرماتے ہیں:

”کنا نجمع الصبیان فنحدثهم“^①

ہم بچوں کو جمع کر کے احادیث کا اعادہ کرتے تھے۔

سلیمان بن مہران کا بیان ہے:

”کان اسماعیل بن رجاء یجمع صبیان الکتاب یحدثهم یتحفظ بذاک“^②

اسماعیل بن رجاء مکتب کے بچوں کو جمع کر کے حفظ کے لیے انہیں حدیث سناتے۔

ابونضرہ کہتے ہیں:

”کنا عند عمران بن حصین نتذاکر العلم“^③

ہم عمران بن حصین کے پاس علم کا مذاکرہ کرتے تھے۔

اسماعیل بن ابی خالد بیان کرتے ہیں: ”شعسی، ابوالضحیٰ، ابراہیم اور ہمارے اصحاب مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا اعادہ کرتے

تھے“^④۔

امام زہریؒ کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب وہ اپنے استاد عروہ بن زبیرؒ اور دیگر شیوخ سے احادیث سن کر آتے تو اپنی باندی کو جگاتے اور اس کے سامنے احادیث کا اعادہ کرتے۔ باندی کہتی رہ جاتی کہ میرا اس سے کیا تعلق (یعنی عدم دلچسپی کا اظہار کرتی) لیکن امام زہریؒ جب تک اس مجلس میں سنی ہوئی تمام احادیث دہرانہ لیتے خاموش نہیں ہوتے تھے^⑤۔

لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ) بیان کرتے ہیں:

”تذاکر ابن شہاب لیلة بعد العشاء حدیثاً وهو جالس متوضاً قال فما زال ذلک

مجلسه حتی أصبح“^⑥

ایک رات عشاء کے بعد ابن شہاب با وضو مجلس میں بیٹھے رہے اور صبح تک حدیث کے مذاکرہ میں مشغول رہے۔

① ابو یوسف، کتاب العلم، ص: ۱۲۶

② الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۰۵، ص: ۱۵۶

③ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص: ۱۹۳/۲

④ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۳۲/۱

⑤ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۲۶۸/۲

⑥ الدارمی، سنن الدارمی، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۲۱۶، حدیث نمبر ۱۵۷

عبداللہ بن شداد نے ابن ابی لیلیٰ کے ساتھ احادیث کا مذاکرہ کیا تو عبداللہ کو کچھ ایسی احادیث بھی یاد آ گئیں جو انھیں بھولی ہوئی تھیں اور وہ خوش ہو کر بولے:

”یرحمک اللہ کم من حدیث أحييته فی صدری کان قد مات“ ①

اللہ تمہیں (ابن ابی لیلیٰ) خوش رکھے، تم نے کئی ایسی احادیث مجھے یاد دلا دی ہیں جو مجھے بھولی ہوئی تھیں۔

امام علی بن مدینی کا قول ہے:

”چھ اشخاص یعنی ابن معین، ابن مہدی، وکیع بن جراح، ابن عیینہ، ابو داؤد، عبدالرزاق کو یہ مجالس مذاکرہ

اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ اس میں مشغول ہو جاتے تو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے“ ②

نیز ان کا قول ہے:

”وکیع بن جراح اور عبدالرحمن بن مہدی مسجد حرام میں مذاکرہ حدیث میں ایسے مشغول ہوئے کہ فجر کی اذان ہو گئی“ ③۔

حدیث نبوی کے یہ دلدادہ جب تک احادیث اچھی طرح از بر نہ کر لیتے، کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

معاذ بن معاذ (م ۱۹۲ھ) کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے گھر آئے، تو شعبہ باہر آئے ہم نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انھوں نے یہ کہہ کر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ ابن عون سے سنی ہوئی احادیث کو یاد کرنے میں مشغول ہیں ④۔

مذاکرہ حدیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ و تابعینؓ اور تبع تابعینؓ نے مذاکرہ حدیث پر زور دیا ہے اور ایسی مجالس کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی ہے جن میں احادیث کا اعادہ و مذاکرہ کیا جائے۔ کیونکہ اس عمل سے حافظہ قوی ہوتا ہے اور علم میں رسوخ پیدا ہوتا ہے۔

مذاکرہ حدیث کی یہ مجالس ان کے ہاں حافظہ میں پختگی کے ساتھ ساتھ حدیث کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت کا قابل اعتماد ذریعہ بن گئیں۔

① الداری، سنن الداری، باب مذاکرۃ العلم، حدیث نمبر ۶۱۰، ص: ۱۵۷

② الخطیب، الجامع الاخلاقی الراوی، ص: ۲/۲۷۴

③ الخطیب، الجامع الاخلاقی الراوی، ص: ۲/۲۷۴

④ الخطیب، الجامع لاخلاقی الراوی، ص: ۲/۲۷۴

۳۔ کتابت حدیث

عرب قبل از اسلام کتابت جانتے تھے اور اہم تاریخی واقعات کو پتھروں، ہڈیوں، کھجور کی شاخوں، چمڑے کے ٹکڑوں، باریک چھلکوں وغیرہ پر لکھا کرتے تھے۔ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابت کے آثار تیسری صدی عیسوی سے ملتے ہیں۔ اور یہ آثار جزیرہ عرب کے شمالی اطراف میں پائے جاتے ہیں^(۱)۔

کتابت کے حوالہ سے مولانا محمد محترم فہیم عثمانی رقمطراز ہیں:

”.....عرب باشندوں کی اکثریت یقیناً لکھنے پڑھنے کے فن سے آشنا نہ تھی لیکن ہر شہر میں ایسے لوگ ضرور پائے جاتے تھے جو اس فن سے پوری طرح آشنا تھے، لکھنے پڑھنے کا کام انجام دیتے تھے اور اس طرح مجموعی طور پر عرب میں ایک اچھی خاصی تعداد لکھنا پڑھنا جاننے والوں کی موجود تھی۔ نہ صرف مرد بلکہ بعض عورتیں بھی ایام جاہلیت میں ایسی پائی جاتی تھیں جو نوشت و خواند سے بخوبی واقف تھیں۔ شرفاء ہی نہیں بلکہ غلاموں میں بھی اس فن سے آشنا افراد موجود تھے۔ عیسائیوں کے گرجے عرب میں جہاں کہیں تھے ہر ایک میں مختلف مذہبی کتابوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے“^(۲)۔

عرب کے ممتاز شعراء نے اپنے منتخب قصائد لکھ کر بیت اللہ کے اندر آویزاں کر رکھے تھے^(۳)۔

امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے اور انجیل کا عبرانی زبان میں ترجمہ کیا کرتے تھے^(۴)۔

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت کچھ لوگ پہلے ہی سے لکھنا جانتے تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے قرأت قرآن اور فن کتابت کو عام کرنے کے لیے اصحاب صفہ کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبادہؓ بن صامت^(۵) کو ان کو قرآن پڑھانے اور لکھنا پڑھنا سکھانے کے لیے مامور فرمایا^(۶)۔

① ناصر الدین، مصادر الشعر، ص: ۲۴، ② محمد محترم، حفاظت و حجیت حدیث، ص: ۱۳۹

② محمد محترم، حفاظت و حجیت حدیث، ص: ۱۳۷

③ التریات، تاریخ الادب العربی، ص: ۲۱

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، حدیث نمبر ۲، ص: ۱

⑤ آپ انصاری صحابی ہیں، قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں، آپ کی کنیت ابو الولید ہے۔ پہلا وفد جو مدینہ سے مکہ آیا اس میں آپ شامل تھے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ غزوہ بدر، بیت رضوان اور خلافت صدیقی و فاروقی کی بعض جنگوں میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ آپ کا شمار فضائے صحابہ میں سے ہوتا ہے۔ شام میں ۳۴ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۷/۳

⑥ ابن خضیل، المسند، ص: ۲۱۵/۵

اس طرح آپ ﷺ نے عبداللہ بن سعید بن العاصؓ کو جو فن کتابت کے ماہر سمجھے جاتے تھے، حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا سکھائیں ①۔

آپ ﷺ نے شفاء بنت عبداللہؓ ② کو حکم دیا کہ وہ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ کو لکھنا سکھائیں ③۔ اور جنگ بدر کے ان قیدیوں کے بارے میں جو فدیہ دے کر رہائی حاصل نہ کر سکے تھے آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو قیدی دس مسلمان بچوں کو فن کتابت سکھا دے گا اس کو رہائی دے دی جائے گی ④۔

ان دلائل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لیے کس قدر اہتمام کیا۔ آپ ﷺ کا کتابت کو فروغ دینے کا سبب یہ تھا کہ خود قرآن کریم نے لکھنے پڑھنے کی اہمیت بیان کی ہے۔ چنانچہ پہلی وحی میں لکھنے پڑھنے کی ترغیب دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِقرء باسم ربك الذي خلق﴾ ⑤

اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا ہے.....

اور مالی لین دین کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾ ⑥

اے ایمان والو! جب تم کسی مدت معینہ کے لیے ایک دوسرے کو قرض دو تو اسے لکھ لیا کرو.....

انھی قرآنی احکام اور آنحضرت ﷺ کے فن کتابت کے لیے خصوصی اہتمام کی بدولت صحابہ کرامؓ میں کتابت سے لگاؤ اور شغف پیدا ہو گیا۔

مردوں کے ساتھ عورتوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے پڑھنے لکھنے کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا اور ان کے لیے ایک دن مخصوص کر دیا ④۔ کتابت کی اس قدر اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ کتابت حدیث کا بھی پورا پورا اہتمام کرتے تھے۔

① ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۱۷۵/۳

② آپ صحابیہ ہیں، قریش کے خاندان عدی سے تعلق تھا، ہجرت سے قبل مسلمان ہوئیں تو آنحضرت ﷺ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ آپ کے گھر تشریف لے جاتے تو آپ آنحضرت ﷺ کے لیے علیحدہ بچھونا بچھاتی، آپ جھاڑ پھونک اور لکھنے پڑھنے میں بہت ماہر تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں ان کے ساتھ خاص رعایتیں کیں، وفات کا سن معلوم نہیں۔ ابن حجر، الاصابۃ، ص: ۱۲۰/۸

③ ابن الاثیر، اُسد الغابۃ، ص: ۲۸۶/۵

④ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقی، حدیث نمبر ۳۸۸۷، ص: ۵۵۲

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲/۲

⑥ السبیل، روض لا نف، ص: ۹۲/۲

⑦ البقرہ: ۲۸۲/۲

⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب هل يجعل للنساء، یوما، حدیث نمبر ۱۰۱، ص: ۲۳

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

① "كنا قعودا نكتب ما نسمع من النبي ﷺ"

ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھتے تھے اور جو کچھ آپ ﷺ سے سنتے لکھتے جاتے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نقل کرتے ہیں:

② "بينما نحن حول رسول الله ﷺ نكتب"

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو کتابت حدیث کی خصوصی اجازت آنحضرت ﷺ نے مرحمت فرمائی تھی۔

آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

((يا رسول الله ﷺ إني أريد أن أروى من حديثك فأردت أن أستعين بكتاب

يدي مع قلبي إن رأيت ذلك فقال رسول الله ﷺ إن كان حديثي ثم استعن بيدك

مع قلبك)) ③

یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی احادیث روایت کروں، میرا ارادہ ہے کہ دل کے ساتھ ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لوں،

اگر آپ یہ پسند فرمائیں تو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میری حدیث ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے بھی مدد لو (یعنی

لکھ لیا کرو۔

اس اجازت کے بعد حضرت عبداللہ بن عمروؓ کتابت حدیث میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنتے

اسے قلمبند کر لیتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

④ "كنت أكتب كل شيء أسمعه من رسول الله ﷺ أريد حفظه"

میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا یاد کرنے کے لیے اسے لکھ لیتا تھا۔

کتابت حدیث کی اجازت صرف حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کو دربار رسالت سے اس

کی اجازت ملی تھی۔

① ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۶۵/۱

② ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۶۵/۱

③ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۵، ص: ۱۳۶

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۸۴، ص: ۱۳۶

حضرت رافع بن خدیج ^(۱) بیان کرتے ہیں:

”قلنا یا رسول اللہ ﷺ إنا نسمع منك أشياء أفنكتبها قال أكتبوا ولا حرج ^(۲)

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا انہیں لکھ لیا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لکھ لیا کرو، کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ سے اپنے حافظہ کی شکایت کی اور آپ کی احادیث لکھنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((استعن بيمينك و أوماً بيده الخط)) ^(۳)

اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو (یعنی لکھا کرو) آپ ﷺ نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا:

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، تو ایک یمنی شخص ابو شاہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ایہ مجھے لکھ دیجئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا: ((أكتبوا لأبي شاه)) ^(۴) (یہ خطبہ) ابو شاہ کے لیے قلمبند کر دو)

حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قيدوا العلم بالكتاب)) ^(۵)

علم (حدیث) کو لکھ کر محفوظ کر لو۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((قيدوا العلم ، قلت وما تقيدوه قال كتابته)) ^(۶)

علم کو قید کر لو، میں نے پوچھا اس کا قید کرنا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے لکھنا ہے۔

ایک اور روایت میں جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمروؓ ہیں بیان کیا جاتا ہے:

”رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حاضر تھی، اور میں بھی ان میں تھا، اور میں سب سے

چھوٹا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔ جب مجلس برخاست ہوئی

① انصاری صحابی ہیں، قبیلہ اوس سے تعلق تھا، ابو عبداللہ کنیت تھی، ہجرت کے وقت اسلام قبول کیا، اس وقت آپ صغیر السن تھے۔ غزوہ بدر میں چودہ برس کے تھے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے آپ کو شرکت کی اجازت نہیں دی، چنانچہ اگلے سال انہیں اجازت دی۔ آپ غزوہ خندق اور اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ۸۶ برس کی عمر میں ۷۷ھ کو وفات پائی۔ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳۵۴/۲

② الرامبرمزی، المحمد ث الفاصل، ص: ۳۶۹

③ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الرخصة فیہ، حدیث نمبر ۲۶۶۶، ص: ۶۰۵

④ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الرخصة فیہ، حدیث نمبر ۲۶۶۷، ص: ۶۰۵

⑤ الرامبرمزی، المحمد ث الفاصل، ص: ۳۶۸ ⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

⑦ الحاکم، المستدرک، ص: ۱۰۶/۱ ⑧ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۸/۱

تو میں نے صحابہؓ سے کہا کہ آپ نے حضور ﷺ کے ارشاد کو سنا۔ پھر آپ لوگ حدیث بیان کرنے کی جرأت کیسے کرتے ہیں صحابہ کرامؓ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اے بھتیجے! ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے“^①۔

ابن سعدؒ کا بیان ہے:

”نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ نے بھی آپ ﷺ سے احادیث لکھنے کی اجازت مانگی تھی اور آپ ﷺ نے انھیں اجازت دی تھی“^②۔

بارگاہ نبوی سے کتابت حدیث کی خصوصی اجازت حاصل کرنے والوں میں ان متذکرہ بالا صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت انسؓ بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب اور حضرت عبداللہ بن ابی اونی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ تمام وہ صحابہؓ ہیں جنہوں نے عہد رسالت میں اپنے اپنے مستقل صحیفے تیار کر لیے تھے^③۔ ان شواہد سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابت کو عام کرنے کے لیے کس قدر اہتمام فرمایا اور حضرت صحابہؓ نے حفظ اور مذاکرہ کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ کر لیا تھا۔

عہد رسالت کے بعد عہد صحابہؓ میں بھی کتابت حدیث کی ترغیب دی گئی ہے۔

حضرت عمرؓ بن خطاب فرمایا کرتے تھے:

”قیدوا العلم بالكتابة“^④

علم کو لکھ کر محفوظ کر لیا کرو۔

حضرت علیؓ طلب علم اور کتابت علم کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتے تھے، آپ نے فرمایا:

”من يشتري مني علماً بدرهم“^⑤ (کون ہے جو مجھ سے ایک درہم کے عوض علم خرید لے۔)

مطلب یہ کہ ایک درہم کا کاغذ خرید کر اس میں روایات لکھ لے۔ ایک دوسری روایت میں آپ سے منقول ہے:

”من يشتري صحيفة بدرهم يكتب فيها العلم“^⑥

ایک درہم کا صحیفہ کون خرید لے گا جس میں علم لکھا ہوا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے اپنے بھتیجے عروہ بن زبیرؓ سے کہا:

”بیٹے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو۔ پھر دوبارہ اسی حدیث کو لکھتے ہو۔ عروہؓ نے جواب دیا

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۱/۳

② البیہقی، مجمع الزوائد، ص: ۸۲/۲

③ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۹۸ ④ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱

⑤ دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹

⑥ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۵۱/۱

⑦ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۹۰

میں آپ سے حدیث سنتا ہوں پھر دوبارہ اسی حدیث کو دوسری سند سے سنتا ہوں، تو لکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تم کو دونوں روایات کے مفہوم میں فرق محسوس ہوتا ہے؟ عروہؓ نے جواب دیا: نہیں! حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں،^(۱)

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں فرائض صدقہ لکھ کر دیئے تھے اور یہ فرائض صدقہ آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے تھے^(۲)۔

حضرت انسؓ اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے:

”یا بنی قیدوا العلم بالکتاب“^(۳)

اے بیٹو! علم (حدیث) کو قلم بند کر لیا کرو۔

نیز حضرت انسؓ اپنے شاگردوں کو احادیث قلمبند کرواتے تھے لیکن جب ان کی تعداد بڑھ جاتی تو آپ اپنی کتب کا مجموعہ لاکر ان کے سامنے رکھ دیتے اور کہتے:

”هذه أحادیث سمعتها وکتبتها عن رسول الله وعرضتها عليه“^(۴)

یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھی تھیں اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کی تھیں۔

حضرت حسنؓ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

”تعلموا تعلموا فإنکم صغار قوم الیوم تكونون کبارهم غدا فمن لم یحفظ منکم فلیکتب“^(۵)

تم پڑھو اور خوب پڑھو۔ آج تم قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو۔ کل قوم کے بڑوں میں شمار ہو گے، تم میں جو زبانی یاد نہیں کر سکتا اسے چاہیے کہ اپنے پاس لکھ لیا کرے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے:

”قیدوا هذا العلم بالکتاب“^(۶)

علم کو قلم بند کر لیا کرو۔

صحابہ کرامؓ کے کتابت حدیث کی ترغیب دینے کی وجہ سے ان کے تلامذہ (یعنی تابعین) اور پھر ان کے تلامذہ (یعنی تبع تابعین) نے حدیث کے بہت سے مجموعے لکھ کر محفوظ کر لیے تھے۔ احادیث کی حفاظت کا یہ تیسرا اہم ذریعہ تھا۔

① الخطیب، الکفایہ، ص: ۸۸ ② ابن جنبل، المسند، ص: ۲۳۷/۱

③ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۱، ص: ۱۳۷/۱ ④ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۹۶

⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۹۵

⑥ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۱۱، ص: ۱۳۰/۱

⑦ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۴۹۸، ص: ۱۳۸/۱

۴۔ تعامل

تعامل سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک ہر دور میں کسی کام کو ایسے بڑے گروہ نے کیا ہو جن کا عادتاً کسی جھوٹے یا غلط کام پر اکٹھا ہونا محال ہو۔ جیسے وضو میں مسواک کی مثال، یہ سنت ہے اور اسے سنت سمجھنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت ہے^(۱)۔

تواتر عملی (یعنی تعامل) کے بارے میں مولانا عبدالغفار حسن رقمطراز ہیں:

”ایسے عملی مسائل پر مشتمل احادیث جو امت میں شروع سے اب تک بغیر کسی اختلاف کے ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوتی رہی ہیں مثلاً اذان اور اقامت کے کلمات، صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں اور عصر کی چار رکعتیں، رکوع و سجود کی تعداد اور اس قسم کے بیسیوں وہ امور ہیں جو حدیث کی مستند کتابوں میں درج ہیں اور ان کی تائید میں پوری امت کا تعامل بغیر کسی شائبہ اختلاف کے موجود ہے۔ سنت و حدیث کا یہ وہ سرمایہ ہے جس کا یقینی پہلو قرآن مجید کے کلام الہی ہونے کی طرح محکم اور مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے کاتبوں اور حافظوں کی تعداد اگر ہر دور میں لاکھوں رہی ہوگی تو نمازیوں کی اور روزہ رکھنے والوں کی گنتی کروڑوں سے کم نہ ہوگی۔ تواتر اور راویوں کی ان گنت تعداد کے لحاظ سے حدیث کا یہ سرمایہ قرآن ہی کی طرح یقینی ہے۔ اس کا انکار خود قرآن کے انکار کے ہم معنی ہے“^(۲)۔

حفاظت حدیث اور اس کی ترویج کا چوتھا طریقہ جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا وہ تعامل تھا۔ حضرات صحابہؓ نے احادیث کو صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کرنے کو کافی نہ سمجھا بلکہ انھوں نے ان پر مکمل عمل کر کے اسے یاد رکھا۔ صحابہ کرامؓ بعض اوقات اپنے تلامذہ تابعین کو کوئی کام کر کے دکھاتے اور فرماتے: **هَكَذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَفْعَلُ.....**^(۳) (میں رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی عبادات یعنی نماز و روزہ، زکوٰۃ و حج وغیرہ اور معاملات یعنی اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، کھانے پینے، سونے جاگنے، پہننے اور طرز گفتگو اور خلق کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ ذریعہ نہایت ہی قابل اعتماد ہے۔ کیونکہ معلومات میں بھولنے اور لکھنے میں غلطی کا اندیشہ ہوتا ہے، مگر معمولات میں نہیں ہوتا۔ غرض کہ صحابہ کرامؓ کا طرز حیات بھی اشاعت حدیث کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ جو احادیث شریعت کی عملی مشق تھیں، جس کے ذریعے آنے والی نسلوں میں سنت نبویؐ منتقل ہوئی، اور آج امت ان ہی اصولوں پر کار بند ہے جن پر آنحضرت ﷺ عمل پیرا تھے۔

① شبیر احمد عثمانی، مقدمہ فتح الہام، ص: ۱۲

② عبدالغفار حسن، حدیث ظنی کا مفہوم، ص: ۱۱

③ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب صفۃ وضوء النبی ﷺ حدیث نمبر ۱۱۵، ص: ۲۷

نیز کتاب الصلوٰۃ، باب إذا كانوا ثلاثاً کیف یقومون حدیث نمبر ۱۱۳، ص: ۱۰۰۰

طلب حدیث کے لیے محدثین کا مختلف بلاد و امصار کا سفر

✽ رحلات علمیہ قبل از اسلام:

قبل از اسلام مختلف اغراض و مقاصد کے لیے دور دراز ممالک، علاقوں اور شہروں کا سفر کیا جاتا تھا۔ مثلاً طلب علم، علوم و فنون کا حصول، دین حنیف کی تلاش اور کفر و شرک اور بتوں کی عبادت سے راہ فرار اختیار کرنے کی غرض سے ①۔ اسی طرح زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ ہے جو دین حنیف کی تلاش میں شام کی طرف نکلے ②۔

✽ رحلات علمیہ عہد رسالت میں:

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صحابہ کرامؓ مختلف اغراض مثلاً دین و دنیا کے بارے میں شرعی احکام اور تعلیم حاصل کرنے، آپ کی وصیت، خطبہ یا حدیث کو یاد اور محفوظ کرنے اور بعض حوادث اور مشاغل وغیرہ کا حل کروانے کے لیے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور شرفِ لقاء حاصل کرتے تھے۔ اور بعض اوقات قبائل اور وفود متذکرہ اغراض کے لیے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے ③۔

① امام بخاریؒ نے قول باری تعالیٰ ﴿هَلْ أَتَبَعَكَ عَلَىٰ أَنْ تَعْلَمَنِي﴾ الکہف: ۶۶/۱۸

(حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ) کیا میں آپ کے ساتھ چلوں، تاکہ آپ مجھے تعلیم دیں کی تفسیر میں ”باب ما ذکر فی ذہاب موسیٰ (علیہ السلام) فی البحر إلی الخضر علیہما السلام“ ذکر کیا ہے جس کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر علم بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سفر کا سبب یہ تھا کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اس دور کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو انھوں نے کہا میں، تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی انھیں خبر دی کہ دونوں سمندروں (بحر فارس اور بحر روم) کے ملنے کی جگہ پر میرا ایک بندہ رہتا ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اس بندے خضر علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق ہوا (اس سفر میں ان دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بعد جو کچھ ہوا قرآن کریم نے ان باتوں کو سورۃ الکہف، آیت نمبر ۶۰ تا ۸۲ میں تفصیلاً بیان کیا ہے)۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما ذکر فی ذہاب موسیٰ فی البحر، حدیث نمبر ۷۴، ص: ۱۷

② وہاں ان کی ملاقات ایک یہودی سے ہوئی اور اس سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا اور کہا شاید میں تمہارا دین اپنالوں تو اس یہودی نے کہا تم اس وقت ہمارے دین میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم اللہ کا غضب اپنے حصہ کے مطابق حاصل نہ کر سکو تو زید کہنے لگے میں اللہ کے غضب سے بچنے کے لیے ہی بھاگا ہوں تو اس یہودی نے جواب دیا میرے علم کے مطابق یہ دین حنیف ہی ہو سکتا ہے۔ زید نے کہا دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا دین ابراہیم ہے جو یہودی اور عیسائی نہیں تھے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ زید وہاں سے نکلے اور ایک عیسائی عالم سے جا ملے، اس نے بھی اسی طرح کہا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب حدیث زید بن عمرو، حدیث نمبر ۳۸۲۷، ص: ۶۳۲

③ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: ((نہینا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شیء فکان یعجبنا أن یجئی الرجل من أهل البادية العاقل فیسأله و نحن نسمع))۔ ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روکا گیا تھا، ہم یہ پسند کرتے تھے کہ دیہات سے کوئی عقلمند شخص آئے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کرے اور ہم نہیں۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً دور دراز علاقوں سے لوگ آتے اور سوال کرتے۔ المسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان الصلوات، حدیث نمبر ۱۰۲، ص: ۲۷

صحیح مسلم میں ہے: ((إن رجلاً من الأعراب أتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله أنشدك الله إلاً قضيت لي بكتاب الله فقال الخصم الآخر وهو أفقه منه نعم فاقض بيننا بكتاب الله و ائذن لي فقال رسول الله ﷺ قل))

بقیہ اگلے صفحہ پر.....

(ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں، دوسرے شخص نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کہا جی ہاں ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے بات کرنے کی اجازت بھی دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بات کرو)..... المسلم، الصحيح، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، حدیث نمبر ۴۲۳۵، ص: ۷۵۳

اسی طرح ایک اور اعرابی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر کہتا ہے:

((یا رسول اللہ إن امراتی ولدت غلاما أسود)) اے اللہ کے رسول ﷺ! میری عورت نے سیاہ لڑکا جنما ہے۔ المسلم، الصحيح، کتاب اللعان، حدیث نمبر ۶۵۲، ص: ۳۷۱۸

ایک اور شخص جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا کے بارے میں حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

((بینما نحن جلوس مع النبی ﷺ فی المسجد دخل رجل علی جمل فأناخہ فی المسجد ثم عقلہ ثم قال لهم أیکم محمد و النبی ﷺ متکئ بین ظہرانہم فقلنا هذا الرجل الأبیض المتکئ فقال له الرجل ابن عبد المطلب فقال له النبی ﷺ قد أجبتک فقال الرجل للنبی ﷺ إنی سائلک فمشدد علیک فی المسألة فلا تجد علی فی نفسك فقال سل عما بداک))

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص اونٹ پر سوار ہوئے داخل ہوا، اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھایا اور اسے باندھ دیا پھر صحابہؓ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا تم میں سے محمد (ﷺ) کون ہیں؟ نبی ﷺ سامنے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، ہم نے کہا یہ سفید آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے ہیں، چنانچہ اس شخص نے کہا عبد المطلب کے بیٹے؟ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا میں نے تمہیں جواب دے دیا ہے، اس شخص نے نبی ﷺ سے کہا میں آپ سے حدت سے سوال کرنے لگا ہوں اس لیے برا نہ منائیے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا تم سوال کرو..... البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث، حدیث نمبر ۶۳، ص: ۱۵

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ”الجامع الصحیح“ میں ”باب الرحلة فی المسألة النازلة و تعلیم اہلہ“ کے نام سے باب قائم کیا ہے، اس کے تحت آپ عقبہ بن الحارث کی حدیث لائے ہیں۔

((أنہ تزوج ابنة لأبی إہاب بن عزیز فانتہ امرأة فقالت إنی قد أرضعت عقبہ والتی تزوج بها فقال لها عقبہ ما أعلم أنك أرضعتنی ولا أخبرتنی فركب إلی رسول اللہ ﷺ بالمدينة فسأله فقال رسول اللہ ﷺ کیف وقد قیل ففارقها عقبہ ونکحت زوجا غیرہ.))

انھوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی۔ ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے اسے اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اسے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تم مجھے دودھ پلایا ہے، اور نہ ہی تم نے مجھے خبر دی ہے۔ چنانچہ عقبہ سفر کر کے مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اب تم دونوں کیسے اکٹھے رہ سکتے ہو، حالانکہ تمہارے بارے میں یہ کہا گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان جدائی کر دادی، اور اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کر لی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الرحلة فی المسألة النازلة، حدیث نمبر ۸۸، ص: ۲۰، امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ”تناوب فی العلم“ کے عنوان سے باب قائم کیا ہے اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کی حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ((كنت أنا و جارية من الأنصار فی بنی امیة بن زید وہی من عوالی المدينة و کنا نتناوب النزول علی رسول اللہ ﷺ یزول یوماً و أنزل یوماً فإذا نزلت جئتہ بخبر ذلك الیوم من الوحی وغیرہ وإذا نزل فعل مثل ذلك ...))

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں امیہ بن زید والوں کی بستی میں رہتے تھے جو مدینہ کے عوالی کی بستیوں میں سے ہے، ہم دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں باری باری حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر ہوتے ایک دن میں حاضری دیتا جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کے حالات اور خبریں وحی وغیرہ کی ان کو سنا تا اور جب وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۰-۲۱

اسی طرح اہل نجد میں سے ایک شخص نے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اسلام کے بارے میں سوال کیے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإیمان، باب الزکاة من الاسلام، حدیث نمبر ۴۶، ص: ۱۱

انفرادی اشخاص کے علاوہ وفد کی صورت میں بھی بہت سے لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور دینی احکام و مسائل دریافت کیے۔ ان وفد میں وفد عبد القیس تھا جو آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے:

((یا رسول اللہ ﷺ إنا لا نستطیع أن نأتیک إلا فی شهر الحرام و بیننا و بینک هذا الحی من کفار مضر فمرنا بأمر فصل نخبرہ من وراءنا و ندخل بہ الجنة.....))

✽ رحلات علمیہ عہد بنو امیہ میں:

عہد رسالت کے بعد اسلامی فتوحات کی وجہ سے صحابہ کرام مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیل چکے تھے۔ اور اس طرح حدیث رسول کا علم بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

چنانچہ اس دور میں اگر کسی صحابی نے کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنی تو وہ دور دراز کا سفر کر کے دوسرے صحابی کے پاس پہنچتا اور حدیث کی سماعت کر لیتا تھا۔ یا پھر اگر کتاب اللہ یا کسی حدیث میں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو تب بھی وہ اس کے حل کے لیے سفر کی مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں:

”لو أعیتنی اية من کتاب اللہ فلم أجد أحداً یفتحها علیّ إلا رجل ببرک الغمام لرحلت إلیہ“ ①

اگر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سمجھنا میرے لیے مشکل ہوتا اور مجھے اس کا حل نکالنے کے لیے اگر کوئی شخص برک الغمام میں ملتا تو میں یقیناً اس کی طرف وہاں جاتا۔

اور جب سے فتنہ کا آغاز ہوا اور اس کے نتیجہ میں امت میں گروہ بندی کا سلسلہ شروع ہوا تو فرق باطلہ نے نہ صرف احادیث وضع کیں بلکہ انھیں بکثرت بیان کرنے لگے۔ چنانچہ علمائے امت نے صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنے کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر کیا حتیٰ کہ انھوں نے ایک ایک حرف کی درستگی کے لیے سفر کی صعوبات برداشت کیں اور صرف حدیث سننے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی توثیق کرنے کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور صحابہ کرامؓ سے براہ راست احادیث سنیں۔ ابو العالیہ کا قول ہے:

”کننا نسمع الروایة عن أصحاب رسول اللہ ﷺ بالبصرة فلم نرض حتی ركبنا إلی المدینة فسمعناھا من أفواھہم“ ②

گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

(۱) اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے پاس صرف شہر حرام میں ہی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار کا قبیلہ مضر ہے، ہمیں مکمل حکم کے بارے میں بتائیں تاکہ ہم اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو اس کی خبر دیں اور اس وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب للإیمان، باب أداء الخمس من الإیمان، حدیث نمبر ۵۳، ص: ۱۲

حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی ہے جو جوہیت کو چھوڑ کر دین حق کی طلب میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مختلف رہبان (Priests) سے پوچھتے ہوئے بالآخر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۴۱/۵ ③ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ص: ۲۱۲/۱ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ملنے اور مسائل اخذ کرنے کے لیے سفر کیے لیکن انھیں شرف لقاء نہ ہوسکا۔ اور آپ ﷺ تک پہنچ ہی نہیں سکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔ ان لوگوں میں زید بن وہب الجعفی ہیں۔ ان کا بیان ہے: ”خرجت وأنا أريد رسول الله ﷺ فبلغتني وفاته في الطريق“ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی غرض سے نکلا لیکن مجھے راستہ میں ان کی وفات کی خبر پہنچی۔ ابن حجر، الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ص: ۵۳۲/۲ اسی طرح ابو عبد اللہ الصنابجی رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کی غرض سے نکلے جب مدینہ پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں، چنانچہ انھوں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ابن حجر، تہذیب التجزیب، ص: ۳۷۵/۳

① الخطیب، الرحلة فی طلب حدیث، ص: ۱۹۵

② الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۳۰۳

ہم بصرہ میں ایک روایت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے سنتے تھے مگر ہم صرف اسی پر راضی نہیں ہوتے تھے جب تک کہ سوار ہو کر مدینہ پہنچ کر خود ان صحابہؓ سے زبانی اس روایت کو سن نہ لیتے۔

اس دور کے حوالے سے حضرات صحابہؓ، تابعین، اور تبع تابعین کے علمی اسفار کی بے شمار روایات مصادر سے ملتی ہیں۔

☆ حضرت جابر بن عبد اللہ مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے، انھیں معلوم ہوا کہ شام میں عبد اللہ بن انیس کے پاس رسول اللہ ﷺ سے مروی ایک حدیث ہے۔ چنانچہ انھوں نے اسی وقت ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوا کس کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک ماہ کی طویل مسافت کے بعد آپ شام پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں:

((بلغنی حدیث عن رجل من أصحاب النبی ﷺ فابتعت بعیرا فشدت علیہ رحلی ثم سرت إلیہ شهراً حتی قدمت الشام فإذا عبد اللہ بن أنیس الأنصاری فأتیت منزله وأرسلت إلیہ أن جابراً علی الباب فرجع إلیّ الرسول فقال جابر بن عبد اللہ فقلت نعم فخرج إلیّ فاعتنقته و اعتنقنی قال قلت حدیث بلغنی عنک سمعته من رسول اللہ ﷺ فی المظالم لم أسمعہ أنا منه قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول))^①

نبی ﷺ کے صحابہؓ میں سے ایک شخص کے واسطے سے مجھے ایک حدیث پہنچی، چنانچہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر اپنا کجاوا کس کر ایک ماہ تک سفر کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچا اور عبد اللہ بن انیس کے گھر آیا اور ایک شخص کو ان کی طرف بھیجا کہ جابرؓ دروازے پر کھڑا ہے۔ چنانچہ وہ قاصد واپس آ کر پوچھتا ہے کہ آپ جابر بن عبد اللہ ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر عبد اللہ بن انیس باہر نکلے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔ پھر میں نے پوچھا کہ مجھے آپ کے واسطے سے ایک حدیث پہنچی ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مظالم (انسانی حقوق) کے بارے میں سنی تھی اور میں اسے نہیں سن سکا۔ عبد اللہ بن انیس نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے.....

☆ حضرت ابویوب انصاریؓ کو ایک حدیث میں کچھ شک پیدا ہوا، اس شک کو دور کرنے کی غرض سے آپ نے مدینہ سے مصر تک کا سفر کیا اور حضرت عقبہ بن عامر کے پاس تشریف لا کر فرماتے ہیں:

((حدیث سمعته من رسول اللہ ﷺ فی ستر المسلم لم یبق أحد سمعه غیری و غیرک قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من ستر مؤمناً علی خزیه ستر اللہ علیہ یوم القيامة))^②

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم، تعلیقاً ص: ۱۸ ② ابن ضبل، المسند، ۵۵۱/۴

② البخاری، لأدب المفرد، ص: ۱۵۸۱ ③ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفعله، ص: ۱۲۴

④ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفعله، ص: ۱۲۴ ⑤ الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۵۶ ⑥ الحمیدی، المسند، حدیث نمبر: ۳۸۴، ص: ۸۹/۱ ⑦ الخطیب، الاسماء الحسنة، ص: ۱۳۳

مسلمانوں کی عیب پوشی کے متعلق میں نے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی، اب اس حدیث کے سننے والوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی مؤمن کی رسوائی پر چشم پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب سے چشم پوشی کرے گا۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حدیث سنتے ہی اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے (مصر میں) اپنا کجاوہ بھی نہ کھولا تھا۔

☆ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ایک حدیث کی سماعت کے لیے مصر گئے ①۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے حدیث کے ایک حرف کی تصحیح کے لیے سفر کیا ②۔

سنن الدارمی میں ایک صحابیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایک حدیث کی سماعت کے لیے فضالہ بن عبد اللہ کے پاس مصر گئے۔ تو انھوں نے خوش آمدید کہا۔ اس صحابی نے کہا، کہ میں تمہاری ملاقات کے لیے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میں نے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی۔ مجھے امید ہے کہ اس بارے میں تمہیں علم ہوگا ③۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ”اگر مجھے کسی صحابیؓ کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اسے نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث یاد ہے۔ اب اگر میں چاہتا تو انھیں پیغام بھجو کر بلا لیتا اور وہ مجھے آ کر حدیث سناتا۔ مگر میں خود ان کی طرف جاتا اور ان کے دروازے پر سو جاتا۔ حتیٰ کہ وہ گھر سے باہر آ کر مجھے حدیث سناتے“ ④۔

✽ تابعین اور تبع تابعین کے سفر

☆ سعید بن مسیب فرماتے ہیں:

”إِنْ كُنْتَ لِأَسِيرِ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ“ ⑤

میں ایک حدیث کی تلاش میں کئی کئی دن اور کئی کئی راتیں مسلسل چلتا رہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول یوں منقول ہے:

”إِنْ كُنْتَ لِأَسِيرِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ“ ⑥

میں ایک حدیث کی خاطر تین دن تک سفر کرتا تھا۔

① الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۱۸/۱ ② الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۵۷

③ لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے غمام کی طرف سفر کیا جس طرح سابقہ روایت میں مذکور ہے۔

④ الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۵۷

⑤ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرحلة، حدیث نمبر ۵۷۱، ص: ۱۳۸/۱ ⑥ الخطیب، الرحلة فی طلب العلم، ص: ۱۵۲۵۷

⑦ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۲

⑧ الخطیب، الکفایۃ فی علم الرویۃ، ۲۰۲ ⑨ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

⑩ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ۲۸

☆ علی بن صالحؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے ہیں امام شعبیؒ نے ہمیں ایک حدیث ① سنائی پھر مجھے کہا:

”خذها بغير شيء فلقد كان الرجل يرحل في أدنى منها إلى المدينة“ ②

”اس حدیث کو مفت لے لو، کبھی زمانہ تھا جب ایک شخص صرف ایک حدیث کی خاطر مدینہ کی طرف کوچ کیا کرتا تھا۔“

☆ حسن بصریؒ نے ایک مسئلہ کو جاننے کے لیے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

”رحلت إلى كعب بن عجرة من البصرة إلى الكوفة فقلت ما كان فداؤك حين إصابك

الأذى قال شاة“ ③

میں نے کعب بن عجرہ کی ملاقات کے لیے بصرہ سے کوفہ تک کا سفر کیا۔ میں نے (عجرہ) سے پوچھا بیماری کے موقع پر تم نے کس چیز کا فدیہ دیا تو انھوں نے کہا ایک بکری۔

☆ ابو قلابہؒ کا قول ہے:

”أقمت في المدينة ثلاثا مالى بها حاجة إلا قدم قدوم رجل بلغنى عنه حديث

فبلغنى أنه يقدم فأقمت حتى قدم فحدثنى به“ ④

میں نے مدینہ منورہ میں تین دن تک اس لیے قیام کیا کہ مجھے ایک شخص یہاں آنے کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث روایت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص آیا، آپ نے اس سے حدیث کے بارے میں پوچھا۔

☆ امام مکحولؒ کا قول ہے:

”أعتقت بمصر فلم أدع بها علما إلا حوите فيما أرى ثم أتيت العراق فلم أدع بها

علما إلا حويت عليه فيما أرى ثم أتيت المدينة فكدلك ثم أتيت الشام فغربلتها“ ⑤

مجھے مصر میں غلامی سے نجات ملی، اپنے خیال کے مطابق میں نے جلد ہی وہاں کا سارا علم سیکھ لیا۔ پھر عراق اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا تو اپنے خیال کے مطابق ان دونوں جگہوں کا پورا پورا علم بھی حاصل کر لیا پھر میں شام آیا تو یہاں کا چپہ چپہ چھان مارا۔

☆ عبید اللہ بن عدی بن خیبار بیان کرتے ہیں:

”بلغنى حديث عن علي خفت إن مات ألا أجده عند غيره فرحلت حتى قدمت

العراق فسألته عن الحديث فحدثنى“ ⑥

مجھے ایک حدیث حضرت علیؓ کے واسطے سے پہنچی، چنانچہ اس خوف سے کہ آپ کی وفات کے بعد میں اس حدیث کو کسی دوسرے شخص کے

① حدیث یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کی ملکیت کوئی لونڈی ہو اور وہ اچھی طرح سے اسے تعلیم و تربیت دے کر آزاد کر دے اور پھر اس سے نکاح کر لے تو اسے

دوا جرلیس ملے اور جو غلام اپنے آقا اور اپنے رب دونوں کے حقوق سے عہدہ برآء ہو اسے دوا جرلیس ملے۔“

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمة و أهله، حدیث نمبر ۹۷، ص: ۲۲

③ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

④ الخطیب، اللغایہ فی علم الروایۃ، ص: ۴۰۲

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۸/۱

⑥ الراہر مزنی، المحدث الفاصل، ص: ۲۸

⑦ الخطیب، الرحالۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۱

پاس نہ پاسکوں، میں نے سفر کیا حتیٰ کہ میں عراق آیا اور آپ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے مجھے حدیث بیان کی۔
☆ ابو عثمان فرماتے ہیں:

”بلغنی عن ابی ہریرۃؓ حدیث..... فحجبت ذلك العام و لم أکن أريد الحج إلا للقاء فی هذا الحدیث فأتیت أبا ہریرۃؓ فقلت یا أبا ہریرۃؓ بلغنی عنک حدیث فحجبت العام و لم أکن أريد الحج إلا للقاء.....“ ①

مجھے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک حدیث پہنچی، چنانچہ میں نے اس سال حج کیا۔ حالانکہ میرا ارادہ حج کرنے کا نہیں تھا، صرف ان سے ملاقات کرنا تھی، تاکہ میں اس حدیث کے بارے میں پوچھ سکوں، چنانچہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آیا، میں نے کہا مجھے آپ سے مروی ایک حدیث ملی ہے۔ اس لیے میں نے اس سال حج کیا، حالانکہ ماسوائے آپ کی ملاقات کے میرا حج کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

☆ عبداللہ بن الدیلمی ارض فلسطین میں تھے۔ انھیں علم ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص کے پاس ایک حدیث ہے، چنانچہ اس حدیث کے بارے میں پوچھنے کے لیے انھوں نے فلسطین سے طائف تک سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

”بلغنی حدیث عن عبداللہ بن عمرو بن العاص فرکبت إلیہ إلی الطائف أسأله عنه“ ②
مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ایک حدیث پہنچی چنانچہ اس بارے میں ان سے پوچھنے کے لیے میں نے ان کے پاس طائف کا سفر کیا۔

☆ سعید بن جبیرؓ کا قول ہے:

”آیۃ اختلف فیہا أهل الکوفۃ فرحلت فیہا إلی ابن عباسؓ فسألتہ عنہا فقال نزلت ہذہ الایۃ ﴿ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم﴾ ③ فی آخر ما نزل ما نسخہا شیئ“ ④
اہل کوفہ نے آیت کریمہ ﴿ومن یقتل مؤمنا.....﴾ کے بارے میں اختلاف کیا۔ چنانچہ میں رخت سفر باندھ کر حضرت ابن عباسؓ کے پاس پہنچا۔ اور اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ آیت ﴿ومن یقتل مؤمنا.....﴾ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کو کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔

☆ ابو معشر کوفی کو علم ہوا کہ ابان بن ابی عیاش کے پاس ایک حدیث ہے۔ چنانچہ وہ حدیث کی سماعت کے لیے کوفہ سے بصرہ آئے اور ابان بن ابی عیاش سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

”خرجت من الکوفۃ إلیک إلی البصرۃ فی حدیث بلغنی عنک قال فحدثتہ بہ“ ⑤

① الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۲ ② الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۵

③ النساء: ۹۳/۴

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب، حدیث نمبر ۴۵۹۰، ص: ۷۸۳

⑤ المسلم، الصحیح، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة، حدیث نمبر ۷۵۴۱، ص: ۱۳۰ ⑥ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۹

⑦ الخطیب، الرحلۃ فی طلب الحدیث، ص: ۱۳۸

مجھے خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پاس ایک حدیث ہے۔ اس حدیث کو لینے کے لیے میں کوفہ سے تمہارے پاس بصرہ آیا ہوں، ابان کہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کو یہ حدیث بیان کر دی۔

☆ بسر بن عبد اللہ الحضر می فرماتے ہیں:

”إِنْ كُنْتَ لَارْكَبَ إِلَى الْمَصْرِ مِنَ الْأَمْصَارِ فِي الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ لِأَسْمَعِهِ“ ①

میں صرف ایک حدیث کی سماعت کے لیے دور دراز کے شہروں کا سفر کرتا اور جا کر وہ حدیث سنتا۔

☆ عامر بن شراحیل شععی نے مکہ مکرمہ کی طرف صرف تین احادیث کی خاطر اس امید سے سفر کیا کہ وہاں پر کسی صحابی سے ملاقات ہو جائے گی اور ان سے ان (احادیث) کے بارے میں سوال کر سکوں گا ②۔

نیز آپ کا قول ہے:

”لَوْ أَنَّ رَجُلًا سَافَرَ مِنْ أَقْصَى الشَّامِ إِلَى أَقْصَى الْيَمَنِ لِيَسْمَعَ كَلِمَةً حَكْمَةً مَا رَأَيْتَ أَنَّ سَفَرَهُ ضَاعَ“ ③

اگر کسی شخص نے شام کے اطراف سے یمن کے کنارے تک صرف ایک حکمت (حدیث) کا کلمہ سننے کے لیے سفر کیا میرا نہیں خیال کہ اس کا سفر ضائع ہو گیا۔

☆ یہ بھی مروی ہے کہ مسروق نے ایک حرف (کی اصلاح) کے لیے سفر کیا ④۔

مسروق بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے۔ اس لیے امام شععی کا بیان ہے:

”مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ كَانَ أَطْلَبَ لِعِلْمٍ فِي أَفْقٍ مِنَ الْأَفَاقِ مِنْ مَسْرُوقٍ“ ⑤

میں مسروق سے زیادہ دنیا بھر میں گھوم پھر کر علم حاصل کرنے والا کسی کو نہیں جانتا ہوں۔

☆ کثیر بن قیس کا بیان ہے:

”كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقٍ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ أَتَيْتَكَ مِنَ الْمَدِينَةِ مَدِينَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لِحَدِيثٍ بَلَّغَنِي أَنَّكَ تَحْدُثُ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.....“ ⑥

میں حضرت ابو الدرداءؓ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابو الدرداءؓ! میں مدینہ رسول ﷺ سے ایک حدیث کی غرض سے آیا ہوں۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ اس حدیث کو نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

☆ شعبہ بن حجاج بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے ایک حدیث سنی جسے وہ عبد اللہ بن عطاء سے روایت کرتے ہیں اور وہ

① الداری، سنن الداری، باب الرحلة، حدیث نمبر ۵۶۳، ص: ۱۴۹/۱ ② الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۶۳

خطیب نے ’بسر‘ کی بجائے ’بشر‘ کا نام لیا ہے۔ جو بسر کی تصحیح ہے۔ اصل میں ’بسر‘ ہی نام ہے۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۲۸/۱

③ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳

④ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۱۱۳/۱ ⑤ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳/۱

⑥ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۱۳/۱ ⑦ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۹

⑧ الرازی، المخرج والتعديل، ۱۲/۱ ⑨ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب فضل العلماء، حدیث نمبر ۲۲۳، ص: ۳۳

عقبہ بن عامر سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ: ”جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، جنت کے جس دروازے سے چاہے، وہ داخل ہو جائے۔“ شعبہ نے ابواسحاق سے دریافت کیا کہ آپ نے عبد اللہ بن عطاء سے سنا ہے جو کہ عقبہ بن عامر سے حدیث بیان کرتے ہیں تو ابواسحاق نے جواب دیا میں نے عبد اللہ بن عطاء سے سنا ہے۔ شعبہ نے کہا کیا عبد اللہ نے عقبہ بن عامر سے سنا ہے؟ ابواسحاق نے کہا خاموش رہیے۔ شعبہ نے کہا میں خاموش نہیں رہوں گا۔ اس وقت مسعر بن کدام مجلس میں موجود تھے۔ شعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے شعبہ! عبد اللہ بن عطاء مکہ میں زندہ ہیں۔ چنانچہ شعبہ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور عبد اللہ بن عطاء سے ملاقات کر کے پوچھا کہ اسے وضوء کے بارے میں حدیث کس نے روایت کی ہے؟ عبد اللہ بن عطاء نے کہا عقبہ بن عامر نے۔ شعبہ نے عبد اللہ بن عطاء سے قسم اٹھوائی کہ کیا تم نے ان سے سنا ہے؟ عبد اللہ بن عطاء نے جواب دیا جی نہیں، مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے۔ شعبہ سعد بن ابراہیم سے ملاقات کرنے کے لیے مدینہ چلے گئے اور وہاں جا کر ان سے پوچھا تو سعد نے جواب دیا یہ حدیث تمہارے علاقے سے نکلی ہے۔ مجھے یہ حدیث زیاد بن خرق نے بیان کی ہے۔ شعبہ بصرہ کی طرف چل پڑے اور وہاں زیاد بن خرق سے ملاقات کی جس کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا اور کپڑے بوسیدہ اور بال گھنے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا مجھے شہر بن حوشب نے ابوریحانہ سے بیان کیا ہے۔ شعبہ نے کہا، یہ حدیث پہلے چڑھی اور نیچے اتری، انھوں نے اسے گرا کر رکھ دیا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے ①۔

☆ ہشیم بن بشیر کا قول ہے:

”كنت أكون بأحد المصريين فيبلغني أن بالمصر الآخر حديثاً فأرحل فيه حتى أسمعوه وأرجع“ ②

میں دو شہروں (کوفہ و بصرہ) میں سے کسی ایک میں ہوتا ہوں۔ اور مجھے یہ خبر پہنچتی ہے کہ دوسرے شہر میں (کسی شخص کے پاس) حدیث ہے چنانچہ میں اس شہر کی طرف سفر کرتا ہوں اور وہ حدیث سن کر واپس لوٹ آتا ہوں۔

☆ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ابن المبارک نے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے مرو کا سفر کیا۔ ان کا قول ہے:

”ما وضعت رحلي من مرو إلا لهذا الحديث“ ③

میں نے مرو (شہر کا نام) سے اس حدیث کے لیے سفر شروع کیا تھا۔

☆ مزید برآں ابن شہاب زہری نے شام کی طرف سفر کیا اور وہاں عطاء بن یزید، ابن محرز، ابن حیوة وغیرہ سے ملاقات کی ④۔

☆ یحییٰ بن ابی کثیر نے صحابہ کی اولاد سے ملنے کے لیے مدینہ کا سفر کیا۔ اور محمد بن سیرین نے عبیدہ، علقمہ اور ابن ابی لیلیٰ سے ملاقات کے لیے کوفہ کا سفر کیا۔ اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر کی ملاقات کرنے کے لیے یمامہ کا سفر کیا۔ اسی طرح سفیان الثوری نے یمن کا سفر کیا ⑤۔

① ابن حبان، معرفۃ المجروحین من المحدثین، ص: ۹۷/۱ ② الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۶۳

③ الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۵

④ الخطیب، الرحلة فی طلب الحدیث، ص: ۱۵۵

⑤ : الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۱

⑥ : الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۱

علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں خلفاء بنو امیہ کا کردار

عہد بنو امیہ کے نوے سالہ (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) دور خلافت میں صحابہؓ و تابعینؓ اور تبع تابعینؓ نے علم حدیث میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔ انھوں نے مختلف ذرائع سے حدیث کی ترویج و اشاعت کی، احادیث نبویہ کو زبانی اور لکھ کر محفوظ کیا، اس کے لیے علمی مجالس منعقد کیں اور مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا، اس راہ میں مالی و بدنی ہر قسم کی قربانی دی، تاہم اس حوالے سے خلفاء بنو امیہ کا کردار کسی خاص منظم و باقاعدہ طریقہ سے نہیں ہے۔ البتہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز اس عہد کے پہلے خلیفہ تھے جنھوں نے علم حدیث کی سرکاری سطح پر ترویج کروائی اور پھر ان کے بعد علم حدیث کی نشر و اشاعت میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا اور بہت سارے ذخیرہ ہائے احادیث تحریری صورت میں مدون ہو گئے تھے ①۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے عہد سے قبل بھی خلفاء بنو امیہ نے اپنے اپنے عہد میں علم حدیث کی اشاعت اور ترویج کے لیے کیا کوششیں کیں؟ ان کا ایک طائرانہ جائزہ لینا یہاں مقصود ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سارے عہد میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے انفرادی طور پر کام ہوتا رہا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ خلفاء دیگر حکومتی اقدامات و اصلاحات کی طرح دینی علوم و فنون کی سرپرستی فرماتے تھے، حلقہ درس و تدریس منعقد ہوتے رہے جس میں دور دراز سے علم کی پیاس بجھانے کے لیے طلاب علم شریک ہوتے تھے، لیکن یہاں صرف ان امور و خدمات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو علم حدیث کے لیے مدد و معاون تھے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خلفاء بنو امیہ نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں، مصادر سے ان خلفاء کی اس بارے میں چند ایک مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ اس عہد کے اولین بانی تھے۔ آپ کو کاتب وحی ہونے کا شرف حاصل تھا جس سے ان کی علم دوستی اور اس سے لگاؤ کا پہلو واضح ہوتا ہے۔

امام سیوطی نے نقل کیا ہے: ”معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ سے ایک سو تریسٹھ احادیث روایت کی ہیں“ ②۔ آپ وقتاً فوقتاً اپنے امراء کے نام احادیث کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرنے کا حکم جاری کرتے تھے اور بعض اوقات مختلف صحابہ کرامؓ سے خاص مسائل و احکام کے بارے میں احادیث لکھ کر ارسال کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ کی طرف لکھا:

”أَنْ اَكْتُبَ اِلَىٰ بِشِيْعٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَكُتِبَ اِلَيْهِ.....“ ③

نبی ﷺ کی جو احادیث آپ نے سنی ہیں ان میں سے کچھ مجھے لکھ بھیجو چنانچہ انھوں (مغیرہؓ) نے آپ کی طرف احادیث لکھیں۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ کے آزاد کردہ غلام و رآد جو آپ کے کاتب بھی تھے بیان کرتے ہیں کہ جب میں حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لیے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ جو مرویات مغیرہؓ بن شعبہؓ نے ارسال کی ہیں ان کی پیروی کی جائے ④۔

① تفصیل کے لیے دیکھیے صفحہ نمبر ۴۱۰ ② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۹۳

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاة، باب قول اللہ عز وجل ﴿لَا يَسْتَلُونَ النَّاسَ بِالْحَافَا﴾ حدیث نمبر ۱۳۷۷، ص: ۲۴۰

④ الحاکم، معرزة علوم الحديث: ۱۵

امام شعبہ کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپؓ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ان میں سے بعض (احادیث) مجھے لکھ بھیجو۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے آپؓ کو احادیث لکھ بھیجیں ①۔

اس طرح حضرت معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ نے مناقب عثمانؓ پر احادیث لکھ کر ارسال کیں ②۔

مروان نے حضرت اسید بن حضیر جو یمامہ کے گورنر تھے ان کی طرف خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ حضرت معاویہؓ نے حکم بھیجا ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز چوری ہو گئی ہو اور جب وہ چوری پکڑی لی جائے تو اس کی قیمت کا وہ حقدار ہوگا..... ③

خلیفہ وقت حضرت امیر معاویہؓ کے حکومتی سطح پر احادیث کے مطابق فیصلے کروانے اور اس پر عمل کرنے کے احکامات اور بعض مسائل کے بارے میں احادیث طلب کرنے کے اقدامات نے علم حدیث کی نشر و اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ مزید برآں حضرت معاویہؓ کی نگرانی میں حضرات صحابہؓ و تابعینؓ کی مساعی جمیلہ سے علم حدیث کے احیاء و بقاء کا بہت بڑا کام مکمل ہوا ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دوسرے صحابی تھے، جنہوں نے سیاسی امور میں دلچسپی لی جن کی عمر کا بیشتر وقت اسی میں صرف ہوا۔ البتہ عبدالملک بن مروان کے دور میں جب سیاسی استقرار ہوا تو انہوں نے عربی کو بطور دفتری زبان قرار دیا اور عربی رسم الخط کی اصلاح کی، عربی زبان کی اس خدمت کی وجہ سے مقامی لوگوں نے عربی زبان سیکھی جس کا اثر یہ ہوا کہ شمالی افریقہ کے لوگوں کی بھی زبان عربی ہو گئی فارسی زبان کی ترقی وقتی طور پر رک گئی اور یوں عجمی، عربی دان بن گئے۔ دوسرے اسلامی علوم کے ساتھ علم حدیث کی بھی خوب نشر و اشاعت ہوئی ④۔ علاوہ ازیں عبدالملک کا شمار فقہاء مدینہ میں سے ہوتا تھا ⑤۔ حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو آپؓ سے مسائل دریافت کرنے کا حکم دیا تھا ⑥۔ نیز کبار تابعین آپؓ کے علم و فضل کے معترف تھے ⑦۔ انہی خصائص و امتیازات کی بدولت قرآن و حدیث کی تعلیم اور ان علوم کے فروغ کے لیے انہوں نے ذاتی توجہ و انتہاک کا مظاہرہ کیا چنانچہ آپؓ کے اس عہد میں مسجد حرام علم کے شائقین کے لیے مرجع خلائق بنی ہوئی تھی اور ان حلقات علمیہ کے شیوخ میں بڑے بڑے نامور محدث تدریس حدیث میں مشغول رہے ⑧۔

ولید بن عبدالملک اور سلیمان بن عبدالملک نے اپنے پیشرو حکمرانوں کی طرح علوم کی سرپرستی جاری رکھی۔ عربی گرامر کی ترویج و ترقی کے لیے بھی سرگرمی سے کام کیا۔ ولید بن عبدالملک اہل علم کا مربی اور قدردان تھا۔ اس نے علماء و فقہاء کے وظائف مقرر کیے مختلف مساجد تعمیر کروائیں رفاه عامہ کے بے شمار کام کیے۔ انہی اصلاحات اور کارناموں کی وجہ سے علماء و فقہاء نے اس سازگار ماحول میں علم حدیث کی خوب خدمت کی۔ عہد سلیمان کی انہی خیرات و برکات کی بدولت لوگ اسے "مفتاح الخیر" (بھلائی کی کنجی) کے نام سے یاد کرتے تھے ⑨۔

① الحمیدی، مسند الحمیدی، ص: ۱۲۹/۱ ② ابن جنبل، المسند، ص: ۸۷/۶

③ ابن جنبل، المسند، ص: ۲۲۶/۶ ④ ابن الاثیر، الکامل، ص: ۱۹۹/۶

⑤ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۷۶/۳

⑦ الرازمی، المحمدات الفاصل، ص: ۴۰ ⑧ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۵۱

⑨ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۷۲

لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین نے علم حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے جس قدر خدمات سرانجام دی ہیں اس میں کسی نہ کسی طرح خلفاء بنو امیہ کا عمل دخل تھا جنہوں نے حالات و ضرورت کے پیش نظر اس طرف پھر پور توجہ دی ہے۔ چونکہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے عہد میں حالات و واقعات کی سنگینی کی بدولت تدوین حدیث کی ضرورت ایک ناگزیر امر بن چکا تھا جس کی وجہ سے اس کی تدوین کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ مگر نہ اس سے قبل بھی علم حدیث کی ترویج بوجہ ہوتی رہی تھی۔



صحابہ کرامؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے مجموعہ ہائے احادیث

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حدیث لکھنے کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ آپ ﷺ انہیں اس کی ترغیب دیا کرتے تھے ①۔ انہی ہدایات کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ نہایت اہتمام سے احادیث لکھا کرتے تھے، اور متعدد صحابہؓ نے تو آپ ﷺ کی زندگی ہی میں صحائف تیار کر لیے تھے ②۔

عہد رسالت کے بعد بالخصوص عہد بنو امیہ میں صحابہ کرامؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ نے آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کو قیہ کتابت میں لاکر مختلف مجموعہ ہائے حدیث تیار کر لیے تھے۔

❖ ادوات حدیث:

صحابہ کرامؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ نے جو مجموعہ ہائے احادیث تحریری طور پر تیار کیے تھے، مصادر میں ان کے بارے میں مختلف الفاظ کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے چند اہم ادوات حدیث درج ذیل ہیں:

کتاب، صحیفہ، نسخہ، دفتر، قرطاس، طومار، جزء، کراسہ، رسالہ، لوح، مجلہ، صک، رق، رقعہ۔

(1) کتاب (Book)

اصطلاحی مفہوم میں لفظ "کتاب" درج ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(i) رسالہ یا خط: قرآن کریم میں لفظ کتاب، خط کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت سلیمانؑ اور

ملکہ سباؑ کے واقعہ میں حضرت سلیمانؑ نے کہا:

﴿إذهب بکتابی هذا فألقه.....﴾ ②

میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو۔

ملکہ سباؑ نے خط پڑھنے کے بعد کہا:

﴿يأیہا الملؤا إنی ألقى إلی کتب کریم﴾ ③

اے سرداران قوم! میری طرف ایک اہم خط آیا ہے ④۔

① کتابت حدیث کے بارے میں دیکھئے صفحہ نمبر ۱۸۰ ② دیکھئے صفحہ نمبر ۴۰۹

③ سبا: صنعاء کے مشرق میں یمن کا ایک شہر، جواب "تارب" کہلاتا ہے۔ الحوی، معجم البلدان، ص: ۱۰۷/۱

④ انمل: ۲۸/۲۷ ⑤ انمل: ۲۹/۲۷

⑥ خط کی درج ذیل دو اقسام ہیں:

(۱) شخصی خط: عہد رسالت میں شخصی خطوط کی بے شمار مثالیں ہیں۔ مثلاً

۱۔ وہ خط جو آپ ﷺ نے سہیل بن عمروؓ کی طرف بھیجا (الازرقی، اخبار مکہ، ص: ۴۰/۲)۔

۲۔ آپ ﷺ کا ابی بصیرؓ کی طرف خط جس میں آپ ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں واپس آنے کی اجازت دی تھی (الازرقی، اخبار مکہ، ص: ۴۰/۲)۔

(ii) کتابچہ (Booklet): لفظ کتاب کا دوسرا اطلاق کتابچہ پر ہوتا ہے۔ مثلاً

۱۔ ۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران فتح ہوا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو اس کا گورنر بنا کر بھیجا اور انھیں حضرت ابی بن کعب سے ایک کتاب (کتابچہ) لکھوا کر دی ①۔

(iii) کتاب (Book): لفظ کتاب کا تیسرا اطلاق کتاب پر ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ کتاب کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ اکثر و بیشتر اپنے اصلی معنی میں استعمال ہوا ہے ②۔ صحابہؓ و تابعین کے ذخیرہ احادیث میں بھی لفظ کتاب اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے ③۔

گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ۳۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا وہ خط جس میں انھوں نے قریش کو نبی ﷺ کے مکہ پر حملہ کرنے کی اطلاع دی تھی (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح، حدیث نمبر ۴۲۷۷، ص: ۷۲۳)۔

۴۔ بحیر بن زہیر کا اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط جو میں انھوں نے اطلاع دی کہ محمد ﷺ تمہیں تمہاری جھوگوئی کی بناء پر قتل کریں گے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۵۷)

۵۔ قبیلہ غسانہ کے رئیس کا حضرت کعب بن مالک کی طرف خط (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۵۸)
(ب) تبلیغی و تعلیمی خط: آنحضرت ﷺ نے مدنی دور میں وقتاً فوقتاً تبلیغی و تعلیمی خطوط لکھوا کر مختلف قبائل اور سربراہان مملکت کے نام ارسال کیے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے بعد ۷ھ میں آپ ﷺ نے دنیا کے چھ مشہور حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط لکھے اور ان پر اپنی مہر بطور دستخط ثبت فرمائی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۵۹)۔
۱۔ جن میں سے قیصر و کسریٰ کے نام خطوط تھے (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما یذکر فی المناولة، حدیث نمبر ۶۴، ص: ۱۵، ۱۶)۔
۲۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام آپ ﷺ نے دو خط لکھے تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۵۹)۔
۳۔ اسی طرح مقوقس حاکم اسکندریہ حارث بن ثمر غسانی، ہودہ بن علی الحبشی کے نام خطوط ارسال کیے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۵۹)۔
— مصادر میں ان تمام خطوط کے تذکرے میں لفظ ”کتاب“ استعمال ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کتاب رسالہ یا خط کے معنی میں مستعمل ہے۔

① الدر قطنی، سنن الدار قطنی، ص: ۳/۲۰۹

۲۔ حضرت انس بن مالک کے پاس حضرت ابوبکر الصدیق کی املاء کردہ کتاب تھی جو احکام صدقہ پر مشتمل تھی (النسائی، سنن نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الفغم، حدیث نمبر ۲۴۵۷، ص: ۳۳۹) ② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائئمة، حدیث نمبر ۱۵۶۷، ص: ۲۳۰)۔
۳۔ ثمامہ بن عبد اللہ بن انس کے پاس ایک کتاب تھی جو انھوں نے اپنے دادا انس بن مالک سے نقل کی تھی جسے حضرت انسؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کی تھی (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب العرض فی الزکوٰۃ، حدیث نمبر ۱۳۲۸، ص: ۲۳۲)
۴۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ بن ابی طالب کی کتاب تھی (المسلم، مقدمة الصحیح، حدیث نمبر ۲۲، ص: ۱۰)
ان امثلہ میں کتاب، کتابچہ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ ان میں چند امثلہ مخصوص مسائل مثلاً زکوٰۃ، جزیہ، جہاد وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ دوسرے قوانین و احکام ان میں درج نہیں تھے لہذا لامحالہ یہاں کتاب اپنے اصل معنی میں نہیں ہے۔

② فواد عبد الباقی، المعجم المفہر، ص: ۵۱۷

③ ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس بہت سی کتب تھیں (الخطیب، الکفایہ، ص: ۸۳) ② الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳/۲۳۸

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۲۱۶ ③ ابن القیم، زاد المعاد، ص: ۳/۶۱

۲۔ بشیر بن نبیک نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات ایک کتاب میں لکھی تھیں (الداری، سنن داری، باب من رخص فی کتابہ العلم، حدیث نمبر ۴۹۴، ص: ۱/۱۳۸) ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۲۲۳ ③ ابن عبد البر، جامع بیان العلم)۔

۳۔ عبیدہ بن قیس (م ۷۷ھ) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۳۲۶) ② الخطیب، تہقید العلم، ص: ۳۵، ۱۶۱، ابو قلابہ (م ۱۰۴ھ) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۲۵) ②

الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۱) شعبہ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ) کے ضخیم خطوطات جنہیں بعد میں کتابی شکل دے دی گئی تھی (الخطیب، تہقید العلم، ص: ۶۲)

ظاہر بات ہے کہ ان امثلہ میں لفظ کتاب رسالہ یا پمفلٹ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اپنے اصلی معنی میں ہے یعنی کتاب۔

(2) صحیفہ (Manuscript)

صحیفہ کی جمع صحائف اور صحف ہے۔ ہر وہ چیز جس پر کچھ لکھا گیا ہو، صحیفہ کہلاتا ہے اس مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں ①۔ یہ لفظ قرآن کریم میں کئی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے ②۔ عہد رسالت میں صحیفہ المتلمس ③ کا تذکرہ ملتا ہے ④۔

① ابن قتیبہ، الشعر والشعراء، ص: ۱۵۲/۱ ② ناصر الدین الاسد، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۱۱۳، ۷۰

③ مثلاً ☆ نامہ اعمال: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں نامہ اعمال کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ﴾ (سورة التکویر: ۱۰/۸۱) (اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے)

☆ خط، مکتوب، کتاب: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں خط، مکتوب یا کتاب کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ يَرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتِي صُحُفًا مُنَشَّرَةً﴾ (سورة المدثر: ۵۲/۷۴) (بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی کتب دی جائیں)۔

☆ ورق: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں ورق کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فِي صُحُفٍ مُّكْرَمَةٍ﴾ (سورة عبس: ۱۳/۸۰) (یہ قرآن کریم) قابل ادب (باعزت) (اور اوراق میں لکھا ہوا ہے)

☆ قرآن: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں خود قرآن کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

قول باری تعالیٰ ہے: ﴿رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾ (سورة المینہ: ۲/۹۸) (اللہ کے رسول محمد ﷺ جو پاک کلام (قرآن کریم) پڑھتے ہیں)

☆ سابقہ کتب سماویہ: لفظ "صحیفہ" قرآن کریم میں گزشتہ انبیائے کرام کے مقدس صحائف اور کتب کے معانی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور دو مرتبہ الصُحُفِ الاولیٰ کے نام سے سابقہ کتب سماویہ کے۔

قول باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةٌ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیْ﴾ (سورة طہ: ۱۳۳/۲۰) (کیا آپ ﷺ کی (نبوت سے متعلق) دلائل جو گزشتہ آسمانی کتب میں پائے جاتے ہیں انھیں نہیں پہنچے ہیں)۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنْ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیْ﴾ (سورة الاعلیٰ: ۱۸/۸۷) (بیشک یہ بات گزشتہ صحائف میں موجود تھی)۔ اور دو مرتبہ صحف موسیٰؑ و ابراہیمؑ کے نام سے آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَمْ لَمْ يَنْبَأْ بِمَا صُحُفٌ مُّوسٰی وَابْرٰهیمَ الَّذِیْ وَفٰی﴾ (سورة النجم: ۳۶/۵۳) (کیا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحف میں ہے اور اس ابراہیم کے صحیفہ میں ہے جس نے (اپنے رب کے ساتھ) وفا کی)

قول باری تعالیٰ ہے: ﴿صُحُفِ اِبْرٰهیمَ وَمُوسٰی﴾ (سورة الاعلیٰ: ۱۹/۸۷) (یعنی ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحائف میں)

③ صحیفۃ المتلمس: عربی ادب میں ایک تلخیص یا ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوا ہے۔ متلمس ایک شاعر کا نام تھا، اس نے عمرو بن ہند بادشاہ کی جھوکی، بادشاہ نے ایک خط اپنے عامل کے نام لکھ کر لفافے میں بند کر کے اس کو دیا، اور اسے فلاں عامل کے پاس لے جانے کو کہا، کہ وہ اسے انعام دے گا، جبکہ بادشاہ نے اس خط میں اسے قتل کر ڈالنے کا حکم تحریر کیا تھا۔ متلمس کو راستے میں شک گزرا، اس نے خط کو کھول کر دیکھا، اس نے تحریر پڑھنے کے بعد اس خط کو پھاڑ دیا، تب سے یہ مثل عرب میں مشہور ہے۔

④ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۶۳۹

⑤ حضرت ہبلؓ ابن المحظیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جس چیز کا انھوں نے سوال کیا تھا انھیں دے دیا اور حضرت معاویہؓ کو حکم دیا کہ جس چیز کا ان دونوں نے سوال کیا ہے ان کے لیے لکھ دیں۔ اقرع نے اسے لے کر اپنی پگڑی میں باندھ لیا مگر عیینہ نے آپ ﷺ سے کہا: "یا محمد أترانی حاملاً إلی قومی کتاباً لا أدری ما فیہ کصحیفۃ المتلمس....."

(ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب ما یعطی من الصدقہ، حدیث نمبر ۱۶۲۹، ص: ۲۳۲) (اے محمد ﷺ! میں اپنی قوم کی طرف جو خط لے کر جا رہا ہوں مجھے نہیں معلوم اس میں کیا ہے؟ کہیں یہ متلمس کے صحیفہ کی طرح تو نہیں ہے.....)

مزید برآں مصادر میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کے صحیفہ ①، حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے الصحیفہ الصادقہ ②، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے صحیفہ ③، اور صحیفہ عمرو بن حزم کا تذکرہ ملتا ہے ④۔ نیز صحابہؓ و تابعین کے عہد میں بھی بے شمار صحائف کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً ہمام بن منبہ کا الصحیفۃ الصحیحہ ⑤، حسن بصری کا صحیفہ ⑥۔

* صحیفہ کے اطلاقات

سیاق و سباق کے اعتبار سے لفظ 'صحیفہ' درج ذیل مختلف معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۱۔ ورق یا رسالہ ④

۲۔ چند اوراق ⑧

۳۔ نوٹ بک، ڈائری، مسودہ ⑨

- ① اس صحیفہ کا تذکرہ صحیح بخاری میں نو مقامات پر ملتا ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۳۰ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۰/۶
- ② ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۳۳/۳ ⑤ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ ⑤ الرازمی، المحمدیۃ، ص: ۳۶۷ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۹/۱
- ③ ابن حجر، جہذیب الجہذیب، ص: ۲۵۳/۸ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۶/۱
- ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۷/۱ ⑤ ابن حجر، تلخیص الحیر، ص: ۱۷/۲ ⑤ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الغنم، حدیث نمبر ۲۳۵، ص: ۳۳۹
- ⑤ البخاری، الکلی والاسماء، ص: ۳۳ ⑤ الخطیب، تفسیر العلم، ص: ۳۱ ⑤ ابن حجر، لآ صابہ، ص: ۲۰۲/۷
- ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷ ⑤ الدارمی، السنن، ص: ۱۲۱/۱ ⑤ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱
- ⑦ قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے جو بایکات کیا تھا، اس بایکات کی دستاویز کو انھوں نے ایک صحیفہ میں لکھا تھا (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲۳۰ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۸/۱ ⑤ ابن القیم، زاد المعاد، ص: ۲۶/۲ ⑤ المبارکفوری، الریحۃ المختوم، ص: ۱۵۸)۔
- ⑧ ابن سعد نے ایک صحیفہ کا ذکر کیا ہے جس میں صرف ایک حدیث (حدیث یہ تھی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من سن سنة حسنة فله اجرها..... ابن ماجہ، السنن، کتاب السنۃ، باب من سن سنة، حدیث نمبر ۲۰۳، ص: ۳۱) تھی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷/۵)۔
- ⑨ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جس نے لکڑی میں سوراخ کر کے اس میں ہزار درہم اور ایک صحیفہ رکھ کر اپنے مدین (قرض خواہ) کی طرف ارسال کیے (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الکفالة، باب الکفالة فی القرض، حدیث نمبر ۲۲۹، ص: ۳۶۵)
- ⑩ قریش مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین حدیبیہ کے مقام جو صلح ہوئی تھی اس کی دفعات ایک صحیفہ میں لکھی گئی تھی (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۷۳۹، ۳۴۲/۱ ⑤ الواقدی، المغازی، ص: ۳۸۸)
- ⑪ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد یہود کے ساتھ جو معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا تھا، اس کی دفعات ایک صحیفہ میں لکھی گئی تھیں (ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۵۰۳/۱)
- ⑫ آپ ﷺ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت علاءؓ انصاریؓ کو جب ہجر کے مجوسیوں کے پاس بھیجا تو انھیں ایک صحیفہ دیا جس میں زکوٰۃ و عشر کے احکام تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۳/۱)۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ بن جبل اور مالکؓ بن مرارة کو جب اہل یمن کی طرف بھیجا انھیں ایک صحیفہ میں زکوٰۃ اور دوسرے احکام سے متعلق ہدایات لکھ کر دی تھیں (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۴/۱)۔
- ان تمام امثالہ میں "صحیفہ" چند اوراق کے معنی میں ہے۔
- ① سعید بن جبیر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے، اور ان کے سامنے اپنے صحیفہ (یعنی نوٹ بک) میں لکھتے، جب وہ ختم ہو جاتا تو اپنے جوتے اور تھیلی پر لکھ لیتے، پھر گھر جا کر اس کی نقل کر لیتے (الدارمی، سنن دارمی، بساب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۵۰۱، ص: ۱۳۹/۱ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۹/۶)
- ② ابن شہاب زہری کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مختلف علماء کے حلقہ درس حدیث میں شریک ہوتے تو ان کے پاس تختیاں اور نوٹ بک ہوتی تھی جو کچھ آپ سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۹/۱)
- ③ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبر بن عدی نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ روشندان سے صحیفہ لاؤ، چنانچہ غلام نے انھیں صحیفہ لا کر دیا جس سے انھوں نے ایک حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی تھی پڑھ کر سنائی (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۴/۶)

۴۔ وسیع وعریض مخطوطات، کتاب ①

۵۔ قرآن کریم ②

(3) نسخہ (Prescription)

محدثین کے نزدیک "نسخہ" کی اصطلاح کتاب پر بولی جاتی ہے۔ خواہ کتاب چھوٹی ہو یا بڑی۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"إن علماء الحديث كان لديهم نسخ شهيرة كل منها تحتوى على أحاديث" ③

علماء حدیث کے پاس مشہور نسخے تھے ان سے ہر ایک نسخہ میں بہت سی احادیث تھیں۔

مثلاً نصیف بن عبدالرحمن الجزری (م ۱۳۷ھ) ④، سہیل بن ابی صالح (م ۱۳۸ھ) ⑤، ابان بن تغلب الکونی (م ۱۲۱ھ) ⑥، ابراہیم بن ابی یحییٰ الاسلمی (م ۱۸۴ھ) ⑦ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس بہت سے نسخے تھے۔

ان روایات میں نسخ سے مراد کتب یا صحیفہ ہے جو کوئی محدث اپنی یادداشت کے لیے تحریر کرتا تھا۔ محدثین کا اصل اعتماد انہی نسخوں اور صحیفوں پر ہوتا تھا۔

① صحیفہ سے مراد وہ وسیع وعریض مخطوطات بھی ہیں جن میں قرآن و حدیث یا کوئی دوسرا مواد لکھا جاتا تھا۔

۱۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے اسلام لانے کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جب آپ اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی کے گھر داخل ہوئے تو وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے اور یہ قرآن کریم ایک صحیفہ میں لکھا ہوا تھا (ابن الجزری، تاریخ عمرؓ، ص: ۶۰)۔

۲۔ صحیفہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک ہزار احادیث تھیں (ابن الاثیر، أسد الغالبہ، ص: ۲۳۳/۳)۔ صحیفہ ہمام بن منبہ میں ذیہ سو کے قریب احادیث تھیں (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۶/۱)۔

۳۔ حضرت ابوسعید خدریؓ جو کتابت کے قائل نہیں تھے، انہوں نے ایک بار اپنے تلامذہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "لا نکتبکم شیئاً أتعلمونہ مصاحف تسقرأونہا....." (الخطیب، تقييد العلم، ص: ۳۶) ⑧ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۳۱، ہم تمہیں کوئی چیز نہیں لکھوائیں گے، کیا تم پڑھنے کے لیے مصاحف بنانا چاہتے ہو؟..... آپ کے اس قول میں مصاحف، "کتاب" کے معنی میں ہے۔

۴۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب جامع بیان العلم میں ایک باب مقرر کیا ہے: "باب کراہیۃ کتابۃ العلم وتقییدہ فی الصحف" (ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۳۱) (علم کو لکھنے اور اسے کتاب میں تحریر کرنے کی کراہت کے بارے میں باب)۔ یہاں صحف سے مراد کتاب ہے۔

② ۱۔ حضرت زید بن ثابت کے بارے میں مروی ہے آپ فرماتے ہیں: "نسخت الصحف فی المصاحف....." (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب قول اللہ عزوجل ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ﴾، حدیث نمبر ۲۸۰۷، ص: ۴۶۵) (میں نے صحف (قرآن) کو مصاحف میں نقل کیا)

۲۔ حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ کے پاس صحف (قرآن کریم) تھا (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۶، ص: ۸۹۴)۔

۳۔ حضرت عثمانؓ نے اُمّ المؤمنین حفصہؓ کو حکم دیا کہ جو تمہارے پاس صحف ہیں وہ مجھے ارسال کرو چنانچہ حضرت حفصہؓ نے اسے حضرت عثمانؓ کی طرف بھیجا (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۷، ص: ۸۹۴)۔

③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۴/۳

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۳۴/۲ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۴۱/۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۳/۱

⑧ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۸/۱ ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹/۱

مصادر سے مختلف اقسام کے درج ذیل نسخ کا تذکرہ ملتا ہے ①۔

لیکن ان نسخوں کے حجم (volume) کے بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

بعض اوقات "نسخہ"، صحیفہ کے معنی میں، یعنی اس کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے ②۔

(4) دفتر (Register)

لفظ دفتر فارسی کلمہ ہے جو عربی میں استعمال ہوا ہے۔ جبکہ الصولی نے بیان کیا ہے کہ دفتر عربی زبان سے مشتق ہوا ہے ③۔

جبکہ ابن درید کہتے ہیں:

"لا يعرف لكلمة مصدراً لإشتقاقها" ④ (مشتق کی بناء پر اس کلمہ کا مصدر معروف نہیں)

مصادر سے لفظ "دفتر" کے مختلف اطلاقات ملتے ہیں ⑤۔

- ① ۱۔ نسخہ: مثلاً نسخہ عقبہ بن ابی الحسناء (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۵/۳)، نسخہ ابراہیم بن ہدیہ (الحاکم، معارف علوم الحدیث، ص: ۹) نسخہ مطرف بن عبد الرحمن (الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۶۸/۱)
- ۲۔ نسخہ کبیرہ: مثلاً نسخہ سرّ بن جندب (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷) ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۶/۷ نسخہ عبد الحمید بن ابی اویس (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۸۷/۱)۔
- ۳۔ نسخہ موضوعہ: مثلاً نسخہ بشر بن حسین الاصفہانی (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۶/۱) نسخہ عبید بن قاسم (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۱/۳) ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۳/۷ نسخہ محمد بن عبد الرحمن البیدانی (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۳/۹)۔
- ۴۔ نسخہ صالحہ: مثلاً نسخہ ابن وہب (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۹/۱)۔
- ۵۔ نسخہ مشہورہ: مثلاً نسخہ ہمام بن منبہ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۵/۱)۔
- ۶۔ نسخہ طویلہ: مثلاً نسخہ معروف بن حسان (الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۳/۴)۔
- ۷۔ نسخہ مستقیمہ: مثلاً نسخہ عبد اللہ بن خراش (ابن حبان، الثقات، ص: ۶۲۳)۔
- ② مثلاً ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے مجموعہ حدیث کو نسخہ (ابو عبیدہ، لا موال، ص: ۹۳) ⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱، ۳۸۹ اور صحیفہ دونوں سے موصوف کیا گیا ہے (ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۰) ⑨ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۱/۵۔
- ۲۔ صحیفہ ہمام بن منبہ (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۶/۱) کو نسخہ ہمام کے نام سے بھی موصوف کیا گیا ہے (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۵/۱)۔
- ۳۔ ابن وہب کے مجموعہ حدیث کو صحیفہ اور نسخہ دونوں سے موصوف کیا گیا ہے (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۵، ۳۲۵/۹) ۲۳۳/۱۱۔
- اس سے معلوم ہوا کہ نسخہ، کتاب اور صحیفہ دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔
- ③ اصولی، أدب الکتاب، ص: ۱۰۸ ④ ابن درید، جہرۃ اللغۃ، ص: ۳۷
- ⑤ "دفتر" کے مختلف اطلاقات درج ذیل ہیں۔

۱۔ رجسٹر، قدیم دستاویزات

۱۔ امام زہریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کے حکم سے احادیث کی تدوین کی اور انھیں دفاتر میں لکھ کر مختلف صوبوں کی طرف بھیجا (ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱)۔

۲۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ امام زہریؒ کچھ لوگوں کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے ساتھ حج کے ارادے سے جا رہے تھے، راستہ میں حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "تم سب چاند کی طرف دیکھو کیونکہ میری نگاہ کمزور ہے" چنانچہ اس دوران نوفل بن مساحق نے کہا کہ کیا تمہیں اس (نگاہ کی کمزوری) کی وجہ معلوم ہے؟ پھر کہنے لگا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومتی دفاتر کی قرأت نے حجاج کی نگاہ ضعیف کر دی ہے (الخطیب، تشہید العلم، ص: ۱۳۰)۔ کیونکہ حجاج نیکس کے دفاتر بڑی توجہ سے خود پڑھا کرتا تھا (ابن الاذری، فتوح البلدان، ص: ۲۹۸) ⑩ الجبیشیاری، الوزراء، ص: ۳۸ ⑪ ابن عبد ربہ، العقد الفرید، ص: ۲۵۵/۴۔

(5) قرطاس (Seperate Sheet)

قرطاس کا معنی ورق یا ایک قسم کا پودا جس کی چھال کو قدام مصر کتابت کے لیے استعمال کرتے تھے ①۔
قرآن کریم میں قرطاس کا لفظ مفرد (قرطاس) اور جمع (قراطیس) دونوں استعمال ہوئے ہیں ②۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۴

۳۔ ابو عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ کیسان نے علم حدیث چار طرق سے لکھا ہے کہ وہ اپنی عقل میں غیر منقول علم یاد کرتا ہے۔ پھر وہ علم جسے اس نے حافظہ میں محفوظ نہیں کیا، اسے الواح (تختیوں) میں لکھتا ہے، پھر تختیوں سے دفتر میں منتقل کرتا ہے پھر دفتر سے علم پڑھتا ہے (السمعی، ادب الاملاء، ص: ۹۲)۔

۲۔ کتاب

۱۔ مکحول الشامی نے عبید اللہ بن عبید کو ایک دفتر (کتاب) دی، جو احادیث احکام پر مشتمل تھی اور انھوں نے اس دفتر سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی (الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۵۸)۔ اسی طرح ہشام بن عروہ نے یحییٰ بن زبیر کو احادیث نقل کرنے کے لیے ایک دفتر (کتاب) دی تھی۔ (الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۶۰)
۲۔ عمرو بن العلاء (۱۵۴ھ) کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اتنی مقدار میں دفاتر (کتاب) تھی جو ان کے کمرے کی چھت تک پہنچی تھی (الجاحظ، کتاب الحیوان، ص: ۶۰/۱) ①۔ (مجموع الادباء، ص: ۲۱۷/۴)۔

۳۔ ابن المقفع (۱۴۲ھ) نے "کلیلہ و دمنہ" کے اصول میں لفظ دفتر اور کتاب دونوں ذکر کیے ہیں (ابن الندیم، الفہرست، ص: ۱۱۸) ②۔
②۔ المسعودی، مروج الذهب، ص: ۲۹۱/۸ ③۔ الجاحظ، رسائل الجاحظ، ص: ۱۴۴)۔ علاوہ ازیں شعراء نے بھی دفتر سے کتاب مراد لیا ہے۔
ابو الحسن الفارسی الفقیہ کہتے ہیں:

أنست إلى التفرد طول عمري فمالي في البرية من أنيس
جعلت محادثتي و ندیم نفسي وأنسی دفتری بدل الجلیس (الخطیب، تهجد العلم، ص: ۱۴۴)
(میں عرصہ دراز تک تنہائی کی طرف مانوس رہا، مخلوق میں میرا کوئی دوست نہیں تھا۔ میں اپنے
نفس کو اپنا دوست بنا کر اس سے ہم کلام ہوا، چنانچہ دوست کی جگہ میں اپنی کتاب سے مانوس ہوا)

۳۔ رسالہ، کتابچہ

۱۔ حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن اشعری کی کتاب "السير الكبير" ساٹھ دفاتر میں لکھ کر خلیفہ منصور کی خدمت میں پیش کی گئی (حاجی خلیفہ، كشف الظنون، ص: ۱۰۱۳/۲)۔

۲۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق امام زہری کے دفاتر کو لاد کر کے ولید ثانی کے مکتبہ میں لایا گیا (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۶/۲)۔

۳۔ عبد الحکم بن عمرو کے مکتبہ میں ہر قسم کے موضوع سے متعلق دفاتر تھے (الاصفہانی، الاغانی، ص: ۵۲/۴)۔ اسی طرح معاویہؓ کے مکتبہ میں قبل از اسلام کی تاریخ اور شعر کا ایک دفتر تھا (المسعودی، مروج الذهب، ص: ۴۰/۳)۔

① ناصر الدین أسد، مصادر الشعر الجاہلی، ص: ۹۱

② ۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَاسٍ فَلَمْسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ﴾ (سورة الأنعام: ۷/۱) (اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر لکھی ہوئی کوئی کتاب نازل کرتے جسے وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھوتے)

۲۔ اور قول باری تعالیٰ: ﴿قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قُرَاطِيسٍ يَتَّبِعُونَهَا وَتَخْفُونَ كَثِيرًا﴾ (سورة الأنعام: ۹۱/۶) (آپ کہہ دیجئے کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی؟ جسے موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت کا ذریعہ تھی، تم نے اس کے کچھ اوراق بنار کھے ہیں جنہیں ظاہر کرتے ہو اور اس کا زیادہ حصہ چھپاتے ہو)

صدر اسلام میں قرآن اور حدیث قرطاس (کاغذ) پر لکھے جاتے تھے ①۔
"قرطاس" کتاب کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے ②۔

(6) طومار (Register)

قرطاس اور رجسٹر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت شمعون الانصاریؓ کے بارے میں منقول ہے:
"وهو أول من طوى الطومار وكتب فيه مدرجا مقلوبا" ③
آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بڑے بڑے رجسٹر مکمل کیے اور اس میں مدرج اور مطلوب احادیث لکھیں۔

(7) جز یا اجزاء (Volumes)

ادب حدیث میں لفظ "جزء" حصہ، قسم، گروہ وغیرہ کے لیے استعمال ہوا ہے ④۔
نبی کریم ﷺ نے بھی لفظ جزء کو حصہ، قسم کے معنی میں استعمال کیا ہے ⑤۔
چنانچہ لفظ جزء یا اجزاء سے احادیث کا مجموعہ مراد ہے ⑥۔
محدثین نے لفظ جزء کے مذکورہ معنی کا اعتبار کرتے ہوئے انہوں نے اپنی کتب کو اس (جزء، اجزاء) سے موسوم کیا ⑦۔

- ① ابن ابی داؤد سجستانیؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو قراطیس میں جمع کیا تھا (الاجتہاد، المصاحف، ص: ۹)۔
حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ قراطیس پر لکھی ہوئی احادیث پائیں، اور ان سے غزوہ قسطنطنیہ سے متعلق احادیث ہیں (ابن عبدالحکم، فتوح مصر، ص: ۲۵۶) ② ابن خلیل، المسند، حدیث نمبر ۶۶۳۵، ص: ۱۰/۱۷۲۔
بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اہل سوریا کے لیے معافی نامہ کا وثیقہ قراطیس پر لکھا تھا (البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۱۲۸)۔
- ② مثلاً منقولہ ہے: "بئس مستودع العلم القراطیس" (الاجتہاد، المصاحف، ص: ۹) ③ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۱/۲۲ (کتب کی طرف منتقل علم کرتا بہت بڑا ہے)۔
- ③ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲/۱۵۶۔
- ④ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قول باری تعالیٰ ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾ (سورۃ الحجر: ۹۱/۱۵) (جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
"هم أهل الكتاب جزؤہ أجزاء فآمنوا ببعضہ وكفروا ببعضہ" (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الزکاة، باب من يعطى من الصدقة، حدیث نمبر ۱۶۳، ص: ۲۳۲) (ان سے مراد اہل کتاب ہیں جنہوں نے اپنی کتاب کو کئی حصوں اور اجزاء میں تقسیم کر دیا بعض اجزاء کے ساتھ وہ ایمان لے آئے اور بعض کا انکار کر دیا)۔
- ⑤ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((قرأت جزء من القرآن)) (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله عز وجل ﴿الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ﴾.....)۔
حدیث نمبر ۴۷۰۵، ص: ۸۱۲ (میں نے قرآن کا ایک جزء (حصہ) پڑھا ہے)۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ((فجزأها ثمانية أجزاء.....)) (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب شہر رمضان، باب تحزیب القرآن، حدیث نمبر ۱۳۹۲، ص: ۲۰۸) (اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف کو آٹھ اجزاء میں تقسیم کیا ہے)۔
- ⑥ مثلاً ابن جریرؒ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سے دس سے کچھ زائد اجزاء کی (مقدار میں) ان سے روایت کرنے کی اجازت لی تھی (الرازی، نزل الحدیث، ص: ۳۳۱)۔
- ⑦ مثلاً علامہ الواقدیؒ کی کتاب "المغازی" کا مخطوط جو ایک سو چھیانوے اوراق پر مشتمل تھا، اور کئی اجزاء پر تقسیم کیا گیا تھا وہ جزء کے نام سے مشہور و معروف ہے (الواقدی، مقدمة المغازی، ص: ۵)۔

اسی طرح امام دارقطنیؒ کا اصلی مخطوط جس کا نام علل الحدیث ہے وہ جزء کے نام سے معروف ہے (الخلیب، الکتاب، ص: ۲۵۳)۔

مصادر سے جزء یا اجزاء کے حجم کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے البتہ کتاب کا حصہ، رجسٹریا کاپی یا ایک عریض (چوڑا) ورق پر اس کا اطلاق ہوا ہے ①۔

بعد ازاں جزء سے مختلف معانی مراد لیے گئے ہیں ②۔

(8) کراسا (Diary/Notebook)

کراسا کی جمع کراسات اور کراساتیں آتی ہے۔ جو درج ذیل میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ کتاب کا جزء ③

۲۔ پمفلٹ ④

۳۔ کاپی، یادداشت ⑤

(9) رسالہ (Letter)

لفظ رسالہ کسی خاص موضوع، خط اور کتاب کے معنی میں مستعمل ہے۔ زید بن جندب کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک رسالہ تھا جس میں صرف فرائض (میراث) کے بارے میں احادیث تھیں ⑥۔

حضرت سمرقہ بن جندب نے احادیث کا ایک رسالہ اپنے بیٹوں کے لیے تالیف کیا تھا۔

① اس معنی کا اطلاق اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ سفیان بن سعید ثوری کے بارے میں منقول ہے کہ ”انھوں نے ایک ہزار اجزاء کو پھاڑ کر ہوا میں اڑا دیا“ (المجمل، ج ۱، ص ۲۸۹)۔

② ۱۔ جزء سے مراد وہ کتابچہ ہے جس میں کسی ایک راوی کی احادیث جمع کر دی گئی ہوں جیسے جزء حدیث ابی بکرؓ جزء حدیث عمرؓ۔

۲۔ یا کسی خاص حدیث کی اسانید پر بحث کی گئی ہو جیسے حافظ ابن رجب کی اختیار الأولیٰ فی حدیث اختصام الملاء الأعلیٰ۔

۳۔ یا کسی خاص موضوع سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں جیسے امام بخاری کی جزء خلف الإمام اور جزء رفع الیدین فی الصلاة۔

۴۔ یا احادیث سے متعلق فوائد جمع کیے گئے ہوں جیسے الوحانیات الثنیات (الاعظمی، مج ۱، ص ۱۳) سہیل حسن، مج ۱، ص ۶۰)۔

③ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج ابان بن ابی عیاش (م ۱۳۸ھ) کے کراسا (کتاب) حدیث کو آپ کے پاس لائے اور ان سے حدیث روایت کرنے کی اجازت چاہی جس کی آپ نے انھیں اجازت دے دی (الخطیب، الکفایہ، ص ۳۲۰)۔

④ خلیفہ بن موکی بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں غالب بن عبید اللہ کے پاس آیا انھوں نے مجھے اطاء کردائی ”حدثنی مکحول“، کہ اچانک انھیں قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ باہر چلے گئے، چنانچہ میں نے کراسا میں دیکھا، اس میں حدثنی ابان عن انس، و ابان عن فلان چنانچہ میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور ان سے حدیث لکھنی چھوڑ دی (المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۴۱، ص ۱۳)۔

⑤ ضحاک بن مزاحم سے مروی ہے: ”لا تتخذوا للأحادیث ککراسیس ککراسیس المصحف (الخطیب، تقیید العلم، ص ۱۹، ۴۷) (قرآن کریم کی طرح احادیث کے لیے کاپیاں نہ بناؤ)۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ بہز کا کراسا احادیث میں بہت سی احادیث تھیں جسے عبداللہ بن جعفر نے ان سے نقل کیا (ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۱۷۴/۵)۔

ان امثلہ میں لفظ کراسا اپنے معانی میں دلالت کرتا ہے۔

⑥ البیہقی، سنن البیہقی، ص ۲۴۸/۶۰۔

ابن سیرین فرماتے ہیں:

”فی رسالة سمرة إلى بنیہ علم کثیر“^①

سمرہؓ نے اپنے بیٹوں کی طرف جو رسالہ بھیجا تھا اس میں علم کثیر پایا جاتا ہے۔

اور یہ رسالہ ان کے بیٹے سلمان کے پاس تھا^②۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ خاصا بڑا تھا کیونکہ حافظ ابن حجر نے متعدد مقامات سے اسے نسخہ کبیرہ کہا ہے^③۔

(10) لوح، الواح (Slides)

قرآن کریم میں لفظ لوح مفرد اور جمع دونوں استعمال ہوئے ہیں مفرد کا استعمال صرف لوح محفوظ کے لیے

ہے^④۔ اور جمع کا استعمال تختیوں کے لیے ہوا ہے^⑤۔

حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ تختیوں پر لکھا کرتے تھے^⑥۔

امام زہری کے بارے میں علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ وہ دروس میں تختیاں اور کاغذ لے کر حاضر ہوتے تھے^⑦۔

(11) رقعة (Letter)

رقعه، ورق اور پیوند (کپڑے کا ٹکڑا) وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

عبدالرحمن بن مہدی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس اسود بن شیبان کی احادیث ایک رقعه پر لکھی ہوئی تھیں^⑧۔

عثمان بن صالح^⑨ اور محمد بن یحییٰ الذہلوی کا مجموعہ احادیث اسی رقعه پر تحریر تھیں^⑩۔

① ابن حجر، تہذیب التجزیب، ص: ۲۳۶/۴ ② ابن عبدالبر، الاستیعاب، ص: ۱۰۶۳

③ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اتخاذ المساجد، حدیث نمبر ۴۵۶، ص: ۷۷

④ ابن حجر، تہذیب التجزیب، ص: ۲۳۶/۴، ۱۹۸/۴، ۲۹۶/۲

⑤ البروج: ۲۲/۸۵

⑥ ﴿وکتبتنا له فی الألواح﴾ (الاعراف: ۱۴۵/۷) (اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لیے تختیوں میں لکھ دیا)۔

﴿والقی الألواح﴾ (الاعراف: ۱۵۰/۷) (اور انھوں (موسیٰ علیہ السلام) نے تختیوں کو بٹخ دیا)۔

﴿ولما سکت عن موسیٰ الغضب أخذ الألواح﴾ (الاعراف: ۱۵۴/۷) (اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ دور ہوا تو تختیوں کو اٹھالیا)۔

﴿وحملنه علی ذات ألواح ودسر﴾ (الأنعام: ۱۳/۵۴) (اور ہم نے انھیں (نوح علیہ السلام) کو تختوں اور کیلوں سے بنی ایک کشتی پر سوار کیا)۔

پہلی تین آیات کریمہ میں ألواح تختیوں کے معنی میں استعمال ہوا جو گزشتہ زمانہ میں لکھائی کے کام آتی تھیں۔ جبکہ مؤخر الذکر ”الواح“ سے مراد وہ تختے ہیں جو کشتی بنانے

کے کام آتے تھے۔ عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں بھی ألواح لکھنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۳/۲ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۷/۱

⑨ ابن خلیل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۱۲/۳ ⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۶۸

⑪ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۶۸

(12) مجلہ (Magazine)

مجلہ، رسالہ اور میگزین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا مجموعہ احادیث ”مجلات“ کے نام سے معروف تھا^①۔

(13) صک (Document)

صک، وثیقہ، دستاویز، چارٹر وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ بن مالک کا مجموعہ احادیث ”صکوک“ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے^②۔

صحابہؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے مجموعہ ہائے حدیث کے بارے میں مذکورہ بالا ادوات کتابت کا تذکرہ مصادر سے ملتا ہے۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ نے اپنے مقالہ میں تقریباً ۵۲ صحابہ کرامؓ اور ۹۹ تابعینؓ، ۲۵۲ صغار تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کا ذکر کیا ہے جن کے پاس نوشتہ حدیث موجود تھا یا ان کے تلامذہ نے ان سے احادیث لکھیں^③۔

راقم الحروف نے اس مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے صحابہؓ، تابعینؓ و تبع تابعینؓ کے مجموعہ ہائے حدیث کا مکمل تعارف کروایا ہے۔ لیکن ان کی ترتیب و طریقہ کار میں درج ذیل تبدیلیاں زیر عمل لائی گئی ہیں:

۱۔ صرف ان صحابہؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف کروایا ہے جو عہد بنو امیہ میں موجود تھے۔

۲۔ تابعین کو تبع تابعین سے علیحدہ ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ صحابہؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے مجموعہ حدیث کو علیحدہ علیحدہ مباحث میں سے تحریر کیا گیا ہے۔

۴۔ اعلام کی ترتیب سن وفات کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ اور ایک جیسی سن وفات ہونے کی صورت میں حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۵۔ تابعین اور تبع تابعین کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اساتذہ و تلامذہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ کچھ مزید اعلام کو ذکر کیا ہے۔

۷۔ اختصار کو ملحوظ رکھا ہے۔

۸۔ بعض مقامات پر مصطفیٰ اعظمیؐ اور دوسرے علماء کا کلام نقل کیا ہے۔

۹۔ مقالہ سے استفادہ کرتے ہوئے اصل مصادر کی طرف رسائی حاصل کی گئی ہے۔

① الخطیب، الکفایہ، ص: ۹۵

② الخطیب، الکفایہ، ص: ۹۶

③ کیمرج یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے لیے پیش کردہ مقالہ Studies in Early Hadith Literature

صحابہ کرامؓ کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

۱۔ حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیة (م ۴۱ھ)

کبار صحابہ کرامؓ نے حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیة سے احادیث روایت کی ہیں ①۔ ان کے لکھے ہوئے مجموعہ حدیث کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اس میں بڑی تعداد میں نبی کریم ﷺ کی احادیث جمع کی تھیں ②۔

۲۔ حضرت ابو موسیٰ الأشعرى (م ۴۴ھ)

حضرت ابو موسیٰ الأشعرى حدیث کی کتابت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے ③۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے ابو بردہ کی کتاب کو مٹا ڈالا تھا ④۔ ڈاکٹر امتیاز اس بارے میں لکھتے ہیں:

"ممکن ہے کہ کتابت حدیث کی کراہت اس وجہ سے ہو کہ شاید خود لکھنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ⑤"

لیکن حضرت ابو موسیٰ الأشعرى کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے آخری عمر میں کتابت سیکھ لی تھی ①۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف کچھ احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں ②۔

۳۔ حضرت زید بن ثابت (م ۴۵ھ)

حضرت زید بن ثابت کا شمار فقہاء صحابہ کرامؓ میں سے ہوتا ہے ③۔ آپ کا تپ وحی اور میراث و تشریحی مسائل وغیرہ کے مسئلہ عالم تھے ④۔ آپ پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ آپ نے احادیث لکھیں اور آنحضرت ﷺ کو یہود کی کتب پڑھ کر سنایا کرتے تھے ⑤۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ حدیث کی کتابت کی اجازت نہیں دیتے تھے ⑥۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۹۸/۱۲

② البیہقی، التاریخ، ص: ۱۱۳/۲

③ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۳۹

④ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۴۰ ⑤ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۶۶/۱

⑥ الداری، سنن الداری، باب: من لم یر کتابا الحدیث، حدیث نمبر ۴۷۳، ص: ۱۳۳/۱

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۳/۴ ⑧ الراہرزی، المحکمات الفاصل، ص: ۳۸۱

⑨ امتیاز احمد، دلائل التوثیق، ص: ۵۱۹

⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۳/۴

⑪ ابن خنبل، المسند، ص: ۳۹۶/۴ ⑫ البیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الطہارۃ، باب: الارتیاد للبول، ص: ۹۳/۱

⑬ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۲۱۲ ⑭ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۰

⑮ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۲ ⑯ الدہلوی، ازالة الخلفاء، ص: ۱۵/۱

⑰ ابن الاثیر، جامع الاصول، حدیث نمبر ۵۸۶۳، ص: ۳۰/۸

⑱ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۲۱۲ ⑲ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۵۸/۱ ⑳ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۹/۱ ㉑ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۵

اس قول کی بنیاد درج ذیل روایات پر ہے۔

۱۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں حاضر تھا جس میں نبی کریم ﷺ نے حدیث لکھنے سے منع فرمایا تھا ①۔

۲۔ حضرت زید بن ثابت نے مروان بن حکم سے مطالبہ کیا تھا کہ ان احادیث کو مٹا دیا جائے جنہیں ان کی اجازت کے بغیر لکھا گیا تھا ②۔

اول الذکر روایت صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے، اس لیے کہ اس کے راوی عبدالمطلب بن حنطب کی حضرت زید بن ثابت سے ملاقات ثابت نہیں ③۔ دوسری روایت کے بارے میں امام شعبیؒ فرماتے ہیں: ”حضرت زید بن ثابت نے جو روایات مروان کو سنائی تھیں وہ احادیث نہیں تھیں بلکہ ان کی ذاتی رائے تھی کیونکہ حضرت زید بن ثابت نے مروان سے کہا تھا: ”أَعْذِرَ أَيَا مِرْوَانَ إِنَّمَا أَقُولُ بِرَأْيٍ“ ④ (اے مروان! یہ کیا دھوکہ ہے، میں نے تو اپنی رائے کا اظہار کیا تھا)۔ مزید برآں حضرت زید بن ثابت کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کی روایات لکھی جا رہی ہیں، اس لیے آپ نے احادیث کو اپنی آراء کے ساتھ پیش کیا کیونکہ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کی معرفت بھی رکھتے تھے ⑤۔ اس لیے جب مروان بن حکم کے کاتب نے آپ کی باتیں لکھ لیں تو یہ فطری امر تھا کہ آپ ان سے خلاصی چاہتے جس طرح شعبیؒ کی دوسری روایت میں آپ اس امر کا اظہار کر رہے ہیں۔ ”لَعَلَّ كُلَّ شَيْءٍ حَدَّثَكُمْ بِهِ لَيْسَ كَمَا حَدَّثَكُمْ“ ⑥ (ممكن ہے کہ میں نے تمہیں جو احادیث بیان کی ہیں، وہ اس طرح نہ ہوں جس طرح میں نے نقل کی ہیں)۔

لہذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت زید بن ثابت کتابت حدیث کے قائل نہیں تھے بلکہ آپ نے احادیث لکھیں ④، اور فرائض میں ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی ⑧۔ آپ کی یہ کتاب ’الفرائض المعجم الکبیر‘ ⑨ اور السنن الکبریٰ میں موجود ہے ⑩۔ آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے کی اجازت دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد ”کثیر بن الفلاح“ اس امر کی شہادت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”کنا نكتب عند زيد بن ثابت“ ⑪ (ہم زید بن ثابت کے سامنے لکھا کرتے تھے)۔ ابو قلابہ ⑫ کثیر بن الصلت ⑬ اور کثیر بن الفلاح کے پاس آپ سے مروی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑭۔

① الخطیب، تقييد العلم، ص: ۳۵

② واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم نے حضرت زید بن ثابت کو بلایا اور کچھ لوگوں کو آپ کی باتیں لکھنے کے لیے پردے کے پیچھے بٹھا دیا، چنانچہ مروان حضرت زید بن ثابت سے سوال کرنے لگا اور آپ جواب دیتے رہے اور وہ لوگ لکھتے رہے۔ اچانک حضرت زید بن ثابت کو اس کا علم ہو گیا اور آپ نے مروان کو مخاطب ہو کر کہا: ”آپ نے میری باتیں میری اجازت کے بغیر کیوں لکھی ہیں انہیں مٹا دیا جائے۔ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۱۳/۲

③ الدارمی، سنن دارمی، باب من لم یرو کتابہ الحدیث، حدیث نمبر ۲۸۰، باب نمبر ۴۲، ص: ۱۰۱/۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۰/۱۷۹

⑤ یعنی، عمدۃ القاری، ص: ۵۷۲/۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۰/۱۷۹

⑦ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۱۳/۲ ⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۷/۲

⑨ ایشیائی، کتاب لأثار، ص: ۲۱۲ ⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۰

⑪ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۸/۱

⑫ الدار قطنی، سنن الدار قطنی، ص: ۹۳/۴

⑬ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۱۲/۲ ⑭ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۳۸/۲ ⑮ ابن عساکر، التاریخ، ص: ۲۲۸/۵

⑯ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۶۱/۳ ⑰ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص: ۲۶۷/۶ ⑱ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۰۲

⑲ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۰۸/۱ ⑳ ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص: ۶/۳ ㉑ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۰۲

۴۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ (م ۴۶ھ)

حضرت محمد بن مسلمہ صحابی رسول ﷺ ہیں ①۔ آپ نے عہد ابو بکرؓ ② اور عہد عمرؓ ③ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کی احادیث کی صحت کی شہادت دی۔ آپ کے پاس احادیث نبویہ پر مشتمل ایک صحیفہ تھا جو کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی تلوار کی نیام سے ملا تھا ④۔

۵۔ حضرت حسن بن علیؓ (م ۵۰ھ)

حضرت حسن بن علیؓ ان لوگوں کو جو احادیث حفظ نہیں کر سکتے تھے، لکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ محمد بن ابان کہتے ہیں: حسن بن علیؓ نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو کہا: ”تم علم حاصل کرو! آج تم قوم کے نونہال ہو، کل اس کے بزرگ بنو گے، تم میں سے جو حفظ نہیں کر سکتا، وہ لکھ لیا کرے“ ⑤۔ آپ کے پاس اپنے والد حضرت علیؓ کے فتاویٰ ایک صحیفہ میں لکھے ہوئے موجود تھے ⑥۔

ڈاکٹر اعظمی کہتے ہیں:

”ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اس صحیفہ میں احادیث تھیں یا صرف حضرت علیؓ کے فتاویٰ تھے“ ⑦۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ سے ”خیار بیع“ کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول پوچھا تو انہوں نے ایک بڑا صندوق منگوا یا، اس سے ایک زرد رنگ کا صحیفہ نکالا، جس میں ”خیار بیع“ کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول درج تھا ⑧۔

۶۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (م ۵۰ھ)

ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی جو احادیث آپ نے سنی ہیں، وہ مجھے لکھ بھیجو، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنے کاتب و زاد کو کچھ احادیث املا کروائیں اور حضرت معاویہؓ کی طرف ارسال کر دی۔

① ابن الاثیر، اسد الغابہ، ص: ۳۳۱/۴

② جب حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے متوفی کے ترکہ میں ماں کے حصہ کے بارے میں حدیث بیان کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس حدیث پر ایک گواہ طلب کیا چنانچہ محمد بن مسلمہ نے اس کی شہادت دی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

③ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جنین کے قتل کی دہشت کے بارے میں حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے اس کی شہادت طلب کی محمد بن مسلمہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی بیان کردہ حدیث پر گواہی دی۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدیات، باب جنین المرأة، حدیث نمبر ۶۹۰۶، ص: ۱۱۹۰ ④ المسلم، الصحیح، کتاب القسامۃ، باب دیۃ الجنین، حدیث نمبر ۴۳۹۷، ص: ۷۴۶

⑤ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، باب دیۃ الجنین، حدیث نمبر ۴۵۷۷، ص: ۶۳۶ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸/۱

⑦ الراہرزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۶ ⑧ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۲۹ ⑨ ابن ضبل، العلل، ص: ۴۱۷/۲

① ابن ضبل، العلل، ص: ۳۲۶/۱ ② الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱۰۷

③ ابن ضبل، العلل، ص: ۳۲۶/۱ ④ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۲۰۵/۲

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث نمبر ۸۴۴، ص: ۱۳۷

⑥ ابن ضبل، المسند، ص: ۲۴۴/۳

دیں“ ①۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی یہ تمام مرویات مسند احمد میں موجود ہیں ②۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ایک بڑے حافظ حدیث تھے، ان کی شہرت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت معاویہؓ نے انہیں اپنے مجموعہ (احادیث) سے احادیث نقل کر کے ارسال کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے آزاد کردہ غلام وژاد جو کہ آپ کے کاتب بھی تھے، بیان کرتے ہیں ”جب میں حضرت معاویہؓ کی ملاقات کے لیے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ یہ حکم جاری کر رہے تھے کہ جو مرویات حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ارسال کی ہیں ان کی پیروی کی جائے“ ③۔

۷۔ حضرت حجر بن عدی (م ۵۱ھ)

حضرت حجر بن عدی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی احادیث مبارکہ کو بڑے اہتمام سے روایت کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے متبعین میں سے تھے ①۔ اور آپ نے حضرت علیؓ سے بہت سی احادیث مبارکہ جمع کی تھیں، یہ تمام احادیث آپ نے ایک صحیفہ میں محفوظ کر لی تھیں ②۔

۸۔ حضرت عمرو بن حزم الأنصاری (م ۵۱ھ)

۱۰ھ میں جب یمن کا علاقہ نجران ③ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو اس کا عامل مقرر کیا اور ایک رسالہ حضرت ابی بن کعب سے لکھوا کر انہیں دیا۔ جس میں طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی تفاخر کی ممانعت، دیت، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کے بارے میں ہدایات درج تھیں ④۔ اس رسالہ کے مندرجات مختلف کتب حدیث اور کتب سیرت میں موجود ہیں ⑤۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کتاب کا مکمل متن نقل کیا ہے ⑥۔ اس رسالہ کو کتاب کہنا زیادہ مناسب ہے، اس بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

”عمرو بن حزم نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ۲۱ دیگر فرامین نبوی بھی فراہم کیے جو بنی

① الحاکم، معرفة علوم الحديث، ص: ۱۵

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۲/۶

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۲/۶

④ نجران: جزیرہ عرب میں یمن سے متصل شمال میں ایک علاقہ ہے۔ یہ علاقہ ۱۰ھ میں فتح ہوا۔ یہ شہر نجران بن زیدان کی طرف منسوب تھا۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۱۲/۳

⑤ الخطیب، جامع بیان العلم، ص: ۸۵/۱

⑥ الخطیب، تہقید العلم، ص: ۷۲

⑦ الخطیب، التاریخ، ص: ۱۷۲۸/۱

⑧ الخطیب، التاریخ، ص: ۲۲۸/۸

⑨ ابو عبید، کتاب الأموال، ص: ۳۵۸

⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۴/۳

⑪ ابن خلیل، المسند، ص: ۱۲۳/۲

⑫ الشافعی، الام، ص: ۱۰۳/۶

⑬ ابن خلیل، المسند، ص: ۱۲۳/۲

⑭ النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامة والقود والديات، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، ص: ۶۶۹

⑮ المالک، الموطا، کتاب العقول، باب ذکر العقول، ص: ۲۸۶/۲

⑯ ابن ہشام، السيرة، ص: ۵۹۴/۲

⑰ محمد حمید اللہ، الوثائق السياسية، ص: ۱۰۵

عادیا، بنی عریض کے یہودیوں، تمیم داری، قبائل جہینہ و جزام و طسی و ثقیف وغیرہ کے نام سے موسومہ تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی جو عہد نبوی کے سیاسی دستاویزوں یا سرکاری پروانوں کا اولین مجموعہ خیال کیا جاسکتا ہے“^①۔

عطاء بن ابی رباح کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے یہ کتاب پڑھی تھی^②۔

حضرت عمرو بن حزم نے رسول اللہ ﷺ کے خطوط بھی جمع کیے تھے۔ خطوط کے اس مجموعہ کو آپ کے بیٹے (محمد بن عمرو) نے بھی آپ سے روایت کیا ہے۔ یہی خطوط ابن طولون کی کتاب ”اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین“ کے ساتھ بھی شائع ہو چکے ہیں^③۔

۹۔ أم المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ (م ۵۱ھ)

أم المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ کے شاگرد اور آزاد کردہ غلام عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار نے آپ سے احادیث لکھی ہیں عمر بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار کی کتاب میں پڑھا ہے۔ عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت میمونہ سے موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا ”کیا ہر نماز کے لیے موزوں پر مسح کرنا چاہیے اور انھیں اتارنا نہیں چاہیے؟ تو رسول اللہ ﷺ اثبات میں جواب دیا“^④۔

۱۰۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ (م ۵۲ھ)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اپنے بھتیجے کو کچھ احادیث لکھ کر بھیجی تھیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک راوی (یحییٰ بن جابر الطائی) بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے بھتیجے نے میری طرف خط لکھا کہ ابو ایوب انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنی ہیں“^⑤۔ ایوب بن خالد بن ایوب نے اپنے دادا حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ایک سو بارہ احادیث روایت کی ہیں^⑥۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی فرماتے ہیں:

”غالب گمان یہ ہے کہ یہ ایک ”صحیفہ“ تھا لیکن صحیفہ قلمبند کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہیں“^⑦

① محمد تمیم اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۵۳

② الرازمی، المحدث الثاصل، ص: ۵۸/۱

③ ابن طولون، اعلام السائلین، ص: ۴۸

④ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۳۳/۶

⑤ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۱۳/۵

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۴۲۳/۵

⑦ الاظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۹۲/۱

اس بارے میں ڈاکٹر امتیاز رقمطراز ہیں:

”یمكن أيضا أن تكون من عمله و ربما وصلت إلى حفيده بعد موته“^①

ممکن ہے کہ حضرت ابویوب انصاریؓ نے یہ صحیفہ خود تیار کر لیا ہو جو ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے (ایوب بن خالد) کے پاس پہنچ گیا ہو۔

۱۱۔ حضرت نفع بن الحارث ابو بکرہ (م ۵۳ھ)

حضرت نفع بن الحارث ابو بکرہ آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انھوں نے ایک سو بتیس احادیث نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہیں^②۔ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمن، جو کہ بختان کے گورنر تھے، کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کی ہیں^③۔

۱۲۔ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی (م ۵۴ھ)

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک سو سے زائد احادیث نبی کریم ﷺ سے سنی ہیں جن میں اکثر و بیشتر صحاح ستہ اور المسانید وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں اور ان سے صحابہ و تابعین نے روایات اخذ کی ہیں^④۔ مسند احمد کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی^⑤۔ روایت اس طرح ہے کہ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ جریر بن عبداللہ آرمینیا^⑥ کی طرف بھیجے گئے لشکر میں تھے۔ وہاں انھیں سخت بے سرو سامانی اور بھوک نے آن لیا تو حضرت جریر نے حضرت معاویہؓ کی طرف خط لکھا:

((إني سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لم يرحم الناس لا يرحمه الله

عز وجل قال فأرسل إليه))^⑦

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔ کہتے ہیں انھوں (حضرت معاویہؓ) نے انھیں (ضروریات زندگی) ارسال کیں۔

① امتیاز، دلائل الوثیق المبکر، ص: ۵۲۳

② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۹۸/۱

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، باب هل یقضی القاضی أو یفتی وهو غضبان، حدیث نمبر ۷۱۵۸، ص: ۱۲۳۱

④ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب القضاء، باب القاضی یقضی وهو غضبان، حدیث نمبر ۳۵۸۹، ص: ۵۱۵

⑤ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۳۷/۱

⑥ ابن جنبل، المسند، ص: ۳۶۱/۳

⑦ آرمینیا روم کے خوبصورت اور حسین شہروں میں سے ہے۔ جس کی خوبصورتی 'آب و ہوا ضرب المثل ہے۔ اسے آرمینیا اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بآرمینیا بن لوطا بن اومر بن یافث بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے آئے اور یہاں سکونت اختیار کی، الحوی، معجم البلدان، ص: ۱۹۱/۱ ⑧ البیہقی، البلدان، ص: ۲۰۸

⑨ ابن جنبل، المسند، ص: ۳۶۱/۳

۱۳۔ حضرت کعب بن عمرو (م ۵۵ھ) کا صحیفہ حدیث

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوالیسر کعب بن عمرو کے پاس بہت سے اوراق کے خطی نسخے تھے جنہیں انہوں نے پیپر کلپ کے ساتھ محفوظ کیا ہوا تھا لیکن ان خطی نسخوں کے موضوعات کیا تھے اس بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ①۔ تاہم اس امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے اور حدیث میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اور علماء حدیث آپ کے پاس حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے ②۔ ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عبیدہ بن الولید اور ان کے والد ولید بن عبیدہ جیسے محدثین نے آپ سے استفادہ کیا تھا ③۔

۱۴۔ حضرت شداد بن اوس الأنصاری (م ۵۸ھ)

حضرت شداد بن اوس الأنصاری نے بعض حضرات کو احادیث لکھوائی تھیں۔ عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت شداد بن اوس نے کوئی بات کی تو ہم ہنس پڑے..... ہم نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جو نبی آپ کوئی بات کہتے ہیں ہم ہنسے بغیر نہیں رہتے۔ حضرت شداد نے کہا میں تمہیں ایک حدیث زاوراہ کے طور پر بیان کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ ہمیں سفر و حضر میں اس حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں یہ حدیث لکھوائی اور ہم نے اسے لکھ لیا۔ ”اللہم انی أسئلك.....“ ④ (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں.....)۔

۱۵۔ حضرت شمعون الأزدي أبو ریحانہ (م ۵۸ھ)

حضرت شمعون الأزدي أبو ریحانہ کا شمار مجوزین کتابت حدیث میں سے ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کے پاس حدیث کا ایک صحیفہ تھا ⑤۔ آپ اہل دمشق کے بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے بڑے بڑے رجسٹر لکھے اور اس میں مدرج اور مقلوب احادیث لکھی۔ بنی سعد کے مولیٰ ”عروۃ الاعسیٰ“ کہتے ہیں کہ ابوریحانہ (حضرت شمعون) جب سمندر پر سوار ہوتے تھے تو آپ کے پاس بڑے بڑے صحیفے ہوتے تھے ⑥۔

① ابن القیسرانی، کتاب الجمع، ص: ۲۳۰

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۷/۵ ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۹۵/۲

④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۶/۳ ⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۲۱/۲

⑥ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۲۱/۲

⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱۵۶/۲

⑧ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۱۵۳/۲

۱۶۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ (م ۵۸ھ)

اُم المومنین حضرت عائشہؓ بڑی عالمہ و فاضلہ تھیں۔ کبار صحابہ کرامؓ ان سے فرائض، فقہ وغیرہ کے پیچیدہ مسائل پوچھا کرتے تھے ①۔ آپ لکھنا پڑھنا، علم قرأت اور کتابت جانتی تھیں ②۔ مصادر سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انھوں نے کوئی مجموعہ حدیث تحریر کیا تھا یا نہیں؟ تاہم اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً لوگوں کی فرمائش پر انھیں احادیث لکھ کر بھیجتی تھیں ③۔ البتہ حضرت عائشہؓ کے تلامذہ خصوصاً عروۃ بن زبیرؓ ④، عمرۃ بنت عبد الرحمنؓ ⑤، قاسم بن محمدؓ ⑥ وغیرہ نے آپ کی تمام احادیث عہد صحابہ ہی میں لکھ لی تھیں۔ انھی تلامذہ کے بارے میں سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ: ”حضرت عائشہؓ کی روایات کا علم سب سے زیادہ انھی ہی کو تھا“ ⑦۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت عائشہؓ کی مجلس اختیار کی، میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو آیات کا شان نزول جاننے والا نہیں دیکھا، فرائض، سنت اور شعر کا آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پایا۔ ایسا عرب اور انساب کا آپ سے بڑا راوی نہیں دیکھا، قضاء اور طب کا بھی آپ سے بڑھ کر کوئی ماہر نہیں ملا“ ⑧۔

آپ کے علم کے بارے میں امام ذہبیؒ نے کیا عمدہ بات کہی ہے:

”لا أعلم فی أمة محمد ﷺ بل ولا فی النساء مطلقاً امرأة أعلم منها.....“ ⑨

میں نے امت محمدیہ ﷺ میں، بلکہ تمام جہانوں کی عورتوں میں آپ سے بڑھ کر علم والی عورت نہیں دیکھی.....“

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

زیاد بن ابی سفیانؓ نے امور حج کے بارے میں کچھ سوالات لکھ کر آپ کو بھیجے جن کا جواب آپ نے لکھ کر بھیجا تھا ⑩۔

عروۃ بن زبیرؓ: ہشام بن عروۃ اپنے والد عروۃ بن زبیرؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مجھے ”حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے بیٹے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری احادیث لکھتے ہو، پھر واپس جا کر دوبارہ لکھتے ہو۔ میں نے آپ سے کہا جب میں آپ سے کوئی چیز سنتا ہوں تو پھر کسی اور کے سامنے بیان کر کے دوبارہ سن لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کیا تمہیں معافی میں کوئی اختلاف نظر آتا ہے؟ تو میں نے کہا! نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا پھر لکھنے میں کوئی حرج نہیں“ ⑪۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۵/۱۲

② الماکی، المؤطا، کتاب صلاة الجماعة، باب الصلاة الوسطی، حدیث نمبر ۲۵، ص: ۸۸ ③ ابن جنبل، المسند، ص: ۸۷/۲

④ المسلم، الحج، کتاب الحج، باب استحباب بعث الہدی الی الحرم، حدیث نمبر ۳۲۰۵، ص: ۵۵۵ ⑤ ابن جنبل، المسند، ص: ۸۷/۳

⑥ الراہرزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۹

⑦ آپ حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھانجے تھے، انھوں نے اپنی خالہ کی مرویات کو ان کی زندگی میں ہی لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، نیز آپ نے غزوہ بدر کا مفصل تذکرہ لکھ کر عبد الملک بن مروان کو ارسال کیا، الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵

⑧ حضرت عائشہؓ نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۶/۱

⑨ آپ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے جو بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی تھی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۲/۷، ۳۲/۸

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۲/۷، ۳۳۳/۸ ⑪ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۰۱/۲ ⑫ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۰۱/۲

⑬ المسلم، الحج، کتاب الحج، باب استحباب بعث الہدی الی الحرم لمن لا یرید الذہاب بنفسه، حدیث نمبر ۳۲۰۵، ص: ۵۵۵

⑭ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵

معاویہ بن ابی سفیان: امام شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس میں سے کچھ لکھ کر بھیجیں۔ چنانچہ آپ نے انھیں احادیث لکھ کر بھیجیں ①۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ نے مناقب عثمانؓ پر احادیث لکھ کر ارسال کیں ②۔

۱۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۸ھ)

حضرت ابو ہریرہؓ بہت بڑے امام مجتہد اور حافظ حدیث تھے۔ انھیں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے ③۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے احادیث مدون کرنے کے بارے میں مصادر سے دو قسم کی روایات ملتی ہیں:

۱۔ وہ روایات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث کو مدون نہیں کیا۔

(۱) صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول مذکور ہے آپ فرماتے ہیں:

”ما من أصحاب النبی ﷺ أحد أكثر حديثاً عنه مني إلا ما كان

من عبد الله بن عمرو فإنه كان يكتب و لا أكتب“ ④

نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ میں سے آپ ﷺ کی احادیث مجھ سے زیادہ کسی کے پاس نہیں ماسوائے

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے، اس لیے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ ⑤

① المیمی، مسند الحمیدی ص: ۱۲۹/۱ ② ابن جنبل، المسند، ص: ۸۷/۶

③ ابن حجر، جہز، ص: ۲۶۵/۱۲

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۱۱۳ ص: ۲۴ ⑤ الداری، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۲۸۳، ص: ۱۰۳/۱

⑥ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی رخصۃ کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۲۶۶۸، ص: ۶۰۵

⑦ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا ذخیرہ احادیث حضرت ابو ہریرہؓ کے ذخیرہ احادیث سے کس طرح زیادہ تھا، جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایات بہت کم ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی کل مرویات کی تعداد ۵۳۷۷ ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرویات کی تعداد صرف ۷۰۰ ہے۔ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ”کہ کسی کے پاس زائد علم یا ضخیم کتاب کے ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کو اپنے علوم دوسروں تک پہنچانے کے مواقع بھی اتنے ہی زیادہ ملے ہوں؟ ایسے علماء ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں کہ علوم کے بحرِ خار ہونے کے باوجود ان کو اپنے علوم دوسروں تک پہنچانے کے اتنے مواقع فراہم نہیں ہوتے، جتنے ان سے کم علم رکھنے والوں کو میسر آ جاتے ہیں۔

ایک عالم اگر کسی مرکزی مقام پر ہو اور اس کا مشغلہ ہی شب و روز تدریس و تبلیغ کا ہو تو شاگردوں کے ذریعے اس کے علوم کا پورا ذخیرہ دوسروں تک پہنچتا اور منتقل ہوتا رہا ہے۔ لیکن دوسرا عالم اگرچہ اس سے زیادہ علوم رکھتا ہو لیکن وہ کسی مرکزی مقام پر نہ ہو یا اسے دوسرے مشاغل بھی رہتے ہوں تو اس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ اتنی کثرت سے دوسروں تک نہیں پہنچ پاتے۔

یہاں بالکل یہی صورت پیش آئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ منورہ میں تھے جو اس وقت علوم نبوت کا سب سے بڑا سرچشمہ تھا، طالبانِ علم سب سے پہلے اسی کا رخ کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ حال تھا کہ مدینہ میں ان کا کوئی خاندان تھا، نہ رشتہ داریاں، نہ گھریلو ذمہ داریاں۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد شب و روز تدریس و تبلیغ میں روایت حدیث ہی کو اپنا مشغلہ بنادیا تھا، چنانچہ جن حضرات نے ان سے حدیثیں روایت کیں ان کی تعداد آٹھ سو بیان کی گئی ہے۔ لہذا ان کی روایت کردہ حدیثیں اطرافِ عالم میں پھیلتی چلی گئیں، برخلاف حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے کہ ان کا قیام مصر و شام وغیرہ میں اپنے والد ماجد حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ رہا جو مصر کے گورنر ہونے کے باعث نظم حکومت اور جہاد وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، اپنے والد ماجد کے ساتھ ان کو جنگ صفین میں بھی شریک ہونا پڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کو اپنی مکتوب احادیث پھیلانے کے ایسے مواقع فراہم نہ ہو سکے جو حضرت ابو ہریرہؓ کو حاصل تھے، اس لیے ان کی تحریر کردہ حدیثیں ہم تک پوری نہیں پہنچ سکیں۔“ مفتی محمد رفیع، کتابت حدیث، ص: ۷۴

(ب) ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”لَمْ نَدُونَ الْأَحَادِيثَ وَلَمْ نَمْلُهَا“ ①

ہم نہ تو احادیث لکھا کرتے تھے اور نہ ہی اس کی املا کرایا کرتے تھے۔

(ج) ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ”لَا نَكْتُمُ وَلَا نَكْتُبُ“ ② (نہ ہم چھپاتے ہیں اور نہ ہی ہم (احادیث) لکھتے ہیں)۔

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے۔

دوسری روایات وہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے احادیث لکھی تھیں۔

(ا) حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ ”ابو ہریرہؓ کے ایک شاگرد حسن بن عمرو کا قول ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے سامنے

ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا تو میں نے عرض کیا یہ حدیث تو میں نے آپ ہی

سے سنی ہے تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ”إِنْ كُنْتَ سَمِيتَهُ مَنِ فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدِي“ (اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے

سنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی)۔ حسن بن عمرو کہتے ہیں اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے

اپنے ساتھ گھر لے گئے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی کتب دکھائیں چنانچہ وہ حدیث انھیں مل گئی تو کہنے

لگے: ”قَدْ أَخْبَرْتُكَ إِنِّي إِنْ كُنْتَ حَدَّثْتُكَ بِهِ فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدِي“ ③ (میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہے تو میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہوگی)، ابن عبد البر نے اس روایت پر اعتراض کیا ہے

کہ یہ روایت پہلی روایت کے خلاف ہے کہ عبد اللہ بن عمرو لکھا کرتے تھے اور ابو ہریرہؓ نہیں لکھا کرتے

تھے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک سند کے لحاظ سے نہ لکھنے والی حدیث زیادہ بہتر ہے ④۔

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں:

”ہمارے نزدیک ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں، حضرت عبد اللہ بن عمروؓ حیات رسول ﷺ

میں ہی احادیث لکھا کرتے تھے اور اس وقت ابو ہریرہؓ نہیں لکھتے تھے۔ لیکن بعد میں ابو ہریرہؓ نے

احادیث لکھ کر محفوظ کر لی ہوں گی۔ کیونکہ شاید انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ حافظہ

کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے“ ⑤

(ب) ایک دوسری روایت میں خود حضرت ابو ہریرہؓ کے مطابق ان کے پاس پانچ اجولہ ⑥ کے قریب لکھی ہوئی احادیث تھیں ⑦

① ابو یوسف، کتاب العلم، ص: ۱/۱۱ ② الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۳۲

③ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۸۴/۱ ④ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۸۴/۱

⑤ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۹۷ ⑥ اجولہ کا معنی کوشش بسیار کے نہیں مل سکا۔

⑦ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۸۱/۱

- (ج) حافظ ابن حجر نے ابن وہب کا قول بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھے اپنی لکھی ہوئی کتب دکھائیں ①۔
(د) حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک دوسرے شاگرد جن کا نام بشر بن نہیک ہے انھوں نے بھی آپ کی مرویات لکھی تھیں۔

ان کا بیان ہے:

”كنت أكتب ما أسمع من أبي هريرة فلما أردت أن أفارقه أتيت به فقرأت عليه وقلت له هذا ما سمعت منك قال نعم“ ②

میں جو احادیث ابو ہریرہؓ سے سنتا تھا اسے لکھ لیتا تھا جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو میں ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انھیں پڑھ کر سنائی اور ان سے پوچھا یہ سب وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنیں ہیں تو انھوں نے فرمایا جی ہاں۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں: ”اس روایت کی سند پر بھی بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے۔ لیکن بشر بن نہیک نے واقعی حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث لکھی ہیں اور اپنے لیے ایک مجموعہ تیار کیا، پھر انھیں آگے بیان کرنے کے لیے ابو ہریرہؓ سے اجازت بھی لی۔ یہ بات کئی طرق سے ثابت ہے“ ③۔

- (و) ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ کی مرویات کا ایک مکمل نسخہ عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان گورنر مصر کے پاس بھی تھا کیونکہ انھوں نے ایک مرتبہ کثیر بن مرہ کو لکھا۔

”أن يكتب إليه بما سمع من أصحاب رسول الله ﷺ من أحاديثهم إلا حديث أبي هريرة فإنه عندنا“ ④

تم نے رسول ﷺ کے صحابہؓ سے جو احادیث سنی ہیں وہ میرے پاس لکھ کر بھیج دو ما سوائے ابو ہریرہؓ کی حدیث کے کہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔

- (ہ) اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کے ایک مشہور شاگرد ہمام بن منبہ ہیں جنھوں نے آپ سے تقریباً ڈیڑھ سو احادیث لکھی ہیں جس کا نام انھوں نے ”الصحيحة الصحيحة“ رکھا ⑤۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس احادیث کی بہت سی کتب محفوظ تھیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابوں میں ان کے تمام مرویات لکھ لی گئی تھیں۔ مزید برآں یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی میں ہی ان کے تلامذہ نے ان کی احادیث کے نسخے تیار کر لیے تھے۔

① ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۸۴/۱

② الداری، سنن داری، باب من رخص فی کتاب العلم، نمبر ۴۳، ص: ۱۰۵/۱ ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳/۷

④ الاعظمی، دراسات، ص: ۹۷ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۲۸/۷

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶۴/۲

احادیث کی تدوین کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی مذکورہ بالا متضاد روایات کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں:

”حضرت ابو ہریرہؓ نہ صرف پڑھے لکھے تھے بلکہ انھیں علمی ذوق شروع ہی سے رہا۔ حیرت نہ ہو کہ یمن کے متمدن اور ترقی یافتہ علاقے سے آرہے تھے جہاں سبا و معین کا تمدن شہر روما کے قیام سے ہزاروں برس پہلے اوج عروج کو پہنچ چکا تھا اور جس کی روایتیں یہودی اور عیسائی حکومتوں کے زمانے میں بھی مسلسل چلی آتی رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہی قرآن حدیث اور عام مشاہدات بارگاہ نبوی ہر چیز کو لکھنے لگے تو خلط بحث کر جانے کے خوف سے رسول اکرم ﷺ نے ان کو شروع میں قرآن کے سوا دوسری چیزیں لکھنے سے منع کر دیا۔ جس پر انھوں نے اپنے ذخیرہ (جو غالباً اونٹ بکری کی شانے کی ہڈیوں وغیرہ پر مشتمل تھا) جلا ڈالا لیکن بعد میں جب قرآن کو اچھی طرح حفظ کر لیا تو یہ ممانعت باقی نہ رہی“ ①۔

ان روایات کے مابین ایک دوسری تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم کر دی جائے: ابتدائی زندگی: ابتدا میں حضرت ابو ہریرہؓ کا حافظہ بہت زیادہ قوی تھا اور جب آپ کو اپنے حافظے کے بارے میں کمزوری محسوس ہوئی تو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی ②۔ اس دعا کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ”فأصحت لا أسقط حرفاً مما حدثني“ ③ (پھر میری یہ کیفیت ہو گئی کہ آپ ﷺ نے جو کچھ بیان کیا مجھ سے اس سے ایک حرف ضائع نہ ہوا)۔ چنانچہ اس دور میں حضرت ابو ہریرہؓ تمام حدیث کو اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتے اور لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے اس پختہ حافظے کی وجہ سے مروان بن حکم نے آپ کا امتحان لیا تھا ④۔

یہ بھی ممکن ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عمرؓ کے خوف سے احادیث نہ لکھی ہوں کیونکہ حضرت عمرؓ نے احادیث لکھنے پر سزا مقرر کر رکھی تھی ⑤۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا زمانہ ختم ہو گیا تو آپ نے باقاعدہ حدیث پر توجہ دی اور علم کی مجالس قائم کیں ⑥۔

① محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۶۸

② ابن حجر، تہذیب التہذیب ص ۲۶۶/۱۱ ③ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۲۶/۱ ④ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۲/۲

⑤ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۷۶/۱ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۳/۱

⑦ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۸۱/۱ ⑧ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۲/۲ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۳/۱

واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن حکم نے ان کا امتحان اس طرح لیا کہ ایک دن انھیں بلایا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد احادیث پوچھنی شروع کیں، پردے کے پیچھے ایک کاتب بٹھا دیا تھا، جو حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ احادیث خفیہ طور پر لکھتا جاتا تھا۔ کاتب کا بیان ہے کہ ”مروان پوچھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا، اس طرح بہت سی احادیث ہو گئیں۔ پھر مروان نے سال بھر خاموش رہنے کے بعد انھیں دوبارہ بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھا دیا، وہ پوچھتا گیا اور میں پچھلے سال کی تحریر کو دیکھتا گیا، انھوں نے نہ ایک حرف زیادہ کیا نہ ایک حرف کم“۔ البخاری، کتاب السنن، ص: ۳۳

⑩ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۴۱ ⑪ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۲/۷

⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷/۱ ⑬ الراہر مزنی، المحدث الفاصل، ص: ۶۶

⑭ ابن خلیل، المسند، ص: ۲۷۵/۲ ⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۱/۱ ⑯ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۳/۲

آخری دور: زندگی کے آخری ایام میں جب حضرت ابو ہریرہؓ کا حافظہ کچھ کمزور پڑ گیا تو آپ نے احادیث لکھنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ آپ نے اپنی تمام روایات خود لکھ کر یا دوسروں سے لکھوا کر محفوظ کر لیں۔ یہاں یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا شمار ان صحابہ کرامؓ میں سے ہوتا ہے جو حدیث کی کتابت کو جائز قرار دیتے تھے، اسی لیے آپ کے تلامذہ نے نہ صرف احادیث کے ذخیرے کو جمع کیا بلکہ جمع کرنے کے بعد نظر ثانی کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے پیش کر کے آپ سے اس کی موافقت حاصل کر لیتے تھے^①۔ یہی وجہ ہے مدینہ منورہ میں حدیث کے بڑے بڑے حلقے قائم ہوتے جن میں بے شمار علم کے مشتاق حاضر ہو کر علم کی پیاس بجھاتے اور یہ وہی تلامذہ تھے جنہوں نے بعد میں حضرت ابو ہریرہؓ کے علمی حلقے سے استفادہ کر کے احادیث کے ذخائر کو مدون کیا^②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

ابو صالح السمان: آپ کے پاس ابو ہریرہؓ کی طرف سے ایک نسخہ تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں: بخاری نے سہیل بن صالح کی روایت ترک کر دی ہے کیونکہ یہ اپنے باپ سے ”سماع صحیفہ“ کے بارے میں مشکوک ہے۔ امام مسلمؒ نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ یہ کبھی اپنے بھائی ”عن أخيه عن أبيه“ سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبد اللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور کبھی ”عن الأعمش عن أبيه“ سے روایت کرتے ہیں۔ اگر ان کی ”سماع صحیفہ“ کے بارے میں حقیقت ہوتی تو وہ سب کا سب اپنے باپ سے ہی روایت کرتے۔ مگر وہ کئی اشخاص سے روایت کرتے ہیں^③۔

ابن حجر فرماتے ہیں: ”وہ حضرات جن کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور بخاری ان کی روایات بیان کرنے میں منفرد ہیں ان کی احادیث کثرت سے تخریج نہیں ہوئیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے پاس کوئی بڑا نسخہ تھا جس کو وہ تمام کا تمام یا اکثر بیان کرتے۔ مگر وہ عکرمہ عن ابن عباسؓ کے سلسلہ سے بیان ہوا ہے بخلاف امام مسلمؒ کے کہ انہوں نے ان کے نسخے کا اکثر و بیشتر حصہ روایت کیا ہے۔ جیسے ”ابو زبیر عن جابر“ کا نسخہ اور ”سہیل عن أبيه“ کا نسخہ^④۔ ان تمام روایات سے اس بات پر استدلال ہوتا ہے کہ ابو صالح کے پاس ابو ہریرہؓ سے سنا ہوا ایک صحیفہ موجود تھا۔

اعمش نے ابو صالح سے ایک ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ جن کو انہوں نے ابو ہریرہؓ سے سنا تھا^⑤۔ اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم (م ۹۶ھ) حدیث کے زرگر تھے۔ میں ان کے پاس حدیث لے کر آتا تو جو احادیث ابو صالح عن ابی ہریرہؓ کے طریق سے مروی ہوتیں وہ انہیں لکھ لیتے^⑥۔

بشیر بن نہیک: بشیر کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جب میں ان سے الوداع ہونے لگا میں نے کہا: اے ابو ہریرہؓ! میں نے آپ سے کتاب لکھی ہے کیا میں آپ سے روایت کروں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں مجھ سے روایت کرو^⑦۔

① ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۲۰۹/۴ ② الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۲/۲

③ ابن خلیل، المسند، ص: ۲۵۵/۲ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۱/۱ ⑤ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۳۲/۲

⑥ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۳/۱ ⑦ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲۳/۱

⑧ ابن الجعد، المسند، ص: ۸۰ ⑨ ابن خلیل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۳۰/۱

⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳/۷ ⑪ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، ص: ۱۳۶/۱

سعید المقبری: ابن عجلان کہتے ہیں کہ سعید مقبری ابو ہریرہؓ سے براہ راست روایت کرتے تھے اور اپنے باپ کے واسطے سے بھی ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے تھے اور کبھی ”عن رجل عن أبي هريرة“ سے بھی روایت کرتے تھے چونکہ اس آدمی کا نام ان کے ذہن میں خلط ملط ہو گیا تھا اس لیے وہ براہ راست ابو ہریرہؓ سے بیان کر دیتے تھے ①۔ ابن حبان نے اس قصے پر یہ کہہ کر تعلیق لگائی ہے کہ یہ کوئی سقم نہیں جس سے کوئی راوی کمزور ہو جائے۔ کیونکہ تمام صحیفہ فی نفسہ صحیح ہے ②۔

عبدالعزیز بن مروان: عبدالعزیز نے کثیر بن مرثد الحضرمی کو خط لکھا کہ تم نے اصحاب رسول ﷺ سے جو احادیث سنی ہیں وہ لکھ کر بھیجو مگر ابو ہریرہؓ کی احادیث مت بھیجنا کیونکہ وہ میرے پاس لکھی ہوئی موجود ہیں ③۔

عبداللہ بن ہرمز: انھوں نے ابو ہریرہؓ کی بعض روایات تمیم حیثانی کی طرف لکھ کر بھیجیں ④۔

عبید اللہ بن موصی القرشی: عبید اللہ کے بیٹے یحییٰ اپنے باپ کے واسطے سے ابو ہریرہؓ کا ایک نسخہ بیان کرتے تھے۔ نسخے کا اکثر حصہ ٹھیک نہیں تھا۔ انھوں نے اپنا صحیفہ یحییٰ القطان کو دیا تھا مگر وہ اس سے روایت نہیں کرتے تھے ⑤۔

عقبہ بن ابی الحساء: امام ذہبی نے ان کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

”حدثنا فرقد بن الحجاج سمعت عقبه بن ابي الحساء سمعت أبا هريرة

يقول..... قلت وهذه نسخة حسنة وقعت لي و غالب أحاديثها محفوظة.....“ ⑥

”ہیں فرقد بن حجاج نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن ابی الحساء سے سنا، وہ کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا..... پھر میں نے کہا یہ حسنہ کا نسخہ جو مجھے ملا ہے۔ اور اس کی اکثر احادیث محفوظ ہیں۔“

محمد بن سیرین: علی بن المدینی کہتے ہیں کہ میرے پاس محمد بن سیرین کے خاندان کا ایک آدمی آیا اس کے پاس محمد بن سیرین کا وہ نسخہ تھا جو انھوں نے ابو ہریرہؓ سے لکھا تھا۔ اس نسخہ کی ابتداء میں یہ درج تھا:

”هذا ما حدثنا أبو هريرة قال أبو القاسم كذا وقال أبو القاسم كذا“۔

یہ وہ حدیث ہے جو ہمیں حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کی ہے ابو القاسم نے یوں فرمایا اور ابو القاسم نے یوں فرمایا۔

یہ نسخہ ایک پرانے ورق پر تھا جو یحییٰ بن سیرین کے پاس تھا کیونکہ وہ اپنے پاس کوئی کتاب رکھنا پسند نہیں کرتے تھے اور حدیث کے بالکل نیچے یہ لکھتے تھے ”هذا حديث أبي هريرة“ اور دونوں فقروں کے درمیان فاصلہ رکھتے تھے پھر کہتے: کہ ابو ہریرہؓ نے اس طرح کہا۔ علی بن المدینی کہتے ہیں: ”ہر دسویں حدیث کے بعد اس کے ارد گرد نقطے تھے“ ⑦۔

مروان بن حکم: مروان کا کاتب ابو الزعیمز عہد کرتا ہے کہ مروان نے ابو ہریرہؓ کو بلایا اور ان سے احادیث پوچھنے لگا اور مجھے

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۴

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۸/۷ ④ ابن حبان، المستدرک، ص: ۵۳۱/۲

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۳/۱۱ ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۰۴/۲

⑦ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۳/۲ ⑧ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۱۷۳

ایک پردے کے پیچھے بٹھا دیا۔ میں بھی ابو ہریرہؓ کی احادیث لکھتا رہا۔ جب ایک سال گزر گیا تو اس نے ابو ہریرہؓ کو پھر بلایا اور مجھے پردے کے پیچھے بٹھا کر ان احادیث کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ ابو ہریرہؓ نے ان احادیث پر نہ زیادتی کی اور نہ کمی کی نہ کسی کو آگے کیا اور نہ پیچھے کیا^(۱)۔

ہمام بن منبہ: آپ کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک صحیفہ تھا۔ حافظ ابن حجر نے المیوتی کی احمد سے روایت نقل کی ہے کہ ہمام غزوات میں حصہ لیا کرتے تھے اور اپنے بھائی وہب سے کتب خرید کرتے تھے۔ انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور تقریباً ایک سو چالیس احادیث سنی، جو ایک اسناد رکھتی ہیں۔ معمر نے ان کا زمانہ پایا، جب کہ یہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی بھنویں ان کی آنکھوں پر گر گئی تھیں، ہمام نے ان کو یہ احادیث پڑھ کر سنانا شروع کیں لیکن جب تھک گئے، تو معمر نے رسالہ ہاتھ میں لے لیا اور باقی خود پڑھ کر سنایا.....^(۲)۔ اس صحیفہ کی تمام احادیث مسند احمد الجامع الصحیح، صحیح مسلم، اور جامع الترمذی میں پائی جاتی ہیں^(۳)۔

۱۸۔ حضرت سمرة بن جندبؓ (م ۵۹ھ)

حضرت سمرة بن جندبؓ نے حدیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا جس کا نام "نسخہ"^(۴) رکھا۔ یہ مجموعہ "صحیفہ"^(۵)، "رسالہ"^(۶) اور کتاب کے نام سے بھی معروف و مشہور ہے^(۷)۔

حدیث کا یہ مجموعہ ان کے بیٹے سلمان بن سمرةؓ کو وراثت میں ملا، اس کی ایک نقل حسن بصری کے پاس بھی تھی جس سے یہ دونوں حضرات احادیث روایت کیا کرتے تھے^(۸)۔ ابن سیرین نے اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"فی رسالة سمرة إلى بنیہ علم كثير"^(۹)

"سمرة نے اپنے بیٹوں کے لیے جو رسالہ لکھا اس میں بہت علم پایا جاتا ہے۔"

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: "کہ سلیمان نے اپنے باپ کے حوالے سے ایک بڑا رسالہ (نسخہ کبیرہ) روایت کیا ہے"^(۱۰)۔ ایک

دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے اپنے باپ سے ایک لکھا ہوا نسخہ حاصل کیا ہے^(۱۱)۔

① الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۳۱/۲ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۷۴/۱، ۶۷۱/۱۱

③ محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ۹۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۸/۳

⑤ گولڈ زیبر، دراسات اسلامیه، ص: ۲۳/۲ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۳

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۸/۳ ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷ ⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۸/۲

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۳ ⑫ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۷۹/۲ ⑬ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۵۹

⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۹/۲، ۱۹۸/۳ ⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۶/۳

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

حسن بصری: حسن بصری نے آپ سے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے ①۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حسن بصری نے سمرہ سے سنا ہے یا نہیں لیکن اس بات میں اختلاف نہیں کہ حسن بصری حضرت سمرہ سے ایک کتاب یا صحیفہ روایت کرتے ہیں۔ ان کے صحیفہ کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں:

”فی أحادیث سمرة التي يرويها الحسن عنه سمعنا أنها من كتاب“ ②

حضرت سمرہ کی وہ احادیث جو حسن بصری روایت کرتے ہیں ہم نے سنا ہے وہ ایک کتاب سے ہیں۔

ابن عون کہتے ہیں: ”میں نے حسن کے پاس حضرت سمرہ کی کتاب دیکھی اور میں نے اس کو آپ کے سامنے پڑھا بھی ہے ③۔ امام نسائی کہتے ہیں حسن بصری، حضرت سمرہ کی کتاب سے روایت کرتے ہیں نیز حسن نے حضرت سمرہ سے صرف عقیقہ کی روایت سنی ہے ④۔ طبرانی کی ”معجم الکبیر“ میں اس کتاب کا ایک حصہ محفوظ ہے ⑤۔

سلمان بن سمرہ: آپ کی طرف حضرت سمرہ نے ایک رسالہ لکھا۔ سنن ابی داؤد اور دوسری کتب حدیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ حبیب روایت کرتے ہیں:

”عن سلمان بن سمرة عن ابيه سمرة انه كتب إلى ابنه أما بعد فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا“ ⑥

سلمان بن سمرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے بیٹے کی طرف لکھا۔ اما بعد! بے شک رسول اللہ ﷺ میں حکم دیا کرتے تھے.....

یہ بھی مروی ہے کہ مروان بن جعفر بن سعد بن سمرہ کے پاس سمرہ کی احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں ⑦۔

۱۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۳ ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بہت بڑے امام احبار، عابد اور زاہد صحابی رسول تھے ⑧۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کرام بیٹھے تھے میں سب سے کم عمر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار“

- ① ابن حجر، تہذیب تہذیب، ص: ۲۶۹/۲ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷ ③ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۶۹/۳
- ④ ابن ضیل، العلل، ص: ۱۳۷/۱ ⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۲۲/۱
- ⑥ النسائی، سنن النسائی، کتاب العقیقہ، باب عن الغلام شاتان، حدیث نمبر ۴۲۲۶، ص: ۵۸۹
- ⑦ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۲۰۸/۳ ⑧ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث نمبر ۴۵۶، ص: ۷۷
- ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷ ⑩ ابن حجر، تہذیب تہذیب، ص: ۲۶۷/۲
- ⑪ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۳/۳

النار" ① (جس آدمی نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے)۔ جب صحابہؓ باہر نکلے تو میں نے کہا: اس حدیث کے سننے کے بعد بھی تم لوگ احادیث بیان کرتے ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ ہنس پڑے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! جو کچھ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، وہ سب ایک کتاب میں محفوظ ہے ②۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں:

”آپ کی کتابت بھی بہت اچھی تھی۔ گویا کہ آپ کو اس واقعہ کی وجہ سے حدیث لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور آپ نے احادیث رسول ﷺ لکھنا شروع کر دیں ③۔

آپ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: ”میں نبی کریم ﷺ سے جو چیز بھی سنتا اسے لکھ لیتا تھا تا کہ وہ محفوظ ہو جائے۔ قریش نے مجھے منع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی غصہ میں ہوتے ہیں اور کبھی خوش ہوتے ہیں۔ تم ان کی ہر چیز کیوں لکھتے ہو؟ چنانچہ میں نے کتابت حدیث چھوڑ دی اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔“ نبی ﷺ نے فرمایا:

”أكتب فوالذي نفسي بيده ما خرج منه إلا حق“..... ④

”تم لکھو، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میرے منہ سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔“

حضرت ابو ہریرہؓ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اصحاب رسول ﷺ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہیں تھیں۔ البتہ عبداللہ بن عمروؓ کے پاس

تھیں کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا“ ⑤

عبداللہ بن عمروؓ نے جس صحیفہ میں یہ احادیث قلمبند کی تھیں، اس کا نام ”الصحيفة الصادقة“ تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

”الصادقة صحيفة كتبتها من رسول الله ﷺ وقال هي صادقة“ ⑥

صادقہ ایک صحیفہ ہے جسے میں نے نبی ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور اس کا نام ”صادقہ“ ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

هذه الصادقة فيها ما سمعته من رسول الله ﷺ وليس بيني وبينه أحد ⑦

”یہ صادقہ ہے میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کوئی نہیں تھا۔“

① یہ حدیث متواتر لفظی کے قبیل سے ہے۔ جسے ستر سے زائد صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، حدیث نمبر ۱۱، ص: ۲۴

② ابیہی، مجمع الزوائد، ص: ۱۵۱/۱ ③ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۱۲۲

④ ابن خنبل، المسند، ص: ۱۲/۲ ⑤ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۲۸۳، ص: ۱۳۶/۱

⑥ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۸/۳ ⑦ الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۲۸۳، ص: ۱۳۶/۱

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۵/۲ ② الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۲۹۶، ص: ۱۳۸/۱

③ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۸۵/۳ ④ الراہر مزی، المحدث الفاضل، ص: ۳۳ ⑤ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۱۵۶

⑥ ابن خنبل، المسند، ص: ۲۳۲/۹ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۵/۳، ۱۸۹/۷، ۹/۲ ⑧ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۲۳۳/۳

آپ کو یہ صحیفہ بہت عزیز تھا، آپ فرماتے ہیں:

ما یرغبنی فی الحیاة إلا خصلتان الصادقة والوهظ فأما الصادقة فصیحة کتبتھا من

رسول اللہ ﷺ و أما الوهظ فأرض تصدق بها عمرو بن العاص کان یقوم علیہا۔^(۱)

دو چیزوں کی وجہ سے مجھے زندگی عزیز ہے۔ ایک تو صحیفہ صادقہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھا ہے اور دوسری الوهظ نامی زمین جو مجھے عمرو بن العاص نے عطا کی ہے۔

معمر نے ہمام سے اور انھوں نے ابو ہریرہؓ سے یہ بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اپنے پاس جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام ”الصحیفۃ الصادقۃ“ رکھا ہے۔ کہتے ہیں اس میں ایک ہزار احادیث تھیں^(۲)۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے: ”حفظت عن النبی ﷺ ألف مثل“^(۳) (میں نے نبی ﷺ سے ایک ہزار مثل یاد کی ہیں)۔ ممکن ہے کہ مثل سے مراد آپ کی حدیث ہی جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ صحیفہ ایک ہزار احادیث پر مشتمل تھا۔

تاہم ڈاکٹر محمد حمید اللہ مذکورہ بالا قول کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”یہاں غالباً سادہ ضرب المثلیں مراد نہیں ہیں۔ اس حوالے میں کتاب یا صحیفہ صادقہ کا بھی صراحت سے ذکر نہیں ہے“^(۴)۔

یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا^(۵)۔ امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس آیا۔ میں نے ان کے بستر کے نیچے سے ایک صحیفہ اٹھانا چاہا۔ لیکن انھوں نے مجھے اٹھانے سے منع کر دیا۔ میں نے پوچھا، آپ مجھے کس چیز سے منع کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا:

”هذه الصادقة ما سمعت من رسول الله ﷺ ليس بيني وبينه أحد إذا

سلمت لي هذه وكتاب الله والوهظ فلا أبالي على ما كانت عليه الدنيا“^(۶)

یہ (صحیفہ) ”صادقہ“ ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان اور کوئی نہیں تھا۔ جب تک یہ (صحیفہ) اور اللہ کی کتاب اور ”الوهظ“ کی زمین میرے پاس محفوظ ہے، مجھے دنیا کی کسی چیز کی پروا نہیں۔

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں: کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس ہر چیز لکھا کرتے تھے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ عبداللہ بن عمرو سے سعد بن عفیر نے روایت کی ہے^(۷)۔

① الدارمی، سنن دارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۹۶، ص: ۱/۱۳۸

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۸

③ محمد حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۵۰

④ ابن الاثیر، أسد الغابۃ، ص: ۳/۲۳۳

⑤ الخطیب، جامع بیان العلم، ص: ۱/۸۶

⑥ الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۳/۵۸

⑦ الرازمی، المحذات الفاضل، ص: ۳۶۷

⑧ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۸۳

⑨ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳/۲۸

ابو راشد حمرانی کہتے ہیں: میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس آیا تو میں نے ان سے کہا کہ ہمیں حدیث رسول اللہ ﷺ بیان کریں تو انھوں نے ہمارے سامنے ایک "صحیح" رکھ دیا اور کہا، کہ یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا ہے، میں نے اس میں دیکھا، تو اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے صبح اور شام کے لیے کوئی وظیفہ سکھائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يا أبا بكر! قل اللهم فاطر السموات.....))^(۱) (اے ابو بکر! کہو اے اللہ آسمانوں کو پیدا کرنے والا.....)

تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے فتاویٰ بھی جمع کیے تھے^(۲)۔ عمرو بن شعیب کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمروؓ کی کتاب میں حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ پایا: "إذا عبث المعتوه بامرأته أمر وليه أن يطلق"^(۳) (جب کوئی بیوقوف آدمی اپنی بیوی سے فضول لڑائی جھگڑے کرے، تو اس کا ولی اس کو طلاق دینے کا حکم دے)۔

درج ذیل روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے پاس احادیث نبویہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع تھا۔

(۱) ابو قبیل کہتے ہیں: ہم عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ قسطنطینیہ اور روم میں

سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ آپ نے ایک صندوق منگوایا جس پر حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اس میں سے کتاب

نکالی اور اس سے پڑھ کر کہا، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ

قسطنطینیہ اور روم میں سے پہلے کون سا شہر فتح ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "ہر قل کا شہر پہلے فتح ہوگا"^(۴)۔

(ب) بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ "أدعيه ماثورہ" بھی لکھا کرتے تھے اور انھیں بچوں کی گردن میں تعویذ بنا کر لٹکایا کرتے تھے^(۵)۔

(ج) عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ: "ہم عبداللہ بن عمروؓ کے پاس بیٹھے تھے کہنے لگے کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ

سکھاؤں، جو رسول اللہ ﷺ سکھایا کرتے تھے؟ پھر انھوں نے ہمارے سامنے ایک کاغذ نکالا۔ اس میں لکھا تھا:

"اللهم فاطر السموات....."^(۱) (اے اللہ آسمانوں کو پیدا کرنے والے.....)

(د) آپ سریانی زبان بھی جانتے تھے۔ شریک بن خلیفہ کہتے ہیں:

"رأيت عبدالله بن عمرو يقرأ بالسريانية"^(۲)

"میں نے عبداللہ بن عمروؓ کو سریانی زبان میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(ه) آپ کو اہل کتاب کی بہت ساری کتب بھی ملی تھیں۔ جنہیں آپ پڑھا کرتے تھے۔ گویا "تقابل ادیان" کا مطالعہ

کرتے تھے اور ان کتب سے معلومات بھی روایت کیا کرتے تھے^(۳)۔

① الدار قطنی، سنن دار القطنی، ص: ۶۵/۴

② ابن جنبل، المسند، ص: ۱۷۶/۲

③ ابن حبیہ، المسند، ص: ۴۱

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۲/۱

① ابن جنبل، المسند، ص: ۱۹۶/۲

② الدار قطنی، سنن دار القطنی، ص: ۶۵/۴

③ البخاری، کتاب فلق ابدال العباد، حدیث نمبر ۵۷

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۹۵/۷

(و) حدیث کے صحائف کے علاوہ آپ نے مغازی پر بھی کتاب لکھی تھی ①۔ ظاہر ہے اس (مغازی) میں بھی احادیث رسول ﷺ کا ایک وافر حصہ موجود ہے۔

(ی) نیز آپ اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔ ابوسبرۃ کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد رسول اللہ ﷺ کے حوض کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ جب اس نے ابو برزہؓ، البراء بن عازب اور عائد بن عمرو اور ایک دوسرے شخص سے معلوم کیا تو ان سب کو جھٹلانے لگا۔ ابوسبرۃ نے کہا: اچھا میں آپ کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس میں اس مسئلہ کی تسلی و تشفی ہو جائے گی۔ تمہارے باپ نے مجھے کچھ مال دئے کر حضرت معاویہؓ کی طرف بھیجا تھا۔ تو مجھے وہاں عبداللہ بن عمرو بن العاص ملے انھوں نے جو کچھ نبی کریم ﷺ سے سنا تھا مجھے لکھوایا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا، نہ کوئی حرف زیادہ کیا اور نہ ہی کم۔ ”عبید اللہ نے کہا: حوض کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح حدیث میں نے نہیں سنی۔ چنانچہ اس نے اس کی تصدیق کی۔ اور ”صحیفہ“ کو لے کر اپنے پاس رکھ لیا، ②

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں۔

ابوسبرۃ: ③

شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو: علی بن المدینی، عمرو بن شعیب کے بارے میں لکھتے ہیں ”جو کچھ ان سے ایوب اور ابن جریج روایت کریں وہ سب کا صحیح ہے اور اگر ”عمرو عن أبیه عن جدہ“ سے روایت کریں تو وہ اس کتاب سے ہے جو انھیں ملی تھی اور وہ ضعیف ہے“ ④۔ جبکہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ عمرو ثقہ راوی ہے، ایسی کوئی بات نہیں۔ لہذا جو کتاب ”عن أبیه عن جدہ“ ہے وہ بھی صحیح ہے ⑤۔ امام ابو عیسیٰ الترمذی کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب کو محض اس لیے ضعیف قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دادا (محمد بن عبداللہ) کے صحیفہ سے روایات بیان کرتے تھے ⑥۔

شفی بن ماتع: آپ کے پاس بھی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑦

عبدالرحمن (۲): ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں ”یہ معلوم نہیں کہ یہ عبدالرحمن بن سلمیٰ ہیں یا کوئی اور شخص“ ⑧۔ عبدالرحمن بن سلمۃ الحمصی: آپ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے احادیث سنی ہیں اور انھیں لکھ بھی لیا ہے۔ جب میں نے حفظ کر لیں تو انھیں مٹا دیا۔ ⑨

عبداللہ بن عمرو کے کاتب ⑩

عبداللہ بن رباح الانصاری ⑪

- | | | |
|---|------------------------------------|--|
| ① الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱۷۶/۳ | ② ابن حنبل، المسند، ص: ۱۶۲/۲ | ③ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۶۲/۲ |
| ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۵/۳ | ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۶/۳ | ⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۶۲/۲ |
| ⑦ الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی کراہۃ البیع و الشراء، حدیث نمبر ۳۲۲، ص: ۸۸ | ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۶۶/۳ | ⑨ الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۲۵ |
| ⑩ المتزیزی، الخطط، ص: ۲۳۳/۲ | ⑪ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۸۳/۲ | ⑫ ابن حنبل، المسند، ص: ۱۸۳/۲ |

۲۰. حضرت اسید بن حضیر الأنصاری (م ۶۴ھ)

حضرت اسید بن حضیر الأنصاری نے احادیث نبویہ لکھیں۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمانؓ کے قضایا بھی لکھے اور انھیں مروان کی طرف بھیجا^(۱)۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت اسید بن حضیر یمامہ^(۲) کے گورنر تھے۔ مروان نے ان کی طرف خط لکھا کہ حضرت معاویہؓ نے حکم بھیجا ہے کہ جس آدمی کی کوئی چیز چوری ہو گئی ہو اور جب وہ چوری پکڑ لی جائے تو اس کی قیمت کا وہ حقدار ہوگا۔ حضرت اسید بن حضیر کہتے ہیں کہ میں نے مروان کی طرف لکھا: نبی کریم ﷺ نے یہی فیصلہ دیا تھا اور یہی فیصلہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے بھی دیا تھا^(۳)۔

۲۱. ضحاک بن سفیان الکلابی (م ۶۴ھ)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کی طرف لکھا:

((أَنْ وَرَثَ امْرَأَةِ أَشِيمِ الضَّبَابِيِّ مِنْ دِيَّتِهِ))^(۴)

تم اشیم الضبابی کی عورت کو اس کی دیت میں سے ورثہ دو۔

یہی حدیث ضحاکؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو بھی لکھی۔ سعید بن مسیب کہتے تھے کہ: "دیت وراثہ کے لیے ہے۔ خاوند کی دیت میں سے بیوی کو کچھ نہیں ملے گا"۔ یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے انھیں نبی ﷺ کی یہ حدیث لکھ کر بھیجی:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَرَثَ امْرَأَةِ أَشِيمِ الضَّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا))^(۵)

بے شک نبی ﷺ نے اشیم ضبابی کی عورت کو اس کی خاوند کی دیت کا وارث بنایا۔

۲۲. حضرت ضحاک بن قیس الکلابی (م ۶۴ھ)

حضرت ضحاکؓ نے ایک رسالہ قیس بن الہیثم کی طرف لکھا اور اس میں بعض احادیث تحریر کیں۔ حسن کہتے ہیں: ضحاکؓ بن قیس نے یزید بن معاویہؓ کی وفات کے وقت قیس بن الہیثم کو خط لکھا:

① ابن خبیل، المسند، ص: ۱۹۲/۲

② یمامہ: جزیرہ عرب کے وسط میں ایک وسیع علاقہ ہے، پہلے اس شہر کا نام جو تھا۔ جس کی رہائشی ایک لڑکی زرقاء الیمامہ تھی، اس کی وفات کے بعد یہ شہر اسی کے نام سے منسوب ہو گیا، الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۲۶/۳۔

③ ابن خبیل، المسند، ص: ۲۲۶/۳

④ ابن ماجہ، المنتقى الحديث، ص: ۹۶۶ ⑤ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی المرأة ترث من دية زوجها، حدیث: ۲۹۲۷، ص: ۲۲۶

⑥ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب الميراث من الدية، حدیث: ۲۶۴۲، ص: ۳۸۱

⑦ مالک، الموطأ، کتاب العقول، باب ما جاء فی ميراث العقل والتغليظ فيه، حدیث نمبر ۹، ص: ۲۹۸ ⑧ الشافعی، الرسالة، ص: ۲۲۶

⑨ ابن الاثیر، أسد الغابة، ص: ۳۷/۳

((سلام عليك أما بعد فإنني سمعت رسول الله ﷺ.....)) ①

السلام علیکم اما بعد بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے.....

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے ضحاک بن قیس الکلابی کی طرف ایک خط تحریر کیا جس میں احادیث نبویہ لکھی ہوئی تھیں ②۔

۲۳. حضرت نعمان بن بشیرؓ (م ۶۵ھ)

آپ کے پاس احادیث رسول ﷺ لکھی ہوئی تھیں۔ آپ نے قیس بن الہیثم کو خط لکھا جس میں احادیث نبویہ بھی موجود تھیں ③۔ اسی طرح آپ نے ایک خط ضحاک بن قیس الکلابی کو بھی لکھا، جس میں احادیث لکھی ہوئی تھیں ④۔ درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- | | |
|--------------------|------------------|
| ۱۔ قیس بن الہیثم ⑤ | ۲۔ ضحاک بن قیس ⑥ |
| ۳۔ حبیب بن سالم ⑦ | ۴۔ قتادة ⑧ |

۲۴. حضرت زید بن ارقمؓ (م ۶۶ھ)

آپ کا شمار مجوزین کتابت حدیث میں سے ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی تھی ⑨۔

نضر بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کے زمانے میں حضرت انس بن مالک کی اولاد اور خاندان ہلاک ہو گیا، تو آپ نے ان کی طرف تعزیت کرتے ہوئے لکھا:

”اللهم اغفر للأنصار ولأبناء الأنصار“ ⑩

اے اللہ! انصار اور ان کے بیٹوں کی بخشش فرما۔

۲۵. حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ)

یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنی وفات کے بعد اتنی زیادہ تالیفات چھوڑیں کہ انھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے ایک اونٹ پر لادا جاتا تھا ⑪۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں صحابی کے

① امام احمد بن حنبل نے اپنی ”مسند“ میں ضحاک کی یہی ایک حدیث نقل کی ہے۔ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۵۳/۳

② ابن ابی خنیسہ، التاريخ، ص: ۱۳۴ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۸/۱۰

④ ابن ابی خنیسہ، التاريخ، ص: ۱۳۴ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۸/۱۰

⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۵۳/۳ ⑦ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۵۶/۴

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۳/۳ ⑨ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۷۰-۳۷۱/۴

⑩ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الأنصار و قریش، حدیث نمبر ۳۹۰۲، ص: ۸۷۹

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۶/۵

اس حدیث ہے، تو میں اس کے دروازے پر آتا، اگر وہ سو رہے ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر وہیں لیٹ جاتا، ہوائیں گرد و غبار اٹھا کر میرے اوپر ڈالتیں، جب وہ صحابی تشریف لاتے، مجھے کہتے: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد! آپ یہاں کیسے تشریف لائے۔ آپ مجھے پیغام بھیج دیتے میں خود ہی آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔ میں کہتا نہیں آپ کے پاس آنے کا حق میرا ہے کہ میں آپ سے حدیث کے بارے میں پوچھ سکوں ①۔

آپ کسی ایک شخص سے حدیث سن کر مطمئن نہیں ہوتے تھے، جب تک کہ تیس اشخاص سے اس کے بارے میں سوال نہ کر س۔ آپ خود بیان کرتے ہیں:

”إني كنت لأسأل عن الأمر الواحد ثلاثين من أصحاب النبي ﷺ“ ②

میں کسی ایک حدیث کے بارے میں نبی ﷺ کے تیس صحابہ سے سوال کرتا تھا۔

رافع بن خدیج کی زوجہ سلمیٰ بیان کرتی ہیں:

”رأيت عبد الله بن عباس يأتي إلى زوجي أبي رافع حاملاً معه ألواحاً

خشبية ليكتب أحاديث خاصة بأفعال النبي ﷺ“ ③

میں نے عبد اللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ میرے خاوند ابو رافع کے پاس لکڑی کی تختیاں اٹھائے ہوئے آتے اور ان

سے نبی ﷺ کے افعال سے متعلق احادیث کو لکھتے۔

عبد اللہ بن عباس کی عادت یہ تھی کہ نماز پڑھنے کے بعد آپ کے غلام آپ کے ساتھ بیٹھ جاتے، جب قرآن کی کسی آیت

کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوتا تو اسے دہراتے اور نوٹ کر لیتے پھر بعد میں اس کے بارے میں پوچھ لیتے تھے ④۔

آپ کی جلالت علمی کا تذکرہ موسیٰ بن عقبہ نے یوں کیا ہے:

”وضع عندنا كريب مولیٰ ابن عباس حمل بعير أو عدل بعير من كتب ابن

عباس.....“ ⑤

ابن عباس کے مولیٰ کرب نے ہمارے سامنے ابن عباس کی اتنی کتب رکھیں جو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر تھیں۔

ہذیل کہتے ہیں کہ اہل کوفہ نے مجھے کچھ مسائل دیئے کہ حضرت ابن عباس سے ان کا حال پوچھوں، چنانچہ میرے صحیفہ میں جتنے

سوالات تھے ان سب کا جواب عبد اللہ بن عباس نے دیا ⑥۔

① الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۳۰/۳ ② ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۳۱/۱

③ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۳۱/۳ ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۳/۲

⑤ الفسوی، التاريخ، ص: ۱۷۲/۲ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۹/۶

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۹/۶

امام ترمذیؒ نے ابن عباسؓ کے مولیٰ اور ان کے شاگرد عکرمہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ طائف سے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے، ان کے پاس آپ (یعنی عبداللہ بن عباسؓ) کی تحریرات تھیں، اور وہ آپ کی کتب کو نقل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ابن عباسؓ ان کو پڑھ کر املاء کرواتے گئے ①۔

حضرت سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ”ابن عباسؓ جو املاء کراتے تھے اسے وہ لکھتے جاتے اگر درس کے دوران کاغذ ختم ہو جاتا تو وہ اپنے لباس، ہتھیلی حتیٰ کہ اپنی چپل پر بھی لکھ لیتے پھر گھر جا کر اسے نقل کر لیتے“ ②۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ کے بیٹے علی بن عبداللہؓ کو جب اپنے والد عبداللہ بن عباسؓ کی کتب میں سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ کرب کو لکھ بھیجتے کہ میری طرف فلاں کتاب ارسال کرو، چنانچہ کرب مطلوبہ کتاب کو لکھ کر علی بن عبداللہؓ کی طرف بھیج دیتے ③۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا جب انتقال ہوا تو ان کے یہی بیٹے علی بن عبداللہؓ اپنے والد کی کتب کے وارث بنے۔ آپ کبھی کبھار اپنے شاگردوں کے لیے خود لکھا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگرد ابن ابی ملیکہ کے لیے حضرت علیؓ کے قضایا لکھے ④۔

طاؤس بن کیسان کا بیان ہے کہ: ”عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ بن ابی طالب کا وہ نسخہ بھی تھا جو کہ قضاء کے احکام پر مشتمل تھا جسے آپ اپنے کسی شاگرد کو املاء کروایا کرتے تھے ⑤۔

جہاں تک اپنے شاگردوں کو احادیث لکھ کر دینے کا تعلق ہے تو اس کی بے شمار مثالیں ہیں ①۔ آپ لوگوں کو اپنی کتب بھی پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ کی نظر کمزور ہو گئی تھی تو کسی آدمی کو بلا تے اور وہ آپ کی کتب سے پڑھ کر سناتا ②۔ درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں: ابن ابی ملیکہ: آپ بیان فرماتے ہیں:

”کتبت إلی ابن عباسؓ فكتب إلیّ أن النبی ﷺ قضی.....“ ③

میں نے ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا تو انھوں نے مجھے لکھا کہ نبی ﷺ نے فیصلہ دیا.....

① الترمذی، کتاب العلل، ص: ۸۹۶

② الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۱، ص: ۱۳۹/۱ ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۶/۵

④ الخطیب، تہقید العلم، ص: ۱۳۶ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۶/۵ ⑥ ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۱۱۴/۱

⑦ المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰

⑧ المسلم، مقدمة الصحيح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۲، ص: ۱۰

⑨ ابن جنبل، المسند، ص: ۲۲۳/۱، ۲۲۸، ۲۲۹ ⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۳

⑪ ابن جنبل، المسند، ص: ۲۴۳/۱، ۲۴۱

الحکم بن مقسم: آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے صرف چار احادیث سنی ہیں اور باقی تمام ان کی کتاب سے روایت کی ہیں ①۔

سعید بن جبیر: آپ کہتے ہیں: میں ابن عباسؓ کے پاس اپنی تختیوں پر احادیث لکھتا تھا۔ جب وہ بھر جاتیں تو پھر اپنے جوتے پر لکھتا تھا ②۔

علی بن عبد اللہ بن عباسؓ: آپ کے پاس بھی ابن عباسؓ کی احادیث لکھی تھیں ③۔

عکرمہ: آپ نے نزول قرآن کے بارے میں ابن عباسؓ کی لکھی ہوئی تفسیر بیان کی ہے ④۔

عمرو بن دینار: آپ فرماتے ہیں میں عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھتا نہیں تھا ⑤۔ میں کھڑے کھڑے آپ کی احادیث لکھا کرتا تھا ⑥۔

کریب: علی بن عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب میں حدیث لکھنے کا ارادہ کرتا تو کریب کو لکھتا کہ مجھے فلاں فلاں صحیفہ بھیج دو۔ وہ اس کے کئی نسخے تیار کرتا اور ایک مجھے بھیج دیتا ⑦۔

مجاہد: ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں میں نے مجاہد کو دیکھا کہ وہ ابن عباسؓ سے قرآن کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کی تختیاں بھی ہوتی تھیں۔ ابن عباسؓ اسے کہتے "اسے لکھتے رہو" حتیٰ کہ وہ ساری تفسیر لکھ لیتے ⑧۔

نجدۃ الحروری: یزید بن ہرمل کہتے ہیں کہ نجدہ نے ابن عباسؓ کی طرف خط لکھا جس میں چند مسائل تھے۔ جب ابن عباسؓ نے خط پڑھا میں دیکھ رہا تھا آپ نے اس خط کا جواب لکھا ⑨۔

۲۶. حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۷ھ)

حضرت براء بن عازب اپنے شاگردوں کو احادیث کی املاء کروایا کرتے تھے۔
دکیج کہتے ہیں:

”میرے والد عبد اللہ بن حنشل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب کے تلامذہ کو دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے سر کندوں سے اپنی ہتھیلیوں پر احادیث لکھ رہے تھے“ ⑩۔

امام حاکم نیشاپوری جب ۳۴۵ھ کو کوفہ گئے تو انھوں نے وہ جگہ دیکھی جہاں براء بن عازب درس و تدریس کی مجالس قائم کیا کرتے تھے ⑪۔

① السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱۳۸/۲ ② ابن خنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۵۰/۱

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۶/۵ ④ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۵۷

⑤ ممکن ہے کہ شاگردوں کے جہوم کی وجہ سے آپ ایسا کرتے ہوں۔

⑥ الغسوی، التاریخ، ص: ۵/۳ ⑦ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۷۸

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۶/۵ ⑨ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۳

⑩ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۳۲/۲ ⑪ ابن بابی، المنتقى الحديث، حدیث نمبر ۱۰۸۶، ص: ۹۶۶ ⑫ ابو نعیم، الاموال، ص: ۳۳۳

⑬ ابن خنبل، المسند، ص: ۳۰۸، ۲۹۳، ۲۳۸، ۲۳۳/۱ ⑭ الحمیدی، مسند، ص: ۲۳۳/۱ ⑮ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱۵۹/۵

⑯ البلاذری، انساب الاشراف، ص: ۵۱۷/۱

⑰ الداری، فنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر ۵۰۳، ص: ۱۲۸/۱ ⑱ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۱۰۵ ⑲ ابن ابی خیمہ، کتاب العلم، ص: ۱۳۳

⑳ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۱

۲۷. حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (م ۷۳ھ)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے قاضی عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ کی طرف لکھے گئے ایک خط میں نبی ﷺ کی ایک حدیث لکھی ①۔
عبداللہ بن ابی ملیکہ کا بیان ہے:

”كتب أهل الكوفة إلى ابن الزبير في الجد فقال أما الذي قال رسول الله
ﷺ ”لو كنت متخذاً من هذه الأمة لأتخذته“ أنزله أبا يعنى أبا بكر“ ②

اہل کوفہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی طرف دادا کے بارے خط لکھا تو حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے کہا وہ جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو اس امت سے دوست بنانا تو میں انھیں (ابوبکرؓ) بنانا، انھیں ”اب“ کے قائم مقام ٹھہرایا یعنی ابوبکرؓ،

۲۸. حضرت ابو سعید خدریؓ (م ۷۴ھ)

حضرت ابو سعید خدریؓ کے شاگرد آپ سے کتابت حدیث کی ممانعت بیان کرتے ہیں ③۔ ابو سعید خدریؓ کی حدیث ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لا تكتبوا عني و من كتب عني غير القرآن فليثمحه.....)) ④

مجھ سے قرآن کے علاوہ مت لکھو جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہے وہ اسے مٹا ڈالے۔

لیکن ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے احادیث اپنے لیے لکھی تھیں کیونکہ خطیب بغدادیؒ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

”ما كنا نكتب شيئاً غير القرآن و التشهد“ ⑤

ہم قرآن اور تشہد کے علاوہ کوئی چیز نہیں لکھا کرتے تھے۔

اس قول سے ایک واضح اشارہ ملتا ہے کہ آپ قرآن کے علاوہ احادیث بھی لکھا کرتے تھے کیونکہ تشہد بذات خود حدیث ہے
جو حدیث کی کتب میں موجود ہے ⑥۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں:

”اس بات کا بھی احتمال ہے کہ آپ نے کچھ احادیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف لکھی تھیں“ ⑦

① ابن جنبل، المسند، ص: ۴/۴

② البخاری، صحيح، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ ”لو كنت متخذاً خليلاً، حدیث نمبر ۳۵۶۸، ص: ۱۱۴

③ الخطيب، تقييد العلم، ص: ۳۶

④ المسلم، الصحيح، كتاب الزهد، باب التثبت في الحديث و حكم كتابة العلم، حدیث نمبر ۷۵۰۱، ص: ۱۲۹۷

⑤ الخطيب، تقييد العلم، ص: ۹۳

⑥ البخاری، الجامع الصحيح، كتاب الأذان، باب التشهد في الآخرة، حدیث نمبر ۸۳۱، ص: ۱۳۵

⑦ المسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة، حدیث نمبر ۹۰، ص: ۱۷۱

⑧ الاعظمی، دراسات، ص: ۹۵

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عباسؓ سے لین دین کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا ہاتھوں ہاتھ ہونی چاہیے (یعنی نقد)، میں نے کہا اچھا تو عبداللہؓ بن عباس نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد میں ابوسعید خدریؓ سے ملا اور آپ کو ابن عباسؓ کی بات بتائی کہ میں ابن عباسؓ سے ملا اور ان سے ”حرف“ (لین دین) کے بارے میں پوچھا، تو آپؓ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، تو ابوسعید خدریؓ کہنے لگے کہ آپ نے ایسا ہی کہا، میں ان کی طرف لکھوں گا کہ وہ آپ کو ایسا فتویٰ نہ دیں“ ①۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف جو کچھ بھی لکھا وہ حدیث ہی تھا۔

۲۹. حضرت جابرؓ بن سمرہ (م ۷۷ھ)

مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن سمرہ نے احادیث لکھیں، اور انھیں عامر بن سعد کی طرف ارسال کیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے بیٹے عامر بن سعد کہتے ہیں: ”میں نے جابرؓ بن سمرہ کی طرف اپنے غلام نافع کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ جو کچھ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا وہ مجھے بھی بتائیں تو انھوں نے میری طرف یہ حدیث لکھ کر بھیجی۔“

((سمعت رسول اللہ ﷺ يوم الجمعة عشية رجم الأسلمي فقال لا يزال

الدين قائما حتى تقوم الساعة.....)) ②

جس جمعہ کی شام کو (ماہِ غز) اسلمی کو رجم کیا گیا اس دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا اس

وقت تک یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے.....

۳۰. حضرت رافعؓ بن خدیج (م ۷۷ھ)

آپ کے پاس چمڑے پر احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ نافع بن جبیر کہتے ہیں ایک بار مروان نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور اس میں مکہ اور اس کی حرمت کا ذکر کیا تو حضرت رافعؓ بن خدیج نے بہ آواز بلند کہا: ”اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرم قرار دیا ہے اور وہ ہمارے پاس خولانی چمڑے میں لکھا ہوا موجود ہے“ ③۔ اشارہ بنو امیہ کے ”محاصرہ مدینہ“ کی طرف ہے۔

۳۱. حضرت عبداللہؓ بن عتبہ (م ۷۷ھ)

حضرت عبداللہؓ بن عتبہ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا ④۔ آپ کی لکھی ہوئی احادیث میں سے وہ احادیث بھی تھیں،

① ابن خنبل، المسند، ص: ۶۰/۳

② ابن خنبل، المسند، ص: ۸۹/۵۔ المسلم، الصحيح، کتاب الامارة، باب الناس تبع لقريش، حدیث نمبر ۴۷۱۱، ص: ۸۱۷

③ الخطيب، تعقيد العلم، ص: ۱۰۵ ④ ابن عبد البر، جامع بيان العلم، ص: ۷۳/۱ ⑤ ابن ابی خيثمة، کتاب العلم، ص: ۱۱

⑥ ابن خنبل، المسند، ص: ۱۴۱/۲ ⑦ مبداء اللہ، الوثائق السياسية، ص: ۴۷/۱

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۲/۵

جنہیں عمر بن عبد اللہ بن الارقم نے حضرت سبیعہ بنت الحارث سے پوچھ کر آپ کی طرف ارسال کیا تھا ①۔
عمر بن عتبہ نے حضرت سبیعہ بنت الحارث کی طرف لکھا تمہارے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فیصلہ کیا تھا، چنانچہ
حضرت سبیعہ بنت الحارث نے ان کی طرف لکھا ②۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زبیر نے آپ کی طرف بعض احادیث لکھ کر ارسال
کی تھیں ③۔

۳۲. حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب (م ۷۴ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب نے اگرچہ ابتدا میں اپنے والد حضرت عمر بن خطاب کے منع کرنے پر حدیث لکھنا ترک کر دی
تھی۔ تاہم آخری زندگی میں آپ اس ممانعت سے دستبردار ہو گئے تھے ④۔ اور احادیث لکھ کر انہیں رسائل میں جمع کرتے تھے ⑤
ابراہیم الصائغ کہتے ہیں: "حضرت عمر کی حدیث میں بے شمار کتب تھیں جنہیں وہ دیکھا کرتے تھے" ⑥۔
ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عبد اللہ بن عمر کا اپنی کتب سے شغف کا یہ حال بیان کیا گیا ہے:
"انه كان لا يخرج من بيته غداة حتى ينظر في كتبه" ⑦
آپ صبح کو اپنے گھر سے اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک آپ اپنی کتب پر نظر نہ ڈال لیں۔
حضرت عبد اللہ بن عمر کے پوتے عبد الحمید بن عبد اللہ کے پاس ان کی لکھی ہوئی ایک تحریر تھی جس میں حضرت عمر بن خطاب کی
زمین وقف کرنے کا بیان تھا ⑧۔

یحییٰ بن سعید انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے پوتے عبد الحمید نے اس تحریر کی ایک نقل مجھے دی جس کی ابتدا یوں
ہوتی ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما كتب عبد الله بن عمر" ⑨

بسم الله الرحمن الرحيم یہ وہ تحریر ہے جسے عبد اللہ بن عمر نے لکھا ہے۔

① عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد یعنی عبد اللہ بن عتبہ نے عمر بن عبد اللہ کی طرف لکھا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت الحارث کی حدیث کے بارے میں
مطلع کریں جس میں مطلقہ حاملہ عورت کی عدت کا بیان ہے چنانچہ عمر بن عبد اللہ نے حدیث سبیعہ بنت الحارث آپ کی طرف لکھ کر ارسال کی۔ البخاری، الجامع الصحیح،
کتاب المغازی، باب حدیث نمبر ۳۹۹۱، ص: ۶۷۴۔

② المسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها، حدیث نمبر ۳۷۲۲، ص: ۶۴۴۔

③ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب الحامل المتوفی عنها زوجها، حدیث نمبر ۲۰۲۸، ص: ۲۹۰۔

④ ابن جنبل، المسند، ص: ۴۰۴۔ ⑤ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۴۶۔

⑥ ابن جنبل، المسند، ص: ۴۵/۲۔ ⑦ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۱۶۰/۳۔

⑧ المقہدی، الأدب الشرعیہ، ص: ۱۲۵۔

⑨ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کو خیبر کی ایک عمدہ زمین ملی جس کے بارے میں آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مشورہ اور اس کے بعد اسے وقف کر دیا۔ المسلم،
الصحیح، کتاب الوصیۃ باب الوقف، حدیث نمبر ۴۲۲۳، ص: ۷۱۶۔ ⑩ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، کتاب الاحباس، باب کیف یکتب الحبس، حدیث نمبر ۱۸، ص: ۱۹۳/۴۔

⑪ ابن حجر، تہذیب التجزئ، ص: ۱۱۸/۶۔

آپ کے پاس حضرت عمرؓ بن خطاب کی کتاب ”الصدقہ“ کا نسخہ بھی تھا اور فی الحقیقت یہ نسخہ ”صدقات نبوی“ کے نسخوں میں سے ایک تھا۔ لیث کہتے ہیں کہ ”نافع نے کہا کہ میں نے یہ نسخہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس کئی بار پیش کیا ①۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ذخیرہ احادیث تحریری صورت میں موجود تھا۔ سلیمان بن موسیٰ کا بیان ہے:

”انه رأى نافعاً مولیٰ ابن عمر یملى علیه و یکتب بین یدیه“ ②

انھوں نے ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع کو دیکھا کہ ابن عمرؓ انھیں املا کروا رہے تھے اور وہ آپ کے سامنے لکھ رہے تھے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

جمیل بن زیاد الطائی: آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا تھا اور ان کی وفات کے وقت مدینہ گئے اور وہاں سے آپ کی احادیث جمع کیں ③۔

سعید بن جبیر: آپ فرماتے ہیں: میں عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی طرف آیا جایا کرتا تھا۔ میں دونوں سے احادیث سنتا اور پالان کے وسط میں لکھ لیتا۔ پھر سواری سے اتر کر کاغذ میں لکھ لیتا تھا ④۔

عبدالعزیز بن مروان: عبداللہ بن عمرؓ نے انھیں کچھ احادیث لکھ کر بھیجی تھیں ⑤۔

عبدالملک بن مروان: عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے عہدہ سنبھالنے پر ان کو بھی احادیث لکھ کر ارسال کی تھیں ⑥۔

عبید اللہ بن عمر: آپ کے پاس بھی اپنے بھائی کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑦۔

عمر بن عبید اللہ: آپ فارس کے گورنر تھے۔ آپ نے حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے خط لکھا۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے انھیں لکھا:

((ان رسول الله ﷺ كان إذا خرج)) ⑧

بے شک رسول اللہ ﷺ جب نکلتے تو.....

نافع مولیٰ ابن عمرؓ: مسند احمد میں حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ محرم (احرام والے شخص) کو قمیص نہیں پہننی چاہیے

اور نہ ایسا کپڑا جس میں درس (خوشبو) لگی ہو۔ ابن عون ⑨ کہتے ہیں کہ یہ نافع کی کتاب میں موجود ہے ⑩۔

① ابوعبید، الأموال، ص: ۳۹۳

② الداری، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۵۰۷، ص: ۱۳۹/۱

③ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۱۴/۱ ④ الخطيب، تهذيب العلم، ص: ۱۰۳

⑤ ابن خنبل، المسند، ص: ۱۵۲/۲ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۷۹/۱

⑦ الخطيب، الفقيه والمتفقه، ص: ۱۴۳ ⑧ ابن خنبل، المسند، ص: ۲۵/۲

⑨ ابن عون، نافع کے شاگرد ہیں۔ ⑩ ابن خنبل، المسند، ص: ۲۹/۲

امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ واقدیؒ نے علماء کی ایک جماعت سے بیان کیا ہے کہ نافع کی کتاب جو انھوں نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے وہ ایک صحیفہ تھی اور ہم نے اسے پڑھا ①۔

عبید اللہ بن معمر: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے شام میں اپنے اس دوست کو بھی احادیث ارسال کیں۔ جنھوں نے خط لکھ کر پوچھا تھا: ”ہم شام میں ٹھہر چکے ہیں، ہمیں دشمن کا بھی کوئی خطرہ نہیں، ہم پر سات برس بیت چکے ہیں، ہمارے بچے بھی ہو گئے ہیں، ہم نماز کتنی پڑھا کریں؟ آپ نے جواب میں لکھا تم دو رکعات نماز پڑھا کرو“ یعنی قصر کیا کرو ②۔

۳۳. حضرت جابر بن عبداللہ (۷۷ھ)

آپ کے پاس احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا ③، جس میں ایک ہزار سے زائد احادیث تھیں ④۔ اس صحیفہ کے بارے میں مشہور محدث حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

”لأنا لصحيفة جابر أحفظ مني لسورة البقرة“ ⑤
مجھے سورۃ بقرہ سے زیادہ ”صحیفہ جابرؓ“ یاد ہے۔

امام احمد بن حنبل حضرت قتادہ کی قوت حافظہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”صحیفہ جابرؓ ان کے سامنے ایک مرتبہ پڑھا گیا تو انھیں یاد ہو گیا“ ⑥۔

اس صحیفہ کے علاوہ بھی آپ کا حج کے بارے میں ایک مختصر رسالہ تھا۔ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

”وله منسك صغير في الحج أخرجہ مسلم“ ⑦
حج کے احکام کے بارے میں آپ کا ایک چھوٹا سا (رسالہ) ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔
صحیح مسلم میں اس رسالہ کا مکمل متن موجود ہے ⑧۔

حضرت جابر بن عبداللہ حدیث کی کتابت کرتے تھے۔ ربیع بن سعد فرماتے ہیں:

”رأيت جابر يكتب عند ابن سابط في ألواح“ ⑨
میں نے حضرت جابرؓ کو ابن سابط کے پاس تختیوں پر حدیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۱/۵ ② ابن حجر، الاصابة، ص: ۳۳۳/۲ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۹/۲

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۳۳/۵ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۴ ⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۵۰۶

⑥ عبد الرزاق، المصنف، باب الذنوب، حدیث نمبر ۲۰۲۷، ص: ۱۸۳/۱۱ ⑦ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۳۲/۱

⑧ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۱۸۲/۴ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۳/۸

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶/۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۵/۷

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶/۱ ④ المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث نمبر ۲۹۵۰، ص: ۵۱۳

⑤ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۸۶/۱

حضرت جابر بن عبد اللہ کے تلامذہ میں سے معمر بن راشد نے بھی صحیفہ جابرؓ سے روایات نقل کی ہیں ①۔ لیکن ان احادیث کا موضوع مسائل حج کے بارے میں نہیں ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ جابرؓ اس مختصر رسالہ کے علاوہ ہے، جو آپ نے حج کے بارے میں تالیف کیا تھا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

ابوسفیانؓ: وکیع کہتے ہیں میں نے شعبہؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ابوسفیانؓ حضرت جابرؓ سے جو روایات بیان کرتے ہیں، وہ ایک صحیفہ سے ہیں ②۔ ابوسفیانؓ کی حضرت جابرؓ سے سماعت کو امام بخاریؒ نے پختہ قرار دیا ہے ③۔

الجعد بن دینار ابو عثمان: امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ قتادہؓ ابو بشر اور جعد ابو عثمانؓ سلیمان بن قیس کی کتاب روایت کرتے ہیں یعنی جو انھوں نے حضرت جابرؓ سے لکھی تھی ④۔

حسن بصریؒ: ابو حاتم کہتے ہیں: حسن بصریؒ حضرت جابرؓ سے کتاب روایت کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت جابرؓ کو پایا تھا ⑤۔ سلیمان بن قیس الیشکریؒ: سلیمان بن حرب کہتے ہیں کہ سلیمان الیشکریؒ ایک سال مکہ میں ٹھہرے اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کے پاس رہے۔ ان سے ایک صحیفہ لکھا۔ آپ بہت جلد فوت ہو گئے تھے لیکن صحیفہ آپ کی اولاد کے پاس موجود رہا ⑥۔ ہمام بن یحییٰ کہتے ہیں کہ سلیمان الیشکریؒ کی والدہ نے سلیمان کا نسخہ پیش کیا۔ وہ ثابت قتادہؓ ابو بشر حسن اور مطرف کے سامنے پڑھا گیا۔ ان سب نے اس کو مکمل روایت کیا ہے لیکن ثابت نے اس سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے ⑦۔

عامر شعسی: ابو حاتم کہتے ہیں سلیمان الیشکریؒ نے حضرت جابرؓ کی مجلس اختیار کی۔ آپ سے احادیث سنیں اور ان کو ایک صحیفہ میں لکھا۔ جب ان کی وفات ہوئی تو یہ صحیفہ ان کی بیوی کے پاس موجود تھا اور یہی صحیفہ ابو الزبیرؒ، ابوسفیانؓ اور اشعثیؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح حضرت قتادہؓ نے بھی اسے روایت کیا ہے ⑧۔

عبد اللہ بن عقیل: آپ کہتے ہیں: میں محمد بن علی ابو جعفر اور محمد بن الحنفیہ حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم ان سے سنن رسول اللہ ﷺ اور صلاة رسول اللہ ﷺ کے بارے میں احادیث پوچھا کرتے تھے۔ ہم وہ احادیث لکھ لیتے تھے اور آپ سے علم حدیث سیکھتے بھی تھے ⑨۔

① عبد الرزاق، المصنف، باب الذنوب، حدیث نمبر ۲۰۲۷، ص: ۱۸۳/۱۱

② الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۵ ③ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۳۲

④ البخاری، التاريخ الخیر، ص: ۹۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۲۶۸/۲

⑥ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۳۲/۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۲۱۵/۴

⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۳ ⑨ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۲۱۵/۴

⑩ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۴

عطاء بن ابی رباح: آپ کے پاس حضرت جابرؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ①۔

قنادہ: آپ کے پاس بھی (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) حضرت جابرؓ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں ②۔

مجاہد: ابن سعد کہتے ہیں کہ علمائے حدیث بیان کرتے ہیں کہ مجاہد حضرت جابرؓ کے صحیفہ سے روایات بیان کرتے تھے ③۔

مطرف: ④

محمد بن الحنفیہ: ⑤

محمد بن علی ابو جعفر: ⑥

محمد بن مسلم ابو الزبیر: امام لیث فرماتے ہیں میں ابو الزبیر کے پاس آیا تو اس نے مجھے دو کتابیں دیں۔ میں نے ان سے پوچھا کیا یہ تمام آپ نے حضرت جابرؓ سے سنی ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ اس میں کچھ احادیث وہ ہیں جو میں نے حضرت جابرؓ سے سنی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان سے نہیں سنی۔ تو انھوں نے دونوں قسم کی احادیث کا واضح فرق کر کے بتایا ④۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امام لیث ابو الزبیر کے پاس آئے۔ انھوں نے کچھ کتب نکال کر دکھائیں۔ لیث نے پوچھا کیا یہ سب آپ نے جابرؓ سے سنی ہیں؟ انھوں نے کہا دوسروں سے بھی سنی ہیں۔ لیث نے کہا مجھے جابرؓ والی احادیث بتائیں تو انھوں نے ایک صحیفہ نکال کر دیا ⑧۔

وہب بن منبہ: ان سے آپ کا بیٹا معقل ایک صحیفہ روایت کرتا ہے۔ امام یحییٰ بن معین انھیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آدمی سچا تھا اور جو صحیفہ وہ وہب سے حضرت جابرؓ کا روایت کرتا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ انھیں کہیں سے کوئی کتاب ملی تھی کیونکہ وہب کا حضرت جابرؓ سے سماع نہیں ہے ⑨۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ ”ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں یہ بیان کیا ہے کہ وہب کا سماع حضرت جابرؓ سے ثابت ہے“ ⑩۔

۳۴. حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان (ہـ۸۱)

حضرت ابو امامہ صدیق بن عجلان کتابت حدیث کی اجازت دیا کرتے تھے۔ حسن بن جابر نے آپ سے علم (حدیث) کی کتابت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا: ”لا بأس بذلك“ ⑪ (اے لکھنے میں کوئی حرج نہیں)۔

قاسم شامی نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ⑫۔

- ① ابن ضبیل، المسند، ص: ۳۲۶/۳ ⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، ص: ۳۵۶
- ② ابن حجر، تہذیب الجذیب، ص: ۳۵۳/۸ ⑥ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ص: ۳۴۳/۵ ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۴
- ③ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۴ ⑧ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۳/۲ ⑨ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۴ ⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۳/۲
- ④ ابن حجر، طبقات الدلسین، ص: ۲۱ ⑪ ابن حجر، تہذیب الجذیب، ص: ۴۴۲/۹
- ⑤ ابن حجر، تہذیب الجذیب، ص: ۳۱۶/۱ ⑫ ابن حجر، تہذیب الجذیب، ص: ۳۱۶/۱
- ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۲/۷ ⑦ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابہ العلم، حدیث نمبر ۴۹۳، ص: ۱۳۸/۱ ⑧ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۹۸
- ⑨ عبد الرزاق، المصنف، کتاب الطہارۃ، باب ما یذهب الوضوء من الخطایا، حدیث نمبر ۱۵۲، ص: ۵۰/۱

۳۵. حضرت واثلہ بن الأسقع (م ۸۳ھ)

مصادر میں آپ کے مجموعہ حدیث کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا، تاہم آپ اپنے تلامذہ کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔ معروف الخياط کہتے ہیں:

”رأيت واثلة بن الأسقع يملئ عليهم الأحاديث“^①
میں نے نے حضرت واثلہ بن الأسقع کو دیکھا وہ اپنے شاگردوں کو احادیث لکھوایا کرتے تھے۔

۳۶. حضرت عبداللہ بن اوفی (م ۸۷ھ)

آپ رسول کریم ﷺ کے ساتھ بیت رضوان میں شریک ہوئے تھے، کوفہ میں وفات پانے والے آخری صحابی رسول ہیں^②۔
ابو النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبید اللہ حروریہ (خوارج)^③ کے مقابلے میں لڑنے کے لیے نکلے تو حضرت عبداللہ بن اوفی نے ان کی طرف حدیث لکھ کر بھیجی۔ جسے میں نے پڑھ کر سنایا“^④۔
اسماعیل بن ابی خالد نے حضرت ابن ابی اوفی کی طرف سے احادیث تحریری صورت میں حاصل کیں^⑤۔
درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

سالم بن ابی امیہ التیمی: آپ نے عبداللہ بن ابی اوفی سے ایک کتاب روایت کی ہے^⑥۔ اور یہی سالم عبداللہ بن اوفی کے کاتب بھی تھے^⑦۔

سالم بن ابی امیہ کا ایک ساتھی: ابو حیان کہتے ہیں: مدینہ منورہ میں میں نے ایک شیخ سے سنا کہ عبداللہ بن اوفی نے عبید اللہ کی طرف خط لکھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب حروریہ (خوارج) سے جنگ لڑی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے کاتب سے جو میرا دوست تھا، کہا کہ یہ مجھے بھی لکھ دیں تو اس نے ایسے ہی کیا۔

”ان رسول الله ﷺ كان يقول.....“^⑧

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....

عمر بن عبید اللہ: عبداللہ بن ابی اوفی نے ان کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کیں^⑨۔

① الذہبی، میزان الاعتدال، ترجمہ نمبر ۸۶۵۸، ص: ۴/۱۴۵ ② الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳/۲۵۹

③ السمعانی، ادب العلماء والاستعلام، ص: ۱۳

④ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۵/۱۵۱

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب لا تمنوا لقاء العدو، حدیث نمبر ۳۰۲۳، ص: ۴۹۷

⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳/۴۳۱-۵/۱۵۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۵/۱۵۱

⑧ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۶/۲۵ ⑨ ابن حنبل، المسند، ص: ۴/۳۵۲

⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۶ ⑪ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۶

۳۷. حضرت سہل بن سعد الساعدی (م ۹۱ھ)

آپ مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے ①۔ جید علماء نے آپ کی روایات نقل کی ہیں، جن میں امام ابن شہاب زہری ②، آپ کا بیٹا عباس بن سہل اور ابو حازم بن دینار بھی شامل ہیں ③۔ آپ کی مرویات کا ایک مجموعہ سلمہ بن دینار نے جمع کیا۔ جن سے بعد ازاں ابو حازم بن دینار نے روایات نقل کیں ④۔

۳۸. حضرت سائب بن یزید (م ۹۲ھ)

آپ کے شاگرد یحییٰ بن سعید نے آپ کی احادیث لکھ کر ابن لہیعہ کی طرف ارسال کیں۔ لہیعہ کہتے ہیں کہ ”یحییٰ بن سعید نے میری طرف خط لکھا کہ انھوں نے سائب بن یزید سے احادیث لکھی ہیں“ ⑤۔

۳۹. حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ)

حضرت انس بن مالک دس برس کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تھے، اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی دس برس تک خدمت کی ⑥۔ آپ بچپن ہی سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آپ کے لیے احادیث رسول جمع کرنے کے لیے یہ بہت اچھا موقع تھا ④۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے پاس ذخیرہ احادیث کتابی صورت میں موجود تھا۔ چنانچہ محدثین کی ایک جماعت نے معبد بن ہلال سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ہم انس بن مالک سے اصرار کرتے تو آپ ہمارے لیے ایک چوغہ نکالتے اور فرماتے کہ یہ وہ احادیث ہیں، جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، اور آپ کے سامنے پیش کیا ہے ⑧۔

ایک دن آپ نے حضرت عتبہ بن مالک کے گھر حدیث بیان تو عتبہ بن مالک نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ اس حدیث کو لکھ لو، چنانچہ ان کے بیٹے نے حدیث لکھ لی ⑨۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام میں کچھ لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے ایک کتاب

① ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۱۶ ② ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۲۵

③ الطبری، التاريخ، ص: ۸۵۵/۲ ④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۹۸/۲ ⑤ ابن عبد البر، الاستیعاب، ص: ۹۵/۲

⑥ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۸۸/۲ ⑦ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۲۵۲/۲ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۸۲/۲ ⑨ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۳۳/۶

① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۲/۷ ② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲/۱ ③ ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۳۷

④ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۷۱/۱ ⑤ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب لانس بن مالک، حدیث نمبر ۳۸۳۳، ص: ۸۶۷

⑥ ابن الاثیر، اسد الغابہ، ص: ۱۲۸/۱ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۲/۷

⑧ الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر انس بن مالک، ص: ۵۷۳/۳ ⑨ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۹۵

نکالتے ہوئے فرمایا:

”هذه الكتب التي كتبت فيها ما سمعته من النبي ﷺ و قد أعطيت لهم كل

هذه الكتب لدراستها والتمعن فيها.....“^①

یہ وہ کتب ہیں جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور جسے میں نے اپنے تلامذہ کو پڑھنے اور اس میں غور و فکر کرنے کے لیے دی ہیں۔

آپ کو احادیث جمع کرنے اور لکھنے کا اتنا شغف تھا کہ آپ نہ صرف آنحضرت ﷺ سے سن کر احادیث لکھ لیتے تھے بلکہ بالواسطہ احادیث بھی شوق سے لکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ہے: ”حضرت انسؓ نے“ محمود بن ربیع سے ایک حدیث سنی تو بہت خوش ہوئے فرماتے ہیں: ”فأعجبني هذا الحديث فقلت لابني أكتبه فكتبه“^② (اس حدیث سے مجھے بہت خوشی ہوئی، چنانچہ میں نے اپنے بیٹے کو اسے لکھنے کا حکم دیا اور اس نے لکھ لیا)۔

آپ اپنے شاگردوں کو احادیث املاء کی کروایا کرتے تھے اور وہ آپ کی مجلس میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ”قيدوا العلم بالكتاب“^③ علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

نیز آپ اپنے بیٹوں کو بھی احادیث لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”يا بني قيدوا هذا العلم“^④

اے میرے بیٹو! اس علم کو لکھ کر محفوظ کرلو۔

خالد بن خدّاش بغدادی^⑤ کہتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ میں حضرت انسؓ سے رخصت ہونے لگا تو میں نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا:

”عليك بتقوى الله في السر والعلانية والنصح لكل مسلم وكتابة العلم من

عند أهله“^⑥

ظاہر اور باطن میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آؤ اور اہل علم سے علم حاصل کر کے اسے لکھ لو۔

① الخطيب، تاريخ بغداد، ص: ۲۵۹/۸ ② الرازي، المعتمد، ص: ۳۳ ③ الخطيب، تهذيب العلم، ص: ۹۵

④ المسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، حديث نمبر ۱۳۹، ص: ۳۸

⑤ الرازي، المعتمد، ص: ۳۶۸ ⑥ ابن عبد البر، جامع بيان العلم، ص: ۸۶/۱

⑦ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص في كتابة العلم، حديث نمبر ۴۹۱، ص: ۱۰۵/۱ ⑧ الخطيب، تهذيب العلم، ص: ۹۶

⑨ الرازي، المعتمد، ص: ۳۶۸ ⑩ الجاظم، البيان والتبيين، ص: ۲۲/۲

⑪ آپ حضرت انسؓ بن مالک کے شاگرد ہیں۔ ⑫ ابن عبد البر، جامع بيان العلم، ص: ۸۶/۱

ابن سنانؓ کہتے ہیں کہ ”ہم اہل انبار نے ایک وفد بنایا اور واسط میں حجاج بن یوسف سے ملے، تاکہ اس کے گورنر ابن الرقیل کے ظلم کی شکایات بیان کریں۔ میں اس کے دفتر میں داخل ہوا تو ایک شیخ کو دیکھا کہ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ انسؓ بن مالک ہیں“ ①۔

امام ذہبی کہتے ہیں کہ ”التہذیب“ کے مصنف نے دو سو اشخاص کا ذکر کیا ہے، جنہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے ②۔ اور تقریباً ۱۵۰ھ کے بعد تک حضرت انسؓ کے ثقہ اصحاب موجود رہے اور ایک سو نوے (۱۹۰ھ) تک آپؓ کے ضعیف اصحاب زندہ رہے۔ اس کے بعد ایسے لوگ باقی تھے جن کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی احادیث ترک کر دی جائیں گی جیسے ابراہیم بن ہدبہ اور دینار ابو مکیس، خراش بن عبد اللہ اور موسیٰ الطویل یہ حضرات دو سو ہجری کے بعد کچھ مدت زندہ رہے مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا ③۔ درج ذیل اصحاب کے پاس آپؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

انسؓ بن سیرین: آپؓ فرماتے ہیں: مجھے انسؓ بن مالک نے بلوایا۔ میں نے کچھ دیر کر دی، انہوں نے پھر پیغام بھجوایا تو میں ان کے پاس آیا انہوں نے کہا میرا یقین ہے کہ اگر میں تمہیں حکم دوں کہ تم اس پتھر کو صرف میری رضا کی خاطر چباؤ الو، تو تم ضرور ایسا کرو گے۔ میں نے تمہارے لیے اپنا ایک خاص عمل پسند کیا ہے۔ تم اسے ناپسند کر رہے ہو میں تمہارے لیے حضرت عمرؓ کی سنت لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: مجھے لکھ دیں۔ چنانچہ آپؓ نے لکھ دیا ④۔

ثمامہ بن عبید اللہ بن انس: آپؓ کے پاس حضرت انسؓ کی کتاب ”الصدقات“ تھی ⑤۔

حمید الطویل: الجمار نے خالد بن الحارث سے حدیث لکھنا چاہی، چنانچہ وہ حمید کی کتاب جو انہوں نے حضرت انسؓ سے لکھی تھی سے لکھواتے تھے ⑥۔

سلیمان التیمی: احمد بن حنبلؓ کہتے ہیں: کہ یحییٰ بن سعید التیمی کی تعریف کیا کرتے تھے، کیونکہ ان کے پاس حضرت انسؓ کی چودہ احادیث لکھی ہوئی تھیں، لیکن یحییٰ بن سعید ان کے حالات بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تیمی کا نسخہ ضائع ہو گیا ہے ⑦۔

عبد الملک بن عمیر: ان کے پاس بھی حضرت انسؓ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑧۔

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۸ ② الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۶۶/۳

③ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۶۵/۳ ④ ابو عبیدہ، الاموال، ص: ۵۳۲

⑤ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۳۱ ⑥ ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۳ ⑦ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۱۷

⑧ ابن السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۹۰ ⑨ ابن حبان، المجتہد، ص: ۱۵۷ ⑩ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۳۸

کثیر بن سلیم الراوی: جبارہ بن مغلس الحماني، کثیر بن سلیم کا ایک نسخہ روایت کرتے ہیں جو انھوں نے حضرت انسؓ سے لکھا تھا ①۔

دیگر تلامذہ: واسط میں آپ کے تلامذہ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ②۔

حضرت انسؓ سے مروی غیر ثقہ نسخے:

ابان بن ابی عیاش: ان کے پاس حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا ③۔

ابراہیم بن ہدیہ: حاکم کہتے ہیں کہ حضرت ابان الہاشمی روایت کرتے ہیں: ہم سے ابو ہدیہ، ابراہیم بن ہدیہ حضرت انسؓ سے ایک نسخہ روایت کرتے ہیں اور یہ نسخہ ہمارے پاس اسی سند سے مروی ہے ④۔

خالد بن عبید البصری: ابن حبان نے ”کتاب الضعفاء“ میں بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے ایک موضوع نسخہ مروی ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں ⑤۔

خراش بن عبد اللہ: حضرت انسؓ بن مالک کے خادم تھے۔ ان کے پاس بھی حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا ⑥۔

دینار بن عبد اللہ الہوازی: آپ کے پاس حضرت انسؓ کا ایک نسخہ تھا ⑦۔

زبیر بن عدی: آپ ثقہ راوی ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایات بیان کرتے ہیں، لیکن انھی سے بشر بن الحسین ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں:

”یروی بشر بن الحسین عن الزبیر نسخة موضوعة شبيها بمائة و خمسين حديثا ⑧“

زبیر بن الحسین سے ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں۔ اس نسخہ میں تقریباً ایک سو پچاس احادیث تھیں۔

عبد اللہ بن دینار: ان کے پاس حضرت انسؓ کا ایک بڑا نسخہ تھا ⑨۔

العلاء بن زید: ابن حبان کہتے ہیں کہ: ”انھوں نے حضرت انسؓ سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے“ ⑩۔

موسیٰ بن عبد اللہ الطویل: ان کے پاس ایک موضوع نسخہ تھا ⑪۔

① ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۵۷/۲ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۸

③ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۹۹/۱ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۳/۲ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۰/۱ ⑥ الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۱۰۹

⑦ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۹ ⑧ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۱۰۵/۳

⑨ الحمیدی، جذوة المقتبس، ص: ۳۱ ⑩ ابن خیر، فہرس، ص: ۱۶۲

⑪ ابن خیر، فہرس، ص: ۱۶۱

⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۶/۱ ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۵۵/۱ ⑭ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۶۱/۱ ⑮ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۹۳

⑯ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۰ ⑰ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۹۹/۳ ⑱ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۱۸۳/۸

⑲ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۰

تابعین کرام کے مجموعہ ہائے حدیث کا تعارف

۱. شراحیل بن شرحبیل (م ۵۹ھ)

آپ نے حضرت شداد بن اوس، حضرت ثوبان، حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔ آپ شام کے شہر صنعاء ② کے رہنے والے تھے۔ دمشق میں لوگوں نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت میں وفات پائی ③۔

۲. کردوس بن عباس الثعلبی (م ۶۰ھ)

آپ نے حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابو موسیٰ الاشعری، حضرت عائشہ اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار مخضرم ④ تابعین میں سے ہوتا ہے ⑤۔ آپ صاحب کتب تھے۔ حافظ ابن حجر نے ابوابہ کا قول نقل کیا ہے:

”کان کردوس یقرأ الكتب“ ⑥

کردوس کتب پڑھا کرتے تھے۔

ابن عون کا بیان ہے:

”کان قاص الجماعة“ ⑦

آپ لوگوں کو واقعات سنایا کرتے تھے۔

۳. محمد بن عمرو بن حزم (م ۶۳ھ)

آپ کا شمار ممتاز علماء کرام میں سے ہوتا ہے اور الفقیہ اور المتعلم کے لقب سے موصوف ہیں ⑧۔ آپ نے اپنے والد عمرو بن حزم، حضرت عمر، حضرت عمرو بن العاص اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے۔ ⑨

آپ کے پاس مقتولین کی دیت کے بارے میں ایک کتاب ”کتاب فی العقول“ تھی ⑩۔ ممکن ہے یہ وہی کتاب ہو جو آنحضرت ﷺ نے ان کے والد حضرت عمرو بن حزم (جب انھیں نجران کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا) کو حضرت ابی بن کعب سے لکھوا کر دی تھی ⑪۔ اس کتاب میں عام نصاب کے علاوہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی قومی نظریہ کی ممانعت، دیت، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کے متعلق ہدایات درج تھیں ⑫۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۹/۴ ② المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۴۰۸/۱۲

③ شام کا ایک شہر ہے، جو سوادِ دمشق کا ایک قصبہ ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۳۰۵/۱

④ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۱ ⑤ المزنی، تہذیب الکمال، ص: ۴۰۸/۱۲

⑥ یعنی آپ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا تھا۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۱/۸

⑦ الرازی، تقدیم الجرح والتعديل، ص: ۱۷۵/۳ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۲/۸

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۲/۸ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۰/۹

⑪ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۸۹/۱ ⑫ التسانی، سنن التسانی، کتاب القسام، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۳۸۵۷، ص: ۶۶۸

⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۷/۱

⑬ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۹۶۱ ⑭ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۱/۱ ⑮ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۷۲/۱ ⑯ الطبری، التاریخ، ص: ۷۷۷/۱

۴. مسروق بن الأجدع (م ۶۳ھ)

آپ نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبل اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار ممتاز فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ حدیث کے حصول کے لیے کثرت سے سفر کیا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کو ابو السفر کی کنیت سے پکارا جانے لگا^①۔

حافظ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ ”ایک مرتبہ مسروق نے علقمہ کو لکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی عادات کریمہ کے بارے میں بعض احادیث لکھ بھیجو“۔ چونکہ علقمہ حدیث کی کتابت کے قائل نہیں تھے اس لیے انھوں نے ان کی طرف یہ لکھا:

”ألم تعط علما بأن الكتابة مكروهة“

تمہیں معلوم نہیں ہے کہ (حدیث کی) کتابت مکروہ ہے۔

چنانچہ مسروق نے جواب دیا کہ میں انھیں یاد کرنے کے بعد مٹا ڈالوں گا^②۔

اس روایت سے اگرچہ بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسروق ان لوگوں میں سے تھے جو حدیث کو یاد کرنے کی غرض سے لکھا کرتے تھے اور یاد کرنے کے بعد اسے مٹا ڈالتے تھے^③۔ تاہم مذکورہ بالا روایت سے یہ بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صرف حدیث یاد کرنے کے لیے لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسروق مراسلہ اور مکاتبہ (Correspondence) کی صورت میں احادیث جمع کیا کرتے تھے۔ روایت اس طرح ہے کہ حضرت مسروق اور عمرو بن عتبہ نے سبیعہ الاسلامیہ کی طرف لکھا کہ تمہارے معاملے میں رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ کیا وہ ہمیں لکھ بھیجیں۔ چنانچہ سبیعہ الاسلامیہ نے ان کی طرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث لکھ بھیجی^④۔

۵. حارث بن عبداللہ الأعور (م ۶۵ھ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے^⑤۔ ابن ابی حاتم نے ابو بکر عیاش کا قول بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں^⑥۔ بلاشبہ ان کتب میں سے حدیث کا مجموعہ بھی ہوگا۔ علاوہ ازیں آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کی صحبت میں کچھ مدت رہے۔ انھوں نے انھیں ایک تحریری مجموعہ حدیث دیا تھا جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں علم کثیر تھا^⑦۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۹/۱۰ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۹/۱

③ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۴/۱ ④ ابو نعیم، حلیۃ الأولیاء، ص: ۹۵/۲

⑤ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۶۶/۱ ⑥ الخطیب، تقوید العلم، ص: ۵۸

⑦ الخطیب، تقوید العلم، ص: ۵۸

⑧ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب الحامل المتوفی عنها زوجها، حدیث نمبر ۲۰۲۸، ص: ۲۹۰ ⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۸۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۵/۲ ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۸/۳

⑫ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۸/۳ ⑬ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی أسماء الرجال، ص: ۵۹۱

علباء بن احمر کا بیان ہے: ”ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کون ایک درہم کے بدلے علم خریدے گا۔ چنانچہ حارث الأعور نے ایک صحیفہ ایک درہم کا خرید لیا۔ پھر اسے آپ کی خدمت میں لے آئے۔ چنانچہ انھوں نے آپ سے علم کثیر لکھا^(۱)۔ آپ اپنے تلامذہ کو احادیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ عبدالاعلیٰ^(۲) اور ابواسحاق السبعمی نے حدیث کا ایک مجموعہ ان سے لکھ کر جمع کیا تھا^(۳)۔

۶. سلیم بن قیس الہلالی (م ۶۸ھ)

آپ حضرت علی بن ابی طالب کے متبعین میں سے تھے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے بعض احادیث ایک کتاب میں جمع کی تھیں^(۴)۔ بعد ازاں آپ نے یہ کتاب ابان بن عیاش کو دے دی جنھوں نے اس سے احادیث لکھی تھیں۔ ابن الندیم کا بیان ہے: ”عہد بنو امیہ میں سلیم پر بہت سختی کی گئی چنانچہ انھوں نے ابان بن عیاش کے گھر پناہ لے لی، بعد میں جب آپ مرض الموت میں تھے آپ نے اپنی کتاب ابان بن عیاش کو دے دی“^(۵)۔

محمد رشید رضا کے بیان کے مطابق سلیم بن قیس کی یہ کتاب محمد سید نصیر حسین الموسوی^(۶) کی لائبریری میں موجود ہے^(۷)۔

۷. عبیدہ بن عمر و السلمانی (م ۷۲ھ)

آپ نے حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر اور دوسرے صحابہ کرام سے روایات کی ہے^(۸)۔ آپ کے پاس حدیث کی کتب موجود تھیں جنھیں آپ نے اپنی وفات سے قبل اس خوف سے جلا ڈالا تھا کہ کہیں وفات کے بعد یہ کتب ایسے لوگوں کے ہاتھ نہ آجائیں جو اس میں تحریف کر ڈالیں^(۹)۔ ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ ”آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی کتب کے بارے میں وصیت فرمائی کہ انھیں جلا ڈالا جائے یا انھیں مٹا دیا جائے“^(۱۰)۔

آپ کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ کتابت حدیث کے قائل نہیں تھے اور اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اپنے ایک شاگرد ابراہیم النخعی کو اپنی کتب کو محفوظ کرنے سے روک دیا تھا^(۱۱)۔ لیکن ایک دوسری روایت میں محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ”میں عبیدہ کے پاس اطراف حدیث لے کر جاتا اور آپ سے ان کے بارے میں پوچھتا تھا“^(۱۲)۔

- (۱) ابن سعد الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۶
- (۲) الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۶/۳
- (۳) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۳۵/۱
- (۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۵/۸
- (۵) ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۰۷
- (۶) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۷
- (۷) محمد رشید رضا، مجلۃ المنار، ص: ۷۵۰/۱۰
- (۸) الداری، سنن الداری، باب من لم یرکتب الحدیث، حدیث نمبر ۴۶۵، ص: ۱۳۲/۱
- (۹) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶۳/۶
- (۱۰) الخطیب، تقييد العلم، ص: ۶۱
- (۱۱) ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۶۷/۱
- (۱۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶۳/۶
- (۱۳) ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸۷/۱

اگر اس روایت کو مذکورہ بالا روایات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان دونوں روایات کا تعارض باقی نہیں رہتا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ابتدا میں آپ کتابت حدیث کے قائل تھے اسی لیے آپ نے بہت سی حدیث کی کتب بھی لکھی تھیں تاہم جب آپ کو ان کتب کے غلط استعمال ہونے کا خدشہ ہوا تو آپ نے انھیں جلا ڈالا یا انھیں جلا ڈالنے اور مٹانے کا حکم دے دیا تھا اور شاید اسی وجہ سے آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی بیان کرتے ہیں۔ ”عبیدہ کا قرأت کتب اور اس کی کتابت سے کراہت کرنا ایک عارضی امر تھا۔ کیونکہ آپ کے پاس حدیث کی کتب آپ کی وفات تک باقی رہی تھیں۔ آپ کے تلامذہ اطراف حدیث کے بارے میں آپ سے سوال کیا کرتے تھے۔ جبکہ بعض تلامذہ آپ کے پاس حدیث لکھا بھی کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے اپنی کتب کو لکھنے سے منع فرما دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے، کہ ابراہیم، عبیدہ کی آراء لکھتے ہوں جسے عبیدہ نے مستحسن نہ سمجھا اور انھیں لکھنے سے روک دیا ہو“^(۱)۔

۸. محمد بن علی بن ابی طالب، ابن الحنفیہ (م ۷۳ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمارؓ، حضرت معاویہؓ، اور دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے^(۲)۔ آپ کے پاس ایک ”صحیفہ“ تھا جس سے آپ کے شاگرد عبدالاعلیٰ بن عامر ثعلبی نقل کر کے احادیث لکھا کرتے تھے^(۳)۔ اس لیے احمد بن مہدی کا قول ہے: ”ہر وہ حدیث جسے عبدالاعلیٰ، محمد بن الحنفیہ سے نقل کرتے ہیں دراصل وہ کتاب ہے جو آپ نے ان سے حاصل کی تھی۔ آپ نے ان سے ہرگز سنا نہیں ہے“^(۴)۔ آپ حضرت جابر بن عبد اللہ سے حدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے اور ان کی احادیث لکھا کرتے تھے^(۵)۔

۹. عمرو بن میمون الأودی (م ۷۴ھ)

آپ نے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علی بن ابی طالب وغیرہ سے احادیث نقل کی ہیں^(۶)۔ آپ کی نقل شدہ بعض احادیث بعد ازاں حدیث کی کتب میں محفوظ کر لی گئیں^(۷)۔

① الا عظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱/۱۵۷

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۵۴

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۷۷ ④ الرازی، المجرع والتعذیل، ص: ۳/۲۶ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۹۴

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۲۳۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۹۴

⑤ الخطیب، تفسیر العلم، ص: ۱۰۴

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۶/۸۰ ⑦ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۴/۱۵۰ ⑧ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱/۳۴

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۶۱

۱۰. حمران بن ابان، مولیٰ عثمان بن عفان (م ۷۵ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے ①۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے آپ کو "عین التمر" ② میں قید کیا تھا۔ جب آپ بصرہ پہنچے تو اہل بصرہ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ③۔

۱۱. سلیمان بن قیس الیشکری (م ۷۵ھ)

آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوسعید الخدریؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور دوسرے صحابہؓ سے روایت کی ہے ④۔ آپ تدوین حدیث کے قائل تھے ⑤۔ آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایات کا ایک صحیفہ تحریر کیا تھا ⑥۔ حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ: "ابو الزبیر ابوسفیان اور شععی جیسے ائمہ حدیث جو حضرت جابر بن عبد اللہ کے براہ راست شاگرد ہیں انھوں نے جتنی احادیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہیں ان میں سے اکثر احادیث اسی صحیفہ سے ہیں ④۔ ابو بشر کا بیان ہے کہ: "میں نے ابوسفیان سے کہا کہ تم سلیمان الیشکری کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے ہو؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا: "سلیمان الیشکری احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا" ⑧۔ آپ کی احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ کتابی صورت میں آپ کی والدہ کے پاس تھا جسے وہ ثابت قتادہ ابو بشر اور حسن کے پاس لائیں، جس سے ثابت نے ایک حدیث نقل کی جبکہ باقی حضرات نے پوری کتاب نقل کی تھی ⑨۔

۱۲. کثیر بن مرة الحضری (م ۷۵ھ)

آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ اور عبادہ بن الصامت وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑩۔ عبدالعزیز بن مروان نے ایک مرتبہ ان کی طرف لکھا کہ: "تم نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے جو احادیث سنی ہیں میرے پاس لکھ بھیجو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث کے علاوہ کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں" ⑪۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳/۳

② عین التمر: عراق میں انبار کے قریب ایک شہر ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص: ۲۱۵/۲

③ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۷۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۳/۲

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۳

⑥ الترمذی جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی أرض المشتوک یرد بعضهم بیع نصیبہ: حدیث نمبر ۱۳۱۲، ص: ۳۱۸

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۳

⑧ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۸

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۷/۷

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۸/۷

۱۳. عبدالرحمن بن غنم الاشعری (م ۷۸ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ اہل شام کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ شام کے (اکثر تابعین میں) آپ کی فقہ رائج تھی^(۱)۔

میسرہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ محمد کا قول ہے کہ میں نے میسرہ کی کتاب میں پڑھا:

”عن عبدالرحمن بن غنم عن معاذ قال: قال رسول الله ﷺ.....“^(۲)

عبدالرحمن بن غنم حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.....

۱۴. عبدالرحمن بن عبد اللہ بن مسعود (م ۷۹ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ، حضرت اشعث بن قیسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے^(۳)۔ آپ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی احادیث لکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے والد کو علم ہوا کہ عبدالرحمن ان کی احادیث تحریر کرتے ہیں تو انھوں نے تحریر شدہ احادیث طلب کیں اور انھیں تلف کر دیا^(۴)۔ لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبدالرحمن بن عبد اللہ نے ان احادیث کو ایک صحیفہ میں محفوظ کر لیا تھا^(۵)۔ یعقوب بن سفیان الفسوی نے بیان کیا ہے کہ ”ایک مرتبہ آپ کے بیٹے معن بن عبدالرحمن اپنے باپ عبدالرحمن کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک کتاب لائے جس میں احادیث اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی فقہ تھی“^(۶)۔

۱۵. بشیر بن نہیل (م ۸۰ھ)

آپ نے حضرت بشیر بن الخصاصیہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے^(۷)۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید، ابو جبر، عبد الملک بن عبید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ کا شمار حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات لکھا کرتے تھے۔ آپ کا بیان ہے: ”میں جو احادیث ابو ہریرہؓ سے سنتا انھیں لکھ لیتا تھا۔ جب میں نے ان سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو وہ کتاب لے کر ان کے پاس آیا اور انھیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا یہ تمام وہی احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنی تھیں تو انھوں نے جواب دیا جی ہاں“^(۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بشیر بن نہیل نے نہ صرف حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث لکھیں، بلکہ انھیں سنائیں۔ اور آپ سے ان کی

توثیق حاصل کر لی تھی۔

(۲) الراہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۵

(۳) الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۳۹

(۴) الفسوی، التاریخ، ص: ۱۱۸/۳

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۰/۶

(۲) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۵/۶

(۳) الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۳۹

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۰/۱

(۵) الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۳۹۴، ص: ۱۳۸/۱

(۶) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳/۷ @ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱

۱۶. عبدالرحمن بن عائد الازدی (م ۸۰ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔
عبدالرحمن بن عائد کے پاس بہت سی کتب حدیث تھیں جو اہل حمص کے ہاں بہت مقبول ہوئیں۔ بقیہ نے ثور بن یزید سے روایت کیا ہے کہ اہل حمص کے پاس آپ کی کتب تھیں اور وہ اس میں مندرج احکام پر مکمل اعتماد کرتے تھے ②۔ جب آپ ہشام کے عہد میں عراق گئے تو اہل عراق، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے آپ سے احادیث اخذ کر کے انھیں تحریر کیا تھا ③۔ ارطاة بن المنذر کا بیان ہے کہ: ”فوج کے کچھ افراد نے عبدالرحمن بن عائد الازدی کی کتب کو ترازو میں باہم تقسیم کیا“ ④۔

۱۷. عبید اللہ بن ابی رافع (م ۸۰ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت ابو رافعؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ حضرت علیؓ بن ابی طالب کے کاتب تھے ⑤۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین ہونے والی لڑائی (جنگ صفین) کے بارے میں ایک کتاب تالیف کی تھی ⑥۔ امام طبرانی نے اپنی کتاب ”المعجم الکبیر“ میں آپ کی اس کتاب کے چند ایک اقتباس نقل کیے ہیں ④۔

۱۸. مغیث بن سَمی الأوزاعی (م ۸۳ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت ابو مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ملاقات تقریباً ایک ہزار صحابہ کرامؓ سے ہوئی ہے ⑧۔
الغلابی نے ابن معین سے نقل کیا ہے:

”کان صاحب کتب“ ⑨

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔

۱۹. یحییٰ بن الجزار العرنی (م ۸۰ھ)

آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے ⑩۔ حکم بن عتیہ کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں ⑪۔ حسن بن عمارہ کا بیان ہے کہ: ”حکم بن عتیہ نے یحییٰ سے نقل کردہ اپنی احادیث جو ایک کتاب میں تھیں مجھے دیں، جنہیں میں نے حفظ کر لیا تھا“ ⑫۔

- | | |
|--|---|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۶ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۶ |
| ③ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الشام، ص: ۸۶۷ | ④ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الشام، ص: ۱۱۸/۳ |
| ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۷ | ⑥ ابن النديم، الفہرست، ص: ۲۰۲ |
| ⑦ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۲۸۲، ۲۲۷، ۲۱۵، ۱۰۹/۱ | ⑧ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الشام، ص: ۱۱۳ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۵/۱۰ | ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۱/۱۱ |
| ⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۳۸/۷ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۵/۲ |

۲۰. اُم الدرداء جہیمۃ بنت یحییٰ الدمشقیہ (م ۸۱ھ)

آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔
سلمان بن زیتون نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

”کتبت لی اُم الدرداء فی الواحی“ ②

اُم الدرداء نے مجھے میری تختیوں پر احادیث لکھ کر دیں۔

۲۱. عامر بن عبداللہ بن مسعود (م ۸۱ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ③۔
آپ نے بعض احادیث اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی فقہ لکھ کر یحییٰ بن ابی کثیر کی طرف ارسال کی تھیں ④۔

۲۲. سعید بن فیہ الزطائی (م ۸۲ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑤۔
آپ کے پاس حدیث کا مجموعہ کتابی صورت میں موجود تھا ⑥۔

۲۳. شقیق بن سلمۃ الأسدی ابو وائل (م ۸۲ھ)

آپ نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا لیکن شرفِ لقا (یعنی ملاقات) نہ حاصل ہو سکا۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت معاذؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ⑦۔ سعید بن مسروق ثوری نے آپ سے احادیث لکھی تھیں، جو بعد ازاں سفیان ثوری کی طرف پہنچیں، جبکہ آپ بصرہ میں چھپے ہوئے تھے۔ چنانچہ محدثین کرام آپ کے پاس آتے تو آپ کہا کرتے تھے اے یحییٰ تم ابو وائلؓ جو کہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ہونا چاہتے ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟ کوفہ جاؤ، اور میری کتب لے آؤ میں تمہیں احادیث بیان کروں گا ⑧۔
ڈاکٹر اعظمی کہتے ہیں: ”سفیان ثوری کی ابو وائل سے ملاقات نہیں ہوئی بلکہ ان کے والد سعید بن مسروق، شقیق (ابو وائل) کے تلامذہ میں سے تھے۔ لہذا غالب گمان یہی ہے کہ یہ کتاب سعید کی تھی“ ⑨۔

۲۴. معاذۃ بنت عبداللہ العدویۃ (م ۸۳ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔

- | | |
|--|--|
| ① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۵۶/۱۲ | ① ابو زرہ، تاریخ، ص: ۴۱ |
| ② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۷۵/۵ | ② الطبرانی، معجم الطبرانی البیہ، ص: ۹۷/۵ |
| ③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۷۳/۴ | ③ ابومعید، کتاب الاسماء، ص: ۱۱ |
| ④ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۶۱/۳ | ④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۰/۹ |
| ⑤ الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۵۰/۱ | |

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے مجموعہ حدیث کا ایک نسخہ ان کے شاگرد یزید الرشک کے پاس محفوظ تھا۔ اور اسی مجموعہ سے شعبہ نے احادیث نقل کی تھیں جب وہ ان سے ملنے ان کے گھر گئے تھے ①۔

۲۵. عبد اللہ بن رباح الأنصاری (م ۹۰ھ)

آپ نے حضرت ابی بن کعب، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے احادیث نقل کی ہیں اور آپ سے ثابت البنانی، عاصم الاحول اور ابو عمران نے احادیث روایت کی ہیں ②۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ: ”عبد الملک بن حبیب الازدی نے ان سے احادیث مدون کی تھیں ③۔“

انھوں نے ابو عمران الجونی کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کی تھی ④۔

۲۶. ابو العالیہ الریاحی رفیع بن مہران البصری (م ۹۳ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑤۔ آپ اپنے تلامذہ کو کتابت حدیث کی تلقین کیا کرتے تھے۔

ابوخلدہ کا بیان ہے کہ ”ابو العالیہ الریاحی میرے پڑوس میں رہتے تھے آپ کہا کرتے تھے حدیث کے بارے میں مجھ سے سوال کیا کرو اور میری احادیث لکھ لیا کرو قبل اس کے کہ جب تم انھیں تلاش کرو تو تمھیں میرے علاوہ کسی اور کے پاس نہ ملیں“ ⑥۔

عبد الصمد بن عبدالوارث کا قول ہے کہ ”ابوخلدہ نے ہمیں بتایا ہے کہ میں نے ابو العالیہ سے بعض کتب، مانگیں تو ابو العالیہ نے کہا، میں نے کچھ نہیں لکھا۔ اگر میں کچھ لکھتا تو تیری عزت کرتے ہوئے میں اپنی لکھی ہوئی کتب تمھیں دے دیتا۔ میں نے صرف تین چیزیں تشہد ابواب الطلاق اور مناسک الحج لکھی ہیں“ ④۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب کتب حدیث موجود تھیں۔

۲۷. جابر بن زید الازدی (م ۹۳ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ آپ حدیث اور فقہ میں خاطر خواہ معرفت رکھتے تھے۔ آپ حدیث کے علاوہ کسی دوسری رائے کو لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے ②۔

- | | | |
|---|--------------------------------------|--|
| ① الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۹ | ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۳/۷ | ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۷/۵ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۹/۶ | ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۹/۶ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۹/۶ |
| ⑦ المسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن، حدیث نمبر ۶۷۷۶، ص: ۱۱۶۱ | ⑧ ابن جنبل، المسند، ص: ۱۹۲/۲ | ⑨ ابن جنبل، المسند، ص: ۱۹۲/۲ |
| ⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ | ⑪ الراہرزی، المحمدات الفاصل، ص: ۳۲ | ⑫ الخطیب، الجامع لاحلاق الراوی، ص: ۱۸۹ |
| ⑬ ابن جنبل، العلل، ص: ۳۳۱/۳ | ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۲ | ⑮ الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۲۰ |
| ⑯ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۳۱/۲ | ⑰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۱/۷ | |

حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے کہ جابر بن زید الازدی، عبدالرحمن بن سابط سے تختیوں پر احادیث لکھا کرتے تھے ①۔ نیز آپ کے تلامذہ آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے ②۔

۲۸. سعید بن المسیب (م ۹۳ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت حکیمؓ بن حزام اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے ③۔ مدینہ منورہ میں ان کی مجالس حدیث منعقد ہوتیں ④۔ آپ حدیث کو بڑے اہتمام سے جمع کرتے تھے اور صرف ایک حدیث کی خاطر آپ نے کئی کئی دن کا سفر کیا ⑤۔ آپ کتابت حدیث کے قائل نہیں تھے ⑥۔ تاہم ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عبدالرحمن بن حرمہ (م ۱۳۵ھ) کو اپنی مرویات لکھنے کی اجازت دے رکھی تھی ⑦۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آخری عمر میں کتابت حدیث کی اجازت دے دی تھی۔ ایک اور روایت سے اس امر کا واضح اشارہ ملتا ہے۔ اس روایت کو علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ: ”حسن بصری کو جب تشریحی مسائل کے حل میں کوئی دشواری پیش آتی تو وہ سید بن مسیب سے خط و کتابت کے ذریعے حل کر لیتے تھے“ ⑧۔

۲۹. عروۃ بن زبیرؓ (م ۹۳ھ)

آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت اسامہؓ بن زید، حضرت حکیمؓ بن حزام، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے ⑨۔ آپ کا شمار مدینہ کے فقہاء میں سے ہوتا ہے ⑩۔ آپ کے پاس کثیر تعداد میں ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا ⑪۔ آپ کی اکثر و بیشتر مرویات حضرت عائشہؓ کی روایات پر مشتمل تھیں ⑫۔

① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ ② الخطیب، تعلیۃ العلم، ص: ۱۰۹

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۱/۷

④ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی اسماء الرجال، ص: ۵۹۸ ⑤ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۲۰/۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۲۸/۴

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۶/۵

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۹/۵ ⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۲/۱

⑩ ابن الصلاح، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۸ ⑪ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۲۰/۱

⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱ ⑬ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۱۲۲/۲ ⑭ الخطیب، تعلیۃ العلم، ص: ۲۸، ۲۰، ۱۵

⑮ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ ⑯ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ ⑰ الخطیب، تعلیۃ العلم، ص: ۵۹ ⑱ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۵۶/۲

⑲ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۵۲/۱ ⑳ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۱/۱ ㉑ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۱۸۰/۷

㉒ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۲۳۱/۱ ㉓ ابن حبان، المستدرک، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۳ ㉔ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی اسماء الرجال، ص: ۶۱۱

㉕ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۵ ㉖ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۳۳۲/۱

㉗ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۰۵ ㉘ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۳۳۲/۱

㉙ ولی الدین الکاتب، الاکمال فی اسماء الرجال، ص: ۱۱۱ ㉚ محمد عبد اللہ، محفہ امام بن مہدی، ص: ۵۵

ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں: ”ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے مجھ (عروہ بن زبیرؓ) سے کہا، اے بیٹے! مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری احادیث لکھنے کے بعد واپس جا کر دوبارہ لکھتے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ میں آپ سے کچھ احادیث سننے کے بعد واپس جا کر دوسروں سے احادیث سنتا ہوں۔ تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں کیا تم نے کبھی معنی میں اختلاف پایا؟ میں نے کہا۔ جی نہیں! تو آپ فرمانے لگیں، یہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے ①۔ بد قسمتی سے حدیث کی یہ کتب واقعہً حرج کے دوران تلف ہو گئیں ②۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے خود ان کتب کو جلا دیا تھا۔ بعد میں پچھتایا کرتے تھے کہ ”کاش میں اپنے خاندان اور مال و اسباب کو ان کتب کی حفاظت پر قربان کر دیتا“ ③۔ اس واقعہ کے بارے میں مصادر سے یہ صراحت نہیں ملتی کہ انھوں نے کن اسباب کی بناء پر اپنی کتب جلائی تھیں۔ ممکن ہے کہ آپ کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ لڑائی کے دوران ان کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ جیسا کہ دوسرے صحابہؓ و تابعین سے منقول ہے، کہ انھوں نے اسی خوف کے پیش نظر اپنی کتب جلا ڈالی تھیں۔

علاوہ ازیں آپ کی سیرت نبویہ پر ایک کتاب تھی جس کا تذکرہ مختلف مصادر میں ملتا ہے ④۔

درج ذیل تلامذہ نے آپ سے اس کتاب کو روایت کیا ہے:

- ۱۔ ابوالاسود ⑤
 - ۲۔ الزہری ⑥
 - ۳۔ ہشام بن عروہ ④
 - ۴۔ یحییٰ بن عروہ ⑧
- آپ اپنے تلامذہ کو درس حدیث بھی دیا کرتے تھے ⑨۔

امام زہری کا بیان ہے:

”کان عروہ یتألف الناس علی حدیثہ“ ⑩

عروہ لوگوں کو اپنی حدیث پر اکٹھا کرتے تھے۔

① الخطیب، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص: ۲۰۵

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۵ ③ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۸۳/۷

④ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۵۰۵ ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۵ ⑥ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۵/۱

⑦ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۸۳/۷ ⑧ محمد حمید اللہ، مقدمہ الصحیحہ الصحیحہ، ص: ۵۵

⑨ تفصیل کے لیے دیکھئے الاظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۵۹

⑩ ابن جنبل، المسند، ص: ۳۲۰/۲ ⑪ البلاذری، فتوح البلدان، ص: ۹۶، ۸۳، ۸۱ ⑫ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۸۹/۱-۹۳-۹۹-۹۵

⑬ ابن جنبل، المسند، ص: ۳۲۳/۳-۳۲۶-۳۲۸-۳۳۱

⑭ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب حدیث الإفک، حدیث نمبر ۴۱۴۱، ص: ۷۰۱

⑮ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام، باب من قضیٰ له بحق أخیه، حدیث نمبر ۸۱۸۱، ۸۱۸۲، ص: ۱۲۳۶-۱۲۳۷

⑯ الطبری، التاریخ، ص: ۱۵۲۹، ۱۵۳۴، ۱۵۳۹، ۵۵۱ ⑰ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۲۳۳/۱۰-۲۳۴

⑱ ابن جنبل، المسند، ص: ۲۱۲/۶ ⑲ الطبری، التاریخ، ص: ۱۱۸۰/۱-۱۲۳۸۳-۱۲۳۸۴-۱۲۳۸۵-۱۲۳۸۶-۱۲۳۸۷

⑳ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۷۸/۲

㉑ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۲ ㉒ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۷۹/۳

مزید برآں آپ اپنے تلامذہ کو املا کروایا کرتے اور املا کے بعد ان کی تحریر کردہ احادیث دیکھا کرتے تھے ①۔ ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ بن الزبیرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ: ”عروہ مجھ سے پوچھا کرتے تھے کیا تم نے لکھ لیا ہے؟ تو میں جواب دیتا جی ہاں، پھر آپ فرماتے کیا تم نے اپنی کتب اصلاح کے لیے پیش کی ہیں، میں نے کہا! نہیں، تو آپ نے کہا تم نے لکھا ہی نہیں ہے“ ②۔ ایک دوسری روایت میں ہشام بیان کرتے ہیں کہ: ”میرے والد ہمیں احادیث پیش کرتے تھے جس طرح ہم کتاب پیش کرتے ہیں“ ③۔ آپ کے اصحاب میں سے درج ذیل کے پاس آپ کی مرویات تحریری صورت میں موجود تھیں۔

عبدالملک بن مروان: مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے عروہ بن زبیرؓ سے چند اشیاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے رسالہ لکھا جس کا جواب عروہ بن الزبیرؓ نے تحریری طور پر دیا ④۔

ہمیرہ زہری کا بیان ہے: ”میں عروہ بن زبیرؓ کے ہاں گیا تو آپ ہمیرہ جو عبدالملک بن مروان کے ساتھی کی طرف لکھ رہے تھے جس نے ان سے قول باری تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ.....﴾ ⑤ کے بارے میں سوال کیا تھا ⑥۔

ہشام بن عروہ: عبادۃ بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ ”میں نے ہشام بن عروہ سے اس کے والد کی صحیح احادیث طلب کیں تو انھوں نے ایک رجسٹر نکال کر کہا، کہ اس میں میرے والد کی صحیح احادیث ہیں، جنھیں میں نے ان کے سامنے پیش کر کے اسے جان لیا ہے کہ اسے لے لو۔ اور لوگوں کی طرح یہ مت کہنا کہ اسے میں پہلے لوگوں پر پیش کر کے دیکھ لوں ④۔

عمر بن عبدالعزیز: عروہ بن زبیرؓ نے مسائل و احکام کے بارے میں کچھ مرویات حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ارسال کی تھیں ⑧۔

۳۰۔ سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مغفل اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑨۔ آپ کے پاس مجموعہ حدیث تھا جسے آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ ⑩ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا تھا ⑪۔ آپ کا پی، تختی، کججور کے پتے، اونٹ کے کجاوے کی لکڑی حتیٰ کہ اپنی ہتھیلی اور جوتے پر حدیث تحریر کر لیتے تھے ⑫۔

امام دارمی اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت سعید بن جبیر کو املاء کروایا کرتے تھے، جسے آپ لکھتے جاتے۔

- | | |
|--|---|
| ① السمعانی، ادب الملاء، ص: ۷۸ | ② لا عظمیٰ، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۵۸/۱ |
| ③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۷ | ④ ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص: ۹۸/۳ |
| ⑤ ابن خلیل، المسند، ص: ۲۱۲/۶ | ⑥ الممتحنۃ، ۹/۶۰ |
| ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۸ | ⑧ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۲۳/۲ |
| ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۲/۱ | ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶ |
| ⑪ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۳۹۹، ص: ۱۳۸/۱ | ⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۰۲/۳۳ |
| ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۶ | ⑭ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۲/۳۳ |
| ⑮ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۰۲/۳۳ | ⑯ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۲۳/۲ |

بعض دفعہ درس کے دوران کاغذ ختم ہو جاتا، تو آپ اپنے لباس، ہتھیلی حتیٰ کہ اپنے جوتے پر بھی لکھ لیتے۔ اور گھر جا کر اسے نقل کر لیتے تھے ①۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سعید بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرویات کو اونٹ کی سواری کے دوران لکھا کرتے تھے ②۔

حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے: ”بعض اوقات سفر کے دوران میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے کوئی حدیث سنتا تو اسے اپنے اونٹ کے کجاوے پر لکھ لیتا پھر بعد میں اسے کاغذ پر اتار لیتا“ ③۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر حدیث لکھنے کو کس قدر ترجیح دیتے تھے۔ اور آپ کے پاس ذخیرہ حدیث تحریری شکل میں موجود تھا۔

۳۱. عبدالرحمن بن مل، ابو عثمان النهدی (م ۹۵ھ)

آپ نے نبی کریم ﷺ کے عہد میں اسلام قبول کیا لیکن شرف لقاء نہ ہو سکا۔ آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ④۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا، جسے آپ کے شاگرد سلیمان التیمی نے اپنے پاس محفوظ کیا ہوا تھا۔

سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ ”ابو تمیمہ نے ہمیں ابو عثمان النهدی سے ایک حدیث بیان کی تو میرے دل میں اس کے بارے میں شک پیدا ہوا تو میں نے کہا آپ نے اس طرح حدیث بیان کی ہے جبکہ میں نے ابو عثمان سے اس طرح حدیث نہیں سنی تو میں نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو دیکھا تو اس میں اسی طرح یہ حدیث موجود تھی جس طرح میں نے ان (ابو تمیمہ) سے سنی تھی“ ⑤۔

۳۲. ابراہیم بن یزید النخعی (م ۹۶ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ حدیث اور فقہ کے مسلمہ امام تھے ⑥۔ آپ حدیث لکھنے والوں کی زیادہ حوصلہ افزائی نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا قول ہے: ”انسان جو لکھتا ہے اسی پر اعتماد کرتا ہے“ ⑦۔ شاید اسی وجہ سے آپ

① الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابہ الحدیث، حدیث نمبر ۴۹۹، ص: ۱۲۸/۱

② الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۳

③ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابہ العلم، حدیث نمبر ۴۹۵، ص: ۱۲۷/۱

④ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۳

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۷۸/۴

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب وضع الصبی علی الفخذ حدیث نمبر ۶۰۰۳، ص: ۱۰۵۰

⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب الذکر اسامۃ بن زید، حدیث نمبر ۳۷۳۵، ص: ۶۲۹

⑧ ابن ضبل، السند، ص: ۲۱۰/۵

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۹/۱

② النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۰۳/۱

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۷۷/۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۹/۶

⑤ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۸۲/۱

کتابت حدیث کو مکروہ خیال کرتے تھے۔ ورنہ آپ نے اور آپ کے تلامذہ نے احادیث تحریر کی ہیں۔

سنن نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس مجموعہ حدیث تھا۔ کیونکہ قتادہ اور دوسرے حضرات نے رضاعت کے چند مسائل کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنے کا مطالبہ کیا تو انھوں نے اپنی رائے لکھ کر ان کی طرف ارسال کی اور آپ کی رائے حدیث رسول اور اقوال صحابہ و تابعین پر مشتمل تھی ①۔

آپ کے تلامذہ بھی آپ کے درس حدیث میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ جامع بن شداد بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے حماد کو دیکھا کہ وہ ابراہیم کے پاس احادیث لکھا کرتے تھے“ ②۔

۳۳. سالم بن ابی جعد (م ۹۷ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت انس بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے ان کی اولاد، منصور اور اعمش نے روایت کی ہے ③۔

منصور کا بیان ہے کہ ”میں نے ابراہیم نخعی سے پوچھا کیا بات ہے؟ سالم بن ابی جعد کی احادیث آپ کی احادیث سے زیادہ ہیں تو ابراہیم نخعی نے کہا اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے“ ④۔

ایک دوسری روایت میں ابن حبان کا قول ہے کہ ”جب محمد ابن ابی کبشہ (م ۱۰۰ھ) کوفہ آئے تو الجبلی اور سالم بن ابی الجعد نے ان سے احادیث لکھیں“ ⑤۔

۳۴. عمرة بنت عبد الرحمن بن سعد الأنصاری (م ۹۸ھ)

آپ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ، ام ہشام بنت حارثہ، ام حبیبہؓ، حمہ بنت جحش سے روایت کی ہے، اور آپ سے آپ کے بیٹے ابوالرجال، اور آپ کے بھائی محمد بن عبد الرحمن اور بھتیجے یحییٰ بن عبد اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بچپن ہی سے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی تھی ②۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے جب حدیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ③ کو حکم دیا۔

① التسانی، سنن التسانی، کتاب النکاح، باب القدر الذی یحرم الرضاۃ، حدیث نمبر ۳۳۱۳، ص: ۲۵۷

② الراہرمزی، المعجم الفاصل، ص: ۲۸

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۲/۶

④ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۲/۳ ⑤ ولی الدین اکاتب، الاکمال، ص: ۵۹۹ ⑥ الحاکم، معجم علوم الحدیث، ص: ۱۵۶

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۹۱/۶ ⑧ الخطیب، تنقیح العلم، ص: ۱۰۸ ⑨ الراہرمزی، المعجم الفاصل، ص: ۳۵

⑩ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۲۵ ⑪ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۸/۱۲ ⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۶/۱

⑬ آپ حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۷۴/۱، مولانا مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے کہ:

”ابوبکر بن محمد عمرة بنت عبد الرحمن کے بھانجے تھے۔ گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۶۱“

أَنْ يَكْتُبَ لَهُ مِنَ الْعِلْمِ مَنْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ①
عمرہ بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس سے علم لکھ کر میرے پاس بھیجو۔

قرونِ اولیٰ میں "علم" کا لفظ احادیثِ نبویہ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن سعد نے عطاء بن ابی رباح کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ابن جریج کا بیان ہے:

"كَانَ عَطَاءٌ إِذَا حَدَّثَ بِشَيْءٍ قُلْتُ عِلْمٌ أَوْ رَأَى فَإِنْ كَانَ أَثَرًا قَالِ عِلْمٌ وَ إِنْ كَانَ رَأْيًا قَالِ رَأْيٌ" ②

عطاء جب کوئی بات بیان کرتے تو میں پوچھتا کہ یہ علم ہے یا کوئی رائے؟ اگر حدیث ہوتی تو وہ کہتے علم ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہتے رائے ہے۔

بعض مصادر میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کو یوں نقل کیا گیا ہے:

"أَكْتُبُ إِلَيَّ بِمَا ثَبَتَ عِنْدَكَ مِنَ الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ بِحَدِيثِ عُمَرَ ③

آپ کے پاس موجود حدیث رسول اللہ ﷺ اور عمرہ کی روایت کردہ احادیث مجھے لکھ بھیجو۔

چنانچہ ابوبکر بن محمد نے آپ کی طرف احادیث لکھ بھیجیں۔

۳۵. حسن بن محمد بن الحنفیہ (م ۹۹ھ)

آپ نے حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت جابر بن عبد اللہ اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے۔ اور ان سے عمرو بن دینار اور امام زہری نے روایت کی ہے ④۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس عقائد پر مشتمل احادیث کا ایک کتابچہ تھا ⑤۔

۳۶. عبد اللہ بن ابی قتادۃ الأنصاری (م ۹۹ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت ابو قتادۃ الأنصاریؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے ⑥۔ یحییٰ نے عبد اللہ بن ابی قتادہ کی روایت کردہ احادیث لکھیں اور وہ احادیث ہشام کی طرف ارسال کر دیں۔

مسند احمد میں ہے کہ ہشام بیان کرتے ہیں کہ: "یحییٰ نے میری طرف عبد اللہ بن ابی قتادۃؓ جو کہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں" کی احادیث لکھ کر میری طرف ارسال کی تھیں" ⑦۔

① الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۱ ② ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۵۳/۸

③ الداری، سنن الداری، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث بر، ۲۸۷، ص: ۱۳۷/۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۵۳/۸-۱۳۲/۲ ⑤ ابن سلام، الاموال، ص: ۵۷۸ ⑥ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۰۵

⑦ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۱

⑧ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۰۵ ⑨ محمد عجاج، السنة قبل التدوين، ص: ۳۲۹

⑩ النووی، تهذيب الاسماء، ص: ۱۶۰/۱ ⑪ ابن حبان البستی، مشاهير علماء الامصار، ص: ۶۲

⑫ صحیح صالح، مباحث فی علوم السنة، ص: ۸۵

⑬ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۰/۵

⑭ ابن جنبل، المسند، ص: ۳۱۰/۵

۳۷. عبداللہ بن محمد بن علی ابو ہاشم (م ۹۹ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن الحنفیہ اور ایک انصاری صحابی سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس حدیث نبویہ پر مشتمل ایک مجموعہ تھا ②۔ بعد ازاں یہی نسخہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی ملکیت میں آ گیا ③۔

۳۸. حبان بن جزء السلمی (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو امیہ، عبدالکریم بن ابی مخارق اور عبداللہ بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ہے ④۔ آپ کا مجموعہ حدیث ”نسخہ“ کے نام سے معروف ہے جو مطرف بن عبد الرحمن کے پاس تحریری شکل میں موجود تھا ⑤۔

۳۹. شہر بن حوشب الأشعری (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس حدیث کا مجموعہ تھا جس کا کچھ حصہ ہشام بن حسان کے ساتھ خاص تھا ④۔ آپ کے شاگرد عبدالحمید بن بہرام نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑧۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے: ”عبدالحمید بن بہرام، شہر بن حوشب کی احادیث کو قرآن کی سورتوں کی طرح یاد کرتے تھے اور وہ ستر طویل احادیث تھیں“ ⑨۔

۴۰. طاؤس بن کيسان (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا ⑩۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن جریج کا بیان ہے:

”مجھے طاؤس کے بیٹے نے خبر دی جو کہ اپنے باپ (طاؤس بن کيسان) سے نقل کرتے ہیں۔ طاؤس نے کہا میرے والد کے پاس ایک کتاب تھی جس میں دیت کا ذکر تھا جس کی رسول اللہ ﷺ کو وحی ہوئی“ ⑪

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶/۶ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۱/۵

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۱/۵ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶/۶ ⑤ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۲۷

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۱/۲ ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۶۸/۱

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۹/۴ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۴/۱۱

⑩ الخرزجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۸۷ ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۹/۳

⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۵۹/۱۱ ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۱/۳

⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۱/۳ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۵

⑯ دار القطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۹۵/۳

آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء کروایا کرتے تھے ①۔

لیث بن ابی سلیم کے پاس آپ کی مرویات جمع تھیں۔ موسیٰ بن داؤد کا قول ہے:

”حدثنی أمة الله مولاة طاؤس قالت رأيت ليث بن أبي سليم يكتب عند

طاؤس في ألواح كبار و هو يملئ عليه“ ②

مجھے طاؤس کی باندی اُمّہ اللہ نے خبر دی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھا کہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اور طاؤس انھیں املاء کروا رہے تھے۔

۴۱۔ عبد اللہ بن ہرمز (م ۱۰۰ھ)

آپ نے سعید بن عبید اور محمد بن عبید سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حاتم بن اسماعیل، محمد بن عجلان وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ آپ کا شمار مشہور ناقلین حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے تحریری صورت میں احادیث کا مجموعہ تمیم حیشانی کی طرف ارسال کیا تھا ④۔

۴۲۔ لاحق بن حمید، ابو مجلز (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک اور دوسرے صحابہ کرام سے روایت کی ہے ⑤۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ امام یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

”أول ما طلبت الحديث وقع في يدي كتاب فيه مراسلات عن أبي مجلز.....“ ⑥
ابتدا میں جب میں علم حدیث حاصل کر رہا تھا میرے ہاتھ میں ابو مجلز سے روایت کردہ مرویات کی کتاب ”مراسلات“ آ گئی تھی۔

۴۳۔ محمد بن ابی کبشہ (م ۱۰۰ھ)

آپ نے اپنے والد عمرو بن سعید (ابی کبشہ) جو صحابی تھے سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن اوسط بجلی نے روایت کی ہے ⑦۔ ابن حبان کا قول ہے کہ محمد بن ابی کبشہ جب کوفہ آئے تو آپ سے فہیاء البجلی اور سالم بن ابی الجعد نے احادیث لکھیں ⑧۔

① ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص: ۵۸/۳

② ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص: ۵۸/۳ ③ ابن الجعد، المسند، ص: ۶۵ ④ ابن ضبل، العلل، ص: ۲۶۰/۱

⑤ الحمزى، تهذيب الكمال، ص: ۶۰۱/۱۰ ⑥ ابن ضبل، المسند، ص: ۵۳۱/۲

⑦ النووى، تهذيب الاسماء، ص: ۷۰/۱ ⑧ الرازى، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۳

⑨ الرازى، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۳ ⑩ ابن حجر، تهذيب المعاني، ص: ۳۷۵

۴۴. ممتور الحبشی 'ابو سلام' (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت ابو ذرؓ، حضرت ابومالک الاشعریؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔
 ”ابن سعد نے اہل شام کے طبقہ اولیٰ کے تابعین میں ان کا ذکر کیا ہے“ ②۔ یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ حرب بن شداد کا بیان ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے کہا:
 کل شیئ عن ابی سلام فإنما هو کتاب ③
 ابو سلام سے مروی ہر شے دراصل وہ کتاب سے ہے۔

۴۵. هند بنت الحارث الفراسیہ (م ۱۰۰ھ)

آپ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے امام زہریؒ نے روایت کی ہے ④۔ امام زہریؒ کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں۔ جعفر بن ربیعہ کہتے ہیں، کہ ابن شہاب نے ان کی طرف لکھا:
 ”حدثتني هند بنت الحارث الفراسية“..... ⑤
 مجھے هند بنت الحارث فراسیہ نے حدیث بیان کی ہے۔

۴۶. ذکوان، ابو صالح السمان (م ۱۰۱ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کا شمار کتابت حدیث کے قائلین میں سے ہوتا ہے۔ آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے۔ جنہوں نے آپ سے تحریری صورت میں احادیث اخذ کی تھیں ⑦۔
 درج ذیل حضرات کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:
 اعمش: اعمش کہتے ہیں میں نے ابو صالح (ذکوان) سے ایک ہزار احادیث لکھی ہیں ⑧۔ اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم حدیث کے ناقد تھے میں ان کے پاس ابو صالح کی حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کردہ احادیث لایا جو میرے پاس لکھی ہوئی تھیں تو آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث سے بعض اشیاء کو ترک کر دیتے تھے ⑨۔
 سہل بن ابی صالح: ابن الجوزی کا بیان ہے کہ امام بخاریؒ نے سہل بن ابی صالح کی روایات کو ترک کر دیا کیونکہ ان کا اپنے والد (ابو صالح) سے سماع میں کلام ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے ان کے صحیفہ کو ترک کیا ہے ⑩۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۶/۱۰ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۶/۱۰

③ ابن ابی خثمہ، التاريخ، ص: ۵۸/۳ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۷/۱۲

⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مکث الامام فی مصلایہ بعد الصلاة، حدیث نمبر ۸۵۰، ص: ۱۳۷

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۹/۳ ⑦ ابن حبان، المستدرک، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۷۵

⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۵، ۸۳/۱ ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۳۲/۲

⑩ ابن الجعد، ال، ص: ۸۰ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۳/۱

⑫ ابن الدینی، العلل، ص: ۱۳۰/۱ ⑬ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۲/۱

ابن حجر کا بیان ہے کہ امام بخاری جن متکلم فیہ رواۃ کے ساتھ منفرد ہیں آپ نے ان کی اکثر احادیث کو نہیں لیا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے پاس حدیث کا بڑا نسخہ تھا۔ جبکہ امام مسلم نے اس کے برعکس ان نسخوں کی اکثر احادیث کی تخریج کی ہے۔ مثلاً ابوزبیر کی حضرت جابر سے روایت سہل کی اپنے باپ (ابوصالح) سے مروی روایات ①۔

۴۷. مقسم بن بجرۃ (م ۱۰۱ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے ②۔ الحکم اور عثمان المشاہد کے پاس ان کی احادیث تحریری شکل میں تھیں۔ امام شعبہ کہا کرتے تھے:

”أحادیث الحكم عن مقسم كتاب إلا خمسة أحادیث“ ③

پانچ احادیث کے علاوہ حکم کی مقسم سے مروی روایات ایک کتاب ہے۔

معمر کا بیان ہے:

أخبرني عثمان الجزري عن مقسم قال كتبت عنه صحيفتين في المغازی

فاستعارهما مني رجل فذهب بهما ④

مجھے عثمان جزری نے مقسم کے بارے میں بتایا کہ میں نے اُن سے دو صحیفے مغازی کے بارے میں لکھے ہیں جن کو ایک شخص نے مجھ سے عاریہ لیا اور پھر واپس نہیں کیے۔

۴۸. مجاہد بن جبر المکی (م ۱۰۲ھ)

آپ نے حضرت سعد بن وقاسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آپ مشہور مفسر قرآن تھے ⑤۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کتابت کے قائل نہیں تھے ⑥۔ تاہم دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ کر تختیوں پر لکھا کرتے تھے ⑦۔

آپ سے ابن ابی شیح ⑧، ابن جریج ⑨، ابن عیینہ ⑩، الحکم بن عتیبہ ⑪، القاسم بن ابی بزة ⑫، لیث بن ابی سلیم ⑬، اور

① ابن حجر، حدی الساری، ص: ۲۳/۱ ○ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۴۲

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۸/۱۰

③ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۳۰ ○ ابن ابی خيثمة، التاريخ، ص: ۳۱/۳ ○ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱۰-۲۳۳/۲

④ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۱۹/۱ ○ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۳۹/۳ ○ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۸۷/۱

⑤ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۰۵ ○ الطبری، تفسير الطبری، ص: ۹۰/۱

⑥ ابن حبان، الثقات، ص: ۶۸۵، ۵۰۶ ○ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶ ○ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۵

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۴/۶ ○ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۱/۲، ۲۰۳/۲

⑧ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۵، ۵۰۶ ○ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۳/۶ ○ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۵

⑨ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۳۳۰/۱ ○ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶ ○ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۲

⑩ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶

⑪ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۸۵ ○ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶

میاہ بن سرج نے احادیث لکھی تھیں ①۔ آپ کے پاس حضرت جابرؓ بن عبد اللہ کی کتب کا مجموعہ بھی تھا جن سے آپ اپنے تلامذہ کو املاء کرایا کرتے تھے ②۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کتابت حدیث کے قائل تھے۔ البتہ ممانعت کی روایات کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے ان اوراق سے لکھنے سے منع کیا تھا جس پر قرآن لکھا گیا ہو، تاکہ التباس کا خطرہ باقی نہ رہے۔

۴۹. حبیب بن سالم الانصاری (م ۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ آپ حضرت نعمانؓ بن بشیر (م ۶۴ھ) کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے ③۔ آپ نے حضرت نعمانؓ بن بشیر سے کچھ احادیث لکھ کر ان کے بیٹے یزید بن نعمانؓ کی طرف ارسال کر دیں ④۔ اسی طرح آپ نے کچھ احادیث قتادہ کی طرف ارسال کی تھیں ⑤۔

۵۰. خالد بن معدان القلاعی (م ۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ آپ کی ستر سے زائد صحابہ کرامؓ سے ملاقات ثابت ہے ②۔ آپ کے پاس ذخیرہ حدیث پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تھی، جس کو بند کرنے کے لیے بٹن لگے ہوئے تھے ③۔ حدیث کا یہ مجموعہ ”النسخہ“ کے نام سے معروف تھا جس کی ایک نقل ان کے شاگرد بشیر بن سعد (م ۱۶۰ھ) کے پاس تھی ④۔ جنہوں نے یہ کتاب بقیہ بن الولید (م ۱۹۶ھ) کو دے دی تھی ⑤۔ بقیہ بن الولید، خالد بن معدان کے اس مجموعہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ”بشیر نے مجھے خالد بن معدان کا مصحف دیا تھا۔ جو قرآن کی طرح تحریری صورت میں تھا۔ اور اس کے بہت سے کاج اور بٹن تھے ⑥۔ اس کے علاوہ بحیر بن سعید ⑦ اور جمیع بن ثوب السلمي کے پاس بھی خالد بن معدان کا ”نسخہ“ تھا ⑧۔

① ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۲۰ ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۲/۵

③ ولی الدین الکاتب، الإكمال، ص: ۵۹۲ ④ ابن خنبل، العلل، ص: ۲۷۳/۴

⑤ ابن خنبل، العلل، ص: ۲۷۶/۴ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۸/۳

⑦ ولی الدین الکاتب، الإكمال، ص: ۵۹۳ ⑧ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۷/۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۷/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۹/۳ ⑪ البیہقی، کتاب المساحف، ص: ۱۳۴

⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۶/۱ ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۱۲/۱

⑭ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۲/۷ ⑮ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۹۱/۱ ⑯ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۲۱۸/۵

⑰ البیہقی، کتاب المساحف، ص: ۱۳۴ ⑱ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۸۱

⑲ ابن عدی، الإكمال، ص: ۲۲۴/۱

۵۱. عامر بن شرحیل (م ۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت عمران بن حصین، حضرت جریر بن عبد اللہ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کوفہ کے مشہور محدث اور فقیہ تھے آپ کا شمار اولین جامعین حدیث میں سے ہوتا ہے ①۔

آپ کو یہ اولیت بھی حاصل ہے۔ کہ آپ نے حدیث کو موضوعاتی اعتبار سے مرتب کیا۔ مثلاً آپ نے طلاق سے متعلق احادیث کو ”کتاب الطلاق“ کے اندر جمع کر دیا۔ آپ اس کتاب (کتاب الطلاق) کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”هذا فصل كبير عن الطلاق“ ② (یہ طلاق کے بارے میں ایک بڑی فصل ہے)

مصادر سے آپ کی بہت سی کتب مثلاً کتاب الجراحات ③، کتاب الفرائض ④، کتاب المغازی ⑤، کتاب فی الصدقات ⑥ کا علم ہوتا ہے۔

امام شعبی کے تلمیذ خاص ابو حصین عثمان بن عاصم (م ۱۲۸ھ) کا بیان ہے کہ ”شعبی کی وفات کے بعد کتاب الفرائض اور کتاب الجراحات کے علاوہ کوئی اور کتاب موجود نہیں تھی“ ④۔ مزید برآں آپ کے پاس شرعی قضایا پر مشتمل ایک مجموعہ حدیث بھی تھا جو کہ عاصم الا حول کے پاس محفوظ تھا۔ انھوں نے اسے نقل کرنے کی آپ سے اجازت حاصل کر لی تھی ⑤۔

بعض حضرات نے آپ کے قول:

”ما كتبت سوداء في بيضاء ولا سمعت من رجل حديثاً فأردت أن يعيده علي“ ⑥

میں نے سفید کاغذ پر کبھی سیاہ حرف نہیں لکھا اور جب کسی شخص سے حدیث سن لیتا تو اسے دہرانے کا نہیں کہتا۔

سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ حدیث لکھنے کے قائل نہیں تھے حالانکہ اس قول سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں صرف آپ کے اعلیٰ حافظہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ سارا علم سینہ میں محفوظ کر لیتے اور تحریر سے مدد نہیں لیتے تھے۔ نیز آپ اپنے شاگردوں کو حکم دیتے کہ جو کچھ تم مجھ سے سنتے ہو اسے لکھ لیا کرو ⑦۔ آپ انہیں احادیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے ⑧۔

- | | |
|--------------------------------------|---|
| ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۹/۱ | ② دلی الدین الکاتب، الاکمال، ص: ۶۱۹ |
| ③ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۴ | ④ الجزازی، توجیہ النظر، ص: ۷ |
| ⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۲/۱۲ | ⑥ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۷۷/۹ |
| ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۲/۱۲ | ⑧ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۳۰/۱۰ |
| ⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۳۰/۱ | ⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳، ۱۷۳/۶ |
| ⑪ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۸۶ | ⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۳/۶ |
| ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۳/۳ | ⑭ ابن ابی خثیمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱۶ |
| ⑮ الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ | ⑯ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۹/۱۲ |
| ⑰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۳/۶ | ⑱ الخطیب، تنقید العلم، ص: ۱۰۰ |
| ⑲ الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶ | ⑳ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۷/۱۲ |
| ㉑ ابو خثیمہ، کتاب العلم، ص: ۱۱ | ㉒ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۰/۱ |

نیز آپ کے اقوال:

۱۔ "ان الكتاب هو سجل المعرفة" ①

کتاب معلومات کا رجسٹر ہوتا ہے۔

۲۔ "إن أعظم الرواة هو الدفتر" ② اور

کتاب سب سے بڑا راوی ہے۔

سے کتابت حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے بھی واضح آپ کا یہ قول ہے "نہ لکھنے کی وجہ سے مجھے اتنا علم بھول

گیا ہے، کہ اگر کسی کو یاد ہوتا تو وہ عالم بن جاتا" ③۔

۵۲۔ عطاء بن یسار (م ۱۰۳ھ)

آپ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو ایوب، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے ④۔ آپ ام

المؤمنین حضرت میمونہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ مدینہ منورہ کے مشہور اور جلیل القدر محدث اور سینہ میں علم کا خزانہ محفوظ رکھنے والے

فقیہ تھے ⑤۔ آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی۔ اس کتاب کے بارے میں عمر بن اسحاق بن یسار کا قول ہے:

"قرأت فی کتاب لعطاء بن یسار....." ⑥

میں نے عطاء بن یسار کی کتاب میں پڑھا۔

۵۳۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف (م ۱۰۴ھ)

آپ نے حضرت عثمان، حضرت ابو قتادہ، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے ⑦۔ آپ کتابت حدیث

کے قائل تھے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس کے درس میں حاضر ہو کر حدیث لکھا کرتے تھے ⑧۔ آپ نہ صرف حدیث خود لکھا کرتے تھے

بلکہ دوسروں کو املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: "میں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن کو دیکھا کہ آپ ایک کاتب

بچے کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر لے جاتے اور اسے حدیث کی املاء کرواتے، چنانچہ وہ آپ کی احادیث لکھا کرتا تھا" ⑨۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۰/۱ ⑤ الراہر مزنی، المحذات الفاصل، ص: ۳۶

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۲/۶ ⑥ الراہر مزنی، المحذات الفاصل، ص: ۳۵

③ گولڈ زہیر، دراسات اسلامیہ، ص: ۱۸۵/۲

④ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۹ ⑦ ابن حجر تہذیب المعجم، ص: ۲۱۷/۷

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۲/۱ ⑧ ابن حجر تہذیب المعجم، ص: ۲۱۷/۷

⑥ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۶۹ ⑨ ابن حجر تہذیب المعجم، ص: ۲۹۶

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۲/۱

⑧ المسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لہا، حدیث نمبر ۳۷۰۱، ص: ۶۳۰

⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۰/۸ ⑩ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۲۱۳/۶

⑪ الخلیف، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۸/۱

۵۴. ابو قلابہ عبداللہ بن زید (م ۱۰۴ھ)

آپ نے حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت ثابتؓ بن ضحاک اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے ①۔

آپ کتابت حدیث کے قائل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

”الكتاب أحب إلي من النسيان“ ②

نسیان کے خوف سے میں نے لکھنے کو ترجیح دی ہے۔

آپ کے پاس بڑی تعداد میں حدیث کی کتب تھیں جن سے آپ کے تلامذہ نے احادیث نقل کی تھیں ③۔ جریر بن حازم جو آپ کے تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ: ”میں نے ابو قلابہ کے مجموعہ احادیث کو پڑھا ہے“ ④۔ آپ کا تحریر کردہ مجموعہ احادیث اس قدر بڑا تھا کہ ایک اونٹ پر لادا جاسکتا ہے ⑤۔ آپ نے وفات سے قبل اپنی کتب ایوب سختیانی (م ۱۳۱ھ) کو دینے کی وصیت فرمائی تھی ⑥۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی وصیت پر عملدرآمد کیا گیا ⑦۔

ابن علیہ کہتے ہیں ایوب نے بتایا کہ ابو قلابہ اپنی کتب مجھے دینے کی وصیت کر گئے تھے، چنانچہ میں شام سے انھیں لایا اور ان کے کرایہ پر بہت دراہم صرف کیے ⑧۔ ایک دوسری روایت میں ایوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کتب کا کرایہ دس درہم سے زائد دیا ہے ⑨۔ بعد ازاں ایوب سختیانی ان (کتب کی) روایات اور وہ روایات جو انھوں نے ابو قلابہ سے بلا واسطہ سماعت کی تھیں، کے مابین مقارنہ (comparison) کر کے روایت کیا کرتے تھے ⑩۔ یہی کتب بعد میں ایوب سختیانی کے شاگرد حماد بن زید کے ہاتھ آ گئی تھیں۔ حماد بن زید کا بیان ہے: ”ایوب نے میری طرف ابو قلابہ کی کتب بھیجیں جس میں حضرت عمرؓ کی اپنے عامل کی طرف کتاب بھی تھی“ ⑪۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حماد بن زید کہتے ہیں کہ: ”میں جریر بن حازم کے ہاں حاضر ہوا تو آپ ایوب کے سامنے ابو قلابہ کی کتب پڑھ رہے تھے۔ ایوب کہنے لگے کہ کچھ احادیث میں نے ابو قلابہ سے سنی ہیں اور کچھ نہیں سنی“ ⑫۔

- ① ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۲۲۶/۵ ② ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۳۶ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۳/۱
- ④ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ ⑤ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۳ ⑥ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵
- ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۳/۹۱/۷ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۷/۲ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۳/۱
- ⑩ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۵۵/۵، ۲۸۲/۲ ⑪ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۷۶ ⑫ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۷۶ ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۷/۹۱/۷-۱۷۷/۹۱/۷ ⑭ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۰۳
- ⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۲/۱ ⑯ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۱ ⑰ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۵۵ ⑱ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۵/۷
- ⑲ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۷/۹۱/۷-۱۷۷/۹۱/۷ ⑳ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۰۳ ㉑ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۸/۱
- ㉒ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۱/۷ ㉓ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۱ ㉔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۳/۱
- ㉕ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۰۳/۳۲۹ ㉖ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۵۵ ㉗ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۷/۹۱/۷-۱۷۷/۹۱/۷ ㉘ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۰۳
- ㉙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۷۷/۹۱/۷ ㉚ الدارمی، سنن الدارمی، ص: ۲۵۲، ۱۳۶، ۲۴۵/۱-۲۴۵، ۲۳۶، ۲۳۷/۷ ㉛ الدارمی، سنن الدارمی، ص: ۲۵۲، ۱۳۶، ۲۴۵/۱-۲۴۵، ۲۳۶، ۲۳۷/۷
- ㉜ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب ذات الجنب، حدیث نمبر ۵۷۱۹، ص: ۱۰۱۱ ㉝ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۰۸/۱ ㉞ الفوی، التاریخ، ص: ۲۷۲/۳ ㉟ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۵۷

مزید برآں آپ کی کتب قتادہ کے پاس بھی تھیں۔ ایوب کہتے ہیں: ”قتادہ نے ابو قلابہ سے کچھ نہیں سنا بلکہ کہیں سے ان کے ہاتھ ابو قلابہ کی کتب آگئیں تھیں“ ①۔ یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس بھی آپ کی کتب تھیں۔ کسی نے ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ کیا یحییٰ نے ابو قلابہ سے سنا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ معلوم نہیں کہ کس چیز نے انھیں سماعت کرنے سے روکا ہے۔ میں نے کہا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ابو قلابہ کی کتب ان کے ہاتھ لگ گئی ہیں ②۔

۵۵. ابان بن عثمان (م ۱۰۵ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عثمان بن عفان، حضرت زید بن ثابت، حضرت اسامہ بن زید اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے۔ آپ فقہ، حدیث اور مغازی کے ممتاز عالم تھے ③۔ آپ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے بارے میں بعض احادیث ایک کتاب میں مدون کی تھیں اور اس کتاب کی ایک نقل مغیرہ بن عبد الرحمن کے پاس تھی ④۔ ابان بن عثمان اپنے بیٹوں سے مطالبہ کیا کرتے تھے کہ ”تم مغازی کی تعلیم حاصل کرو“ ⑤۔

۵۶. ضحاک بن مزاحم (م ۱۰۵ھ)

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی ②۔ آپ کتابت کی اجازت دے دیا کرتے تھے ③۔ ضحاک بن مزاحم قرآن اور حدیث کے مشہور و معروف عالم تھے۔ آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی کتب تھیں ④۔ سفیان ثوریؒ ان کتب کی عزت اور توقیر کیا کرتے تھے ⑤۔

① الخولانی، تاریخ دار یام، ص: ۶۲

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۰/۱۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۷/۱

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۶/۵

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۶/۵

① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۰/۶

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۵۲/۲

③ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۸۵

④ لازماً ان کتب تفسیر میں احادیث نبویہ بھی ہوں گی۔ کیونکہ اس وقت قرآن کی تفسیر زیادہ تر حدیث پر مشتمل ہوتی تھی۔

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۰/۶، ۲۰۵/۷، ۲۰۵/۸، ۲۰۵/۹، ۲۰۵/۱۰، ۲۰۵/۱۱، ۲۰۵/۱۲، ۲۰۵/۱۳

⑥ ابن ابی حاتم، المخرج والتعديل، ص: ۳۱۹/۱

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵۵/۷

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۵۲/۲

⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۵۲/۲

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے: ”ان کے پاس احادیث پر مشتمل ایک کتاب (کتاب المناسک) تھی جس کی آپ حسین بن عقیل کو املاء کروایا کرتے تھے“ ①۔ خطیب بغدادی نے ضحاک بن مزاحم کا یہ قول نقل کیا ہے:

”لا تتخذوا للأحادیث کرایس ککرایس المصحف“ ②

قرآن کریم کی طرح احادیث کے لیے کاپیاں نہ بناؤ۔

آپ کا یہ قول قطعی طور پر کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اس لیے کہ آپ سے ثابت ہے۔ کہ آپ احادیث لکھا کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو اس کی املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ اس میں صرف قرآن کی طرح حدیث کی کاپیاں بنانے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ فعل قرآن کے مقام و مرتبہ کے خلاف ہے۔

۵۷. عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ (م ۱۰۵ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے ③۔ آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں۔ جس کا اشارہ اس واقعہ سے ملتا ہے:

”ایک مرتبہ عکرمہ صنعاء گئے اور وہاں عبداللہ بن الاسود الیمانی کے پاس ٹھہرے تو ان کے بیٹے عمرو بن عبداللہ نے حضرت عکرمہ کی کتب نقل کر لیں۔ اور بعد ازاں عکرمہ سے سوال کرنے لگے۔ حضرت عکرمہ کو معلوم ہو گیا کہ انھوں نے ان کی کتب سے نقل کیا ہے“ ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی کتب موجود تھیں۔

- ۱۔ ایوب سختیانی: حماد بن زید کا قول ہے: ”میں نے ایوب سے سنا آپ سے عکرمہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیسے ہیں؟ تو ایوب نے جواب دیا کہ اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتے تو میں ہرگز ان سے احادیث نہ لکھتا“ ⑤۔
- ۲۔ جابر بن زید: عمرو کہتے ہیں: ”مجھے جابر بن زید نے ایک صحیفہ دیا جس میں مسائل تھے اور ان کے بارے میں عکرمہ سے سوال کرنے کو کہا، میں کچھ تامل کرنے لگا، تو جابر نے اس صحیفہ کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ اور کہا یہ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ ہیں، جو تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں“ ⑥۔
- ۳۔ حسین بن قیس: آپ کے پاس عکرمہ کی حدیث پر مشتمل ایک ”نسخہ“ تھا۔ جس کا اکثر حصہ مقلوب تھا ⑦۔
- ۴۔ سلمۃ بن وہرام: آپ نے عکرمہ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑧۔

① ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱
 ② الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۹، ۴۷
 ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۷/۱
 ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۵/۳
 ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۹/۳
 ⑥ ابن حبان، المجروحین، ص: ۸۳
 ⑦ الذہبی، تقييد العلم، ص: ۱۹، ۴۷
 ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۹۳/۳
 ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۱/۷
 ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۱/۸

- ۵۔ عبد الملک بن عبد العزیز: یحییٰ بن ابی ایوب مصری کہتے ہیں ”مجھ سے ابن جریج نے پوچھا: ”کیا تم نے عکرمہ سے کچھ لکھا ہے؟ تو میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے تم سے دوثلث (تہائی) علم فوت ہو گیا ہے“ ①۔
- ۶۔ عثمان بن غیاث: علی بن المدینی کہتے ہیں ”میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن غیاث کے پاس عکرمہ کی کتب ہیں“ ②۔
- ۷۔ عمرو بن عبد اللہ بن الاسوار الیمانی ③
- ۸۔ اہل یمن و اہل مشرق اور دوسرے بلاد و امصار کے علماء: یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ”عکرمہ مختلف علاقوں میں گھومے پھرے۔ آپ بصرہ آئے وہاں کے لوگوں نے آپ سے سماع کیا پھر آپ کوفہ گئے وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ یمن گئے۔ وہاں کے بہت سے لوگوں نے آپ سے احادیث لکھیں۔ مغرب اور مشرق بھی گئے اور وہاں بھی لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا“ ④۔

۵۸۔ ابو مجلز بن حمید السدوسی (م ۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت جندب بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک، حضرت حفصہ اور حضرت ابو موسیٰ الأشعری وغیرہ صحابہ کرام سے روایات نقل کی ہیں ⑤۔ آپ بصرہ کے مشہور محدث تھے۔ آپ کا شمار ثقہ رواۃ میں سے ہوتا ہے۔ آپ کے مجموعہ حدیث میں سیرت النبی ﷺ پر مشتمل احادیث جمع تھیں ⑥۔

۵۹۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر ⑦ (م ۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت رافع بن خرجج سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ کے پاس ”کتاب الصدقہ“ ⑨ کا ایک نسخہ تھا۔ جس کے بارے میں مشہور محدث ابن شہاب زہری فرماتے ہیں: ”یہ رسول اللہ ﷺ کی اس کتاب کا نسخہ ہے جو آپ ﷺ نے صدقہ کے بارے میں لکھوائی تھی اور یہ نسخہ بعد ازاں حضرت عمر بن خطاب کی اولاد کے پاس رہا اور سالم بن عبد اللہ بن عمر نے اس (نسخہ) کو مجھے پڑھایا۔ چنانچہ میں نے اسے بعینہ حفظ کر لیا تھا۔ نیز عمر بن عبد العزیز نے اس نسخہ کی نقل عبد اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ سے حاصل کی تھی۔ میرے پاس یہ وہی نسخہ ہے“ ⑩۔

- ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۶/۷ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۷/۷ ③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۱/۳
- ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۵/۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۱/۸
- ⑥ الطبرانی، الذیل، ص: ۲۳۸۵/۳ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۷/۷ ⑧ النودی، تہذیب الاسماء، ص: ۷۰/۱
- ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۷/۷ ⑩ النودی، تہذیب الاسماء واللغات، ص: ۷۰/۱ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۲/۱
- ⑫ کتاب الصدقہ جو آنحضرت ﷺ نے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عمال کے پاس بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی۔ مگر بھیجنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ بعد ازاں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں تاحیات اس کے مطابق عمل کیا۔ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکاة السائمة، حدیث نمبر ۱۵۶۸، ص: ۳۱۱ ⑬ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی زکوٰۃ الإبل والنعم، حدیث نمبر ۶۲۱، ص: ۱۶۰
- ⑭ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکاة الابل، حدیث نمبر ۲۳۲۹، ص: ۳۳۷، باب زکوٰۃ الغنم، حدیث نمبر ۲۳۵۷، ص: ۳۳۹
- ⑮ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائمة، حدیث نمبر ۱۵۷۰، ص: ۲۳۱

امام زہریؒ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہؓ کے پاس ”کتاب الصدقہ“ محفوظ نہیں اور عمرؓ بن عبدالعزیز نے اس نسخہ کی ایک نقل سالم بن عبداللہؓ سے حاصل کی تھی لیکن ایک دوسری روایت جسے جلال الدین السيوطی نے بیان کیا ہے کہ سالم بن عبداللہؓ ہی نے اس کتاب کا ایک نسخہ لکھ کر عمرؓ بن عبدالعزیز کی طرف ارسال کیا تھا ①۔

۶۰. قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ (م ۱۰۶ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت فاطمہ بنت قیس اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے ②۔ آپ کے پاس حضرت عائشہؓ کی مرویات پر مشتمل ایک مجموعہ حدیث تھا۔ اس لیے ابن عیینہ فرمایا کرتے تھے: ”حضرت عائشہؓ کی احادیث کا علم ان کے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ عروہ، عمرہ، اور قاسم بن محمد کے پاس تھا“ ③۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) نے جب احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو آپ نے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا:

”أن يكتب له من العلم من عند عمرة بنت عبد الرحمن و القاسم بن محمد“ ④

عمرة بنت عبد الرحمن اور قاسم بن محمد کے پاس سے علم (احادیث) لکھ کر مجھے لکھ بھیجو۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ اور قاسم دونوں ہی کو روایات لکھ کر بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے پاس علم کا سب سے بڑا سرمایہ حضرت عائشہؓ ہی کی مرویات تھیں۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ: ”آپ حرف بحرف حدیث لکھا کرتے تھے“ ⑤۔ آپ نے کچھ احادیث خالد بن ابی عمران کو بھی املاء کروائی تھیں ⑥۔ طلحہ بن عبدالملک الایلی نے بھی حدیث کا ایک نسخہ ان کی زیر نگرانی جمع کیا تھا۔ اور آپ نے املاء کے دوران اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ کتابت کی نگرانی کریں ④۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی مذکورہ روایت سے یہ بھی ضمناً اشارہ ملتا ہے کہ ابو بکر بن محمد نے بھی قاسم بن محمد کی احادیث تدوین کر لی ہوں گی کیونکہ اس وقت قاسم بن محمد کی کتب مفقود ہو چکی تھیں۔

۶۱. سلیمان بن یسار (م ۱۰۷ھ)

آپ نے حضرت میمونہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت زید بن ثابت اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور مدینہ منورہ کے ممتاز محدث تھے ⑨۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث پر مشتمل ایک کتاب تھی جس سے بکیر نقل کیا کرتے تھے ⑩۔ پھر بعد ازاں یہی کتاب مکرّمہ بن بکیر کے پاس رہی ⑪۔

- | | | |
|---|--------------------------------------|-------------------------------------|
| ① السيوطي، تاريخ الخلفاء، ص: ۲۳۱ | ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۱/۱ | ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۵/۸ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۰۱، ۱۸۲/۷ | ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۹/۵ | ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳۷/۶ |
| ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳۵/۱ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۸/۴ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۳/۱۲ |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۰/۱۰ | ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۱/۴ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۰/۱۰ |

۶۲. حسن بن یسار بصری (م ۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت عثمانؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے علم حدیث حاصل کیا ①۔ آپ اپنے وقت کے مشہور محدث اور عالم تھے۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں ②۔ ان کتب میں سے قرآن کریم کی تفسیر ③ کتاب الاخلاص ④ اور ”الصحیفہ“ وغیرہ کا تذکرہ ملتا ہے ⑤۔

حمید اس صحیفہ کے حجم کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”کان علم الحسن فی صحیفۃ مثل هذه وعقد بالابها مین والسبابتین“ ⑥

حسن کا علم ایک صحیفہ میں تھا اس کا حجم اس طرح تھا پھر انھوں نے اپنی دو انگلیوں اور دو انگوٹھوں کو بند کیا۔

ابن جریر طبری کا بیان ہے: ”حسن بصری احادیث کے خطی نسخوں سے بڑے وسیع پیمانے پر کام لیتے تھے“ ⑦۔

آپ کو جب مسائل کے حل میں مشکل درپیش ہوتی تو آپ حضرت سعید بن المسیب سے مشورہ کیا کرتے تھے ⑧۔

ابو حاتم کا قول ہے: ”حسن، جابر بن عبد اللہ کی کتاب سے روایت کرتے ہیں باوجود اس بات کے آپ کی حضرت جابرؓ سے ملاقات ثابت ہے“ ⑨۔ آپ کے تلامذہ کے پاس آپ کی احادیث تحریری شکل میں موجود تھیں۔ جنہیں وہ آپ سے پڑھا کرتے تھے ⑩۔ ان میں سے سہل بن حصین الباہلی ⑪، حمید بن ابی حمید الطویل ⑫، معاویہ بن عبد اللہ کریم الثقفی ⑬، خالد العبد ⑭، ہشام بن حسان الازدی ⑮، حوشب بن عقیل ⑯، حفص بن سفیان المقتری ⑰، حسین ابوسفیان بن حسین الواسطی ⑱، ہشام بن زیاد ⑲ اور یونس بن عبید ⑳ قابل ذکر ہیں۔ مزید برآں آپ اپنے تلامذہ کو اپنی کتب ㉑ یا بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت سمرہ بن جندب ㉒، حضرت جابر بن عبد اللہ کی کتب سے علماء کروایا کرتے تھے ㉓۔

- ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۶/۲ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۶۸/۱
- ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷ ④ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۱ ⑤ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۴/۱ ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۵
- ⑦ اس تفسیر کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے کسی شاعر کو اس کی املاء کروائی تھی: ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۴/۱
- ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۳۸/۸ ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷ ⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۰۶
- ⑪ جو کہ پانچ یا چھ انچ بنتا ہے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷ ⑫ الطبری، التاريخ، ص: ۲۳۸۸/۳ ⑬ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۴۷/۱
- ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۶/۲ ⑮ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۶/۷ ⑯ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۱ ⑰ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۹ ⑱ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۷/۷
- ⑲ حسن بصری نے انھی کو اپنی کتاب نقل کرنے کے لیے دی تھی: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۶/۷ ⑳ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۱۰/۱
- ㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۴/۱۰ ㉒ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۶۴/۱ ㉓ البخاری، تاریخ الصغير، ص: ۱۸۱ ㉔ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۱۲/۱
- ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵/۱۱ ㉖ البخاری، تاریخ الصغير، ص: ۱۸۱
- ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷/۱۱ ㉘ البخاری، تاریخ الصغير، ص: ۳۸۰/۱ ㉙ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۸/۳
- ㉚ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۸/۳ ㉛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷ ㉜ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷
- ㉝ النسائی، سنن النسائی، کتاب العقیقة باب عن الغلام شاتان، حدیث نمبر ۴۲۲۶، ص: ۵۸۹ ㉞ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۵/۷
- ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۸/۲ ㊱ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۶۸/۲ ㊲ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۶۹/۳
- ㊳ الخطیب، الکفایہ، ص: ۵۰۶ ㊴ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۶/۷ ㊵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۷/۲
- ㊶ الترذی، جامع الترذی، کتاب الخیر، ما جاء فی أرض المشرق یرید بعضهم بیع بعض نصیبہ، حدیث نمبر ۱۳۱۲، ص: ۳۱۸

۶۳. طلحہ بن نفع القرشی ابو سفیان (۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ ابو خثیمہ نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

”حدیث ابی سفیان عن جابر إنما هی صحیفۃ“ ②

ابو سفیان کی حضرت جابر بن عبد اللہ سے نقل کردہ روایات صحیفہ جابر سے ہی ہیں۔

اعمش نے طلحہ بن نافع سے ایک صحیفہ نقل کیا ہے جس میں تقریباً ایک سو (۱۰۰) احادیث ہیں ③۔

۶۴. عبدالعزیز بن سعید بن سعد (۱۱۰ھ)

آپ کے والد سعید بن سعد صحابی تھے۔ آپ نے اپنے والد سے روایت کی ہے ④۔ عبدالغفور بن عبدالعزیز الواسطی نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑤۔

۶۵. عون بن عبد اللہ (م ۱۱۰ھ)

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ”عون کا حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے سماع ثابت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی صحابہ کرام سے روایات مرسل ہیں ⑥۔ الراہر مزی نے بیان کیا ہے کہ عون بن عبد اللہ نے یعقوب الأشج کے لیے تشہد لکھا تھا ④۔

۶۶. محمد بن سیرین (م ۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ثابت، حضرت حسن بن علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ سے کتابت حدیث کی ممانعت ⑨ اور جواز ⑩ دونوں کے بارے میں روایات منقول ہیں۔ ان دو طرح کی متضاد روایات کے بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی رقمطراز ہیں:

”یہ بہت مشکل امر ہے کہ ہم ان دونوں قسم کی روایات کے بارے میں توافق پیدا کریں۔ زیادہ رائج بات یہی ہے کہ جن اشخاص نے آپ سے کراہت کتابت حدیث نقل کیا ہے انھوں نے کامل کلام نقل نہیں کیا۔ ابن عون بیان

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶/۵

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶/۵

③ الرازی، المجرع والتعذیل، ص: ۲۷۵/۲

④ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۳۶

⑤ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۵۸

⑥ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۵۶، ۲۵۵

⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۳

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۳۲/۲

⑨ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۶

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۲

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۳/۹

⑫ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶۵ ⑬ الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۲۸ ⑭ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۵/۳

⑮ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۱/۷ ⑯ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۶

کرتے ہیں کہ: ”میں نے ابن سیرین سے کہا تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو کہیں سے کوئی کتاب حاصل کر کے اسے پڑھے یا اس سے دیکھ کر حدیث بیان کرے تو آپ نے جواب دیا جب تک وہ کسی ثقہ راوی سے سن نہ لے وہ اسے بیان نہیں کر سکتا ہے“^(۱)۔

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ شاید کراہت کتابت کا یہی راز ہے اور یہ صرف ابن سیرین کا مذہب نہیں ہے بلکہ دوسرے بہت سارے محدثین مثلاً کعب و غیرہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ بعض علماء دوسروں کی کتب کو دیکھ لیتے یا پھر دوسرے کے مناقشہ و غیرہ کو سن لیتے جس کے نتیجہ میں بعض احادیث یاد ہو جاتیں۔ پھر وہ انہیں بیان کرنا شروع کر دیتے۔ ان سے سننے والے حضرات یہ خیال کر لیتے کہ ان اصحاب نے ان سے براہ راست سنا ہے^(۲)۔

مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سیرین مذکورہ خرابی کی بناء پر کتابت حدیث کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے خود حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کو ایک کتاب میں جمع کیا تھا۔ علی بن المدینی، ابن سیرین کی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: ”محمد بن سیرین کی اولاد میں سے کسی نے آپ کی کتاب میرے پاس لائی جس کی ابتدا میں تھا:

”هذا ما حدثنا ابو هريرة قال ابو القاسم كذا و قال ابو القاسم كذا“

ابو ہریرہ نے ہمیں اس طرح حدیث بیان کی ہے کہ ابو القاسمؓ نے یوں فرمایا۔

اور یہ کتاب ایک باریک اور پرانے کاغذ پر تھی جو کہ یحییٰ بن سیرین کے پاس تھی کیونکہ محمد بن سیرین اپنے پاس کتاب رکھنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ حدیث نبوی کے اختتام پر لکھا ہوتا تھا ”هذا“۔ حدیث ابی ہریرہؓ اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ ہوتا تھا^(۳)۔ آپ اپنے تلامذہ کو املا بھی کروایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے: ”ابن سیرین نے ہشام بن حسان کو احادیث املا کروائی تھیں^(۴)۔ اوزاعی^(۵)، سالم بن عبد اللہ^(۶)، ہشام بن حسان^(۷)، یحییٰ بن سیرین کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۸)۔

۶۷. یزید بن سفیان ابو المہزم (۱۱۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے اور آپ سے عباد بن منصور، حسین المعلم، حبیب المعلم، شعبہ اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے^(۹)۔ شعبہ بن حجاج جو آپ کے تلامذہ میں سے تھے نے آپ سے ایک سو (۱۰۰) احادیث نقل کی ہیں^(۱۰)۔

① الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۳ ② الا عظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲۰۱/۱

③ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۵/۳ ④ السمعانی، أدب الإملاء، ص: ۱۷۳

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۷/۴ ⑥ الراہر مزی، المحدث الثاصل، ص: ۳۶

⑦ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۱۹ ⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۴۰/۶

⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰/۲

⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۸/۱ ⑪ الراہر مزی، المحدث الثاصل، ص: ۳۶ ⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۷/۴

⑬ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۴/۳ ⑭ السمعانی، أدب الإملاء، ص: ۱۷۳

⑮ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۴۹/۱۲ ⑯ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۴۹/۱۲ ⑰ الرازی، المخرج والتبذیل، ص: ۲۶۹/۴

۶۸. رجاء بن حیوة (۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوسعید خدریٰ اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے مجموعہ حدیث کے بارے میں علم درج ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ ہشام نے مجھ سے کچھ احادیث طلب کیں تو میں نے جواب دیا کہ اگر میں تحریری صورت میں احادیث جمع نہ کرتا تو اب تک میں انھیں بھول چکا ہوتا“ ②

۶۹. قاسم بن عبدالرحمن الشامی (۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ حضرت تمیم الداریؓ اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ③۔ آپ کا شمار دمشق کے ممتاز فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ ائمہ نقاد حدیث نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے ④۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک بڑا نسخہ تھا۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں: ”بشر بن نمیر القشیری نے قاسم سے ایک بڑا ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑤۔ اسی طرح علی بن یزید البہانی نے ایک بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑥۔ ابو عبد الملک ⑦ اور جعفر بن الزبیر کے پاس بھی آپ سے منقول شدہ نسخہ تھا ⑧۔

۷۰. عبداللہ بن بشر الکاتب (۱۱۳ھ)

آپ نے حضرت عروہ بن الجعد البارقی، ابو زرعة بن عمرو وغیرہ سے روایت کی ہے ⑨۔ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے ”آپ کے پاس لکھی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جس کی ایک نقل ان کے شاگرد شعبہ کے پاس بھی تھی“ ⑩۔

۷۱. مکحول بن ابو مسلم الشامی ابو عبد اللہ (۱۱۳ھ)

آپ نے حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ⑪۔ آپ کا شمار شام کے ممتاز محدثین کرام میں سے ہوتا ہے۔ علم حدیث کی تلاش میں مختلف بلاد و امصار کا سفر کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

”لقد طفت حول العالم بحثا عن العلم“ ⑫

علم کی تلاش میں، میں نے دنیا کے گرد چکر لگائے۔

- | | |
|---|-------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۵/۳ | ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۱/۱ |
| ③ الداری، سنن الداری، ص: ۱۲۵/۱ | ④ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۰۸ |
| ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۲/۸ | ⑥ النودى، تہذیب الاسماء، ص: ۵۴/۱ |
| ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۲۶/۱ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۶/۷ |
| ⑨ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۲۹۳/۳ | ⑩ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۲۹۷/۳ |
| ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۱/۵ | ⑫ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۳۱ |
| ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱۰-۲۹۰ | ⑬ النودى، تہذیب الاسماء، ص: ۱۱۴/۱ |
| ⑭ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۰۷/۳ | ⑮ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۲/۱ |

آپ کے پاس تحریری صورت میں احادیث موجود تھیں۔ مثلاً کتاب الحج^(۱)، کتاب النہی، کتاب الفقہ^(۲)۔

آپ کے تلامذہ میں رکی بن عبد اللہ الشامی^(۳)، عبد العزیز بن ابی السائب^(۴)، عبید اللہ بن عبید الکلاعی^(۵)، العلاء بن الحارث^(۶)، عمرو بن ابی الولید^(۷)، العلاء بن کثیر کے پاس آپ کی احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں^(۸)۔ بعد ازاں آپ کے اکثر تلامذہ نے ان احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا۔ بعض نے حدیث کے نسخے تیار کر کے دوسروں کو اس سے روایت کرنے کی اجازت بھی دے دی تھی^(۹)۔

۷۲. عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) کا صحیفہ حدیث

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت کی ہے^(۱۰)۔ آپ کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ تھا جو آپ کے بعد آپ کے بیٹے یعقوب بن عطاء کی ملکیت میں تھا۔ یعقوب اس صحیفہ کی محتویات کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ: ”اس صحیفہ میں وہ احادیث ہیں جنہیں میرے والد نے نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ سے سنا تھا“^(۱۱)۔ آپ کے پاس وہ احادیث بھی تھیں جو آپ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے سنی تھیں^(۱۲)۔ آپ نے بعض احادیث اپنے بیٹے کو لکھوائی بھی تھیں^(۱۳)۔ آپ اپنے تلامذہ کو کتابت حدیث کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس کے پاس کاغذ نہ ہوتا سے کاغذ دے دیتے اور جسے لکھنا نہ آتا اسے خود لکھ دیا کرتے تھے^(۱۴)۔ آپ نے ایک حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنی اور اسے یزید بن ابی حبیب کی طرف لکھ بھیجی^(۱۵)۔ آپ کے بعض تلامذہ جن میں سے معاویہ بن عبد الکریم الثقفی^(۱۶)، قیس بن سعد^(۱۷)، زکریا بن اسحاق الہکلی^(۱۸)، حوشب بن عقیل^(۱۹)، ہشام بن حسان^(۲۰)، یعقوب بن عطاء^(۲۱)، ابن جریج وغیرہ نے آپ کی مرویات کے مجموعے تحریری طور پر تیار کیے تھے^(۲۲)۔

- (۱) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۷۸/۸ (۲) ابن النديم، المعجم، ص: ۲۱۸، ۲۲۷ (۳) ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۲
- (۴) الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۵۸ (۵) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۵
- (۶) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۷۸/۸ (۷) ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۰۳ (۸) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۸۷
- (۹) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۹۱/۸ (۱۰) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۵ (۱۱) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۹۹/۷
- (۱۲) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۹/۳ (۱۳) الرازی، مقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۱۳۰
- (۱۴) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۹/۳ (۱۵) الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۹۳/۱
- (۱۶) الدارمی، سنن الدارمی، ص: ۱۲۵/۱ (۱۷) الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۷۱
- (۱۸) البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام، حدیث نمبر ۲۲۳۶، ص: ۳۵۶
- (۱۹) المسلم، الصحیح، کتاب المساقات والمزارعة، باب تحريم بیع الخمر والمیتة، حدیث نمبر ۴۰۴۹، ص: ۶۹۰
- (۲۰) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۳/۱۰ (۲۱) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۳/۷، ۲۲۳/۱۲
- (۲۲) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۹/۳ (۲۳) الرازی، مقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۵۹۳/۱-۳۹
- (۲۴) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۷۱/۱۱ (۲۵) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۷۱/۱۱ (۲۶) الفسوی، تاریخ، ص: ۲۷۲/۳
- (۲۷) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۹/۳ (۲۸) الرازی، مقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۵۹۳/۱-۳۹
- (۲۹) ابن رجب، علل الترمذی، ص: ۲۲۸/۲

۷۳. محمد بن علی بن الحسین الباقر (م ۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت سمرہ بن جندب، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ: ”ان کے پاس حدیث کی بہت سی کتب تھیں جو بعد میں ان کے بیٹے جعفر بن محمد کے پاس رہیں“ ②۔ ابن جریج کے پاس بھی آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں“ ③۔

۷۴. وہب بن منبہ (م ۱۱۲ھ)

آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمروؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انس بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔ مصادر میں آپ کی مختلف کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔ کتاب القدر ⑤، کتاب المغازی (طبرانی کی المعجم الکبیر میں تقریباً چار صفحات میں اس کے اقتباس موجود ہیں) ⑥ کتاب قصص الانبیاء ⑦، قصص الاخیار ⑧۔ ان کتب کے عناوین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتب حدیث کے بارے میں ہی تھیں۔ حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ: ”وہب بن منبہ کے بھائی ہمام بن منبہ آپ کی کتب خریدا کرتے تھے“ ⑨۔

۷۵. الحکم بن عتیبہ (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت زید بن ارقم، حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑩۔ آپ کے پاس تحریری صورت میں ایک مجموعہ حدیث تھا جسے آپ نے زبانی اور تحریری طور پر بعض حضرات سے نقل کیا تھا ⑪۔ ان حضرات میں مقسم بن بجرۃ (م ۱۰۱ھ) ⑫، مجاہد بن جبر (م ۱۰۲ھ) ⑬، یحییٰ بن یزید العرنی (م ۸۰ھ) قابل ذکر ہیں ⑭۔ آپ نے اپنی تحریری کتب حدیث کا مجموعہ حسن بن عمارہ کو دیا تھا ⑮۔ ابو نعیم نے بیان کیا ہے: ”شعبہ بن حجاج نے اپنی نادر احادیث کا مجموعہ حکم بن عتیبہ سے حاصل کیا تھا“ ⑯۔

- ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۰/۹
 ② ابن المدینی، العلل، ص: ۱۰۳/۱
 ③ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۳۹/۱
 ④ حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۳۲
 ⑤ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۱۳۲۸/۲
 ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۷/۱۱
 ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۸/۷
 ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱۰، ۴۳۳/۲
 ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳۳/۲
 ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۸/۷
 ⑪ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۱۵۷/۷
 ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۴/۲
 ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۶/۱۱
 ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۶/۱۱
 ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ⑯ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۰/۱
 ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۰/۹
 ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ⑳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉖ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉚ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉜ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉝ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊴ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊷ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊸ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊹ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊺ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊻ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊼ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊽ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊾ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲
 ㊿ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲

۷۶. سلیمان بن موسیٰ الأشدق (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت واثلہ بن الاسقع، حضرت ابو امامہؓ اور طاؤس، زہری سے روایت کی ہے ^(۱)۔ حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ الأشدق کے پاس احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ تھا ^(۲)۔ لیکن اس صحیفہ کے حجم کے بارے میں مصادر میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ حضرت واثلہ بن الاسقع سے احادیث نقل کیا کرتے تھے ^(۳)۔

۷۷. شعبہ بن دینار الهاشمی (م ۱۱۵ھ)

آپ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے ان سے روایت کی ہے ^(۴)۔

يعقوب بن سفيان الفسوي کا بیان ہے: "كان عنده كتاب" ^(۵)

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔

بشیر بن عمر کا بیان ہے "میں نے مالک بن انس سے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام شعبہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ قاری نہیں ہیں، چنانچہ میں ان کے پاس گیا تا کہ ان سے پوچھا جائے جب شعبہ نے دیکھا کہ میں ان کے پاس سوال کرنے کی غرض سے گیا ہوں تو انھوں نے کہا مجھ سے مت سوال کرو، میری کتاب دیکھو جو کچھ اس میں ہے وہی میں نے ان سے (ابن عباسؓ) روایت کی ہے" ^(۶)۔

۷۸. عبد اللہ بن بریدۃ الأسلمی (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت عمران بن حصین اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے۔ آپ یزید بن المہلب کی طرف سے مرو (خراسان) کے قاضی تھے ^(۷)۔ آپ کے پاس حدیث پر مشتمل ایک نسخہ تھا جو حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۹ھ) کی ملکیت میں تھا ^(۸)۔ اسی نسخہ سے ابو رجاء مطر بن طہمان نے بعض احادیث تحریری صورت میں حاصل کی تھیں ^(۹)۔ حسین المعلم اور مطر الوزاق کے پاس بھی آپ کی تحریر کردہ روایات تھیں ^(۱۰)۔

۷۹. عثمان بن حاضر الحمیری (م ۱۱۵ھ)

آپ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت جابرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ^(۱۱)۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۶/۴ ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۲۵/۲

③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۶/۴ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۴۶/۴

⑤ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۷۵/۳ ⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۷۵/۳

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۲/۱ ⑧ ابن حبان الہستی، مشاہیر علماء الأئصار، ص: ۱۲۵

⑨ الحاكم، معرّفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۸/۶

⑪ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۳۶ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۹/۷

اس حبان کا قول ہے:

”قدم مكة وحدثهم بها فكتب عنه أهل الحجاز“^①

آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور وہاں آپ نے احادیث بیان کیں اور اہل حجاز نے آپ کی مرویات لکھیں۔

۸۰۔ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم الأنصاری (م ۱۱۷ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن عمرو بن حزمؓ اپنی خالہ عمرہ بنت عبد الرحمنؓ اور حضرت خالد بن انسؓ (جو صحابیہ ہیں) سے روایت کی ہے^②۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے احادیث کی سرکاری سطح پر باقاعدہ تدوین کا آغاز فرمایا تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو کو حکم دیا:

”أن يكتب له من العلم من عند عمرة بنت عبد الرحمن و القاسم بن محمد.....“^③

آپ کے پاس جو احادیث ہیں اور جو احادیث عمرہ بنت عبد الرحمنؓ اور قاسم بن محمد کے پاس ہیں ان کو لکھ کر میرے پاس بھیجیو..... چنانچہ انھوں نے یہ تمام احادیث لکھ کر آپ کو ارسال کیں۔

۸۱۔ عبد الرحمن بن سابط (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ سے روایت کی ہے^④۔ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث تھا۔ جس سے جابر بن زید (م ۹۳ھ) احادیث نقل کیا کرتے تھے^⑤۔

۸۲۔ عبد الرحمن بن هرمز الأعرج (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابن عباسؓ، اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے^⑥۔ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم اور مشاہیر رواۃ حدیث کے معلم تھے^⑦۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک مجموعہ تھا جس کی تدوین آپ کے تلامذہ نے کی تھی^⑧۔ جن میں امام زہریؒ (م ۱۲۴ھ)^⑨، یزید بن ابی حبیب (م ۱۲۸ھ)^⑩، عکرمہ بن عمار (م ۱۰۹ھ)^⑪، ابوالزناد^⑫، عکرمہ^⑬ اور نافع القاری قابل ذکر ہیں^⑭۔ آپ اپنے تلامذہ کی لکھی ہوئی احادیث کو مراجعہ کے لیے طلب فرماتے اور ان کی تصحیح کرتے تھے^⑮۔

- ① ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۲۴ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸/۱۲ ③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵۳/۸ ④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳۷/۳ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹/۱۲ ⑥ الداری سنن الداری، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ص: ۱۲۶/۱ ⑦ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۸۰/۶ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۰/۶ ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۹/۵ ⑩ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۵ ⑪ الرازمی، المحذات الفاضل، ص: ۷۷ ⑫ الخطیب، الجامع لافلاح الراوی، ص: ۵۶۱ ⑬ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۰۹/۲ ⑭ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۰۹/۲ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۳/۳
- ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸/۱۲ ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵۳/۸ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳۷/۳ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹/۱۲ ⑩ الداری سنن الداری، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ص: ۱۲۶/۱ ⑪ ابن حجر، تقریب التہذیب، ص: ۱۸۰/۶ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۰/۶ ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۰۹/۵ ⑭ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۵ ⑮ الرازمی، المحذات الفاضل، ص: ۷۷ ⑯ الخطیب، الجامع لافلاح الراوی، ص: ۵۶۱ ⑰ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۰۹/۲ ⑱ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۰۹/۲ ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۳/۳

۸۳. عکرمہ بن خالد بن العاص (م ۱۱۷ھ)

آپ نے اپنے والد خالد بن العاص، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔
ابن سعد کا قول ہے:

كان ثقة وله احاديث ②

آپ ثقہ اور صاحب احادیث تھے۔

حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ”ابن جریج آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے“ ③۔

۸۴. قتادہ بن دعامة السدوسی (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبد اللہ بن سرجس، حضرت ابو الطفیلؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔ آپ کتابت کی ترغیب دیا کرتے تھے ابو ہلال بیان کرتے ہیں قتادہ سے پوچھ گیا: ”اے ابو الخطاب جو کچھ ہم سنتے ہیں اسے لکھ لیا کریں تو آپ نے جواب کیا دیا تمہیں کوئی لکھنے سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے لکھا ہے۔ پھر آپ نے پڑھا:

﴿ في كتاب لا يضل ربي ولا ينسى ﴾ ⑤، ⑥

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث تھیں:

- | | |
|----------------------|-------------------------|
| ۱۔ ابو عوانہ ④ | ۲۔ ابو ہلال الراسی ⑧ |
| ۳۔ الاوزاعی ⑨ | ۴۔ جریر ⑩ |
| ۵۔ حارث بن الجارود ⑪ | ۶۔ حجاج بن حجاج ⑫ |
| ۷۔ حماد بن الجعد ⑬ | ۸۔ حماد بن سلمہ ⑭ |
| ۹۔ سلام بن مسکین ⑮ | ۱۰۔ سعید بن ابی عروبہ ⑯ |

- | | |
|-------------------------------------|---|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۹/۷ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۹/۷ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۱ | ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۱/۸ |
| ⑤ سورة طہ: ۵۲/۲۰ | ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۷ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۹/۱۱ | ⑧ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲۲۰/۲ |
| ⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۸/۳ | ⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲/۷ |
| ⑪ ابن خلیل، المسند، ص: ۲۲۳/۳ | ⑫ المسند، الصحیح، کتاب الصلاة، باب حجة من قال لا یجہر بالبسملة، حدیث نمبر ۸۹۲، ص: ۱۶۹ |
| ⑬ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۲/۳ | ⑭ ابن جریج، فتح الباری، ص: ۱۵۷/۵ |
| ⑮ ابن حبان، المجروحین، ص: ۶۸ | ⑯ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲ |
| ⑰ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۳۲/۱ | ⑱ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۲ |
| ⑲ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۹/۸ | ⑳ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۹/۸ |
| ㉑ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳/۷ | ㉒ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۵/۳ |
| ㉓ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۵/۳ | ㉔ ابن جریج، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۵/۳ |

- ۱۱۔ سعید بن بشر ①
 ۱۲۔ شعبہ ②
 ۱۳۔ شیبان ③
 ۱۴۔ معمر ④
 ۱۵۔ ہشام ⑤
 ۱۶۔ ہام بن یحییٰ ⑥

۸۵. علی بن عبد اللہ بن عباسؓ (م ۱۱۷ھ)

آپ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے ④۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

”کانت کتبہ فی تابوت“ ⑧

آپ کی کتب ایک صندوق میں تھیں۔

۸۶. میمون بن مہران (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے ⑨۔ ابن عدی بیان کرتے ہیں: ”جعفر بن برقان کے پاس ایک نسخہ تھا جسے آپ میمون بن مہران اور زہریؓ سے روایت کیا کرتے تھے“ ⑩۔

۸۷. نافع مولیٰ ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑪۔ آپ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں حجت ہیں۔ آپ کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑫۔ نافع اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں:

”أملی علی نافع فی الواحی“ ⑬

نافع مجھے تختوں میں املاء کروایا کرے تھے۔

- ① ابن النذیم، الفہرست، ص: ۳۴
 ② ابن الجعد، المسند، ۱۱۸
 ③ ابن النذیم، الفہرست، ص: ۳۴
 ④ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۲۵/۴
 ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۶/۱، ۱۹۷/۱۰
 ⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۰۶/۲
 ⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب إذا کان البائع بالخیار هل يجوز البیع، حدیث نمبر ۲۱۱۴، ص: ۳۳۹
 ⑧ الزیلعی، نصب الرأی، ص: ۸۲/۳
 ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۸/۷
 ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۸/۷
 ⑪ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۲۰/۲
 ⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۱۳/۱
 ⑬ ابن النذیم، الفہرست، ص: ۳۴
 ⑭ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۰۶/۲
 ⑮ ابن حنبل، المسند، ص: ۲۹/۲
 ⑯ ابن ابی خثمہ، التاریخ، ص: ۱۱۵/۳
 ⑰ ابن النذیم، الفہرست، ص: ۱۱/۵
 ⑱ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۵۰

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ: ”انھوں نے نافع مولیٰ ابن عمرؓ کو دیکھا کہ ابن عمرؓ املاء کروا رہے تھے اور آپ ان کے سامنے لکھ رہے تھے“ (۲)۔ بعض اوقات نافع اپنے تلامذہ کی کتب تصحیح کے لیے طلب فرماتے اور اصلاح کر کے واپس کر دیا کرتے تھے (۳)۔ آپ کے تلامذہ آپ سے احادیث بھی پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ان کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کر دیتے (۴)۔

اگر کسی مسئلہ کے بارے میں آپ کو کوئی حدیث یاد نہ ہو تو آپ سائل کی طرف لکھ دیتے کہ اس بارے میں، میں نے ابن عمرؓ سے کچھ نہیں سنا ایک مرتبہ ایوب نے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے نافع کی طرف لکھا تو آپ نے ان کی طرف لکھا:

”إني لم أسمع من عبد الله فيها شيئاً“ (۵)

(اس مسئلہ کے بارے میں میں نے عبد اللہؓ (بن عمرؓ) سے کچھ نہیں سنا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- | | |
|----------------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ ابن جریج (۶) | ۲۔ ایوب السختیانی (۷) |
| ۳۔ جویریہ بن اسماء (۸) | ۴۔ خالد بن زیاد (۹) |
| ۵۔ خالد بن ابی عمران (۱۰) | ۶۔ شعیب بن ابی حمزہ (۱۱) |
| ۷۔ صحر (۱۲) | ۸۔ عبدالعزیز بن ابی داود (۱۳) |
| ۹۔ عبد اللہ بن عمرؓ (۱۳) | ۱۰۔ عبد اللہ بن عون (۱۵) |
| ۱۱۔ عبید اللہ بن عمر العمری (۱۶) | ۱۲۔ لیث بن سعد (۱۷) |

- | | |
|---|------------------------------------|
| ① السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۷۸ | ② السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۷۸ |
| ③ ابن الجعد، المسند، ص: ۱۳۹ | ④ ابن خنبل، المسند، ۲/۳۲ |
| ⑤ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقاً، حدیث نمبر ۲۵۴۱، ص: ۴۱۰ | |
| ⑥ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۱۷/۲ | |
| ⑦ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۲۰/۳ | ⑧ الراہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۷۶ |
| ⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۰۲ | ⑩ ابن ابی خثیمہ، التاريخ، ص: ۱۳۰/۳ |
| ⑪ ابن الجعد، مسند، ص: ۱۳۹ | ⑫ الراہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۸ |
| ⑬ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۱ | ⑭ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۱۷/۲ |
| ⑮ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۱ | ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۰/۳ |
| ⑰ الحاکم، المستدرک، ص: ۱۱۷/۱ | ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۰/۳ |
| ⑲ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۶۶ | ⑳ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۱۳ |
| ㉑ ابو عبیدہ، الاموال، ص: ۱۱۹ | ㉒ ابن خنبل، المسند، ۲/۳۲، ۳/۳۲ |
| ㉓ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقاً فوهب و باع و جامع و فدی و سبى الذرية: حدیث نمبر ۲۵۴۱، ص: ۴۱۰ | ㉔ ابن خنبل، المسند، ۲/۳۹ |
| ㉕ ابن حبان، البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۹۰ | ㉖ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۷ |
| ㉗ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۷۹ | |

- ۱۳۔ مالک بن انس ①
 ۱۴۔ محمد بن عبد الرحمن بن فلج ②
 ۱۵۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ③
 ۱۶۔ موسیٰ بن عقبہ ④

۸۸۔ ابو رجاء مطر بن طهمان (م ۱۱۹ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا تھا لیکن آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں۔ آپ نے عکرمہ، حمید بن ہلال، شہر بن حوشب وغیرہ سے روایت کی ہے ⑤۔

آپ نے ابو قلابہ ابن سیرین، حسن بصری، شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ سے احادیث لکھی تھیں ⑥۔ اس کے علاوہ آپ نے بعض احادیث عبد اللہ بن برید الاسلمی سے لکھی تھیں ⑦۔

۸۹۔ حبیب بن ابی ثابت (م ۱۱۹ھ)

آپ نے حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ⑧۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس صرف ایک حدیث صندوق میں محفوظ تھی۔
 آپ خود فرماتے ہیں:

”ما عندی کتاب فی الارض الاحدیث و احد فی تابوتی“ ⑨

میرے پاس روئے زمین میں کوئی کتاب نہیں صرف ایک حدیث موجود ہے جو میرے صندوق میں ہے۔

۹۰۔ حماد بن ابی سیلمان (م ۱۱۹ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، زید بن وہب، سعید بن مسیب، عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل بن حماد اور عاصم الاحول، شعبہ سفیان ثوری وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔ آپ کوفہ کے ممتاز فقہاء میں سے تھے ⑪۔ آپ نے ابراہیم نخعی سے احادیث سماعت کیں اور ان کی روایات کو ایک رجسٹر پر لکھا ⑫۔

- ① ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۰
 ② ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۰
 ③ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص: ۴/۱
 ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۷/۶
 ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۸۷/۶
 ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۷/۶
 ⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۳/۶
 ⑧ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۵۳/۲
 ⑨ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۲/۶
 ⑩ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۹۰
 ⑪ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۰۴/۱
 ⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۳/۶
 ⑬ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۷
 ⑭ الدولابی، کتاب الکئی والاسماء، ص: ۱۷۳/۲
 ⑮ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۸۳/۲
 ⑯ الطبری، التاریخ، ص: ۲۵۰/۳
 ⑰ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۵۱/۱
 ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۸/۲
 ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۸/۲
 ⑳ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹۵/۱
 ㉑ ولی الدین الکاتب، الکامل، ص: ۵۹۱

خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے: ”حماد بن ابی سیلمان نے ایک کتاب جو زکوٰۃ کے مسائل کے بارے میں تھی۔ ثمامہ بن عبد اللہ بن انس سے حاصل کی تھی اور اس کتاب کی حفاظت ثمامہ کے خاندان نے ہی حضرت ابو بکرؓ کے عہد سے کی تھی ①۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس کتاب کو حضرت انسؓ بن مالک کی طرف بھیجا تھا جب آپ بحرین کے والی تھے ②۔
امام ابو حنیفہ ان کے تلامذہ میں سے تھے ③۔ جنہوں نے آپ سے بہت سی احادیث لکھیں ④۔ مزید برآں شعبہ ⑤ اور محمد بن جابر یمانی نے بھی آپ احادیث اخذ کیں ⑥۔

۹۱. ابراہیم بن جریر بن عبد اللہ البجلی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے اپنے والد جریر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے جو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ابو زرعہ بن عمرو، قیس بن حازم سے روایت کی ہے ④۔ آپ کے بارے میں ابن حبان کا بیان ہے:
”کتب عنه شريك“ ⑧

ان (ابراہیم) سے شریک نے احادیث لکھی ہیں۔

۹۲. بکیر بن عبد اللہ الأشج (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت ابو امامہؓ بن سہل، جو صحابی رسول ﷺ ہیں سے روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے محمود بن لبید، سعید بن المسیب اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑨۔
درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں:
لیث بن سعد: ابو ولید طلیسی کا کہنا ہے: ”لیث بن سعد کا بکیر بن الأشج سے روایت کرنا بطریق مناوہ ہے“ ⑩۔
مخرمہ بن بکیر: آپ کے پاس اپنے والد کی کتاب تھی جس سے وہ روایت کیا کرتے تھے، ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں ⑪۔

① الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۸۷

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب العرض فی الزکوٰۃ، حدیث نمبر ۱۲۳۸، ص: ۲۳۳

③ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائئة، حدیث نمبر ۱۵۶۷، ص: ۲۳۰

④ النسائی، سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ الإبل، حدیث نمبر ۲۲۲۹، ص: ۳۳۷

⑤ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الزکوٰۃ، باب إذا أخذ المصدق سناً دون أو فوق سن، حدیث نمبر ۱۸۰۰، ص: ۲۵۷

⑥ الشیبانی، کتاب الآثار، ص: ۳ ⑦ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۵۳/۲ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۳/۱۳

⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۵۰/۴ ⑩ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۱۵۳/۲

⑪ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۱۹۳/۶ ⑫ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۵۰/۴

⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۲/۱ ⑭ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۳

⑮ ابن حبان، اشقات، ص: ۱۳۳ ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۲/۱

⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۵/۸ ⑱ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۲۳/۳

⑲ ابن المدینی، العلل، ص: ۹۱/۱ ⑳ الشوس، تاریخ، ص: ۳۱۸/۳ ㉑ ابن ابی شیبہ، تاریخ، ص: ۱۳۵/۳ ㉒ ابن حبان، اشقات، ص: ۶۰۹

㉓ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۶۳/۴ ㉔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۰/۱۰ ㉕ الحاكم، معرۃ علوم الحدیث، ص: ۱۱۰

ابن مدینی کے کلام سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے کچھ نہ کچھ سنا ہے ①۔

۹۳. ثویر بن ابی فاخثہ (م ۱۲۰ھ)

آپ نے اپنے والد (ابو فاخثہ)، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید بن ارقم سے روایت کی ہے ②۔ اسرائیل ③ اور عبیدہ بن حمید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ④۔

۹۴. جمیل بن زید الطائی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت کعب بن زید یا زید بن کعب سے روایت کی ہے ⑤۔ آپ مدینہ منورہ گئے اور وہاں آپ نے حضرت ابن عمرؓ کی احادیث لکھیں حالانکہ آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں ⑥۔ صرف انھیں دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا ④۔ ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں: ”میں نے جمیل بن زید سے پوچھا کیا یہ روایات حضرت ابن عمرؓ کی مرویات سے ہیں۔ کہنے لگے میں نے انھیں حضرت ابن عمرؓ سے نہیں سنا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم مدینہ جاؤ گے تو ابن عمرؓ کی احادیث لکھ لینا۔ چنانچہ جب میں مدینہ گیا تو میں نے ان احادیث کو لکھ لیا“ ⑧۔

۹۵. جواب بن عبید اللہ التیمی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے یزید بن شریک التیمی، حارث بن سعید التیمی، معرور بن سعید الاسدی سے روایت کی ہے اور آپ سے امام ابو حنیفہ، ابواسحاق الشیبانی، مسعودی وغیرہ نے روایت کی ہے ⑨۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں:

”قدمت الری وعلیہا الزبیر بن عدی قاضیا فکتبت عنه خمسين حدیث ثم

مررت بجر جان وبها جواب التیمی فلم أكتب عنه ثم كتبت عن رجل عنه“ ⑩

میں رے گیا وہاں زبیر بن عدی قاضی تھا، میں نے ان سے پچاس احادیث لکھیں، پھر میں جرجان گیا جہاں جواب التیمی تھے، میں نے ان سے احادیث نہیں لکھیں، پھر میں نے ایک شخص کے واسطے سے ان کی احادیث لکھیں۔

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۱/۴ ② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۶/۲

③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۹۸/۱ ④ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸۳/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۴/۲

⑥ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۱۵/۱ ⑦ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۶۸/۱ ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۲۳/۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۷۳

⑩ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۴/۲ ⑪ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۳۷/۱

⑫ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۲۱/۲ ⑬ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۵۳۶/۱، ۸۰ ⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۳۶/۱

۹۶. سمالٹ بن الولید (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، مالک بن مرثد اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے^①۔ ابن حبان کا کہنا ہے ”سماک اہل یمامہ کے ثقہ لوگوں میں سے تھے۔ آپ بصرہ گئے اور وہاں آپ نے احادیث بیان کیں اور اہل عراق نے ان احادیث کو آپ سے لکھا“^②۔

۹۷. عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت رمیثہ، حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ آپ ”صاحب السیر والمغازی“ سے مشہور ہیں^③۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے انھیں حکم دیا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو غزوات النبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان کریں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا^④۔

۹۸. محمد بن زیاد القرشی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے^⑤۔ امام حاکم بیان کرتے ہیں:

”ابراہیم بن طہمان روی عنہ نسخة“^⑥
ابراہیم بن طہمان نے ان (محمد بن زیاد) سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے۔

۹۹. یزید بن ابان الرقاشی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، غنیم بن قیس، حسن بصری اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ آپ کے پاس حضرت انس بن مالک کی احادیث لکھی ہوئی تھیں جنھیں عمر بن عبد العزیز نے آپ سے سن کر لکھ لیا تھا^⑦۔

آپ بیان کرتے ہیں: ”ایک مرتبہ میں نے عمر بن عبد العزیز کیساتھ حج کیا تو میں نے انھیں انس بن مالک کی احادیث بیان کیں جنھیں انھوں نے آپ لکھ لیا اور کہنے لگے اگر میرے پاس کچھ مال ہوتا تو تجھے دیتا لیکن میں دیوان میں سے تمھارے لیے کچھ مقرر کروں گا چنانچہ انھوں نے آپ کے لیے چار سو درہم مقرر کیے“^⑧۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۳۵/۴

② ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۲۳

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۵۳/۵ ④ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۱۶۶

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۵۳/۵

⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۶۹/۹

⑦ الحاکم، معرۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳

⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۰۹/۱۱

⑨ الراہوری، المعتمدات الفاضل، ص: ۳۵

۱۰۰. یعلیٰ بن عطاء العامری (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت اوس بن ابی اوس، عمرو بن الشرید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ شعبہ کا کہنا ہے: ”میں یعلیٰ بن عطاء کے پاس گیا تو آپ مجھے کہنے لگے میری احادیث لے کر جانا۔ میں نے کہا جب تک کہ میں انھیں زبانی یاد نہ کر لوں، آپ سے نہیں لوں گا“ ②۔ آپ سے ہشیم نے احادیث لکھیں ہیں ③۔

۱۰۱. سلمۃ بن کھیل (م ۱۲۱ھ)

آپ نے حضرت ابو جیفہ، حضرت جندب بن عبد اللہ، حضرت ابن ابی اوفیٰ اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ④۔ حماد بن سلمۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ سفیان الثوری نے حماد بن سلمۃ سے کہا: ”آپ نے سلمۃ بن کھیل سے احادیث لکھی ہیں جو عقلمند اور دانا تھے تو حماد نے کہا جی ہاں“ ⑤۔

۱۰۲. سماک بن حرب الکوفی (م ۱۲۳ھ)

آپ نے حضرت جابر بن سمرہ، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت انس بن مالک اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جو ”السماکیۃ“ کے نام سے معروف تھی۔ محمد بن سوار کا کہنا ہے: ”میں حماد بن سلمۃ کے پاس آیا اور ان سے ”السماکیۃ“ یعنی سماک بن حرب کا مجموعہ حدیث لکھا“ ④۔

① الخزر جی، خلاصۃ تذهیب، ص: ۳۷۶ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۵/۴

② الرازی، تقدیمۃ الجرح والتعديل، ص: ۱۶۱

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۹۵/۶

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۵/۴

⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۳۲/۱ ⑥ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۳۳/۲

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۴

④ ابن الجعد، مسند، ص: ۳۳۹

۱۰۳۔ محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م ۲۴۴ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت محمود بن ربیعؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ آپ کی مغازی، علم الانساب اور حدیث میں کتب تھیں ②۔

کتاب ”المغازی“ کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے:

”إِنَّ أَفْضَلَ الْكُتُبِ عَنِ الْمَغَازِي هُوَ كِتَابُ مُوسَىٰ عَنِ الزَّهْرِيِّ“ ③

مغازی کے بارے میں سب سے افضل کتاب موسیٰ (بن عقبہ) کی کتاب ہے جسے وہ زہری سے روایت کرتے ہیں۔

آپ علم الانساب کے مسلمہ عالم تھے ④۔ لیکن آپ کا نمایاں کام حدیث میں تھا۔ اور اپنی عمر کے ابتدائی حصہ (یعنی بیس برس کی عمر) میں آپ نے اس کی طرف توجہ دی ⑤۔ آپ کے پاس تین سواحدیث پر مشتمل ایک صحیفہ بھی تھا ⑥۔

آپ کتابت حدیث کے قائلین میں سے تھے، جو کچھ سنتے اسے لکھ لیتے تھے ⑦۔ اگر بعض اوقات لکھنے کے لیے کاغذ یا قلم دستیاب نہ ہوتا تو اپنے اساتذہ سے (کاغذ و قلم) عاریۃً لے کر حدیث کی کتابت کرتے حتیٰ کہ بعض اوقات کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں اپنے جوتے پر لکھ لیتے تھے ⑧۔

ابوزناد کہتے ہیں: ”ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لیے آپ جو کچھ سنتے لکھ لیتے تھے“ ⑨۔ ابوزناد کا بیان ہے:

”كُنَّا نَكْتُبُ فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَكَانَ الزَّهْرِيُّ يَكْتُبُ فِي كُلِّ شَيْءٍ“ ⑩

ہم صرف حلال و حرام اشیاء کے بارے میں لکھتے تھے جبکہ زہری ہر چیز کے بارے میں لکھا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ آپ احادیث نبویہ کے ساتھ آثار صحابہؓ بھی لکھتے تھے ⑪۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱

② الرازی، المجرع والتعذیل، ص: ۳۸/۳ ⑤ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۷/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۲/۱۰

④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱ ⑤ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۳/۵ ⑥ الراہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۷

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۱/۲ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۸/۵

⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸۷/۱۳ ⑧ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۷/۱ ⑨ ابن کثیر، الہدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۳۲/۹

⑧ الخطیب، تنقید العلم، ص: ۵۹ ⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱

⑩ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۷/۱

⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۳۵/۲ ⑤ ابن کثیر، الہدایۃ والنہایۃ، ص: ۳۳۲/۱۱ ⑥ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۷/۱ ⑦ الخطیب، تنقید العلم، ص: ۱۰۶

اس لیے صالح بن کیسان جو آپ کے معاصر تھے اپنی آخری عمر میں کہا کرتے تھے:

”لقد كتب الزهري و لم أكتب و لهذا فقد نجح و ضيَّعت“ ①

زہری نے جو کچھ لکھا وہ میں نے نہ لکھ سکا، وہ کامیاب ہو گئے اور میں نے بہت کچھ کھو دیا۔

آپ اپنے تلامذہ کو حدیث لکھنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور انھیں یہ تعلیم بھی دیتے تھے کہ وہ علمی مجالس میں کاغذ اور روشنائی لے کر بیٹھا کریں ②۔ اور بعض اوقات انھیں املاء کروایا کرتے تھے۔

سعید بیان کرتے ہیں: ”ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے امام زہری سے درخواست کی کہ آپ میرے لڑکے کو کچھ احادیث لکھوادیں چنانچہ آپ نے اس کو چار سو احادیث لکھوادیں.....“ ③

آپ کبھی بطریق مکاتبہ (یعنی حدیث لکھ کر اپنے تلامذہ کو ارسال کرنا) ④ اور کبھی بطریق مناوہ (یعنی اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو دینا) کے ذریعہ حدیث روایت کرنے کی اجازت دیتے ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئیں تھیں:

- | | |
|----------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ آل ابی عتیق ⑥ | ۲۔ ابراہیم بن الولید الاموی ⑦ |
| ۳۔ اسحاق بن راشد الجزری ⑧ | ۴۔ اسماعیل بن رافع بن عویر ⑨ |
| ۵۔ ایوب السخنیانی ⑩ | ۶۔ ایوب بن موسیٰ ⑪ |
| ۷۔ جعفر بن برقان الکلابی ⑫ | ۸۔ جعفر بن ربیعہ ⑬ |

- ① ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۳۵/۲ ② ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۳۲۲/۱۱ ③ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱ ④ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۰۶
- ⑤ السمعانی، ادب الاملاء، ص: ۱۵۵ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۵/۱
- ⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مکث الامام فی مصلاه بعد السلام، حدیث نمبر ۸۵۰، ص: ۱۳۷
- ⑧ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، حدیث نمبر ۲۰۸۴، ص: ۳۰۲
- ⑨ المسلم، الصحیح، کتاب الرضاع، باب تحريم الربيبة وأخت المرأة، حدیث نمبر ۳۵۸۸، ص: ۶۱۶ ⑩ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۱/۱
- ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۵۷/۲ ⑫ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۶۵/۲ ⑬ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۵۷
- ⑭ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۵۸ ⑮ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۹/۵ ⑯ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۱۶۶/۱
- ⑰ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۶ ⑱ ابن ابی خثیمہ، التاريخ، ص: ۱۲۲/۳
- ⑲ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱۹۸/۳ ⑳ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۲۳۱/۱ ㉑ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۳۰
- ㉒ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۲۹۶/۱ ㉓ ابن ابی خثیمہ، التاريخ، ص: ۱۲۲/۳
- ㉔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب ذکر أسامة بن زيد، حدیث نمبر ۳۷۳۳، ص: ۶۲۹
- ㉕ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۱۳/۱
- ㉖ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب مکث الامام فی مصلاه بعد السلام، حدیث نمبر ۸۵۰، ص: ۱۳۷
- ㉗ ابوداؤد سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی، حدیث نمبر ۲۰۸۴، ص: ۳۰۲

- ۹۔ حارث بن الجارود ①
۱۰۔ حمید بن قیس الہکلی ②
۱۱۔ ربیعہ الراعی ③
۱۲۔ رزق بن حکیم ④
۱۳۔ زیاد بن سعد ⑤
۱۴۔ سفیان بن سعید الثوری ⑥
۱۵۔ سفیان بن عیینہ ⑦
۱۶۔ سلیمان بن کثیر العبدی ⑧
۱۷۔ شعیب بن ابی حمزہ ⑨
۱۸۔ صالح بن ابی الاخضر ⑩
۱۹۔ عباس بن الحسن ⑪
۲۰۔ عبد الرحمن بن عمر الاوزاعی ⑫
۲۱۔ عبد الرحمن بن یزید الدمشقی ⑬
۲۲۔ عبد الرحمن بن خالد ⑭
۲۳۔ عبد الرحمن بن نمر الیھمی ⑮
۲۴۔ عبد الرزاق بن عمر الدمشقی ⑯
۲۵۔ عبد العزیز بن جریج ⑰
۲۶۔ عبید اللہ بن ابی زیاد ⑱
۲۷۔ عقیل بن خالد الایلی ⑲
۲۸۔ مالک بن انس ⑳
۲۹۔ عبید اللہ بن عمر ㉑
۳۰۔ لیث بن سعد ㉒
۳۱۔

- ① لا زدی، تاریخ الموصل، ص: ۱۷۳ ② ابن ابی خثیمہ، تاریخ، ص: ۳/۳۷
③ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۸۷ ④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری و المدن، حدیث نمبر ۸۹۳، ص: ۱۳۳
⑤ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۳۹ ⑥ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۱۰۸/۵ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۲۰
⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۹/۵
⑧ الرازمزی، المحدثات الفاصل، ص: ۱۸ ⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۲۳ ⑩ ابن ابی خثیمہ، تاریخ، ص: ۳/۳۹
⑪ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۲/۲۱۶ ⑫ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۷۹ ⑬ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۳۸
⑭ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۲/۳۵۱، ۲/۴۴۳
⑮ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۲/۳۸۰ ⑯ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲/۳۹۳ ⑰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۳۲
⑱ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۷۱ ⑲ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۶/۱۶۵ ⑳ ابن حبان، المجروحین، ص: ۶/۱۶۵
㉑ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۶/۲۴۰ ㉒ ابو زرعہ، تاریخ، ص: ۶۲/۱۵۰ ㉓ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲/۶۱ ㉔ ابن رجب، شرح العلل، ص: ۱۰۱
㉕ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۶/۲۸۷ ㉖ ابن حجر، تہذیب التجذیب، ص: ۶/۲۹۵ ㉗ الغسوی، تاریخ، ص: ۳/۱۲۴
㉘ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳/۳۹ ㉙ الغسوی، تاریخ، ص: ۳/۲۷۵ ㉚ ابو زرعہ، تاریخ، ص: ۵۳
㉛ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱۹ ㉜ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲/۳۵۷ ㉝ ابن الجعد، مسند، ص: ۱۹۲ ㉞ ابن ابی خثیمہ، تاریخ، ص: ۳/۳۹
㉟ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۷۵ ㊱ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳/۸
㊲ الغسوی، تاریخ، ص: ۳/۳۰۸ ㊳ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص: ۱/۱۲۴ ㊴ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳/۴۳ ㊵ الباجی، التعلیل والتجرح، ص: ۱۴۱
㊶ ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الحدود، باب إذا تتابع فی شرب الخمر، حدیث نمبر ۴۳۸۸، ص: ۶۳۳
㊷ الغسوی، تاریخ، ص: ۳/۳۰۸ ㊸ الغسوی، تاریخ، ص: ۳/۳۰۸

- ۳۳۔ محمد بن اسحاق ①
 ۳۴۔ محمد بن عبد الرحمن بن ابی ذئب ②
 ۳۵۔ محمد بن عبد العزیز ③
 ۳۶۔ محمد بن عبد اللہ ④
 ۳۷۔ محمد بن الولید الزبیدی ⑤
 ۳۸۔ مسلمہ بن عمرو القاضی ⑥
 ۳۹۔ معاویہ بن یحییٰ الصدیقی ⑦
 ۴۰۔ معمر بن راشد ⑧
 ۴۱۔ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی ⑨
 ۴۲۔ موسیٰ بن عقبہ ⑩
 ۴۳۔ ہشیم بن بشیر ⑪
 ۴۴۔ ولید بن محمد الموقری ⑫
 ۴۵۔ ہشام بن عبد الملک ⑬
 ۴۶۔ یحییٰ بن اُمیہ ⑭
 ۴۷۔ یزید بن ابی حبیب ⑮
 ۴۸۔ یزید بن یزید ⑯
 ۴۹۔ یونس بن یزید ⑰
 ۵۰۔ شام کے محدثین ⑱

- ① ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۲/۲۹۷
 ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۰۷ ③ ابن ضبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۵ ④ الباجی، التحدیل والتجرح، ص: ۷۲
 ⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱ ⑥ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲/۲۰۹
 ⑦ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۴/۴۲
 ⑧ الرازی، الجرح والتحدیل، ص: ۲۶۰ ⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۶۰، ۳/۷۵ ⑩ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۱۶۶
 ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷/۱۶ ⑫ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۰۱ ⑬ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۶۹
 ⑭ الطبرانی، المعجم الأوسط، ص: ۱/۴
 ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۲۰ ⑯ البخاری، الضعفاء الصغیر، ص: ۳۳
 ⑰ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۳۰۵ ⑱ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۶۲، ۳۰۸ ⑲ ابو زرعة، التاریخ، ص: ۸۸ ⑳ الرازی، تقدیمہ الجرح والتحدیل، ص: ۲۰۵
 ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۶۰
 ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۶۱
 ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶۰ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۳۱
 ⑤ الرازی، الجرح والتحدیل، ص: ۴/۱۵
 ⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۱۲ ⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۱۱۰
 ⑧ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۴/۳۶۵
 ⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۱۹۳ ⑩ المسلم، الصحیح، مکتب الرضاع، باب تحریم الزبیبة و أخت المرأة، حدیث نمبر ۳۵۸۸، ص: ۶۱۶
 ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۳۷۷ ⑫ ابن حجر، تعجیل المنفعة، ص: ۱۲۷
 ⑬ الفسوی، التاریخ، ص: ۳/۲۶۳ ⑭ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۵۸
 ⑮ ابن المدینی، العلل، ص: ۱/۲۳ ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۵۰، ۷/۲۵۶، ۷/۳۰۷ ⑰ الباجی، التحدیل والتجرح، ص: ۱۵
 ⑱ ابن عدی، الکامل، ص: ۱/۱۳۰، ۲/۸۳
 ⑲ ابن ابی خنیس، التاریخ، ص: ۳/۱۲۳

۱۰۴. ابراہیم بن عبد الاعلیٰ الجعفی (م ۲۵ھ)

آپ نے اپنے والد عبد الاعلیٰ الجعفیؒ سے روایت کی ہے جو صحابی ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے سعید بن غفلہ، طارق بن زیاد اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور ان سے اسرائیل، سفیان نے الثوری وغیرہ روایت کی ہے ①۔

امام شعبہؒ نے ایک مرتبہ اسرائیل کو لکھا:

”اكتب لی بحديث ابراهيم بن عبد الاعلیٰ بخطك قال فبعثت إلیه بها“ ②

اپنے ہاتھ سے ابراہیم بن عبد الاعلیٰ کی احادیث مجھے لکھ بھیجو، چنانچہ ان (اسرائیل) کا کہنا ہے کہ میں نے احادیث کو ان کی طرف ارسال کیا۔

ابو حاتم کا قول ہے:

”صالح یکتب حدیثہ“ ③

آپ قابل اعتبار ہیں۔ آپ کی احادیث لکھی جاسکتی ہیں۔

۱۰۵. أسود بن قیس البجلي (م ۲۵ھ)

آپ نے ثعلبہؒ بن عباد اور حضرت جندبؒ بن عبد اللہ البجلی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن عیینہ اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ④۔ عبیدہ بن حمید کے پاس اسود بن قیس کا ”نسخہ“ موجود تھا۔

امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے: ”میں اور یحییٰ بن معین، عبیدہ بن حمید کے پاس گئے تو انھوں نے ابو الزعراء، ثور، اری، مخارق اور أسود بن قیس کے نسخہ سے ہمیں احادیث املاء کروائیں“ ⑤۔

۱۰۶. ثابت بن عجلان (م ۱۲۵ھ)

آپ نے حضرت انسؒ بن مالک، ابو امامہ، ابن مسیب اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑥۔
بقیہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی موجود تھیں ⑦۔

۱۰۷. زید بن رفیع (م ۱۲۵ھ)

آپ نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے ⑧۔
حماد بن عمرو نصیبی اور عبد الحمید بن یوسف کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑨۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۷

② الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۳۳ ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۱۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۸

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۷ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۱

⑦ ابن الدینی، العلل، ص: ۳۸۳ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲ ⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۵۵

⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۰۳/۲ ⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۴/۸ ⑬ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹۸/۱

۱۰۸. صالح بن نبهان مولى التوامة (م ۱۲۵ھ)

آپ نے حضرت ابو الدرداءؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ احمد بن حازم المعافری آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کرتے ہیں ②۔

۱۰۹. سعد بن ابراهیم بن عبدالرحمن (م ۱۲۶ھ)

آپ نے حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت ابو امامہؓ بن سہل سے روایت کی ہے ③۔ ابن حبان کا کہنا ہے سعد واسط آئے۔ جہاں ان سے سفیان ثوری اور اہل عراق نے احادیث لکھیں ④۔ سفیان الثوری اور شعبہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑤۔

۱۱۰. عمرو بن دينار المکی (م ۱۲۶ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن الزبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کتابت حدیث کو مکروہ سمجھتے تھے ⑦۔ اس ممانعت کی وجہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر الاعظمی بیان کرتے ہیں:

”ویبدو أن سبب منعه الكتابة راجع إلى أن بعض الطلبة كتبوا آراءه
الفقهية فلم يوافق عليه“ ⑧

اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ممانعت کتابت کا سبب یہ ہے کہ آپ کے بعض تلامذہ نے آپ کی فقہی آراء لکھ لیں جس پر آپ نے موافقت نہیں کی تھی۔

ابن عیینہ ⑨، ابو عمرو بن العلاء ⑩، ایوب ⑪، حماد بن زید ⑫، الولید بن الولید ⑬ اور عمرو بن دینار کے بھتیجے کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑭۔

- | | |
|--|---|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۵/۳ | ② ابن ابی خنیس، التاریخ، ص: ۱۱۷/۳ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۶۳/۳ | ④ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶ |
| ⑤ ابن الجعد، المسند، ص: ۱۹۱ | ⑥ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸/۸ | ⑧ الخطیب، تقیید العلم، ص: ۴۷ |
| ⑧ الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۱۹۲/۱ | |
| ⑨ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۳۳ | ⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۶/۲ |
| ⑪ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۱، ۶۰ | ⑫ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۵۳/۵ |
| ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۴۲/۷ | ⑭ ابن سعد، المسند، ص: ۲۱۳ |
| ⑮ ابو ذر، التاریخ، ص: ۹۱، ۷۲ | ⑯ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۴۲/۷ |
| ⑰ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۴۲/۷ | ⑱ ابن حبان، الجرح ورجحان، ص: ۲۳۷ |
| ⑲ الفوی، التاریخ، ص: ۲۳۳/۳ | |

۱۱۱. محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر القرشی (م ۱۲۶ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس حضرت جابرؓ سے مروی دو کتب تھیں لیکن ان میں تمام احادیث حضرت جابرؓ سے مروی نہیں تھیں بلکہ ان میں سے سنی ہوئی اور نہ سنی ہوئی روایات کے مابین آپ امتیاز کیا کرتے تھے ②۔ آپ کے تمام تلامذہ نے آپ کی مرویات لکھ لی تھیں۔

ابن عدی بیان کرتے ہیں:

”لا أعلم أحداً من الثقات تخلف عن أبي الزبير إلا وقد كتب عنه“ ③

ابو الزبیر کے پیچھے رہنے والے تمام ثقات رواۃ نے آپ کی احادیث لکھ لی تھیں۔

ابن جریج ④، زہیر ⑤، عبدالملک بن ابی سلیمان ⑥، لیث بن سعد ⑦، ہشیم ⑧، نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑨۔

۱۱۲. ثابت بن اسلم البنائی (م ۱۲۷ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے ⑩۔ آپ کا بیان ہے:

”صحت أنساً أربعين سنة“ ⑪

مجھے چالیس برس حضرت انسؓ کی صحبت نصیب ہوئی۔

ابن عدی کا قول ہے: ”ثقة ائمه نے آپ سے احادیث لکھی ہیں“ ⑫۔

حماد بن سلمہ ⑬ اور جعفر بن سلیمان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑭۔

- | | |
|---|--------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۰/۹ | ② ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۳ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۲/۹ | ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۳ |
| ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۳ | ⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۶۵ |
| ⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۳ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۲/۹ |
| ⑨ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۱۵۱ | ⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۵/۳ |
| ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۱/۹ | ⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸/۴ |
| ⑬ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴ | ⑭ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۱/۱ |
| ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۲ | ⑯ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۹۶/۱ |
| ⑰ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲۳/۱ | ⑱ المتحدی، شروط الامتہ الختمہ، ص: ۴۷ |
| ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۶/۲ | |

۱۱۳. حیسی بن ہانی، ابو قبیل (م ۱۲۷ھ)

آپ نے حضرت عبادہ بن الصامت، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عقبہ بن عامر جہنی وغیرہ صحابہ کرام سے روایت کی ہے ①۔ آپ نے حضرت عثمان بن عفان کی شہادت کا زمانہ پایا تھا اور جنادہ بن امیہ کے ساتھ ”رودس“ ② کے غزوہ میں شریک ہوئے ③۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ ”میری وہ کتاب جو ابن لہیعہ کے طریق سے ابو قبیل سے مروی تھی گم ہو گئی پھر مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک دوکان دار کے پاس ہے، چنانچہ میں نے اسے چند پیسوں یا دانوں میں خرید لیا“ ④۔

۱۱۴. عبد الکرم بن ابی المخارق (م ۱۲۷ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت عمرو بن سعید بن العاص اور طاؤس بن کيسان سے روایت کی ہے ⑤۔ علی بن عبداللہ بن راشد آپ سے ایک کتاب روایت کرتے ہیں ⑥۔

۱۱۵. عمرو بن عبداللہ ابو اسحاق السبیعی (م ۱۲۷ھ)

آپ نے حضرت زید بن ارقم، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت براء بن عازب وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔ اسرائیل بن ابی اسحاق ⑧، یونس بن ابی اسحاق ⑨، اعمش ⑩، شعبہ ⑪، عبد الغفار بن القاسم ⑫، عبد الکرم بن دینار ⑬، نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑭۔

۱۱۶. جابر بن یزید الجعفی (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت ابو الطفیل عکرمہ عطاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ سفیان ثوری، اسرائیل اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ⑮۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ مشہور محدث زہیر کے پاس آپ کی روایات لکھی ہوئی تھیں ⑯۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۳/۳

② رودس: اسکندریہ کی جانب روم میں ایک جزیرے کا نام ہے۔ الحموی، معجم البلدان، ص ۱۱۱/۲

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۳/۳

④ الرازی، الجرح والتعديل، ص ۱۵۳/۳

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۶۷۶/۶

⑥ الخطیب، الکفایہ، ص ۳۲۱۔ ⑦ ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص ۳۹/۳

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۸/۸

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۰۲/۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۱/۲۶۲

⑪ الفسوی، التاریخ، ص ۳/۲۹

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۱۱/۳۳۳

⑬ الراہر مزی، المحدثات الفاصل، ص ۳۷۔ ⑭ الخطیب، تقييد العلم، ص ۱۱۳

⑯ ابن المدینی، العلل، ص ۱/۱۰۳، ۳۶۰

⑰ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص ۵/۲۶۱

⑱ الخطیب، الکفایہ، ص ۲۲۰

⑲ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۶۳

⑳ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص ۱۶۵

㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۲/۵۰

㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص ۲/۴۸

۱۱۷. عثمان بن عاصم الأسدی، ابو حصین (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عباس اور حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک "نسخہ" تھا۔

ابوسعید الانشج کہتے ہیں: "جریر بن عبد الحمید جب مکہ آئے تو چار ہزار تلامذہ آپ کے سامنے جمع ہو گئے۔ میں نے ابوبکر بن عیاش سے کہا یہ اتنی بڑی مجلس ہے کہ میں نے کوفہ میں اتنی بڑی مجلس کبھی نہیں دیکھی؟ مجھے کہنے لگے کل میں اپنے اساتذہ میں سے ایسے شخص کو نکالوں گا جس پر دو شخص بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے چنانچہ انھوں نے اگلے دن ابو حصین کا "نسخہ" نکالا ②۔

۱۱۸. منصور بن زاذان (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، ابو العالیہ، عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے ③۔ ہشیم کا قول ہے:

"کنا نکتب عن منصور بن زاذان بعد العشاء الآخرة" ④

ہم عشاء کے بعد منصور بن زاذان سے (احادیث) لکھا کرتے تھے۔

۱۱۹. یزید بن ابی حبيب (م ۱۲۸ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی، حضرت ابوالطفیل، سلم بن یزید اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑤۔

آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں منقول ہے:

"کتب الأحادیث حتی عن أصحابه" ⑥

آپ نے احادیث لکھیں حتیٰ کہ اپنے اصحاب و تلامذہ سے بھی احادیث لکھ لیتے تھے۔

۱۲۰. خالد بن ابی عمران التجیبی (م ۱۲۹ھ)

آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرسل روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے روایت کی ⑦۔ آپ نے لیث بن سعد ⑧، اور یحییٰ بن سعید کی طرف احادیث لکھ کر ارسال کیں ⑨۔ ابن مدینی نے بغیر نام لیے ایک مجہول شخص کا ذکر کیا جس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑩۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۲۶/۷ ② الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۲۰

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۰۶/۱۰ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۱/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۱۸/۱۱ ⑥ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۱۵

⑦ الذہبی، رجال ابن اسحاق، ص: ۸۲ ⑧ ابن ضیل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۳۲

⑨ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۰/۳ ⑩ الطبری، الذیل، ص: ۲۳۷/۳

⑪ الراہر مزی، المحدث الثقات، ص: ۲۸ ⑫ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۳۲/۱

۱۲۱. رقبہ بن مصقلة العبدی الکوفی (م ۱۲۹ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، یزید بن مریم اور ابواسحاق سے روایت کی ہے ①۔
امام حاکم ② اور امام رازی نے بیان کیا ہے: ”ابوحزہ سکری نے آپ سے ایک ”نسخہ“ نقل کیا ہے“ ③۔

۱۲۲. سلیمان بن ابی سلیمان، ابو اسحاق الشیبانی (م ۱۲۹ھ)

آپ نے زر بن حبیش (م ۸۲ھ) اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، اشعث بن ابی الشعثاء سے روایت کی ہے ④۔
خطیب بغدادی نے ابن حنبل کا قول نقل کیا ہے:

”کان ابو معاویۃ الضریر إذا حدثنا بالشئ الذی یرى أنه لم یحفظه

یقول فی کتابنا أو فی کتابی عن ابی اسحاق الشیبانی.....“ ⑤

ابومعاویہ الضریر جب ہمیں کوئی حدیث بیان کرتے جو آپ کو یاد نہ ہوتی تو کہا کرتے تھے یہ حدیث ہماری کتاب یا میری کتاب میں ہے جسے میں نے ابواسحاق الشیبانی سے نقل کیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس احادیث تحریری صورت میں موجود تھیں جسے ان کے شاگرد ابومعاویہ ضریر نے نقل کیا تھا۔

۱۲۳. ابراہیم بن مسلم الہجری (م ۱۳۰ھ)

آپ نے عبداللہ بن ابی اوفی (م ۸۶ھ) اور ابوالأحوص اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ سفیان بن عیینہ کا کہنا ہے: ”میں ابراہیم ہجری کے پاس آیا تو انھوں نے اپنی عام کتب مجھے دیں تو میں نے شیخ پرترس کھاتے ہوئے اس کی کتب کی اصلاح و درستگی کی“ ②۔

۱۲۴. عبدالعزیز بن صہیب البنانی (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، ابونضرہ عبدی، محمد بن زیاد جی اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ③۔
مبارک بن حکیم نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ④۔

- | | |
|---|-------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۶/۳ | ② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ |
| ③ الرازی، المجرح والتعذیل، ص: ۲۸۵/۳، ۲۱۶، ۱۳۰/۱ | ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۸/۳ |
| ⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۸ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۳/۱ |
| ⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۲/۱ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۵/۱ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۱/۶ | ⑩ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۶۶/۱ |
| | ⑪ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳۳۰/۳ |

۱۲۵. عبد اللہ بن ذکوان القرشی ابو الزناد (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو امامہؓ بن سہل اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ^(۱)۔ آپ فقیہ اور صاحب کتاب تھے ^(۲)۔ آپ نے کتاب الفرائض ^(۳) اور کتاب الفقہاء السبعة تالیف کی تھیں ^(۴)۔

درج ذیل اشخاص کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- | | |
|--|------------------------------------|
| ۱۔ سفیان ثوری ^(۵) | ۲۔ شعیب بن ابی حمزہ ^(۶) |
| ۳۔ عبد الرحمن بن ابی الزناد ^(۷) | ۴۔ مالک بن انس ^(۸) |
| ۵۔ مغیرہ بن عبد الرحمن الحزمی ^(۹) | ۶۔ ورقاء ^(۱۰) |

۱۲۶. محمد بن المنکدر (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ایوبؓ سے روایت کی ہے ^(۱۱)۔ سعید بن محمد ^(۱۲)، صدقہ بن عبد اللہ السمین ^(۱۳)، اور نوح بن ابی مریم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ^(۱۴)۔

۱۲۷. مخارق بن خلیفہ (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت طارقؓ بن شہاب (م ۸۳ھ) سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید، اسرائیل، ابن جی وغیرہ نے روایت کی ہے ^(۱۵)۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

”ذهبنا أنا و یحییٰ بن معین إلى عبیدة بن حمید فأملی علينا من

نسخة ابو الزعراء وثویر أری و مخارق والأسود بن قیس“ ^(۱۶)

میں اور یحییٰ بن معین، عبیدہ بن حمید کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمیں ابو الزعراء، ثویر، اری، مخارق اور اسود بن قیس کے ”نسخہ“ سے احادیث املاء کروائیں۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۳/۵

② ابن حبان، اشعۃ، ص: ۵۰۷ ③ ابن حبان، المستدرک، ص: ۱۳۵ ④ السمعانی، ادب اللاماء، ص: ۱۷۳

⑤ البناء، الفتح الربانی، ص: ۲۲۹/۴

③ سعید، السنن، ص: ۱۲۲/۳ ④ الخطیب، التاریخ، ص: ۲۳۰/۱۰ ⑤ الخطیب، اللغات، ص: ۳۵۳

⑥ ابو زرہ، التاریخ، ص: ۶۸ ⑦ الخطیب، التاریخ، ص: ۲۳۰/۱۰ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۲/۶ ⑨ السمعانی، ادب اللاماء، ص: ۱۷۳

① ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۹ ② ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۱۶۶

③ ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۱۶۶ ④ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳۳۲/۲ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۳/۱۱

⑥ الرازی، مقدمة المبرج و التعديل، ص: ۱۵۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۳/۹ ⑧ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰۹ ⑨ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۲۳

⑩ الحاکم، معرفة علوم الحديث، ص: ۱۶۴ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۷/۱۰ ⑫ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۸۴/۱

۱۲۸. النہاس بن قہم القیسی (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، شداد بن عامر، عبداللہ بن عبید، عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔ امام یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

”کتبت عنہ“ ②

میں نے (النہاس) سے (احادیث) لکھی ہیں۔

۱۲۹. یحییٰ بن ابی کثیر الیمامی (م ۱۳۰ھ)

یحییٰ بن ابی کثیر کا شمار مشہور ائمہ ثقات اور بکثرت روایات بیان کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے لیکن آپ کا ان سے سماع ثابت نہیں ہے ③۔

آپ کے پاس بہت سے صحائف تھے۔ امام یحییٰ القطان کا قول ہے: ”آپ کی مرسل روایات ہوا کی مانند ہیں“۔ آپ بہت زیادہ ارسال ④ اور تالیس کرتے تھے اور اکثر صحیفوں سے روایات بیان کرتے تھے ⑤۔

آپ نے بہت سی احادیث لکھ کر اپنے اصحاب کی طرف ارسال کیں ⑥۔ آپ احادیث لکھنے کے بعد ان کے (اصل نسخہ کے ساتھ) مقابلہ کی اہمیت کو جانتے تھے۔ آپ کا قول ہے:

”جو شخص احادیث لکھ کر مقابلہ نہیں کرتا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بیت الخلاء میں داخل ہوا لیکن استنجا نہیں کیا“ ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی لکھی ہوئی احادیث موجود تھیں۔

الاوزاعی: آپ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن ابی کثیر کے ساتھ نشست کی۔ آپ سے تیرہ یا چودہ کتب لکھیں جو سب کی سب جل گئیں ⑧۔
ایوب بن عتبہ: ابو حاتم الرازی کا قول ہے: ”آپ کی یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کردہ کتب صحیح ہیں“ ⑨۔ سلیمان بن شعبہ کا قول ہے: ”ایوب لوگوں میں سب سے زیادہ یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہیں اور سب سے زیادہ صحیح کتاب انھی سے روایت کی گئی ہے“ ⑩۔

- ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۷۸ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۲۷۸ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۲۳
④ ارسال سے مراد یہ ہے کہ راوی سند کا آخری حصہ یعنی تابعی سے اوپر کا راوی ساقط کرے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۲ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۲۲۳ ⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۳۰۹
⑦ المسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها، حدیث نمبر ۳۳۳۰، ص: ۵۹۲ ⑧ السمعانی، ادب الاماء، ص: ۷۸ ⑨ النفوس، التاريخ، ص: ۳/۱۷۸
⑩ ابو زرہ، التاريخ، ص: ۱/۱۵ ⑪ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۱۸۶ ⑫ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶/۲۳۱
⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱/۲۵۳ ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱/۳۰۹ ⑮ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱/۲۵۳

خلیل بن قرۃ: آپ یحییٰ بن ابی کثیر سے اور وہ ابوسلمۃ اور وہ ابو ہریرہؓ سے ایک طویل نسخہ روایت کرتے ہیں۔ جس کی احادیث مقلوب ① ہیں ②۔

دہشم بن قران الیمامی: عبد اللہ بن حنبل کا قول ہے: ”یحییٰ کی احادیث میں کوئی حرج نہیں پھر یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ایک کتاب زکالی اور ان کی احادیث کو لکھنا چھوڑ دیا“ ③۔

شیبان بن عبد الرحمن النخوی: عبد اللہ بن حنبل کا قول ہے: ”شیبان یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کرنے میں اوزاعی سے بہتر ہیں اور ان کے پاس ایک صحیح کتاب ہے“ ④۔

علی بن مبارک الہنائی: آپ کے پاس یحییٰ بن ابی کثیر کی بعض کتب موجود تھیں کچھ انھوں نے خود سنی تھیں اور کچھ ان پر پیش کی گئی تھیں ⑤۔ معاویہ بن سلام: امام عجل کا قول ہے: ”یحییٰ بن ابی کثیر نے آپ کو ایک کتاب دی لیکن آپ نے نہ اس کو پڑھا اور نہ ہی سنا“ ⑥۔ معمر: معمر کا قول ہے: ”میں یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس احادیث لکھا کرتا تھا“ ⑦۔

ہشام الدستوائی: آپ کے پاس یحییٰ بن ابی کثیر کی کتب تھیں ⑧۔ ڈاکٹر مصطفیٰ رقمطراز ہیں: ”آپ کے پاس یحییٰ بن ابی کثیر کی بعض کتب تھیں بعض تو انھوں نے خود لکھی تھیں اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید ہشام کی لکھی ہوئی تھیں“ ⑨۔

۱۳۰. یزید بن عبد الرحمن بن ابی مالک (۱۳۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے ⑩۔ آپ دمشق کے فقیہ اور مفتی تھے۔ آپ سے کثیر مسائل منقول ہیں ⑪۔ آپ صاحب کتب تھے ⑫۔ آپ کے بیٹے نے ان سے ”کتاب المسائل“ روایت کی ہے ⑬۔

① اصول حدیث کی اصطلاح میں حدیث کی سند، متن میں تقدیم یا تاخیر کے ذریعے ایک لفظ کو دوسرے سے بدل دینا مقلوب کہلاتا ہے۔

② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۱۰۱

③ ابن حبان، المجروحین، ص: ۹۷/۱

④ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۰۶/۱ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۷۹/۷ ⑥ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۲۱۳/۳

⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۵۶/۲

⑧ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۸۹/۱ ⑨ الفسوی، التاریخ، ص: ۳۱۸/۳ ⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۰۳/۳ ⑪ الباجی، التعلیل والتجرح، ص: ۱۲۶

⑫ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۳۷۶/۷ ⑬ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۱۹۷/۲ ⑭ الخزرجی، خلاصہ تہذیب، ص: ۱۳۲ ⑮ یعقوب بن شیبہ، المسند، ص: ۶۰

⑯ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۲۰۹/۱۰ ⑰ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۶۹/۳ ⑱ ابن ابی خیمہ، التاریخ، ص: ۵۸/۳ ⑲ الخطیب، تفتیح العلم، ص: ۱۱۰

⑳ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۰۹/۵، ۲۲۵/۱ ㉑ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأذان، باب حتی یقوم الناس إذا راوا الامام، حدیث نمبر ۶۳۷، ص: ۱۰۵

㉒ المسلم الصحیح، کتاب النکاح، باب تحریم الجمع بین المرأة وعمتها، حدیث نمبر ۳۷، ص: ۵۹۲

① لا غظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۳۲۲/۱ ② ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۳۳۵/۱۱

③ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰۹/۱ ④ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۱۵۰ ⑤ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۳۳۶/۱۱

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰۹/۱

۱۳۱. زبیر بن عدی (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، ابواکل اور مصعب بن سعد سے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک ”نسخہ“ تھا جسے بشر بن حسین الاصفہانی نے آپ سے روایت کیا ہے ②۔ علاوہ ازیں سفیان ثوری نے بھی آپ سے پچاس احادیث قلمبند کی تھیں ③۔

۱۳۲. محمد بن جحادة الکوفی (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، زیاد، عطاء بن ابی رباح اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے ④۔ حسن بن علی ⑤ اور عبدالوارث کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑥۔

۱۳۳. ہمام بن منبہ (م ۱۳۱ھ)

آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات ⑧ کو ایک ”صحیفہ“ میں جمع کیا ہے ⑨ جو ”الصحيفة الصحيحة“ یا ”صحیفہ ہمام بن منبہ سے معروف ہے ⑩۔ مسند احمد میں ”باب ابو ہریرہؓ“ کی ایک خاص فصل میں یہ صحیفہ بلا حذف و اضافہ موجود ہے ⑪۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں بھی یہ روایات موجود ہیں ⑫۔ آپ کے بارے میں ہے کہ آپ اپنے بھائی وہب بن منبہ سے کتب خرید کرتے تھے ⑬۔ معمر بن راشد اور عبدالرزاق بن ہمام کے پاس بھی آپ کی مرویات موجود تھیں ⑭۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۷/۳ ② ابن حبان، الثقات، ص: ۱۹۳

③ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۳۵۵/۱ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۶۱/۱ ⑤ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۳۱۶/۱ ⑥ ابن حبان، الثقات، ص: ۱۹۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۰ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۲/۹

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۰/۲ ⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۶۵/۱

⑪ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۴۳/۱ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۷۴/۱، ۶۷۷/۱۱

⑬ مرویات ابو ہریرہؓ کی تعداد ڈیڑھ سو احادیث کے قریب ہے۔

⑭ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۹۵/۱

⑮ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کے دو پرانے قلمی نسخے دمشق (شام) اور برلن (جرمنی) کے کتب خانہ سے حاصل کر کے ۱۳۷۵ھ (بمطابق ۱۹۵۶ء) میں اسے اپنے فاضلانہ مقدمہ اور تحقیق و ترجمہ کے ساتھ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام کے ساتھ شائع کیا جس کے بعد متعدد بار یہ صحیفہ شائع ہو چکا ہے۔

⑯ ابن خبیل، المسند، ص: ۳۱۲/۲-۳۱۸

⑰ حمید اللہ، صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۷۹

⑱ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵۹/۵ ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۷۷/۱۱

⑳ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱ ㉑ حمید اللہ، مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ، ص: ۵۰

۱۳۴. ابراہیم بن میسرۃ (م ۱۳۲ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت وہبؓ بن عبد اللہ بن قارب، طاؤس، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔
سفیان بن عیینہ آپ سے احادیث لکھا کرتے تھے ②۔

۱۳۵. عمار بن معاویۃ الدھنی (م ۱۳۳ھ)

آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عبد اللہ بن شداد اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے ③۔
عبیدہ بن حمید کے پاس آپ کی کتاب تھی ④۔

۱۳۶. عمارۃ بن جوین، ابوہارون (م ۱۳۴ھ)

آپ نے حضرت ابوسعید خدریؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس ایک "صحیفہ" تھا ⑥۔

۱۳۷. سلمۃ بن دینار ابو حازم الأشجعی (م ۱۳۵ھ)

آپ نے حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی، حضرت ابوامامہؓ بن سہل، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ⑦۔
آپ نے بہت سی کتب لکھی تھیں، آپ کی وفات کے بعد یہ کتب آپ کے بیٹے کے پاس تھیں ⑧۔

۱۳۸. عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم الأنصاری (م ۱۳۵ھ)

آپ نے اپنے والد ابو بکر بن حزم الأنصاری، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عروۃ بن زبیرؓ، عمرۃ بنت عبد الرحمن سے روایت کی ہے ⑨۔ آپ نے مغازی پر ایک کتاب تصنیف کی تھی ⑩۔ ابن الندیم نے اس کتاب کی نسبت عبد الملک بن محمد بن ابی بکر کی طرف کی ہے ⑪۔ آپ نے ابن جریج کی طرف کچھ احادیث لکھ کر ارسال بھی کیں ⑫۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۷۲/۱ ② الحمیدی، مسند، ص: ۲۱۶/۲

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۶/۷ ④ ابن خطیب الدمشقی، تحفۃ ذوی الارباب، ص: ۱۵۶

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۲۲/۱۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۲/۷

⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۳/۷ ⑧ الرازی، المخرج والتعذیل، ص: ۳۶۳/۳ ⑨ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۷۲/۳

⑩ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۳۳/۴

⑪ البخاری، الشفاء الصغیر، ص: ۴ ⑫ ابن ندیم، الذیاع، ص: ۱۰۷/۱

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۶۳/۵ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۰۹/۱۰ ③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۸۸/۶

④ ابن ندیم، الذیاع، ص: ۲۲۶ ⑤ ابن منیل، المسند، ص: ۵۶/۴ ⑥ الطبرانی، المعجم الکبیر، ص: ۱۹۶/۳

۱۳۹. عبید اللہ بن ابی جعفر المصری (م ۱۳۵ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کو دیکھا تھا۔ آپ نے حمزہ بن عبداللہ، محمد بن جعفر ابوسلمہ بن عبدالرحمن وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔ لیث بن سعد بیان کرتے ہیں:

”أن عبیداللہ بن ابی جعفر کتب لی کتابا فحدثتها عنه و لم أعرضها علیہ“ ②
 عبیداللہ بن ابی جعفر نے میرے لیے کچھ کتب (احادیث) لکھیں جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں لیکن ان (احادیث) کو پرکھنے کے لیے آپ پر پیش نہیں کیا۔

۱۴۰. عطاء بن ابی مسلم الخراسانی (م ۱۳۵ھ)

آپ نے حضرت ابن عباسؓ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے مرسل روایت کی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے آپ کا صرف حضرت انسؓ سے سماع ثابت ہے اور آپ سے سعید بن مسیب، عبداللہ بن بریدہ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے ③۔ آپ نے قرآن کی تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی ④۔ ابن جریج کے پاس آپ کی یہ کتاب موجود تھی ⑤۔

۱۴۱. محمد بن سوقہ الغنوی (م ۱۳۵ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، عبداللہ بن دینار اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑥۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ حسین بن حفص کا بیان ہے ایک مرتبہ سفیان الثوری نے کہا:

”أخرج إليکم کتاب خیر رجل بالكوفة فقلنا یخرج إلینا کتاب منصور

فأخرج إلینا کتاب محمد بن سوقہ“ ⑦

میں تمہیں کوفہ کے بہترین شخص کی کتاب دکھاؤں گا۔ ہم نے سوچا شاید ہمیں منصور کی کتاب دکھائیں گے مگر انھوں نے محمد بن سوقہ کی کتاب نکال کر ہمیں دکھائی۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۷

② الرازی، المجرح والتعذیل، ص: ۱۹۳/۳

③ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۲۹/۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۲/۷

⑤ حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ص: ۲۵۳

⑥ ابن ابی خیمہ، التاریخ، ص: ۲۰/۳ ⑦ الترمذی، المعمل، ص: ۲۳۹/۲

⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۹/۹

⑪ الرازی، المجرح والتعذیل، ص: ۲۸۱/۳ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۹/۹ ⑬ الرازی، تقدیم المجرح والتعذیل، ص: ۲۸۱/۳

۱۴۲. حصین بن عبدالرحمن السلمی (م ۱۳۶ھ)

آپ نے حضرت جابر بن سمرہ عمارہ بن رویہ زید بن وہب سے روایت کی ہے ①۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ ابن اورلیس ②
- ۲۔ علی بن عاصم ③
- ۳۔ نوح بن ابی مرثم ④
- ۴۔ ہشیم ⑤
- ۵۔ بعض مزید تلامذہ ⑥

۱۴۳. ربیعہ بن فروخ التیمی (م ۱۳۶ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، سائب بن یزید، محمد بن یحییٰ وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔ آپ نے ایک روایت لیث بن سعد

کی طرف لکھ کر ارسال کی ⑧۔ لیث بن سعد ⑨، مالک بن انس ⑩ اور سلیمان بن بلال کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ⑪۔

۱۴۴. زید بن أسلم مولیٰ ابن عمرؓ (م ۱۳۶ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، أم المؤمنین حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑫۔ آپ

نے تفسیر میں ایک کتاب تالیف کی تھی ⑬۔ آپ کے بیٹے (عبدالرحمن بن زید) آپ سے "کتاب التفسیر" روایت کرتے ہیں ⑭۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی جسے آپ سے سعید بن ابی ایوب نے روایت کیا ہے ⑮۔

۱۴۵. عطاء بن السائب (م ۱۳۶ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، اپنے والد سائب بن مالک اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے ⑯۔ آپ کے پاس ایک

کتاب تھی جس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔

"کتابہ غیر صالح" ⑰

اس کی کتاب قابل اعتبار نہیں ہے۔

ابن علیہ نے آپ سے صرف ایک متختی لکھی ہے ⑱۔

- | | |
|---|---|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۲/۹ | ② الرازی، المعتمد علیہ، ص: ۳۷ |
| ③ الخطیب، المجامع لا خلاق الراوی، ص: ۱۷۵ | ④ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۴ |
| ⑤ الواسطی، تاریخ واسطہ، ص: ۷۴ | ⑥ الباجی، رجال البخاری، ص: ۲۸ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۸/۳ | ⑧ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب صلاۃ السفر، باب الجمع بین الصلاتین، حدیث نمبر ۱۲۱۷، ص: ۱۸۱ |
| ⑨ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب صلاۃ السفر، باب الجمع بین الصلاتین، حدیث نمبر ۱۲۱۷، ص: ۱۸۱ | ⑩ لا عظمتی، دراسات فی الحدیث، ص: ؟ |
| ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۵/۳ | ⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۳/۱، ابن النذیم، اللہ مست، ص: ۳۳ |
| ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۳/۲ | ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۳ |
| ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۳/۷ | ⑯ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۲۵/۶ |

۱۴۶. خصیف بن عبد الرحمن الجزری (م ۱۳۷ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عطاء، عکرمہ، سعید بن جبیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبد الملک بن جریج وغیرہ نے روایت کی ہے^(۱)۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ امام ابن عدی کا قول ہے:

”خصیف کے پاس بہت سے نسخے اور احادیث ہیں اور جب خصیف سے ثقہ راوی حدیث بیان کرے تو ان کی حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں“^(۲)۔

۱۴۷. ابان بن عیاش (م ۱۳۸ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سعید بن جبیر، خلید بن عبد اللہ وغیرہ سے روایت کی ہے^(۳)۔ حماد بن زید نے سلم علوی سے روایت کیا ہے، ان کا کہنا ہے:

”رأیت أبان بن ابی عیاش یکتب عن انس بن مالک فی سبورة یعنی الواحاً“^(۴)

میں نے ابان بن عیاش کو دیکھا کہ وہ حضرت انسؓ بن مالک سے تختیوں پر لکھا کرتے تھے۔ اس لیے سلم، حماد کو نصیحت کیا کرتے تھے۔

”علیک بأبان“^(۵)

ابان کی مجلس اختیار کرو۔

ابراہیم بن طہمان^(۶)، ابو عوانہ^(۷)، حمزہ الزیات^(۸)، عبد الملک بن عبد العزیز^(۹)، علی بن مسہر^(۱۰)، غالب بن عبید اللہ^(۱۱)، معمر بن راشد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۱۲)۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۳/۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۳/۳ ③ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۲۹/۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۷/۱

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۳/۲ ⑥ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۰/۱

⑦ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۹

⑧ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲/۲، ۱۳۷/۱

⑨ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۰/۱

⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳۸/۱ ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۹۵/۱

⑫ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۲/۱ ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۰/۱

⑭ الخطیب، الکتاب، ص: ۳۲۰ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۰/۱

⑯ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۲/۱ ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۰/۱

⑱ المسلم، مقدمة المسح، باب بیان أن الاسناد عن الدین، حدیث نمبر ۶۱، ص: ۱۳

⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۱/۱

۱۳۸. داؤد بن ابی ہند (م ۱۳۹ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عکرمہ، شعبی، ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، مسلمہ بن علقمہ وغیرہ نے روایت کی ہے^(۱)۔ آپ کے پاس کتب تھیں۔

امام ابن حبان کا قول ہے: ”اہل بصرہ کے بہترین مضبوط حافظہ رکھنے والے محدثین میں آپ کا شمار ہوتا ہے مگر جب آپ اپنے حفظ سے روایت کریں تو وہم کا شکار ہو جاتے ہیں^(۲)۔ اور آپ کی ایک کتاب ”تفسیر“ میں بھی ہے^(۳)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ عدی بن عبد الرحمن الطائی^(۴) ۲۔ الانصاری^(۵)

۱۳۹. العلاء بن عبد الرحمن الحرقی (م ۱۳۹ھ)

آپ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انس بن مالک، ابوالسائب، کعب بن مالک وغیرہ سے روایت کی ہے^(۱)۔

ابن قتیبہ، امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ امام مالک کہتے ہیں:

”كانت عند العلاء صحيفة يحدث بما فيها....“^(۲)

علاء کے پاس ایک صحیفہ تھا جس سے آپ حدیث بیان کرتے تھے۔

ابن عدی کا قول ہے:

”للعلاء نسخ يرويها عنه الثقات وما أرى به بأساً“^(۳)

علاء کے پاس چند ایک نسخے ہیں جسے ثقہ رواۃ روایت کیا کرتے تھے،

(جس کو روایت کرنے میں) میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یوسف بن عبد الرحمن المدنی نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے^(۴)۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۰۲/۳

② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۰۲/۳ ③ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۵

④ ابن النديم، المعجم، ص: ۳۳

⑤ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۷۵ ⑥ الرازي، الجرح والتعديل، ص: ۳

⑦ الخطيب، الكفاية، ص: ۲۳۵

⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۸۶/۸

⑨ ابن قتيبة، المعارف، ص: ۴۹۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۸۷/۸

⑪ ابن عدی، الكامل، ص: ۲۷۸/۲ ⑫ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۸۷/۸

⑬ ابن المدینی، اعلل، ص: ۳۶۰/۱۰۴ ⑭ الرازي، الجرح والتعديل، ص: ۳۷ ⑮ الخطيب، تهذيب المعجم، ص: ۱۱۳

۱۵۰. اسماعیل بن سمیع الحنفی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، مالک بن عمیر الحنفی اور ابورزین اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔
جریر بن عبد الحمید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ②۔

۱۵۱. زیاد بن ابی زیاد (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت کی ہے ③۔ محمد بن خالد ④ اور یزید بن ہارون نے آپ سے ایک نسخہ نقل کیا ہے ⑤۔

۱۵۲. عبد اللہ بن ابی لبید (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت براءؓ بن عازب، حضرت ابو جحیفہ السوائی، ابوسعید وغیرہ سے روایت کی ہے ⑥۔
ابن حبان کا قول ہے:

”قدم الكوفة فكتب عنه أهلها الثوري وغيره“ ⑦

آپ کوفہ تشریف لے گئے جہاں اہل کوفہ نے آپ سے احادیث لکھیں جن میں سفیان ثوری بھی تھے۔

۱۵۳. عمارة بن غزیه (م ۱۲۰ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، اپنے والد غزیه بن حارث عباس بن سہل اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑧۔
آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس کا نسخہ ابن لہیعہ اور عثمان بن صالح کے پاس تھا ⑨۔
عثمان بن صالح کا قول ہے:

”ماکتبت کتاب عمارة بن غزیه إلا من أصل ابن لهيعة بعد احتراق داره“ ⑩

میں نے عمارة بن غزیه کی کتاب ان کے گھر جل جانے کے بعد ابن لہیعہ کے اصل سے لکھی۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۵/۱، ② الدولابی، الکئی والاسماء، ص: ۹۳/۲

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۵/۱، ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۰۱/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۸/۳

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۶۶/۱، ⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۶۶/۱

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۲/۵، ⑨ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۳۳

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۲/۷، ⑪ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۳۸

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۵، ⑬ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۷۶/۲

⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۷۶/۲

۱۵۴. عمران بن ابی قدامة (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے ①۔

یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

کتبت عنه ورمیت به ②

میں نے ان (عمران بن ابی قدامة) سے (احادیث) لکھیں اور پھر انھیں ضائع کر دیا۔

۱۵۵. یونس بن عبید العبدی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ابراہیم التیمی، ثابت البنانی، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور

ان سے آپ کا بیٹا عبد اللہ، شعبہ، ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ③۔

ابن سعد کا قول ہے کہ ”یونس ثقہ اور مکثر فی الحدیث (کثرت سے حدیث بیان کرنے والے) تھے۔ اور میں نے

کبھی ان کی احادیث کو نہیں دیکھا“ ④۔ اور آپ کے بارے میں حماد بن زید نے یہ قول نقل کیا ہے: ”ہم نے ان احادیث کا قصد کیا

جن میں لوگوں کی اصلاح کا پہلو موجود تھا ہم نے انھیں لکھ لیا اور جن (احادیث) میں ہماری اصلاح نہیں تھی ہم نے انھیں لکھنا چھوڑ دیا“ ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

سالم بن نوح: آپ کا قول ہے کہ مجھ سے یونس اور جریری کی کتاب گم ہو گئی جو چالیس سال بعد مجھے ملی ⑥۔

یزید بن زریع: آپ کا قول ہے کہ میں نے یونس کی روایات بیان کی ہیں۔ ان سے زیادہ روایت کرنے میں مجھے کوئی رکاوٹ نہیں لیکن میں

ان کی صرف تین قسم کی روایات لکھتا ہوں۔ جب آپ ”سمعت“ یا ”سألت“ یا ”حدثنا الحسن“ کے الفاظ استعمال کریں ⑦۔

اسماعیل: عبد اللہ بن حنبل کا قول ہے کہ ”اسماعیل کے پاس یونس بن عبید کی روایت کردہ تقریباً نو سو احادیث تھیں“ ⑧۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی فرماتے ہیں ”انھوں نے کتابت کی تصریح نہیں کی اور نہ ہی کتاب کا نام ذکر کیا ہے“ ⑨۔

۱۵۶. خالد بن مهران الحدائی (م ۱۴۱ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے عبد اللہ بن شقیق، ابو عثمان مہدی، عبد الرحمن بن ابی بکرہ اور دوسرے

اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے حماد بن الثوری اور علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۱/۳

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۲/۱۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۲/۱۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۲/۱۱

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۱/۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۳/۳

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۵/۱۱

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۵/۱۱

⑨ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۰

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۰/۳

⑪ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۳۲۵/۱

آپ کا بیان ہے:

”ما کتبت حدیثاً قط إلا حدیثاً طویلاً فإذا حفظته محوته“^(۱)
میں نے ایک طویل حدیث کے سوا کبھی حدیث نہیں لکھی جسے میں نے حفظ کر کے مٹا ڈالا تھا۔

۱۵۷. سعد بن الأنصاری (م ۱۴۱ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، سائب بن یزید، عمرہ بنت عبد الرحمن وغیرہ سے روایت کی ہے^(۲)۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن حبان کا قول ہے:

”کان یخطی إذا حدث من حفظه“^(۳)

جب آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتے تو غلطی کر جاتے تھے۔

۱۵۸. عبد اللہ بن محمد بن عقیل (م ۱۴۱ھ)

آپ نے حضرت ابن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت جابر وغیرہ سے روایت کی ہے^(۴)۔ عبید اللہ بن عمرو رقی کے پاس آپ کی احادیث کثیر تعداد میں موجود تھیں^(۵)۔

۱۵۹. موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ)

آپ نے حضرت ابن عمر کا زمانہ پایا تھا۔ آپ نے ام خالد سے جو صحابیہ ہیں سے روایت کی۔ اس کے علاوہ آپ نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن، عکرمہ وغیرہ سے روایت کی ہے^(۶)۔ مغازی میں آپ کی ایک کتاب ہے^(۷)۔ اس کتاب کے بارے میں امام مالک کہا کرتے تھے:

”علیکم بمغازی موسیٰ بن عقبہ فإنہ ثقة“^(۸)

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کی طرف مراجعہ کیا کرو کیونکہ وہ معتبر کتاب ہے۔

اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ^(۹) اور محمد بن فلیح نے آپ کی کتاب ”المغازی“ کو آپ سے روایت کیا ہے^(۱۰)۔ ابن لہیعہ^(۱۱)، ابراہیم بن طہمان^(۱۲)، اسماعیل بن ابراہیم^(۱۳)، فضیل بن سلیمان^(۱۴)، یوسف بن خالد^(۱۵) اور فلیح بن خالد کے پاس آپ کی احادیث موجود تھیں^(۱۶)۔

- | | | |
|---|---|------------------------------------|
| ① ابن الجعد، مسند، ص: ۱۳۹ | ⑥ الراہب مزنی، المحذات الفاضل، ص: ۳۷ | ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۳۳/۱ |
| ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۷۰/۳ | ⑦ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ③ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۳۶ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۲۹/۲ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉖ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉖ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉓ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉚ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉚ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉜ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉖ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉜ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉝ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉝ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉚ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉛ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉜ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊴ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉝ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊴ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉞ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㉟ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊷ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊷ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊸ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊸ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊹ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊹ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊺ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊴ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊺ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊻ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊵ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊻ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊼ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊼ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊽ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊷ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊽ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊾ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊸ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊾ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊿ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ |
| ㊹ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | ㊿ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۶ | |

۱۶۰. عاصم بن سلیمان الأحول (م ۱۴۲ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن سرجس، عمرو بن سلمہ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔
جریر ② اور سفیان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ③۔

۱۶۱. حمید بن ابی حمید الطویل (م ۱۴۳ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، عبداللہ بن شقیق، حسن بصری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ④۔ آپ بصرہ کے عالم تھے۔ آپ کے پاس ایک صحیفہ تھا جسے آپ نے حسن بصری کے مخطوط حدیث سے نقل کیا تھا ⑤۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے احادیث نقل کی تھیں ⑥۔ مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ بن سعید نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ⑦۔

۱۶۲. سلیمان بن طرخان البصری (م ۱۴۳ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، طاؤس بن کيسان اور اسحاق السبئی سے روایت کی ہے ⑧۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ یحییٰ بن سعید آپ کی کتب کی بہت تعریف کیا کرتے تھے ⑨۔ آپ اپنے تلامذہ کو احادیث نبویہ لکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان کا بیان ہے: ”جب میں کوفہ میں تھا تو میرے والد نے مجھے لکھا:

”أَنْ اشْتَرِ الصَّحُفَ وَ أَكْتُبِ الْعِلْمَ فَإِنَّ الْمَالَ يَذْهَبُ وَالْعِلْمُ يَبْقَى“ ⑩

صحائف خریدو اور علم (احادیث) کو لکھ لیا کرو کیونکہ مال جانے والا ہے اور علم ہی باقی رہے گا۔

آپ کے بیٹے معتمر بن سلیمان ⑪ اور صوفیہ بن خلیفہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑫۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۳/۵

② ابن المدینی، العلل، ص: ۱۹۵/۱ ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۳۱/۱ ④ الباجی، التعلیل والتأخر، ص: ۳۶

⑤ ابن خنبل، المسند، ص: ۱۱۱/۳ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۱/۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲

⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۲۶/۵ ⑨ الخطیب، تہذیب العلم، ص: ۱۰۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹/۳ ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۱۰/۱

⑫ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۱۲/۵ ⑬ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۲۳۱ ⑭ الطبری، التاریخ، ص: ۲۲۸۳/۳ ⑮ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲/۷

⑯ ابن خنبل، المسند، ص: ۱۸۲/۳ ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۲

⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۲/۳ ⑲ الراہر مزی، المحدث الثاصل، ص: ۲۵

⑳ ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۵۸ ㉑ الراہر مزی، المحدث الثاصل، ص: ۲۵ ㉒ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷

۱۶۳. اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروة (م ۱۴۴ھ)

آپ کی ملاقات حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے ہوئی۔ آپ نے ابوالزناد عمرو بن شعیب، زہری، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔ لیث بن سعد نے آپ سے ایک ”طویل نسخہ“ روایت کیا ہے ②۔

۱۶۴. جعد بن عبدالرحمن بن اوس (م ۱۴۴ھ)

آپ نے حضرت سائب بن یزید (م ۹۱ھ)، عائشہ بنت سعد، یزید بن خصیفہ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ③۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ یحییٰ بن سعید قطان کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی ④۔

۱۶۵. سعید بن ایاس الجریری (م ۱۴۴ھ)

آپ نے حضرت ابو طفیلؓ، ابو عثمان نہدیؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرۃ سے روایت کی ہے ⑤۔ ابن ابی عدی ⑥، ابن علیہ ⑦ اور سالم بن نوح نے آپ کی احادیث لکھی تھیں ⑧۔

۱۶۶. عبداللہ بن شبرمہ (م ۱۴۴ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابو طفیلؓ، عبداللہ بن شداد وغیرہ سے روایت کی ہے ⑨۔ خطیب بغدادی کے بیان کے مطابق آپ صاحب کتاب تھے ⑩۔

۱۶۷. یحییٰ بن سعید الأنصاری (م ۱۴۴ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن عامرؓ، محمد بن ابی امامہ وغیرہ سے روایت کی ہے ⑪۔ ابتدا میں آپ کے پاس کتب نہیں تھیں ⑫۔ لیکن بعد ازاں آپ نے احادیث لکھیں اور انھیں اپنے اصحاب کی طرف ارسال کر دیا۔ ابوالاسود کا قول ہے:

”وکل شیئ حدث به ابن لهيعة عن يحيى فإنما هو كتاب كتب به إليه“ ⑬
ہر وہ حدیث جو ابن لہیعہ نے یحییٰ سے بیان کی ہے دراصل وہ اس کتاب سے ہے جو انھوں نے ان کی طرف لکھی تھی۔

- | | |
|-------------------------------------|---|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۱/۱ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۲/۱ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۰/۲ | ④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۰۸/۱ |
| ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۳ | ⑥ الباجی، التَّعْدِيلُ وَالتَّجَرُّحُ، ص: ۱۳۶ |
| ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۵۳/۱ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۳/۳ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۰/۵ | ⑩ ابن عبد البر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱ |
| ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۳/۱۱ | ⑫ الفسوی، التَّارِخُ، ص: ۲۱۷/۲ |
| ⑬ ابو عبید، الاموال، ص: ۳۹۳، ۳۹۵ | ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۱۱ |

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں:

- | | |
|---------------------------------------|---------------------|
| ۱۔ ابن عیینہ ① | ۲۔ ابن لہیعہ ② |
| ۳۔ اسماعیل بن عیاش ③ | ۴۔ اسماعیل بن قیس ④ |
| ۵۔ جریر بن حازم ⑤ | ۶۔ جعفر بن محمد ⑥ |
| ۷۔ حماد بن زید ⑦ | ۸۔ ربیعہ ⑧ |
| ۹۔ عبد الوہاب بن عبد المجید الشافعی ⑨ | ۱۰۔ لیث بن سعد ⑩ |
| ۱۱۔ یزید بن عبد اللہ ⑪ | |

۱۶۸. اسماعیل بن مسلمہ المکی (م ۱۴۵ھ)

آپ نے حضرت ابوالطفیلؓ، عامر بن واثلہؓ، حسن بصریؓ، الحکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے الاعمشؓ ابن المبارکؓ الاوزاعی وغیرہ نے روایت کی ہے ⑫۔ محمد بن عبد اللہ الانصاری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑬۔

۱۶۹. عبد الملک بن ابی سلیمان العزومی (م ۱۴۵ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالکؓ عطاء بن ابی رباح اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے ⑭۔ عبید اللہ عنبری نے آپ سے احادیث لکھیں ہیں ⑮۔ اور یحییٰ بن سعید قطان نے آپ سے ایک بڑا جزء روایت کیا ہے ⑯۔

- | | |
|--|---|
| ① ابن الدینی، العلل، ص: ۲۰/۱ | ② ابو عبیدہ، الاسوال، ص: ۳۹۳، ۳۹۵ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۳/۱ | ④ ابن خلیل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۹ |
| ⑤ البخاری، الضعفاء الخیر، ص: ۳ | ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۹۲/۱ |
| ⑥ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۱۱ | ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۹۳/۱ |
| ⑧ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۷۸ | ⑨ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۳۸ |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۱۱ | ⑪ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۴۲ |
| ⑪ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۱۸/۲ | ⑫ الخطیب، تاريخ بغداد، ص: ۱۰/۱۱ |
| ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۸۱/۲ | ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۰/۶ |
| ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۷/۵ | ⑮ ابن عدی، الکامل، ص: ۸۹/۱ |
| ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۱/۱ | ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۲/۳ |
| ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۶/۶ | ⑱ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۲/۷ |
| ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹۸/۶ | ⑲ الدار قطنی، سنن الدار قطنی، ص: ۲۷۱/۱ |

۱۷۰۔ اسماعیل بن ابی خالد الاحمسی (م ۱۴۶ھ)

آپ نے حضرت ابو جحیفہؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اونیؓ، اور حضرت عمرو بن حرثؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے ①۔
امام العجلی کا قول ہے:

”لہ نحو خمس مائة حدیث“ ②

آپ سے پانچ سو کے قریب مروی ہیں۔

اسماعیل بن عیاش ③، وکیع ④ اور یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑤۔

۱۷۱۔ هشام بن عروہ (م ۱۴۶ھ)

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے۔ آپ کے والد (عروہ بن زبیرؓ) آپ کو کتابت اور لکھنے کے بعد پیش کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے ⑥۔ آپ اپنے تلامذہ کی طرف حدیث لکھ کر ارسال کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک حدیث لیث بن سعد کی طرف لکھ کر ارسال کی ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- | | |
|----------------------|--------------------|
| ۱۔ ابن جریج ⑧ | ۲۔ جعفر بن ربیعہ ⑨ |
| ۳۔ خالد بن حارث ⑩ | ۴۔ عبیدہ بن قاسم ⑪ |
| ۵۔ لیث بن سعد ⑫ | ۶۔ معمر ⑬ |
| ۷۔ نوح بن ابی مریم ⑭ | ۸۔ یحییٰ ⑮ |
| ۹۔ یحییٰ بن زبیر ⑯ | |

- ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۱/۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۲/۱
 ③ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۸۳/۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۰/۱
 ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۸/۱ ⑥ السمعانی، ادب الاطباء، ص: ۷۸
 ⑦ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنودہ، حدیث نمبر: ۳۲۶۸، ص: ۵۳۵
 ⑧ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب حدیث زید بن عمرو، حدیث نمبر: ۳۸۲۸، ص: ۶۳۲ ⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۳
 ⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۲/۵ ⑪ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۶۳/۳ ⑫ الترمذی، العلل، ص: ۲۳۹/۲
 ⑬ ابن قتیبہ، المعارف، ص: ۲۸۸ ⑭ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۰
 ⑮ الترمذی، العلل، ص: ۲۳۹/۲ ⑯ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۳ ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۵/۳
 ⑱ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۲۱/۳ ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۳/۷
 ⑳ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنودہ، حدیث نمبر: ۳۲۶۸، ص: ۵۳۵
 ㉑ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب حدیث زید بن عمرو، حدیث نمبر: ۳۸۲۸، ص: ۶۳۲ ㉒ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۳۳
 ㉓ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۶/۱ ㉔ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳
 ㉕ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۳/۳ ㉖ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۱

۱۷۲۔ سلیمان بن مهران الأعمش (م ۱۲۷ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، اور عکرمہ سے روایت کی ہے ①۔
آپ کے پاس ایک کتاب تھی ②۔ آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔ نیز آپ کے شیخ ابراہیم نخعی (۹۶ھ) نے آپ سے
احادیث لکھی تھیں ③۔ آپ اپنے تلامذہ کو حدیث کی املاء بھی کروایا کرتے تھے ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

- | | |
|-------------------------|-----------------------|
| ۱۔ ابوبکر بن عیاش ⑤ | ۲۔ سفیان الثوری ⑥ |
| ۳۔ ابوعوانہ ④ | ۴۔ اسحاق بن راشد ⑧ |
| ۵۔ جریر بن عبد الحمید ⑨ | ۶۔ حفص بن غیاث ⑩ |
| ۷۔ خالد بن عبداللہ ⑪ | ۸۔ عبداللہ بن ادریس ⑫ |
| ۹۔ معمر بن راشد ⑬ | ۱۰۔ نوح بن ابی مریم ⑭ |
| ۱۱۔ ہشیم ⑮ | ۱۲۔ وکیع ⑯ |

۱۷۳۔ محمد بن عجلان المدینی (م ۱۴۸ھ)

آپ نے حضرت انسؓ بن مالک، سلمان بن ابی حازم الأشجعی، ابراہیم بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے ①۔
یحییٰ کا کہنا ہے میں نے ۱۴۴ھ میں ابن عجلان سے ملاقات کی اور ان سے احادیث لکھیں ②۔

- | | |
|--|---|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۰ | ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ⑥ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۷۰/۳ ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۹ |
| ③ ابن الجعد، المسند، ص: ۸۰ ⑦ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۳۰/۱ | ④ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۰ |
| ⑤ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ ⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۳۰ | ⑦ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۳۰/۱ |
| ⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ⑨ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱/۹ |
| ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ⑫ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ⑭ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ⑮ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ⑯ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ⑰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ⑱ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ⑲ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ⑳ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㉑ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㉒ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㉓ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㉔ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㉕ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㉖ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㉗ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㉘ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㉙ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㉚ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㉛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㉜ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㉝ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㉞ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㉟ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㊱ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㊲ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㊳ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㊴ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㊵ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㊶ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㊷ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㊸ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㊹ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㊺ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㊻ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㊼ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ㊽ ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ㊾ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |
| ㊿ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ ① ابن جریر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۴ | ② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۳۹/۶ |

۱۷۴. عمران بن حذیر (م ۱۲۹ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ آپ نے ابو مجلوم، ابو قلابہ، ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہے ①
آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ علی بن مدینی کا قول ہے:

”میں نے عثمان بن عمر سے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم سے روح بن عبادہ نے عمران بن حذیر کی کتاب لی تھی تو عثمان کہنے لگے واللہ میں نے روح سے عمران بن حذیر کی کتاب عاریہ لی تھی“ ②۔

۱۷۵. کھمس بن الحسن (م ۱۲۹ھ)

آپ نے حضرت ابو طفیل عبد اللہ بن بریدہ، عبد اللہ بن شفیق سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے عون، قطان اور ابن مبارک نے روایت کی ہے ③۔ آپ صاحب کتاب تھے ④۔ معتمر بن سلیمان کے پاس آپ کی کتاب تھی ⑤۔

۱۷۶. ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت (م ۱۵۰ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا تھا ⑥۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح، عاصمہ بن ابی النجی، علقمہ بن مرثد، حماد بن ابی سلیمان سے روایت کی ہے ④۔ آپ احادیث لکھا کرتے تھے۔

ابراہیم بن طہمان بیان کرتے ہیں:

”میں مدینہ آیا اور وہاں سے میں نے احادیث لکھیں پھر کوفہ میں امام ابو حنیفہ کے گھر حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ مجھے کہنے لگے تم نے وہاں کن لوگوں سے احادیث لکھی ہیں، چنانچہ میں نے ان حضرات کے نام لیے۔ پھر کہنے لگے کیا کیا آپ نے مالک بن انس سے کچھ لکھا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے ان سے لکھا ہے وہ میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ میں انھیں (احادیث کو) لے آیا۔ تو آپ نے کاغذ اور روشنائی منگوائی۔ میں آپ کو املاء کروا تا رہا اور آپ لکھتے رہے۔“ ⑧

ابن معین کا قول ہے:

”کان ابو حنیفہ ثقة لا یحدث بالحديث إلا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ“ ⑨

ابو حنیفہ ثقہ ہیں، آپ صرف زبانی یاد کی ہوئی حدیث بیان کرتے تھے اور جو حدیث آپ کو یاد نہ ہو اسے بیان نہیں کرتے تھے۔

- | | |
|--|--|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۵/۸ | ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۵/۸ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۰/۸ | ③ ابن ضیل، العلل والمعرفة الرجال، ص: ۱۵۸/۱ |
| ⑤ ابن ضیل، العلل والمعرفة الرجال، ص: ۱۵۸/۱ | ⑥ الذہبی، المعجم، ص: ۲۱۴/۱ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۹/۱۰ | ⑧ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۳ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۹/۱۰ | |

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ عبداللہ بن مبارک ① ۲۔ ابو یوسف ② ۳۔ محمد بن حسن الشیبانی ③

۱۷۶۔ عبد اللہ بن عون البصری (م ۱۵۱ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ آپ نے ثمامہ بن عبد اللہ انس بن سیرین، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے ④۔
عثمان بن ابی شیبہ کا قول ہے:

”ثقة صحيح الكتاب“ ⑤

آپ ثقہ ہیں اور آپ کی کتاب صحیح ہے۔

آپ نے نافع مولیٰ ابن عمرؓ کو بعض احادیث کے بارے میں جاننے کے لیے خط لکھا، چنانچہ نافع نے تحریری طور پر اس کا جواب دیا ⑥۔ اسماعیل ④، خالد بن الحارث ⑧، سلیم بن اخضر ⑨، معاذ بن معاذ ⑩، ہوزة بن خلیفہ ⑪، یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ⑫۔

۱۷۷۔ محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک اور سعید بن مسیب کو دیکھا تھا، آپ نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ⑬۔ آپ کے پاس بہت سی کتب احادیث تھیں، ابراہیم بن سعد کے پاس آپ سے احکام کے بارے میں مروی احادیث کی تعداد ستر ہزار تھی، اور مغازی کی تعداد اس کے علاوہ تھی ⑭۔ بہت سے اصحاب کے پاس آپ کا مجموعہ حدیث موجود تھا ⑮۔

۱۷۸۔ عبد الرحمن بن زیاد الافریقی (م ۱۵۶ھ)

آپ نے ابو عبد الرحمن الحبلیؓ، عبد الرحمن بن رافع، زیاد بن نعیم وغیرہ سے روایت کی ہے ⑯۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔
امام ابوداؤد سجستانی بیان کرتے ہیں میں نے احمد بن صالح سے پوچھا:

”يحتج بحديث الأفریقی قال نعم قلت صحيح الكتاب قال نعم“ ⑰

کیا افریقی کی حدیث قابل حجت ہیں۔ کہنے لگے جی ہاں، میں نے کہا ان کی کتاب صحیح ہے۔ کہنے لگے جی ہاں۔

- | | |
|---|--|
| ① ابن خنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص: ۱۵۸ | ④ ابو یوسف، آثار ابی یوسف والرد علی سیر الاوزاعی، ص: ۲۱۲ |
| ② الشیبانی، الآثار، ص: ۱۳۷ | ⑤ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۳۴۷/۵ |
| ③ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۳۴۹/۵ | ⑥ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۳/۳ |
| ④ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۷۹/۱ | ⑦ الرازی، تقدم الجرح والتعديل، ص: ۲۲۸ |
| ⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۷۲/۱ | ⑧ الرازی، تقدم الجرح والتعديل، ص: ۲۲۸ |
| ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷ | ⑨ الرازی، تقدم الجرح والتعديل، ص: ۲۲۸ |
| ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۳/۱ | ⑩ الذہبی، تذکرة الحفاظ، ص: ۲۲۹/۱ |
| ⑧ الأعمش، دراسات فی الحدیث، ص: ۲۰۳ | ⑪ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۱۷۵/۶ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۱۷۵/۶ | ⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۵/۱۰ |

یحییٰ بن سعید قطان کا قول ہے:

”قد کتبت عنه کتابا بالكوفة“^①

میں نے ان (عبدالرحمن بن زیاد الافریقی) سے کوفہ میں ایک کتاب لکھی تھی۔

۱۷۹. یونس بن ابی اسحاق السبعی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے حضرت انس بن مالک، ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری، سعید بن محمد وغیرہ سے روایت کی ہے^②۔
ابن ابی حاتم اور حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس کتب تھیں^③۔

۱۸۰. ارطاة بن المنذر (م ۱۶۲ھ)

آپ کی حضرت ابو امامۃ باہلی سے ملاقات ہوئی آپ نے ابو عامر عبد اللہ بن عامر الالبانی، عبد الرحمن بن غنم، مجاہد و دیگر حضرات سے روایت کی ہے^④۔ آپ کے پاس ایک ”نسخہ“ تھا۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ جراح بن ملیح البهرانی کے پاس ارطاة بن منذر کا ایک ”نسخہ“ تھا جس میں تقریباً بیس احادیث تھیں^⑤۔

۱۸۱. حویر بن عثمان بن جبر الرجی (م ۱۶۳ھ)

آپ نے حضرت عبد اللہ بن بسر صحابی رسول ﷺ سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حبیب بن عبید، خالد بن معدان، راشد بن معمر سے روایت کی ہے^⑥۔ علی بن عیاش کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔
علی بن عیاش کا بیان ہے:

”جمعنا حدیثہ فی دفتر نحو مائتی حدیث فأتیناہ بہ فجعل یتعجب من کثرته“^⑦
ہم نے دوسو کے قریب ان کی احادیث ایک رجسٹر میں جمع کیں جنہیں ہم آپ کے پاس لائے۔ آپ کو ان (احادیث) کی کثرت سے تعجب ہوا۔

۱۸۲. نجیح بن عبد الرحمن السندی، ابو معشر (م ۱۷۰ھ)

آپ نے حضرت ابو امامہ بن سہل کو دیکھا تھا۔ آپ نے سعید بن المسیب، نافع اور محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے روایت کی ہے^⑧۔ آپ صاحب کتب تھے۔ آپ نے درج ذیل کتب لکھی تھیں:

- ① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۶/۱۰ ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۳۲/۲
- ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۱۱
- ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۳۲/۴ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۱۱
- ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۸/۱ ⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۳/۱۰
- ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۲/۲ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۸/۲ ⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۶/۸
- ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۱/۱۰

۱۔ کتاب المغازی: ابن سعد کا قول ہے: ”حسین بن محمد نے ابو معشر سے مغازی روایت کی ہے“^①۔ اس کتاب کو حجاج^② اور محمد بن نجیح نے بھی روایت کیا ہے^③۔

۲۔ کتاب التاریخ: خلیل کا بیان ہے کہ: ”ابو معشر کا علم حدیث اور علم تاریخ میں ایک مقام ہے۔ ان کی تاریخ کو ائمہ نے حجت تسلیم کیا ہے اور حدیث میں انھیں ضعیف قرار دیا ہے“^④۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ”کتاب المغازی“ اور ”کتاب التاریخ“ دونوں ایک ہی کتاب ہیں۔ یا کسی نے اس کا نام مغازی رکھ دیا اور بعض نے اسے تاریخ سے موسوم کیا۔

ابن الندیم نے ان کی تالیفات میں صرف مغازی ذکر کی ہے^⑤۔

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں:

”میرے نزدیک رائج یہ ہے کہ دو کتابیں ہیں کیونکہ ہم طبقات ابن سعد^⑥ میں آپ ﷺ صحابہ

کے مغازی کے بارے میں اس (مغازی) کے نقول پاتے ہیں جبکہ متاخر تاریخی نقول دوسری

کتب مثلاً ازدی کی تاریخ موصل^⑦ میں بھی پاتے ہیں^⑧۔



① ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۹/۶

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۸/۹

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۸/۹، الخطیب، تاریخ بغداد، ۳۷۶/۸

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۲/۱۰

⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۹۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲

⑦ الازدی، تاریخ الموصل، ص: ۲۲۹-۲۳۲

⑧ مصطفیٰ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۲۱۵/۱

تبع تابعین کے مجموعہ ہائے حدیث

۱. قیس بن سعد ابو عبد الملک (م ۱۱۹ھ)

آپ نے عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر اور دیگر تابعین سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر بن حازم، رباح بن ابی معروف، ہشام بن حسان اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جس میں آپ نے احادیث جمع کر رکھی تھیں۔ یہی کتاب بعد ازاں حماد بن سلمہ (۱۶۷ھ) کے پاس تھی۔ امام ابو داؤد کا قول ہے:

”لم یکن لحما د بن سلمة کتاب غیر کتاب قیس بن سعد“ ②

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں تھی۔

حجاج الاعور نے آپ سے یہ کتاب عاریتاً لی تھی ③۔ مکہ کے راستہ میں یہ کتاب ضائع ہو گئی، چنانچہ آپ نے اپنے حافظہ سے اسے لکھا ④۔ عقبہ بن عبد اللہ الأصم کے پاس بھی آپ کی یہ کتاب موجود تھی۔ حسین کا قول ہے:

”نظرت فی کتاب عقبہ الأصم فاذا أحادیثہ هذه التي یحدث بها عن عطاء

انما هی کتابہ عن قیس بن سعد بن عطاء“ ⑤

میں نے عقبہ الأصم کی کتاب کو دیکھا تو اس کی احادیث جنہیں وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ دراصل (عقبہ کی حدیث کی یہ کتاب) قیس بن سعد بن عطاء کی کتاب ہے۔

۲. زید بن علی بن حسینؑ (م ۱۲۲ھ)

آپ نے اپنے والد علی بن حسینؑ اپنے بھائی ابو جعفر الباقرا اور ابان بن عثمان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے دونوں بیٹے حسین و عیسیٰ اور جعفر بن محمد زہری وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔

امام عمرو بن خالد القرشی نے آپ سے احادیث کا ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ②۔

① الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۰/۱

② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۹۷/۸

③ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ص: ۹۹/۳

④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۷/۳

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۵۳/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۵۳/۳

⑦ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۲۷۳/۳

⑧ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۲۷۳/۳

⑨ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۶۱/۸

⑩ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۹/۳

⑪ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۳۴/۷

۳. بکر بن وائل بن داؤد (م ۱۳۰ھ)

آپ نے نافع، زہری، عبد اللہ بن دینار اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے والد وائل بن داؤد، شعبہ ابن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے^①۔ آپ کے والد نے آپ سے ایک صحیفہ بیان کیا ہے۔ امام ابن المدینی فرماتے ہیں:

”وائل بن داؤد لم یسمع من ابنہ إنما كانت له صحیفۃ فی بیتہ“^②
 وائل بن داؤد کا اپنے بیٹے سے سماع ثابت نہیں بلکہ ان کے پاس گھر میں ایک صحیفہ تھا (جس سے انھوں نے بیان کیا)۔

۴. حفص بن سلیمان التمیمی (م ۱۳۰ھ)

آپ نے حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے معمر بن راشد نے روایت کی ہے۔^③
 آپ کے پاس کتب تھیں۔ یہ کتب اشعث بن عبد الملک حرانی نے پڑھی تھیں^④۔

۵. عبد اللہ بن القاسم ابو عبیدہ (م ۱۳۰ھ)

آپ نے سعید بن المسیب، عبد الرحمن بن ابی کثیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد اللہ بن شاذب نے روایت کی ہے^⑤۔ معمر کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔
 یحییٰ کا قول ہے ”معمر نے ایک کتاب نکالی اور ہمیں پڑھ کر سنائی یعنی ابو عبیدہ کی احادیث“^⑥۔

۶. عمرو بن عمرو ابو الزعراء (م ۱۳۰ھ)

آپ نے عوف بن مالک، عکرمہ، عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، ابن عیینہ، عبیدہ بن حمید و دیگر اصحاب نے روایت کی ہے^⑦۔ عبیدہ بن حمید کے پاس آپ کا ایک نسخہ تھا۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:
 ”جب ہمیں جریر کی موت کی خبر پہنچی تو میں اور یحییٰ بن معین، عبیدہ بن حمید کے پاس گئے۔ انھوں نے ہمیں ابو الزعراء کے ”نسخہ“ سے احادیث لکھوائیں^⑧۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۸/۱ ② الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۳ ③ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۷۴

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۵/۷ ⑤ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۱۷۸ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۹/۵

⑦ ابن حنبل، العلل و معارف الرجال، ص: ۲۶۶/۳ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۸ ⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸۲/۱

۷۔ ابراہیم بن میمون الصائغ (م ۱۳۱ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، ابواسحاق، ابوالزبیر اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے داؤد بن ابی فرات، حسان بن ابراہیم الکرمانی، ابو حمزہ السکری وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ صاحب کتاب تھے ②۔ اور السکن کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی ③۔

۸۔ حجاج بن الحجاج الباہلی (م ۱۳۱ھ)

آپ نے انس بن سیرین، قتادة، یونس بن عبید وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابراہیم بن طہمان، یزید بن زریع، قزعة بن سوید اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ④۔ ابراہیم بن طہمان نے آپ سے ایک بڑا نسخہ حدیث روایت کیا ہے ⑤۔

۹۔ ایوب بن موسیٰ بن عمرو (م ۱۳۱ھ)

آپ نے نافع، مکحول، حمید بن نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید، شعبہ، لیث وغیرہ نے روایت کی ہے ⑥۔ عبید اللہ بن عمر کا قول ہے کہ ”میں نے ایوب بن موسیٰ سے ایک کتاب لی اور انھیں بتایا کہ اس کو امام زہری، عطاء اور مکحول پر پیش کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم نے اسی پر لوگوں کو پایا ہے کہ مسلمان کی دیت رسول ﷺ کے زمانے میں.....“ ⑦۔

۱۰۔ سالم بن عجلان الأفطس (م ۱۳۲ھ)

آپ نے سعید بن جبیر، زہری، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عمرو بن مرّة، اسرائیل، ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحب تفسیر تھے۔ علماء آپ کی تفسیر کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے ⑨۔

۱۱۔ عبد اللہ بن عثمان بن خثیم (م ۱۳۲ھ)

آپ نے سعید بن جبیر، شہر بن حوشب، مجاہد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن جریج اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑩۔ یحییٰ بن سلیم القرشی الطائفی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

- | | | |
|------------------------------------|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۲/۱ | ② السمعانی، أدب الإماء، ص: ۱۷۸ | ③ السمعانی، أدب الإماء، ص: ۱۷۸ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۹/۲ | ⑤ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۰/۲ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۲/۱ | ⑧ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۴۲۳/۱ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۱/۳ |
| ⑩ الأزدی، تاریخ الموصل، ص: ۱۲۱ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۱۴/۵ | ⑫ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۱۴۶/۳ |

امام احمد بن حنبل کا قول ہے: ”یحییٰ بن سلیم نے حدیث ابن خثیم کو یاد کر لیا، ہم نے انہیں کہا ہمیں اپنی کتاب دیجیے تو کہنے لگے مصحف رہن میں رکھ دیں تو ہم نے کہا ہمارے پاس مصحف کہاں ہے؟ ہم تو مسافر ہیں“ ①۔

۱۲. عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن (م ۱۳۲ھ)

آپ نے اپنے والد ابو سلمہ بن عبدالرحمن اسحاق بن یحییٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سعد بن ابراہیم، مسعر، ہشیم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ①۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ابو عوانہ ② ۲۔ ہشیم ③ ۴۔ ہشیم ④

۳۔ واسطہ کے رہنے والے طلبہ حدیث نے بھی آپ کی احادیث لکھیں ⑤۔

۱۳. غیلان بن جامع المحاربی (م ۱۳۲ھ)

آپ نے ابو وائل شقیق بن سلمۃ، ابو اسحق السبیعی، اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یعلیٰ بن الحارث، شعبہ، ثوری اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ①۔ آپ صاحب کتاب تھے۔
امام وکیع کا قول ہے: ”معلیٰ الطحان نے غیلان بن جامع کی کتاب نکالی“ ②۔

۱۴. محمد بن ابی بکر الأنصاری (م ۱۳۲ھ)

آپ نے اپنے باپ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن عبد الرحمن، عباد بن تمیم الأنصاری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عبد الممالک بن زید، ابو بکر بن نافع نے روایت کی ہے ①۔

موسیٰ بن عیسیٰ نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا: ”وہ ابن ابی بکر سے رسول اللہ ﷺ کے اجداد کی تاریخ لکھیں“ ②۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۶/۱۱ ② ابن خثیم، اعلل و معرۃ الرجال، ص: ۲۸۰/۲

③ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۴۴ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۵۶/۷

⑤ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۴۴ ⑥ ابن حبان، مشاہیر علماء الانصار، ص: ۱۳۳

⑦ ابن حبان، الثقات، ص: ۵۴۴ ⑧ ابن حبان، مشاہیر علماء الانصار، ص: ۱۳۳

⑨ ابن المدینی، اعلل، ص: ۲۴۲/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۰/۹

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۲/۸

⑫ الطبری، التاريخ، ص: ۱۰۸۶/۱

۱۵. منصور بن معتمر (م ۱۳۲ھ)

آپ نے ابو وائل، زید بن وہب، ابراہیم نخعی، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب، حصین بن عبد الرحمن، اعمش وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ زہیر کا کہنا ہے:

”میں منصور کے ہاں گیا وہاں عبیدہ بن حمید اور آپ کے اصحاب ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہ کتاب ہے، جس میں آٹھ سو احادیث ہیں، جو ہم نے منصور سے سنی ہیں ②۔

مزید برآں جریر بن عبد الحمید ③، سعید بن مسلمہ ④، شعبہ ⑤، عبیدہ بن حمید ⑥، ورقاء بن عمر الیشکری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں موجود تھیں ⑦۔

۱۶. مطرف بن طریف الحارثی (م ۱۳۳ھ)

آپ نے شعبی، ابواسحاق السبعی، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو عوانہ، ہمشیم، ابو جعفر رازی و دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑧۔ امام عجل کا قول ہے:

”صالح الكتاب، ثقة“ ⑨ (آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے۔ اور آپ ثقہ ہیں)۔

۱۷. ابوبکر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمة (م ۱۳۵ھ)

آپ نے محمد بن جبیر، ابان بن عثمان سے روایت کی ہے اور آپ سے العلاء بن کثیر البصری نے روایت کی ہے ⑩۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ عبد اللہ بن جعفر زہری کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ ان کا بیان ہے:

”وجدت فی کتاب ابی بکر بن عبد الرحمن بن المسورة بن مخرمة“ ⑪

میں نے ابوبکر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمة کی کتاب میں احادیث پائیں۔

① ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۳۱۵/۱۰ ② ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۱/۱

③ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۱/۱ ④ الفسوی، التاریخ، ص: ۳۱۲/۲ ⑤ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۸۳/۲ ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۷/۲

⑦ ابن ضبل، المسند، ص: ۶۰/۲، ۳۹۸، ۴۶۱/۲، ۴۳۸/۱

⑧ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب إقامة الصلوة، باب ماجاء فیمن شک فی صلاة، حدیث نمبر ۱۲۱۱، ص: ۱۷۰

⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۶۱/۱ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۳۲/۲ ⑪ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۷۳/۱۰

⑫ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۷۳/۱۰ ⑬ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۳۲/۱۲ ⑭ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۳۹/۱

ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں: ”احادیث زیادہ تر مکہ مکرمہ کی تاریخ وغیرہ کے متعلق ہیں۔ (۱)۔

۱۸. اسماعیل بن سالم ابو یحییٰ الأسدی (م ۱۳۵ھ)

آپ نے شععی، حبیب بن ابی ثابت، وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے یحییٰ، علام بن المسیب، ہشیم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۲)۔ امام شعبہ نے آپ کی کتب دیکھی تھیں (۳)۔

۱۹. داؤد بن الحصین الأموی (م ۱۳۵ھ)

آپ نے اپنے والد حصین، عکرمہ، نافع وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن ابی اسحق، محمد بن عبید اللہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے (۴)۔ مشہور محدث ابراہیم بن ابی یحییٰ کے پاس داؤد بن الحصین الأموی کی روایات کا ایک بڑا نسخہ تھا (۵)۔

۲۰. سلم بن ابی الذیال البصری (م ۱۳۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ابن سیرین، سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے معتمر بن سلیمان، اسماعیل بن علیہ و اسماعیل بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے (۶)۔ معتمر بن سلیمان کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں (۷)۔

۲۱. عبد اللہ بن عیسیٰ بن عبد الرحمن (م ۱۳۵ھ)

آپ نے اپنے دادا عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ اور اپنے باپ عیسیٰ بن عبد الرحمن، شعبہ بن جبیر سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے (۸)۔ زید بن علی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں: ”ایک مرتبہ میری ملاقات زید بن علی سے ہوئی چنانچہ میں نے انھیں کچھ احادیث سنائی جنھیں انھوں نے چھوٹی تختیوں پر لکھ لیا (۹)۔

۲۲. اشعث بن سوار الکندی (م ۱۳۶ھ)

آپ نے حسن بصری، شععی، عکرمہ، وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، ہشیم اور دیگر اصحاب نے

① الاعظمی، دارسات فی الحدیث المذہبی، ص: ۲۲۷ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۱/۱

③ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۲/۶ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۲/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۱/۳ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۳۵/۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۹/۳

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۹/۳ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۲/۵ ⑩ ابن خلیل، العلل، ص: ۹۷

روایت کی ہے ①۔ جریر بن عبد الحمید ② حفص بن غیاث ③ اور شریک کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ④۔

۲۳. مغیرہ بن مقسم الضبی (م ۱۳۶ھ)

آپ نے ابراہیم نخعی، شعبی، عامر الشعمی اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے سلیمان التیمی، شعبہ، سفیان ثوری، ابراہیم بن طہمان وغیرہ نے روایت کی ہے ⑤ آپ صاحب کتب تھے۔ ابن الندیم کا قول ہے: ”ان کی کتب میں سے ”کتاب الفرائض“ بھی ہے ⑥۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ ابن فضیل اور دیگر محدثین: ابن فضیل فرماتے ہیں کہ وہ تدلیس کرتے تھے اس لیے ہم ان سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اِلا یہ کہ جب وہ حدثنا ابراہیم کہیں (ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی ہے)۔ ④
- ۲۔ جریر: امام ابن المدینی کا قول ہے: ”جریر کی مغیرہ اور ان کی ابراہیم سے تقریباً ایک سو احادیث کا سماع ثابت ہے“ ⑧۔
- ۳۔ سلیمان: معتمر بن سلیمان کا بیان ہے: ”میرے باپ مجھے مغیرہ کی احادیث لکھنے کی ترغیب دیتے تھے اور آپ کے پاس ان کی ایک کتاب تھی“ ⑨۔

۲۴. عاصم بن کلیب الکوفی (م ۱۳۷ھ)

آپ نے اپنے والد کلیب بن شہاب، ابو بردہ بن ابی موسیٰ، عبد الرحمن بن الاسود وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن عون، شعبہ، قاسم بن مالک اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑩۔ جن محدثین نے آپ کی احادیث لکھیں ان میں عبد اللہ بن ادریس بھی ہیں ⑪۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۲/۱

② ابن المدینی، العلل، ص: ۱۹۵/۱، ۱۹۰/۱

③ ابن معین، التاریخ ابن معین، ص: ۸۲

④ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۶

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۰/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۵/۵

⑦ الباجی، التعلیل والتجریح، ص: ۳۶

⑧ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص: ۳۲۸/۵

⑨ ابن الجعد، مسند، ص: ۶۸

⑩ ابن ابی حاتم، الجرح والتعلیل، ص: ۲۲۸/۳

⑪ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۱۸/۱

⑫ ابن ابی حاتم، الجرح والتعلیل، ص: ۲۳۱/۱

⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۹/۱۰

⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۹/۱۰

⑮ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۱۵۸

⑯ البخاری، جزء رفع الیدین، ص: ۹

۲۵. سہیل بن ابی صالح (م ۱۳۸ھ)

آپ نے اپنے والد ابو صالح، سعید بن مسیب، حارث بن مخلد الانصاری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ربیعہ، اعمش، یحییٰ بن سعید اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ①۔ عبدالعزیز بن الحنظل ②، مالک بن انس ③ اور وہیب بن خالد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ④۔

۲۶. یزید بن الہاد اللیثی (م ۱۳۹ھ)

آپ نے زہری، ابو حازم بن دینار، سہیل بن ابی صالح وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید الانصاری، ابراہیم بن سعید، مالک اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ صاحب ”نسخہ“ تھے جو ابراہیم بن حرمة الانصاری کے پاس تھا ⑥۔

۲۷. جعفر بن میمون التمیمی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے عبدالرحمن بن ابی بکر، ابوتیمہ ابو العالیہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابن ابی عروبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑦۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس کتاب تھی جن سے ابن ابی عدی نے احادیث روایت کی ہیں ⑧۔

۲۸. خالد بن ابی نوف السجستانی (م ۱۴۰ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، نعمان، ضحاک بن مزاحم اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مطرف بن طریف، یونس بن ابی اسحاق وغیرہ نے روایت کی ہے ⑨۔ اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث لکھی تھیں۔ ابن حبان فرماتے ہیں ”خالد خراسان گئے، وہاں آپ نے ایک عرصہ گزارا اہل خراسان اور اہل عراق نے آپ کی احادیث کو لکھا ہے“ ⑩۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۳/۳ ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۳۳/۲ ③ ابن عدی، الکامل، ص: ۶۷/۲

④ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۲۶۵/۱ ⑤ ابن ابی خثیمہ، تاریخ ابن ابی خثیمہ، ص: ۱۴۱/۳ ⑥ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۹

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۹/۱۱ ⑧ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۶۹/۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۸/۲

⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الأئمصار، ص: ۱۹۸ ⑪ ابن حبان، مشاہیر علماء الأئمصار، ص: ۱۹۸

۲۸. داؤد بن شاپور (م ۱۲۰ھ)

آپ نے مجاہد، عمرو بن شعیب، عطاء اور دیگر حضرات سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ ابن عیینہ داؤد بن عبد الرحمن وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ شعبہ نے آپ سے احادیث لکھی ہیں ②۔

۲۹. زید بن سلام ممتور الحبشی (م ۱۲۰ھ)

آپ نے عدی بن ارطاة، عبد اللہ بن فروخ، عبد اللہ بن زید اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن سلام یحییٰ بن ابی کثیر، الحضرمی بن لاحق وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ معاویہ بن سلام اور یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ④۔

۳۰. عبد القدوس بن حبيب الشامي (م ۱۲۰ھ)

آپ نے مجاہد، نافع، شععی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حیوة بن شریح، سعید بن ابی ایوب، ابراہیم بن طہمان وغیرہ نے روایت کی ہے ⑤۔ حدیث کی قرأت میں تصحیف کی اور پھر مصحف کی روایت کی ہے ⑥۔

۳۱. عبدالله بن الحسين، ابو حريز (م ۱۲۰ھ)

آپ نے شععی، ابواسحاق السبئی، ابراہیم النخعی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے فضیل بن میسرۃ، سعید بن ابی عروبہ، عثمان بن مطر الشیبانی اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے ⑦۔

اہل بصرہ اور اہل زرنج اور فضیل بن میسرۃ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑧۔

۳۲. محمد بن سالم الهمداني (م ۱۲۰ھ)

آپ نے عطاء، شععی، ابواسحاق السبئی اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، حسن بن صالح، زیاد

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۷/۳ ② الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۱۶۲ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۵/۳

④ ابو زرعہ، تاریخ ابی زرعہ، ص: ۵۲ ⑤ الفسوی، تاریخ الفسوی، ص: ۲۶۸/۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۵/۳

⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۴۷ ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۰۳/۴

⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲۶/۱۱ ⑩ البخاری، تاریخ الکبیر، ص: ۱۲۰/۶ ⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲۷/۱۱

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۷/۵ ⑬ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۲۲/۲ ⑭ ابن جنبل، المسند، ص: ۳۹۹/۱۹۳/۳ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۰/۸

بن عبد اللہ وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ امام ابن عدی فرماتے ہیں: ”آپ کی طرف ”کتاب الفرائض“ منسوب کی جاتی ہے اور آپ کی روایات میں ضعف واضح ہے“ ②۔ امام حفص بن غیاث، ابوسہل محمد بن سالم کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ان کے بھائی کی کتب ہیں ③۔

۳۳. محمد بن عبدالرحمن البیلمانی (م ۱۲۰ھ) آپ نے اپنے والد عبدالرحمن البیلمانی اور اپنے

والد کے ماموں سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید بن بشیر، عبید اللہ بن عباس، محمد بن الحارث وغیرہ نے روایت کی ہے ④۔ امام حاکم کا قول ہے۔ ”آپ نے اپنے باپ کے واسطے سے عبداللہ بن عمرؓ سے معضل احادیث روایت کی ہیں“ ⑤۔ امام ابن حبان کا بیان ہے۔ ”آپ نے اپنے باپ سے ایک ”نسخہ حدیث“ روایت کیا جو تقریباً دو سو احادیث پر مشتمل تھا۔ تمام احادیث موضوع ہیں جو قابل حجت نہیں ہیں“ ⑥۔ سفیان ثوری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑦۔

۳۴. أبان بن تغلب الکوفی (م ۱۲۱ھ)

آپ نے ابوالحسن السبعی، حکم بن عیینہ، فضیل بن الفقیہی وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ، شعبہ، حماد بن زید وغیرہ نے روایت کی ہے ⑧۔ ابن عدی کا بیان ہے: ”لہ نسخ“ ⑨۔ (ان (أبان بن تغلب) کے پاس بہت سے نسخے ہیں)۔

۳۵. بهز بن حکیم القشیری (م ۱۲۱ھ)

آپ نے اپنے والد حکیم بن معاویہ، خلاد بن زرارۃ بن اوفیٰ اور ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے اور ان سے سلیمان التیمی، ابن عون اور جریر بن حازم وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔ امام ذہبی کا قول ہے: ”لہ نسخة عن أبيه عن جده“ ⑪۔ (ان (بهز بن حکیم) کے پاس اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کردہ ایک ”نسخہ“ تھا)۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۶/۹

② ابن عدی، الکامل، ص: ۵۲/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۲/۳

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۳/۹

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۳/۹

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۳/۹

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹۳/۹

الأ نضاری ① اور مکی بن ابراہیم البخی کے پاس آپ کی مرویات تھیں ②۔

۳۶. عقیل بن خالد الایلی (م ۱۴۱ھ)

آپ نے اپنے والد خالد اپنے چچا زیاد نافع مولیٰ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیمؓ بھتیجے سلامۃ بن روح اور مفصل بن فضالہ نے روایت کی ہے ③۔ آپ صاحب کتاب تھے ④۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے:

”لم یکن بالحافظ کان صاحب کتاب“ ⑤

آپ حافظ حدیث نہیں تھے بلکہ آپ صاحب کتاب تھے۔

آپ کی کتب آپ کے بھتیجے سلامۃ کے پاس تھیں ⑥۔

۳۷. اشعث بن عبد الملک ابوہانی البصری (م ۱۴۲ھ)

آپ نے محمد بن سیرین اور خالد الحذاء سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہ ہشیم اور خالد بن الحارث نے روایت کی ہے ④۔ آپ کے پاس کتاب تھی۔ وہیب کا بیان ہے:

”سألت ختن أشعث الحممرانی هل له كتب؟ قال لا فتركتہ و خفت ألا یكون یحفظ حدیثہ و تلك المسائل قال فلما مات أشعث أخبرنی ختنہ قال قد وجدنا له کتاباً“ ⑧

میں نے اشعث الحممرانی کے داماد سے پوچھا کیا اشعث کی کتب ہیں تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ چنانچہ میں نے اس خوف سے کہ آپ کو حدیث اور مسائل یاد نہ ہوں انہیں چھوڑ دیا۔ جب اشعث فوت ہوئے تو ان کے داماد نے مجھے بتایا ہمیں ان کی کتاب ملی ہے۔

الأ نضاری ⑨، محمد بن میسرۃ ابوسلمۃ ⑩، اور ہوزۃ بن خلیفہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں ⑪۔

۳۸. عمرو بن عبید التمیمی (م ۱۴۲ھ)

آپ نے حضرت ثوبانؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مرسل روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو داؤد الطیالسی اور عبد الصمد بن

① الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۳/۶ ② الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۶/۷

④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۰۱/۲ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۹/۳ ⑥ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۰۱/۶

⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۰۱/۲ ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۹/۳ ⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳۲/۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۷/۱ ⑪ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۷۵/۱

⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۸ ⑬ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷

عبدالوارث نے روایت کی ہے ①۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

”کتبت عنه کتابا کثیرا ثم وهبت کتابی لابن أخی عمرو بن عبید“ ②

میں نے ان سے بہت زیادہ لکھا پھر میں نے اپنی کتاب عمرو بن عبید کے بھتیجے کو دے دی۔

ڈاکٹر الاعظمی فرماتے ہیں: ”شاید کتابا کبیرا (بڑی کتاب) کے الفاظ صواب ہوں“ ③۔

۳۹. لیث بن ابی سلیم (م ۱۴۳ھ)

آپ نے طاؤس، مجاہد اور عطاء سے روایت کی ہے۔ آپ سے سفیان ثوری، حسن بن صالح اور شبان بن عبدالرحمن نے

روایت کی ہے ④۔ موسیٰ بن داؤد کا بیان ہے:

”حدثتني أمة الله مولاة طاؤس قالت رأيت ليث بن ابی سلیم يكتب عند

طاؤس في ألواح كبار وهو يملی عليه“ ⑤

مجھے طاؤس کی باندی اُمّہ نے خبر دی ہے کہ میں نے لیث بن ابی سلیم کو دیکھا کہ وہ طاؤس کے سامنے بڑی بڑی تختیوں پر لکھ رہے تھے اور آپ انھیں املاء کروا رہے تھے۔

حماد بن الجعد البصری ⑥ اور عبداللہ بن ادريس کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑦۔

۴۰. عبداللہ بن شوذب الخراسانی (م ۱۴۴ھ)

آپ نے ثابت البنانی، حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ضمرۃ بن ربیعہ، ابوالفتح الفزاری

اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے ⑧۔ ابن حنبل کا قول ہے:

”ابن شوذب من أهل بلخ نزل البصرة وسمع بها الحديث و تفقه و كتب“ ⑨

ابن شوذب اہل بلخ میں سے ہیں۔ بصرہ میں قیام کیا اور وہیں حدیث کا سماع کیا اور فقیہ بنے اور احادیث لکھیں۔

۴۱. مجالہ بن سعید (م ۱۴۴ھ)

آپ نے شعس، قیس بن ابی حازم اور ابی الوادان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بیٹے اسماعیل، اسماعیل بن ابی

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص ۵۸/۵

② الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص ۲۷

③ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص ۲۹۶/۱

④ ابن حنبل، المعانی و معرفة الرجال، ص ۲۶۰/۱

⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص ۱۳۴/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص ۲۵۵/۵

⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص ۲۵۵/۵

⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص ۲۵۵/۵

خالد اور جریر بن حازم نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ”کتاب السیرۃ“ تھی ②۔

اسماعیل بن مجالد ③ سفیان بن عیینہ ④ اور وہب بن جریر کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ⑤۔

۴۱. محمد بن عمرو اللیثی (م ۱۴۴ھ)

آپ نے اپنے والد ابی سلمہ بن عبد الرحمن اور عبیدۃ بن سفیان سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے موسیٰ بن عقبہ شعبہ اور ثوری وغیرہ نے روایت کی ⑥۔ ابن عدی کا قول ہے:

”لہ حدیث صالح و قد حدث عنه جماعة من الثقات كل واحد ینفرد عنه بنسخة“ ⑦

آپ کی حدیث صالح ہے، ثقہ رواۃ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث بیان کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس اپنا اپنا علیحدہ نسخہ تھا۔

آپ اپنے تلامذہ کو (احادیث) لکھنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے: ”محمد بن عمرو نے کہا بخدا میں تمہیں اس وقت حدیث بیان نہیں کروں گا، جب تک کہ تم اسے لکھ نہ لو، مجھے ڈر ہے کہ تم حدیث بیان کرنے میں کہیں غلطی نہ کرنے لگ جاؤ۔“ ⑧۔ ابن ابی عدی ⑨ حماد بن الجعد البصری ⑩ اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ⑪۔

۴۲. عبد الرحمن بن حرملة (م ۱۴۵ھ)

آپ نے سعید بن المسیب، حنظلہ بن علی الاسلمی اور عمرو بن شعیب وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری اوزاعی اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے ⑫۔ آپ کا بیان ہے:

”كنت سيئ الحفظ فسألت سعيد بن المسيب فرخص لي في الكتاب“ ⑬

میرا حافظہ اچھا نہیں تھا، چنانچہ میں نے سعید بن المسیب سے پوچھا تو انھوں نے مجھے لکھنے کی اجازت دی۔

آپ کے پاس کتاب تھی ⑭۔ آپ کی یہ کتاب یحییٰ بن سعید کے پاس تھی ⑮۔

۴۳. عبید اللہ بن عمر بن حفص العمری (م ۱۴۵ھ)

- | | | |
|---|--|--------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۹/۱۰ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰/۱۰ | ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۷/۷ |
| ④ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۳۳/۱ | ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۶۱/۴ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۹ |
| ⑦ ابن عدی، الکامل، ص: ۸۳/۳ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۹ | |
| ⑨ الرازمی، المعتمد، ص: ۲۸ | ⑩ الخلیل، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۰۲ | |
| ⑪ النسائی، سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب الفرق بین دم الحيض والاستحاضۃ، حدیث نمبر ۲۱۷، ص: ۲۹ | ⑫ ابن حبان، الجرح وین، ص: ۸۶ | ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵/۳ |
| ⑭ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۳۳/۱ | ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۱۰/۶ | |
| ⑯ ابن ضیل، العلل ومعرفة الرجال، ص: ۳۶۰/۲ | ⑰ ابن ابی شیمہ، التاریخ، ص: ۱۴۱/۳ | ⑱ الدولابی، الکنی والاسماء، ص: ۱۹۰/۱ |

آپ نے ام خالد اپنے والد عمر اور اپنے ماموں خبیب بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے آپ کے بھائی عبد اللہ حمید الطویل اور ایوب سختیانی نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں ②۔
درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

- | | | | |
|-----|------------------------------|-----|----------------------|
| (۱) | حاتم بن اسماعیل ③ | (۲) | عبد اللہ بن الجراح ④ |
| (۳) | عبد اللہ بن عمر ⑤ | (۴) | عقبہ بن خالد ⑥ |
| (۵) | قاسم بن عبد اللہ بن العمری ⑦ | (۶) | نوح بن ابی مریم ⑧ |
| (۷) | یحییٰ بن سعید القطان ⑨ | | |

۴۵. عمر بن محمد بن زید (م ۱۴۵ھ)

آپ نے اپنے والد محمد بن زید دادا زید اور والد کے چچا سالم سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بھائی عاصم شعبہ اور مالک وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔ اہل عراق نے آپ سے احادیث لکھی ہیں ⑪۔

۴۶. فضیل بن میسرۃ الازدی (م ۱۴۵ھ)

آپ نے شعبی، طاؤس اور ابی حریز سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہ سعید بن ابی عروبہ اور یزید بن زریع نے روایت کی ہے ⑫۔ معتز کے پاس آپ کی کتاب تھی ⑬۔

۴۷. عوف بن ابی جمیلہ (م ۱۴۶ھ)

آپ نے ابو العالیہ ابورجاء اور ابو عثمان النہدی سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، سفیان ثوری، ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ⑭۔ بغداد ⑮، ہشیم ⑯ اور ہوزہ کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ⑰۔

۴۸. محمد بن سائب الکلبی (م ۱۴۶ھ)

آپ نے اپنے بھائیوں سفیان سلمہ اور ابی صالح بازام وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے ہشام سفیان

- | | |
|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰/۷ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۸/۵ |
| ③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵ | ④ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ |
| ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۱۰/۳ | ⑥ ابن الجعد، المسند، ص: ۳۳۲ |
| ⑦ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۳ | ⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۰ |
| ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۵/۷ | ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۹۶/۷ |
| ⑪ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۰/۸ |
| ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۷/۸ | ⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۵/۳ |
| | ⑮ ابن عدی، الکامل، ص: ۲/۳ |
| | ⑯ ابن عدی، الکامل، ص: ۵۰۴/۱ |
| | ⑰ ابن الدینی، العلل، ص: ۳۵۳/۱ |
| | ⑱ ابن خلیل، العلل، ص: ۱۵۸ |

ثوری اور حماد بن سلمہ وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس قرآن کریم کی تفسیر کی ایک کتاب تھی ②۔ اس تفسیر کے بارے میں مروان بن محمد کا قول ہے:

”تفسیر الکلبی باطل“ ③

کلبی کی تفسیر باطل ہے۔

۴۹. محمد بن الولید الزبیدی (م ۱۴۶ھ)

آپ نے زہری، سعید المقبری اور عبد الرحمن بن جبیر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الاوزعی، شعیب ابن ابی حمزہ اور آپ کے بھائی ابوبکر بن الولید نے روایت کی ہے ④۔ آپ صاحب کتب تھے۔

عبداللہ بن سالم ⑤ اور محمد بن حرب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑥۔

۵۰. زکریا بن ابی زائدة (م ۱۴۷ھ)

آپ نے ابی اسحاق السبعی، عامر السبعی اور فراس وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے یحییٰ، سفیان ثوری اور شعبہ نے روایت کی ہے ④۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑧۔ یحییٰ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں ⑨۔

۵۱. جعفر بن محمد بن علی بن الحسین (م ۱۴۸ھ)

آپ اپنے والد محمد بن علی، محمد بن المنکدر اور عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن سعید الانصاری اور یزید بن الہادی نے روایت کی ⑩۔ ابن عدی کا قول ہے۔

”ولجعفر أحادیث ونسخ و هو من ثقات الناس“ ⑪

جعفر صاحب احادیث اور صاحب نسخ ہیں اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔

عبداللہ بن سلمة الأقطس ⑫ اور یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑬۔

۵۲. عبداللہ بن یزید المخزومی (م ۱۴۸ھ)

آپ نے عروہ بن زبیر، زید ابی عیاش اور عبد الرحمن بن ثوبان وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن ابی کثیر، مالک

- | | | |
|------------------------------------|--------------------------------------|------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۸/۹ | ② ابن النديم، المعجم، ص: ۹۵ | ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۷۱/۳ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۰۲/۹ | ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۸/۳ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۸/۳ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۹/۳ | ⑧ ابن حنبل، العلل، ص: ۱۵۳/۱ | ⑨ ابن حنبل، العلل، ص: ۱۵۳/۱ |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۳/۲ | ⑪ الخرزجی، خلاصة تہذیب الکمال، ص: ۵۴ | ⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۱۰/۱ |
| ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۹/۲ | ⑭ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۹/۲ | |

اور اسماعیل بن امیہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ نے بہت سی کتب جمع کی تھیں۔ ابن حبان کا قول ہے:

”عبد اللہ بن یزید مولیٰ الأسود بن سفیان من متقنی أهل المدينة، ممن
عنی بالجمع والکتبة“ ②

عبداللہ بن یزید، اسود بن سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اہل مدینہ کے پرہیزگار لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، جنہوں نے جمع و تالیف کی طرف توجہ دی۔

۵۳. محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (م ۱۴۸ھ)

آپ نے اپنے بھائی عیسیٰ اور بھتیجے عبداللہ اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عمران شعبہ اور ثوری نے روایت کی ہے ③۔ آپ نے ”مصنف“ کے نام پر ایک کتاب تالیف کی تھی ④۔ ابن سعد کا قول ہے:

”عیسیٰ بن المختار سمع مصنف محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ“ ⑤
عیسیٰ بن المختار نے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی مصنف کا سماع کیا ہے۔

ابن عدی کا قول ہے:

”لإبن ابی لیلیٰ حدیث کثیر و نسخ“ ⑥
ابن ابی لیلیٰ (محمد بن عبدالرحمن) کی کثیر حدیث اور نسخے ہیں۔

۵۴. هشام بن حسان القردوسی (م ۱۴۸ھ)

آپ نے حمید بن ہلال، حسن بصری اور محمد سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے عکرمہ بن عمار، سعید بن ابی عروبہ اور شعبہ نے روایت کی ہے ⑦۔ امام ترمذی کا قول ہے:

”لإننا وجدنا غیر واحد من الأئمة تكلفوا من التصنيف ما لم يسبقوا اليه
منهم هشام بن حسان“ ⑧

ہم نے بہت سے ایسے ائمہ پائے ہیں جنہوں نے تصنیف و تالیف میں صعوبت اٹھائی ان سے کسی نے بھی سبقت نہیں کی ان میں سے هشام بن حسان ہیں۔

درج ذیل علماء کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

(۱) ابو جزی القصاب ⑨ (۲) ابو عوانہ ⑩

- | | | |
|-----------------------------------|--|-----------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۸۲/۶ | ② ابن حبان، مشاہیر علماء الأمصار، ص: ۱۳۷ | ③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۰۱/۹ |
| ④ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۲۹/۸ | ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۳/۶ | ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۶۶/۳ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳/۱۱ | ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۴ | ⑨ ابن حبان، المعجم، ص: ۱۱۵ |
| ⑩ ابن حبان، المعجم، ص: ۱۱۵ | | |

- (۳) اسماعیل بن علیہ ①
(۴) روح بن عبادہ ②
(۵) سلام بن مطیع ③
(۶) عثمان بن عمر ④
(۷) ہارون بن ابی عیسیٰ ⑤
(۸) یزید بن زریع ⑥

۵۵. عمرو بن الحارث الأنصاری (م ۱۴۹ھ)

آپ نے اپنے والد الحارث سالم ابی النضر اور زہری سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے مجاہد بن جبیر، صالح بن کیسان اور قتادہ نے روایت کی ہے ④۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑧۔ ابن وہب کے پاس آپ کی کتاب تھی۔ حویطی نے ابن وہب سے کہا:

”تحمل معك كتاب يونس و عمرو بن الحارث لننظر فيهما فلما قدم قال

للحويطي يا قرشي قد حملت كتاب يونس و كتاب عمرو“ ⑨

تم اپنے ساتھ یونس اور عمرو بن الحارث کی کتاب اٹھا لاؤ تاکہ ہم ان دونوں کو دیکھ سکیں جب (ابن وہب) آئے تو حویطی سے کہا اے قرشی میں یونس اور عمرو کی کتاب اپنے ساتھ لایا ہوں۔

علی بن المدینی کے پاس بھی آپ کی کتاب تھی۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابن وہب نے کہا:

”هات كتاب عمرو بن الحارث حتى أقرأه عليك...“ ⑩

عمرو بن الحارث کی کتاب لاؤ تاکہ میں اسے تجھے پڑھ کر سناؤں۔

علاوہ ازیں ابن مہدی نے ابن وہب سے عمرو بن الحارث کی احادیث لکھی تھیں ⑪۔

۵۶. احمد بن حازم المصري (م ۱۵۰ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور آپ سے بہت سے علماء نے روایت کی ہے ⑫۔

امام ذہبی کا قول ہے: ”آپ سے ابن لہیعہ اور واقدی نے درست روایات نقل کی ہیں اور آپ کا ایک مشہور نسخہ ہے۔ جسے ہم نے سنا ہے“ ⑬۔

۵۷. ایوب بن خوط (م ۱۵۰ھ)

آپ نے قتادہ، نافع مولیٰ ابن عمر اور لیث بن ابی سلیم وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے الحسین ابی واقد، محمد بن مصعب

- ① ابن حبان، البحر وجین، ص: ۱۱۵ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۴/۸ ③ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۰۹/۱ ④ ابن حبان، البحر وجین، ص: ۱۱۵ ⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۰۹/۱ ⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۴/۸ ⑦ ابن حبان، البحر وجین، ص: ۱۱۵ ⑧ ابن حبان، البحر وجین، ص: ۱۱۵ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳/۸ ⑩ الفسوی، التاریخ، ص: ۵۲/۳ ⑪ الباجی، التحدیل والتجریح، ص: ۱۰۶ ⑫ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۲ ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵/۸ ⑭ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳۶/۶ ⑮ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۲ ⑯ الباجی، التحدیل والتجریح، ص: ۱۰۶ ⑰ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۲ ⑱ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۳۶/۶

اور حفص بن عبد الرحمن وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ صاحب کتاب تھے ②۔ حسین بن واقد کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ③۔

۵۸. جعفر بن برقان الکلابی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے یزید بن الاصم زہری اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے حصین بن نمیر الہمدانی، مسلم بن سعید اور سلیمان الیتمی نے روایت کی ہے ④۔ مسکین بن بکیر کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑤۔

۵۹. حسن بن دینار ابو سعید التمیمی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے ابن سیرین، حسن بصری، اور حمید بن ہلال وغیرہ نے روایت کی ہے اور آپ سے شیبان نحوی، حماد بن زید اور ثوری نے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے بارے میں عبد اللہ بن المبارک کا قول ہے:

”وہ قدریہ جیسی رائے رکھتے تھے اور اپنی کتب اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں جاتے اور انہیں سامنے رکھ کر احادیث بیان کرتے اور انہیں احادیث زبانی یاد نہیں تھیں ⑦۔“

۶۰. حسین بن قیس ابو علی الرحبی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے عکرمہ، عطاء بن رباح اور علباء بن احمر سے روایت کی ہے اور آپ سے حصین بن نمیر الہمدانی، مسلم بن سعید اور سلیمان الیتمی نے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑨۔ علی بن عاصم کے پاس آپ کی کتاب موجود تھی ⑩۔

۶۱. حفص بن غیلان الہمدانی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے مکحول سلمان بن موسیٰ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے ہشام بن الخازم، عمر بن ابی سلمہ اور ولید بن مسلم نے روایت کی ہے ⑪۔ ابن عدی کا بیان ہے:

”آپ کے پاس کثیر احادیث تھیں۔ آپ کے تلامذہ آپ سے ایک نسخہ روایت کرتے تھے۔“ ⑫

۶۲. حوشب بن عقیل العبیدی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے حسن بصری، قتادہ اور اپنے والد عقیل سے روایت کی ہے اور آپ سے کعب، ابن مہدی اور ابو داؤد نے روایت کی

① ابن جریر، تہذیب العہد، ص ۲۰۲/۱ ② ابن جریر، تہذیب العہد، ص ۲۰۲/۱ ③ ابن حبان، الثقات، ص ۲۳۸

④ ابن جریر، تہذیب العہد، ص ۸۶/۲ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص ۲۱۳/۱ ⑥ ابن جریر، تہذیب العہد، ص ۲۵۵/۲

⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص ۲۸۹/۱ ⑧ ابن جریر، تہذیب العہد، ص ۳۶۲/۲ ⑨ ابن عدی، الکامل، ص ۲۷۰/۱

⑩ ابن عدی، الکامل، ص ۲۷۰/۱ ⑪ ابن النہیم، التہذیب، ص ۳۴۱ ⑫ ابن جریر، تہذیب، ص ۲۱۸/۲ ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص ۱۷۳/۱

ہے ①۔ آپ صاحب کتب تھے ②۔ سلیمان التیمی ③ اور ہشام بن حسان کے پاس آپ کی مرویات جمع تھیں ④۔

۶۳. زیاد بن سعد الخرسانی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے زہری، ثابت بن غیاض اور ابی الزناد سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک، ابن جریج اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ صاحب کتب تھے ⑥۔ عبدالرزاق کا قول ہے:

”شهدت زمعة يعرض كتب زياد على معمر“ ⑦

میں نے زمعہ کو دیکھا کہ وہ زیاد کی کتب معمر کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ابن عیینہ کا قول ہے:

”كان لا يأخذ الحديث إلا إملاء“ ⑧

آپ صرف لکھی ہوئی حدیث ہی قبول کرتے تھے۔

۶۴. عاصم بن رجاء بن حیوة الکندی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے اپنے والد رجاء بن حیوة، قاسم بن عبدالرحمن اور داؤد بن جمیل سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، عثمان بن فائد اور کعب نے روایت کی ہے ⑨۔ ابن حبان کا قول ہے:

”قدم العراق فكتب عنه العراقيون“ ⑩

آپ عراق آئے اور اہل عراق نے آپ سے (احادیث) لکھیں۔

۶۵. عبد اللہ بن زیاد المخزومی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے مجاہد بن جبیر، زہری اور زید بن اسلم سے روایت کی ہے اور آپ سے روح بن قاسم، عبدالرزاق اور عبداللہ بن وہب نے روایت کی ہے ⑪۔ آپ صاحب کتب تھے ⑫۔ سعید بن عبدالعزیز کا قول ہے:

”قدم عليهم ابن سمعان فأخرج إليهم كتبه.....“ ⑬

ابن سمعان ان کے پاس گئے اور انھوں نے اپنی کتب نکالیں۔

ولید بن مسلم نے آپ کی احادیث لکھی تھیں ⑭۔

- | | | |
|--|------------------------------------|------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۵/۳ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷/۱۱ | ③ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰۱/۱ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷/۱۱ | ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۹/۳ | ⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۱۷/۲ |
| ⑦ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۱۷/۲ | ⑧ الدولابی، الکئی والاسماء، ص: ۷/۱ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱/۵ |
| ⑩ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۸۳ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۱۹/۵ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۱/۲ |
| ⑬ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۵۶/۹ | ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۰/۵ | ⑮ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۱/۲ |
| ⑯ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۵۸/۹ | ⑰ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۱/۲ | ⑱ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۲۳/۲ |

۶۶. عبد الملک بن عبد العزیز، ابن جریج (م ۵۰ھ)

آپ نے میمون بن مہران اپنے والد عبد العزیز اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹوں عبد العزیز و محمد، اوزاعی اور لیث وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ کا قول ہے:

”فلزمت عطاء سبع عشرة سنة“ ②

میں نے سترہ برس عطاء کو (علم کے لیے) لازم پکڑا۔

آپ نے بہت سی کتب تالیف کی ہیں ③۔ انھی کتب کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے:

”کنا نسبی کتب ابن جریج کتب الأمانة“ ④

ہم ابن جریج کی کتب کو امانت کی کتب کہا کرتے تھے۔

آپ ابو جعفر کے پاس گئے اور انھیں کہا:

”إني قد جمعت حديث جدك عبد الله بن عباس وما جمعه أحد جمعي“ ⑤

میں نے تمہارے دادا عبد اللہ بن عباس کی احادیث جمع کی ہیں۔ یقیناً کسی نے میری طرح انھیں (احادیث کو) جمع نہیں کیا ہے۔

بلکہ آپ نے سب سے پہلے کتب تصنیف کی ہیں ⑥۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں ⑦:

(۱) کتاب السنن (۲) کتاب الحج ⑧

(۳) کتاب التفسیر ⑨ (۴) کتاب الجامع ⑩

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

(۱) ابن لہیعہ ⑪ (۲) ابن المبارک ⑫

(۳) حجاج بن محمد الأعمش ⑬ (۴) خالد بن نزار الألی ⑭

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۵/۶ ② ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳۰۰/۲ ③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۱/۱۰

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۰/۱۰ ⑤ ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳۳۴/۱ ⑥ ۳۳۹/۳

⑦ ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳۳۹/۳ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۴/۱۰

⑨ ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳۱۲/۲ ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۰۰/۱۰

⑪ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۳۲۷/۶ ⑫ ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۶۱۱ ⑬ ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۳۱۱/۲

⑭ ابن الندیم، المعتمد، ص: ۳۱۴/۱ ⑮ ابن ابی نعیم، التاريخ، ص: ۳۹/۳ ⑯ ابن عدی، الكامل، ص: ۳۸/۱

⑰ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۳۷/۱ ⑱ ابن خنبل، المسند، ص: ۱۰۵/۱ ⑲ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۷/۸ ⑳ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۵/۲

㉑ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۴/۴ ㉒ ابن حجر، حدی الساری، ص: ۱۷۱/۲ ㉓ ابن خنبل، العلل، ص: ۳۲۸/۱ ㉔ ابن خنبل، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۷/۸

㉕ ابن خنبل، العلل، ص: ۶۴ ㉖ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۲۸/۱ ㉗ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۷/۸ ㉘ ابن خنبل، العلل، ص: ۶۴

㉙ الخطیب، الرحال، فی طلب الحدیث، ص: ۷۰ ㉚ الخطیب، تاریخ الاسلام، ص: ۹۷/۶ ㉛ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۰/۱

- (۵) روح بن عبادہ^① (۶) سعید بن سالم^②
 (۷) سفیان ثوری^③ (۸) سلیمان بن مجالد^④
 (۹) صدقہ بن عبد اللہ^⑤ (۱۰) عبد اللہ بن الحارث المحزومی^⑥
 (۱۱) عبد المجید بن عبد العزیز^⑦ (۱۲) مسلم بن خالد^⑧
 (۱۳) معاذ بن معاذ^⑨ (۱۴) نوح بن ابی مریم^⑩
 (۱۵) ہشام بن یوسف^⑪ (۱۶) ہوزہ بن خلیفہ^⑫
 (۱۷) یحییٰ بن سعید القطان^⑬

۶۷. عتبہ بن حمید الضبی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے عکرمہ عبادہ بن نسی اور خالد الحذا وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد الرحمن بن زیاد اسماعیل بن عباس اور ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی ہے^⑭۔ احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں: ”آپ اہل بصرہ میں سے تھے، اور انہوں نے بہت سی احادیث لکھی ہیں^⑮۔“

۶۸. عثمان بن الأسود المکی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے سعید بن جبیر، سالم بن عبد اللہ اور ابن ابی ملیکہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوری، عبد اللہ بن ادریس اور صدقہ بن خالد وغیرہ نے روایت کی ہے^⑯۔ آپ کے پاس ایک رجسٹر تھا جس پر احادیث مبارکہ لکھی ہوئی تھیں اور اس سے آپ اپنے تلامذہ کو املاء کروایا کرتے تھے^⑰۔



- ① الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۹۸/۱
 ② ابن المدینی، العلل، ص: ۳۳۹/۱
 ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۳/۳
 ④ الباجی، التعلیل والتأخر، ص: ۲۰
 ⑤ الشافعی، الرسالة، ص: ۷
 ⑥ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۷۰/۱
 ⑦ ابن ابی خثیمہ، تاریخ، ص: ۵۶/۳
 ⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۰/۷
 ⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۷۰/۳
 ⑩ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۰۰
 ⑪ ابن خثیمہ، التعلیل، ص: ۳۷۰/۱
 ⑫ ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۳
 ⑬ الحاکم، المستدرک، ص: ۱۶۹/۲
 ⑭ الشافعی، الرسالة، ص: ۷
 ⑮ ابن خثیمہ، التعلیل، ص: ۳۷۰/۱
 ⑯ ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۳
 ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۷/۱۱
 ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۶/۷
 ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۷/۷

۶۹. عطف بن خالد (م ۱۵۰ھ)

آپ سے مریم، ابوتتبہ نے روایت کی ہے^(۱)۔

آپ صاحب کتاب تھے۔ امام احمد حنبل فرماتے ہیں:

”هو صحيح الكتاب“^(۲)

آپ کی کتاب صحیح ہے۔

مخلد بن مالک کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۳)۔

۷۰. محمد بن میسرۃ ابو مسلمۃ البصری (م ۱۵۰ھ)

آپ نے قتادہ، عمرو بن دینار، زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور حماد بن یزید نے روایت

کی ہے^(۴)۔ ابراہیم بن طہمان ان سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے جس میں تقریباً ایک سو احادیث تھیں^(۵)۔

معاذ بن معاذ^(۶) اور یحییٰ بن سعید کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۷)۔

۷۱. معاویہ بن یحییٰ الدمشقی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے مکحول، ابن شہاب زہری اور یونس بن میسرہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ولید بن موسیٰ، محمد بن شعیب

اور محمد بن الحسن نے روایت کی ہے^(۸)۔ ابن حبان بیان کرتے ہیں: ”آپ کتب خریدا کرتے اور پھر ان سے احادیث بیان کیا کرتے

تھے“^(۹)۔ اسحاق رازی^(۱۰)، شعیب^(۱۱)، ہنقل بن زیاد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۱۲)۔

۷۲. مقاتل بن سلیمان الأزدی الخراسانی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے نافع، ابن شہاب زہری اور ضحاک سے روایت کی ہے اور آپ سے رقبہ بن الوحید، سعد بن الصلت اور اسماعیل بن

عمیاش وغیرہ نے روایت کی ہے^(۱۳)۔ آپ کے پاس تفسیر کی کتاب تھی۔ ہذیل بن حبیب نے آپ کی اسی کتاب (تفسیر) سے روایت کی

ہے^(۱۴)۔ محمود بن آدم بیان کرتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ میں وکیع کی مجلس میں حاضر تھا جہاں مقاتل کی کتاب (تفسیر) کے بارے میں پوچھا

① ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۲۳/۷ ② ابن عدی، الکامل، ص: ۲۳۶/۲

③ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۷۷/۱۰ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۳۶/۲ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۹/۳

⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۹۸/۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۲۳/۹

⑧ الباجی، التعلیل والتجرح، ص: ۶۸ ⑨ ابن عدی، الکامل، ص: ۹۸/۳ ⑩ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۲۳/۹

⑪ الباجی، التعلیل والتجرح، ص: ۶۸ ⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۹۸/۳ ⑬ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۲۳/۹

⑭ الباجی، التعلیل والتجرح، ص: ۶۸ ⑮ ابن عدی، الکامل، ص: ۹۸/۳ ⑯ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۲۳/۹ ⑰ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۱۹/۱۰

⑱ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۲۰/۱۰ ⑲ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۸/۲ ⑳ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۲۰/۱۰

㉑ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۲۰/۱۰ ㉒ الرازی، الأخرج والتعلیل، ص: ۲۸۲/۳ ㉓ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۱۹/۱۰

㉔ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۲۸۲/۱۰ ㉕ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷۸/۱۴

گیا تو آپ نے کہا کہ اس کا اعتبار نہ کرو میں نے سوال کیا تو میں اس کا کیا کروں؟ تو آپ نے کہا اسے دفن کر دیں“ ①۔

۴۳. میمون بن موسیٰ البصری (م ۱۵۰ھ)

آپ نے حسن بصری، اپنے والد (یعنی موسیٰ البصری) اور خالد الجندی سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ان کے بیٹے موسیٰ، حماد بن سلمہ اور وکیع نے روایت کی ہے ①۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ ابو الولید الطیالسی کا قول ہے: ”میمون نے ہمیں ایک کتاب دکھائی اور کہنے لگے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کتاب سے حدیث بیان کرتا ہوں“ ②۔

۴۴. ہارون بن سعد العجلی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے ابی حازم الاشجعی، ابی اسحق السبعی اور ابی الضحیٰ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور ان سے شعبہ، ثوری، شریک وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ ابن ابی حاتم بیان کا ہے کہ ”ایک مرتبہ آپ ابراہیم بن عبد اللہ بن الحسن کے ساتھ نکلے، جب ابراہیم کو شکست ہوئی تو آپ ”واسط“ چلے آئے اور اہل واسط نے آپ سے احادیث لکھیں ④۔

۴۵. واسط بن الحارث بن حوشب (م ۱۵۰ھ)

آپ نے قتادہ، عطاء، نافع اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ ابن حبان کا قول ہے: ”ان (واسط) سے عبد اللہ بن خراش بن حوشب نے ایک ”مستقیم نسخہ“ روایت کیا ہے جو حدیث اثبات کے مشابہ ہے“ ②۔

۴۶. یوسف بن صہیب الکوفی (م ۱۵۰ھ)

آپ نے شعبی، ابن بریدہ اور حبیب بن یسار اور تابعین کی جماعت سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر، معتمر اور عبد اللہ نے روایت کی ہے ③۔ احمد بن حنبل کا قول ہے: ”یوسف بن صہیب کی احادیث مصعب بن سلام پر منقلب ہوں گی، چنانچہ انہوں نے ان (احادیث) کو زبرقان السراج سے روایت کرنا شروع کر دیا ④۔

۴۷. حنظلہ بن ابی سفیان الجمحی (م ۱۵۱ھ)

آپ نے سالم بن عبد اللہ طاؤس اور عکرمہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ثوری، حماد اور ابن المبارک وغیرہ نے روایت

- ① الرازی، المرح والتعذیل، ص: ۳۵۴/۳
 ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۹۲
 ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۶
 ④ الرازی، المرح والتعذیل، ص: ۳/۹۱
 ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ؟
 ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳۱۵
 ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۳۹۳
 ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۱۳۳
 ⑨ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۳
 ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰/۱۶۱

کی ہے ①۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے: ”کان عند حنظلہ کتاب“ ② (حنظلہ کے پاس کتاب تھی)۔

۷۸. هشام بن سنبہ الدستوائی (م ۱۵۲ھ)

آپ نے قنادة، یونس الاسکاف اور ابی الزبیر سے روایت کی ہے۔ اور ان سے آپ کے بیٹوں عبد اللہ، معاذ اور اس کے علاوہ شعبہ نے روایت کی ہے ③۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ اسماعیل بن علیہ: امام احمد بن حنبل نے ابن علیہ کی کتاب جو انھوں نے ہشام سے روایت کی تھی عمدہ قرار دی ہے ④۔
- ۲۔ عبد الوہاب بن عطاء الخفاف: عبد الوہاب نے جب ہشام الدستوائی کی احادیث بیان کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی کتاب یحییٰ بن سعید کو دیکھنے کے لیے دے دی تھی ⑤۔
- ۳۔ معاذ بن ہشام الدستوائی: معاذ بن ہشام نے ایک مرتبہ اپنے باپ (ہشام بن سنبہ) کی کتب نکالیں اور کہنے لگے یہ احادیث میں نے ان سے سنی ہیں اور یہ نہیں سنی ⑥۔

۷۹. واصل بن عبد الرحمن ابو حرة (م ۱۵۲ھ)

آپ نے عکرمہ، حسن اور ابن سیر بن سے روایت کی ہے، اور آپ سے حماد بن سلمہ، ہشیم اور ابن مہدی نے روایت کی ہے ④۔ علی بن المدینی نے بیان کیا ہے:

”کتب عنه یحییٰ بن سعید القطان أحادیث یسيرة“ ⑧
ان (واصل بن عبد الرحمن) سے یحییٰ بن سعید القطان نے تھوڑی سی احادیث لکھی ہیں۔

۸۰. اسامہ بن زید اللیثی (م ۱۵۳ھ)

آپ نے زہری، نافع، اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید القطان، ابن مبارک اور ثوری نے روایت کی ہے ①۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ حافظ ابن حجر نے ابن حبان کا قول نقل کیا ہے:

”مستقیم الأمر صحیح الكتاب“ ⑩

آپ درست معاملہ اور صحیح کتاب والے ہیں۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۶۱/۳

② ابن ابی خنیس، التاریخ، ج ۳: ۳۰/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۱۹۷/۱۰

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۱۹۷/۱۰

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۲۰۸/۱

⑥ الرازی، المخرج والتعلیل، ج ۱: ۲۳۱/۱

⑦ ابن المدینی، العلل، ج ۱: ۳۶۷/۱

⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۱۰۳/۱۱

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۲۰۸/۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۳: ۶۱/۳

⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ج ۲: ۶۸۱/۲

⑫ ابن المدینی، العلل، ج ۳: ۱۵۳

یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات محفوظ تھیں

ابن وہب^①، عثمان بن عمر^②، یحییٰ بن سعید القطان کے پاس آپ کی مرویات محفوظ تھیں^③۔

۸۱. حسن بن عمارۃ ابو محمد الکوفی (م ۱۵۳ھ)

آپ نے یزید بن ابی مریم حبیب بن ابی ثابت ابن ابی ملیکہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے سفیان ثوری، سفیان ابن عیینہ، عبد الحمید بن عبد الرحمن وغیرہ نے روایت کی ہے^④۔ مصعب بن سلام^⑤، وکیع^⑥ اور ایک مجہول شخص کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^⑦۔

۸۲. شقیق بن ابراہیم البلخی (م ۱۵۳ھ)

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

”لہ کتاب فی الزہد“^⑧

ان کی زہد کے بارے میں ایک کتاب ہے۔

۸۳. عبد الرحمن بن یزید الأزدی (م ۱۵۳ھ)

آپ نے مکحول زہری اور عطیہ بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے ان کے فرزند عبد اللہ صدقہ بن المبارک اور عمر بن عبد الوحید نے روایت کی^⑨۔ امام بخاری نے ولید کا قول نقل کیا ہے:

”کان عند عبد الرحمن کتاب سمعہ و کتاب آخر لم یسمعه“^⑩

عبد الرحمن کے پاس ایک کتاب تھی جس کا آپ نے سماع کیا تھا اور ایک دوسری کتاب تھی جس کا آپ نے سماع نہیں کیا تھا۔

۸۴. عمر بن ذر الہمدانی (م ۱۵۳ھ)

آپ نے سعید بن جبیر اپنے والد ذر اور ابی وائل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابان بن ثعلب، ابو حنیفہ اور ابن عیینہ سے روایت کی ہے^⑪۔ معروف بن حسان نے آپ سے ایک طویل نسخہ روایت کیا ہے^⑫۔ سفیان بن سعید ثوری نے آپ سے احادیث لکھی تھیں^⑬۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۹/۱ ② ابن عدی، الکامل، ص: ۱۳۳/۱

③ احمد بن حنبل، المسند، ص: ۲۳۸/۲ ④ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۰۷

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۴/۲ ⑥ ابن حنبل، العلل، ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۶۳ ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۱۵/۱

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۱۴/۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۹۷/۶ ⑩ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۳۶۵/۳

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۴/۷ ⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۳/۴ ⑬ ابن الجعد، مسند، ص: ۲۳۳

۸۵. معمر بن راشد الأزدی (م ۱۵۳ھ)

آپ نے ثابت البنانی قنادة اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے استاد یحییٰ بن ابی کثیر اور ابو اسحق، ایوب نے روایت کی ہے ①۔ آپ نے احادیث لکھیں اور کتب تصنیف کیں۔ ابن الندیم کا قول ہے:

”وله من الكتب كتاب المغازی“ ②

آپ کی کتب میں سے کتاب المغازی ہے۔

اسی طرح آپ کی کتاب ”التفسیر“ ③ اور ”الجامع“ کے نام سے مشہور ہے ④۔

درج ذیل حضرات کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ عبداللہ بن المبارک ⑤

۲۔ رباح: عبدالرزاق کا قول ہے: ”مجھے رباح نے بتایا کہ انھوں نے معمر کی کتاب، جو ابو بکر سے مروی ہے، میں پایا ⑥۔

۳۔ عبدالرزاق: آپ کا قول ہے کہ: ”میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں ⑦۔

۴۔ مطرف بن مازن ⑧

۵۔ ہشام بن یوسف ⑨

۶۔ یحییٰ بن الیمان: معمر نے بیان کیا ہے: ”ایک مرتبہ میں یحییٰ بن الیمان کے ہاں ان سے احادیث سننے کی غرض سے گیا، میں نے انھیں احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ جب میں واپس جانے لگا تو مجھے کہنے لگے میرے لیے فلاں فلاں حدیث لکھو۔ میں نے کہا اے ابونصر آپ حدیث کی کتابت کو مکروہ نہیں جانتے ہیں؟ کہنے لگے انھیں لکھ لو اگر تم نے انھیں لکھا نہیں گویا تم نے انھیں ضائع کر دیا یا تم نے غلطی کی ہے ⑩۔

۸۶. ثور بن یزید الکلاعی الکندی (م ۱۵۵ھ)

آپ نے مکحول، رجا اور عطاء سے روایت کی ہے، اور آپ سے صفوان بن عیسیٰ، الخریبی، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے ⑪۔ آپ کے پاس احادیث لکھی ہوئی تھیں جنھیں سفیان ثوری ⑫، اہل عراق ⑬، اور یحییٰ بن سعید القطان نے لکھی تھیں ⑭۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۱/۱ ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۳/۳ ③ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۳۳/۱۰ ④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۵۶/۲

⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۹۳ ⑥ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۷۷/۱ ⑦ الکسانی، الرسالة المستطرفة، ص: ۳۱ ⑧ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۱۲۹

⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۷۷/۱ ⑩ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۵۳/۳ ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۵/۴ ⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۱/۱

⑬ ابن حبان، الجرح وحصن، ص: ۲۴ ⑭ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۱۲/۳ ⑮ ابن حبان، الجرح وحصن، ص: ۲۴ ⑯ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ص: ۱۸۸/۱

⑰ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۳۵ ⑱ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۳۵/۲ ⑲ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۰ ⑳ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی وادب السامع، ص: ۱۳۲

㉑ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۲۰ ㉒ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۸۱ ㉓ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۹۷/۱ ㉔ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۳۲/۲

۸۷. سالم بن عبداللہ الخياط البصري (م ۱۵۵ھ)

آپ نے حسن بصری، عطاء ابن ابی ملیکہ اور دوسرے اصحاب سے روایت سے کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، زہیر بن محمد اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے ①۔ زہیر بن محمد الخراسانی ② اور الولید نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ③۔

۸۸. سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۵ھ)

آپ نے قتادہ، نضر بن انس اور حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمر بن شعبة اور عبدالاعلیٰ نے روایت کی ہے ④۔ مسند احمد اور دوسری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قتادہ سے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس قتادہ سے منقول شدہ کتب حدیث تھیں ⑤۔ آپ کے بارے میں منقول ہے:

”هو أول من صنف الأبواب بالبصرة“ ⑥

بصرہ میں آپ نے سب سے پہلے ابواب تصنیف کیے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں ”وله مصنفات كثيرة“ ⑦

اور ان (سعید بن ابی عروبہ) کی بہت سی تصنیفات ہیں۔

سعید بن ابی عروبہ کی بہت زیادہ کتب تھیں جن میں سے تفسیر القرآن ⑧، کتاب السنن ⑨، کتاب المناسک ⑩، کتاب النکاح ⑪، کتاب الطلاق قابل ذکر ہیں ⑫۔ آپ اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے ⑬۔ اور عبد الوہاب آپ کی املاء لکھا کرتے تھے ⑭۔ ابراہیم بن صدقہ ⑮، اسماعیل بن ابراہیم ⑯، ابن ابی عدی ⑰، روح بن عبادہ ⑱، صدقہ بن عبد اللہ السمین ⑲، عبدالاعلیٰ الشامی ⑳، عبد الوہاب بن عطاء الخفاف ㉑، عمر بن حماد بن سعید ㉒، عمران القصیر ㉓، غندر ㉔، مسلم بن ابراہیم ㉕ اور مغیرہ بن موسیٰ البصری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں تھیں ㉖۔

- | | | |
|-------------------------------------|---|------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب الجذب، ص: ۳۹/۳ | ② ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰/۲ | ③ ابن حجر، تہذیب الجذب، ص: ۶۵/۳ |
| ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰/۲ | ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۷/۱ | ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۲ |
| ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۱/۲ | ⑧ ابن ضبل، العلل، ومعرفة الرجال، ص: ۱۶۶ | ⑨ ابن النديم، الفهرست، ص: ۲۲۷ |
| ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۱/۲ | ⑪ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۴۶۳/۹ | ⑫ ابن المدینی، العلل، ص: ۹۲/۱ |
| ⑬ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲/۱۱ | ⑭ ابن المدینی، العلل، ص: ۹۲/۱ | ⑮ ابن المدینی، العلل، ص: ۴۱۲/۱ |
| ⑯ ابن ضبل، المسند، ص: ۱۰/۵ | ⑰ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۶۶ | ⑱ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۲ |
| ⑲ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۲۹/۲ | ⑳ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۰/۲ | ㉑ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۲ |
| ㉒ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۶/۷ | ㉓ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۹/۲ | ㉔ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲/۱۱ |
| ㉕ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۵۳ | ㉖ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۴۴ | ㉗ الخطیب، تقييد العلم، ص: ۱۱۳ |
| ㉘ ابن حجر، تہذیب الجذب، ص: ۶۵/۳ | ㉙ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۲ | ㉚ ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸/۲ |
| ㉛ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۵۲/۲ | ㉜ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۸/۲ | ㉝ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۶۶/۲ |
| ㉞ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳۰/۳ | | |

۸۹. صفوان بن عمرو الضبی الصغیر (م ۱۵۵ھ)

آپ نے علی بن عیاش، بشیر بن شعیب اور عبد الوہاب سے روایت کی ہے اور آپ سے نسائی، محمد بن عبد اللہ اور کحول نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

"ایک دفعہ نعیم بن حماد نے بقیہ بن الولید سے صفوان کی کتاب طلب کی۔ تو بقیہ نے کہا یہ لیجئے! صفوان کی کتاب ②"

۹۰. عمر بن ابراہیم العبدی (م ۱۵۵ھ)

آپ نے قتادہ، مطر الوراق اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ان کے بیٹے خلیل اور عباد بن عوام، عبد الصمد بن عبد الوارث نے روایت کی ہے ③۔

عبد الصمد کا قول ہے: "عمر بن ابراہیم نے ایک مرتبہ ہمارے سامنے تختی پر لکھی ہوئی ایک کتاب نکالی ④"۔

۹۱. قرۃ بن خالد السدوسی (م ۱۵۵ھ)

آپ نے محمد بن سیرین، حمید بن حلال اور حسن سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، یحییٰ بن سعید اور ابن مہدی نے روایت کی ہے ⑤۔ امام حاکم نے بیان کیا ہے کہ: "علی ابونصر کے پاس قرۃ بن خالد السدوسی سے روایت کردہ ایک کتاب تھی ⑥"۔ امام شعبہ کا قول ہے:

"أنظروا عن تکتبون، أکتبوا عن قرۃ بن خالد و سلیمان بن المغیرة" ⑦

جن لوگوں سے تم احادیث لکھتے ہو انہیں دیکھ بھال لیا کرو۔ تم قرۃ بن خالد اور سلیمان بن المغیرہ سے احادیث لکھا کرو۔

۹۲. کثیر بن عبد اللہ المدنی (م ۱۵۵ھ)

آپ نے اپنے والد عبد اللہ، محمد بن کعب اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے یحییٰ بن سعید، ابو اویس اور عبد اللہ بن وہب نے روایت کی ہے ⑧۔ ابن حبان نے بیان کیا ہے:

"روی عن أبيه عن جده بنسخة موضوعة لايحل ذكرها في الكتب" ⑨

آپ نے اپنے باپ اور دادا سے ایک موضوع نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کا کتب میں ذکر کرنا جائز نہیں۔

امام حاکم کا قول ہے کہ: "آپ نے اپنے باپ اور انھوں نے ان کے دادا سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس میں منکر روایات

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۲۵/۷

① الحاکم، المستدرک، ص: ۱۶۱/۱

② ابن حبان، المعجم، ص: ۱۹۱

② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۷۵/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۷۱/۸

⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۲۱/۸

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۲۹/۴

② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۲۶/۷

④ ابن حبان، المعجم، ص: ۲۷۱

ہیں“ ①۔ امام مالک کا بیان ہے: ”کثیر بن عبد اللہ المزنی نے میری طرف اپنے باپ دادا سے روایت کردہ ایک حدیث لکھ کر بھیجی“ ②۔ ان مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس حدیث کا ایک نسخہ تھا اگرچہ وہ اس درجے کا نہیں تھا جسے بغیر کسی تحقیق کے بیان کیا جائے۔

۹۳. محمد بن عبید اللہ العزرمی (م ۱۵۵ھ)

آپ نے عطاء نافع اور مکحول سے روایت کی ہے، اور آپ سے خود آپ کے بیٹے عبد الرحمن، شعبہ، ثوری نے روایت کی ہے ③۔ ابن سعد ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”كان قد سمع سماعا كثيرا و كتب و دفن كتبه فلما كان بعد ذلك حدث وقد ذهب
كتبه فضعف الناس حديثه لهذا المعنى“ ④

انھوں (محمد بن عبید اللہ) نے علم حدیث کا سماع بہت زیادہ کیا اور (احادیث) لکھی اور آپ نے اپنی کتب دفن کر دی۔ اس کے بعد جب آپ حدیث بیان کرتے تو لوگ آپ کی احادیث کو ضعیف قرار دیتے (کیونکہ آپ کے پاس کتب نہ تھیں)۔

آپ کے بیٹے اور بھتیجے نے ان سے ایک نسخہ روایت کیا ہے ⑤۔

۹۴. مسعر بن کدام (م ۱۵۵ھ)

آپ نے ابو بکر بن عمارۃ، عطاء اور عبد الجبار بن وائل سے روایت کی ہے اور ان سے اسحق، سلیمان التیمی، شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی جو درج ذیل اصحاب کے پاس تھی:

- ۱۔ ابو نعیم: ابن نفیل الحرانی کہتے ہیں کہ ”ابوقادۃ نے مجھے ابو نعیم کی کتاب دی جسے انھوں نے مسعر سے روایت کیا۔“ ⑦
- ۲۔ حفص بن غیاث: ابن ابی حاتم، محمد بن عبد العزیز الدینوری سے روایت کرتے ہیں:

”کتب عن ابی أحادیث عمر بن حفص بن غیاث عن أبيه عن مسعر....“ ⑧

انھوں نے میرے والد سے عمر بن حفص بن غیاث کی احادیث لکھیں۔ جسے انھوں نے اپنے والد اور انھوں نے مسعر سے روایت کیا ہے۔

- ۳۔ محمد بن بشر: آپ کا قول ہے: ”كان عند مسعر نحو ألف حديث فكتبتها سوى عشرة“ ⑨
- مسعر کے پاس تقریباً ایک ہزار احادیث تھیں دس احادیث کے علاوہ جنہیں میں نے لکھ لیا تھا۔

③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۲۳/۹

② الخطیب، الکفای، ص: ۳۲۳

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۵۳/۸

⑤ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳۷

⑥ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۹۸

④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۵۵/۶

⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۲۳/۹

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۳۶/۲

④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۹۲/۲

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۳/۱۰

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۸/۳

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۶۹/۱

⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۸/۴

۴۔ محمد بن عبید: ابن المدینی کا قول ہے:

”أعطانا محمد بن عبید کتابہ عن مسعر فنسخناه“^(۱)

محمد بن عبید نے ہمیں اپنی کتاب جسے انھوں نے مسعر سے روایت کیا ہے۔ جسے ہم نے لکھ لیا۔

۵۔ قاسم بن غصن: ابن عدی نے بیان کیا ہے:

”روی عنه بنسخة مستقيمة“^(۲)

انھوں (قاسم) نے مسعر سے ایک مستقیم نسخہ روایت کیا ہے۔

۹۵۔ ابن ابی ذئب محمد عبد الرحمن (م ۱۵۸ھ)

آپ نے مغیرہ حارث بن عبد الرحمن اور عبد اللہ بن سائب سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، معمر اور سعد بن

ابراہیم نے روایت کی ہے^(۳)۔ ابن الندیم نے آپ کی بہت سی کتب گنوائی ہیں:

”له من الكتب كتاب السنن ويحتوى على الفقه مثل صلاة وطهارة وصيام

وزكاة ومناسك وغير ذلك“^(۴)

آپ کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے کتاب السنن ہے جو فقہ پر مشتمل ہے مثلاً نماز، طہارت، روزے، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے آپ کی ایک کتاب ”الموطا“ بھی بیان کی ہے^(۵)۔ ڈاکٹر الاعظمی رقمطراز ہیں: ”لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ

یہ ”الموطا“ وہی ”کتاب السنن“ ہے جس کا تذکرہ ابن الندیم نے کیا ہے، یا کوئی دوسری کتاب ہے“^(۶)۔ تاہم حمیدی نے بھی ابن ابی

ذئب کی ”موطا“ کا تذکرہ کیا ہے^(۷)۔ جبکہ علامہ الذہبی کا بیان ہے:

”كان يحفظ حديثه ولم يكن له كتاب“^(۸)

آپ کو اپنی احادیث یاد تھیں آپ کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ روح بن عبادہ^(۹)

۲۔ عبد اللہ بن سلمۃ الافطس^(۱۰)

۳۔ عبد الوہاب بن الخفاف^(۱۱)

۴۔ یحییٰ بن سعید^(۱۲)

۵۔ لیث بن سعد^(۱۳)

۱ ابن جنبل، العلل، معروفة الرجال، ص: ۱۶۹

۲ ابن عدی، الکامل، ص: ۴/۳

۳ ابن الندیم، المعتمد، ص: ۲۲۵

۴ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص: ۱۸۸

۵ الحمیدی، جذوة المختص، ص: ۳۳۳

۶ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۳۰۶/۱

۷ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۷۳/۱

۸ ابن ابی حاتم، التقدیم، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۸

۹ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۰۴/۸

۱۰ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارة القبور، حدیث نمبر ۲۰۴۲، ص: ۲۹۵

۱۱ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۰۹/۱

۱۲ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۸۶/۲

۱۳ الرازی، التقدیم، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۸

۱۴ ابن الجعد، المسند، ص: ۳۷۶

۹۶. الأوزاعی عبد الرحمان بن عمرو (م ۱۵۸ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، قاسم بن خیمہ، یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ ابن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ بہت سی کتب کے مؤلف تھے ②، عبدالرزاق بیان کرتے ہیں:

”صنف الأوزاعی حین قدم علی یحییٰ بن ابی کثیر کتبہ“ ③

اوزاعی جب یحییٰ بن ابی کثیر کے پاس آئے تو آپ نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔

ولید بن مسلم کا قول ہے:

”کان الأوزاعی يعطی کتبہ اذا کان فیہا لحن لمن یصلحہا“ ④

اوزاعی اپنی کتب کی غلطیاں درست کروانے کے لیے دیا کرتے تھے۔

ابو مسہر، عباس بن الولید سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

”لقد حرصت علی جمع علم الأوزاعی، حتی کتبت عن اسماعیل بن سماعة ثلاثة عشر کتاباً حتی لقیئت أباک فوجدت عنده علما لمن یکن عند القوم“ ⑤

مجھے اوزاعی کے علم کو جمع کرنے کی حرص ہوئی۔ میں نے اسماعیل بن سماعة سے تیرہ کتب لکھیں یہاں تک کہ میری ملاقات تمہارے باپ (یعنی اوزاعی) سے ہوئی۔ میں نے ان کے پاس اتنا زیادہ علم پایا جتنا ایک جماعت کے پاس بھی نہیں تھا۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ ابو حفص التتیس ⑥
- ۲۔ اسماعیل بن عبد اللہ بن سماعة ⑦
- ۳۔ صدقة بن عبد اللہ بن السمین ⑧
- ۴۔ ابواسحاق الفزاری ⑨
- ۵۔ عمر بن عبد الواحد ⑩
- ۶۔ عمرو بن ہاشم البیرونی ⑪
- ۷۔ محمد بن کثیر المصیسی ⑫
- ۸۔ الولید بن یزید ⑬
- ۹۔ الولید بن مسلم الدمشقی ⑭
- ۱۰۔ ایک مجهول شخص ⑮

① الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۱۳۸/۱ ② الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۵۵ ③ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷ ④ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۲۱۷
 ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۹/۱ ⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۵۵ ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۹/۳ ⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۳، ۲۹۷
 ⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۹/۳ ⑩ الحاکم، المدخل، ص: ۳۳ ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۰/۲ ⑫ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۸/۳
 ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۲/۳ ⑭ ابوزرعہ، التاريخ، ص: ۱۵۰ ⑮ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۷۹/۷
 ⑯ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۶۸/۳ ⑰ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۰/۳ ⑱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۲/۸
 ⑲ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۹/۴ ⑳ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۹/۴
 ㉑ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۰۳ ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۱/۱۱ ㉓ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۱۸/۴، ۲۹/۳، ۲۰۵/۳
 ㉔ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۷/۴ ㉕ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۲/۶

۹۷. حیوة بن شریح (م ۱۵۸ھ)

آپ نے ربیعہ بن یزید، عقبہ بن مسلمہ، یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک، ابن وہب، ابو عاصم وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ خلف بن تمیم کا بیان ہے:

”میں حیوة بن شریح کے پاس آیا اور ان سے سوال کیا، تو انھوں نے ایک کتاب نکالی اور کہا جاؤ! اس سے نقل کرو اور مجھ سے روایت کرو۔ میں نے کہا: ہم تو سماع کے بغیر روایت قبول نہیں کرتے۔ کہنے لگے تمھارے علاوہ بھی ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اگر چاہو تو روایت کر لو یا پھر چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے ان سے روایت کرنی چھوڑ دی“ ②۔

حافظ ابن حجر نے سعید بن ابی مریم کا قول نقل کیا ہے:

”کان حیوة بن شریح أوصی بکتابه الی وصی.....“ ③

حیوة بن شریح نے ایک وصی کو اپنی کتب کی وصیت کی تھی۔

۹۸. زفر بن ہذیل (م ۱۵۸ھ)

آپ نے حجاج بن أرطاة سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے ابو نعیم، حسان بن ابراہیم، اکثم بن محمد نے روایت کی ہے ④۔ آپ امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں ⑤۔ امام حاکم کے قول کے مطابق شداد بن حکیم بلخی اور محمد بن مزاحم مروزی کے پاس آپ کا ”لسخ“ تھا ⑥۔

۹۹. عبید اللہ بن ابی الزناد الشامی (م ۱۵۸ھ)

آپ نے امام زہری سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ⑦۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

”حمل عنه الكتب ولده ابو منيع يوسف و حفيده حجاج بن ابی منيع قال

حجاج أنا كنت أحمل إلیه الكتب من البيت فيقرأها علی الناس“ ⑧

آپ کے بیٹے ابو منیع یوسف اور پوتے حجاج بن ابی منیع کے پاس آپ کی کتب تھیں۔ حجاج کا کہنا ہے کہ میں آپ کے گھر سے کتب لے جاتا اور لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا۔

۱۰۰. کثیر بن زید الأسلمی (م ۱۵۸ھ)

آپ نے عمر بن عبد العزیز، ربیع بن عبد الرحمن اور سالم بن عبد اللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن انس، سلیمان بن

⑤ الرامهرزى، المحدث الفاضل، ص: ۲۸

⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۷۱/۲

⑦ الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۲۳۶/۶

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۰/۳

② الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱۵

③ النووی، تہذیب الاسماء، ص: ۱۹۷/۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۵

⑤ الحاکم، معرزة علوم الحديث، ص: ۱۶۳

بلال اور حماد بن زید نے روایت کی ہے ①۔ ابن عدی کا قول ہے:

”تروى عنه نسخ و لم أر به بأساً“ ②

آپ سے بہت سے نسخے مروی ہیں، جنہیں روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۱۔ حسین بن واقد المروزی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے عبد اللہ بن بریدۃ، ثابت البنانی اور ثمامہ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، فضل بن موسیٰ اور زید بن الحباب نے روایت کی ہے ③۔ ابن الندیم نے بیان کیا ہے: ”لہ کتاب التفسیر“ ④۔ آپ کی تفسیر کی کتاب ہے۔ ابن حجر نے ان کی ایک اور کتاب ”الناخ والمسنوخ“ کا تذکرہ کیا ہے ⑤۔

۱۰۲۔ عکرمہ بن عمار العجلی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے ہرماس بن زیاد، ایاس بن سلمہ اور سالم بن عبد اللہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے شعبہ، سفیان ثوری اور وکیع نے روایت کی ہے ⑥۔ ابن حبان اور النسوی نے بیان کیا ہے:

”کان ثقیل الکتاب“ ⑦

آپ کی بہت بوجھل کتاب (یعنی بڑی کتاب) تھی۔

بشر بن السری ⑧، سفیان الثوری ⑨، اور فضل بن الربیع کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑩۔

۱۰۳۔ یونس بن یزید الایلی (م ۱۵۹ھ)

آپ نے اپنے بھائی ابی علی اور نافع، ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے اور آپ سے جریر، عمرو بن الحارث اور اوزاعی نے روایت کی ہے ⑪۔ حافظ ابن حجر اور ابن ابی حاتم نے ابن المبارک کا قول بیان کیا ہے:

”کان ابن المبارک یقول ”کتابہ صحیح“ ⑫

ابن مبارک کہا کرتے تھے آپ کی کتاب صحیح ہے۔

ابن المبارک ⑬، شعیب بن سعید التمیمی ⑭ اور عبیدہ بن خالد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑮۔

- | | | |
|------------------------------------|--|------------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۲/۸ | ② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۲/۸ | ③ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۲ |
| ④ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۳۳۰ | ⑤ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۲ | ⑥ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۱/۷ |
| ⑤ ابن حبان، الثقات، ص: ۲۵۲ | ⑦ النسوی، التاریخ، ص: ۲۳۲/۲ | ⑧ ابن ابی خشیہ، التاریخ، ص: ۳۲/۳ |
| ⑧ الخلیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۱۲ | ⑨ السعدانی، مآدب الاطراف، ص: ۱۳ | ⑩ ابن ابی خشیہ، التاریخ، ص: ۳۲/۳ |
| ⑨ الخلیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۱۲ | ⑪ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۱۱۷ | ⑫ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ |
| ⑫ الخلیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۱۲ | ⑬ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ⑭ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ |
| ⑭ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۰/۱۱ | ⑮ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ⑯ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ |
| ⑯ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۳/۱ | ⑰ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ⑱ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ |
| ⑱ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ⑲ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ⑳ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ |
| ⑳ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ㉑ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ | ㉒ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۵۲/۱۱ |

۱۰۴. أبان بن یزید العطاء (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے عمرو بن دینار، قتادة، یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک، قطان اور مسلم بن ابراہیم نے روایت کی ہے ^(۱)۔ الفسوی نے بیان کیا ہے:

”اجتمع جماعة عند موسى بن اسماعيل، وزاحم بعضهم بعضاً ومع كل واحد منهم أحاديث من أحاديث أبان العطاء“ ^(۲)

موسیٰ بن اسماعیل کے پاس ایک جماعت جمع تھی اور بہت بھیڑ تھی۔ ان میں سے ہر ایک پاس ابان العطاء کی احادیث تھیں۔

۱۰۵. ابراہیم بن ذی حمایہ (م ۱۶۰ ھ)

آپ صاحبِ نسخہ تھے۔ ابن عدی نے بیان کیا ہے:

”الجراح بن مليح البهراني كان عنده نسخة لابراهيم بن ذی حمایة“ ^(۳)
جراح بن ملیح البهرانی کے پاس ابراہیم بن ذی حمایہ کا ایک ”نسخہ“ تھا۔

۱۰۶. اسرائیل بن یونس السبیمی (م ۱۶۰ ھ)

آپ نے حسن بصری، ابی حازم اور محمد بن سیرین نے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن عیینہ اور حسن بن علی نے روایت کی ہے ^(۴)۔ خطیب بغدادی اور ابن حجر نے بیان کیا ہے:

”كان يحفظ أحاديث جده ابي اسحاق كأنها سورة من القرآن“ ^(۵)
آپ کو اپنے دادا ابواسحاق کی احادیث قرآن کریم کی سورتوں کی طرح یاد تھیں۔

آپ کے دادا ابواسحاق آپ کو اپنی احادیث املاء بھی کروایا کرتے تھے ^(۶)۔ آپ کے دادا کو آپ کی کثرت کتب کی شکایت کی گئی۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے:

”ما ترك لنا اسرائيل كوة ولا سفظاً الا دحسها كتباً“ ^(۷)

اسرائیل نے ہمارے لیے نہ تو کوئی ٹوکری اور نہ ہی روشن دان چھوڑا مگر انہیں کتب سے بھر ڈالا۔

(۳) ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۳/۱

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱

(۵) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲/۱

(۲) الفسوی، تاریخ بغداد، ص: ۲۸۱/۳

(۳) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱

(۱) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۰۱/۱

(۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱/۷

(۳) الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳۰/۱

ابن حنبل کا قول ہے:

”اسرائیل أحب إلی من یونس فی ابی اسحاق لأنه صاحب کتاب“^①
 ابواسحاق کی اولاد میں سے اسرائیل میرے نزدیک یونس سے زیادہ پسندیدہ ہیں کیونکہ وہ صاحب کتاب ہیں۔
 حجب بن المثنیٰ^② اور یحییٰ بن آدم کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^③۔

۱۰۷. ایوب بن عتبہ الیمامی (م ۲۰۱ھ)

آپ نے یحییٰ بن ابی کثیر، عطاء اور قیس بن طلق سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد، اسود بن عامر اور محمد بن الحسن نے روایت کی ہے^④۔ سلیمان بن الأشعث کا بیان ہے:

”ایوب بن عتبہ کان صحیح الکتاب...“^⑤

ایوب بن عتبہ کے پاس صحیح کتاب تھی۔

ابو حاتم کہتے ہیں:

”...قدم بغداد و لم یکن معہ کتبه، فکان یحدث من حفظه علی التوهم

فیغلط، و أما کتبه فی الاصل فہی صحیحة“^⑥

آپ بغداد تشریف لائے اور آپ کے پاس اپنی کتب نہیں تھیں آپ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کیا کرتے تھے۔
 جس میں وہم کی بناء پر غلطی سرزد ہو جاتی تھی اور اصل میں آپ کی کتب صحیح تھیں۔

۱۰۸. بحر بن کنیز الباہلی (م ۲۰۱ھ)

آپ نے حسن بصری قتادہ اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، کنانہ اور ابن عیینہ نے روایت کی ہے^⑦۔
 حارث بن مسلم^⑧، عمر بن سہیل^⑨، محمد بن مصعب القرظانی^⑩ اور یزید بن زریع کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^⑪۔

- | | |
|-------------------------------------|------------------------------------|
| ① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳/۷ | ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱ |
| ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱/۷ | ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۱۰/۱ |
| ③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱/۷ | ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۶۲/۱ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۸/۱ | ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴/۷ |
| ⑤ الرازی، المحرج والتعذیل، ص: ۲۵۳/۱ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۰۹/۱ |
| ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۸/۱ | ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱ |
| ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱ | ⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳/۷ |
| ⑧ الخطیب، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۹ | ⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۹۸/۱ |

۱۰۹. بحیر بن سعد السحولی الحمصی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے خالد بن معدان اور مکحول سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، بقیہ بن الولید اور ثور بن یزید نے روایت کی ہے^(۱)۔ بقیہ کا کہنا ہے:

”لما قرأت علی شعبۃ أحادیث بحیر بن سعد قال یا أبا أحمد لو لم أسمعها منك لطرت“^(۲)

جب میں نے بحیر بن سعد کی احادیث شعبہ کے سامنے پڑھیں تو کہنے لگے اے ابو احمد اگر میں تم سے یہ احادیث نہ سنتا تو.....

نیز ان کا قول ہے:

”استهدانی شعبۃ بن الحجاج أحادیث بحیر بن سعد فبعثت بها إلیه

فمات شعبۃ و لم تصل إلیه“^(۳)

شعبہ بن الحجاج نے مجھ سے بحیر بن سعد کی احادیث حدیث طلب فرمائیں چنانچہ میں نے ان کی طرف یہ احادیث ارسال کیں لیکن شعبہ کی موت تک یہ احادیث ان تک نہ پہنچ سکیں۔

۱۱۰. داؤد بن نصیر الطائی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے عبد الملک بن عمیر، اسماعیل بن ابی خالد اور حمید الطویل سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد اللہ بن ادریس، ابن عیینہ اور وکیع نے روایت کی ہے^(۴)۔ آپ کے پاس کتب تھیں جنہیں بعد میں آپ نے دفن کر دیا۔

امام ابوداؤد کا قول ہے:

”دفن داؤد الطائی کتبه“^(۵)

داؤد الطائی نے اپنی کتب دفن کر ڈالی تھیں۔

نیز ابن حبان کا قول ہے:

”دفن داؤد کتبه و لزم العبادة“^(۶)

داؤد نے اپنی کتب دفن کر ڈالیں اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

۱۱۱. ربیع بن صبیح السعدی ابوبکر البصری (م ۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصری، حمید الطویل اور یزید الرقاسی سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور ابن سدی نے روایت کی ہے^(۷)۔ آپ نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں۔ رامہرمزی کا قول ہے:

① الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۴۶

② ابن عدی، الاکمل، ص: ۱۶۸/۱

③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۳۲/۱

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۳/۳

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۳/۳

⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۱۲/۱

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۷/۳

⑧ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۵۶

”إنه أول من صنف بالبصرة“^① (انھوں (ریج) نے بصرہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کی تھیں)۔

۱۱۲. زائدہ بن قدامة ابو الصلت الثقفي (م ۱۶۰ھ)

آپ نے حسن بصریؒ اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن عمر الازدی نے روایت کی ہے^②۔
ابن ابی حاتم کا قول ہے:

”زائدہ بن قدامة ثقة.....وكان عرض حديثه على سفيان الثوري“^③

زائدہ بن قدامة ثقہ ہیں..... انھوں نے اپنی احادیث سفیان ثوری پر پیش کیں۔

سفیان ثوری کتابت حدیث میں آپ کی راہنمائی کیا کرتے تھے^④۔

ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

- ۱۔ کتاب السنن
- ۲۔ کتاب القراءات
- ۳۔ کتاب التفسیر
- ۴۔ کتاب الزہد
- ۵۔ کتاب المناقب^⑤

معاویہ بن عمرو الازدی نے زائدہ کی کتب و تصنیفات روایت کی ہیں^⑥۔

۱۱۳. سعید بن عبد الله بن جریج (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافعؒ، محمد بن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمشؒ، عزہ بن ثابت اور حوشب بن عقیل نے روایت کی ہے^⑦۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی جو آپ نے حوشب بن عقیل کی طرف ارسال کر دی تھی^⑧۔

۱۱۴. سليمان بن قرم التيمي (م ۱۶۰ھ)

آپ نے عطاءؒ، اعمشؒ اور سماک سے روایت کی ہے اور آپ سے ثوریؒ، ابوالجواب اور حسین بن محمد نے روایت کی ہے^⑨۔
آپ کے پاس کتب تھیں۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

”سليمان من أصحاب الكتب“^⑩

سليمان صاحب کتب تھے۔

- | | | |
|------------------------------------|-----------------------------------|-----------------------------------|
| ① الراهر مزی، المحدث الفاضل، ص: ۷۸ | ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۱/۲ | ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۷/۳ | ⑤ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۶ | ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۰۱/۱ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸/۳ |

۱۱۵. شعبۃ بن الحجاج الأزدی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے ابان بن ثعلب، ابراہیم بن عامر اور ابراہیم بن محمد سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب، اعمش اور سعید بن ابراہیم نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس منصور بن المعتمر کی کتاب تھی ②۔ نیز آپ یعلیٰ بن عطاء سے حدیث لکھا کرتے تھے ③۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

”کان شعبۃ یحفظ لم یکتب إلا شیئاً قليلاً“ ④

شعبہ حفظ کیا کرتے تھے، بہت کم لکھا کرتے تھے۔

اس قول کے بارے میں ڈاکٹر الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”و یحمل هذا الکلام علی أن کتابا ته کانت قليلة بالنسبة لما کان متعارفاً

عليه فی أيام الإمام أحمد“ ⑤

یہ کلام (امام احمد بن حنبل کا) اس پر محمول کیا جائے گا کہ امام احمد کے وقت جو کتابت متعارف تھی اس کے مقابلہ میں ان (شعبہ) کی کتابت قلیل تھی۔

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد کا مذکورہ قول آپ کی قوت حافظہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ اکثر احادیث زبانی ہی یاد کر لیتے اور انھیں لکھنے کی ضرورت کم پڑتی تھی۔ بہر حال اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے احادیث لکھیں اور آپ کے پاس ذخیرہ حدیث تحریری صورت میں موجود تھا۔ جسے بعد درج ذیل حضرات نے آپ سے نقل کیا:

- | | |
|--------------------------------|---------------------------------|
| ۱۔ ابن بزیع ① | ۲۔ ابو داؤد الطیالسی ② |
| ۳۔ ابو الولید الطیالسی ③ | ۴۔ آدم بن ابی ایاس ④ |
| ۵۔ اسماعیل ⑤ | ۶۔ بقیہ بن الولید الحمصی ⑥ |
| ۷۔ بہز بن اسد ⑦ | ۸۔ حجاج بن محمد الحمصی الأعمش ⑧ |
| ۹۔ حسین بن الولید النیسابوری ⑨ | ۱۰۔ خالد بن الحارث البصری ⑩ |

- | | | |
|--------------------------------------|--|--|
| ① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۳۵/۴ ① | ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۳۰۴/۲ ② | ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۳۸/۲ ③ |
| ④ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳۸ ⑤ | الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲۶۸ ⑥ | ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۳۰۴/۲ ⑦ |
| ابن المدینی، العلل، ص: ۱۳۲/۱ ⑧ | الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۹/۹ ⑨ | ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۳۰۴/۲ ⑩ |
| الخطیب، الجامع لأحکام الخلق، ص: ۵۳ ⑪ | ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸۳/۱ ⑫ | الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۴۱ ⑬ |
| الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۶۸/۱ ⑭ | ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۹۶/۱ ⑮ | الرازی، تقدیم الجرح والتعديل، ص: ۲۴۲/۱ ⑯ |
| ابن عدی، الکامل، ص: ۱۸۸/۱ ⑰ | ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۹۷/۱ ⑱ | الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۵۸/۸ ⑲ |
| الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ⑳ | الرازی، تقدیم الجرح والتعديل، ص: ۲۴۸ ㉑ | الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۴۵/۱ ㉒ |

- ۱۱۔ خارجہ بن مصعب ①
 ۱۲۔ داؤد بن ابراہیم ②
 ۱۳۔ سعد بن ابراہیم ③
 ۱۴۔ عباد بن عباد ④
 ۱۵۔ عبد الرحمن بن مہدی ⑤
 ۱۶۔ عبد اللہ بن عثمان ⑥
 ۱۷۔ علی بن الجعد ⑦
 ۱۸۔ علی النسائی ⑧
 ۱۹۔ عمر بن مرزوق الباہلی ⑨
 ۲۰۔ غنہدر ⑩
 ۲۱۔ قراد بن ابی نوح ⑪
 ۲۲۔ مالک بن سلیمان الہروی ⑫
 ۲۳۔ محمد بن ابی شیبہ ⑬
 ۲۴۔ معاذ ⑭
 ۲۵۔ ہاشم بن القاسم ⑮
 ۲۶۔ وہیب ⑯
 ۲۷۔ یحییٰ بن سعید القطان ⑰

۱۱۶۔ صخر بن جویریہ (م ۶۰ھ)

آپ نے نافع، ابی رجا اور عائشہ بنت سعید سے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب السخثانی، ابو عمر بن العلاء اور حماد بن زید نے روایت کی ہے ⑱۔ آپ صاحب کتب تھے۔ یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

- ① ابن جنبل، العلل، معرفة الرجال، ص: ۱۵۴
 ② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۰۷/۱
 ③ ابن الجعد، المسند، ص: ۹۲
 ④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰۲/۱۱
 ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۶/۱
 ⑥ ابن المدینی، العلل، ص: ۶۴/۱
 ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۶/۹، ۳۶۳/۱۱
 ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۶۸/۱
 ⑨ الفسوی، التاریخ، ص: ۵۸/۳
 ⑩ البخاری، التاریخ الکبیر، ص: ۵۷/۱
 ⑪ ابن جنبل، المسند، ص: ۱۶۶/۲، ۱۴۰/۵، ۳۷۸/۳
 ⑫ ابن المدینی، العلل، ص: ۶۴/۱
 ⑬ الطبرانی، المعجم الصغیر، ص: ۱۰۳/۱
 ⑭ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۸
 ⑮ الباجی، التحدیل والتجریح، ص: ۱۶۷
 ⑯ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۸
 ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۷/۹
 ⑱ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۳/۹
 ⑲ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۰/۹
 ⑳ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۹۶/۱
 ㉑ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۶۳/۳
 ㉒ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۷/۹
 ㉓ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۰۲/۳
 ㉔ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۸۵/۱
 ㉕ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۳/۹
 ㉖ الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۵
 ㉗ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۵/۱
 ㉘ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶۵/۱۴
 ㉙ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۲
 ㉚ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۰/۳

”ذهب کتاب صخر فبعث إليه من المدينة“^①

صخر کی کتاب ضائع ہو گئی تو مدینہ منورہ سے آپ کو کتاب بھیجی گئی تھی۔

نیز غندر کے پاس آپ کی کتاب کا ایک نسخہ تھا^②۔

۱۱۷. عاصم بن محمد العمری (م ۲۰ھ)

آپ نے محمد بن کعب القرظی اپنے والد محمد العمری اور زید سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو اسحق الفزاری، ابن عیینہ اور یزید

بن ہارون نے روایت کی ہے^③۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

”عند سعد بن ابراہیم شیئ لم یسمعه یعقوب کتاب عاصم بن محمد العمری“^④

سعد بن ابراہیم کے پاس عاصم بن محمد العمری کی کتاب تھی جس کا سماع یعقوب نے نہیں کیا تھا۔

۱۱۸. عبدالاعلیٰ بن ابی المساور (م ۲۰ھ)

آپ نے ابو بردۃ الأشعری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے^⑤۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے:

”قدم ابو مسعود الجرار و هو عبدالاعلیٰ فنزل فی المخرم فکتبوا عنه و لم

ندرکہ نحن“^⑥

ابو مسعود الجرار یعنی عبدالاعلیٰ نے مخرم میں قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے آپ سے (احادیث) لکھیں اور ہماری ان

سے ملاقات نہ ہو سکی۔

ابن مہدی کا قول ہے:

”حدیث سفیان أحادیث اسرائیل عن عبدالاعلیٰ عن ابن الحنفیة قال

كانت من کتاب قلت یعنی أنها لیست بسماع“^⑦

سفیان نے اسرائیل کی احادیث بطریق عبدالاعلیٰ کے واسطے سے بطریق ابن الحنفیہ کتاب سے بیان کیں۔ میرا

قول ہے کہ آپ نے یہ (احادیث) اسرائیل سے سنی نہیں تھیں۔

① ابن الجعد، المسند، ص: ۴۰۳ ② الفسوی، التاريخ، ص: ۳۱/۳ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۱/۴

④ ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۱۳۴ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۵۷/۵

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲۴/۹ ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۶۹/۱۱

⑧ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۷۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۷/۵

۱۱۹. عبد الجبار بن الورد المخزومی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، ابن ابی ملیکہ اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، عبد الاعلیٰ اور حسن ربیع نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے:

”کان عند عبید بن ابی قرّة کتاب عن عبد الجبار بن الورد“ ②
عبید بن ابی قرّة کے پاس عبد الجبار بن الورد سے مروی ایک کتاب تھی۔

۱۲۰. عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے قاسم بن عبد الرحمن، ابی اسحق السبعی اور ابی اسحق الشیبانی سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری اور ابن عیینہ شعبہ اور جعفر بن عون سے روایت کی ہے ③۔ آپ اپنے دور میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپ کے پاس کتب تھیں ④۔ جنہیں بعد میں درج ذیل حضرات نے نقل کیا:

- | | |
|-------------------|---------------------|
| ۱۔ ابو داؤد ⑤ | ۲۔ ابوقتیبة ⑥ |
| ۳۔ بشر بن مفضل ④ | ۴۔ خالد بن الحارث ⑧ |
| ۵۔ شعبہ ⑨ | ۶۔ عثمان بن عمر ⑩ |
| ۷۔ معاذ بن معاذ ⑪ | |

آپ اپنے تلامذہ کو املاء بھی کروایا کرتے تھے ⑫۔

۱۲۱. عبد الرزاق بن عمر الثقفی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے زہری، ربیعہ اور اسماعیل بن ابی مہاجر سے روایت کی ہے اور آپ سے اسحق بن عقیل، صحرة بن ربیعہ اور محمد بن

- | | |
|---|--|
| ① ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۰۵/۶ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۹۷/۱۱ | |
| ③ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۲۱۱/۶ ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۷۵/۲ | |
| ⑤ الرازی، تقدیمہ الجرح والتعديل، ص: ۱۳۵ ⑥ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۴۰ ⑦ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۹/۱۰ | |
| ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۸۱/۱۱ ⑨ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۲۲۳/۶ | |
| ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۹/۱۰ ⑪ الذہبی، تاریخ الإسلام، ص: ۲۲۳/۶ | |
| ⑫ ابن حبان، الجرح وحصن، ص: ۱۳۲ ⑬ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۷۵/۲ | |
| ⑭ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۸۱/۱۱ ⑮ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۸۱/۱۱ ⑯ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۹/۱۰ | |
| ⑰ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۸۱/۱۱ ⑱ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۹/۱۰ ⑲ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۵۰ | |
| ⑳ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۱۹/۱۰ ㉑ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۵۰ | |

المبارک نے روایت کی ہے ①۔ آپ کے پاس کتب تھیں۔

عقیلی کا قول ہے:

”ذہبت کتبہ فخلط واضطرب“ ②

ان (عبدالرزاق) کی کتب ضائع ہونے کی وجہ سے انھیں اختلاط اور اضطراب ہونے لگا تھا۔

امام ابوداؤد کا بیان ہے:

”سرقت کتبہ و کانت فی خرج“ ③

ان کی کتب چوری ہوئیں جو کہ ”تھیلی“ میں تھیں۔

۱۲۲. عبدالعزیز بن الحصین (م ۱۶۰ھ)

آپ نے زہریؒ سے روایت کی ہے اور آپ سے خالد بن مخلد نے روایت کی ہے ④۔

خالد بن مخلد الکوفی نے آپ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے ⑤۔

۱۲۳. عثمان بن مقسم البری (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، قتادہ اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن مخلد نے روایت کی ہے ⑥۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی ⑦۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

”إنه صنف و جمع“ ⑧

(انھوں نے احادیث جمع اور تصنیف کیں)۔

عبداللہ بن مخلد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئیں تھیں جنھوں نے بعد ازاں انھیں تلف کر دیا ⑨۔

۱۲۴. عمر بن قیس المکی (م ۱۶۰ھ)

آپ نے نافع، قتادہ اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے اوزاعی ابن عیینہ اور ابن وہب نے روایت کی ہے ⑩۔

خالد بن نزار نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑪۔

۱۲۵. عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ابو جعفر التمیمی (م ۱۶۰ھ)

- | | | |
|------------------------------------|-----------------------------------|-----------------------------------|
| ① ابن حجر، تہذیب المعجم، م: ۳۰۹/۶ | ② ابن حجر، تہذیب المعجم، م: ۳۱۰/۶ | ③ ابن حجر، تہذیب المعجم، م: ۳۱۰/۶ |
| ④ الذہبی، میزان الاعتدال، م: ۶۲۷/۳ | ⑤ ابن عدی، الکامل، م: ۳۱۶/۱ | ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، م: ۵۸/۳ |
| ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، م: ۵۷/۳ | ⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، م: ۵۶/۳ | ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، م: ۵۷/۳ |
| ⑩ ابن حجر، تہذیب المعجم، م: ۳۹۰/۷ | ⑪ ابن حجر، تہذیب المعجم، م: ۳۹۲/۷ | |

آپ نے عطاء بن ابی رباح، قتادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے یونس بن عبید اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ①۔ آپ کا قول ہے:

”لم أكتب عن الزهري لأنه كان يخضب بالسواد“ ②

میں نے زہری سے احادیث نہیں لکھیں کیونکہ وہ سیاہی کا خضاب لگاتے تھے۔

ابو النضر ہاشم بن القاسم نے آپ سے احادیث لکھی تھیں۔ امام یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا:

”أين كتب ابو النضر هاشم بن القاسم عن ابي جعفر الرازي قال كتب عنه

ببغداد قدم عليهم للحج فسمع منه ابو النضر“ ③

ابو النضر ہاشم بن القاسم نے ابو جعفر الرازی سے کہاں احادیث لکھیں تو انھوں نے کہا بغداد میں۔ ان سے (احادیث) لکھیں پھر آپ حج کے لیے گئے تو وہاں پر ابو النضر نے ان سے سماع بھی کر لیا۔

۱۲۶۔ محمد بن راشد المکحولی (م ۶۰ھ)

آپ نے مکحول شامی اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ④۔

آپ کے پاس ایک کتاب تھی۔ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے:

”كان عند الوليد بن مسلم كتاب عن محمد بن راشد“ ⑤

ولید بن مسلم کے پاس محمد بن راشد کی کتاب تھی۔

۱۲۷۔ حسن بن ابی جعفر (م ۶۱ھ)

آپ نے نافع، ابی الزبیر اور محمد بن حمادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو داؤد الطیاسی، ابن مہدی اور یزید بن زریع نے روایت کی ہے ⑥۔ عبد الرحمن بن مہدی نے آپ سے احادیث نقل کی تھیں۔ ابو بکر بن الاسود کا بیان ہے:

”كنت أسمع الأصناف من خالي عبدالرحمن بن مهدي وكان في أصول

كتابه (قوم) قد ترك حديثهم منهم الحسن بن ابي جعفر و عباد بن صهيب

وجماعة نحو هؤلاء ثم أتيته بعد ذلك بأشهر فأخرج إلي كتاب الديات

فحدثني عن الحسن بن ابي جعفر فقلت له أليس كنت ضربت علي

حديثه؟“ ⑦

③ الخطيب، تاريخ بغداد، ص: ۱۳۳/۱۱

① ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۲۶۰/۲

② ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۵۷/۱۲

⑤ الرازي، الجرح والتعديل، ص: ۲۲۱/۱

④ ابن حبان، المجروحين، ص: ۸۱

① الخزرجي، خلاصة تهذيب، ص: ۳۸۳

③ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۱۶۰/۹

⑤ الذهبي، ميزان الاعتدال، ص: ۳۸۳/۱

میں اپنے خالو عبدالرحمن بن مہدی سے مختلف قسم کی احادیث سنا کرتا تھا اور آپ کی کتاب میں ایسے لوگوں کی احادیث بھی تھیں جن کی احادیث کو ترک کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے حسن بن ابی جعفر، عباد بن صہیب اور اس طرح کی ایک جماعت تھی۔ چند ماہ بعد میں آپ کے پاس دوبارہ گیا تو انھوں نے مجھے کتاب الدیات دکھائی اور حسن بن ابی جعفر سے حدیث بیان کی تو میں نے کہا کیا آپ نے ان کی حدیث ترک نہیں کر ڈالی تھی؟

ڈاکٹر الاعظمی نے ابو بکر بن الاسود کے مذکورہ بالا قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

”وَيَبْدُو أَنَّ ابْنَ مَهْدِيٍّ لَمْ يَجِدْ سَبَبًا لِإِسْقَاطِ عَدَالَتِهِ فَبَدَأَ بِحَدِّثِ عَنْهُ مَرَّةً ثَانِيَةً“^(۱)

ظاہر ہوتا ہے کہ ابن مہدی کو ان (حسن بن ابی جعفر) کی عدالت کے ساقط ہونے کا کوئی سبب نہیں ملا چنانچہ انھوں نے دوبارہ آپ سے احادیث بیان کرنی شروع کر دیں۔

۱۲۸. سفیان بن سعید الثوری (م ۲۱۱ھ)

آپ نے اپنے والد سعید بن مسروق، زبید بن حارث، حبیب بن ابی ثابت وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن المبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ابن وہب وغیرہ نے روایت کی ہے^(۲)۔ آپ کی والدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف بہت زیادہ توجہ دی^(۳)۔ عکرمہ بن عمار الیمامی نے آپ کو احادیث کی املاء کروائی جسے آپ نے قلمبند کر لیا تھا^(۴)۔ آپ لکھنے کے بعد مراجعہ کر لیا کرتے تھے^(۵)۔ اور بغیر مراجعہ کے کسی سوال کا جواب نہیں دیتے تھے^(۶)۔ آپ حدیث کو بہت احتیاط سے بیان کرتے تھے^(۷)۔ آپ نے بے شمار کتب جمع کر لی تھیں^(۸)۔ ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب ذکر کی ہیں:

۱۔ الجامع الکبیر ۲۔ الجامع الصغیر ۳۔ الفرائض

۴۔ کتاب رسالۃ ۵۔ کتاب فی التفسیر^(۹)

آپ اپنے تلامذہ کی کتب کی تصحیح اور اصلاح بھی کرتے تھے^(۱۰)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ عبید اللہ بن عبدالرحمن الاشجعی^(۱۱) ۲۔ ابن ابی عثمان^(۱۲)

① الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۲۴۰ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۶/۱ ③ لیبی، تاریخ جرجان، ص: ۲۴۹

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۸/۱۲ ⑤ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۷۹

⑥ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۳۹ ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۶۴

⑧ ابن الجعد، المسند، ص: ۲۴۸ ⑨ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۱۵ ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۱/۹

⑪ ابن الندیم، المعتمد، ص: ۲۲۵ ⑫ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۱۸۰ ⑬ ابن الجعد، مسند، ص: ۲۴۵

⑭ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۶۷ ⑮ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶۵/۱۴ ⑯ الفسوی، تاریخ، ص: ۲۴۱/۲

⑰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۲/۷ ⑱ ابن حنبل، العلل و معرفۃ الرجال، ص: ۱۱۷ ⑲ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۱۱/۱

⑳ الفسوی، تاریخ، ص: ۲۴۱/۲ ㉑ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱۲/۱۰ ㉒ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۵/۷

㉓ الرازی، مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص: ۲۲۵ ㉔ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۳۸۹/۲

- ۳۔ ابو مہران ①
 ۴۔ ابو نعیم ②
 ۵۔ حسین بن الولید النیسابوری ③
 ۶۔ خلف بن تمیم ④
 ۷۔ ربیع بن یحییٰ ⑤
 ۸۔ زائدہ ⑥
 ۹۔ عبد الرحمن بن مہدی ⑦
 ۱۰۔ عبد الرزاق الصنعانی ⑧
 ۱۱۔ عبد العزیز بن ابی عثمان ⑨
 ۱۲۔ عبد اللہ بن عمرو الموصلی ⑩
 ۱۳۔ عبد اللہ بن المبارک ⑪
 ۱۴۔ عبد اللہ بن الولید ⑫
 ۱۵۔ عتاب بن أعین ⑬
 ۱۶۔ غسان بن عبید الاحودی ⑭
 ۱۷۔ الفریابی ⑮
 ۱۸۔ قبیصة ⑯
 ۱۹۔ محمد بن عبد اللہ بن الزبیر ⑰
 ۲۰۔ معانی بن عمران ⑱
 ۲۱۔ مصعب بن ماہان المروزی ⑲
 ۲۲۔ موسیٰ بن مسعود ⑳
 ۲۳۔ نوح بن میمون ㉑
 ۲۴۔ هشام بن یوسف الصنعانی ㉒
 ۲۵۔ ہیان بن بسطام اللہروی ㉓
 ۲۶۔ وکیع بن الجراح ㉔
 ۲۷۔ ولید بن عقبہ الشیبانی ㉕
 ۲۸۔ یحییٰ بن سعید القطان ㉖
 ۲۹۔ یحییٰ بن یمان ㉗

- ① الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ② الفسوی، التاریخ، ص: ۴۱/۲ ③ الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۵
 ④ الرامهرمزی، المحمدات الفاضل، ص: ۷۶، ۳۷ ⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۷۰ ⑥ البیہقی، الامام، ص: ۱۳۶
 ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۱ ⑧ ابن الجعد، مسند، ص: ۲۳۶ ⑨ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۸۰
 ⑩ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۵۹/۶ ⑪ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۳۳/۲ ⑫ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۲۵
 ⑬ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۸۹/۲ ⑭ الازدی، تاریخ الموصل، ص: ۳۰۶
 ⑮ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۵۶/۹ ⑯ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۴/۱ ⑰ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۳/۴
 ⑱ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۲۰/۲ ⑲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۰/۶ ⑳ البیہقی، السنن الکبریٰ، ص: ۷۹/۱
 ㉑ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۲۱۷/۲ ㉒ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۲۷/۱۲ ㉓ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۰/۴
 ㉔ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۰/۴ ㉕ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۰۳/۵ ㉖ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹۵/۳ ㉗ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۵۵/۹
 ㉘ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۰/۱۰ ㉙ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۳/۱۰ ㉚ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۶۳/۴
 ㉛ الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ㉜ ابن ضیل، العلل، ص: ۱۱۶ ㉝ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۳۱/۲ ㉞ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۱/۱۱
 ㉟ الحاکم، معرفة علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ㊱ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۳۱/۲ ㊲ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۶۶
 ㊳ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۵ ㊴ ابن الجعد، مسند، ص: ۲۳۵ ㊵ ابن المدینی، العلل، ص: ۵۳/۱ ㊶ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۵۹/۶
 ㊷ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲۲/۱۳، ۱۶۵/۹

۱۲۹. ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی سبرۃ (م ۶۲ھ)

آپ نے زید بن اسلم، صفوان بن سلیم، عطاء اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد الرزاق، سلیمان بن محمد بن سبرۃ وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ ابن جریج کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں۔ محمد بن عمر کا قول ہے:

”حدثني ابوبكر بن عبد الله بن ابی سبرۃ قال قال ابن جریج أكتب لي أحاديث السنن قال فكتب له ألف حديث ثم بعثت بها إليه ما قرأها على ولا قرأتها عليه قال محمد بن عمر فسمعت ابن جریج بعد ذلك يحدث يقول حدثنا ابوبكر بن ابی سبرۃ في أحاديث كثيرة“ ②

مجھے ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی سبرۃ نے بیان کیا کہ ابن جریج نے کہا میرے لیے سنن سے متعلق احادیث لکھ دیں ابوبکر نے کہا چنانچہ میں نے ان کے لیے ایک ہزار احادیث لکھیں پھر میں نے انہیں ان کی طرف ارسال کیا ابن جریج نے نہ ہی ان (احادیث) کو مجھے پڑھ کر سنائی اور نہ ہی میں نے ان (احادیث) کو انہیں پڑھ کر سنائی محمد بن عمر نے کہا اس کے بعد میں نے ابن جریج سے سنا وہ بہت سی احادیث ابوبکر بن ابی سبرۃ سے بیان کرنے لگے۔

۱۳۰. حبیب بن ابی حبیب الحرمی (م ۶۲ھ)

آپ نے قتادہ، عمرو بن ہرم، حسن بصری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن حبیب اور ابن مہدی، یزید بن ہارون وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ داؤد بن شیب ④ اور یحییٰ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھیں ہوئی تھیں ⑤۔

۱۳۱. زہیر بن محمد التمیمی (م ۶۲ھ)

آپ نے زید بن اسلم، شریک بن ابی نمر، عاصم الاحول وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابوداؤد الطیالسی، روح بن عبادہ، ابو عامر العقدي وغیرہ نے روایت کی ہے ⑥۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ امام ابو حاتم کا بیان ہے:

”فما حدث من كتبه فهو صالح وما حدث من حفظه ففيه أغاليط“ ⑦

انہوں (زہیر) نے جو اپنی کتب سے حدیث بیان کی وہ قابل اعتبار ہیں اور جو انہوں نے اپنے حفظ سے حدیث

بیان کی تو اس میں اغلاط (غلطیاں) ہیں۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۲۷

② ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۶۱/۵ ③ ابن قتیبة، المعارف، ص: ۲۸۹ ④ الدولابی، الکلی والاسماء، ص: ۱۲۱/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۰/۲ ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۹۹/۱

⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۵۳/۱ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۹۹/۱ ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۸/۳

⑩ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۹۰/۱ ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۹/۳ ⑫ الباجی، التذیل والتجرح، ص: ۵۹

۱۳۲. شعیب بن ابی حمزہ (م ۶۲ھ)

آپ نے نافع، ابن منکدر، زہری اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے بشر بن شعیب اور بقیہ بن ولید بن مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے ①۔ امام ذہبی کا بیان ہے:

”کان ملیح الضبط أنیق الخط كتب للخليفة هشام شيئاً كثيراً بإملاء الزهري عليه ②“

آپ بہت قوی حافظہ اور پسندیدہ تحریر والے تھے آپ نے خلیفہ ہشام کے لیے امام زہری سے بڑی تعداد میں احادیث لکھیں۔

عبداللہ کا قول ہے:

”سالت ابي عن شعيب بن ابي حمزة كيف سماعه من الزهري قلت أليس

عرض؟ قال لا حديثه يشبه حديث الإملاء ③“

میں نے اپنے والد سے شعیب بن ابی حمزہ کے بارے میں پوچھا کہ ان کا زہری سے سماع کیسا ہے؟ کیا عرض (شیخ

کو حفظ سے یا کتاب سے پڑھ کر حدیث سنانا) کے طریقہ سے نہیں ہے۔ کہنے لگے نہیں! انھیں احادیث املاء کے

ذریعے حاصل ہوئیں۔

آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں جنہیں امام احمد بن حنبل نے دیکھا اور انھیں پسند کیا۔ امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

”نظرت في كتب شعيب أخرجها إلى ابنه فإذا بها من الحسن والصحة

والشكل ونحو هذا ④“

میں نے شعیب کی کتب دیکھیں جو انھوں نے اپنے بیٹے کی طرف ارسال کی تھیں۔ بڑی خوش خط اور جلی حروف میں لکھی ہوئی تھیں۔

علی بن عیاش کا قول ہے:

”شعيب بن ابي حمزة كان من خيار الناس كان ضئيلاً بالحديث وكان يعد

نا بالمجلس فنقيم نقضيه إياه فإذا فعل فإنما كتابه بيده ما نأخذه ⑤“

شعیب بن ابی حمزہ پسندیدہ لوگوں میں سے تھے، آپ حدیث بیان کرنے میں بکل سے کام لیتے تھے، ہمارے مطالبہ پر آپ مجلس کا وعدہ کرتے تھے جسے ہم قائم کرتے جب مجلس قائم ہو جاتی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوتی جسے ہم پکڑتے نہیں تھے۔

① ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۳۵۱/۴ ② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۱/۱ ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۱/۱

④ ابن حنبل، العلل معرفۃ الرجال، ص: ۳۹۶/۲ ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۳۵/۲

⑥ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۱/۱ ⑦ ابو زرعہ، التاریخ، ص: ۶۷

حکم بن نافع کا بیان ہے:

”شعیب بن ابی حمزہ حدیث مشکل سے بیان کرتے تھے۔ ان کی وفات کے وقت ہم ان کے پاس آئے تو کہنے لگے یہ میری کتب ہیں جن کی میں نے تصحیح کر ڈالی ہے۔ جس کا جی چاہے مجھ سے لے لے اور جس کا جی چاہے وہ بطور عرض مجھ سے احادیث بیان کرے اور جس کا جی چاہے وہ میرے بیٹے سے ان کا سماع کر لے کیونکہ میرے بیٹے نے ان احادیث کو مجھ سے سنا ہے“^(۱)۔

امام ابو زرہ کا قول ہے:

”لم یسمع ابو الیمان من شعیب إلا حدیثاً واحداً والباقی إجازة“^(۲)
ابو الیمان نے شعیب سے صرف ایک حدیث سنی ہے اور باقی احادیث انھوں بطور اجازہ حاصل کی ہیں۔

بشر بن شعیب اور حکم بن نافع ابو الیمان نے شعیب بن ابی حمزہ کی کتب بطور اجازہ^(۳) ان سے روایت کی ہیں^(۴)۔

۱۳۳۔ ابراہیم بن طہمان ابو سعید الخراسانی (م ۱۶۳ھ)

آپ نے ابو اسحاق السبعی، شعبہ سفیان ثوری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حفص بن عبد اللہ السلمی خالد بن نزار ابن المبارک اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے^(۵)۔ آپ نے بہت سی احادیث لکھیں اور انھیں کئی کتب میں مدون کیا۔

احمد بن سيار کا قول ہے:

”کان ابراہیم بن طہمان ہروی الأصل ونزل نيسابور ومات بمكة وكان

جالس الناس فكتب الكثير ودون كتبه“^(۶)

ابراہیم بن طہمان ہروی الاصل تھے۔ نیشاپور میں قیام فرمایا اور مکہ میں وفات پائی اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھے اور بہت سی احادیث لکھیں اور اپنی کتب میں مدون کیا۔

ابن الندیم نے آپ کی درج ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے:

① ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۲۴۲/۲ ② ابو زرہ، تاریخ، ص: ۶۷ ③ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۲

④ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۸۱/۱ ⑤ ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۲۴۲/۲

⑥ ”اجازة“ روایت حدیث کی اجازت دینے کا ایک طریقہ ہے جس میں شیخ زبانی یا لکھ کر روایت حدیث کی اجازت دیتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۳۳۱

⑦ ابن خلیل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۴۹۶/۲ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۵۹/۱ ⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۲۲ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۸۱/۱

⑪ ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۱۲۹/۱

⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰۷/۶ ⑬ ابن حجر، تہذیب الجہدیب، ص: ۱۳۰/۱ ⑭ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۸۰۲ ⑮ الباجی، التعلیل والتأخر، ص: ۶۸

- ۱۔ کتاب التفسیر
- ۲۔ کتاب السنن
- ۳۔ کتاب العیدین
- ۴۔ کتاب المناقب ①

عبداللہ بن المبارک آپ کی کتب کی تعریف کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے:

”ابراہیم بن طہمان صحیح الکتب“ ② (ابراہیم بن طہمان کی کتب صحیح ہیں)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ امام ابو حنیفہ: ابراہیم بن طہمان بیان کرتے ہیں:

”میں مدینہ آیا اور وہاں سے میں نے احادیث لکھیں پھر کوفہ میں امام ابو حنیفہ کے گھر حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ مجھے کہنے لگے تم نے وہاں کن لوگوں سے احادیث لکھی ہیں۔ چنانچہ میں نے حضرات کے نام لیے پھر کہنے لگے کیا آپ نے مالک بن انس سے کچھ لکھا ہے۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے کہا جو کچھ تم نے ان سے لکھا ہے وہ میرے پاس لاؤ چنانچہ میں انھیں (احادیث کو) لے آیا تو آپ نے کاغذ اور روشنائی منگائی تو میں آپ کو املاء کرواتا رہا اور آپ لکھتے رہے“ ③۔

۲۔ حفص بن عبداللہ بن راشد السلمی: آپ ابراہیم بن طہمان کے کاتب (حدیث) تھے ④۔ انھوں نے آپ سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑤۔ بعد ازاں ان کے بیٹے احمد نے ان سے اس ”نسخہ“ کو روایت کیا ہے ⑥۔

۳۔ خالد بن نزار الغسانی: انھوں نے آپ سے ایک ”نسخہ“ نقل کیا ہے ⑦۔

۴۔ محمد بن سابق: انھوں نے بغداد میں آپ سے احادیث لکھیں ⑧۔

۱۳۴۔ محمد بن عبداللہ بن علائہ (م ۶۳ھ)

آپ نے اپنے بھائی زیاد بن محمد اور سلیمان بن محمد عبید اللہ بن عمر العمری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے حری بن حفص، حفص بن غیاث، محمد بن سلمہ الحرانی سے روایت کی ہے ⑨۔

امام سفیان ثوری کے درج ذیل کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے احادیث لکھی تھیں۔ جب آپ عہدہ قضاء پر فائز ہوئے تو سفیان ثوری نے آپ سے کہا:

”یا ابن علائہ اکتبت العلم لو اشتريت صبراً بدرهم۔ یعنی سمیکاثم

- | | | |
|--------------------------------------|------------------------------------|------------------------------------|
| ① ابن النديم، الفهرست، ص: ۲۲۸ | ② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۰۸/۱ | ③ الباجی، التعلیل والتجریح، ص: ۱۷ |
| ④ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۳ | ⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۷۵/۱ | ⑥ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۴۰۳/۲ |
| ⑦ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص: ۲۷۳/۱ | ⑧ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۱۲۳/۳ | ⑨ الخطيب، تاريخ بغداد، ص: ۱۰۶/۶ |
| ⑧ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۲۷۰/۹ | | |

درت فی سڪك الكوفة لكان خيراً من هذا^①

اے علاش کے بٹے کیا تم نے علم (احادیث) اس لیے لکھا تھا کاش تم اس (قضاء) کے بدلے میں ایک درہم کا ڈھیر خرید کر کوفہ کی گلیوں میں (انھیں بیچنے کے لیے) گھومتے یہ تمہارا لیے بہتر ہوتا۔

۱۳۵. ہمام بن یحییٰ البصری (م ۶۳ھ)

آپ نے عطاء بن رباح، زید بن اسلم، قنادة وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن المبارک، ابن علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے^②۔ آپ کے پاس کتاب تھی۔ یزید بن زریج کا قول ہے:

”ہمام حفظہ ردئ و کتابہ صالح“^③

ہمام کا حافظہ بیکار ہے اور ان کی کتاب قابل اعتبار ہے۔

ابو حاتم کا قول ہے۔

”ہمام أحب إلی ما حدث من کتابہ“^④

ہمام نے جو احادیث اپنی کتاب سے بیان کی ہیں وہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔

عفان^⑤ اور ہدبہ کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^⑥۔

۱۳۶. شبان بن عبدالرحمن التمیمی (م ۶۳ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر، قنادة، حسن بصری وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے زائد بن قدامہ، امام ابو حنیفہ، ابو داؤد الطیالسی نے روایت کی ہے^⑦۔ آپ صاحب کتاب تھے^⑧۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک کتاب قرآن کی تفسیر پر مشتمل تھی^⑨۔ حسن بن موسیٰ نے آپ سے احادیث لکھی تھیں^⑩۔

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۷۹/۵ ② ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۷۰/۱۱

③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۰۸/۴ ④ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۳ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۹/۴

⑥ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۱۱/۱ ⑦ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۶۹/۱۱

⑧ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۶۷/۱۱ ⑨ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۱۳

⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۶۶/۱ ⑪ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۷۳/۴

⑫ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۵۶/۲ ⑬ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۷۲/۹ ⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۸۵/۲

⑮ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۱۷۴/۲ ⑯ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۳۷۳/۴

⑰ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۷۹/۷ ⑱ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۴/۱

⑲ الرازی، تاریخ الموصل، ص: ۳۰۶

۱۳۷. عبد العزیز بن عبد اللہ الماجشون (م ۶۴ھ)

آپ نے زہری، عبد اللہ بن دینار، سعد بن ابراہیم اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے ①۔ احمد بن کامل کا بیان ہے:

”آپ متعدد کتب کے مصنف تھے اور یہ سب کتب ابن وہب نے آپ سے روایت کی ہیں“ ②۔

ان کی کتب میں سے ایک کتاب کا نام ”کتاب الموطاء“ ہے۔ جلال الدین السیوطی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک نے اپنی کتاب ”الموطاء“ کی تالیف میں اس کتاب سے استفادہ کیا تھا ③۔ اہل بغداد نے بھی آپ سے احادیث لکھی تھیں ④۔

۱۳۸. أسود بن شیبان (م ۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، عبد اللہ بن مضارب وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، وکیع، ابوالولید الطیالی وغیرہ نے روایت کی ہے ⑤۔ عبد الرحمن بن مہدی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کا بیان ہے:

”جب سفیان بصرہ میں ہمارے ہاں چھپے ہوئے تھے تو انھوں نے میرے پاس ایک ورق دیکھا تو کہنے لگے یہ ورق کیسا ہے؟ تو میں نے جواب دیا یہاں کے شیخ کا رقعہ ہے۔ جس کا نام أسود بن شیبان ہے جو ابونوفل بن ابی عقرب سے روایت کرتے ہیں تو انھوں نے اس ورق (رقعہ) پر نظر ڈالی اور کہنے لگے جب تم اس شیخ کے پاس جانے لگو تو مجھے بتا دینا ⑥۔

۱۳۹. سليمان بن المغيرة القيس (م ۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ثابت البنانی، ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے۔ آپ سے سفیان ثوری، شعبہ ابن المبارک وغیرہ نے روایت کی ہے ⑦۔ ابو داؤد الطیالی نے آپ سے احادیث لکھیں اور یہ کتاب امام احمد بن حنبل کے پاس تھی ⑧۔

۱۴۰. عبد الرحمن بن ثابت الدمشقي (م ۶۵ھ)

آپ نے اپنے والد ثابت بن ثوری، زہری، عطاء بن ابی رباح اور دوسرے اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، زید بن الحباب، بقیہ وغیرہ نے روایت کی ہے ⑨۔ یعقوب بن سفیان کا بیان ہے:

- ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۲/۱ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۲/۶
 ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۲/۱ ④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۳۹/۱۰
 ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۹/۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۰/۴
 ⑦ ابن حنبل، العلل، معرفۃ الرجال، ص: ۳۸۲/۳ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۰/۴
 ⑨ ابن المدینی، العلل، ص: ۲۵/۱ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۰/۶

”قدم عبدالرحمن بن ثابت إلى بغداد فكتب عنه أصحابنا“^①

عبدالرحمن بن ثابت بغداد شریف لائے جہاں ہمارے اصحاب نے آپ سے (احادیث) لکھیں۔

۱۴۱. عبداللہ بن العلاء ابوزبر الربعی (م ۶۵ھ)

آپ نے بشر بن عبید اللہ، ضحاک بن عبدالرحمن، مکحول وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے آپ کے بیٹے ابراہیم اور زید بن

الحباب، ولید بن مسلم اور دیگر اصحاب نے روایت کی ہے^②۔ یعقوب بن سفیان کا قول ہے:

”كتب أصحابنا عنه ببغداد“^③

ہمارے اصحاب نے بغداد میں ان سے احادیث لکھی تھیں۔

۱۴۲. علی بن مبارک الہنائی (م ۶۵ھ)

آپ نے یحییٰ بن ابی کثیر، عبدالعزیز بن صہیب، ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، ابن المبارک، ابن

علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے^④۔ آپ صاحب کتب تھے۔ ابو داؤد کا قول ہے:

”كان عنده كتابان كتاب سماع و كتاب إرسال“^⑤

آپ کے پاس دو کتب تھیں ایک کتاب سماع اور دوسری کتاب ارسال تھی۔

ہارون بن اسماعیل کے پاس بھی آپ کی ایک کتاب تھی^⑥۔

۱۴۳. مبارک بن فضالہ البصری (م ۶۵ھ)

آپ نے حسن بصری، بکر بن عبداللہ المزنی، ابن المنکدر، ہشام بن عروہ اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے^⑦۔ آپ کو چودہ

برس حضرت حسن بصری کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے^⑧۔ امام علی بن مدینی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا ہے

آپ فرما رہے تھے: ”كنا كتبنا عن مبارك في ذلك الزمان“^⑨

ہم اس زمانہ میں مبارک سے احادیث لکھا کرتے تھے۔

۱۴۴. وہیب بن خالد الباہلی (م ۶۵ھ)

آپ نے حمید الطویل، ایوب، خالد الخذاء وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے اسماعیل بن علیہ، ابن المبارک، ابن المہدی نے

① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۳/۱۰ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۸/۱۰ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۰/۵

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۶/۱۰ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۷

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۵/۷ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۱۱ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۸۷/۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸/۱۰ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۹/۱۰

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰/۱۰ ⑫ ابن الجعد، المسند، ص: ۴۲۹

روایت کی ہے ①۔ عفان نے آپ سے چار ہزار احادیث لکھی ہیں ②۔

۱۴۵. صدقة بن عبدالله السمین (م ۶۶ھ)

آپ نے زید بن واقد، ابراہیم بن مرہ، ہشام بن عروہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اسماعیل بن عیاش، بقیہ، ولید بن مسلم اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ③۔ آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں ④۔ امام ابن ابی حاتم کا قول ہے:

”نظرت فی مصنفات صدقة بن عبدالله السمین عند عبدالله بن یزید الدمشقی۔۔۔“ ⑤

میں نے عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس صدقة بن عبداللہ السمین کی تصنیفات میں دیکھا۔

عبداللہ بن یزید الدمشقی کے پاس آپ کی تصنیفات تھیں ⑥۔

۱۴۶. محمد بن میمون ابو حمزة السکری (م ۶۶ھ)

آپ نے ابواسحاق السبعی، زیاد بن علاقہ، اعمش اور دیگر اصحاب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک، فضل بن موسیٰ، عبدان بن عثمان وغیرہ نے روایت کی ہے ⑦۔ آپ صاحب کتب اور مؤلفات ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

”ابراہیم بن طهمان والسکری یعنی أباحمزة صحیحا للکتب“ ⑧

ابراہیم بن طهمان اور ابو حمزة السکری کی کتب صحیح ہیں۔

علی بن حسن بن شقیق نے ان کی کتاب ”کتاب الصلاة“ کا ان سے سماع کیا ہے ⑨۔

۱۴۷. معقل بن عبيدالله الجزری (م ۶۶ھ)

آپ نے عطاء بن ابی رباح، ابو الزبیر، عکرمہ بن خالد وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، محمد بن یزید، وکیع وغیرہ نے روایت کی ہے ⑩۔ حسن بن محمد ⑪ اور ابو جعفر النخعی نے آپ سے احادیث نقل کی ہیں ⑫۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۶۹/۱۱ ② الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۳۸

③ الخزر، خلاصة تہذیب، ص: ۱۳۶ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۵/۴

⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۲۹/۲ ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۱۰/۲

⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴۲۹/۲ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۸۶/۹

⑨ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۷ ⑩ الباجی، التعلیل والتجریع، ص: ۶۸

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۳/۱۰ ⑫ الخطیب، الکفاہ، ص: ۲۳۳

⑬ الطبرانی، المعجم الاوسط، ص: ۸۹، ۵۷/۱ ⑭ الدارقطنی، سنن الدارقطنی، ص: ۷۷

۱۴۸. حماد بن سلمة البصری (م ۶۷ھ)

آپ نے ثابت البنانی، حمید الطویل، ہشام بن عروہ، انس بن سیرین اور بہت سے دوسرے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ سے ابن جریج، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ نے روایت کی ہے ^(۱)۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کی ہیں ^(۲)۔ ابن العماد رقمطراز ہیں:

”لہ تصانیف فی الحدیث“ ^(۳)

حدیث میں ان کی تصانیف ہیں۔

امام ابوداؤد کا قول ہے:

”لم یکن لحماد بن سلمة کتاب إلا کتاب قیس بن سعد“ ^(۴)

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب کے سوا کوئی کتاب نہیں تھی۔

آپ کے بے شمار تلامذہ تھے جنہوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا ^(۵)۔ درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

- | | |
|---------------------------------------|---|
| ۱۔ عبد اللہ بن المبارک ^(۶) | ۲۔ بہز ^(۷) |
| ۳۔ حجاج بن منہال ^(۸) | ۴۔ زید بن عوف ^(۹) |
| ۵۔ سلیمان بن حرب ^(۱۰) | ۶۔ الشانی ^(۱۱) |
| ۷۔ عبد الواحد بن غیاث ^(۱۲) | ۸۔ عفان ^(۱۳) |
| ۹۔ عمرو بن سلمہ ^(۱۴) | ۱۰۔ عمرو بن عاصم الکلابی ^(۱۵) |
| ۱۱۔ محمد بن الفضل ^(۱۶) | ۱۲۔ موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی ^(۱۷) |
| ۱۳۔ ہدبہ بن خالد ^(۱۸) | ۱۴۔ وہب ^(۱۹) |

- ① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱: ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۱۲/۳
- ② ابن العماد، شذرات الذہب، ص: ۶۲/۱
- ③ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱
- ④ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۱۰
- ⑤ الرازی، المجروح والتعذیل، ص: ۵۷۰/۱
- ⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۳
- ⑦ الحمیدی، جذوة المختص، ص: ۲۳۵
- ⑧ الرازی، المجروح والتعذیل، ص: ۵۷۰/۱
- ⑨ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۰۵/۳
- ⑩ ابن الجعد، المسند، ص: ۴۴۱
- ⑪ الرازی، تقدمۃ المجروح والتعذیل، ص: ۳۲۹
- ⑫ السمعانی، أدب الإماماء، ص: ۱۱
- ⑬ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰
- ⑭ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۳
- ⑮ آپ نے حماد بن سلمہ سے دس ہزار سے زائد احادیث لکھی ہیں؛ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹۱/۱
- ⑯ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱
- ⑰ آپ نے بھی حماد بن سلمہ سے دس ہزار سے کچھ زائد احادیث لکھی ہیں؛ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۶۹/۳
- ⑱ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۰۳/۱
- ⑲ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۵۹/۸
- ⑳ الترمذی، شمائل الترمذی، ص: ۶
- ㉑ ابو نعیم، تاریخ اصحابان، ص: ۱۰۰/۱
- ㉒ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱۰
- ㉓ الباجی، التعذیل والتجریح، ص: ۱۶۸
- ㉔ ابن حجر، تہذیب العہد، ص: ۲۵/۱۱
- ㉕ الفسوی، التاریخ، ص: ۲۰۵/۳

۱۵۔ یحییٰ بن الضریس ①

۱۶۔ یحییٰ بن سعید القطان ②

۱۷۔ چند دوسرے اشخاص ③

۱۳۹۔ قیس بن الربیع الأسدی (م ۱۶۷ھ)

آپ نے ابواسحاق السبعی، مقدم بن شریح، ابن ابی پللی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابان بن تغلب، شعبہ، سفیان ثوری اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ④۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑤۔ یعقوب بن ابی شیبہ کا قول ہے:

”کتابہ صالح و هو ردی الحفظ“ ⑥

آپ کی کتاب قابل اعتبار ہے جبکہ آپ کا حافظہ بے کار ہے۔

ابن نمیر کا قول ہے:

”کان له ابن هو آفته نظر أصحاب الحديث فی کتبه فانکروا حدیثه و ظنوا
أن ابنه قد غیرها“ ④

آپ کا بیٹا تھا جو آپ کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔ محدثین نے آپ کی کتب دیکھیں تو آپ کی حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور انھوں نے سمجھا کہ شاید ان کے بیٹے نے اس (کتاب) میں رد و بدل کیا ہے۔

ابوالولید نے آپ سے چھ ہزار احادیث لکھی ہیں۔ ان کا قول ہے:

”کتبت عن قیس بن الربیع ستة آلاف حدیث هی أحب إلی من ستة آلاف دینار“ ⑧

میں نے قیس بن الربیع سے چھ ہزار احادیث لکھی ہیں جو مجھے چھ ہزار دینار سے زیادہ محبوب ہیں۔

۱۵۰۔ خارجه بن مصعب السرخی (م ۱۶۸ھ)

آپ نے زید بن اسلم، سہیل بن ابی صالح، ابو حازم وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابوداؤد الطیالسی، علی بن حسن وغیرہ نے روایت کی ہے ⑨۔ آپ صاحب کتب تھے ⑩۔ امام ابوداؤد کا قول ہے:

- ① الرازی، الجرح والتعديل، ج: ۱/۱۳۱ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱/۲۰۳
- ② ابن الجعد، المسند، ج: ۳۳۲ ③ الفسوی، التاریخ، ج: ۳/۲۰۵ ⑥ ابن حبان، الجرح وحصین، ج: ۱۰
- ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۸/۳۹۱
- ⑤ البخاری، التاریخ الصغیر، ج: ۱۹۲ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۸/۳۹۲
- ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۸/۳۹۳
- ⑦ ابن حبان، الجرح وحصین، ج: ۲۵ ⑧ الخطیب، تاریخ بغداد، ج: ۱۲/۳۶۰ ⑨ الذہبی، میزان الاعتدال، ج: ۳/۳۹۳
- ⑧ الخاکم، المدخل، ج: ۲۲ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۸/۳۶۳ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱/۲۰۵
- ⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ج: ۱۲/۳۵۸ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۸/۳۹۵ ⑬ الذہبی، میزان الاعتدال، ج: ۳/۳۹۶
- ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳/۷۶ ⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳/۷۸

”خارجة أودع كتبه عند غياث بن ابراهيم فأفسد ها عليه“^①

خارجہ نے اپنی کتب غیاث بن ابراہیم کے پاس رکھیں جنہیں انھوں نے خراب کر دیا۔

امام حاکم نیشاپوری کا قول ہے:

”ونسخ كثيرة للعرب ينفرد بها خارجة بن مصعب السرخسي عنهم“^②

عرب کے ہاں بہت سے نسخ تھے، خارجہ بن مصعب السرخسی ان سے نقل کرنے میں منفرد تھے۔

ابن عدی کا بیان ہے:

”له حديث كثير و أصناف فيها مسند و منقطع...“^③

ان (خارجہ بن مصعب) کی مختلف اصناف میں کثیر حدیث ہیں جن میں متصل اور منقطع روایات ہیں۔

۱۵۱. سعید بن بشیر الأزدي (م ۲۸۸ھ)

آپ نے قنادة، زہری، عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے بقیہ اسد بن موسیٰ، ابن عیینہ اور دیگر اصحاب نے

روایت کی ہے^④۔ آپ صاحب تصانیف تھے۔ ابن عدی کا بیان ہے:

”وله عند أهل دمشق تصانيف رأيت له تفسيراً مصنفاً“^⑤

اہل دمشق کے پاس ان (سعید بن بشیر) کی تصانیف تھیں۔ میں نے آپ کی تصانیف میں سے ایک تفسیر کی کتاب دیکھی ہے۔

۱۵۲. محمد بن جابر بن سيار اليمامي (م ۱۶۸ھ)

آپ نے قیس بن طلق، عبد الملک بن عمیر اور عبد العزیز بن رفیع سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بھائی ایوب، ایوب

السخنیانی اور عبد اللہ بن عوف نے روایت کی ہے^①۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں اور عبد اللہ بن المبارک نے آپ کو کتب سے

حدیث بیان کرنے کی وصیت فرمائی تھی^②۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

”ربما الحق في كتابه أو يلحق في كتابه“^③

ممکن ہے کہ آپ نے اپنی کتاب میں اضافہ کر لیا ہو یا کسی دوسرے شخص نے اس میں اضافہ کیا ہو۔

① ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۷۸/۳ ② الحاکم، معرّفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۶۵ ③ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۷۸/۳

④ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۸/۴ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۴۲/۲ ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۰۳/۲ ⑦ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۰/۴

① ابن البدینی، العلل، ص: ۳۶۹/۱ ② ابن عدی، الکامل، ص: ۴۸/۳

④ ابن البدینی، العلل، ص: ۳۶۹/۱ ⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۴۸/۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۸۸/۹

⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۱۹/۳

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ان کی آخری عمر میں ان کی کتب ضائع ہو گئیں اور ان کا حافظہ کمزور ہو گیا اور انھیں لقمہ دیا جاتا تھا ①۔
درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

- ۱۔ اسحاق بن ابراہیم آپ کی طرف سفر کر کے یمامہ گئے اور ان کی کتب سے احادیث لکھیں ②۔
- ۲۔ آپ کے مکہ اور یمامہ کے اصحاب ③۔

۱۵۳۔ نافع بن یزید الکلاعی (م ۶۸ھ)

آپ نے نے یزید بن عبد اللہ ہشام بن عروہ اور عقیل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وہب، شعیب بن یحییٰ اور ابوالاسود نے روایت کی ہے ④۔ ابوالاسود الضر بن عبد الجبار المرادی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ ابن معین، ابوالاسود کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا: "أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْهِ كِتَابُ نَافِعٍ" ⑤۔
نافع کی کتاب انھیں نکال کر دیں۔

۱۵۴۔ یحییٰ بن ایوب الغافقی (م ۶۸ھ)

آپ نے حمید الطویل، یحییٰ بن سعید اور عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے استاد ابن جریج، لیث اور ابن وہب نے روایت کی ہے ⑥۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ امام حاکم کا قول ہے:
"مَا حَدَّثَ مِنْ كِتَابِهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ" ⑦۔
جو ان کی کتاب سے روایت کیا گیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۵۵۔ ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ (م ۶۹ھ)

آپ نے حکم بن عیینہ، ابی اسحق اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ ابو شیبہ، جریر بن عبد الحمید اور دوسرے اصحاب نے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ یزید بن زریج ⑨ اور علی بن جعد کے پاس آپ کی مرویات لکھی ہوئی تھیں ⑩۔

۱۵۶۔ حسن بن صالح بن صالح الہمدانی (م ۶۹ھ)

آپ نے اپنے والد صالح، ابی اسحاق اور عمرو بن دینار وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، ابن مبارک اور حمید بن عبد الرحمن نے روایت کی ہے ⑪۔ ابن عدی کا قول ہے: "حسن بن صالح سے ایک قوم "نسخ" کی صورت میں روایت کرتی ہے

① الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۱۹/۳ ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۶/۳

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۱/۷ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۵۱/۳

⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۱۹/۳ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۲/۱۰

⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۸۰/۳ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲/۱۰

⑨ ابن حجر، ہدی الساری، ص: ۲۲۱/۲ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۷/۱۱

⑪ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۱۱/۶ ⑫ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۱۵/۱

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸۷/۱۱

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۵/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۵/۲

- ۱۔ ابن مبارک^①
- ۲۔ ابن وہب^② ابن معین کا قول ہے: ”ابن لہیعہ کی احادیث کو لکھا گیا ہے یہاں تک کہ ابن وہب ان سے مرتے دم تک حدیث لکھتے رہے“^③۔
- قتیبہ کا بیان ہے کہ ہم ابن لہیعہ کی احادیث کو ابن لہیعہ کے بھتیجے اور ابن وہب کی کتب کے علاوہ کسی سے نہیں لکھتے تھے^④۔
- ۳۔ آپ کے بے شمار تلامذہ جن کے نام مذکور نہیں^⑤۔
- ۴۔ ابوالاسود دغیر بن عبد الجبار المرادی (ابن لہیعہ کے کاتب)^⑥۔
- ۵۔ الامور: آپ کا بیان ہے ”عامر نے مجھ سے ابن لہیعہ کی کتاب مستعار لی“^⑦۔
- ۶۔ عبد الرحمن بن مہدی^⑧
- ۷۔ قتیبہ بن سعید^⑨
- ۸۔ لہیعہ بن عیسیٰ^⑩
- ۹۔ عثمان بن صالح^⑪
- ۱۰۔ یحییٰ بن بکیر^⑫

۱۷۴۔ جریر بن حازم الازدی (م ۱۷۵ھ)

آپ نے ابی طفیل، ابن رجاء اور حسن بصری سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، ایوب اور آپ کے بیٹے وہب نے روایت کی ہے^⑬۔ آپ صاحب کتاب تھے^⑭۔ آپ نے جریر، ایوب السخنیانی اور لیث بن سعد سے ایک طویل نسخہ نقل کیا ہے^⑮۔

۱۷۵۔ السکن بن ابی خالد (م ۱۷۵ھ)

آپ نے حسن بصری، ابونعامة السعدی سے روایت کی ہے اور آپ سے قتیبہ نے روایت کی ہے^⑯۔

- | | |
|------------------------------------|------------------------------------|
| ① الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۳۶/۲ | ⑫ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۴/۵ |
| ② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۳۷/۲ | ⑬ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۵/۵ |
| ③ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۷/۵ | ⑭ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ④ الفسوی، التاريخ، ص: ۱۳۶/۳ | ⑮ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑤ الفسوی، التاريخ، ص: ۱۳۶/۳ | ⑯ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۵/۵ |
| ⑥ العقيلي، الضعفاء، ص: ۳۱۵ | ⑰ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۳۶/۲ | ⑱ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑧ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۵/۵ | ⑲ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑨ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ⑳ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑩ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉑ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑪ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉒ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑫ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉓ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑬ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉔ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑭ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉕ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑮ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉖ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑯ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉗ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑰ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉘ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑱ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉙ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑲ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉚ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ⑳ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉛ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉑ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉜ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉒ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉝ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉓ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉞ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉔ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㉟ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉕ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊱ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉖ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊲ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉗ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊳ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉘ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊴ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉙ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊵ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉚ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊶ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉛ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊷ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉜ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊸ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉝ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊹ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㉞ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊺ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㊱ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊻ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㊲ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊼ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㊳ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊽ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㊴ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊾ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㊵ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | ㊿ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ |
| ㊶ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊷ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊸ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊹ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊺ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊻ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊼ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊽ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊾ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |
| ㊿ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۷۶/۵ | |

قتیبہ بن سعید کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ①۔

۱۷۶۔ لیث بن سعد الفہمی (۷۵ھ)

آپ نے نافع، ابن ابی ملیکہ اور یزید بن حبیب سے روایت کی ہے اور آپ سے شعیب بن محمد، ہشام بن سعد، ہشیم بن بشیر سے روایت کی ہے ②۔ بعض لوگوں نے آپ سے کہا! ہم آپ سے وہ حدیث سنتے ہیں جو آپ کی کتب میں نہیں ہوتیں۔ تو آپ نے جواب دیا:

”أو كلما في صدري في كتيبي لو كتبت ما في صدري ما وسعه هذا المركب“ ③
کیا میری کتب میں وہ سب کچھ ہے جو میرے سینے میں محفوظ ہے؟ (ایسا نہیں ہے) جو کچھ میرے سینے میں محفوظ ہے اگر میں اسے تحریر کر لیتا تو یہ سواری بھی اس کے لیے کافی نہیں ہے۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی کتب تھیں:

- ۱۔ ابوصالح (لیث کا کاتب) ④
- ۲۔ خالد المدائنی ⑤
- ۳۔ عبداللہ بن واقد ⑥
- ۴۔ قتیبہ بن سعید ⑦
- ۵۔ یحییٰ بن بکیر ⑧

۱۷۷۔ وضاح بن عبداللہ ابو عوانۃ الواسطی (۱۷۶ھ)

آپ نے اشعث بن ابی شعثاء، اسود بن قیس اور قتادہ سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ ابن علیہ اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے ⑨۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ شعبہ نے ابو عوانہ سے کہا:

کتابك صالح و حفظك لا يساوی شیئاً ⑩

تمہاری کتاب صالح ہے اور تمہارا حافظہ کچھ بھی نہیں ہے۔

ابن معین کا قول ہے۔ ”ابو عوانہ ان پڑھ تھے اور لکھنے کے لیے کسی شخص سے مدد لیتے تھے اور آپ خود کتب پڑھا کرتے تھے ⑪۔

عطاء نے ابو عوانہ کو اس لیے خریدا تا کہ ان کے بیٹے یزید کے ساتھ رہیں۔ یزید علم سیکھتے تھے، اور ابو عوانہ ان کی کتب اور دوائیں اٹھاتے اور رکھتے تھے ⑫۔ ابو عبیدۃ الحداد فرماتے ہیں:

- | | | |
|--|------------------------------------|--|
| ① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۹/۴ | ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۴/۸ | ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۴/۸ |
| ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸ | ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸ | ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۱۸/۲ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶۰/۸ | ⑧ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۲۲/۱ | ⑨ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء لا مصار، ص: ۶۰ |
| ⑩ ابن حبان البستی، مشاہیر علماء لا مصار، ص: ۶۰ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۸/۱۱ | ⑫ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۱۴/۱ |
| ⑬ ابن المدینی، العلل، ص: ۱۱۵/۱ | ⑭ الواسطی، تاریخ واسط، ص: ۱۳۵ | |

مجھے ابو عوانہ نے کہا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو میں نے کہا وہ کہتے ہیں جب آپ کتاب سے بیان کرتے ہیں وہ تو محفوظ ہے اور جب کسی کتاب سے بیان نہ کریں وہ غیر محفوظ ہے تو ابو عوانہ نے کہا کہ انھوں نے مجھے بھی نہیں چھوڑا^(۱)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ ہشام بن عبد الملک: ابن خنبل کا قول ہے: ”یحییٰ بن حماد اور ہشام بن عبد الملک ابو عوانہ سے بہت زیادہ روایات لکھا کرتے تھے لیکن ان دونوں میں یحییٰ بن حماد زیادہ روایت کرنے والے تھے“^(۲)۔

۲۔ یحییٰ بن حماد^(۳)

۳۔ عفان بن مسلم: آپ کا بیان ہے کہ ابو عوانہ احادیث یاد کرتے اور پھر ہمیں روایات لکھوایا کرتے تھے۔ آپ ایک لمبی حدیث نکالتے پھر اسے پڑھتے یا اسے لکھواتے تھے^(۴)۔

۱۷۸۔ شریک بن عبد اللہ النخعی الکوفی (م ۱۷۷ھ)

آپ نے زیاد بن علاقہ، ابی اسحق اور عبد الملک سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مہدی، کجج اور یحییٰ بن آدم نے روایت کی ہے^(۵)۔ آپ کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں تھا دودھ دوہتا اور اسے بیچتا اور اس سے ربشر اور صحائف خرید لیتا۔ چنانچہ میں نے علم اور حدیث کو لکھا، اور پھر میں نے فقہ سیکھی^(۶)۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں۔ حاتم بن اسماعیل کے پاس ان کی کتب میں سے تقریباً تیس اجزاء تھے^(۷)۔ ابن عمار کا قول ہے: ”شریک کی کتب صحیح ہیں“^(۸)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ ابو بکر بن ابی شیبہ^(۹)
- ۲۔ اسحاق الازرق^(۱۰)
- ۳۔ حجاج بن محمد^(۱۱)
- ۴۔ الحکم بن ایوب^(۱۲)
- ۵۔ حاتم بن اسماعیل^(۱۳)
- ۶۔ عبد اللہ بن عمرو الموصلی^(۱۴)
- ۷۔ عبد اللہ بن المبارک^(۱۵)
- ۸۔ المرزوقی^(۱۶)
- ۹۔ یزید^(۱۷)

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۳/۷
(۲) ابن المدینی، العلل، ص: ۳۵۱/۱
(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۴۳/۲
(۴) الرازی، المجرع والتعذیل، ص: ۴۱۷، ۲/۱
(۵) ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۲۲۶
(۶) ابن خنبل، تاریخ اصحابنا، ص: ۲۹۸/۱
(۷) ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۶
(۸) ابن المدینی، العلل، ص: ۳۵۱/۱
(۹) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۵/۲
(۱۰) الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۲۳
(۱۱) الواطی، تاریخ واسطہ، ص: ۳۴
(۱۲) الرازی، المجرع والتعذیل، ص: ۴۱۷، ۲/۱
(۱۳) ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۲۶
(۱۴) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۲/۳
(۱۵) ابن خنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۱۳
(۱۶) الرازی، تاریخ الموصل، ص: ۳۰۶
(۱۷) الواطی، تاریخ واسطہ، ص: ۳۴

۱۷۹. محمد بن مسلم الطائفی (م ۱۷۷ھ)

آپ نے ابراہیم بن میسرۃ، عمرو بن دینار اور ابن جریج سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک، عبد الوہاب ثقفی اور عبد الرحمن بن مہدی نے روایت کی ہے ①۔ ابن مہدی کا قول ہے کہ ”ان کی کتب صحیح ہیں“ ②۔ اور ابن معین کا قول ہے: ”جب وہ اپنی کتاب سے روایت کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں“ ③۔ سفیان ثوری کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ معرف بن واصل کا قول ہے: ”میں نے سفیان الثوری کو محمد بن مسلم کے سامنے احادیث لکھتے ہوئے دیکھا“ ④۔

۱۸۰. یزید بن عطاء بن یزید الیشکری (م ۱۷۷ھ)

آپ نے سماک بن حرب، اسماعیل بن ابی خالد اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے عبد الرحمن بن مہدی، حسین بن محمد اور یحییٰ بن اسحاق نے روایت کی ہے ⑤۔ ابو عوانہ، یزید کی کتب اور دوات اٹھایا کرتے تھے ⑥۔

۱۸۱. جعفر بن سلیمان الضبعی (م ۱۷۸ھ)

آپ نے ثابت البنانی اور یزید الرشک اور حمید بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور عبد الرحمن بن مہدی نے روایت کی ہے ④۔ عبد الرزاق الصنعانی کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑧۔

۱۸۲. عبد اللہ بن جعفر بن نجیح السعدی (م ۱۷۸ھ)

آپ نے عبد اللہ بن دینار، علاء بن عبد الرحمن اور ابی الزناد سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے علی بن عبد اللہ، اسماعیل بن جعفر اور بشر بن معاذ نے روایت کی ہے ⑨۔ بہز کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابن حنبل کا قول ہے کہ ہم بہز کے پاس جایا کرتے تھے یعنی میں، ابن معین اور علی بن مدینی۔ اور ہماری نمائندگی علی کیا کرتے تھے۔ پھر ایک دن انھوں نے ایک رجسٹر نکالا جس میں عبد اللہ بن جعفر کی حدیث تھی۔ تو یحییٰ نے کہا اے ابوالحسن! اسے رہنے دو، تو انھوں نے اسے اپنے ہاتھ سے رکھ دیا ⑩۔

ابن حبان کا قول ہے ”کہ ہم نے ایک نسخہ لکھا ہے جس کے اکثر حصہ کا کوئی اصول نہیں ہے“ ⑪۔

- | | |
|------------------------------------|-------------------------------------|
| ① الخرزجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۰۶ | ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۱/۱۱ |
| ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۰/۴ | ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۷/۲ |
| ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۴۴/۹ | ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۵/۵ |
| ④ الخرزجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۳۷۲ | ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۶/۵ |
| ⑤ الباجی، التعلیل والتجرح، ص: ۱۷۱ | |
| ⑥ ابن حنبل، المسند، ص: ۳۳۷/۶ | |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۷۳/۵ | |

۱۸۳۔ حماد بن زید بن درہم الأزدی (م ۱۷۹ھ)

آپ نے ثابت البنانی، انس بن سیرین اور عبد العزیز بن صہیب سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن المبارک، ابن مہدی اور ابن وہب نے روایت کی ہے ^(۱)۔ یحییٰ کا قول ہے:

”لم یکن أحد یکتب عند ایوب إلا حماداً“ ^(۲)

ایوب کے پاس حماد کے علاوہ کوئی لکھنے والا نہ تھا۔

ابن مہدی کا بیان ہے:

”میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو احادیث کو لکھتا نہ ہو اور وہ حماد بن زید سے زیادہ حافظہ والا ہو اور

ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھیں صرف یحییٰ بن سعید کے اجزاء تھے وہ اس میں غلطی کیا کرتے تھے“ ^(۳)۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ خلف بن ہشام البغدادی: عباس الدوری بیان کرتے ہیں کہ خلف نے مجھے یحییٰ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس حماد بن زید کی کتب تھیں اور میں نے ان سے احادیث بیان کی ہیں اور میرے پاس کچھ رقعے باقی رہ گئے جن میں سے بعض مٹے ہوئے تھے میں اور میرے اصحاب جمع ہوئے اور اس کا استخراج کیا۔ آپ کا خیال ہے کہ میں اس سے روایت کروں؟ تو انھوں نے فرمایا اس سے کہو کہ اے ابوسعید اس سے بیان کرو آپ صدوق اور ثقہ ہیں ^(۴)۔

۲۔ سفیان الثوری: ابن مہدی کا قول ہے کہ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا، وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر حماد بن زید سے اس حدیث کے متعلق پوچھ کر لکھ رہے تھے ^(۵)۔

۳۔ سلیمان بن حرب ^(۶)

۴۔ عبد الرحمن بن المبارک: آپ کا قول ہے کہ:

”میں نے عبد الرحمن بن مہدی کے ساتھ حماد بن زید سے سنا تو میں نے کہا اے ابوسعید مجھے نسخہ دیں تو انھوں نے کہا اے میرے بچے میں آپ کی طرف اپنی کتاب بھیجوں گا۔ عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے بستی کے امام سے سفارش کروائی تو وہ آئے اور بیٹھے حتیٰ کہ میں نے بھی ایک نسخہ لکھ لیا ^(۷)۔

۵۔ عبد الرحمن بن مہدی ^(۸)

۶۔ علی بن المدینی: آپ نے ان کی احادیث بچپن میں لکھی ہیں اسی لیے بعض لوگوں نے ان احادیث میں کلام کیا ہے جو حماد بن زید سے ہوں ^(۹)۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳ ② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۳

③ الرازی، المخرج والتعلیل، ص: ۱۳۸/۱ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۲۹/۱ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۶/۳

⑥ اسماعیلی، الامام، ص: ۸۶ ⑦ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۴۱ ⑧ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵

⑨ الخطیب، الکفایہ، ص: ۲۳۵ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۲/۳

۱۸۴. مالک بن انس الأصبحی المدنی (م ۱۷۹ھ)

آپ نے عامر بن عبد اللہ ابن الزبیر اور نعیم بن عبد اللہ سے روایت کی ہے اور آپ سے زہری، یحییٰ بن سعید اور یزید بن عبد اللہ نے روایت کی ہے ①۔ آپ اسلام کے روشن میناروں میں سے تھے۔ بدینہ متورہ کے مشہور امام تھے۔ اور عالم اسلام میں پھیلنے والے چار فقہی مذاہب میں سے ایک کے بانی تھے ②۔

آپ نے اپنی علمی زندگی کی ابتدا کتابت حدیث کے ساتھ کی۔ آپ کا بیان ہے کہ:

”میں نے اپنی ماں سے کہا کہ میں علم حاصل کرنے جا رہا ہوں تو میری ماں نے کہا بیٹے! دھر آؤ پہلے علماء والا لباس تو پہن لو تو پھر حدیث لکھنا، چنانچہ میری ماں نے مجھے کڑھائی والے کپڑے پہنائے اور سر پر ٹوپی رکھی اور اس کے اوپر عمامہ باندھا اور کہا بیٹا اب جاؤ اور جا کر علم سیکھو ③۔

آپ نے تمام شیوخ ہی سے احادیث لکھی ہیں۔ ابن عیینہ کا قول ہے:

ہم امام مالک کے آثار کی پیروی کیا کرتے تھے اور یہ دیکھتے کہ اگر انھوں نے کسی شیخ سے لکھا ہوتا (تو ہم ان سے احادیث لکھ لیتے) وگرنہ اسے چھوڑ دیتے تھے ④۔

بشر الزہرانی نے ایک مرتبہ امام مالک سے ایک شخص کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم نے اسے میری کتب میں دیکھا ہے؟ تو بشر نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اسے میری کتب میں دیکھتے“ ⑤۔

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی فرماتے ہیں:

یہ تمام اقوال اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ نے صرف حافظہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انھیں لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ آپ جب بھی کلام کرتے تو آپ کے اصحاب اسے لکھ لیتے تھے“ ⑥۔

ابو مصعب کا قول ہے:

”میں نے معن بن عیسیٰ کو دیکھا وہ دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر امام مالک جو بھی بولتے اسے لکھ لیتے تھے“ ⑦۔

ابن وہب کا قول ہے کہ میں نے امام مالک کو فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ کی قسم مجھے یہ پسند نہیں کہ تم میری ہر بات سن کر لکھ لو“۔ نیز آپ کا قول ہے: ”اگر جو کچھ ہم نے امام مالک سے سن کر لکھا تھا اسے آپ پر پیش کرتے تو آپ تین چوتھائی حصہ مٹا ڈالتے ⑧۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک کبھی کبھار اپنے تلامذہ کو لکھوایا کرتے تھے۔ امام یحییٰ القطان سے پوچھا گیا کہ کیا امام مالک آپ کو لکھوایا کرتے تھے تو انھوں نے جواب دیا میں ان کے سامنے لکھا کرتا تھا ⑨۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸/۱۰ ② الدارقطنی، احادیث المؤطا، ص: ۷ ③ الراہر مزنی، المحدث الفاصل، ص: ۸ ④ ترتیب المدارک، ص: ۱۱۹/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹/۱۰ ⑥ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۳۰۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶/۱۰ ⑧ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۳۰۰

④ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۲۳۲ ⑤ الحمیدی، جذوة المقتبس، ص: ۲۳۲ ⑥ ابن ابی خثیمہ، التاریخ، ص: ۱۳۷/۳ ⑦ الخطیب، تنقیح العلم، ص: ۱۱۳

امام مالک اپنے شاگردوں کی تصحیح فرمایا کرتے تھے۔ ابن وہب کا قول ہے: ”میں امام مالک کے پاس جایا کرتا۔ آپ اس وقت مضبوط نو جوان تھے۔ آپ میری کتاب پکڑ کر پڑھتے اور اگر اس میں غلطی دیکھتے تو کپڑے کا ٹکڑا لے کر اسے پانی میں گिला کر کے اس غلطی کو مٹا دیتے اور صحیح لکھ دیتے“^(۱)۔ آپ نے ”الموطا“ کے نام سے حدیث کی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کو ایک ہزار سے زائد اشخاص نے آپ سے روایت کیا ہے^(۲)۔ امام شافعی کا قول ہے: ”میں نے اس زمین پر امام مالک کی کتاب (الموطا) سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ نیز آپ کا قول ہے: ”کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب مالک کی ”الموطا“ ہے“^(۳)۔

۱۸۵۔ ابراہیم بن عقیل بن معقل (م ۱۸۰ھ)

آپ نے اپنے والد عقیل بن معقل سے روایت کی ہے۔ آپ سے امام احمد بن حنبل، آپ چچا کے اسماعیل بن عبد الکریم وغیرہ نے روایت کی ہے^(۴)۔ ابن معین کا قول ہے:

”وقد رأيت له ولم يكن به بأس ولكن ينبغي ان تكون صحيفة وقعت إليه“^(۵)
میں نے انھیں دیکھا ہے ان میں کوئی عیب نہیں تھا ممکن ہے کہ صحیفہ ان کے پاس آگیا ہو۔

۱۸۶۔ حفص بن سلیمان الأسدی (م ۱۸۰ھ)

آپ نے عاصم الاحول، عبد الملک بن عمیر اور لیث بن ابی سلیم سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو شعیب، حفص بن غیاث اور علی بن عیاش نے روایت کی ہے^(۶)۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ ”آپ لوگوں کی کتب لے کر انھیں لکھ لیتے اور بغیر سماع کے انھیں روایت کرتے تھے“^(۷)۔
امام شعبہ کا قول ہے کہ ”مجھ سے حفص بن سلیمان نے ایک کتاب لی پھر واپس نہیں کی“^(۸)۔

۱۸۷۔ صدقة بن خالد الاموی (م ۱۸۰ھ)

آپ نے اپنے والد سے خالد، زید بن ابی واقد اور عبد الرحمن بن یزید سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے یحییٰ بن حمزہ ولید بن مسلم اور ابو مسہر نے آپ سے روایت کی ہے^(۹)۔ ابن معین کا بیان ہے:

”كان صدقة بن خالد يكتب عند المحدثين في الألواح و أهل الشام
لا يكتبون عند المحدث يسمعون ثم يجيئون فيأخذون سماعهم منه“^(۱۰)

(۱) ابن وہب، الجامع، ص: ۱۵ (مقدمہ محقق)

(۲) الکتاب، الرسالة المستطرفة، ص: ۱۱

(۳) السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۴۲

(۴) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۶/۱

(۵) الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۱/۱

(۶) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۵۸/۱

(۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۸/۲

(۸) ابن عدی، الکامل، ص: ۸۴/۱ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۹/۲

(۹) الدولابی، الکافی، ص: ۲۵/۲

(۱۰) الخزرجی، خلاصة تہذیب، ص: ۴۶۶ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴۱۵/۲

صدقہ بن خالد محدثین کے پاس الواح پر لکھا کرتے تھے۔ جبکہ اہل شام محدث کے پاس نہیں لکھتے تھے۔ صرف سنتے تھے۔ پھر واپس آتے اور ان سے اپنے سماع کی باتیں حاصل کر لیتے تھے۔

۱۸۸. عبدالوارث بن سعید العنبری البصری (م ۱۸۰ھ)

آپ نے عبدالعزیز بن صہیب شعیب الحجاب اور ابی التیاح سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، آپ کے بیٹے عبدالصمد اور عفان بن مسلم نے روایت کی ہے ①۔ آپ صحیح الکتاب تھے۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے: ”میں بصرہ پہنچا اور جب وہ آپس میں کسی حدیث کے بارے اختلاف کرتے تو عبدالوارث کی کتاب پر فیصلہ کرتے تھے ②۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ عبدالصمد: ابن مدینی کا قول ہے: ”میں نے عبدالوارث کی احادیث عبدالصمد سے لکھیں اور میں یہ چاہتا تھا کہ یہ احادیث ابو معمر سے لکھوں“ ③۔

۲۔ عبداللہ بن عمرو ابو معمر ④

۱۸۹. عبید اللہ بن عمرو ابو الولید الرقی (م ۱۸۰ھ)

آپ نے عبدالملک بن عمیر، عبداللہ بن محمد اور اعمش سے روایت کی ہے اور آپ سے عبداللہ بن جعفر، زکریا بن عدی اور احمد بن عبدالملک نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں ⑥۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ زکریا بن عدی: ان کے پاس احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین آئے اور کہنے لگے ہمیں عبید اللہ بن عمرو کی کتاب دیں، جواب میں زکریا نے کہا تم کتاب کو کیا کرو گے، میں تمہیں ساری (کتاب) املاء کروادیتا ہوں ④۔

۲۔ عمرو بن قسیط الرقی ⑧

۱۹۰. اسماعیل بن عیاش العنسی (م ۱۸۱ھ)

آپ نے محمد بن زیاد صفوان بن عمرو اور ضمضم بن زرعة سے روایت کی ہے اور آپ سے محمد بن اسحاق، سفیان ثوری اور اعمش

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۳/۶

② المسلم، کتاب التیمیر، ص: ۵

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵/۱۰

④ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵/۱۰

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳/۷

⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۰۰/۱

⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶۰۰/۱

⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۵۶/۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۱/۸

نے روایت کی ہے ①۔ آپ نے بہت زیادہ (احادیث) لکھیں اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں مثلاً:

- ۱۔ المصنف ② ۲۔ کتاب الفتن ③

ابوالیمان کا بیان ہے:

”اسماعیل ہمارے ہمسائے تھے۔ رات بھر عبادت میں مصروف رہتے، اکثر قرآن کریم کی تلاوت کرتے کرتے رک جاتے اور کچھ دیر کے بعد پھر پڑھنا شروع کر دیتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا مجھے پڑھتے پڑھتے کسی مسئلے کے بارے میں کوئی حدیث یاد آ جاتی ہے تو میں نماز چھوڑ کر اسے لکھنے لگ جاتا ہوں ④۔

ابن معین کا قول ہے:

اسماعیل بن عیاش شامیوں سے روایت کرنے میں ثقہ راوی ہیں۔ اور اہل حجاز سے ان کا روایت کرنا صحیح نہیں کیونکہ ان کی کتاب ضائع ہو گئی تھی اس لیے کہ ان سے روایت کا حفظ کرنا آپ پر خلط ملط ہو گیا ⑤۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ ابوالیمان: آپ کا قول ہے: ”میں نے اسماعیل بن عیاش کی کتب سے سب کچھ لکھا ہے یہاں تک کہ ان کی تحریر میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی ⑥۔

- ۲۔ عبداللہ بن المبارک ④

- ۳۔ شاگردوں کا ایک جم غفیر: یحییٰ کا بیان ہے: ”میں اسماعیل بن عیاش کی طرف گیا تو میں نے انہیں دیکھا وہ جوہری کے گھر کے بالا خانے پر بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ دو اور آدمی تھے جو ان کی کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ وہ انہیں روزانہ پانچ سو کے قریب احادیث بیان کرتے تھے۔ وہ دونوں نیچے تھے اور اسماعیل اوپر تھے۔ وہ ان کی کتب لیتے اور صبح سے شام تک نقل کرتے رہتے۔ یحییٰ فرماتے ہیں میں (یہ حالت دیکھ کر) وہاں سے لوٹ آیا اور ان سے کچھ بھی نہیں سنا ⑧۔

- ۴۔ محمد بن بشر الحمصی: انہوں نے اسماعیل سے کتاب الفتن روایت کی ہے ⑨۔

- ۵۔ یحییٰ بن معین: انہوں نے آپ سے الملاء لکھی ⑩۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱: ۲۲۵ ② الرازی، الجرح والتعديل، ج ۱: ۱۹۲ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱: ۲۲۲

④ الرازی، الجرح والتعديل، ج ۳: ۲۱۱ ⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳: ۲۵۳

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ج ۶: ۲۲۶ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۱: ۲۲۲

⑧ الفسوی، التاريخ، ج ۳: ۱۳۳ ⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ج ۶: ۲۲۲ ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ج ۶: ۲۲۳

① ابن الجعد، المسند، ج ۵: ۵۴۱ ② ابن عدی، الکامل، ج ۱: ۱۰۳ ③ الخطیب، تاریخ بغداد، ج ۶: ۲۲۲ ④ الذہبی، میزان الاعتدال، ج ۱: ۲۲۲

⑤ الرازی، الجرح والتعديل، ج ۳: ۲۱۱ ⑥ الذہبی، میزان الاعتدال، ج ۱: ۲۲۲

۱۹۱. خلف بن خلیفہ بن صاعد الأشجعی (م ۱۸۱ھ)

آپ نے اپنے والد خلیفہ بن صاعد، حفص اور اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے سعد بن منصور اور داؤد بن رشید نے روایت کی ہے ①۔ عبدالرحیم بن عمر البزازی کا قول ہے:

”خلف بن خلیفہ سے لوگوں نے لکھا کیونکہ ہشیم جب حدیث بیان کرنے لگتے تو فرماتے یہ حدیث مجھے ایک شیخ نے اشجع سے بیان کی ہے تو لوگ پوچھتے کہ اے ابو معاویہ وہ شیخ کون ہیں؟ تو آپ فرماتے وہ خلف بن خلیفہ ہیں۔ تو لوگ ان کے پاس چلے جاتے“ ②۔

۱۹۲. الولید بن محمد الموقری (م ۱۸۲ھ)

آپ نے زہری، عطاء خراسانی، سفیان ثوری اور ثور بن یزید سے روایت کی ہے ③۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ ابو حاتم کا قول ہے:

”..... کان لا یقرأ من کتابہ فإذا دفع إلیہ کتاب قرأہ“ ④۔
آپ اپنی کتاب سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ جب آپ کی طرف کوئی کتاب آگے کی جاتی تو اسے پڑھ لیتے تھے۔

۱۹۳. ہشیم بن بشیر الواسطی (م ۱۸۳ھ)

آپ نے اپنے والد بشیر بن القاسم، عبدالملک بن عمیر اور یعلیٰ بن عطا سے روایت کی ہے۔ آپ سے مالک بن انس، شعبہ اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے ⑤۔ ابن حبان کا قول ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آثار اور اخبار کو جمع کرنے کے ساتھ خصوصی شغف رکھا یہاں تک کہ (احادیث کے) حافظ بنے اور کتب تصنیف کی ہیں ⑥۔ آپ نے بہت سی کتب تالیف فرمائیں۔ ابن الندیم نے آپ کی مندرجہ ذیل کتب ذکر کی ہیں ⑦:

- ۱۔ کتاب السنن
- ۲۔ کتاب التفسیر
- ۳۔ کتاب القراءات
- ۴۔ کتاب الصلوٰۃ ⑧

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ ابن حنبل: آپ کا قول ہے: ”۷۹ھ میں حماد بن زید کی موت کی خبر ہمیں ہشیم کے گھر ملی، اس وقت ہشیم ہمیں ”کتاب الجنائز“ لکھوا رہے تھے ⑨۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۱/۳ ② الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱۹/۸
③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۰/۱۱ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۹/۱۱
⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۶۲/۱۱ ⑥ ابن حبان، مشاہیر علماء الامصار، ص: ۱۷۷
⑦ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۸ ⑧ ابو نعیم، تاریخ اصفہان، ص: ۱۱۸/۱
⑨ ابن الدینی، العلل، ص: ۳۶۶/۱ ⑩ ابن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۳۱۔

۲۔ ابو صالح: آپ کا بیان ہے۔ ہم بغداد میں تھے۔ وہاں مجھے لیث بن سعد نے کہا ہشیم سے کہنا: ”آپ کا بھائی لیث آپ کو سلام کہہ رہا تھا اور آپ سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنی کتب میں سے کچھ اس کی طرف بھیج دیں۔“ چنانچہ میں ہشیم سے ملا انھوں نے مجھے کچھ کتب دیں جس سے ہم نے لکھ لیا اور میں نے اسے لیث کے ساتھ سنا^(۱)۔

۳۔ حجاج بن محمد: ابن ضبل کا قول ہے: میں نے حجاج کو دیکھا وہ ہشیم کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتے تھے۔ پھر مجلس کے بعد کھڑے ہوتے تو جو رہ گیا ہوتا اس کے بارے ہشیم سے پوچھ کر اصلاح کر لیتے^(۲)۔

۴۔ حبان بن بشر^(۳)

۵۔ شجاع بن مخلد^(۴)

۶۔ عبد اللہ بن موسیٰ^(۵)

۷۔ لیث بن سعد^(۶)

۱۹۴۔ یحییٰ بن حمزہ الدمشقی (م ۱۸۳ھ)

آپ نے اوزاعی، عبد الرحمن بن یزید اور ثور بن یزید سے روایت کی ہے اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد بن یحییٰ ابن مہدی اور ولید بن مسلم نے روایت کی ہے^(۷)۔ محمد بن عائد کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۸)۔

۱۹۵۔ ابراہیم بن سعد زہری (م ۱۸۴ھ)

آپ نے اپنے والد سعد بن ابراہیم صالح بن کیسان اور زہری سے روایت کی ہے اور آپ سے لیث، قیس بن الربیع اور شعبہ نے روایت کی ہے^(۹)۔ ابراہیم بن حمزہ کا قول ہے:

ابراہیم بن سعد کے پاس محمد بن اسحاق کی مغازی کے علاوہ احکام کی تقریباً سترہ ہزار

احادیث تھیں^(۱۰)۔ اور اس کے علاوہ دوسری کتب بھی آپ کے پاس تھیں^(۱۱)۔

امام شعبہ ان سے استفادہ کرنے کے لیے لوگوں کو ابھارا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

”اكتبوا عنه أنا أحدثكم عنه“^(۱۲)

ان سے لکھو میں تمہیں ان سے احادیث بیان کرتا ہوں۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- | | | |
|-------------------------------------|---|------------------------------------|
| ① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۷۹/۹ | ② ابن المدینی، العلل، ص: ۳۸۱/۱ | ③ ابونعیم، تاریخ اصفہان، ص: ۱۱۸/۱ |
| ④ ابن سعد، الطبقات اللبری، ص: ۹۰/۷ | ⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۹۵/۶ | ⑥ ابن سعد، تاریخ بغداد، ص: ۳۷۹/۹ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۰۱/۱۱ | ⑧ الرازی، تقدمة الجرح و التعديل، ص: ۳۳۳ | ⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۲/۱ |
| ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۸۳/۶ | ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۵/۱ | ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۲/۱ |
| ⑬ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۲/۱ | ⑭ ابن عدی، الکامل، ص: ۸۸/۱ | |

۱۔ ابن اسحاق: احمد بن حنبل کا قول ہے: ابن اسحاق مدلس تھے لیکن ان سے ابراہیم بن سعد کی وہ روایات صحیح تسلیم کی جاتی ہیں جن میں سماع کی صراحت ہو ①۔

۲۔ احمد بن حنبل: انھوں نے بہت کم عمری میں ان سے احادیث لکھیں۔ اسی لیے ابن حنبل کی ابراہیم بن سعد سے روایت کرنے کے بارے میں بعض لوگوں نے کلام کیا ہے ②۔

۳۔ احمد بن محمد بن ایوب البغدادی: انھوں نے ابراہیم بن سعد سے ”کتاب المغازی“ روایت کی ہے ③۔

۴۔ سعد بن ابراہیم بن سعد: آپ اپنے والد کی کتب روایت کرتے تھے ④۔

۵۔ الفضل بن یحییٰ: یعقوب بن ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فضل بن یحییٰ کے لیے ایک نسخہ لکھا تھا لیکن وہ اسے سن نہ سکے ⑤۔

۶۔ نوح بن یزید: ان کے پاس آپ کی ایک کتاب تھی ⑥۔

۷۔ یعقوب بن ابراہیم: آپ نے اپنے والد سے مغازی اور دوسری کتب روایت کی ہیں ⑦۔

۱۹۶۔ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الأسلمی (م ۱۸۴ھ)

آپ نے زہری، یحییٰ بن سعید اور صالح سے روایت کی ہے اور آپ سے ابراہیم بن طہمان، سفیان ثوری اور ابن جریج نے روایت کی ہے ⑧۔ امام ابن حنبل کا قول ہے آپ منکر احادیث روایت کیا کرتے تھے اور لوگوں کی احادیث لے کر اپنی کتب میں درج کر لیا کرتے تھے ⑨۔ آپ نے مؤطا تصنیف کی جو مؤطا امام مالک سے کئی گنا بڑی تھی ⑩۔ اور اس کے نسخے بہت زیادہ ہیں ⑪۔
نعیم بن حماد کا بیان ہے:

میں نے اس کی کتب پر پچاس دینار خرچ کیے۔ ایک دن انھوں نے ایک کتاب ہمیں دی، اس میں تقدیر کا انکار تھا۔ اور ہمیں ایک اور کتاب دی جس میں اہل جہم کی رائے تھی۔ پھر انھوں نے میری طرف جہم کی کتاب بھیجی۔ میں نے اسے پڑھ کر پہچان لیا۔ اور انھیں کہا کہ کیا یہ تمھاری بھی رائے ہے۔ تو انھوں نے کہا: ہاں! پھر میں نے اس کی بعض کتب کو جلا ڈالا۔ اور بعض کو پھینک دیا ⑫۔

ابن جریج نے ان سے دس سے زائد اجزاء روایت کرنے کی اجازت حاصل کی تھی ⑬۔

- | | |
|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ① الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۳۰/۱ | ② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۸۲/۳ |
| ③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۰/۱ | ④ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۹۱/۷ |
| ⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۳/۲ | ⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۷۰/۱ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۸۹/۱۰ | ⑧ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۸۳/۲ |
| ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۹/۱ | ⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۶/۱ |
| ⑩ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۸/۱ | ⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۹/۱ |
| ⑫ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۸/۱ | ⑬ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۳۷/۱ |
| ⑬ ابن عدی، الکامل، ص: ۷۸/۱ | ⑭ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۹/۱ |
| ⑮ الرازی، علل الحدیث، ص: ۳۳/۱ | ⑯ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۸/۱ |

۱۹۷. انس بن عیاض ابو ضمرة المدنی (م ۱۸۵ھ)

آپ نے شریک بن ابی نمر، ابی حازم اور ربیعہ سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن وہب، بقیہ بن الولید اور الشافعی نے روایت کی ہے ①۔ ایک مرتبہ ابو ضمرة انس بن عیاض کا ذکر امام مالکؒ کے سامنے کیا گیا تو امام مالک نے ان کی تعریف کی اور ان کے بارے میں بھلائی کی باتیں کہیں اور آپ نے یہ بھی کہا کہ انھوں نے حدیث کی سماعت بھی کی اور اسے لکھا بھی ②۔ آپ اپنی کتب لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے ③۔ اسی لیے ایک مرتبہ امام مالک نے انھیں احمق کہا تھا کیونکہ آپ اپنی کتب عراقیوں کو دے دیتے تھے ④۔

۱۹۸. خالد بن یزید بن عبدالرحمن الدمشقی (م ۱۸۵ھ)

آپ نے اپنے والد یزید بن عبدالرحمن، خلف بن حوشب اور ابی حمزہ الثمانی سے روایت کی ہے اور آپ سے ولید بن مسلم، ابن مبارک اور ہشام بن عبدالرحمن نے روایت کی ہے ⑤۔ ان کی ایک کتاب ”کتاب الدیات“ ہے۔ ابن معین اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”ینبغی أن یدفن“ ⑥ (یہ کتاب دفن کرنے کے قابل ہے)۔

۱۹۹. ضمام بن اسماعیل المرادی (م ۱۸۵ھ)

آپ نے ربیعہ بن یوسف، عبدالرحمن بن زحر، عقیل بن خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے بشر بن بکر، ابن وہب اور عمرو بن خالد نے روایت کی ہے ⑦۔ ابو موسیٰ ⑧ اور محمد بن خلاد کے پاس ضمام کی (احادیث) کا ایک نسخہ تھا ⑨۔

۲۰۰. حجاج بن محمد الأعمش (م ۱۸۶ھ)

آپ نے حریر بن عثمان، ابن ابی ذئب اور شعبہ سے روایت کی ہے اور آپ سے احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابو عبید نے روایت کی ہے ⑩۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ یحییٰ: آپ کے پاس تقریباً پچاس ہزار کے قریب احادیث لکھی ہوئی تھیں ⑪۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۱

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۱

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۱

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۷۶/۱

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۷/۳

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۷/۳

④ الحاکم، المدخل، ص: ۴۳، الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۳

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵۹/۳

⑤ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۶۲

⑤ الحاکم، المدخل، ص: ۴۳، الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۵۳

⑥ الخزرجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۶۲

۲۔ عامر بن صالح ①

۳۔ سعید بن داؤد: ان کو حجاج اپنی کتاب سے لکھواتے تھے ②۔

۲۰۱۔ حسان بن ابراہیم ابوہشام الکوفی (م ۱۸۶ھ)

آپ نے سعید بن مسروق، سفیان ثوری، عاصم الاحول سے روایت کی ہے اور آپ سے حمید بن مسعدہ، احمد بن عبدہ، ازرق بن علی وغیرہ نے روایت کی ہے ③۔ بشر بن آدم اور کچھ لوگوں کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔
بشر بن آدم کا بیان ہے:

”حسان بن ابراہیم جب بغداد میں سلمۃ الاحمر (جگہ کا نام) جاتے تو میں ان سے احادیث لکھتا تھا ④۔

۲۰۲۔ عباس بن الفضل الانصاری (م ۱۸۶ھ)

آپ نے احمد بن نجدة، حسین بن ادریس اور عباس بن فضل سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے ⑤۔ آپ کے پاس ایک کتاب تھی ⑥۔ اور آپ نے قرأت کے بارے میں ایک بڑی کتاب تصنیف کی جس میں بہت سی احادیث تھیں ⑦۔

۲۰۳۔ معتمر بن سلیمان بن طرخان التمیمی (م ۱۸۷ھ)

آپ نے اپنے والد سلمان بن طرخان، حمید الطویل اور اسماعیل بن خالد سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن مبارک اور عبد الرحمن بن مہدی نے روایت کی ہے ⑧۔ آپ صاحب کتاب تھے۔ ابن خراش کا قول ہے:

”إذا حدث من كتابه فهو ثقة“ ⑨

جب وہ (مستمر) یہ اپنی کتاب سے روایت کریں تو پھر ثقہ ہیں۔

۲۰۴۔ ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری (م ۱۸۸ھ)

آپ نے ابن اسحاق السبعی، حمید الطویل، ابی طولہ سے روایت کی ہے اور آپ سے معاویہ بن عمرو، زکریا بن عدی اور اوزاعی نے روایت کی ہے ⑩۔ اور آپ نے کتابت حدیث اٹھائیس برس کی عمر میں شروع کی ⑪۔

② الرازی، المرح والتمذیل، ص: ۳۲۶/۲

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۱/۵

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۶۰/۸

② ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۵/۲

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲۷/۵ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸۵/۲

⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸۵/۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۷/۱۰

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۹۸/۶

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳۶/۲ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۸/۱۰

⑧ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۲/۳

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۳/۱

⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۵۳/۱

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ”امام شافعیؒ نے ان کی کتاب کو دیکھا اور اس کی ترتیب پر انھوں نے اپنی کتاب لکھی“^(۱)۔
آپ کی مؤلفات میں سے ایک ”کتاب السیر“ بھی ہے^(۲)۔
ڈاکٹر مصطفیٰ اس کتاب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”ورأيت أنا شخصيا هذه المخطوطة في سفرتي إلى القزوين عام ١٩٦٤ م“^(۳)
۱۹۶۴ء کو جب میں نے القزوين کا سفر کیا تو میں نے بذات خود اس (کتاب) کا مخطوطہ دیکھا تھا۔

درج ذیل اشخاص نے اس کتاب کو روایت کیا ہے:

۱۔ محبوب بن موسیٰ^(۴) ۲۔ المسیب بن واضح^(۵)

۳۔ معاویہ بن عمرو الأزدی^(۶)

حافظ ابن حجر نے ابن الندیم سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں اصطربلاب^(۷) کو متعارف کرایا اور

اس بارے میں ان کی تصنیف بھی ہے^(۸)۔ اور الزرکلی کے نزدیک ان کا نام ابراہیم بن محمد نہیں، بلکہ محمد بن ابراہیم بن محمد الفزازی ہے^(۹)۔

۲۰۵۔ جریر بن عبد الحمید ابو عبد اللہ الضبی (م ۱۸۸ھ)

آپ نے اشعث، مغیرہ اور عبد الملک بن عمیر، ابی اسحاق الشیبانی وغیرہ سے روایت کی ہے اور آپ سے اسحاق بن راہویہ، قتیبہ

اور ابو خيثمه نے روایت ہے^(۱۰)۔ آپ صاحب کتب تھے۔ ابن عمار کا قول ہے:

”وكانت كتبه صحاحاً“^(۱۱)

آپ کی کتب صحیح تھیں۔

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں۔

۱۔ ابراہیم بن ہاشم: ان کا قول ہے: ”میں نے ان سے ایک ہزار پانچ سو احادیث لکھی ہیں“^(۱۲)۔

۲۔ سلیمان بن حرب: آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے جریر الرازی سے احادیث کہاں لکھیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے

اور عبد الرحمن اور شاذان نے مکہ میں احادیث لکھیں^(۱۳)۔

① ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۵۲/۱ ② الزرکلی، الاعلام، ص: ۵۵/۱

③ لا عظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۲۲۶/۱ ④ الرازی، المجرى والتعديل، ص: ۳۸۶/۳

⑤ الرازی، المجرى والتعديل، ص: ۳۸۶/۳ ⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۸۲/۷ ⑦ الرازی، المجرى والتعديل، ص: ۳۸۶/۳

⑧ ستاروں کی گردش اور حرکت معلوم کرنے کا آلہ اصطربلاب کہلاتا ہے۔

⑨ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۵۳/۱ ⑩ الزرکلی، الاعلام، ص: ۱۸۱/۶

⑪ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۷۶/۲ ⑫ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۶/۷

⑬ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۴/۱ ⑭ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۷۵/۲ ⑮ الرازی، المجرى والتعديل، ص: ۳۸۱/۱

⑯ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۵/۱ ⑰ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۷/۷

⑱ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۷/۷ ⑲ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۵/۱

۳۔ شاذان ①

۴۔ عبدالرحمن بن مہدی ②

۵۔ محمد بن عیسیٰ بن الطباع کے بھائی: محمد بن عیسیٰ کا قول ہے کہ میرے بھائی ری میں جریر کے پاس گئے تو انھوں نے جریر کی کتب لکھ لیں پھر انھوں نے جو کچھ لکھا تھا میں نے اسے دیکھا اور یاد کر لیا پھر جب جریر عراق آئے تو میں نے ان سے ان احادیث کا مطالبہ کرنا چاہا تو وہ کہنے لگے تم میرے پاس وہاں کیوں نہیں آئے ③۔

۲۰۶۔ حمید بن زیاد ابو صخر (م ۱۸۹ھ)

آپ نے ابو صالح السمان، ابی حازم اور نافع سے روایت کی ہے اور آپ سے سعید بن ابی ایوب، حیوة بن شریح، اور ابن وہب نے روایت کی ہے ④۔ ابن لہیعہ نے ان سے ایک ”نسخہ“ روایت کیا ہے ⑤۔ جبکہ ابن وہب نے ابن لہیعہ کی نسبت زیادہ بڑا نسخہ روایت کیا ہے ⑥۔

۲۰۷۔ علی بن مسہر القرشی (م ۱۸۹ھ)

آپ نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری، یحییٰ بن سعید، ہشام بن عروہ اور عبید اللہ عمرو سے روایت کی ہے اور آپ سے ابو بکر عثمان (جو کہ ابوشیبہ کے بیٹے ہیں) اور خالد بن مخلد نے روایت کی ہے ④۔ امام عجل کا قول ہے: ”حدیث کے بارے میں آپ ثقہ اور ثبت ہیں اور صالح الکتاب ہیں ⑧۔ ابن نمیر کا قول ہے:

”کان قد دفن کتبه“ ⑨

انھوں نے اپنی کتب دفن کر دی تھیں۔

۲۰۸۔ عبیدہ بن حمید التیمی (م ۱۹۰ھ)

آپ نے عبد الملک بن عمیر، عبد العزیز بن رفیع اور أسود بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، احمد بن حنبل اور محمد بن سلام سے روایت کی ہے ⑩۔ آپ صاحب کتاب تھے ⑪۔ یعقوب بن شیبہ کا قول ہے:

”کتب الناس عنه“ ⑫

ان (عبیدہ) سے لوگوں نے لکھا۔

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۵/۱، الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۷/۷

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۹۵/۱، الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۵۷/۷

③ الرازی: الحرج والتعديل، ص: ۳۹/۳ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲/۳

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۲۳۰/۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۳/۷

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۸۳/۷ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۷

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۷ ⑩ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۷

⑪ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۷ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۲/۷

۲۰۹. عبدالله بن ادریس الأودی (م ۱۹۰ھ)

آپ نے اپنے والد ادریس بن یزید اعمش اور منصور سے روایت کی ہے اور آپ سے مالک بن انس، ابن مبارک اور یحییٰ بن آدم نے روایت کی ہے ①۔ آپ کا بیان ہے: میرے والد مجھے کہا کرتے تھے ”زبانی یاد کیا کرو اور لکھنے سے حتیٰ الوسع پرہیز کرو، جب تم (طلب حدیث کے لیے) جاؤ تو انھیں لکھ لیا کرو اگر کسی دن تمہیں ان کی ضرورت پڑے یا تمہارا دل مشغول ہو تو وہ تمہارے پاس لکھا ہوا ہوگا۔“

نیز آپ کا قول ہے کہ میں نے اشعث، اعمش اور لیث سے کوئی بھی حدیث نہیں لکھی ②۔ آپ کے پاس کتاب تھی ③۔ ابن ابی شیبہ کا بیان ہے:

ان کے اور مالک بن انس کے درمیان دوستی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مالک جب اپنی کتاب الموطا میں ”بلغنی عن علی“ کہہ کر ارسال کریں تو وہ روایت انھوں نے عبداللہ بن ادریس سے سنی ہوتی ہے ④۔

درج ذیل اصحاب کے پاس ان کے احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ حسن بن ربیع: ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں عبداللہ بن ادریس کے پاس تھا، جب میں کھڑے ہونے لگا تو انھوں نے کہا سر الاثنان سے حدیث کے بارے میں پوچھیے۔ جب میں جانے لگا تو مجھے واپس بلایا اور فرمایا اس سے مت پوچھو تم بس میری ہی حدیث لکھتے رہو ⑤۔
- ۲۔ یحییٰ بن آدم: ان کا بیان ہے عبداللہ بن ادریس نے ہمیں حدیث بیان کی۔ یہ بات علی نے ہمیں اپنی کتاب سے لکھوائی ⑥۔

۲۱۰. اسماعیل بن ابراہیم الأسدی ابن علیہ (م ۱۹۳ھ)

آپ نے عبدالعزیز بن صہیب، سلیمان التیمی اور حمید الطویل سے روایت کی ہے اور آپ سے شعبہ، ابن جریج اور حماد بن زید نے روایت کی ہے ⑦۔

امام شعبہ کا قول ہے: ”ابن علیہ فقہاء کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے“ ⑧۔
زیاد بن ایوب کہتے ہیں کہ: ”میں نے ابن علیہ کی کوئی کتاب نہیں دیکھی“ ⑨۔

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۵/۵

② ابن خلیل، اللعلل ومعرفۃ الرجال، ص: ۱۷۷

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۲۲۰/۹

④ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۱۸/۱

⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۳۵/۵

⑧ ابن خلیل، المسند، ص: ۳۱۸/۱

⑨ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۸۵

⑩ الخرزجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۷۶/۱

⑪ الخرزجی، خلاصۃ تہذیب، ص: ۲۷۶/۱

⑫ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۷۱/۵

⑬ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۲۳/۵

⑭ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۷۶/۱

لیکن ایسی کئی ایک روایات ملتی ہیں جن سے زیاد بن ایوب کے کلام کی نفی ہوتی ہے۔ مثلاً ایوب السخثانی ان اشخاص میں سے ہیں۔ جن سے ابن علیہ نے احادیث لکھی ہیں ①۔ ابن الندیم نے ان کی درج ذیل مؤلفات ذکر کی ہیں ②:

۱۔ کتاب الطہارۃ ۲۔ کتاب الصلاۃ

۳۔ کتاب المناسک ۴۔ کتاب التفسیر

علی بن ابی ہاشم بن الطبر اخ (ابن علیہ کے کاتب) کے پاس آپ کی کتب تھیں۔ ابو زکریا کا قول ہے: ”میں نے ان علی بن ابی ہاشم کی کتب دیکھی ہیں۔ جنہیں آپ اسماعیل سے روایت کرتے ہیں اور یہ بات اسماعیل کے فوت ہونے سے ایک زمانہ پہلے کی ہے ③۔

۲۱۱۔ ابو بکر بن عیاش الاسدی (م ۱۹۴ھ)

آپ نے ابی اسحاق ابی حصین عثمان بن عاصم اور عبد العزیز بن رفیع سے روایت کی ہے اور آپ سے سفیان ثوری، ابن المبارک اور ابو داؤد نے روایت کی ہے ④۔ ابن سعد نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ”آپ زیادہ دیر زندہ رہے اور اتنی لمبی عمر پائی کہ ان سے نئی نئی باتیں لکھ لی گئیں“ ⑤۔ آپ کے پاس بہت سی کتب تھیں۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ ”میرے والد سے شریک اور ابو بکر بن عیاش کے بارے میں پوچھا گیا کہ دونوں میں سے کون حافظہ میں زیادہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا دونوں حفظ میں برابر ہیں۔ لیکن ابو بکر کی کتاب زیادہ درست ہے“ ⑥۔

آپ کے بارے میں احمد بن حنبل کا قول ہے: ”بہت زیادہ غلطیاں (حدیث بیان کرتے وقت) کرنے والے ہیں لیکن ان کی کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہے“ ⑦۔ آپ نے یحییٰ بن یحییٰ کی طرف اپنی احادیث لکھ کر ارسال کیں اور پھر ان احادیث کو ان کے بیٹے نے ان سے سن کر لکھا ⑧۔

۲۱۲۔ یحییٰ بن سلیم الطائفی (م ۱۹۴ھ)

آپ نے عبید اللہ بن عمر العمری، موسیٰ بن عقبہ اور ابن جریج سے روایت کی ہے اور آپ سے وکیع، شافعی اور ابن المبارک نے روایت کی ہے ⑨۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے:

”کتبہ لا بأس بہا“ ⑩

ان (یحییٰ) کی کتب میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ابو خیشمہ کا بیان ہے: ”ہم یحییٰ بن سلیم کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں اپنی احادیث میں سے کچھ دیں تاکہ ہم اسے لکھ لیں تو انھوں نے فرمایا کہ پہلے مصحف (قرآن پاک) رہن میں رکھو۔ جب ہم نے انھیں مصحف دیا پھر انھوں ہمیں کچھ اپنی کتب دیں ⑪۔

① ابو زرہ، التاريخ، ص: ۷۶ ② ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۲۷

③ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۱۲ ④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۶/۱۲

⑤ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۲۶۹/۶ ⑥ الرازی، المجرع والتعذیل، ص: ۳۵۰/۴ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۵/۱۲

⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۵۰۰/۴ ⑧ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۳۵۰

⑨ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۶/۱۱ ⑩ الفسوی، التاريخ، ص: ۲۷۵/۲ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۲۷/۱۱

⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۸۴/۴

۲۱۳. بقیۃ بن الولید الکلاعی (م ۱۹۷ھ)

آپ نے محمد بن زیاد الہانی، صفوان بن عمرو اور حریر بن عثمان سے روایت کی ہے اور آپ سے ابن مبارک، شعبہ اور اوزاعی نے روایت کی ہے^(۱)۔ امام عبد اللہ بن المبارک سے بقیۃ بن ولید کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ صدوق تھے لیکن وہ ہر آنے جانے والے سے احادیث لکھ لیا کرتے تھے^(۲)۔ ابن ثوبان^(۳) اور اُرطاة کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں^(۴)۔

۲۱۴. سفیان بن عیینہ الہلانی (م ۱۹۸ھ)

آپ نے عبد الملک بن عمیر، ابی اسحق اور اسود بن قیس سے روایت کی ہے اور آپ سے اعمش، ابن جریج اور شعبہ نے روایت کی ہے^(۵)۔ آپ نے پندرہ سال کی عمر سے حدیث لکھنا شروع کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے میں پہلا شخص ہوں جس نے پندرہ سال کی عمر میں عبد الکریم ابوامیہ کے پاس بیٹھنے کا شرف حاصل کیا^(۶)۔ امام زہری اپنی مجلس میں انھیں صغار میں شمار کرتے تھے^(۷)۔ آپ نے زہری ایوب السخنی کے لیے بہت سی احادیث لکھیں^(۸)۔ اور آپ نے ۱۴۲ھ کو پڑھانا شروع کیا^(۹)۔

علی بن الجعد کا قول ہے:

میں نے کوفہ میں ۱۶۰ھ کو ابن عیینہ سے احادیث لکھیں۔ آپ ایک ”صحیفہ“ میں سے لکھوا رہے تھے^(۱۰)۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ ابن عیینہ کی ستر ہزار کے قریب احادیث تھیں۔ اور ان کے پاس اپنی کوئی کتاب نہ تھی^(۱۱)۔

امام العجلی کے بیان پر ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہم نہیں جانتے کہ امام عجلی کی اس بات کی کیا تاویل کریں کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ انھوں نے شاگردوں کو ایک صحیفہ سے لکھوایا ہے اور یہ کہ انھوں نے ایوب کے لیے بھی احادیث لکھیں اور آپ نے عمرو بن دینار اور دوسرے اصحاب سے بھی احادیث لکھیں۔ امام زہری سے آپ کا احادیث لکھنا تو بڑا مشہور و معروف ہے^(۱۲)۔

آپ کا بیان ہے: ”مجھے زہیر جعفی نے کہا کہ اپنی کتب نکالیں تو میں نے کہا کہ مجھے اپنی کتب سے زیادہ یاد ہے^(۱۳)۔

آپ کی مؤلفات میں ایک تفسیر بھی ہے^(۱۴)۔

(۱) الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۳۱-۳۳۹ (۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۲۵/۷ ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۴۷۳/۱

(۳) الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۵۵ (۴) الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۱۱۰

(۵) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۱۹/۴ (۶) الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۲۱۱/۱

(۷) ابن ابی نعیم، التاریخ، ص: ۳۹/۳ (۸) الرازی، تقدیم الجرح والتعديل، ص: ۵۰

(۹) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷۵/۹ (۱۰) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۷۵/۲ (۱۱) الرازی، تقدیم الجرح والتعديل، ص: ۵۰

(۱۲) الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۶۲/۱۱ (۱۳) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۱۲۱/۴

(۱۴) الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۲۶۲/۱ (۱۵) السمعانی، الانساب، ص: ۴۳۹/۵

درج ذیل اصحاب کے پاس آپ کی احادیث لکھی ہوئی تھیں:

- ۱۔ احمد بن عبدہ ①
- ۲۔ حسین ②
- ۳۔ الحمیدی ③
- ۴۔ علی بن الجعد ④
- ۵۔ غندر: آپ نے ابن عیینہ کی ایک کتاب نکالی اور کہا کہ کیا تمہیں اس میں کوئی غلطی نظر آتی ہے ⑤۔
- ۶۔ وکیع: آپ کا قول ہے: ”میں نے اعمش کی وفات سے ایک سال پہلے سفیان بن عیینہ سے احادیث لکھیں“ ⑥۔
- ۷۔ یونس بن عبدالاعلیٰ: آپ کا قول ہے: ”میں نے سفیان سے بہت زیادہ لکھا ہے“ ④۔

۲۱۵۔ علی بن عاصم بن صہیب الواسطی (م ۲۰۱ھ)

آپ نے سلیمان التیمی، حمید الطویل اور عطاء سے روایت کی ہے اور آپ سے یزید بن زریع، عفان اور احمد بن حنبل نے روایت کی ہے ⑧۔ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے عباد بن العوام سے پوچھا اے ابوہل تمہارے ساتھی یعنی علی بن عاصم کا کیا حال ہے۔ (اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے) تو عباد نے جواب دیا ہم ان پر یہ الزام نہیں لگاتے کہ انہوں نے سماع نہیں کیا (احادیث نہیں سنیں) بلکہ وہ ایک مالدار شخص تھے اور کاتب ان کے لیے لکھا کرتے تھے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انہیں ان کی کتب دی گئیں جو انہوں نے لکھی گئی تھیں ⑨۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے:

ان کے درس میں تیس ہزار سے زائد کا مجمع ہوتا تھا اور آپ ایک بلند جگہ پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے لیے تین اشخاص لکھنے والے ہوتے تھے ⑩۔

امام ذہبی کا بیان ہے:

”و کتب منه مالا یوصف کثرة“ ⑪

ان سے احادیث لکھنے والوں کی کثرت کا حال بیان نہیں کیا جاسکتا۔

- | | |
|----------------------------------|---|
| ① الرازی، العلل، ص: ۱۱۸ | ② ابن المبارک، کتاب الزہد، ص: ۱۳۳ |
| ③ الحمیدی، المسند، ص: ؟ | ④ الراہرمزی، المحذات الفاصل، ص: ۳۲ ⑤ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۶۲/۱۱ |
| ⑤ ابن المدینی، العلل، ص: ۸۷/۱ | ⑥ الفسوی، التاریخ، ص: ۱۷۷/۲ ⑦ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۵۰ |
| ⑧ ابن حبان، الثقات، ص: ۴۹۰ | ⑨ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۳۳۵/۷ ⑩ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۵/۳ |
| ⑨ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۳۸/۱۱ | ⑩ ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۳۳۵/۷ ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۵/۳ |
| ⑩ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۴۵۳/۱۱ | ⑪ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۵/۳ |

مراحل تدوین حدیث، تحریک تدوین اور ضرورت و اسباب

❖ مراحل تدوین حدیث

اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد رسالت میں بے شمار ذخیرہ احادیث مدون ہو چکا تھا جو عہد صحابہؓ و تابعین اور بعد کے ادوار تک مسلسل جاری رہا، تدوین حدیث کے اس پر عزم اور مسلسل سفر میں حضرات صحابہؓ و تابعین اور ان کے بعد کے محدثین نے مختلف نوعیت کے اسالیب اور مراحل اپنائے جو ارتقائی عمل سے گزرتے ہوئے نقطہ عروج پر جا پہنچتے ہیں۔ مصادر سے درج ذیل مراحل کا تذکرہ ملتا ہے:

تدوین حدیث کا ابتدائی مرحلہ

(۱ھ تا ۷۵ھ)

عہد رسالت میں تحریری احادیث کا سرمایہ دو طرح سے تھا۔ ایک وہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام فرما کر املاء کروایا اور اسے اپنی طرف منسوب کیا اور ان میں ایسی بہت سی تحریریں ہیں جن پر آپ ﷺ نے اپنی مہر بھی ثبت فرمائی اور اسے گواہوں کے رو برو لکھوایا ہے یعنی رسمی تحریریں۔ اور دوسری قسم ان شخصی و ذاتی تحریروں کی ہے جو حضرات صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی اجازت سے تحریر کی تھیں۔ اور جنہیں غیر رسمی تحریریں کہا جاسکتا ہے۔

اول الذکر رسمی تحریروں کے مختلف موضوعات تھے مثلاً مالی و قانونی امور سے متعلق تعلیمات ① اور سیاسی و سرکاری دستاویز ②

① آنحضرت ﷺ نے اپنے عمال اور دوسرے اشخاص کی طرف مالی و قانونی امور سے متعلق متعدد تعلیمات تحریری طور پر ارسال کی تھیں مثلاً کتاب الصدقہ جو آنحضرت ﷺ نے دوسرے شہروں میں اپنے مقرر کردہ عاملوں کے پاس بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی مگر بھیجنے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس میں مویشیوں کا مفصل نصاب زکوٰۃ ان کی عمریں اور متعلقہ مسائل کی تفصیلات درج ہیں (ابوداؤد سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائما، حدیث نمبر ۱۵۶۸، ص: ۲۳۱)۔ صحیفہ نلاء بن حضری جس میں زکوٰۃ اور عشر کے مفصل احکام تھے (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/۲۷۶) احمد زکی، جہرۃ رسائل العرب، ص: ۱/۴۳)۔ صحیفہ عمرو بن حزم جس میں عام نصیحتوں کے علاوہ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، جہاد، غنیمت اور جزیہ وغیرہ کے احکام تھے (النسائی، سنن النسائی، کتاب القسامة، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۸، ص: ۶۶۹)۔ قانونی امور کے متعلق آنحضرت ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیان کو میراث کے بارے میں بیوہ عورت کو اس کے مقتول شوہر کی میت کا وارث بنانے کے بارے میں احکام تھے (ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب فی المرأة ترث من دية زوجها، حدیث نمبر ۲۹۲۷، ص: ۲۲۶)۔ اور ایک مکتوب آنحضرت ﷺ نے شریح بن عبدکال (سنن النسائی میں شریح بن عبدکال ہے) دیکھئے کتاب القسامة، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول، حدیث نمبر ۴۸۵۷، ص: ۶۶۸)۔ نعیم بن عبدکال، اور حارث بن عبدکال کی طرف لکھا تھا جو قانونی اور مالی امور سے متعلق تھا (ابو نعیم، الاموال، ص: ۱۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۸۲)۔ ان امور کے بارے میں مصادر سے بے شمار امثلہ ملتی ہیں (تفصیل کے لیے دیکھئے ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱/۲۷۶ اور حمید اللہ، الوثائق السیاسیہ، وثیقہ نمبر ۷۸، ۱۳۳، ۱۵۶، ۱۶۸، ۱۷۷، ۱۸۸)

② آنحضرت ﷺ کی املاء کردہ احادیث میں سے ہی ایک طویل سلسلہ ان سیاسی و سرکاری دستاویز کا ہے جو آپ ﷺ نے تیس برس کے دوران وفاقاً لکھوائے۔ انہیں درج ذیل عناوین میں تقسیم کیا جاتا ہے:

جبکہ مؤخر الذکر غیر رسمی تحریریں وہ شخصی اور ذاتی تحریریں تھیں جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے تحریر کیں۔ صحابہ کرامؓ کے علمی ذوق و شوق اور آنحضرت ﷺ کی ترغیب و ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے عہد رسالت میں ہی احادیث کے تحریری مجموعے تیار کر لیے تھے۔ مصادر سے بہت سے صحائف اور مجموعوں کا تذکرہ ملتا ہے جو صحابہ کرامؓ نے عہد رسالت میں قلمبند کیے تھے ①۔

عہد رسالت کے بعد عہد صحابہؓ و تابعین اور بعد کے ادوار میں بھی بے شمار مجموعے ہائے قلمبند کیے گئے ②۔



صفحہ نمبر ۳۰۸ کا بقیہ حاشیہ.....

۸۔ مردم شماری کی تحریر: ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کی مردم شماری کرائی جسے باقاعدہ تحریر کرایا گیا تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خواہش ظاہر کی ان لوگوں کے نام لکھ دو جو مسلمان ہیں چنانچہ حضرت حذیفہؓ نے پندرہ سو مردوں کے نام لکھ دیے (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب کتابۃ الإمام الناس، حدیث نمبر ۳۰۶۰، ص: ۵۰۶)۔

۹۔ مجاہدین کی فہرست: صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں مجاہدین کی فہرست لکھ کر تیار کر لی جاتی تھی (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب کتابۃ الإمام الناس، حدیث نمبر ۳۰۶۱، ص: ۵۰۶)۔ یہ روایت صحیح مسلم (المسلم، الصحیح، کتاب الحج باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر ۳۲۷۲، ص: ۵۲۶) اور ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے (ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب المرأة تحج بغیر ولی، حدیث نمبر: ۲۹۰۰، ص: ۴۲۰)۔

۱۰۔ جنگی ہدایات: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بعض دفعہ فوجی دستوں کے امراء کو بوقت روانگی جنگی نوعیت کی ہدایات و احکام بھی لکھوا دیا کرتے تھے مثلاً آپ ﷺ نے امیر دستہ حضرت عبداللہ بن جحش کو حکم نامہ میں ہدایات درج کر کے دی تھیں (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما یذکر فی المناوۃ (تعلیقا) ص: ۱۵)۔

۱۱۔ عدالتی فیصلے: آنحضرت ﷺ نے بعض عدالتی کارروائیاں اور فیصلے بھی قلمبند کروائے ہیں مثلاً حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ خیبر میں یہود کی ہستی میں ایک صحابی مقتول پائے گئے تو آپ ﷺ نے تحریری فیصلہ لکھ کر ان کی طرف بھجوا دیا (المسلم، الصحیح، کتاب القسامۃ، باب القسامۃ، حدیث نمبر ۴۳۴۹، ص: ۷۳۷) ① (ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب القسامۃ، باب من قتل عبده أو مثل به، حدیث نمبر: ۴۵۲۱، ص: ۶۳۹)۔ ایک اور عدالتی فیصلہ کا تذکرہ طبقات ابن سعد میں بھی ملتا ہے جو آنحضرت ﷺ نے خود قلمبند کرایا تھا۔ (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۳۷۴/۱)

یہ تمام عہد رسالت میں تحریری سرمایہ احادیث کا سرسری نمونہ جو آنحضرت ﷺ نے خود اہتمام کے ساتھ تحریر کروایا تھا۔

① ۱۔ صحیفہ وائل بن حجر (الطبرانی، المعجم الصغیر، باب الیاء من اسمہ یحییٰ، ص: ۱۴۴/۲)

۲۔ صحیفہ عائشہ (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۱۱۱، ص: ۲۳) ② الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۸۸)

۳۔ صحیفہ عبداللہ بن ابی (بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب الصبر عند القتال، حدیث نمبر ۲۸۳۳، ص: ۴۹۶)

۴۔ صحیفہ سمرہ بن جندب (ابن جریر، تہذیب المعجم، ص: ۲۳۶/۲)

۵۔ صحیفہ جابر بن عبد اللہ (ابن جریر، تہذیب المعجم، ص: ۳۵۳/۸)

۶۔ صحیفہ صادق (الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۸۴) ③ ابن الاثیر، اسد الغابۃ، ص: ۲۳۳/۳)

۷۔ صحیفہ سعد بن عبادہ (الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الأحکام، باب ما جاء فی الیمین مع الشاہد، حدیث نمبر ۱۳۴۳، ص: ۲۲۳)

۸۔ صحیفہ انسؓ (الحاکم، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر انس بن مالک، ص: ۵۷۳/۳)

② تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹

تدوین حدیث کا دوسرا مرحلہ (۵۷۵ھ تا ۱۳۲ھ)

یہ مرحلہ پہلی صدی ہجری کے ربع آخر یعنی ۷۵ھ کے بعد سے لے کر دوسری ہجری کے ثلث اول ۱۳۲ھ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عہد کے اکثر و بیشتر لوگوں کی رائے تھی کہ احادیث نبوی ضائع نہ ہوں نہ ان میں جھوٹ کی آمیزش ہو اور نہ ان میں موضوع احادیث شامل ہوں۔ حسن اتفاق سے اس وقت نظام حکومت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں تھا۔ جنہوں نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی، جنہیں احادیث سے انتہائی زیادہ شغف تھا چنانچہ انہوں نے احادیث کی جمع و تدوین کا مہتمم بالشان کارنامہ سرانجام دیا اور اپنی حکومت کے تمام علاقوں کے گورنروں اور کبار تابعین علماء و فقہاء کو احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔

✽ تحریک تدوین حدیث اور اس کی ضرورت و اسباب:

پہلی صدی ہجری کے اختتام تک تقریباً تمام صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین وفات پا چکے تھے۔ سیاسی گروہ بندی کی بدولت امت منتشر ہو چکی تھی، ان میں عقائد و نظریات کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اہل بدعت و اہواء اور سیاسی جماعتیں اپنے مقصد و منشاء کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فتنہ وضع حدیث کا دروازہ کھول چکی تھیں۔ نیز اس عہد میں عرب و عجم کے باہمی اختلاط سے ایک نئی نسل معرض وجود میں آئی جن میں حفظ و ضبط کی اس قوت کا فقدان تھا جو عربوں کی خصوصیت چلی آرہی تھی۔ اس وقت حدیث نبوی کا تمام تر انحصار لوگوں کی قوت حافظہ پر تھا یا ان ذاتی تحریروں اور مجموعوں پر جو بعض صحابہؓ و تابعین کے پاس محفوظ تھے۔ وہ ان تحریری مسودات سے خود استفادہ کرتے یا طلب کرنے والے کو دے دیتے تھے۔ یہ ذخیرہ منتشر اور مختلف لوگوں تک محدود تھا۔

عہد رسالت کے بعد طویل عرصہ گزر جانے کی وجہ سے قرآن کریم لوگوں کے قلب و ذہن میں راسخ ہو چکا تھا۔ جب کوئی شخص قرآن کا حرف سنتا تو فوراً پہچان لیتا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ لہذا کلام الہی اور کلام رسول ﷺ کے مابین امتیاز کرنے میں انہیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ فتنہ وضع حدیث کے ضمن میں اصل مسئلہ حدیث اور غیر حدیث کے درمیان فرق کرنے کا تھا اس دور میں وضع حدیث کے فتنہ کا تدارک کرنے کے لیے علماء انفرادی طور پر مساعی پر مصروف تھے۔ ان علماء کو جس قدر حدیث کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اسی قدر حدیث کو کذب اور وضع سے بچانے کا بھی خیال تھا۔ چنانچہ کتابت حدیث کے متعلق ملت کے رویے میں تبدیلی آئی، اس تبدیلی کے اسباب کا اندازہ ابن شہاب زہریؒ کے بیان سے ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

لو لا أحادیث تأتینا من قبل المشرق لنكرها لا نعرفها ما كتبت حدیثا ولا أذنت فی كتابہ^①

اگر مشرق (عراق) کی جانب سے ایسی احادیث ہمیں نہ پہنچتیں جنہیں ہم نہیں جانتے تو میں کوئی حدیث نہ لکھتا اور نہ اس کی کتابت کی اجازت دیتا۔

گویا وقت کے تقاضوں نے احادیث کی حفاظت کے لیے تدوین حدیث کو انتہائی ضروری قرار دیا تھا۔ امام زہریؒ اور دیگر علماء نے اس خطرے کو فوراً بھانپ لیا تھا کہ اگر تدوین حدیث کا کام سرانجام نہ دیا گیا تو اسلام دشمن قوتیں وضع حدیث کے فتنے کے ذریعے اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے کی کوششوں میں کامیابی حاصل کر لیں گی۔

امام زہریؒ کی یہ رائے اس دور کے بیشتر علماء کرام کی رائے کے موافق تھی، انہی حالات میں ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسند خلافت کو زینت بخشی تو آپ نے اپنی خداداد بصیرت و فراست سے دین کے اس اہم ترین مأخذ (یعنی حدیث) کے ساتھ پیش آنے والے معاملہ کا جائزہ لیا، آپ نے حالات کی سنگینی کو بھانپ لیا اور حدیث کی کتابت اور اس کی سرکاری سطح پر تدوین کو ایک فریضہ سمجھا، چونکہ آپ کے عہد میں جمع و تدوین کے محرکات و دواعی لا تعداد تھے اور کتابت حدیث کے موانع زائل ہو چکے تھے۔ اس لیے آپ نے حدیث کی تدوین کا مصمم ارادہ کیا۔ آپ کے دور میں جو کبار تابعین تھے وہ حدیث کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے انھوں نے آپ کی تائید کی اور آپ کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔ آپ نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام حکم نامہ بھیجا:

”أَنْظُرُوا حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاجْمَعُوهُ“^(۱)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث جہاں دیکھو اسے جمع کرو۔

آپ نے عامل مدینہ ابوبکر بن محمد کی طرف لکھا:

”أَنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَوْ سَنَةِ مَاضِيَةٍ أَوْ حَدِيثِ عَمْرَةٍ فَارْتَبِطْ

فَإِنِّي خَفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَ زَهَابَ أَهْلِهِ“^(۲)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث یا گزشتہ سنت کو دیکھو اور عمرہؓ کی حدیث کو لکھ لو، مجھے اس علم (حدیث) کے جاننے والوں کے چلے جانے اور علم کے مٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے خط میں یوں لکھا:

”إِنِّي خَفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَ زَهَابَ الْعُلَمَاءِ وَ لَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيثَ النَّبِيِّ ﷺ وَ لِيَفْشُوا

الْعِلْمُ وَ لِيَجْلِسُوا حَتَّىٰ مِنْ لَا يَعْلَمُ يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّىٰ يَكُونَ سِرًّا“^(۳)

مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہے۔ تم وہی روایت قبول کرنا، جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو، لوگوں کو چاہیے کہ علم کی اشاعت کریں اور اس کے لیے حلقے قائم کریں تاکہ حدیث کو نہ جاننے والا اس کو جان لے، علم اس وقت مٹتا ہے جب وہ پوشیدہ اور مخفی رہے۔

آپ نے اہل مدینہ کو لکھ بھیجا:

”أَنْظُرُوا حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَارْتَبِطُوا بِهِ فَإِنِّي قَدْ خَفْتُ دُرُوسَ الْعِلْمِ وَ زَهَابَ أَهْلِهِ“^(۴)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو دیکھو تو اس کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور اہل علم کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔

① ابن حجر، فتح الباری، ص: ۱۹۵/۱ ② الخطیب، تنقیذ العلم، ص: ۱۰۵

③ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۰۴/۱

④ الدارمی، سنن الدارمی، باب من رخص فی کتابۃ العلم، حدیث نمبر ۴۸۸، ص: ۱۳۷/۱

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے علماء کو جمع کر کے ان سے بحث و تحقیق کی۔ عبداللہ بن ذکوان القرشی کہتے ہیں:

”رأيت عمر بن عبدالعزيز جمع الفقهاء فجمعوا له أشياء من السنن فإذا جاء الشيء

الذي ليس العمل عليه قال هذه زيادة ليس العمل عليها“^①

میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا کہ انھوں نے فقہاء کو جمع کیا جنھوں نے سنن سے متعلق کچھ روایات فراہم کی تھیں۔ ان میں اگر کوئی روایت ایسی ہوتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے یہ روایت اضافی ہے اس پر عمل نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے ابن شہاب زہریؒ اور دوسرے علماء^② کو سنن جمع کرنے کا حکم دیا اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پوری مملکت میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم، اس کے احیا اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے حکم نامے ارسال کیے۔ عکرمہ بن عمار کہتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز کی کتاب کو سنا ہے وہ کہتے ہیں:

”أما بعد فأمرنا أهل العلم أن ينتشروا في مساجدهم فإن السنة كانت قد أميتت“^③

اما بعد! اہل علم کو حکم دو کہ وہ اپنی مساجد میں علم (حدیث) کی اشاعت کریں کیونکہ سنت مٹ رہی ہے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے احادیث کی صرف تدوین کا ہی حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ساتھ ہی ان کی نشر و اشاعت کا بھی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ احادیث کو پھیلاؤ، کیونکہ یہ علم ہے اور علم جب راز بن جائے تو ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے ان فرامین پر آپ کے دور کے علماء و اکابر نے لبیک کہا اور ذخیرہ احادیث کو جمع کرنے میں مشغول ہو گئے، آپ نے ابن شہاب زہریؒ کے تعاون سے سرکاری طور پر احادیث کو کاپیوں پر لکھوا کر انھیں مختلف علاقوں میں بھجوا دیا، اس دور میں بہت سی کتب مدون ہوئیں، تاہم یہ موضوعاتی اور مبوب کتب کی ابتدا تھی جو تدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گزر رہی تھی اس لیے ان کے جامعین و مدونین کے انداز و طرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔ باقاعدہ تبویب و تہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے دور حکومت کے مختصر ہونے کی وجہ سے تدوین حدیث کا یہ منصوبہ پوری طرح پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا، اور اس لیے بھی کہ احادیث کا تمام تر ذخیرہ ابن شہاب زہریؒ کے پاس نہ تھا، مزید یہ کہ اکابر محدثین اور تابعین کی بہت بڑی تعداد دور دراز کے علاقوں میں پھیل چکی تھی، ان تک رسائی اور روایات کے حصول کے لیے کئی برس درکار تھے، اگر حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز چند سال مزید زندہ رہ جاتے تو وہ تدوین حدیث کے اس اہم اور مقدس فریضے کو یقیناً اپنے عہد حکومت میں پایہ تکمیل تک پہنچاتے۔

① السنن، قول الاخبار، ص: ۳۰

② تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۴۱۴

③ الراہرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۱۵۳

تدوین حدیث کا تیسرا مرحلہ

(۱۳۲ھ تا ۲۰۰ھ)

دوسری صدی ہجری کے وسط میں بعض علمائے حدیث نے احادیث کے جداگانہ طور پر خاص ”مؤلف“ میں جمع کرنے کی بنیاد ڈالی اور مسانید کے نام سے کتب مرتب کرنا شروع کیں۔ مسانید میں انھوں نے صرف احادیث درج کیں صحابہ کرامؓ اور تابعین کے فتاویٰ، قضایا اور اقوال کو نقل کرنا ترک کر دیا، مسانید کی تالیف بھی احادیث کی حفاظت میں بہت مدد اور معاون ثابت ہوئی^①۔



① چونکہ یہ مرحلہ مقالہ ہذا کے موضوع سے خارج ہے، اس لیے اس کی طرف صرف اشارہ ہی کیا گیا ہے۔

مشاہیر مدوین حدیث اور ان کی خدمات

امت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات پر ہمیشہ کڑی اور کھلی نظر رکھی، اور جب بھی اس دینِ حق کی حفاظت کے لیے نئے اسلوب اپنانے کی ضرورت محسوس ہوئی، انھوں نے اس کام میں ذرا برابر بھی تساہل نہیں برتا۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام احادیث رسول کو جمع اور محفوظ کرنے کے حکم نامے بھیجے ①۔ آپؓ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں تمام اکابر تابعین، علماء اور فقہاء سے تعاون حاصل کیا، لیکن خصوصیت کے ساتھ جن کو آپؓ نے جمع و تدوین کا کام سونپا، ان میں حضرت ابوبکرؓ بن محمد بن عمرؓ ② اور ابن شہاب زہریؓ ③ قابل ذکر ہیں۔

خلیفہ وقت حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے حاکم مدینہ ابوبکر بن محمد کو خصوصیت کے ساتھ عمرہ بنت عبدالرحمنؓ ④ اور قاسم بن محمدؓ ⑤ کی روایات ارسال کرنے کی ہدایت کی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کے پاس حضرت عائشہؓ کی روایات کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:

”کان أعلم الناس بحديث عائشة ثلاثة عروة و عمرة والقاسم“ ⑥

حضرت عائشہؓ کی روایت کی سب سے زیادہ عالم تین ہیں قاسم، عروہ اور عمرہ۔

اسی طرح کا ایک قول خالد بن زرارہ سے مروی ہے ④۔ امام ابن شہاب زہریؓ دوسری شخصیت تھے جن کو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے تدوین حدیث کی خدمت پر مامور کیا، امام زہریؓ اس ضمن میں کہتے ہیں:

”أمرنا عمر بن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبناها دفترًا دفترًا فبعث إلى كل أرض له عليها سلطان دفترًا“ ⑧

عمر بن عبدالعزیز نے سنن کو جمع کرنے کے لیے ہمیں ذمہ داری دی ہم نے سنن کو کاپیوں میں لکھا انھوں (عمر بن عبدالعزیز) نے اپنی ریاست میں جہاں ان کی حکومت تھی ایک ایک کاپی بھیج دی۔

① دیکھئے صفحہ نمبر ۴۱۱

② آپ حضرت عمرؓ بن حزم جو طویل القدر صحابی اور بحرین کے حاکم تھے کے پوتے تھے۔ مدینہ منورہ کے حاکم، قاضی اور موسم حج کے سربراہ تھے۔ اپنے دور کے علماء میں علم و فضل کے لحاظ سے بہت مقبول اور معروف تھے۔ امام مالک بن انس کہتے ہیں: ”میں نے ابوبکر بن حزم جیسا عظیم، صاحب مروت اور صاحب کردار نہیں دیکھا..... مدینہ کے والی ہوئے، عہدہ قضا بھی ملا، آپؓ نے ۱۲۰ھ کو وفات پائی۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳۹/۱۲

③ دیکھئے صفحہ نمبر ۷۲

④ عمرہ بنت عبدالرحمنؓ ابوبکر بن حزم کی خالہ تھیں انھوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، طبقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپؓ نے ۹۸ھ میں وفات پائی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳۹/۱۲

⑤ قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے تھے، بچپن میں یتیم ہو گئے، حضرت عائشہؓ نے اپنے یتیم بھتیجے کو آغوش میں لیا اور ان کی خوب تعلیم و تربیت کی، آپؓ اپنے دور کے مشہور و معروف فقیہ تھے۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپؓ نے ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔

ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳۳۳/۱۲

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۳۳۳/۸

⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج: ۱۸۲/۷

⑧ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ج: ۹۲/۱

امام زہری اپنے وقت میں حدیث کے بہت بڑے عالم شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے معاصرین اور غیر معاصرین آپ کے بارے میں رطب اللسان تھے ①۔ امام زہری کی اسی شہرت اور شخصیت کی بناء پر خلیفہ وقت نے تدوین حدیث جیسے اہم مسئلہ میں ان کا انتخاب فرمایا۔

تدوین حدیث اور اس کا مدون اول

علمائے حدیث کے نزدیک تدوین حدیث کا کام حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں ہوا، اور ابن شہاب زہری اس کے مدون اول تھے، ابن شہاب زہری کا بیان ہے:

”لم يدون هذا العلم أحد قبل تدويني“ ② (اس علم (حدیث) کو میری تدوین سے پہلے کسی نے مدون نہیں کیا) امام زہری کی یہ بات محض دعویٰ نہیں بلکہ اہل علم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے، امام مالک بن انس کا قول ہے:

”أول من دون العلم ابن شهاب“ ③ (ابن شہاب پہلے شخص ہیں جس نے علم (حدیث) کو مدون کیا)

یہ رائے متقدمین و متاخرین اہل علم کے ہاں مشہور و معروف ہے اور یہی رائج ہے ④۔

تاہم ڈاکٹر خطیب عجاج نے اس بارے میں کچھ مزید آراء کا تذکرہ کر کے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے ⑤۔

۱۔ خالد بن معدان ۱۰۳ھ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کے بٹن اور کندے تھے جس میں تمام احادیث لکھی ہوئی تھیں اور خالد کو ستر بدری صحابہ کی ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ لہذا قرن اول میں تابعین میں سے پہلے مدون خالد بن معدان تھے۔

یہ رائے شیخ محمد رشید رضا کی ہے ⑥۔

۲۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں تدوین حدیث کا سلسلہ شروع ہوا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صرف دو سال پانچ ماہ حکومت کی ہے۔ اس دوران یہ ممکن نہیں ہے کہ اتنی کم مدت میں حدیث کی تدوین عمل میں لائی جاسکے۔ علاوہ ازیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی نے یہی زمانہ تدوین بتایا ہے۔ یہ رائے سید حسن صدر (م ۱۳۵۴ھ) کی ہے ⑦۔ اس رائے کے مطابق علم حدیث کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ امام زہری مدون اول نہیں ہیں۔

تبصرہ: جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے وہ درست نہیں کیونکہ خالد بن معدان کا صحیفہ شخصی نوعیت کا تھا۔ ان سے قبل بھی حضرات صحابہ و تابعین کے پاس شخصی صحیفے تھے، لہذا اس باب میں انھیں اولیت حاصل نہیں اور جب رسمی تدوین حدیث کا اعتبار کیا جائے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں شروع ہوئی۔ اس میں بھی خالد بن معدان سے قبل ابوبکر بن حزم اور ابن شہاب زہری کو اس میدان میں سبقت حاصل ہے۔ لہذا یہ رائے تاریخی واقعات اور مسلمہ اقوال کے منافی ہے۔

① دیکھئے صفحہ نمبر ۷۲

② ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۱/۱

③ ابیوی، تدریب الراوی، ص: ۴۰ ④ القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۴۶

⑤ ابیوی، تدریب الراوی، ص: ۴۰

⑥ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۱/۱ ⑦ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۰۴/۱

⑧ خطیب عجاج، السنۃ قبل التدوین، ص: ۳۶۲

⑨ سید حسن، تائیس مآدوم الشیعة، ص: ۲۷۸

مؤخر الذکر رائے جس میں دوسری صدی ہجری کو تدوین حدیث کا دور کیا گیا ہے، غیر مسلم ہے کیونکہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے مختصر دور خلافت سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علماء نے آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا؟ امام زہری کا قول بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم نے خلیفہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے احادیث کو کاپیوں پر لکھا اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے ان کی ایک ایک کاپی اپنی ریاست میں جہاں آپ کی حکومت تھی ارسال کر دی تھی۔ اور امام زہری کا یہ قول ابن عبدالبر^(۱) اور دوسرے ائمہ کرام نے ذکر کیا ہے۔ باقی رہا شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی کا قول تو یہ عہد عمرؓ بن عبدالعزیز میں تدوین حدیث کے منافی نہیں ہے، کیونکہ ان کی حدیث کی تدوین سے مراد مرتب اور موضوعاتی اعتبار سے تھی۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی تدوین حدیث کی ابتدا کی وجہ سے تحریک تدوین حدیث محدثین میں تیز ہو گئی۔ اس سے قبل علمائے حدیث احادیث کو تدوین و تبویب کے بغیر صحیفوں اور بیاضوں میں جمع کرتے تھے۔ اب انھوں نے انھیں خاص ابواب کے تحت جمع کرنا شروع کر دیا۔ ان کی کتب ”سنن“ اور متعلقات سنن پر مشتمل ہوتی تھیں جنھیں انھوں نے ”ابواب“، ”مصنف“، ”جامع“ وغیرہ نام دیئے۔ وہ حدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ، تابعینؓ کے فتاویٰ و قضایا اور علماء محدثین کے اقوال بھی درج کرتے تھے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ دوسری صدی ہجری میں سب سے پہلے کسی محدث نے ترتیب و تبویب کے ساتھ کتاب مرتب کی اس ضمن میں اسلامی ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے درج ذیل محدثین کا تذکرہ ملتا ہے:

مکہ مکرمہ میں امام عبدالملک بن عبدالعزیز^(۲)، مدینہ منورہ میں امام مالک بن انس^(۳) اور ابن اسحاق^(۴)، بصرہ میں ربیع بن صبیح^(۵)، سعید بن ابی عروبہ^(۶) اور حماد بن سلمہ^(۷)، کوفہ میں سفیان بن سعید ثوری^(۸)، شام میں امام عبدالرحمن بن عمرو و اوزاعی^(۹)، واسط میں امام ہشیم بن بشیر^(۱۰)، یمن میں امام معمر بن راشد^(۱۱)، اور خراسان میں امام عبداللہ بن مبارک^(۱۲) وغیرہ قابل ذکر ہیں^(۱۳)۔

پھر انھی علماء کی پیروی کرتے ہوئے دوسرے ہم عصر علماء نے تدوین حدیث کا کام وسیع پیمانے پر شروع کر دیا، دراصل ان علماء کرام نے مبسوط کتب کی محض ابتدا کی تھی، باقاعدہ تبویب و تہذیب کا کام اس عہد کے بعد شروع ہوا اور اس کے ساتھ ہی تدوین حدیث کے اسالیب و مناہج اپنے ترقی یافتہ مرحلے میں داخلے ہوتے گئے۔

اس دور میں درج ذیل کتب مدون ہو کر معرض وجود میں آئیں، مثلاً:

- | | |
|--|--|
| ① ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۹۱/۱ | ① سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۸ |
| ② سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۸ | ② سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۸ |
| ③ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۶ | ③ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۷۶ |
| ④ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۳ | ④ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۳ |
| ⑤ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۳ | ⑤ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۳ |
| ⑥ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ | ⑥ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ |
| ⑦ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ | ⑦ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ |
| ⑧ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ | ⑧ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ |
| ⑨ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ | ⑨ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ |
| ⑩ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ | ⑩ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ |
| ⑪ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ | ⑪ سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۴ |
| ⑫ ابن حجر، حدی الساری، ص: ۳۰، السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۴ | |

- ۱۔ ابوالعالیہ الریاحی کی کتب ابواب الطلاق اور مناسک الحج ①
- ۲۔ امام شعبی کی کتاب "الأبواب" ②
- ۳۔ سالم بن عبد اللہ ۱۰۶ھ کا رسالہ فی الصدقات ③
- ۴۔ حسن بصری ۱۱۰ھ کی کتاب التفسیر ④
- ۵۔ قاضی ابوبکر بن حزم ۱۱۲ھ کی کتب ⑤
- ۶۔ مکحول الشامی ۱۱۸ھ کی کتاب السنن اور کتاب المسائل ⑥
- ۷۔ زید بن علی بن حسین ۱۲۲ھ کی کتاب "المجموع" ⑦
- ۸۔ ابن شہاب زہری کے دفاتر ⑧

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی، لہذا غالب گمان ہے کہ تمام کتب اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں۔

تدوین حدیث کا یہ دوسرا مرحلہ ہے جس میں مندرجہ بالا کتب کے علاوہ متعدد دیگر کتب بھی لکھی گئی تھیں ⑨۔

یہ موضوعاتی اور مؤب کتب کی ابتدا تھی جو تدوین حدیث کی ترقی پذیر مرحلہ سے گزر رہی تھی اس لیے ان کے جامعین و مدونین کے

انداز و طرق کا غیر پختہ ہونا ایک لازمی امر تھا۔ باقاعدہ تبویب و تہذیب کا کام اگلے مرحلہ میں شروع ہوا۔

تدوین حدیث کے زور و شور کے ساتھ آغاز کی وجہ سے بہت سارے دوسرے اسلامی علوم، تفسیر، فقہ، تاریخ، لغت وغیرہ کی تدوین

ہونے لگی، گویا کہ اس بابرکت عمل نے دوسرے علوم پر مثبت اثر چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کی بھی خوب پذیرائی ہونے لگی۔

رافعی نے سچ کہا ہے:

"لو لا الحدیث لما خلصت اللغة ولجاءت مشوبة بالكذب والتدليس وفسد هذا

العلم و ما بنی علیہ و ذلك قليل من بركة رسول الله ﷺ ⑩

اگر حدیث نہ ہوتی تو لغت کبھی خالص نہ رہتی، بلکہ جھوٹ اور تدلیس کے ساتھ مل کر سامنے آتی، چنانچہ یہ علم اور متعلقہ علوم فاسد ہو جاتے

اور رسول اللہ ﷺ کی برکت کی بدولت ایسا بہت کم ہوا۔

- | | |
|---|---|
| ① ابن جنبل، العلل، ص: ۳۴۱/۳ | ② الکلتانی، الرسالة المستطرفة، ص: ۸ |
| ③ السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۲۳۱ | ④ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۲/۱ |
| ⑤ ابن عبدالبر، التہذیب، ص: ۶۲/۱ | ⑥ ابن الندیم، المعتمد، ص: ۳۱۸ |
| ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۳۹، ۴۱۹/۳ | ⑧ خطیب المعراج، المختصر الوجیز، ص: ۸۳ |
| ⑨ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ص: ۷۶/۱ | ⑩ تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر: ۲۴۷ |
| ⑪ الرافعی، تاریخ آداب العرب، ص: ۲۲۹ | |

وضع حدیث کا مفہوم اور اس کا حکم

وضع کا لغوی معنی:



وضع کا مادہ (و،ض،ع) درج ذیل معانی پر دلالت کرتا ہے:

- ۱۔ لفظ وضع رفع (بلندی) کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے:
- ”وَضَعْتَهُ بِالْأَرْضِ وَضْعًا“ ^(۱) میں نے اسے زمین کے ساتھ رکھا۔
- ۲۔ بمعنی ولادت جیسے کہا جاتا ہے:
- ”وَضَعَتِ الْمَرْأَةُ وَلَدَهَا إِذَا وَلَدَتْهُ“ ^(۲) عورت نے بچہ جن کر دیا۔
- ۳۔ درجے سے گرا دینا۔ جیسے کہا جاتا ہے:
- ”وَضَعَ عَنْهُ“ ای حَظٌّ مِنْ قَدَرِهِ ^(۳)
- یعنی اس کی قدر (مقدار) سے اسے گرا دیا۔
- ۴۔ کمی کرنا: ساقط کر دینا، جیسے کہا جاتا ہے:
- ”وَضَعَ عَنْ غَرِيمِهِ وَضْعًا“ ای نَقَصَ مِمَّا لَهُ عَلَيْهِ شَيْئًا ^(۴)
- اس نے اپنے مقروض کے قرض سے کچھ کمی کر دی۔
- نیز ”وَضَعَ الْجَنَایَةَ عَنْهُ وَضْعًا“ ای أَسْقَطَهَا
- اس نے اس کے جرم کو ساقط کر دیا۔
- ۵۔ چھوڑ دینا۔ جیسے کہا جاتا ہے:
- ”وَضَعَ الشَّيْءَ مِنْ يَدِهِ إِذَا أَلْقَاهُ“ ^(۵)
- اس نے اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو چھوڑ دیا۔
- ۶۔ ملانا، چسپاں کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے:
- ”وَضَعَ فَلَانٌ عَلَى فَلَانٍ شَيْئًا“ ای الصَّكَّةَ بِهِ ^(۶)
- فلاں نے کس چیز کو کس شخص کے ساتھ ملا دیا۔

ابن عزا ق کا قول ہے:

”الموضوع لغة اسم مفعول من وضع الشيء يضعه - بالفتح - وضعا حطه و أسقطه“ ^(۷)

لفظ موضوع وضع وضع وضع اسم مفعول ہے۔ جو کسی چیز کو گرا دینا اور ساقط کر دینا سے بنایا گیا ہے۔

① ابن فارس، معجم مقاییس اللغة، ص: ۱۷۷/۶ ② ابن منظور، لسان العرب، ص: ۳۹۶/۸

③ ابن فارس، معجم مقاییس اللغة، ص: ۱۷۷/۶ ④ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۳۹۶/۸

⑤ الفیر وز آبادی، القاموس، ص: ۹۸/۳ ⑥ الزبیدی، تاج العروس، ص: ۵۳۳/۵

⑦ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۳۹۶/۸ ⑧ الزبیدی، تاج العروس، ص: ۵۳۳/۵

⑨ ابن عراق، تنزیہ الشریعة، ص: ۵/۱

حافظ ابن حجر نے ابن دحیہ کا قول نقل کیا ہے:

”الموضوع الملقق وضع فلان علی فلان کذا ای أ لصقه به“^①

موضوع وہ چسپاں کی ہوئی (گھڑی) ہوئی ہے۔ اور یہ (موضوع) فلان نے فلان پر اس طرح ملا دیا ہے (سے بنایا گیا ہے)۔
موضوع حدیث کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ ایک تو اس کا مرتبہ گرا ہوا ہوتا ہے اور دوسرا وہ رسول اللہ ﷺ کے بجائے کسی دوسرے کی طرف سے گھڑی ہوتی ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں وضع کا مفہوم

۱۔ حافظ ابن الصلاح، ابن دقین، البرہوی، ابن جماعہ اور ابن کثیر نے موضوع حدیث کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

”هوالمختلق المصنوع“^②

وہ گھڑی ہوئی خود ساختہ بناوٹی حدیث ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک موضوع حدیث کی تعریف:

”الطعن بکذب الراوی فی الحدیث النبوی“^③

حدیث نبوی میں راوی کا جھوٹ کی بدولت راوی پر طعن ہو۔

۳۔ موضوع حدیث کی ایک دوسری تعریف یہ بھی بیان کی جاتی ہے:

أن یکذب الراوی فی الحدیث النبوی بأن یروی عنه ﷺ ما لم یقله لفظاً

و معناً متعمداً لذلك“^④

کوئی راوی حدیث نبوی میں جھوٹ بولے وہ اس طرح کہ وہ آپ ﷺ سے کوئی ایسی روایت نقل کرے جسے آپ ﷺ نے لفظی و معنوی طور پر بیان نہ کیا ہو اور وہ راوی ایسا جان بوجہ کر کرے۔

۴۔ جمال الدین قاسمی کے نزدیک:

”هو الکذب المختلق المصنوع“^⑤

وہ جھوٹ جو گھڑا ہوا اور بناوٹی ہو۔

۵۔ بعض نے موضوع حدیث کو یوں بیان کیا ہے:

”هوالمکذوب علی رسول اللہ ﷺ بأن یروی عن النبی ﷺ ما لم یقله

متعمداً ذاک أو خطأ“^⑥

① ابن حجر، التلک، ص: ۸۳۸/۲

② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸ ③ ابن دقین، الاقتراح، ص: ۲۳۱ ④ البرہوی، جواهر الاصول، ص: ۵۱

⑤ ابن کثیر، اختصار، ص: ۷۸ ⑥ البلقینی، بحاسن الاصطلاح، ص: ۲۱۳ ⑦ العراقی، التمهرة، ص: ۲۶۱/۱ ⑧ التھانوی، قواعد، ص: ۴۲

⑨ ابن حجر، نزہۃ النظر، ص: ۴۶ ⑩ السندی، بهجة النظر، ص: ۵۰

⑪ القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۱۵۰

⑫ عمر غلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۱/۱۰ لیکن یہ اضافہ محل نظر ہے۔ کیونکہ علم اصول حدیث کی بعض اصطلاحات مثلاً ادراج، قلب، علت وغیرہ میں راوی غلطی سے

کسی حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی جانب کر دیتا ہے ایسی حدیث کو رد کرنے کے باوصف ہم اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب وہ جھوٹ ہے جو آپ ﷺ کے نہ فرمانے کے باوجود جان بوجھ کر روایت کیا جائے۔
یا غلطی سے (خود ساختہ حدیث جس میں عمد یا غلطی سے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہو) کا اضافہ کیا ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنی میں مناسبت

مذکورہ بالا لغوی اور اصطلاحی معنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے مابین مناسبت کلی ہے۔ کیونکہ لفظ وضع کا لغوی معنی یا تو درجے سے گرا دینا ہوتا ہے۔ اور موضوع حدیث اپنے درجے سے گرنے ہوئی اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ یا اس کا معنی جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے اور موضوع حدیث بھی ایک طرح کی گھڑی ہوئی ہوتی ہے ①۔

موضوع حدیث کا مرتبہ

حافظ ابن الصلاح کا قول ہے:

”إعلم أن الحديث الموضوع شر الأحدث الضعيفة“ ②

جان لیجئے موضوع حدیث، ضعیف حدیث کی بدترین قسم ہے۔

ابن حجر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”هذه العبارة سبقه إليها الخطابي و استنكرت لأن الموضوع ليس من

الحديث النبوي إذ افعّل التفضيل إنما يضاف إلى بعضه“ ③

خطابی نے سب سے پہلے اس قول کی طرف سبقت کی جس کی مذمت کی گئی کیونکہ موضوع حدیث نبوی میں سے نہیں ہے کیونکہ فعل التفضیل اپنے بعض کی طرف مضاف ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان کا تقاضا ہے کہ موضوع حدیث کو حدیث نبوی میں شمار نہ کیا جائے لیکن علماء اس اصل کی مخالفت کرتے ہوئے کثیر تعداد میں موضوع احادیث اپنی کتب میں لائے ہیں بلکہ انھوں نے موضوعات کی کتب کو کتب حدیث میں شمار کیا ہے۔ علماء نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں:

۱۔ علوم حدیث کی اقسام پر حکم کا مدار غلبہ ظن پر ہے ④۔ چنانچہ کسی عالم کا کسی حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانا ظن ہے، اگر اس کا حکم راجح ہے تو وہ حدیث موضوع ہوگی ورنہ اس حدیث کے صحیح ہونے کا احتمال برقرار رہتا ہے۔ جس وجہ سے موضوع احادیث کو حدیث کہنا یا انھیں کتب حدیث میں ذکر کرنا درست ہے ⑤۔

① مبارک علی، الوضع فی الحدیث، ص: ۴۵

② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸ ③ ابن عزاق، تنزیہ الشریعة، ص: ۵/۱

③ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۷۸ ④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۴/۱

④ ابن حجر، التلک، ص: ۳۹۴/۱ ⑤ ابن حجر، نزہة النظر، ص: ۴۴

⑤ عمر فلاط، الوضع فی الحدیث، ص: ۱۱۰/۱

- ۲۔ حدیث سے مراد ہر وہ بات ہے جسے بیان کیا جائے اور اس میں موضوع حدیث بھی شامل ہے ①۔
- ۳۔ موضوع حدیث کو حدیث کہنا اس کے وضع کرنے والے کے گمان کے مطابق کہتے ہیں اگرچہ حقیقت اور واقع کے اعتبار سے وہ حدیث نہیں ہے۔ امام سیوطی اسی قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لیس فی الحقیقة بحدیث اصطلاحاً بل بزعم واضعہ“ ②

حقیقت میں موضوع حدیث اصطلاحی حدیث نہیں ہوتی بلکہ اس کے وضع (وضع کرنے والا، گھڑنے والا) کے گمان کے مطابق اسے حدیث کہتے ہیں۔

- ۴۔ موضوع حدیث کو حدیث نبوی میں اس لیے شمار کرتے ہیں تاکہ اس حدیث کے طرق کو جان سکیں جو کہ حدیث کی کذب بیانی کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ اور تاکہ حدیث کے مردود ہونے کا حکم لگا سکیں ③۔

موضوع حدیث روایت کرنے کا حکم



تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر موضوع حدیث روایت کرنا حرام ہے۔ چاہے وہ حدیث احکام، قصص، سے متعلق ہو یا ترغیب و ترہیب وغیرہ سے۔ الا یہ کہ یہ بیان کر دیا جائے کہ بیان کردہ روایت موضوع ہے ④۔

کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((من حدث عني حديثاً يري أنه كذب فهو أحد الكاذبين)) ⑤

جس نے میری طرف سے حدیث بیان کی جسے وہ جھوٹ خیال کرتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

اسی لیے خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں:

”يجب على المحدث ألا يروي شيئاً من الأخبار المصنوعة والأحاديث الباطلة الموضوعة فمن فعل ذلك بآء بالإثم المبين و دخل في جملة الكاذبين“ ⑥

محدث کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھڑی ہوئی، باطل اور موضوع قسم کی احادیث روایت نہ کرے اور جس نے ایسا کیا اس نے ایک واضح گناہ کیا اور وہ جھوٹوں کی صف میں داخل ہو جائے گا۔

امام نووی کا قول ہے:

”واعلم أن تعمد وضع الحديث حرام بإجماع المسلمين الذين يعتد بهم في الإجماع“ ⑦

① ابن جریر، التلک، ص: ۸۳۸/۲ ② السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۵/۱ ③ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۵/۱ ④ ابن حجر، التلک، ص: ۸۳۸/۲ ⑤ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی من روی حدیثاً، حدیث نمبر ۲۶۶۲، ص: ۶۰۳ ⑥ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً، حدیث نمبر ۳۸، ص: ۶ ⑦ الخطیب، الجامع للاختلاف الراوی، ص: ۹۸/۲ ⑧ النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۶/۱ ⑨ ابن جریر، فتح الباری، ص: ۱۹۹/۱

جان لیجیے کہ عہد احادیث گھڑنا حرام ہے اور اس پر قابل ذکر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

ابن صلاح موضوع حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”إعلم أن الحديث الموضوع شر الأحدث الضعيفة ولا تحل روايته لأحد“^①

جان لیجیے۔ موضوع حدیث، ضعیف حدیث کی اقسام میں سے سب سے زیادہ بدترین حدیث ہے۔ اور کسی شخص کے لیے ایسی حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

اس طرح کے دوسرے اقوال جلال الدین سیوطی^② اور حافظ ابن کثیر وغیرہ سے مروی ہیں^③۔

البتہ مسلمانوں کو موضوع حدیث سے ڈرانے اور اس سے نفرت دلانے کے لیے اسے بیان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ روایت بیان کرتے ہوئے اس کی صراحت کر دی جائے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

”ومن روى حديثاً موضوعاً على سبيل البيان لحال وضعه والإستشهاد

على عظيم ما جاء به، والتعجب منه و التنفير عنه ساغ له ذلك وكان بمثابة

إظهار جرح الشاهد في الحاجة إلى كشفه والإبانة عنه“^④

اور جو شخص موضوع حدیث بطور واضح کا حال بیان کرنے کے لیے اور اس کے گھٹاؤنے عمل سے استدلال کرتے

ہوئے اور اس سے اظہار تعجب اور نفرت دلانے کے لیے اسے روایت کرتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

اور یہ بمنزلہ بوقت ضرورت شاہد کی جرح کے اظہار کے لیے ہوگا۔

ابن صلاح فرماتے ہیں:

”ولا تحل روايته لأحد علم حاله في أي معنى كان إلا مقرونا ببيان وضعه“^⑤

موضوع حدیث کو روایت کرنا کسی کے لیے کسی صورت میں جائز نہیں جس نے اس (حدیث) کا حال جان لیا ہو تو

اس کو بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے الا یہ کہ اس حدیث کے وضع ہونے کی صراحت کر دی جائے۔

جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

”وقد أطبق على ذلك علماء الحديث فجزموا بأنه لا تحل رواية الموضوع

في أي معنى كان إلا مقرونا ببيان وضعه“^⑥

علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے اور جسے انھوں نے یقین سے بیان کیا ہے کہ موضوع حدیث کا روایت کرنا کسی

طور پر جائز نہیں الا یہ کہ اس حدیث کے وضع ہونے کی صراحت کر دی جائے۔

① ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸

② السيوطي، تدریب الراوی، ص: ۸۵، ابن عزا، تنزیہ الشریعة، ص: ۸/۱

③ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ص: ۴۲

④ الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۹۸/۲، السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۶/۱

⑤ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۹۸

⑥ السيوطي، تحذیر الخواطر، ص: ۷۴، النووي، شرح مسلم، ص: ۷۱/۱، ابن حجر، إنبات، ص: ۸۳۹/۲، السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۵/۱

⑦ العراقي، التبصرة والذكرة، ص: ۲۶۲/۱

وضع حدیث کی ابتدا

وضع حدیث کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلے میں علماء کی متعدد آراء ہیں:

پہلی رائے: مشہور مصری مؤرخ وادیب احمد امین کی رائے ہے کہ وضع حدیث کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔
آپ لکھتے ہیں:

”ویظهر أن هذا الوضع حدث حتى في عهد الرسول ﷺ فحديث ”من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار“^(۱) يغلب على الظن أنه إنما قيل لحادثة زور فيها على الرسول ﷺ وبعد وفاته ﷺ كان الكذب عليه أسهل و تحقيق الخبر عنه أصعب“^(۲)

اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وضع حدیث کا واقعہ عہد رسول ﷺ میں رونما ہوا تھا اور حدیث ”جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے“، ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی جھوٹی بات کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کر دی گئی ہو جس بناء پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہو اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تو آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا آسان ہو گیا اور جس کی تحقیق کرنا ایک مشکل امر ہے۔

اس رائے پر ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”ولم يقع الوضع في حياة النبي ﷺ إذ لم يصح في ذلك شيء و قد غلب على ظن أحمد أمين أن حديث ((من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار)) إنما قيل في حادثة زور فيها على الرسول ﷺ^(۳) و لكن ما ذهب إليه لا سند له في روايات التاريخ ولا في سياق الحديث فالنبي ﷺ إنما قال ذلك حين أمر أصحابه بالتبليغ عنه و فيه دلالة على أن النبي ﷺ توقع ما سيكون من كذب فحذر من ذلك و نبه أصحابه إلى أخذ الحيطة والتيقظ في قبول الأحاديث ولم يصح دليل على أنه قاله في حادثة تزوير معينة“^(۴)

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص: ۵۸۲

② المسلم، مقدمة الصحیح، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۵، ص: ۸

③ ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۵۱، ص: ۵۲۳

④ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۱۱ ⑤ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۱۱

⑥ العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص: ۲۱۱

نبی ﷺ کی زندگی میں وضع حدیث کا ظہور نہیں ہوا کیونکہ اس بارے میں کوئی بات صحیح نہیں ہے۔ اور احمد امین کے خیال میں حدیث ”جس شخص نے مجھ پر عدا جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے“ کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا تھا۔ لیکن ان کی رائے کی تاریخی روایات میں کوئی سند ہے اور نہ ہی حدیث کا کوئی ایسا سیاق ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔ اور اس حدیث میں یہ دلالت ہے کہ نبی ﷺ کو اس بات کی توقع تھی کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا جائے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس سے ڈراتے ہوئے اس بات کی طرف تنبیہ فرمائی کہ وہ احادیث کو قبول کرتے وقت احتیاط کریں اور انتہائی بیداری کا ثبوت دیں اور اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی خاص جھوٹے واقعہ کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا ہو۔

شیخ مصطفیٰ السباعی اس رائے کا اس طرح محاکمہ کرتے ہیں:

”لیس من السهل علينا أن نتصور صحابة رسول الله ﷺ الذين قدوا الرسول ﷺ بأمر واحمهم وأموالهم وهجر وافى سبيل الإسلام أو طانهم وأقرباءهم وامتزج حب الله و خوفه بدمائهم ولحومهم أن نتصور هؤلاء الأصحاب يقدمون على الكذب على رسول الله ﷺ مهما كانت الدواعي إلى ذلك بعد أن استفاض عندهم قول حبيبهم ومنقذهم ﷺ ”إن كذبا على ليس ككذب على أحد ومن كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار“ ①

یہ بات اتنی آسان نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ گمان کریں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا، چاہے اس کے کتنے ہی محرک کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی جان، مال کو آپ ﷺ کے لیے قربان کر دیا اور اسلام کی راہ میں انھوں نے اپنے وطن، اقرباء سے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف ان کے خون اور گوشت میں پیوست ہو چکا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کے محبوب اور نجات دہندہ کا قول ”مجھ پر جھوٹ کسی دوسرے شخص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے“ ان کے سامنے مشہور ہو چکا تھا۔

نیز ڈاکٹر اکرم ضیاء رقمطراز ہیں:

”ولا شك أن تعلق الصحابة بالإسلام و ما بذلوه من تضحيات جسام في النفس والمال والأولاد يقطع باخلاصهم ونزاهتهم و صدقهم و عدالتهم“ ②

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اسلام سے اتنا گہرا تعلق تھا اور اس کے لیے انھوں نے مالی، جانی اور اولاد کی قابل قدر قربانیاں دی تھیں۔ جس سے ان کا اخلاص، صفائی اور ان کی سچائی اور عدالت کا ہونا یقینی ہے۔

① السباعی، السنة ومكانتها، ص: ۷۶

② العمری، بحث فی تاریخ السنة، ص: ۲۱

بلاشبہ صحابہ کرامؓ اقامت فی الدین کے اس مرتبہ پر فائز تھے کہ ان کے بارے میں رسول ﷺ پر افتراء پردازی کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ وہ بات ہے جو قرآن کریم، سنت مطہرہ اور قابل اعتماد مسلمانوں کے اجماع کی روشنی میں ثابت ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾^①

اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی کے کام میں ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

یہ آیت کریمہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اصحاب رسول ﷺ سے راضی ہے خواہ وہ سابقین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے شخص سے راضی نہیں ہو سکتا۔
حضرت براءؓ کا قول ہے:

”ما كل ما نحدثكم عن رسول الله ﷺ سمعناه منه، منه ما سمعناه منه ومنه ما حدثنا أصحابنا ونحن لا نكذب“^②

رسول اللہ ﷺ کی ہر حدیث کو جو ہم تمہیں بیان کرتے ہیں ہم نے آپ ﷺ سے نہیں سنی بلکہ کچھ احادیث ہم نے آپ ﷺ سے سنی ہیں اور کچھ احادیث ہمارے اصحاب نے ہمیں بیان کی ہیں اور ہم ہرگز جھوٹ نہیں بولتے۔

اس مفہوم میں ایک دوسری روایت جسے امام البیہقی نے نقل کیا ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں:

”ليس كلنا كان يسمع حديث النبي ﷺ كانت لنا ضيعة و أشغال و لكن كان الناس لم يكونوا يكذبون فيحدث الشاهد الغائب“^③

ہم سب نبی ﷺ سے حدیث نہیں سن سکتے تھے کیونکہ ہم زمین اور دوسری مصروفیات میں مشغول ہوتے تھے لیکن لوگ ہرگز (نبی ﷺ پر) جھوٹ نہیں بولتے تھے نبی ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے والا شخص، غائب شخص کو حدیث بیان کر دیتا تھا۔
حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت انسؓ بن مالک نے حدیث بیان کی تو ایک شخص نے پوچھا:

”أسمعت هذا من رسول الله ﷺ قال نعم أو حدثني من لم يكذب والله ما كنا نكذب ولا كنا ندرى ما الكذب“^④

① التوبہ: ۱۰۰/۹ ابن عدی، الکامل، ص: ۵۰/۱

② البیہقی، سنن البیہقی، ص: ۲۳۱/۱ ③ ابن خلیل، المسند، ص: ۲۸۳/۴

④ ابن عدی، الکامل، ص: ۵۰/۱ ⑤ السیوطی، فتح السنة، ص: ۲۵

کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ (حدیث) سنی ہے۔ تو حضرت انس بن مالک نے جواب دیا جی ہاں یا آپ نے کہا مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ بخدا ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی ہمیں معلوم ہے جھوٹ کیا ہے۔

طاؤس کا بیان ہے ایک مرتبہ بشیر بن کعب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور انھیں احادیث سنانی شروع کر دیں جب کچھ احادیث سنا چکے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث ذرا پھر سنائیں، چنانچہ بشیر نے روایات دوبارہ سنائیں پھر آپؓ نے کچھ اور روایات دوبارہ سنانے کے لیے کہا تو وہ دوبارہ سنا چکے تو اس نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپؓ نے جن روایات کو دوبارہ سنانے کے لیے نہیں کہا وہ آپؓ کے نزدیک معروف اور مقبول ہیں اور دوسری غیر مقبول تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

”إنا كنا نحدث عن رسول الله ﷺ وإذ لم يكن يكذب عليه فلما ركب

الناس الصعب والذلول تركنا الحديث عنه“ ①

ہمیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کی جاتی تھیں جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا جاتا تھا۔ لیکن جب لوگوں نے سچ اور جھوٹ کو ملنا شروع کیا تو ہم نے ان سے روایات سنی ترک کر دیں۔

یزاحمد امین نے اس حدیث (من كذب على متعمداً....) کے پس منظر میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جسے امام طبری نے مختلف اسناد سے روایت کیا ہے۔

بنی لیث کا ایک قبیلہ مدینہ منورہ سے دو میل کے فاصلے پر رہتا تھا۔ ان کے کسی شخص نے زمانہ جاہلیت میں کسی کے ہاں منگنی کی لیکن بعد میں لوگوں نے لڑکی کا نکاح اس شخص سے کرنے سے انکار کر دیا وہ چونہ پہنے ہوئے ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ چونہ مجھے پہنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور تمہارے جان و مال میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے۔ بعد میں وہ اس لڑکی کے پاس چلا گیا جسے وہ چاہتا تھا۔ ان لوگوں نے معاملہ کی تحقیق کرنے کے لیے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ تمہیں مل جائے تو اسے قتل کر دینا اور اگر وہ تمہیں مردہ ملے تو اس کو جلا دینا۔ چنانچہ یہ شخص واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ اس شخص کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسے جلا ڈالا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں پائے“ ②۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد بن بکر عابد نے یہی رائے ہاشم معروف الحسینی کی بیان کی ہے ③۔

① المسلم، مقدمة الحج، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹

② الطبرانی، المعجم الأوسط، ص: ۵۹/۳ ③ ملا علی القاری، تمییز الموضوع عن المرفوع، ص: ۳۰ ابن عدی، الکامل، ص: ۳۷۱/۳ ④ الطحاوی، مشکل الآثار، ص: ۳۵۲/۱

⑤ عبد الصمد، الوضع والوضعون، ص: ۴۲ ⑥ ہاشم، الموضوعات، ص: ۹۴

احمد امین اور ہاشم معروف کی رائے درج ذیل دلائل کی روشنی میں درست نہیں۔

۱۔ حدیث ((من کذب علی متعمداً...)) کے پس منظر میں جس روایت کا سہارا لیا گیا ہے وہ روایت صحیح نہیں۔

☆ اس روایت کا دارو مدار دو مختلف روایات پر ہے۔ ایک روایت کی سند عبد اللہ بن بریدہ پر ختم ہوتی ہے۔ جس کی سند میں صالح بن حبان ہے۔ جس کی محدثین میں سے کسی ایک نے بھی توثیق نہیں کی ہے۔ بلکہ سب نے اسے مجروح اور ضعیف قرار دیا ہے ①۔

اور دوسری روایت کی سند عبد اللہ بن زبیر پر ختم ہوتی ہے۔ اور اس سند میں السری بن یزید اور محمد بن علی الغزالی دوا لیے راوی ہیں جن کا ذکر کتب رجال و تراجم میں نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابن جوزی نے ان دونوں روایات کو موضوع قرار دیا ہے ②۔

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس واقعہ کا تعلق کسی دینی معاملہ سے ہرگز نہیں بلکہ خالص دنیاوی معاملہ سے ہے۔

مزید برآں چونکہ یہ لوگ مدینہ سے باہر رہائش پذیر تھے اور غالب گمان یہی ہے کہ جس شخص نے یہ حرکت کی ہو وہ مسلمان نہ ہو بلکہ منافق ہو جس نے اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے من گھڑت اور جھوٹی بات آپ ﷺ کی طرف منسوب کی ہو اور کسی صحابی سے ایسے فعل کا صدور محال ہے اور پھر ان دونوں روایات میں اس شخص کا نام مذکور نہیں اور صحابہ کرام کے نام معروف اور جانے پہچانے تھے۔

ثابت ہوا کہ اس حدیث کا پس منظر وہ نہیں جسے احمد امین نے بیان کیا ہے بلکہ اس حدیث کا صحیح پس منظر وہ ہے جسے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بلغوا عنی و لو آتة و حدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج و من کذب علی

متعمداً فلیتبعوا مقعده من النار)) ③

میری طرف سے تمہارے پاس اگر ایک آیت بھی ہو تو اسے دوسروں تک پہنچا دو اور بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یاد رکھو جس نے عدا میری طرف جھوٹ منسوب کیا ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں پائے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت دی تو تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ ان کی بات انھی سے منسوب کرنا اور میری بات مجھ سے اور جس نے عدا کسی دوسرے کی بات کی نسبت میری طرف کی وہ جہنم میں جائے گا۔

① الدارقطنی، المغنی، والترمذی، مس: ۲۴۶ ② ابن جوزی، الموضوعات، ص: ۳۹/۱

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۳۶۱-۳۳۶۲، ص: ۵۸۲

اس روایت کا دوسرا حصہ (من کذب علی متعمداً فلیتبعوا مقعدہ من النار) صحیح مسلم ① سنن ابوداؤد میں بھی ہے ② اور باختلاف الفاظ یہ روایت جامع الترمذی ③ اور سنن ابن ماجہ میں بھی موجود ہے ④۔

مذکورہ بالا ادلہ کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں وضع حدیث کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اس قول کے حق میں مزید ادلہ دیتے ہوئے ⑤۔ شیخ مصطفیٰ السباعی آخر میں فرماتے ہیں:

”لا یبقی بعد هذا شك فی أن الكذب لم یكن علی عهد رسول الله ﷺ من الصحابة ولا وقع منهم بعده وأنهم كانوا محل الثقة فيما بينهم لا یكذب بعضهم بعضاً.....“ ⑥

اس کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ عہد رسالت اور اس کے بعد میں صحابہ کرامؓ کی جانب سے کوئی جھوٹ ان سے سرزد نہیں ہوا اور صحابہ کرامؓ آپس میں ایک دوسرے پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے اور کوئی کسی دوسرے کو جھوٹا خیال نہیں کرتا تھا۔

عہد صدیقیؓ اور عہد فاروقیؓ میں وضع حدیث کا وجود نہیں تھا:

عہد رسالت کے ساتھ ساتھ عہد ابوبکر صدیقؓ، عہد فاروقیؓ میں بھی وضع حدیث کا دروازہ نہیں کھلا تھا۔ اس بارے میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری فرماتے ہیں:

”وكذلك لا توجد أدلة علی وقوع الوضع فی خلافة ابی بكر وعمر ولا شك أن كثرة الصحابة الكبار و وحدة الأمة فی هذه الفترة المبكرة منعت ظهور الوضع فی الحديث“ ④

اسی طرح خلافت ابوبکرؓ و عمرؓ میں وضع حدیث کا واقع ہونے کے بارے کوئی ادلہ نہیں پائی جاتی ہیں بلاشبہ ان ابتدائی ادوار میں کبار صحابہ کرامؓ کی کثرت اور وحدت امت نے وضع حدیث کے ظہور کو روک رکھا ہے۔

اگر وضع حدیث کا ظہور ان ادوار (عہد رسالت، عہد صدیقیؓ، عہد فاروقیؓ) میں ہوا ہوتا تو تاریخی روایات میں اس کا ذکر ہوتا یا پھر کسی ایک حدیث میں بھی اس کا تذکرہ ملتا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان ادوار میں وضع حدیث کا ظہور نہیں ہوا تھا۔

① المسلم، مقدمة الصحیح، حدیث نمبر ۵، ص: ۸

② ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب التشدید فی الكذب علی رسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۵۱، ص: ۵۲۳

③ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی من روی حدیثاً، حدیث نمبر ۲۶۶۲، ص: ۶۰۳

④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب من حدث عن رسول الله ﷺ حدیثاً، حدیث نمبر ۳۸، ص: ۶

⑤ تفصیل کے لیے دیکھیے السباعی، السنة ومكانتها، ص: ۷۶-۷۸

⑥ السباعی، السنة ومكانتها، ص: ۷۸ ④ العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص: ۲۲

۲۔ دوسری رائے

اکثر علماء کی رائے ہے کہ وضع حدیث کا ظہور ۴۰ھ اور اس کے بعد کے ادوار میں ہوا ہے۔

ان علماء کرام میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، ڈاکٹر عجاج الخطیب، ڈاکٹر نور الدین عتر، ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ، ڈاکٹر محمد بن محمد ابو زہو، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، شیخ عبدالفتاح ابو غدہ شامل ہیں۔

اس رائے کا اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی فرماتے ہیں:

”كانت سنة أربعين من الهجرة هي الحد الفاصل بين صفاء السنة و خلوصها من الكذب و الوضع و بين التزید فيها و اتخاذها وسيلة لخدمة الأغراض السياسية و الإقسامات الداخلية.....“^(۱)

چالیس سن ہجری خالص سنت جو جھوٹ اور وضع سے خالی تھی کے مابین اور سنت میں اضافہ اور اسے سیاسی مقاصد اور داخلی گروہ بندی کے مابین حد فاصل تھی۔

ڈاکٹر عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

”ويجاد ر بنا أن نبين أن الوضع لم يصل إلى ذروته في هذا القرن، لأنه نشأ قبل منتصف القرن الهجري الأول بقليل و سرعان ما كان يعرف الحديث الموضوع لكثرة الصحابة و التابعين الذين عرفوا الحديث وحفظوه“^(۲)

اور یہ بیان کرنا زیادہ ضروری ہے کہ اس صدی میں وضع حدیث اپنی انتہا تک نہیں پہنچی کیونکہ اس کا آغاز پہلی صدی ہجری کے نصف سے کچھ پہلے ہوا اور اس صدی میں صحابہ کرام و تابعین کی کثیر تعداد کی موجودگی کی وجہ سے موضوع حدیث کی پہچان جلد ہونے لگی کیونکہ صحابہ و تابعین کو حدیث کی پہچان تھی اور انہیں یاد بھی تھیں۔

ڈاکٹر نور الدین عتر بیان کرتے ہیں:

”ثم برز قرن الفتنة التي أدت إلى قتل الخليفة المظلوم عثمان بن عفان و ظهرت الفرق و راح المبتدعة تبحث عن مستندات من النصوص تعتمد عليها في كسب أعوان لهم فعمدوا إلى الوضع في الحديث فاختلقوا على رسول الله ﷺ ما لم يقل فكان مبدأ ظهور الوضع في الحديث منذ ذلك الوقت سنة ٤١ هـ“^(۳)

(۱) السباعی، السنة و مكانتها، ص: ۷۵ (۲) الخطیب، السنة قبل التدوين، ص: ۱۸۹

(۳) نور الدین عتر، مقدمة علوم الحديث لابن الصلاح، ص: ۷

پھر فتنہ کے دور کا ظہور ہوا جس کے نتیجے میں مظلوم خلیفہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور مختلف فرقے معرض وجود میں آئے اور اہل بدعت نصوص میں ایسے دلائل تلاش کرنے لگے جن کی بنیاد پر وہ اپنے موقف کو مضبوط کر سکیں چنانچہ انھوں نے وضع حدیث کا رخ کیا اور آپ ﷺ پر جھوٹی باتیں گھڑی جنھیں آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا تو یہیں سے وضع حدیث کا آغاز و ظہور ہوا اور یہ چالیس صدی ہجری کا دور تھا۔

ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ رقمطراز ہیں:

”..... نرى أن نشأة الوضع بمعناه الظاهر الواضح كانت حوالی سنة أربعین من الهجرة و كان ذلك في عصر صغار الصحابة و كبار التابعين“^(۱)

ہمارا خیال ہے واضح اور ظاہر مفہوم میں وضع حدیث کا آغاز تقریباً چالیس صدی ہجری میں ہوا تھا اور یہ صغار صحابہ اور کبار تابعین کا زمانہ تھا۔

نیز انھوں نے اپنے موقف کی بنیاد ابن سبا یہودی کی گھڑی ہوئی حدیث پر رکھی ہے جس میں اس نے نبی ﷺ کی طرف یہ منسوب کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ((لکل نبی وصی و وصی علی))^(۲) (ہر نبی کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ علیؓ ہے)۔ لیکن حقیقت میں یہ حدیث ابن سبا کی وضع کردہ نہیں ہے کیونکہ اس روایت کو ابو عبد اللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی نے اپنی سند سے یوں نقل کیا ہے:

((عن محمد بن حمید الرازی ثنا ابن مجاہد ثنا محمد بن اسحاق عن شريك بن عبد الله عن ابی ربيعة الأیادی عن ابن بريدة عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ لکل نبی وصی و وصی علی))^(۳)

محمد بن حمید الرازی سے روایت ہے وہ ابن مجاہد سے بیان کرتے ہیں اور وہ محمد بن اسحاق سے اور وہ شریک بن عبد اللہ اور وہ ابو ربیعہ الایادی سے اور وہ ابن بريدة اور وہ اپنے والد سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور میرا خلیفہ علیؓ ہے۔

پھر جوزقانی اس حدیث پر محاکمہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

”هذا حدیث باطل و فی إسنادہ ظلمات منها محمد بن اسحاق فإنه ضعيف الحديث و منها علی بن مجاهد الرازی، قال صالح بن محمد سمعت يحيى بن معين و سئل عن علی بن مجاهد الرازی فقال كان يضع الحديث و كان

(۱) ابو شہبہ، الوسيط، ص: ۳۲۶ (۲) البوشہ، الاسرائیلیات والموضوعات، ص: ۳۲

(۲) الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۳۴۰/۳

(۳) الجوزقانی، الأباطیل، ص: ۱۵۰/۲

لہ کتاب المغازی فکان یضع لکلامہ إسناداً^①

یہ حدیث باطل ہے اور اس کی سند اندھیروں میں گھری ہوئی ہے۔ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو حدیث میں ضعیف ہے۔ اور ان میں سے ایک علی بن مجاہد الرازی ہے۔ صالح بن محمد کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا جب آپ سے علی بن مجاہد الرازی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا اور ان کی مغازی پر ایک کتاب ہے۔ وہ اپنے کلام کی سند گھڑا کرتا تھا۔

ابن الجوزی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”ففیہ محمد بن حمید و قد کذبہ ابو زرعة و ابن دارة“^②

اس روایت میں محمد بن حمید ہیں جسے ابو زرعة اور ابن دارة نے جھوٹا قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر ابوبکر عبدالصمد اس حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”ولا یتبعہ أن یكون من کلام ابن سباء و تخرصاته و مما کان یشیعہ فی

عوام الناس ثم جاء من بعده فجعله حدیثاً و ركب له إسناداً“^③

اور یہ بات بعید از امکان نہیں ہے کہ یہ (حدیث) ابن سبا کا کلام اور اس کی افتراء پر دازی ہو جس کی وہ لوگوں میں تشہیر کرتا تھا پھر اس کے بعد کسی نے اس کی سند بنا کر اسے حدیث بنا لیا۔

لہذا اس روایت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ وضع حدیث کا ظہور ۴۰ھ سے ہوا تھا۔

ڈاکٹر محمد ابوزہو وضع حدیث کے ظہور کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”..... ثم لما ولی علیٰ کرمہ اللہ وجہہ الخلافة وکان ما کان بینہ و بین

المعاویة فی صفین افترق الناس إلی شیعۃ و خوارج و جمهور کما رأیت

وهنا ظهر الکذب علی رسول اللہ ﷺ و اشتد أمرہ من الشیعۃ و الخوارج

و دعاة بنی أمیة لذلك یعتبر العلماء مبدأ ظهور الوضع فی الحدیث من هذا

الوقت (سنة ۴۱ھ)“^④

جب حضرت علیؑ مسند خلافت پر فائز ہوئے اور صفین کے مقام پر ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ ہوئی تو

لوگ شیعہ، خوارج اور جمهور میں بٹ گئے تو اب رسول کریم ﷺ پر دروغ گوئی کا آغاز ہوا شیعہ، خوارج اور بنو امیہ

کے دعاۃ اس میں تختی سے حصہ لینے لگے۔ اسی لیے علماء ۴۱ھ کو وضع حدیث کے ظہور کی ابتدا قرار دیتے ہیں۔

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱/۳۷۶

② الجوزقانی، الأباطیل، ص: ۱۵۰/۲

③ ابوزہو، الحدیث والحدوث، ص: ۳۸۰

④ عبدالصمد، الوضع والوضاعون، ص: ۵۱

اس کے بعد ابو زہو لکھتے ہیں:

”وهذا التحديد إنما هو لظهور الوضع في الحديث وإلا فقد وجد الكذب

على رسول الله ﷺ قبل ذلك حتى في زمنه ﷺ“ (۱)

یہ تحدید اس اعتبار سے درست ہے کہ اس وقت وضع حدیث کا ظہور و شیوع ہوا اور نہ آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ پر جھوٹ پہلے بھی باندھا جاتا تھا۔

دلیل کے طور پر انھوں نے حدیث ((من كذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار)) کے پس منظر میں حضرت بریدہؓ کی روایت بیان کی ہے (۲)۔

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے لہذا ان کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

شیخ عبدالفتاح ابو غدة وضع حدیث کے آغاز اور ظہور کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”وقد استمر الصفاء و النقاء للسنة المطهرة في أواخر عهد الأربعة الخلفاء

الراشدين و ذلك إلى نحو سنة أربعين من الهجرة ثم لما وقعت فتنة مقتل

سيدنا عثمان قامت بعض الأهواء السياسية في نفوس بعض الناس

ولوحظ شئ من الاختلال في الضبط والنقل فتحفظ الصحابة عند ذلك

بشدّة التثبت والإستيثاق من الخبر و سألوا عن الإسناد حتى لا يدخل

من هوة الأهواء على السنة المشرفة دخيل أو حميل.....“ (۳)

خلفائے اربعہ راشدین کے آخری عہد چالیسویں صدی ہجری تک سنت مطہرہ خالص اور شفاف رہی اور پھر جب

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ واقع ہوا تو کچھ لوگوں میں سیاسی خواہشات بیدار ہوئی اس وقت ان کے حافظہ اور نقل

روایت میں خلل واقع ہوا تو صحابہ کرامؓ خبر کی قبولیت میں سختی برتنے لگے اور اسناد کے بارے میں سوال کرنا شروع کر

دیا تا کہ سنت مطہرہ میں اہل ہوا کی خواہش داخل نہ ہو سکے۔

نیز انھوں نے محمد بن سیرینؒ (۴) کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ابن سیرین کا قول ہے:

”لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سمو لنا رجالكم فينظر

إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم“ (۵)

(۱) ابو زہو، الحدیث والمحدثون، ص: ۲۸۰ (۲) دیکھئے صفحہ نمبر: ۲۲۶

(۳) ابو غدة، لمحات من تاريخ السنة المشرفة، ص: ۳۶

(۴) آپ کی کنیت ابو بکر ہے، آپ حضرت انسؓ بن مالک کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ،

عمرانؓ بن حصین ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور دیگر صحابہؓ سے سماع حدیث کیا اور آپ سے ایوبؓ، ابن عونؓ، قرۃ بن خالدؓ، محمد بن سلیم اور بہت سے دوسرے لوگوں نے علم حاصل

کیا۔ آپ فقہ حدیث میں امامت کے رتبہ پر فائز تھے بے حد وسیع علم کے حامل، حدیث کے حافظ اور ثقہ تھے۔ آپ نے امام حسن بصریؒ سے مکمل ایک سو ایام بعد شوال

۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۷۵/۱ (۵) ابن حجر، تہذیب المعجم، ص: ۲۱۳/۹

(۵) المسلم، مقدمة الصحيح، باب بیان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر: ۲۶، ص: ۱۰

(خوارج، معتزلہ اور روافض کے) فتنہ کے وقوع سے پہلے لوگ اسناد کے متعلق نہیں پوچھتے تھے لیکن جب اس فتنہ کا وقوع ہوا تو لوگوں نے ہر حدیث کی سند کے متعلق پوچھنے لگے چنانچہ اہل سنت کی حدیث قبول کی جانے لگی اور اہل بدعت کی روایت رد کی جانے لگی۔

پھر مزید بیان کرتے ہیں:

”وعلی ضوء ما تقدم الإجمال ببيانہ يمكن تحديد زمن نشوء الوضع للحدیث بأواخر منتصف القرن الأول للهجرة وتحديد نشوء نقد المتن والإسناد من أوائل عهد الصحابة والتابعين فلم تكن هناك فجوة بين السنة وحفاظها الأمناء تمكن المغيرين عليها من أهل الأهواء والبدع أن يدسوا فيها ويتخذ ماسوه وزوروه دينا وشریعة.....“^①

گذشتہ بیان کی روشنی میں وضع حدیث کے زمانہ ظہور کی تحدید ممکن ہے۔ جو پہلی صدی ہجری کا آخری نصف دور تھا۔ اور صحابہ و تابعین کے اوائل عہد میں اسناد اور متن کی کھوج لگائی گئی۔ سنت اور اس کی حفاظت کے امین کے مابین کوئی خلیج حائل نہ تھی کہ جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل الاہواء اور اہل البدع اس (سنت) میں کچھ اضافہ کر سکیں اور پھر وہ اس اضافہ شدہ جھوٹ کو دین اور شریعت کا نام دے سکیں۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء اس بارے میں رقمطراز ہیں:

”وقد حدث فی النصف الثانی من خلافة عثمان اختلاف و شقاق كبير إذ نقم البعض علی عثمان فاشتعلت الفتنة و أسفرت عن مقتل عثمان ولكن ما أحدثته من تصدع فی المجتمع الإسلامی ظل أثره باقیا فقد ولدت الأحقاد وأزالت الصفاء من نفوس الكثيرين و مع ذلك فنحن لا نجد فی خلافة عثمان روايات تشير إلى الوضع فی الحدیث“^②

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے نصف اخیر میں اختلافات اور جھگڑائے رونما ہوئے، جب سے بعض لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر عیب لگانا شروع کیا جس سے فتنہ کی آگ شعلے مارنے لگی اور حضرت عثمانؓ کی شہادت پر منہج ہوئی لیکن اسلامی معاشرہ میں جو یہ پھوٹ واقع ہو چکی تھی اس کا اثر باقی رہا جس سے بغض و کینہ نے جنم لیا اور جس نے بہت سے لوگوں کے نفوس سے صفائی کو زائل کر دیا اس تمام فتنہ و فساد کے باوجود ہمیں عہد خلافت عثمانؓ میں وضع حدیث کی روایت نہیں ملتی۔

① البغفة، لمحات من تاريخ السنة المشرفة، ص: ۳۰

② العمري، بحوث فی تاريخ السنة، ص: ۲۲

اس کے بعد انھوں نے ابو ثور فہمی کی روایت کو ضعیف قرار دیا جس سے وہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ جن کا موقف ہے کہ وضع کا آغاز حضرت عثمانؓ کے دور میں زمانہ فتن میں ہوا۔

ابو ثور کی روایت اس طرح ہے کہ یزید بن عمرو المعافری کا کہنا ہے کہ اس نے ابو ثور فہمی سے سنا وہ کہہ رہے تھے:

”قدمت علی عثمان فصعد ابن عُدیس^(۱) المنبر و قال ألا إن عبد اللہ بن مسعود حدثنی أنه سمع رسول اللہ ﷺ يقول ألا إن عثمان أضل من عبیدہ علی بعلا^(۲) فأخبرت عثمان فقال كذب واللہ ابن عُدیس ما سمعها من ابن مسعود ولا سمعها ابن مسعود من رسول اللہ ﷺ قط“^(۳)

میں حضرت عثمانؓ کے پاس (مدینہ) گیا تو وہاں ابن عدیس نے برسر منبر یہ بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا خبردار عثمانؓ تو عبیدہ سے بھی زیادہ اپنے گھر سے بے خبر ہے۔ ابو ثور کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا تو انھوں نے فرمایا بخدا ابن عدیس نے جھوٹ بولا ہے انھوں نے ہرگز یہ بات حضرت عبد اللہ بن مسعود سے نہیں سنی اور نہ ہی عبد اللہ بن مسعود نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء اس روایت کا یوں محاکمہ کرتے ہیں:

”هذه الرواية لا تصح من جهة الإسناد ففيه انقطاع و هو من طريق ابن لهيعة و هو مفرط في التشيع و الرواية في مثالب عثمان مما يوافق هواه ولا تقبل منه“^(۴)

یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے اور یہ ابن لہیعہ کے طریق سے ہے جو تشیع میں حد درجہ کے غالی ہیں اور روایت حضرت عثمانؓ کے نقائص میں ہے۔ جو اس کی خواہش کے ساتھ موافقت رکھتی ہے لہذا یہ روایت غیر مقبول ہے۔

مزید برآں محدث ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت کو حضرت عثمانؓ کے نقائص بیان کرنے کے لیے گھڑا گیا ہے^(۵)۔

حافظ ذہبی کا کہنا ہے کہ ابن لہیعہ نے اس جھوٹ کو ابن عدیس کی طرف منسوب کیا ہے^(۶)۔

① ابن عدیس، عبد الرحمن بن عدیس ہے۔ جو حضرت عثمان کی شہادت میں شریک تھا۔ الطبری، تاریخ الطبری، ص: ۳۰۴۹

② اس ضرب الشل کی تشریح کے لیے دیکھئے العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص: ۲۳

③ السیوطی، اللآلی المصنوعة، ص: ۳۱۸/۱ ④ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۳۵/۱

⑤ العمری، بحوث فی تاریخ السنة، ص: ۲۳

⑥ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۳۵/۱

⑦ ابن عزاق، تنزیہ الشریعة، ص: ۳۵۰/۱

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ابن عفیس کے اس جھوٹ سے بری ہیں پھر اس روایت کی سند میں ابن ابی الدنیا اور کامل بن طلحہ کے درمیان انقطاع ہے اور اس روایت کو صرف ابن لہیعہ ہی نے بیان کیا ہے ^(۱) جسے محدثین کی اکثریت نے ضعیف قرار دیا ہے ^(۲)۔

ان ادلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت اور موضوع ہے۔ اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمانؓ کے آخری دور میں وضع حدیث کا آغاز ہو گیا تھا۔ تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا۔ خاص طور پر حضرت عثمانؓ کے آخری ایام میں ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جس سے وہ آپس کے اختلاف سے دوچار ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی دوسرے پر جھوٹا الزام نہیں لگایا۔

۳۔ تیسری رائے:

اس رائے کے مطابق وضع حدیث کا ظہور پہلی صدی ہجری کی آخری تہائی میں ہوا۔ یہ رائے ڈاکٹر عمر بن حسن فلاتہ کی ہے آپ فرماتے ہیں:

”والذی ینظہر لی۔ واللہ أعلم۔ أن الوضع فی الحدیث أعنی الکذب علی رسول اللہ ﷺ بدأ متأخراً عن هذه الفترة ویمكن تحدیده بالثلث الأخير من القرن الأول حیث الأدلة قامت علی وجود محاولات للکذب علی رسول اللہ ﷺ فی تلك الحقبة“ ^(۳)

میری رائے کے مطابق وضع حدیث کا آغاز اس عرصہ (۴۰ھ) میں نہیں بلکہ اس کے بہت بعد ہوا ہے پہلی صدی کی آخری تہائی میں اس کی تحدید ممکن ہے۔ اس تہائی میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کوششیں تاریخ کی کتب میں مذکور ہیں۔

اس کے بعد ڈاکٹر عمر فلاتہ نے مزید ادلہ بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلی صدی کی آخری تہائی میں آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی کوششیں تاریخی کتب میں مذکور ہیں۔ امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور ان کے آپس میں اختلافات تھے اختلافات کے اس دور نے فتنہ وضع حدیث کے لیے تمہید کا کام کیا اور آہستہ آہستہ لوگوں نے آپ ﷺ کی طرف جھوٹی روایات بھی منسوب کرنا شروع کر دیں۔

① السیوطی، اللآلی المصنوعة، ص: ۳۱۸/۱

② ابن العجمی، نہایہ السوال، ص: ۱۳۸۵/۴

③ عمر فلاتہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۲۰۲/۱

اختلافات کے اس دور میں امت میں درج ذیل خرابیاں پیدا ہوئیں۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کی حرمت و تعظیم پامال ہونے لگی ان کی عظمت کا احساس کم ہو گیا اور ان کی عیب جو یاں شروع ہو گئیں جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی شخصیت میں عیب نکالے جانے لگے۔ ان کے اجتہادی مسائل پر تنقید ہونے لگی۔

۲۔ حضرت علیؓ پر مسئلہ تحکیم ① کی وجہ سے عیب لگایا گیا۔

۳۔ بعض افراد کی طرف سے خلیفہ اور ان کے گورنر کے نقائص بیان کیے جانے لگے اور علانیہ مخالفت ہونے لگی مثلاً عبدالرحمن بن عدیس نے برسر منبر حضرت عثمانؓ کے نقائص بیان کیے۔

۴۔ غزوہ ذات الصوری میں محمد بن ابی بکرؓ کا لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے خلاف ابھارنا صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین کی زبان پر کتب کو جھٹلایا گیا۔

۵۔ خلفاء کی شہادت کے واقعات رونما ہوئے جیسے حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد حضرت علیؓ کی شہادت اور اسی طرح حضرت طلحہ بن زبیر کا قتل۔

ان جلیل القدر خلفاء (حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کی شہادت کے بعد مسلمان فرقوں میں بٹ گئے۔ ان فرقوں میں سے بعض کی طرف سے ان خلفاء کی طرف جھوٹ اور بعض فتاویٰ کو منسوب کیا جانے لگا تا کہ ان کی نسبت سے یہ فرقے لوگوں میں رواج پاسکیں۔ خصوصاً حضرت علیؓ کی طرف بہت سی غلط روایات اور فیصلے منسوب کیے گئے۔ امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ طاؤس بن کیسان کا قول نقل کیا ہے۔ طاؤس فرماتے ہیں۔

”أتی ابن عباس بكتاب فيه قضاء علي فمحاہ إلا قدر وأشار سفيان بن عيينه بذراعه“ ②

حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضرت علیؓ کے قضایا پر مشتمل ایک کتاب لائی گئی تو حضرت ابن عباسؓ نے ایک مقدار کے علاوہ اس کو مٹا دیا۔ سفيان بن عيينه نے اس مقدار کا اشارہ ہاتھ سے کیا (یعنی حضرت ابن عباسؓ نے صرف ایک ہاتھ کے مقدار کا غنڈ پر کچھ احکام جو صحیح تھے وہ رہنے دیے)۔

① جنگ صفین میں ۳۷ھ کو جب حضرت عمارؓ شہید ہو گئے تو دوسرے دن حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی فوجوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ حضرت معاویہؓ کی فوج میں شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے معاویہؓ کو حکم دیا کہ ہماری فوج نیزوں پر قرآن کریم اٹھائے اور کہے ”هذا حکم بیننا و بینکم“ (یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے) حضرت علیؓ نے پہلے تو اسے جنگی جال قرار دے کر لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا لیکن بالآخر عراقیوں کے لڑائی جاری رکھنے سے انکار پر آپ نے جنگ بند کر کے تحکیم کا معاہدہ کیا۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۲۶۲/۷

② المسلم، مقدمة الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰۰

اس کے بعد آپ رقمطراز ہیں:

"اختلافات کے اس دور میں بھی تاریخ میں کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی نے کوئی جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی ہو" ①۔

انہوں نے درج ذیل روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

۱۔ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ ابوالحسن الحرانی کا قول نقل کیا ہے:

"قال المختار لرجل من أصحاب الحديث ضع لي حديثا عن النبي ﷺ أني كائن بعده خليفة وطالب بتره ولده وهذه عشرة آلاف درهم وخلعة ومركوب و خادم فقال الرجل أما عن النبي ﷺ فلا ولكن اختر من شئت من الصحابة وأحطك من الثمن ما شئت قال عن النبي ﷺ أوكد قال العذاب عليه أشد" ②

ابو عبید مختار ثقفی نے محدثین میں سے کسی شخص سے کہا کہ آپ میرے لیے نبی ﷺ کی طرف سے یہ حدیث گھڑ دیں کہ میں اس کے بعد خلیفہ ہوں اور اس کی اولاد میں سے کوئی شخص بھی خلیفہ نہیں بن سکتا۔ اس کے عوض تمہارے لیے دس ہزار درہم ایک چوہہ ایک سواری اور ایک خادم ہے۔ محدث نے جواب دیا میں نبی ﷺ کی طرف ایسا جھوٹ منسوب کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ صحابہ میں جسے چاہیں اختیار کر لیں اور میں اس قیمت میں تمہاری مرضی کے مطابق کمی کر دوں گا تو مختار نے کہا نبی ﷺ کی طرف منسوب کلام کا خواہش مند ہوں۔ جس پر محدث نے کہا اس کام پر عذاب بہت سخت ہے۔

۲۔ امام بخاری نے اپنی سند سے سلمہ بن کثیر سے روایت کی ہے اور انہوں نے ابن الریثۃ الخزاعی سے روایت کی ہے جو صحابی رسول ﷺ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"كان للمختار مسلحة بالعذيب وكانوا يحبسون الناس حتى يأتيه بأخبارهم فكتب إليه بقدمي فلما قدمت الكوفة أراهم يقولون هذا راكب الذعلبة فأدخلت عليه فخلا بي فقال إنك شيخ قدا دركت النبي ﷺ فلا تكذب بما تحدث عنه فحدث بحديث عن رسول الله ﷺ وهذه سبعمائة دينار فخذها فقلت الكذب على رسول الله ﷺ النار ليس دونها شيء لا والله ما أنا بفاعل" ③

① عمر فلاجہ، الوضع فی الحدیث، ص: ۲۱۲/۱

② الخطیب، الجامع للاخلاق الراوی، ص: ۱۳۱/۱

③ البخاری، التاريخ الكبير، ص: ۲۳۵/۲ ⑤ البخاری، التاريخ الصغير، ص: ۱۳۷/۱

مختار کا عذیب^① میں ایک میگزین (دید بانی کی جگہ) تھا جہاں لوگ قید میں رکھے جاتے تھے تاکہ وہ اسے اپنی خبروں سے مطلع کریں تو اس نے میرے آنے کے بارے میں ان کی طرف لکھا۔ جب میں کوفہ آیا تو وہ کہہ رہے تھے یہ تیز رفتار اونٹنی کا شاسوار ہے چنانچہ مجھے اس کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھے علیحدگی میں کہا تم تو وہ شیخ ہو جس کی ملاقات نبی ﷺ سے ہو چکی ہے۔ تم جو حدیث بیان کرو گے تو لوگ تمہاری تکذیب نہیں کریں گے۔ اگر تم رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ایک حدیث گھڑو گے تو میں یہ سات سو درہم تمہیں دوں گا میں نے کہا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کی سزا تو (جہنم کی) آگ کے سوا کچھ نہیں لہذا بخدا میں ایسا نہیں کر سکتا۔

رانج قول:

وضع حدیث کے آغاز کے بارے میں مذکورہ تین آراء کا تنقیدی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے پہلی رائے درست نہیں البتہ بقیہ دونوں آراء کے بارے میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ یہ کہ وضع کا آغاز ۴۱ھ کے بعد ہو گیا تھا جس طرح کہ اکثر علماء کا موقف ہے اور پہلی صدی ہجری کی آخری تہائی میں یہ فتنہ بہت زیادہ پھیل چکا تھا جس طرح کہ عمر حسن فلاتہ کی رائے ہے۔



① قادیسیہ اور مغیشہ کے درمیان ایک بیٹھے چشمے کا پانی ہے جس کا قادیسیہ سے چار میل کا فاصلہ ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنی تمیم کی ایک وادی کا نام ہے۔ الحموی،

وضع حدیث کے اسباب و عوامل

تاریخی واقعات کی روشنی میں ہمیں دو بڑے بنیادی اسباب و عوامل ایسے ملتے ہیں جنہوں نے وضع حدیث میں اہم کردار ادا

کیا۔ یہ بنیادی اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ سیاسی گروہ بندی (جمہور، شیعہ، خوارج)

۲۔ اسلام دشمنی (زنادقہ)

ان کے علاوہ کچھ عوامل ایسے بھی ہیں جو فتنہ وضع حدیث کے انتشار میں معاون و مدد رہے مثلاً:

۱۔ عصبیت

۲۔ واعظ و افسانہ گو

۳۔ زہاد اور صلحاء

۴۔ فقہی و کلامی اختلافات وغیرہ

انہیں وضع حدیث کے ثانوی اسباب و عوامل کا نام دیا جاسکتا ہے۔

تاہم اموی دور میں مؤخر الذکر عوامل کا کردار بہت کم رہا۔ یعنی بنو امیہ کے آخری دور اور بنو عباس کے ابتدائی عہد میں ان کے

عوامل کا ظہور ہوا جو عہد بنو عباس میں بڑی قوت سے پھیلے۔ اور پھر وضع حدیث کے کچھ مزید عوامل کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔

چنانچہ ذیل کی سطور میں فتنہ وضع حدیث کے آغاز اور اس کو پروان چڑھانے میں معاون بنیادی اسباب و عوامل کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

وضع حدیث کا پہلا بڑا سبب

۱۔ سیاسی گروہ بندی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی جماعت انتشار اور پھوٹ کا شکار ہو گئی تھی۔ اور کمزور نفوس میں خواہش نے اپنے

بچے گاڑ لیے تھے اور وہ مسلمان جنہیں نبی ﷺ کی رفاقت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ان میں طرح طرح کا تعصب ظاہر ہو چکا تھا۔ مبتدع

فروں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر امت میں تفرقہ بازی اور قرآن و سنت میں تاویل کے بیج بودیئے۔

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بنے۔ ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین جنگ صفین رونما ہوئی۔ بالآخر واقعہ تحکیم

نے امت کو تین فرق (جمہور، شیعہ، خوارج) میں تقسیم کر دیا تھا۔ جن کی تقسیم کی بنیادی وجہ تو سیاسی اختلاف تھا لیکن رفتہ رفتہ ہر ایک نے

اپنی جماعت کی تائید اور دوسرے فریق کی مخالفت میں احادیث گھڑنی شروع کر دیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”...وكان المسلمون على ما بعث الله به رسوله من الهدى ودين الحق الموافق لصحيح المنقول وصريح المعقول فلما قتل عثمان و وقعت الفتنة فاقتتل المسلمون بصفين مرقت المارقة التي قال فيها النبي ﷺ تمرق فارقة على حين فرقة من المسلمين يقتلهم أولى الطائفتين بالحق“^① وكان مروقها لما حكم الحكمان و افترق الناس على غير اتفاق و حدثت ايضا بدعة التشيع كا الغلاة المدعين لإلهية علي و المدعين النص على علي السابيين لأبي بكر و عمر رضي الله عنهما...“^②

مسلمان اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ کی طرف بھیجی ہوئی ہدایت اور دین حق پر تھے جو کہ صحیح منقول اور واضح عقل کے موافق تھا اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنہ واقع ہوا اور مسلمان صفین کے مقام پر باہم ایک دوسرے سے لڑے چنانچہ اس وقت ایک گروہ مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ”مسلمانوں کے تفرقہ کے وقت ایک گروہ علیحدہ ہو جائے گا جسے دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ حق کے ساتھ قتل کرے گا۔“ اور دو حکموں کے فیصلہ کے وقت ان کا خروج ہوا اور لوگ ٹولیوں میں بٹ گئے اور ان میں اتفاق نہ رہا اور تشیع کی بدعت بھی پیدا ہوئی مثلاً غلاة (غالی شیعہ) جو حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں اور حضرت علیؓ کے نص خلافت کے دعویٰ دار ہیں اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔

نیز شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

”فهاتان البدعتان، بدعة الخوارج و الشيعة حدثتا في ذلك الوقت لما وقعت الفتنة ثم إنه في أواخر عصر الصحابة حدثت بدعة القدرية والمرجئة فأنكر ذلك الصحابة والتابعون كعبدالله بن عمر و عبدالله بن عباس و جابر بن عبدالله و واثلة بن الأسقع“^③

فتنہ کے وقت یہ دونوں بدعتیں یعنی خوارج اور شیعہ کی بدعت رونما ہوئی پھر صحابہ کرامؓ کے آخری زمانہ میں قدریہ اور مرجیہ کی بدعت واقع ہوئی۔ جس کا رد صحابہ کرامؓ اور تابعین نے کیا۔ انھی صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت واثلہ بن اسقعؓ تھے۔

اس گروہ بندی کے نتیجے میں امت مسلمہ تین فرقوں یعنی جمہور، شیعہ اور خوارج میں تقسیم ہو گئی۔ جنھوں نے وضع حدیث میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ ذیل کی سطور میں ان تینوں فرقوں کا وضع حدیث میں کردار، مقاصد، اور امثلہ بیان کی جا رہی ہیں۔

① المسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج و صفاتهم، حدیث نمبر ۲۳۵۸، ص: ۳۳۲

② ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ص: ۳۰۶/۱

③ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ص: ۳۰۶/۱

۱۔ شیعہ:

❖ وضع حدیث میں کردار:

تمام علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شیعہ کا جھوٹ اور وضع حدیث میں نمایاں کردار ہے۔ جنہوں نے بے شمار احادیث گھڑیں۔ اور بعض کو تو اپنی خواہشات کے مطابق بدل بھی ڈھالا۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے:

”واعلم أن أصل الأكاذيب في احاديث الفضائل كان من جهة الشيعة فإنهم وضعوا في مبدأ الأمر أحاديث مختلقة في صاحبهم حملهم على وضعها عداوة خصومهم.... فلما رأت البكرية ما صنعت الشيعة وضعت لصاحبها أحاديث في مقابلة هذه الأحاديث... فلما رأت الشيعة ما قد وضعت البكرية أوسعوا وضع الأحاديث...“^(۱)

جان لیجئے کہ احادیث فضائل کے بارے میں جھوٹ کی بنیاد شیعہ کی جانب سے ہے۔ جنہوں نے ابتدا میں من گھڑت مختلف احادیث حضرت علیؑ کے بارے میں وضع کیں۔ مد مقابل کی دشمنی نے انہیں ایسا کرنے پر ابھارا..... جب حضرت ابوبکرؓ کے ماننے والوں نے شیعہ کی کارگزاری دیکھی تو انہوں نے ان احادیث کے مقابلہ میں حضرت ابوبکرؓ کے لیے احادیث وضع کیں۔ اور جب شیعہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے ماننے والوں نے احادیث وضع کی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وضع حدیث کے نفاق کو وسیع کر دیا۔

ابن المبارک کا قول ہے:

”الدين لأهل الحديث والكلام والحيل لأهل الرأي والكذب للرافضة“^(۲)

دین اصحاب حدیث کے لیے اور کلام اور حیلہ بازی اہل رأی کے لیے اور جھوٹ و روافض کے لیے ہے۔

امام مالکؒ سے روافض کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

”لا تكلمهم ولا تروعنهم فإنهم يكذبون“^(۳)

نہ ہی ان (روافض) سے بات چیت کی جائے اور نہ ان سے روایت کی جائے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔

امام شافعیؒ روافض کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

① ابن ابی حدید، شرح نفع البالغة، ص: ۲۶/۳ ② الذہبی، المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۲۳۰

③ الذہبی، المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۲۱

”لم أر أحداً أشهد بالزور من الرافضة“^①

میں نے روافض کے علاوہ کسی کو جھوٹی شہادت دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارون کا قول ہے:

”يكتب عن كل مبتدع إذا لم يكن ذاعية إلا الرافضة فإنهم يكذبون“^②

ہر بدعتی سے لکھا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو مگر روافض سے نہیں لکھا جاسکتا کیونکہ وہ جھوٹے ہیں۔

ایک رافضی شیخ جس نے توبہ کر لی تھی نے حماد بن سلمہ کے سامنے (وضع حدیث کا) اقرار کیا ہے، اس کا کہنا ہے:

”كنا إذا اجتمعنا فستحسننا شيئاً جعلناه حديثاً“^③

جب ہم جمع ہوتے ہیں اس دوران اگر ہم کسی بات کو اچھا سمجھتے تو ہم اسے حدیث بنا لیتے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”قد اتفق أهل العلم بالنقل والرواية والإسناد على أن الرافضة أكذب الطوائف والكذب فيهم قديم ولهذا كان أئمة الإسلام يعلمون امتيازهم بكثرة الكذب“^④

اہل علم کا نقل، روایت، اور اسناد اس بات پر اتفاق ہے کہ رافضہ سب سے جھوٹا گروہ ہے۔ اور ان میں جھوٹ بہت قدیم ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ اسلام ان کے کثرت جھوٹ کے امتیاز کی بدولت انہیں جانتے ہیں۔

تمیز آپ فرماتے ہیں:

”وأما الرافضة فأصل بدعتهم عن زندقة وإلحاد وتعمد الكذب كثير فيهم وهم يقرون بذلك حيث يقولون ديننا التقية وهو أن يقول أحدهم بلسانه خلاف ما في قلبه وهذا هو الكذب والنفاق“^⑤

رافضہ کی بدعت کی اصل زندیقیت اور إلحاد ہے اور جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ان میں بہت زیادہ ہے۔ جس کا وہ اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں، ہمارا دین ”تقیہ“ ہے۔ یعنی کسی شخص کا اپنی زبان سے وہ بات کہنا جو اس کے دل میں

① الذہبی، المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۲۱

② الذہبی، المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۲۲

③ السيوطي، الآلای المصنوعة، ص: ۲/۶۸

⑤ ابن تیمیہ، منهاج السنة النبوية، ص: ۱/۶۸

④ الرازي، الجرح والتعديل، ص: ۱۲۸

③ ابن تیمیہ، منهاج السنة النبوية، ص: ۱/۶۸

نہیں ہے جھوٹ اور نفاق یہی ہے۔

امام ابن الجوزی بیان کرتے ہیں:

”فاعلم أن الرافضة ثلاثة أصناف صنف سمعوا شيئاً من الحديث فوضعوا أحاديث وزادوا ونقصوا وصنف لم يسمعوا فتراهم يكذبون على جعفر الصادق ويقولون قال جعفر وقال فلان والصنف الثالث عوام جهلة يقولون ما يريدون مما يسوغ في العقل ومما لا يسوغ...“^①

جان لیجئے رافضہ تین طرح کے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے کچھ احادیث سنیں چنانچہ انہوں نے احادیث گھڑیں اور اس میں کمی و بیشی کی۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے احادیث نہیں سنیں۔ تو آپ انہیں حضرت جعفر الصادق پر جھوٹ باندھتے ہوئے دیکھیں گے۔ یہ کہتے ہیں، جعفر نے فرمایا فلاں نے کہا۔ اور تیسرا گروہ جاہل عوام کا ہے جو اپنی مرضی سے کچھ کہتے ہیں جو عقل کے لحاظ سے جائز ہو یا نہ ہو۔

❖ مقاصد و امثلہ:

۱۔ اپنے افکار و نظریات کی اشاعت کے لیے احادیث وضع کرنا:

چونکہ شیعہ افراد نے امامت کے لیے افضلیت کو شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علیؑ کے بارے میں صحیح احادیث میں وارد فضائل پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی شان کو زیادہ سے زیادہ اونچا دکھانے کے لیے جھوٹی احادیث نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔

ابن الجوزی کا بیان ہے:

”فضائل علي الصحيحة كثيرة غير أن الرافضة لا تقنع فوضعت له ما يضع لا ما يرفع“^②

حضرت علیؑ کے بہت سارے صحیح فضائل ہیں مگر روافض نے ان پر اکتفاء نہیں کیا چنانچہ انہوں نے حضرت علیؑ کے لیے بہت سی روایات وضع کیں جن سے ان کا مرتبہ بجائے بلند ہونے کے گر گیا۔

❖ ابن عدی نے اپنی سند سے عباد بن عبد الصمد سے روایت بیان کی ہے جو حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”صلى على الملائكة و على علي بن ابي طالب سبع سنين ولم يصعد أو

② الذہبی، المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۲۸۰

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۷۷

يرتفع شهادة أن لا إله إلا الله من الأرض إلى السماء إلا منى ومن على بن
ابى طالب... ①

فرشتوں نے سات برس تک مجھ پر اور علی بن ابی طالب پر درود و سلام بھیجا۔ اور صرف میری اور علی بن ابی طالب کی
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شہادت زمین سے آسمان کی طرف بلند ہوئی۔

اس کے بعد ابن عدی فرماتے ہیں:

”وعباد بن عبد الصمد له عن أنس غير حديث منكر وعامة ما يرويه في فضائل علي وهو ضعيف منكر الحديث ومع ذلك غال في التشيع“ ②

عباد بن عبد الصمد کی حضرت انسؓ سے اس منکر حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث مروی ہیں۔ عموماً وہ حضرت علیؓ کے فضائل کے بارے میں روایات نقل کرتے ہیں۔ اور وہ ضعیف اور منکر الحدیث ہیں اور تشیع میں حد درجے کے غالی (غلو کرنے والا) ہیں۔

اس روایت میں عباد بن عبد الصمد ضعیف اور منکر راوی ہیں ③۔

✽ ابن حبان نے اپنی سند سے مطرب بن میمون سے روایت کی ہے اور وہ حضرت انسؓ بن مالک سے کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إن أخى و وزيرى خليفتى فى أهلى وخير من أترك بعدى يقضى دينى و
ينجز موعدى على بن ابى طالب“ ④

بے شک علی بن ابی طالب میرے بھائی، میرے وزیر اور میرے اہل کے خلیفہ ہیں اور اپنے بعد چھوڑنے والوں میں سے سب سے بہتر ہیں۔ جو میرا قرض ادا کریں گے اور میرے وعدے پورے کریں گے۔

اس کے بعد ابن حبان، مطرب بن میمون کے بارے میں فرماتے ہیں:

”كان ممن يروى الموضوعات عن الاثبات يروى عن أنس ما ليس من حديثه فى فضل على بن ابى طالب وغيره لاتحل الرواية عنه“ ⑤

① ابن عدی، الکامل، ص: ۱۶۳۸/۳ ② ابن عدی، الکامل، ص: ۱۶۳۸/۳

③ آپ کی ابو معمر کنیت ہے۔ اہل بصرہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مغرب میں قسطلیہ کے مقام پر قیام کیا اور آپ نے ۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔

ابن عدی، الکامل، ص: ۱۶۳۸/۳ ④ ابن حبان، المجرحین، ص: ۱۷۰/۲ ⑤ ابوالعرب، طبقات علماء افریقہ، ص: ۹۳

⑥ العقیلی، الضعفاء، ص: ۱۳۸/۳ ⑦ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۲۳۲/۳ ⑧ البرہان، الکشف الحثیث، ص: ۲۲۱

⑨ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۷۸

⑩ ابن حبان، المجرحین، ص: ۵/۳ ⑪ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۷۹ ⑫ ابن حبان، المجرحین، ص: ۵/۳

وہ موضوع روایات ثقہ رواۃ سے روایت کرتے ہیں اور حضرت انسؓ سے بھی روایت کرتے ہیں حالانکہ ان کی حضرت علیؓ بن ابی طالب وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے۔ ان سے روایت کرنی جائز نہیں ہے۔

اس روایت میں مطرب بن میمون متروک راوی ہیں ①۔

✽ ابن حبان نے اپنی سند سے خالد بن عبید عتکی سے روایت کی ہے اور وہ حضرت انسؓ سے اور وہ حضرت سلمانؓ سے اور وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہا:

”هذا وصي و موضع سري و خير من أترك بعدى...“ ②

یہ میرا وصی اور میرا راز دار ہے اور میں اپنے بعد سب سے بہتر شخص چھوڑ رہا ہوں۔

اس کے بعد ابن حبان، خالد بن عبید عتکی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”یروی عن انس بن مالك بنسخته موضوعة ما لها أصل يعرفها من ليس

الحديث صناعته أنها موضوعة و قال لاتحل كتابة حديثه إلا على جهة

التعجب“ ③

وہ حضرت انسؓ بن مالک سے ایک موضوع نسخہ روایت کرتے ہیں جس کی کوئی اصل نہیں جسے وہ شخص بھی پہچانتا ہے جس کا مشغلہ حدیث نہیں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی روایت نقل کرنا صرف تعجب کے طور پر جائز ہے۔

اس روایت میں خالد بن عبید عتکی متروک الحدیث راوی ہیں ④۔

غرضیکہ روافض نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل کے بارے میں وضع حدیث کا دروازہ کھولا۔
خلیلی کہتے ہیں:

”وضعت الرافضة في فضائل علي و أهل بيته نحو ثلاثمائة ألف حديث“ ⑤

روافض نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کے فضائل میں تین لاکھ کے قریب احادیث وضع کیں۔

① آپ کی کنیت ابو خالد الکوفی ہے۔ الحارثی الاسکانی کی نسبت سے معروف ہیں۔ متروک راوی ہیں اور ۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی۔ ابن حبان، المعجز و چین، ص: ۵/۳

② ابن عدی، الکامل، ص: ۲۳۹۳/۶ ③ العقیلی، المغفہاء، ص: ۲۱۹/۳ ④ ابن حجر، تہذیب الجہد، ص: ۱۰۰/۱۰

⑤ البرہان، الکشف الخشیہ، ص: ۴۲۲ ⑥ ابن حجر، تقریب الجہد، ص: ۵۳۳

② ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۸۷ ③ ابن حبان، المعجز و چین، ص: ۲۷۹/۱ ④ ابن القیسرانی، کتاب معرفۃ التذکرۃ، ص: ۱۱۵

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۸۷ ④ ابن حبان، المعجز و چین، ص: ۲۷۹/۱ ⑤ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۶۹

④ آپ کی کنیت ابو عصام ہے۔ اور اہمیری نسبت سے معروف ہیں۔ ”مرد“ کے رہنے والے ”متروک الحدیث“ راوی ہیں اور ان کا شمار پانچویں طبقہ میں سے ہوتا ہے۔

ابن حبان، المعجز و چین، ص: ۲۷۹/۱ ⑤ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۳۲/۱ ⑥ ابن حجر، تقریب الجہد، ص: ۱۰۵/۳ ⑦ ابن حجر، تقریب الجہد، ص: ۱۸۹/۱

⑤ الخلیلی، الارشاد، ص: ۳۱

اگرچہ اس قول میں مبالغہ ہے۔ تاہم شیعہ کے کثرت وضع حدیث پر دلیل ہے ①۔

۲۔ اپنے مخالفین کی شان گھٹانے کے لیے احادیث وضع کرنا:

اہل تشیع نے وضع حدیث کا دوسرا اسلوب جو اختیار کیا وہ اپنے مخالفین کی شان میں نازیبا اقوال بیان کرنے کے لیے احادیث وضع کرنا تھا، اس طرح انھوں نے موضوع روایات بیان کر کے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت معاویہؓ وغیرہ کو برا بھلا کہا۔ اور ان کی شان گھٹانے کی سعی نامبارک کی۔ اس جرم میں انھوں نے طرح طرح کے جھوٹ اور افترا پردازی سے کام لیا، جسے عقل ماننے کو تیار نہیں۔

اس بارے میں ابن ابی الحدید فرماتے ہیں:

”فأما الأمور الشنيعة المسهجة التي تذكرها الشيعة من إرسال قنفذ إلى بيت فاطمة..... و أن عمر ضغط بين الباب والجدار..... وجعل في عنق علي حبلًا يقاد به فكله لا أصل له - أصحابنا ولا يثبت أحد منهم ولا رواه أهل الحديث ولا يعرفونه وإنما هو شيء تنفرد الشيعة بنقله“ ②

وہ بھیا نک اور قبیح امور شیعہ جن کا تذکرہ کرتے ہیں مثلاً یہ کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف کھڑکی چھوڑنا..... اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے دیوار اور دروازے کے درمیان زور دیا..... اور حضرت علیؓ کی گردن میں رسی ڈال کر کھینچنا ان تمام باتوں کی ہمارے اصحاب کے ہاں کوئی اصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی نے اس کا اثبات کیا اور نہ ہی انھیں اہل حدیث نے نقل کیا اور نہ وہ اسے پہچانتے ہیں صرف شیعہ اس کو نقل کرنے میں منفرد ہیں۔

③ ابن جوزی نے اپنی سند سے علاء بن جریر سے روایت کی ہے کہ ہمیں اہل طائف کے ایک شخص جو اسی برس سے یہاں (طائف) میں قیام پذیر ہے۔ نے حکم بن عمیر الثمالی سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز اپنے صحابیؓ سے ارشاد فرمایا:

”كيف بك يا أبا بكر إذا وليت... ثم قال يا معاوية كيف بك إذا وليت حقبا
تتخذ السيئة حسنة والقبيح حسنا يربو فيها الصغير ويهرم فيها الكبير
أجلك يسير و ظلمك عظيم“ ③

① اس قسم کی مزید روایات کے لیے دیکھیے: الشوكاني، الفوائد المجموع، ص: ۱/۳۳۲، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸،

اے ابوبکرؓ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم دین سے نکل جاؤ گے..... پھر کہا اے معاویہؓ جب تم ایک زمانے بعد دین سے نکل جاؤ گے تو تمہارا کیا حال ہوگا تم برائی کو نیکی اور بری چیز کو اچھی بات بنالو گے اس میں چھوٹا (گناہ) بھی بڑھتا ہے اور بڑا شخص بوڑھا ہونے لگتا ہے۔ تمہاری زندگی کم ہے لیکن تمہارا ظلم بہت بڑا ہے۔

اس حدیث کے بارے میں علامہ ناصر الدین الالبانی رقمطراز ہیں:

”فیہ رجال مجهولون و إسناده غیر صحیح و متنہ موضوع کذباً“^①

اس میں مجہول راوی ہیں اور اس حدیث کی اسناد صحیح نہیں ہے اور اس کا متن موضوع اور جھوٹا ہے۔

✽ ابن عدی نے اپنی سند سے الحکم بن ظہیر سے روایت کی ہے اور وہ عاصم سے اور وہ زر سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه“^②

جب تم معاویہؓ کو منبر پر بیٹھے پاؤ تو اسے قتل کر ڈالو۔

اس حدیث کے بارے میں ابن الجوزی کا قول ہے:

”أما حديث ابن مسعود فيهِ رجلان متهمان بوضعه أحدهما عباد بن يعقوب وكان غالباً في التشيع روى أحاديث أنكرت عليه في فضائل أهل البيت و مثال غيرهم قال ابن حبان كان رافضياً داعية يروى المناكير عن المشاهير فاستحق الترك والثاني الحكم بن ظهير قال يحيى بن معين ليس بشيء وقال مرة كذاب وقال السعدي ساقط وقال النسائي متروك الحديث وقال ابن حبان كان يروى عن الثقات الموضوعات“^③

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں دو شخص متہم بالوضع ہیں جن میں سے ایک عباد بن یعقوب ہے جو تشیع میں غالی ہے۔ اس نے اہل بیت کے فضائل اور دوسروں کی شان گھٹانے کے لیے احادیث روایت کی ہیں جن کا انکار (مہر) ثین کی طرف سے کیا گیا۔ ابن حبان کا قول ہے عباد بن یعقوب رافضی مبلغ تھا جو مشہور (محدثین) سے منکر احادیث روایت کیا کرتا تھا۔ اس لیے اسے متروک قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرا حکم بن ظہیر ہے جس کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کہا وہ جھوٹا شخص ہے۔ سعدی نے کہا وہ ساقط (راوی) ہے۔ امام نسائی نے کہا وہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع روایات نقل کیا کرتا تھا۔

① الالبانی، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوۃ، ص: ۱۰۷/۲

② ابن عدی، الکامل، ص: ۲۶۲/۲ ③ العقیلی، الضعفاء، ص: ۲۵۹/۱

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۰۳/۱

چنانچہ اس روایت میں عباد بن یعقوب ^① اور حکم بن ظہیر ^② دونوں متروک الحدیث اور ساقط الاعتبار راوی ہیں جن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ روایت حضرت معاویہؓ کی شان گھٹانے کے لیے ہے۔

۲۔ جمہور (حامیان بنو امیہ):

❖ وضع حدیث میں کردار:

شیعہ کے مد مقابل بنو امیہ کے حامی تھے، جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس وجہ سے انھیں جمہور کے نام سے پکارا جاتا تھا جو بعد ازاں اہل سنت کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے جہلاء نے جب یہ دیکھا کہ شیعہ حضرت علیؓ اور اہل بیعت کے فضائل و مناقب بڑھا چڑھا کر بیان کر رہے ہیں تو انھوں نے خصوصاً خلفاء اربعہ، اور حضرت معاویہؓ اور بالعموم دوسرے صحابہ کرامؓ کے فضائل کے بارے میں احادیث گھڑنی شروع کر دیں۔ حالانکہ ان صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب صحیح احادیث میں اس قدر کثرت سے ہیں کہ انھیں موضوع احادیث کا سہارا لینے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ ان کا یہ فعل اتنا ہی قبیح تھا جتنا ان کے مخالفین کا مگر ان کی نفسانی خواہش انھیں اس طرف لے آئی اور جہالت نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا تھا۔

امام ابن الجوزی رافضہ اور بنو امیہ کے حامیوں کے رویے کے خلاف رقمطراز ہیں:

”باب فی فضل ابی بکر الصدیقؓ قد تعصّب قوم لا خلاق لهم يدعون التمسك بالسنة فوضعوا لأبی بکر فضائل و منهم من قصد معارضة الرافضة بما وضعت لعلی علیہ السلام وكلا الفريقین علی الخطأ و ذانك السیدان غیایا بالفضائل الصحیحة عن استعارة و تخرص“ ^③

حضرت ابو بکر الصدیقؓ کی فضیلت کے بیان میں کچھ لوگوں نے تعصب سے کام لیا جنھیں تعصب سے کام لینے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی یہ لوگ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کی دعوت دیتے تھے ان لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کے فضائل کے بارے میں احادیث وضع کیں اور انھی میں کچھ لوگوں نے رافضہ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا جنھوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں احادیث وضع کی تھیں یہ دونوں فریق غلطی پر ہیں کیونکہ یہ دونوں سردار (حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ) صحیح فضائل کی موجودگی میں انکل پچو سے کام لینے سے مستغنی تھے۔

① ان کی کنیت ابو سعید اور انکوئی نسبت ہے۔ رافضی اور صدوق ہے۔ ابن حبان نے انھیں متروک قرار دیا ہے ۲۵۰ھ کو وفات پائی،

ابن حجر، تہذیب الجہذیب، ص: ۱۰۹/۵ ② ابن حجر، التقریب، ص: ۲۹۱ (۳۱۵۳) ③ ابن حبان، المعجم، ص: ۱۷۲/۲

② ان کی کنیت ابو محمد اور نسبت القراری ہے۔ متروک راوی ہیں۔ ابن معین نے انھیں متہم قرار دیا ہے۔ اور بعض نے رافضی ہونے کا عندیہ بھی دیا ہے۔

۱۸۰ھ کو وفات پائی ہے۔ ابن حجر، التقریب، ص: ۱۷۵ ③ ابن حبان، المعجم، ص: ۲۵۰/۱

③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۰۳/۱

حافظ ابن حجر موضوع اور ضعیف احادیث کی سنگینی پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وَأَمَّا الْفَضَائِلُ فَلَا يَحْصِي كَمَ وَضْعِ الرَّافِضَةِ فِي فَضْلِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَ
عَارِضِهِمْ جَهْلَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ بِفَضَائِلِ مُعَاوِيَةَ بَدَأَ وَ بِفَضَائِلِ الشَّيْخَيْنِ وَقَدْ
أَغْنَاهُمَا اللَّهُ مَرَّتَيْنِ عَنْهَا“^①

فضائل کے بارے میں وارد شدہ بے شمار احادیث ہیں لیکن اس کے باوجود رافضہ نے اہل بیت کی فضیلت کے
بارے میں بہت زیادہ احادیث وضع کیں ان کے مقابلہ میں اہل سنت کے جاہل افراد نے حضرت معاویہؓ اور شیخین
(حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ) کے فضائل میں احادیث وضع کیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام و مرتبہ کی بدولت
انہیں ان (وضع کردہ احادیث) سے بے نیاز کر دیا تھا۔

ابن ابی الحدید فریقین (شیعہ اور بنو امیہ کے طرفدار) کے طرزِ عمل کی نکتہ چینی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”.... وَلَقَدْ كَانَ الْفَرِيقَانِ فِي غَنِيَةٍ عَمَّا اِكْتَسَبَاهُ وَ اجْتَرَحَاهُ وَلَقَدْ كَانَ فِي
فَضَائِلٍ عَلَى الثَّابِتَةِ الصَّحِيحَةِ وَ فَضَائِلٍ ابْنُ بَكْرٍ الْمُحَقِّقَةُ الْمَعْلُومَةُ مَا يَغْنَى
عَنْ تَكْلِيفِ الْعَصْبِيَةِ لَهَا نَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يَعْصِمَنَا مِنَ الْمِيلِ إِلَى الْهَوَى وَ حُبِ
الْعَصْبِيَةِ“^②

دونوں فریق (اہل سنت، روافض) اپنے کیے ہوئے فعل (وضع احادیث) سے بے نیاز تھے کیونکہ حضرت علیؓ کے
فضائل میں صحیح اور ثابت شدہ روایات ہیں اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کے فضائل میں وارد شدہ روایات معلوم اور ثابت
ہیں ان روایات کی بدولت انہیں اس عصبیت کے تکلف کرنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی اللہ تعالیٰ ہمیں خواہشات
کی طرف میلان اور عصبیت کی محبت سے محفوظ رکھے۔

اسلوب و مقاصد و امثلہ:

۱۔ شیعہ کی مخالفت:

شیعہ حضرات کی کارستانیوں کے پیش نظر بنو امیہ کے داعی بھی وضع حدیث میں حصہ لینے لگے، انہوں نے شیعہ کے مقابلہ میں
فضائل صحابہؓ خصوصاً خلفاء اربعہ کے بارے میں احادیث وضع کیں، تاہم ان کا وضع حدیث میں اسلوب شیعہ سے مختلف تھا۔ یہ
حضرات صرف فضائل و مناقب صحابہؓ میں احادیث وضع کرتے، فریق مخالف کے نقائص و عیوب کے بارے میں حدیث وضع کرنا ان کا
مطمح نظر نہیں تھا۔ کیونکہ ان کے ہاں حضرت علیؓ بھی خلیفہ برحق تھے۔ اس لیے انہوں نے صرف ان صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب میں
احادیث وضع کیں۔ جن کے بارے میں شیعہ حضرات نے بڑھ چڑھ کر عیب جوئی کرنے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا۔

② ابن ابی الحدید، شرح نفع البلاء، ص: ۴۲/۱۱

① ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۳/۱

درج ذیل روایات بنو امیہ کے حامیوں کی وضع کردہ ہیں:

☆ إن فی السماء الدنيا ثمانین ألف ملك یستغفرون الله لمن أحب أبابکر و عمرؓ

و فی السماء الثانية ثمانون ألف ملك یلعنون من أبغض أبابکر و عمرؓ ①

بے شک آسمان دنیا میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہے اور دوسرے آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہیں۔

☆ إن الله جعل أبابکر خلیفتی علی دین الله و وحیہ فاسمعوا له تفلحوا و

أطیعوه ترشدوا ②

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو اللہ کے دین اور اس کی وحی پر میرا خلیفہ مقرر کیا ہے، تم ان کی بات سنو کامیابی پالو گے اور ان کی اطاعت کرو۔

☆ "الأمناء عند الله ثلاثة أنا وجبریل و معاویة ③

اللہ کے نزدیک تین امین ہیں میں، جبریلؑ اور معاویہؓ۔

اس طرح کی بے شمار موضوع روایات ہیں، جو حامیان بنو امیہ نے وضع کی تھیں ④۔ تاہم شیعہ کے مقابلہ میں ان کی موضوع روایات کم ہیں۔

۳۔ خوارج:

❖ وضع حدیث میں کردار:

وضع حدیث میں خوارج کے کردار سے متعلق علماء کی دو مختلف آراء ہیں:

پہلی رائے: خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے کیونکہ وہ نقل روایت میں تمام فرق باطلہ میں سے زیادہ سچے واقع ہوئے تھے اور ان کا جھوٹ ثابت نہیں ہو سکا۔ یہ رائے ڈاکٹر عجاج الخطیب ⑤، ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ⑥، ڈاکٹر اکرم ضیاء کی ہے ④۔

① ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۳۳۸/۱ ② الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۸۸ ③ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۳۳۸/۱ ④ الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۳۲

⑤ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۳۳۸/۱ ⑥ الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۸۸

⑦ تفصیل کے لیے دیکھیے: الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۳۳-۳۰۹ ⑧ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۳۳۱/۱-۳۵۰/۲

⑨ عجاج الخطیب، السنۃ قبل التمددین، ص: ۲۰۳ ⑩ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانہا، ص: ۸۱

⑪ اکرم ضیاء، بحوث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۰

شیخ الاسلام ابن تیمیہ شیعہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”..... ونحن نعلم أن الخوارج شرمكم ومع هذا فما نقدر أن نرميهم بالكذب لأننا جربناهم فوجدناهم يتحرون الصدق لهم وعليهم“^(۱)

ہمیں معلوم ہے کہ خوارج تم (شیعہ) سے زیادہ شریر واقع ہوئے ہیں، اس کے باوجود ہم انہیں جھوٹا تسلیم کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے، کیونکہ تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے سچائی کے متلاشی تھے۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

”ومن تأمل كتب الجرح والتعديل رأى المعروف عند مصنفها بالكذب في الشيعة أكثر منهم في جميع الطوائف و الخوارج مع مروقهم من الدين فهم من أصدق الناس حتى قيل إن حديثهم من أصح الحديث“^(۲)

جو شخص علم ”الجرح والتعديل“ کی کتب میں غور و فکر کرے تو وہ ان کے مصنفین کے ہاں یہ بات معروف پائے گا کہ تمام فرق میں شیعہ سب سے زیادہ جھوٹے ہیں، اس بات کے باوصف کہ خوارج دین سے نکل چکے ہیں وہ سب سے زیادہ سچے ہیں یہاں تک یہ کہنے جانے لگا کہ ان کی احادیث سب سے زیادہ صحیح ترین ہیں۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے امام ابو داؤد کا قول نقل کیا ہے:

”ليس في أصحاب الأهواء أصح حديثاً من الخوارج“^(۳)

اہل اہواء میں سے خوارج کی حدیث سے زیادہ صحیح حدیث کسی کی نہیں ہے۔

اسی طرح کا ایک قول سلیمان بن اشعث سے بھی منقول ہے^(۴)۔

مشہور نحوی المبرد کا قول ہے:

”والخوارج في جميع أصنافها تبرأ من الكاذب ومن ذوى المعصية الظاهرة“^(۵)

خوارج کے تمام فرقے جھوٹ اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

ان اقوال کی روشنی میں یہ بات پائے ثبوت تک پہنچتی ہے کہ خوارج نقل روایت میں سچے واقع ہوئے تھے اور ان کی کذب

بیانی کا کوئی واقعہ تاریخی کتب سے نہیں مل سکا۔

(۱) الذہبی، المستفی من منہاج الاعتدال، ص: ۳۲

(۲) الذہبی، المستفی من منہاج الاعتدال، ص: ۳۸۰

(۳) الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۳۰

(۴) الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۳۰

(۵) المبرد، الکامل، ص: ۱۰۶/۲

اسی پہلی رائے کی تائید میں دوسری دلیل یہ ہے کہ تاریخ کے اوراق سے ان کی وضع کردہ روایات کا درج ذیل روایات کے علاوہ کوئی سراغ نہیں مل سکا۔

۱۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں میں نے خوارج کے ایک شیخ سے یہ کہتے ہوئے سنا:

”إِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثُ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا إِذَا هُوَ مِنَّا
أَمْرًا صِيرْنَاهُ حَدِيثًا“ ①

بلاشبہ یہ احادیث دین ہیں اس لیے خوب سوچ سمجھ کر انہیں قبول کرو کہ تم کس قسم کے آدمی سے لے رہے ہو۔ ہم جب کسی بھی کام کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث گھڑ لیتے۔

۲۔ عبدالکریم بیان کرتے ہیں مجھ سے خوارج کے ایک آدمی نے کہا:

”إِنْ هَذَا الْحَدِيثُ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا إِذَا هُوَ مِنَّا
أَمْرًا جَعَلْنَاهُ فِي حَدِيثٍ“ ②

بے شک یہ حدیث دین ہے اس لیے جس سے تم اپنا دین لیتے ہو اس کے بارے میں غور و فکر کر لیا کرو پس ہم جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث بنا لیتے۔

۳۔ اسی طرح کی ایک دوسری روایت راہر مزنی نے محدث اعمش کے حوالے سے بیان کی ہے ③۔

۴۔ امام سیوطی نے اپنی سند سے ایک خارجی شیخ کا قول نقل کیا ہے:

”إِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثُ دِينٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا إِذَا هُوَ مِنَّا
أَمْرًا صِيرْنَاهُ حَدِيثًا“ ④

بے شک یہ احادیث دین ہیں اس لیے جس سے تم اپنا دین اخذ کرتے ہو اس کے بارے میں اچھی طرح غور و خوض کر لیا کرو پس ہم جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے متعلق حدیث بنا لیتے۔

مختلف طرق سے مروی یہ روایات ایک مفہوم پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک خارجی شیخ نے اپنی وضع کردہ مرویات کا اعتراف کر لیا۔

ان مرویات کے بارے میں ڈاکٹر عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

”ان کے بارے میں جو جھوٹ بولنے کا ثبوت مروی ہے (اس سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ) پہلی روایت میں

① الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۸ ② الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۲۳ ③ ابن الجوزی، مقدمۃ الاحادیث الموضوعۃ، ص: ۳۸/۱

④ ابن حجر، لسان المیزان، ص: ۱۰/۱ ⑤ الحاکم، المدخل، ص: ۱۹ ⑥ السیوطی، اللالی المصنوعۃ، ص: ۳۶۸/۳

⑦ الراہر مزنی، المحدث الفاصل، ص: ۴۱۶ ⑧ الراہر مزنی، المحدث الفاصل، ص: ۴۱۶

⑨ السیوطی، اللالی المصنوعۃ، ص: ۳۳۸/۳

ان کے ایک شیخ کا اعتراف (وضع حدیث) ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوارج وضع حدیث میں شریک ہیں لیکن ہمیں اس شیخ کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ یہ کون ہے؟ خطیب بغدادی نے ابن لہیعہ کی روایت کی طرح حماد بن سلمہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں رافضہ کے شیخ کا اعتراف ہے ^(۱)۔ اور خطیب کی یہ روایت اس صفحہ پر ہے جس پر ابن لہیعہ کی نقل کردہ روایت ہے۔ لہذا بہت ممکن ہے کہ کسی راوی یا کاتب کی غلطی سے روافض کی بات خوارج سے منسوب ہوگئی ہو۔ جب ہم نے اس غلطی کو مان لیا تو دوسری دو روایات کے بارے میں ہمارا موقف کیا ہوگا جن میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں الا یہ کہ ہم کہیں کہ وہ روایات جو خوارج کے صادق ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان روایات سے ان کا تعارض (contradiction) ہے۔ بحث و تمحیص کے بعد بھی خوارج کے متعلق دین میں وضع حدیث کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی لہذا یا تو ان روایات کو راوی یا خارجی شیخ کے وہم پر محمول کیا جائے لیکن ایسا نہیں ہے۔ لہذا یہ بات زیادہ رائج دکھائی دیتی ہے کہ یہ دونوں روایات شیخ کے مجہول ہونے کی بناء پر ضعیف ہیں“ ^(۲)۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

”... أما النص السابق الذي يذكرونه عن شيخ للخوارج فلا أدرى من هو هذا الشيخ وقد سبق مثل هذا التصريح يرويه حماد بن سلمة عن شيخ رافضی فلماذا لا تكون نسبتہ إلى شيخ خارجي خطأ؟ خصوصاً ولم نعثر لهم على حديث واحد موضوع“ ^(۳)

قبل ازیں جس خارجی شیخ کا ذکر کیا گیا مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون تھا۔ حماد بن سلمہ نے ایک رافضی شیخ سے اس قسم کی جو روایت بیان کی ہے وہ قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں اس لیے اس روایت کی نسبت خارجی شیخ کی جانب درست معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ ہمیں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جو خوارج کی ساختہ پر داخہ ہو۔

ڈاکٹر اکرم ضیاء ان روایات کے بارے میں اپنا فیصلہ یوں صادر فرماتے ہیں:

”فلو صح ما نقل عن ابن لهيعة فإن دور الخوارج في الوضع ضئيل جداً ولا يعدو أن يكون هوى لفرد منهم وليس صفة تعميم“ ^(۴)

اگر ابن الہیہ سے نقل کردہ روایت صحیح ہو پھر بھی وضع حدیث میں خوارج کا کردار بہت کم ہے اور یہ بات بھی ممکن ہے ان (خوارج) میں کسی شخص کی ذاتی خواہش (وضع حدیث کرنے کی) ہو اور یہ صفت ان سب کو عام نہیں ہے۔

(۱) عجاج الخطیب، السنۃ قبل التمدد دین، ص: ۲۰۵

(۲) الخطیب الجامع للاحقاق الراوی، ص: ۱۸

(۳) اکرم ضیاء، بحث فی تاریخ السنۃ، ص: ۳۱

(۴) مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکاتبہا، ص: ۸۲

ان اقوال سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ان روایات میں وضع حدیث کے اعتراف کی نسبت میں غلطی ہو گئی ہو یا شیخ کے مجہول ہونے کی وجہ سے یہ روایات ضعیف ہیں، یا پھر کسی خارجی کی وضع حدیث میں انفرادی کوشش ہو۔ کیونکہ خوارج کا یہ طریق کار نہیں ہے۔ ان تمام احتمالات کو یہ امر اور بھی زیادہ قوی کر دیتا ہے کہ موضوع احادیث سے متعلقہ کتب میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی جسے خوارج نے اپنے افکار کی تائید میں وضع کیا ہو لہذا ثابت ہوا کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے۔ تاہم عبدالرحمن بن مہدی نے سے منقول شدہ قول:

”أن الخوارج والزنادقة قد وضعوا هذا الحديث “إذا أتاكم عنی حدیث

فاعرضوه علی کتاب اللہ فإن وافق کتاب اللہ فأنا قلته“^①

خوارج اور زنادقہ نے یہ حدیث وضع کی تھی ”جب مجھ سے کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر جانچ کر دیکھو، اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ میری ہی بیان کردہ ہے۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ زنادقہ کے ساتھ خوارج بھی اس حدیث کو وضع کرنے میں شریک ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اس قول کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

”میں نہیں سمجھتا ابن مہدی کی طرف اس قول کی نسبت کس حد تک درست ہے، اس قول کی کوئی دلیل نہیں ہے اس قول میں یہ مذکور نہیں کہ یہ حدیث کس نے اور کب وضع کی۔ اس امر سے ہمارے شک میں مزید اضافہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے کی نسبت خوارج اور زنادقہ دونوں کی طرف سے کی گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خوارج اور زنادقہ دونوں اس کے وضع کرنے پر کیوں کر متفق ہو گئے؟ نیز یہ کہ دونوں نے ایک وقت میں یہ حدیث وضع کی، یا ایک نے پہلے اور دوسرے نے بعد میں۔ مزید برآں عبدالرحمن بن مہدی کے علاوہ دوسرے علماء نے صرف زنادقہ کو ہی اس حدیث کا واضع قرار دیا ہے“^②۔

شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

”فأما رواه بعضهم أنه قال “إذا جاءكم الحديث فاعرضوه علی کتاب اللہ

فإن وافق فخذوه“ فإنه حدیث لا أصل له“^③

بعض رواۃ نے جو یہ حدیث روایت کی ہے کہ ”جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اسے کتاب اللہ پر جانچ کر دیکھو اگر اس کے موافق ہو تو اسے لے لو“ تو یہ ایک بے بنیاد روایت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

مزید برآں زکریا الساجی نے یحییٰ بن معین سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

① مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکاتبتہا، ص: ۸۲

② العظیم آبادی، عون المعبود، ص: ۳۲۹/۴

③ العظیم آبادی، عون المعبود، ص: ۳۲۹/۴

”ہذا حدیث وضعته الزنادقة“ ①

اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

اس طرح محمد بن طاہر القفنی نے یحییٰ بن معین سے درج بالا قول نقل کیا ہے ②۔

ان دونوں روایات میں خوارج کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بعض حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ لہذا اس حدیث سے خوارج کو وضع حدیث میں مہتمم قرار دینا درست نہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی طرح اس فرقے (خوارج) کے جاہل افراد نے اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کی ہیں۔ تاہم ان کا وضع حدیث میں کردار دوسرے فرق باطلہ کے مقابلے میں بہت کم نوعیت کا ہے۔ اس رائے کے حاملین کا دار و مدار اول الذکر روایات پر ہے ③۔

وجہ استدلال: ان کا کہنا ہے کہ ثبوت کے طور پر ان کی وضع کردہ روایات کا وجود ضروری نہیں ان کا بذات خود اعتراف ہی کافی ہے کہ انھوں نے اپنی مرضی کے مطابق احادیث وضع کی ہیں۔

اس رائے کی طرف محمد ابو زہو مائل دکھائی دیتے ہیں۔ آپ وضع حدیث میں خوارج کے کردار پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”هذا و مع أن الخوارج يحكمون بكفر الكاذب فقد وجد من بعضهم الوضع في الحديث والكذب على رسول الله ﷺ لتأييد مذاهبهم الباطلة حتى تروج لدى أتباعهم“ ④

اس بات کے باوجود کہ خوارج جموعے شخص کو کافر ٹھہراتے ہیں ان کے بعض لوگوں نے اپنے باطل مذہب کی تائید کے لیے انھوں نے احادیث وضع کیں اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اور یہ کہ ان کے تبعین کے ہاں یہ مذہب رواج پالے۔

محمد ابو زہو مزید لکھتے ہیں:

”... وهذا ليس ببعيد من قوم وقفوا عند ظواهر الكتاب وردوا الحديث

إذا جاء من غير من ينتمون إليه إلا أن الوضع الخوارج للحديث لم يكن

بالكثرة التي جاءت عن الشيعة...“ ⑤

ایسا (وضع حدیث) کرنا ایسی قوم سے بعید بھی نہیں ہے جو صرف ظواہر کتاب کے قائل ہیں اور جب حدیث انھیں ان

① القفنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۲۸ ② القفنی، تذکرۃ الموضوعات، ص: ۲۸

③ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۵۲ ④ محمد ابو زہو، الحدیث والمحدثون، ص: ۸۶

⑤ محمد ابو زہو، الحدیث والمحدثون، ص: ۸۷

لوگوں کے واسطے سے نہ ملے جن کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں تو یہ (خوارج) حدیث کو رد کر ڈالتے ہیں مگر خوارج کے ہاں وضع حدیث شیعہ کے مقابلہ میں کثرت سے نہیں ہے۔

رانج قول: اس مسئلہ میں طرفین کی ادلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے رانج قول کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی اہم کردار نہیں ہے۔ (جیسے کہ پہلی رائے ہے)۔ تاہم خوارج کی طرف منسوب روایات کی توثیق کی صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس فرقے کے جاہل افراد نے بھی اپنے مذہب کی تائید میں احادیث وضع کی ہیں (جیسے کہ دوسری رائے ہے)۔ البتہ دوسرے فرقوں کے مقابلے میں وضع حدیث میں خوارج کا کردار نہایت ہی کم تھا، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ جس کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ موضوع احادیث سے متعلقہ کتب میں ان کے افکار و مذہب کی تائید میں کوئی ایک روایت بھی نہیں ملتی ہے ①۔

۲۔ خوارج کے ہاں جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک کافر ہے ②۔

۳۔ خوارج قرآنی آیات کے ظواہر سے استدلال کرتے ہیں، حدیث سے استدلال کرتے ہی نہیں اس لیے انھوں نے زانی کی سزا سے رجم کو اس لیے ساقط کر دیا کہ اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے ③۔

۴۔ خوارج اپنے مذہب اور افکار کا اعتراف کروانے کے لیے طاقت اور تلوار کا سہارا لیتے ہیں اور لوگوں سے بحث و مباحثہ کرنے کے قائل ہی نہیں ہیں جس کی بدولت انھیں احادیث وضع کرنے کی ضرورت پیش ہو ④۔

۵۔ جمہور خوارج خالص عربی الاصل تھے ان میں متوسط درجہ کے لوگ بھی ایسے نہ تھے جو شیعہ کی طرح زنادقہ اور شعوبیہ فرقہ کے لوگوں سے ساز باز رکھیں اور ان کی دسیسہ کاریوں کو قبول کریں، وہ بڑے عابد شب، زندہ دار نہایت بہادر، بے باک، صاف گو اور شیعہ کی طرح تقیہ سے کام لینے والے نہ تھے۔ ظاہر ہے کہ ان صفات کی خوگر قوم دروغ گوئی سے کام نہیں لے سکتی۔ اگر خوارج رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کو حلال سمجھتے ہوتے تو خلفاء و امراء پر افتراء پردازی کرنے سے انھیں کیا چیز روک سکتی تھی مگر تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے زیاد اور حجاج جیسے سرکش لوگوں کے خلاف بھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا بخلاف ازیں وہ خلفاء و حکام کے سامنے ہمیشہ سچ بولتے اور کبھی اخفاء حق کے جرم کا ارتکاب نہ کرتے پھر انھیں دروغ گوئی کی کیا ضرورت تھی ⑤۔

۶۔ علاوہ ازیں محدثین اور ائمہ اسلام کی ان کے حق میں صداقت اور جھوٹ سے کنارہ کشی کی شہادت دی ہے ⑥۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ خوارج کا وضع حدیث میں کوئی نمایاں کردار نہیں ہے۔

① بقول مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتها، ص: ۸۲

② بقول عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، ص: ۲۰۴

③ ابو بکر عبد الصمد، الوضع والوضاؤون، ص: ۶۷

④ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتها، ص: ۸۳

⑤ ابو بکر عبد الصمد، الوضع والوضاؤون، ص: ۶۷

⑥ دیکھئے صفحہ نمبر: ۴۵۱

وضع حدیث کا دوسرا بڑا سبب

۲۔ اسلام دشمنی:

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی حکومت نے بہت سی قوموں کے تخت و تاج، ثروت و امارت اور بلند بانگ دعاوی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ان اقوام کی دولت و ثروت کا سنگ بنیاد دوسری قوموں کی فکری تحلیل، معاشرتی تذلیل اور ان کو جذبات اور خواہشات کے آگے سرنگوں کر دینے پر نصب کیا گیا تھا۔ یہ حرص و آز کی پجاری قومیں دوسروں کو اپنے دامِ تزویر میں پھنساتیں اور اپنی حکومت و سلطنت کے دائرہ کو آگے بڑھانے اور پھیلانے کے لیے ان کو لڑائی کی آگ میں جھونک دیا کرتی تھیں۔

لوگوں نے پچشم خود دیکھا کہ دینِ اسلام کے سایہ تلے آ کر فرد کو عزت ملتی ہے۔ اس کے مذہب و عقیدہ کو بہ نظر اکرام دیکھا جاتا ہے۔ عقل کو آزادی نصیب ہوتی ہے۔ اوہام و باطل اپنی موت مر جاتے ہیں۔ اور دجل و فریب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق مشرف بہ سلام ہونے لگے۔ اسلام کی بے پناہ سیاسی و عسکری قوت نے ان اقوام کے امراء و زعماء کے قلب و دماغ میں اس امید کی کوئی کرن باقی نہ رہنے دی کہ ان کی عظمت و شوکت رفتہ پھر بھی کسی وقت سنبھالا لے سکتی ہے۔

جب اسلام سے انتقام لینے کے سب راستے مسدود ہو گئے تو انھوں نے سوچا کہ اب ہمارے لیے اور کوئی چارہ کار باقی نہیں ماسوائے اس بات کہ اسلام کے عقائد کو بگاڑ دیں۔ اس کے محاسن کو نقائص و مصائب کی صورت میں پیش کریں۔ اور اس کے اتباع و احباب کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ چنانچہ انھوں نے اس میدان میں اپنی مساعی تیز کر دیں۔ کبھی تشیع کے پردہ میں اسلام پر حملہ آور ہوئے۔ اور کبھی زہد و تصوف اور فلسفہ کے رنگ میں اور کبھی حکومت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بیخ کنی کرنا چاہی۔ یہ سب جدوجہد اور تمام حربے اس لیے استعمال کیے جا رہے تھے کہ اسلام کا جو قصرِ عالی محمد عربی ﷺ کے ہاتھوں استوار ہوا تھا اس کو منہدم کر دیں۔ مگر ان مساعی باطلہ کے علی الرغم خدا کے علم میں مقدر تھا کہ یہ قصر رفیع تا ابد تاباں و درخشاں رہے گا۔ حوادث روزگار اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہیں گے۔ مگر اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ جو بد بخت لوگ اس کی تخریب کے درپے ہیں وہ اپنے کئے پر نادم ہوں گے اور ان کی سب کاوشیں انھی کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوں گی ①۔

اسلام دشمنی میں فریسی، یہودی، مجوسی، رومی تمام قسم کے لوگ شریک تھے مگر وضع حدیث میں جن کا نمایاں کردار ہے وہ زنادقہ ہیں۔

وضع حدیث میں زنادقہ کا کردار:

زنادقہ ^(۱) نے دین حنیف میں بگاڑ پیدا کرنے، عقلاء اور مہذب طبقہ کی نگاہ میں اس کی وقعت کو گرانے اور عوام کے عقائد کو انتہائی پست اور مضحکہ خیز سطح پر لانے کے لیے بے شمار احادیث وضع کیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر شریعت اسلامیہ میں بگاڑ پیدا کرنا اور لوگوں کے دلوں میں اس کے بارے میں شک اور تردد پیدا کرنے کا مقصد جاگزیں تھا۔ ابن حبان زنادقہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”.... کانوا یدخلون المدن و یتشبهون بأهل العلم ویضعون الحدیث علی العلماء و یروون عنہم لیوقعوا الشک و الريب فی قلوبہم فعسی یضلون و یضلون فیسمع الثقات منهم ما یروون و یؤدونه إلی من بعدهم فوقعت فی أیدی الناس حتی تداولوها بینہم“ ^(۲)

زنادقہ اہل علم کے روپ میں مختلف شہروں میں داخل ہو جاتے تھے اور علماء پر احادیث وضع کرتے اور ان سے روایت کرتے تاکہ ان کے دلوں میں شک و شبہ پیدا کر سکیں اور اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے تھے چنانچہ ثقہ راوی ان کی روایت کردہ احادیث سن کر دوسروں کو سناتے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے پاس موضوع روایات گردش کرنے لگیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”كانت الزنادقة الذين قصدهم إفساد الإسلام يأمرؤن بإظهار التشيع و الدخول إلی مقاصدهم من باب الشيعة كما ذكر ذلك أمامهم صاحب (البلاغ الأكبر) و (الناموس الأعظم)“ ^(۳)

زنادقہ جن کا مقصد اسلام میں فساد ڈالنا ہے وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حکم دیتے تھے یعنی شیعہ کے دروازے سے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے جس طرح یہ بات ان کے امام بلاغ اکبر اور ناموس اعظم کے صاحب نے بیان کی ہے۔

^(۱) زنادقہ زندیق کی جمع ہے۔ فارسی کلمہ ہے جو عربی میں مستعمل ہے۔ اس کلمہ کی اصل کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں ”زندہ“ یا ”زن دین“ ہے جس کا معنی عورت کا دین ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اصل میں ”زندہ کر“ ہے یعنی جو زمانے کی بقاء و دوام کا قائل ہے۔ اور بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے دو خداؤں روشنی اور اندھیرے کو ماننے والا۔ اور بعض نے کہا زندیق وہ شخص ہے جو آخرت کے دن، خالق اور اس کی وحدانیت پر ایمان نہ لائے یا پھر وہ شخص ایمان کو ظاہر کرے اور کفر کو پوشیدہ رکھے۔ زبیدی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ اس کلمہ کی نسبت ”الزند“ کی طرف ہے۔ جس سے مجوس کی کتاب ”مانی المجوس“ مراد ہے جس کے معنی ان کی زبان میں تفسیر ہے۔ یعنی زرتشت کی کتاب کی تفسیر ہے جس میں نور اور ظلمت دو خداؤں کا اعتقاد اور نظریہ دیا گیا ہے۔

الزبیدی تاج العروس، ص: ۳۷۳/۶

^(۲) ابن تیمیہ، منہاج السنہ، ص: ۴۹/۸

^(۳) ابن حبان، المجرحین، ص: ۶۲/۱

اسلوب:

۱۔ دین اسلام میں بگاڑ اور اسے بدنام کرنے کے لیے احادیث وضع کرنا:

اعدائے اسلام نے اسلام کے اندر بگاڑ پیدا کرنے اور اسے موردِ طعن بنانے کا ہر حربہ استعمال کیا، ان میں سرفہرست زنادقہ تھے جو اسلام کا لبادہ اوڑھے مسلمانوں اور دین اسلام کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کیے ہوئے تھے اور اسلامی تعلیمات کی تمام اقسام عقیدہ و ایمان (ذاتِ باری تعالیٰ، نبوت ملائکہ، جنت، جہنم، قبر، حشر، دنیا و آخرت) عبادت، کائنات (آسمان و زمین) حتیٰ کہ ماکولات و مشروبات کے بارے میں طرح طرح کی احادیث وضع کیں۔

اس بارے میں ابنِ قتیبہ رقمطراز ہیں:

”الحديث يدخله الشوب و الفساد من وجوه ثلاثة منها الزنادقة و اجتياهم للإسلام و تهجينه بدس الأحاديث المستشعنة و المستحيلة كالأحاديث التي قدمنا ذكرها من عرق الخيل^(۱) و عيادة الملائكة^(۲) و قفص الذهب على جمل أوراق وزغب الصدر أو نور الذارعين^(۳) مع أشياء كثيرة ليست تخفى على أهل الحديث“^(۴)

حدیث نبوی میں بگاڑ اور دھوکہ تین طرح سے داخل ہوا ان میں سے زنادقہ ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف رخ کیا اور مستحیل اور قبیح قسم کی احادیث (وضع کر کے) انہیں عیب دار بنانے کی سازش (Conspiracy) کی جس طرح وہ احادیث جس کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں مثلاً گھوڑے کے پسینے والی روایت، ملائکہ کی عیادت کی روایت اور خاکستری رنگ کے اونٹ پر سونے کا پنجرہ، سینے کے بال یا بازوؤں کے نور والی روایت ہے اسی طرح کی بہت سی (من گھڑت روایات) جو محدثین سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

① گھوڑے کے پسینے کے بارے میں موضوع حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس حدیث کی نص یوں ہے ”إن الله تعالى لما أراد أن يخلق نفسه خلق الخيل فأجراها حتى عرقت ثم خلق نفسه من ذلك العرق“ (اللہ تعالیٰ نے جب اپنے آپ کو پیدا کرنا چاہا تو گھوڑے کو پیدا کیا اور اسے بھگایا جب اسے پسینہ آ گیا تو اس سے اپنے آپ کو پیدا کیا) (السیوطی، الملائکی المصنوع، ص: ۳/۱)

② ملائکہ کی عبادت کے بارے میں موضوع روایت ”إن الله تعالى اشتكت عيناه فعادته الملائكة“ (اللہ تعالیٰ کی آنکھیں دکھنے لگیں، تو ملائکہ نے اس کی بیمار پرسی کی)۔

③ سینے کے بال یا بازوؤں کے نور کے بارے میں موضوع روایت ”خلق الله الملائكة من شعر ذراعيه وصدره أو من نورهما“ (اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے سینے اور بازوؤں کے بالوں یا ان کے نور سے پیدا کیا) ابنِ قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ص: ۸۔

④ ابنِ قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، ص: ۳۵۵

شیخ ابو غدة زنادقة کے وضع حدیث کے دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

”وقد تفنن هؤلاء الأعداء بألوان الوضع في الحديث كل التفنن للنيل من الإسلام وأهله فوضعوا ما يتصل بذات الله تعالى، والملائكة و السموات والأرضين والنبوة والعقيدة والعبادة والشرع والعقل والمأكولات والمشروبات والملبوسات والحيوانات والجملادات والقبر والحشر والجنة والنار والدنيا والآخرة حتى وضعوا في العدس والبصل والكراث والباقلا.....“^①

ان اعداء اسلام نے طرح طرح کی احادیث وضع کر کے مختلف چالیں چلی ہیں تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان دے سکیں چنانچہ انھوں نے ذاتِ باری تعالیٰ، ملائکہ، زمین و آسمان، نبوت، عقیدہ، عبادت، شریعت، عقل، کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء، حیوانات و جمادات، قبر و حشر، جنت و جہنم، دنیا و آخرت کے بارے میں احادیث وضع کیں یہاں تک کہ انھوں نے مسور کی دال، پیاز، گکڑی، لوبیہ کے بارے میں احادیث گھڑیں۔

محدث مجد الدین الفیر وز آبادی زنادقة کی کارستانیاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وباب فضل العدس والباقلاء والجبن والجوز والباذنجان والرمان والزبيب: لم يصح فيه شيء وإنما وضع الزنادقة في هذه الأبواب أحاديث وأدخلوها في كتب المحدثين شينا للإسلام خذلهم الله تعالى“^②

باب ہے مسور کی دال، لوبیہ، پیاز، بادام، بیٹگن، انار، منقہ کی فضیلت کے بارے میں۔ اس باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ دراصل ان ابواب میں زنادقة نے احادیث وضع کر کے انھیں محدثین کی کتب میں داخل کر دیا تاکہ اسلام کو مورد طعن ٹھہرایا جائے اللہ تعالیٰ انھیں رسوا کرے۔

ان بیانات سے جہاں زنادقة کا وضع حدیث میں دائرہ کار متعین ہوتا ہے وہاں ان کے مقاصد کی نشاندہی بھی ہوتی ہے

❖ مقاصد و امثلة:

۱۔ اسلام دشمنی:

زنادقة نے اسلام دشمنی کے پیش نظر اسلامی عقائد، عبادات، غرضیکہ مأكولات و مشروبات تک، احادیث وضع کرنے کی سعی نامبارک کی ہے۔

① شیخ ابو غدة، لمحات من تاريخ السنة، ص: ۵۰

② مجد الدین، سفر السعاده ص: ۲۶۳

باری تعالیٰ کے بارے میں انھوں نے بہت سی روایات وضع کیں ہیں مثلاً:

۱۔ (قيل يا رسول الله ﷺ مما ربحنا قال من ماء مرور لا من أرض ولا من

سماء خلق خيلاً فأجراها فعرقت فخلق نفسه من ذلك العرق" ①

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ہمارا رب کس چیز سے ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ چلتے ہوئے پانی سے نہ زمین سے اور نہ ہی آسمان سے ہے، اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا اور اسے بھگا یا جب اسے پسینہ آ گیا تو اپنے آپ کو پیدا کیا۔

اس حدیث کے بارے میں ابن عساکر رقمطراز ہیں:

"حدیث إجراء الخيل موضوع وضعته الزنادقة ليشنعوا به على أصحاب الحديث في روايتهم المستحيل فقبله من لا عقل له وهو مما يقطع ببطلانه شرعاً وعقلاً" ②

گھوڑے دوڑانے والی حدیث موضوع ہے جسے زنادقہ نے وضع کیا ہے تاکہ اصحاب حدیث کی روایات میں مستحیل چیزیں داخل کر کے ان پر طعن و تشنیع کریں۔ بے وقوف لوگوں نے اس حدیث کو قبول کر لیا۔ درحقیقت اس حدیث کا عقلی اور شرعی لحاظ سے باطل ہونا قطعی ہے۔

۲۔ "إن الله اشتكت عيناه فعادته الملائكة" ③

اللہ تعالیٰ کی آنکھیں دکھنے لگیں تو ملائکہ نے اس کی بیمار پرسی کی۔

۳۔ عرش کے بارے میں یہ حدیث گھڑی:

"أن نفرأ من اليهود أتوا الرسول ﷺ فقالوا من يحمل العرش فقال تحمله الهوام بقرونها والمجرة التي في السماء من عرقهم قالوا نشهد أنك رسول الله ﷺ" ④

یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی عرش کو کس نے اٹھایا ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوام نے اپنے اپنے سینگوں پر اٹھایا ہوا ہے اور مجرہ جو آسمان میں وہ ان کے پسینے سے ہے۔ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

ابوالقاسم بلخی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا والله تقول وقد أجمع المسلمون على أن الذين يحملون العرش ملائكة" ⑤

① ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۳۴/۱ ② السیوطی، اللآلی المصنوعہ، ص: ۳/۱

③ الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۱۸۴ ④ ابوالقاسم بلخی، قبول الاخبار، ص: ۱۳

⑤ ابوالقاسم بلخی، قبول الاخبار، ص: ۱۳

بخدا یہ الزام تراشی ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ملائکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

۴۔ ختم نبوت کے بارے میں یہ حدیث وضع کی:

”أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ“ ①

میں انبیاء کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا الا یہ کہ اللہ چاہے۔

اس حدیث میں ”إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ“ کی استثناء محمد بن سعید شامی زندیق نے وضع کی ہے کیونکہ یہ مطعون خود نبوت کا داعی تھا ②۔

۵۔ مختلف ترکاریوں اور سبزیوں کے بارے میں یہ روایات وضع کیں:

”عَلَيْكُمْ بِالْعَدَسِ فَإِنَّهُ مَبَارَكٌ يَرْقُقُ الْقَلْبَ وَيَكْثُرُ الدِّمْعَةُ قَدَسَ عَلَى لِسَانِ

سَبْعِينَ نَبِيًّا“ ③

مسور کی دال کو لازم پکڑو کیونکہ وہ برکت والی ہے۔ دل کو نرم کرتی ہے اور خون کو بڑھاتی ہے اور ستر انبیاء کی زبان پر مقدس ٹھہرائی گئی ہے۔

”الْبَازَنْجَانُ لِمَا أَكَلَ لَهُ“ ④

بیٹنگن ہر مرض کی دوا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس زنادقہ نے عقائد و اخلاق، حلال و حرام، اور طب سے متعلق ہزاروں احادیث وضع کر ڈالیں ⑤۔

۲۔ موجودہ ذخیرہ احادیث کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا:

زنادقہ نے وضع حدیث کا دوسرا اسلوب جو اختیار کیا وہ یہ تھا کہ لوگوں کے سامنے وہ وضع احادیث کا اقرار کرتے اور کہتے یہی احادیث اب لوگوں کے پاس گردش کر رہی ہیں۔ اس اقرار کرنے کا ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا سرمایہ حدیث سے اعتماد اٹھ جائے۔ اور اس طرح وہ دین اسلام سے متنفر ہو جائیں۔ ایسا عموماً وہ اپنا راز فاش ہونے اور موت کے یقینی ہونے پر کرتے تھے۔

ڈاکٹر ابو بکر عبدالصمد رقمطراز ہیں:

”فإقرار الزنادقة بوضع الحديث و إصرارهم على ذلك إنما هو من تحديهم

للمسلمين و إصرارهم على زندقته و اعترافهم بالوضع في الحديث بصور

هائلة و أرقام خيالية هو جزء من مخططهم الرهيب فقد أبت زندقته إلا

تنفير الناس من معتقداتهم و الطعن عليهم في دينهم فبدلوا جهدهم في ذلك

② ابن الجوزي، الموضوعات، ص: ۲۷۹/۱

③ الفتحي، تذكرة الموضوعات، ص: ۱۳۷

① الحاكم، المدخل، ص: ۱۸

② الفتحي، تذكرة الموضوعات، ص: ۱۳۷

⑤ الشوكاني، الفوائد المجموعة، ص: ۱۳۸

حال تمتعهم بحریاتهم فلما أخذوا وأيقنوا بالهلاك عملوا على تنفيذ
مخططاتهم بالتشكيك فيما أيدى الناس من الأحاديث والروايات إلى
جانب وضعهم وكذبهم على رسول الله ﷺ ①

زنادقہ کا وضع حدیث کرنے کا اقرار کرنا اور اس پر ان کا اصرار کرنا دراصل یہ مسلمانوں کے لیے ایک چیلنج ہے نیز ان
کا زندگیہیت پر اصرار اور وضع حدیث کا بہت بڑی تعداد میں اعتراف کر لینا یہ ان کا ایک بھیانک منصوبہ ہے۔ ان
زنادقہ نے لوگوں کو ان کے اعتقادات سے متنفر کرنے اور انھیں ان کے دین میں طعن و تشنیع کرنے کی ٹھان لی ہے
وہ اپنی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں بھرپور کوشش کرتے ہیں لیکن جب وہ پکڑے جاتے ہیں اور انھیں
اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے تو وہ اپنے منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے پاس موجود احادیث و روایات میں
شک پیدا کرنے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر کذب بیانی اور وضع کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان زنادقہ میں عبدالکریم بن العوجاء جس نے اپنے قتل کئے جانے سے پہلے وضع حدیث کا اعتراف کیا۔ جب اسے امیر بصرہ
محمد بن سلیمان کے پاس لایا گیا تو کہنے لگا:

”والله لقد وضعت فيكم أربعة آلاف حديث أحرم فيها الحلال و أحل فيها
الحرام ولقد فطرتكم في يوم صومكم و صومتم في يوم فطركم“ ②

بخدا میں نے تم میں چار ہزار احادیث وضع کی ہیں جس میں میں نے حلال کو حرام کر دیا ہے اور حرام کو حلال کر دیا
ہے اور روزے کے دن میں نے افطار کروادیا اور افطار کے دن روزہ رکھوا دیا ہے۔

خلیفہ مہدی کا قول ہے:

”أقر عندى رجل من الزنادقة أنه وضع أربع مائة حديث فهى تجول فى
أيدى الناس“ ③

میرے پاس ایک زندیق نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس نے چار سو احادیث وضع کی ہیں جو کہ لوگوں کے
ہاتھوں میں گردش کر رہی ہیں۔

حماد بن زید کا بیان ہے:

”وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ اثني عشر ألف حديث بثوها فى
الناس“ ④

① ابو بکر عبد الصمد، الوضع والوضاؤون، ص: ۷۲

② ابن الجوزى، الموضوعات، ص: ۱۱/۱ ③ السيوطى، الامالى المصنوعة، ص: ۲۶۸/۲ ④ الشوكاني، الفوائد المجموعه، ص: ۱۸۳

⑤ الخطيب، الكفاية، ص: ۳۳۱ ⑥ السيوطى، الامالى المصنوعة، ص: ۲۸۲

⑦ الخطيب، الكفاية، ص: ۳۳۱ ⑧ ابن عبد البر، مقدمة التمهيد، ص: ۱۲

زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب بارہ ہزار احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دیں

اور ایک دوسری روایت میں حماد بن زید کا بیان ہے:

”وضعت الزنادقة على رسول الله ﷺ أربعة عشر ألف حديث“^①

زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ پر چودہ ہزار احادیث وضع کی ہیں۔

ابن لہیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شیخ کے پاس آیا اور وہ رو رہا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں، کہنے لگا:

”وضعت أربع مائة حديث أدخلتها في برنامج الناس فلا أدرى كيف

أصنع“^②

میں نے چار صد احادیث وضع کر کے لوگوں کے پروگرام میں داخل کر دی ہیں مجھے نہیں معلوم اب میں (ان میں تفریق) کیسے کروں۔

❖ وضع حدیث کے دیگر ثانوی اسباب و عوامل

اول الذکر بنیادی عوامل وضع حدیث کے علاوہ کچھ مزید ایسے عوامل و اسباب تھے۔ جنہوں نے وضع حدیث کے فتنہ کو مزید تقویت اور جلا بخشی لیکن ان عوامل کی حیثیت ثانوی تھی۔

(۱) عصبیت

وضع حدیث کی ایک وجہ قوم و قبیلہ، زبان و وطن کی طرف رجحان اور جانب داری تھی۔

اس سبب کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب رقمطراز ہیں:

”اعتمد الأمويون في إدارة دولتهم و تسير أمورها على العرب خاصة و

تعصب بعضهم للعرب والعربية وربما نظر بعض العرب إلى المسلمين من

العناصر الأخرى نظرة لا توافق روح الإسلام حتى إن طبقة الموالي (وهم

المسلمون من غير العرب) شعرت بهذه العنصرية فكانوا يحاولون

المساواة بينهم و بين العرب وانتهزوا أكثر الاضطربات والحركات الثورية

فانضموا إليها في سبيل تحقيق ذلك“^③

امویوں نے اپنی حکومت کو چلانے میں عربوں پر بالخصوص زیادہ اعتماد کیا۔ اور بعض لوگوں نے عربوں اور عربی زبان

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۱۸۶ ② السیوطی، التالی المصنوعة، ص: ۲۳۸/۲ ③ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۱۱/۱

④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۹/۱ ⑤ الصنعانی، توضیح الافکار، ص: ۷۵/۲

⑥ ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۷/۱ ⑦ عجاج الخطیب، السیاق قبل التدریس، ص: ۲۰۸

کے لیے تعصب سے کام لیا اور بعض عربوں نے دوسرے قبائل کے مسلمانوں کو ایسی نظر سے دیکھا جو اسلام کی روح کے منافی تھا۔ یہاں تک کہ موالی (غیر عرب مسلمان) نے اس عنصرت کو بھانپ لیا انھوں نے اپنے اور عربوں کے درمیان صلح کرنے کی کوشش کی جس وجہ سے اکثر اضطرابات اور شورش حرکات سامنے آئیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد (مساوات) کو حاصل کرنے کے لیے ان سے جا ملے۔

اس بارے میں سید مناظر احسن گیلانی رقمطراز ہیں:

”بنی امیہ کے یہی حکمران عربوں کی قدیم جاہلی حیثیت جس کا اسلام خاتمہ کر چکا تھا اس کی مردہ لاش میں نئی روح پھونک رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ تھا کہ موالی جن کا عموماً عربوں سے نسلی تعلق نہ تھا باوجود مسلمان ہونے کے عموماً ان حقوق سے بنی امیہ کے عہد میں محروم کر دیئے گئے تھے جو اسلام ان کو عطا کر چکا تھا“^①۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے اس بیان کے درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد حسن بن زیاد القاضی نے آپ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

”كانت ولاية بنی أمية لا يدعون بالموالی من الفقهاء للفتيا“^②

بنی امیہ کے حکام فتویٰ دریافت کرنے کے لیے موالی کے فقہاء کو نہیں بلایا کرتے تھے۔

۲۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ نے امام عبداللہ بن عون کو صرف اس پاداش میں کہ انھوں نے عربی نژاد عورت سے نکاح کیا باندھ کر کوڑے لگائے^③۔

۳۔ عبدالملک بن مروان کو جب یہ اطلاع ملی کہ زین العابدین (علی بن حسینؑ) نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور آزاد کرنے کے بعد اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے خود اپنا نکاح اس سے کیا ہے تو سخت ناراض ہوا اور ایک خط ان کے نام لکھا جس میں آپ کی خاندانی شرافت و نجابت کا ذکر کر کے اس واقعہ پر آپ پر طنز و طعن کیا تو زین العابدین نے ان کی طرف لکھا:

﴿قد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾^④ قد أعتق رسول الله ﷺ

صفية بنت حى و تزوجها و أعتق زيد بن حارثة و زوجة ابنة عمته زينب

بنت جحش“^⑤

① مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۱۱۲ ② الخوارزمی، المناقب، ص: ۷۰/ ③ مناظر گیلانی، تدوین حدیث، ص: ۱۲۲

④ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۲۶/۲ ⑤ لأحزاب: ۲۱/۳۳

⑥ ابن سعد، الطبقات الکبری، ص: ۱۵۶/۵ ⑦ امام بخاری نے آنحضرت ﷺ کا حضرت صفیہ بنت حی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کی روایت نقل کی ہے۔

بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب من جعل عتق الأمة صداقها، حدیث نمبر ۵۰۸۶، ص: ۹۰۹

⑧ نیز دیکھئے الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء في الرجل يعتق الأمة ثم يتزوجها، حدیث نمبر ۱۱۱۵، ص: ۲۷۰

بلاشبہ تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین اسوہ ہے۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حنی کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح کیا اور زید بن حارثہ (اپنے غلام) کو آزاد کیا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے اس کا نکاح کر دیا۔

۴۔ عبد الملک بن مروان کا ابن شہاب زہری سے مکالمہ (جس میں انھوں نے مختلف امصار اور شہروں میں موجود بڑے علماء کے بارے میں آپ سے سوالات کیے تھے) تو جواب میں امام زہریؒ نے تمام بڑے شہروں میں موجود علماء موالی (غیر عرب) بتائے جس پر عبد الملک سخت سیخ پا ہوا۔ بالآخر امام زہریؒ کے بتانے پر کہ ابراہیم النخعی عربی النسل ہیں اور کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے عبد الملک کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس کے بعد اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا:

”قطعاً یہ موالی عرب کے سردار اور پیشوا بن کر رہیں گے، یہ ہو کر رہے گا کہ منبر پر ایک مولیٰ چڑھا ہوا خطبہ پڑھ رہا ہے اور اس منبر کے نیچے عرب بیٹھے ہیں“ ①۔

۵۔ عبد الملک بن مروان کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے معلم کی ضرورت پیش آئی۔ اس خدمت کے لیے انھوں نے اسماعیل بن عبد اللہ ② کو مقرر کیا اور پھر کہنے لگے:

”عرب اور غیر عرب (یعنی عجمیوں) کے تعلقات کی جو نوعیت ہو گئی ہے عجیب ہے۔ مجھے تو اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ان ایرانیوں ہی کو دیکھو حکومت کی باگ صد ہا سال ان کے ہاتھوں میں رہی اس پورے طویل عرصے میں ان کو ہماری یعنی عرب کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ ایک مردک نعمان بن منذر کا نام لیا جاتا ہے جس سے ایرانی حکومت نے کام لیا تھا اور پھر یہ قصہ بھی زیادہ دن تک جاری نہ رہ سکا۔ اس غریب نعمان کو بھی ایرانی قتل کر کے رہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ کتنے دن ہوئے ہمارے ہاتھ حکومت آئی ہے لیکن غیر عربی اقوام سے مدد لینے پر اس مختصر مدت میں بھی ہم مجبور ہو گئے ہیں۔ حد یہ ہے کہ تعلیم تک میں ہم ان عجمیوں کے دست نگر ہو چکے ہیں۔ اس اسماعیل بن عبید کو دیکھو! امیر المؤمنین کے بچوں کو پڑھاتا ہے اور کیا پڑھاتا ہے، عربیت سکھاتا ہے“ ③۔

① الحاکم، معرّفۃ علوم الحدیث، ص: ۱۹۸ ② ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۰۲

③ بعض روایات میں عبد الملک بن مروان کے بجائے کسی دوسرے اموی خلیفہ کی طرف اس مکالمہ کی نسبت کی گئی ہے۔ اس طرح ابراہیم النخعی کے بجائے سعید بن المسیب کا عربی النسل عالم ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔

④ آپ کی کنیت ابوالمہاجر ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں انھیں افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔ بقول ابن عساکر ”افریقہ کے عالم باشندے جو برابر کہلاتے تھے ان ہی اسماعیل بن عبد اللہ کی کوشش سے مسلمان ہوئے، ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳/۲۷

⑤ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ص: ۳/۲۷

اگر یہ روایات درست اور صحیح ہیں تب وضع حدیث کا ایک سبب اور عنصر قوم و قبیلہ، زبان و وطن کا تعصب ہو سکتا ہے اور یہ کچھ بعید نہیں کہ اس تعصب سے متاثر افراد نے وضع حدیث میں اپنا کردار ادا کیا ہو۔

ڈاکٹر عجاج الخطیب کا رجحان اسی طرف دکھائی دیتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

”والی جانب هذا كانوا يبادلون العرب الإعتزاز والفخر فحملهم هذا على

وضع أحاديث ترفع من قدرهم وتبين فضائلهم“^(۱)

اس وجہ سے موالی عربوں کی عزت اور قدر و منزلت کا مقابلہ کرتے تھے اس بات (مقابلہ بازی) سے انھیں اپنی احادیث وضع کرنے پر ابھارا جو ان کے مرتبے کو بلند کرنے اور جن میں ان کے فضائل کا بیان ہو۔

عصبیت کی بنیاد پر وضع کی جانے والی احادیث

چنانچہ اسی مقابلہ بازی کے نتیجے میں درج ذیل احادیث وضع کی گئی ہیں:

☆ إن كلام الذين حول العرش بالفارسية وإن الله إذا أوحى أمراً في لين

أوجاه بالفارسية وإذا أوحى أمراً فيه شدة أوجاه بالعربية“^(۲)

پیشک عرش کے قریب ملائکہ فارسی میں کلام کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی ایسے امر میں وحی کرتے ہیں جس میں نرمی ہوتی ہے تو فارسی میں وحی بھیجتے ہیں اور جب کسی سخت معاملہ وحی کرتے ہیں تو عربی میں وحی بھیجتے ہیں۔

عربوں نے اس کے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہوئے یہ حدیث وضع کی:

☆ أبغض الكلام إلى الله الفارسية وكلام الشياطين الخوزية وكلام أهل النار

البخارية وكلام أهل الجنة العربية“^(۳)

اللہ کے نزدیک مبغوض ترین کلام فارسی ہے۔ اور شیاطین کا کلام خوزی زبان میں ہے اور جہنمیوں کا کلام بخاریہ

زبان میں ہے اور جنتیوں کا کلام عربی زبان میں ہے۔

اس طرح بعض عربی قبائل کی فضیلت میں غالباً اس وقت احادیث وضع کی گئیں، جب یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد قبائلی

عصبیت کی شورش رونما ہوئی^(۴)۔

(۲) وعظ وقصہ گوئی

لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا اور انھیں یوم آخرت، اجر و عقاب، جنت و جہنم کے بارے میں آگاہ کرنا نہ صرف اصلاح نفس و

(۱) ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۳۶/۱

(۲) عجاج الخطیب، النہ قبل اللہ دین، ص: ۲۰۹

(۳) حسن ابراہیم، تاریخ الاسلام، ص: ۳۳۷/۱

(۴) ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۳۷/۱

معاشرہ کے لیے لوگوں کی ایک ضرورت ہے بلکہ اسلام میں ایک مطلوب امر ہے۔ نبی ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ لوگوں کو گاہے بگاہے پند و نصائح کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

((كان النبي ﷺ يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة السامة علينا))^①

نبی ﷺ کچھ ایام (گاہے بگاہے) ہمیں وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے، ہمارے اکتانے کی کراہت کے سبب (آپ ایسا کرتے)۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روزانہ وعظ کرنے کی درخواست کی تو انھوں نے یہ کہہ کر معذوری ظاہر کر دی کہ مجھے روزانہ وعظ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ماسوائے اس بات کہ میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ تم اس سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگو اور میں تمہیں کبھی کبھار اس لیے وعظ و نصیحت کرتا ہوں کیونکہ نبی ﷺ بھی ہمیں کبھی کبھار وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ ہم اکتانہ جائیں^②۔

تاہم عہد اول میں قصہ گوئی یا وعظ و نصیحت امیر یا خلیفہ کی اجازت پر منحصر تھی، اگر امیر یا خلیفہ کسی کو اس کی اجازت دے دیتا تو وہ شخص وعظ کر سکتا تھا بصورت دیگر اسے اجازت نہیں تھی مثلاً ”ایک مرتبہ حضرت تمیم الداریؓ نے حضرت عمرؓ سے قصہ گوئی کی اجازت چاہی، تو حضرت عمرؓ نے انھیں اس کی اجازت نہیں دی“^③۔

بلکہ اس کی ممانعت کے بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا يقص على الناس إلا أمير أو مأمور أو مُراء))^④

لوگوں کے لیے امیر یا مامور یا مرأ کے بغیر کوئی افسانہ گوئی نہ کرے۔

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب نے قصہ گوئی اور واعظین کے واعظ کے ظہور کو خلافت راشدہ کا آخری عہد قرار دیا ہے۔
آپ فرماتے ہیں:

”ظهرت حلقات القصاصين والوعاظ في أواخر عهد الخلافة الراشدة“^⑤

خلافت راشدہ کے آخری عہد میں افسانہ گو اور واعظین کی مجالس ظاہر ہوئیں۔

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما كان النبي ﷺ يتخولهم بالموعظة والعلم کی لا ینفروا، حدیث نمبر ۶۸، ص: ۱۷

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياماً معلوماً، حدیث نمبر ۷۰، ص: ۱۷

③ ملا علی قاری، تمییز المرفوع عن الموضوع، ص: ۱۶ ④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب القصص، حدیث نمبر ۵۳۷۳، ص: ۵۳۶

⑤ عجاج الخطیب، السنة قبل التدوین، ص: ۲۱۰

غالباً ان کا استناد حضرت ابن عمرؓ کی درج ذیل روایت پر ہے:

((لم يكن القصص في زمن رسول الله ﷺ ولا زمن ابى بكر ولا زمن عمر))^(۱)

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کے زمانے میں قصہ گوئی بیان ہوئی۔

اور ایک دوسری روایت میں ابن عمرؓ کے الفاظ یوں منقول ہیں:

((انه لم يقص على عهد النبي ﷺ ولا على عهد ابى بكر ولا عمر ولا عثمان وإنما قص حين وقعت الفتنة))^(۲)

نہ تو نبی ﷺ کے عہد میں قصہ گوئی ہوئی اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے عہد میں بلکہ جب سے فتنہ واقع ہوا تب سے قصہ گوئی کا آغاز ہوا۔

یہ روایات اس بات پر محمول ہوں گی کہ امیر کی اجازت کے بغیر ان زمانوں میں قصہ گوئی نہیں ہوئی۔ ان روایات سے یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا ہے کہ ان زمانوں میں قصہ گوئی ہوئی ہی نہیں۔ اس بات کی شہادت ”حضرت علیؓ کے اس فعل سے ملتی ہے کہ آپ قصہ خواں سے سوال کرتے اور ان کا امتحان لیتے اور جسے اس بارے میں کوئی علم وغیرہ نہ ہوتا تو اسے خوب ڈانٹ پلاتے“^(۳)۔

زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عہد خلفاء راشدین کے بعد فتنہ کے دور میں قصہ گوئی کی لگام آزاد ہوئی اور قصہ گو حضرات بلا اجازت وعظ اور قصہ گوئی کرتے رہے اور یہ لوگ اہل علم بھی نہیں تھے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ راہ راست سے منحرف ہوتے گئے۔ ان میں شخصی اور دنیاوی مقاصد کا فرما رہے۔ قصہ گوئی کرنے والا زیادہ تر اپنے قصہ میں غیر مانوس اور عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ کرتا اور انتہائی زیادہ مبالغہ سے کام لیتا تھا تا کہ وہ اپنے قصہ میں دلچسپی پیدا کر کے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرے۔ اس بارے میں ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی رقمطراز ہیں:

”فقد تولى مهمة الوعظ قصاص أكثرهم لا يخافون الله ولا يهتمهم سوى أن يبكى الناس في مجالسهم وأن يتواجدوا وأن يعجبوا بما يقولون فكانوا يضعون القصص المكذوبة وينسبونها إلى النبي ﷺ“^(۴)

① ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب القصص، حدیث نمبر ۳۷۵۴، ص: ۵۳۷

② المقدی، کتاب العلم، ص: ۵۲ ⑤ اخبار اصہبان، ص: ۱/۱۳۶ ⑥ ابن الجوزی، القصاص، ص: ۱۷۶

③ ابن الجوزی، القصاص، ص: ۱۷۹

④ مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتها، ص: ۸۵

وعظ گوئی کا پیشہ افسانہ گو قسم کے لوگوں نے سنبھال رکھا تھا جن میں ذرا بھی خوف خدا نہیں تھا۔ ان کا مسح نظر اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگ مجلس وعظ میں ڈھاڑیں مار مار کر روئیں، ان کا وعظ سن کر جھوٹے لگیں اور ان پر تعجب کریں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ جھوٹے قصے گھڑتے اور ان کو نبی ﷺ کی جانب منسوب کر دیتے۔

مشہور محدث ابن قتیہ حدیث نبویؐ میں فساد پیدا کرنے والے اسباب و وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”والوجه الثانی القصاص فإنهم یملون وجه العوام إلیهم و یشیدون ما عندهم بالمناکیر والأکاذیب من الأحادیث و من شأن العوام القعود عند القاص ما کان حدیثه عجیبا خارجا عن نظر العقول أو کان رقیقا یحزن القلب“^①

وضع حدیث کا دوسرا سبب افسانہ گو قسم کے لوگ تھے۔ وہ عوام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے جھوٹی اور منکر احادیث جو انھیں یاد ہوتی تھیں لوگوں میں خوب پھیلاتے تھے۔ عوام الناس کی یہ عادت ہے کہ جب تک ان کو عجیب و غریب خارج از عقل اور دل میں سوز و گداز پیدا کرنے والی احادیث سنائی جاتی رہیں وہ جم کر بیٹھتے ہیں۔



فتنہ وضع حدیث کا سد باب اور محدثین کی خدمات

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھی اہل اہواء اور گمراہ کن لوگ جھوٹی احادیث وضع کر کے باطل کو حق کے ساتھ خلط ملط کرنے لگے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت شامل حال نہ ہوتی، جس نے اسلام کو ہر قسم کی تحریف و تبدیل، زیادتی و کمی سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کر رکھا ہے اور جس نے اپنے رسول ﷺ کے کلام (حدیث) کو اہل اہواء کی بھیشت چڑھنے سے محفوظ رکھا تو اعدائے اسلام دین اسلام میں وہ کچھ داخل کر دیتے جو اس کی تعلیم سے نہیں تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے مخلص، امین افراد پیدا کر دیے جنہوں نے اس فتنہ کا بڑی تندہی سے مقابلہ کیا اور ان کے جدل و فریب کو واضح کیا۔ اس بارے میں انہوں نے بے مثال جہود و مساعی انجام دیں، یہ انہی کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ زنادقہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے بارہ ہزار احادیث^① اور عبدالکریم بن ابی العوجاء^② نے چار ہزار احادیث وضع کی تھیں^③۔ اسی طرح ابورجاء نے تقدیر کے بارے میں چار ہزار اشخاص داخل کرنے کا اعتراف کیا^④۔

چنانچہ علماء کرام نے ہر ممکن طریق سے دشمنان حدیث کا مقابلہ کیا اور ان کے سامنے وضع حدیث کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ ابن جوزی کا قول ہے:

”لما لم یکن لأحد أن یزید فی القرآن أخذ أقوام یزیدون فی حدیث رسول اللہ ﷺ ویضعون علیہ ما لم یقل فأنشاء اللہ علماء یذبون عن النقل و یوضحون الصحیح و یفضحون القبیح وما یخلی اللہ منهم عصرا من العصور غیر أنهم قلوا فی هذا الزمان وقد كانوا إذا عدوا قليلا صاروا أقل من القلیل“^⑤

قرآن کریم میں کمی بیشی کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا چنانچہ کچھ لوگوں نے حدیث رسول میں کمی بیشی کرنے کی ٹھان لی اور احادیث وضع کرنی شروع کر دیں جنہیں آپ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث کے دفاع کے لیے علماء پیدا کیے جنہوں نے صحیح (احادیث) کی وضاحت کی اور قبیح (وضع کردہ احادیث) کا راز فاش کر دیا اور کوئی زمانہ ان علماء سے خالی نہیں تھا اگرچہ وہ اس زمانہ میں قلیل تھے اور جب انہیں شمار کیا جاتا تھا وہ قلیل سے بھی کم

① الخصب، الکفایۃ فی علم الرویۃ، ص: ۶۰۳

② مشہور زندیق ہے جو معن بن زائدہ الشیبانی کے ماموں تھے۔ امیر بصرہ محمد بن سلیمان نے اسے حدیث وضع کرنے کی بناء پر قتل کروا دیا۔

الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۳۳/۷ ③ المصنعانی، توفیح لأفکار، ص: ۷۵/۲

④ السیوطی، الملتأی المصنوع، ص: ۲۳۸/۲ ⑤ ابن جوزی، الموضوعات، ص: ۱۱/۱ ⑥ العراقی، فتح المغیب، ص: ۱۲۸ ⑦ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص: ۳۲۷

⑧ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۶/۱

⑨ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۶/۱

دکھائی دیتے تھے۔

امام سفیان ثوری کا قول ہے:

”الملائكة حراس السماء و أصحاب الحديث حراس الأرض“^①

ملائکہ آسمان کے نگہبان ہیں اور محدثین زمین کے نگہبان ہیں۔

یزید بن زریع کا بیان ہے:

”لکل دين فرسان و فرسان هذا الدين أصحاب الأسانيد“^②

ہر دین کے شاہسوار ہوتے ہیں اور اس دین (اسلام) کے اصحاب اسانید شاہسوار ہیں۔

ابن قتیبہ کا قول ہے:

”التمسوا الحق من وجهته و تتبعوه من مظانه و تقربوا إلى الله بأتباعهم
سنن رسول الله ﷺ و طلبهم لأخباره برّاً و بحرّاً و شرقاً و غرباً و لم يزالوا
في التنقيب عنها و البحث لها حتى عرفوا صحيحها و سقيمها و ناسخها
و منسوخها و عرفوا من خالفها إلى الرأي فنبهوا على ذلك حتى نجم الحق
بعد أن كان خافياً و بسق بعد أن كان دارساً و اجتمع بعد أن كان متفرقاً و
انقاد للسنّة من كان عنها معرضاً و تنبه عليها من كان غافلاً و قد يعيبهم
الطاعنون بحملهم الضعيف و طلبهم الغريب و في الغرائب الداء و لم يحملوا
الضعيف و الغريب لأنهم رأوها حقاً بل جمعوا الغث و السمين و الصحيح و
السقيم ليميزوا بينها و يدلوا عليها“^③

انھوں (محدثین) نے حق کو اس کے متوقع موضع سے تلاش کیا اور سنن رسول ﷺ کی اتباع اور مشرق و مغرب، خشکی و تری وغیرہ میں ان اخبار (احادیث) کو طلب کر کے وہ تقرب الہی کے حقدار ٹھہرے اور وہ ان (احادیث) کی کھوج اور بحث و تحقیق میں لگے رہے یہاں تک کہ انھوں نے صحیح و کمزور، ناسخ و منسوخ روایات کو پہچان لیا اور انھوں نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی صحیح راہ کی طرف نشاندہی کی یہاں تک کہ حق جو پہلے چھپا ہوا اور مٹا ہوا تھا اب بالکل واضح ہو گیا اور جو پہلے متفرق تھا وہ اکٹھا ہو چکا تھا اس کے نتیجے میں جو لوگ اس (سنّت) سے منہ پھیرے ہوئے اور غافل تھے وہ مطیع اور بیدار ہو گئے۔ اور طعنہ دینے والوں نے ضعیف اور غریب (حدیث) لینے پر انھیں مورد الزام ٹھہرایا کیونکہ کمزور روایات میں بیماری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے کمزور اور غریب روایات کو حق سمجھتے ہوئے

① ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۶/۱

② ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۶/۱

③ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۶/۱

نہیں لیا تھا بلکہ انھوں نے کمزور اور قوی، صحیح اور ضعیف روایات کو اس لیے جمع کیا تھا تا کہ ان کے مابین خط امتیاز کھینچ سکیں اور ان کے بارے میں بتا سکیں۔

عبداللہ بن مبارک سے ضعیف احادیث کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

”تعیش لها الجہابذة“^① ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾^②

اس کام کے لیے ماہر ائمہ زندہ ہیں (بیشک ہم نے ذکر (قرآن کریم) اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔

ایک دفعہ ہارون رشید ایک زندیق کو قتل کرنے لگے تو وہ بولا مجھے تو قتل کر دو گے، لیکن میں نے جو ایک ہزار خود ساختہ احادیث وضع کیں ہیں ان کا کیا کرو گے؟

ہارون رشید نے جواب دیا:

”أین أنت یا عدو اللہ من ابی اسحاق الفزاری وابن المبارک یتخلانہا فیخرجانہا حرفا حرفا“^③

اللہ کے دشمن کس خیال میں ہیں، ہمارے پاس ابو اسحاق فزاری اور عبداللہ بن مبارک موجود ہیں، جو چھان بین کر کے ان کا ایک ایک حرف الگ کر دیں گے۔

علمائے امت نے حدیث نبوی کی حفاظت اور موضوع حدیث کے سد باب کے لیے درج ذیل اسلوب اختیار کیے:

۲۔ علم الاسناد

۱۔ روایت میں احتیاط و تثبت

۳۔ علم الجرح والتعدیل کا ظہور



① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۸۲ ② الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۷ ③ الرازی، الجرح والتعدیل، ص: ۱۸/۱

④ الامیر الحسنی الصنعانی نے اس طرح کا ایک قول عبدالرحمن بن مہدی سے نقل کیا ہے۔ توضیح الاذکار، ص: ۱۸۹/۲

② الحجۃ: ۹/۱۵

③ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ص: ۱۶/۱

روایت حدیث میں احتیاط اور تثبیت

صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت قرآن حکیم کی شہادت کے مطابق عدالت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھی ①۔ ان کے یہاں حدیث کی روایت میں غلط بیانی کرنی تو کجا ان کی عام زندگی میں بھی کذب بیانی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس لیے ابتداء حدیث کی روایت میں سند یا رواۃ کے ذکر کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی۔ بلکہ بعض اوقات حدیث کی سند کے سوال پر بعض صحابہ کرامؓ کو غصہ ہوتے بھی پایا گیا۔

مثلاً ایک دفعہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا: ”کیا آپ نے یہ حدیث رسول ﷺ سے سنی ہے؟ تو آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا: ”ماکان بعضنا یکذب علی بعض“ ② (ہم میں سے کوئی جھوٹ نہیں بولتا تھا)۔

تاہم صحابہ کرامؓ اخبار کے معاملہ میں احتیاط و تحقیق سے کام لیتے تھے اور خصوصاً جب معاملہ حدیث نبویؐ کا ہوتا تو انتہائی درجہ کی احتیاط سے کام لیتے اور اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلط بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے، حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زید بن ارقم، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن سعد، حضرت انسؓ بن مالک اور دوسرے صحابہ کرامؓ حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے اور بعض صحابہ کرامؓ تو ایک سال گزرنے کے بعد بھی وہم کے خوف سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے ③۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں بے شمار روایات نقل کی گئی لیکن جب تک انھوں نے ان کی صحت کا پوری طرح جائزہ نہیں لے لیا انھیں قبول نہیں کیا۔ اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اس دور میں کئی ایک معاملات و قصص سامنے آتے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کی احادیث کے معاملے میں احتیاط و تحقیق واضح ہوتی ہے۔

① عدالت صحابہ کرامؓ کے بارے میں بے شمار آیات کریمات ہیں:

مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ﴿کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ آل عمران: ۱۱۰/۳

② ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ البقرة: ۱۴۳/۲

③ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ الفتح: ۱۸/۲۸

④ ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ الحشر: ۸/۵۹

⑤ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾ التوبة: ۱۰۰/۹

⑥ الراہر مزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۳۵

⑦ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

علامہ ذہبیؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوانح حیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”كان أول من احتاط في قبول الأخبار“ ①

حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے قبول احادیث میں حزم و احتیاط کا اہتمام کیا۔ ②

حضرت عمرؓ نے بھی روایت حدیث کے بارے میں محدثین کے لیے تحقیق و تثبیت کا طریقہ جاری کیا ہے۔ اگر کبھی آپ کو کسی حدیث کی صحت میں تردد ہوتا تو جب تک اطمینان نہ کر لیتے اس کو قبول نہ کرتے ③۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

② قبصہ بن ذویب فرماتے ہیں: ایک مرتبہ دادی میراث طلب کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی، تو آپؓ نے فرمایا: ”ما أجد لك في كتاب الله شيئاً وما علمت أن رسول الله ﷺ ذكر لك شيئاً ثم سألت الناس فقام المغيرة فقال حضرت رسول الله ﷺ يعطيها السدس فقال له هل معك أحد فشهد محمد بن مسلمة بمثل ذلك فأنفذه لها أبو بكر“ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱)

میں تمہارے لیے کتاب اللہ میں کوئی حصہ نہیں پاتا اور نہ ہی میرے علم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لیے کوئی حصہ مقرر کیا ہے۔ پھر آپؓ نے لوگوں سے دریافت کیا (کہ کسی کو دادی کی وراثت کے بارے میں علم ہے) تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دادی کو چھٹا حصہ دیتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا تمہاری کوئی گواہی دے گا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے گواہی دی پھر حضرت ابوبکرؓ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔

ابن ابی ملیکہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

”إنكم تحدثون عن رسول الله ﷺ أحاديث تختلفون فيها والناس بعدكم أشد اختلافًا فلا تحدثوا عن رسول الله ﷺ شيئاً فمن سألکم فقولوا بیننا و بینکم کتاب اللہ فاستحلوا حلالہ و حرموا حرامہ“ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱)

تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرتے ہو اور اس میں اختلاف کرتے ہو اور تمہارے بعد آنے والے لوگ اس سے زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہذا تم رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان نہ کیا کرو، اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہو ہمارے اور تمہارے مابین کتاب اللہ موجود ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی ہر چیز کو حلال جانو اور حرام چیز کو حرام جانو۔ اس مرسل روایت کے بعد علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:

”وهذا المرسل يدل على أن مراد الصديق التثبت في الأخبار والتحري فيها لا سد باب الرواية ألا تراهم لما نزل به أمر الجدة ولم يجده في الكتاب كيف سأل عنه في السنة فلما أخبره الثقة ما اكتفى حتى استظهر بثقة آخر ولم يقل حسبنا كتاب الله كما تقوله الخوارج“ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱)

اس مرسل حدیث سے ابوبکر صدیقؓ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ احادیث بیان کرتے وقت تحقیق و تعصب سے کام لیا جائے۔ آپ کا یہ ہرگز مطلب نہیں تھا کہ حدیث کا دروازہ مطلقاً بند کر دیا جائے جیسے آپ کے سامنے دادی کے ورثہ کا مسئلہ پیش ہوا اور آپ کو یہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ملا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا۔ حدیث میں اس کا حل کیا ہے پھر ایک ثقہ نے شہادت دی تو مزید تحقیق کے لیے ایک دوسرے ثقہ شخص سے شہادت لے کر دادی کے حق میں فیصلہ دیا اور خوارج کی طرح یہ نہیں کیا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔

امام زہری کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے ایک شخص کو حدیث بیان کی وہ مزید تصدیق کے لیے دوبارہ پوچھنے لگا تو آپؓ نے کہا حدیث اسی طرح ہے جس طرح میں نے تجھ سے بیان کی ہے۔ مجھے زمین کیسے اٹھائے گی اگر میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳/۱

③ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: ”كنت في مجلس من مجالس الأنصار إذ جاء أبو موسى كأنه مذعور فقال استأذنت على عمر ثلاثاً فلم يؤذن لي فرجعت قال ما منعك قلت استأذنت ثلاثاً فلا يؤذن لي فرجعت وقال رسول الله ﷺ إذا استأذن أحدكم ثلاثاً فلم يؤذن له فليرجع فقال والله لتقيمن عليه بينة أمنكم أحد سمعه من النبي ﷺ..... البخاري، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب التسليم والإستئذان ثلاثاً، حدیث نمبر ۶۲۳۵، ۱۰۸۷۰

میں انصار کی مجلس میں تھا کہ ابوموسیٰؓ ڈرے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے عمرؓ سے تین مرتبہ اجازت چاہی مگر انہوں نے مجھے اجازت نہیں دی، چنانچہ میں واپس چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے کہا تمہیں اندر آنے سے کس چیز نے روکا ہے۔ میں نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت چاہی مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی، اور میں واپس لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ دی جائے اور اسے چاہیے کہ وہ واپس لوٹ آئے تو حضرت عمرؓ

نے کہا بخدا تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو کیا تم میں سے کسی ایک نے اس حدیث کو سنا ہے.....

حضرت عمرؓ کا حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے گواہی طلب کرنا ان پر شک کی بناء پر نہیں تھا اور نہ اس لیے کہ آپ کو ان پر اعتماد نہیں تھا بلکہ محض احتیاط و حزم کے پیش نظر تھا، کیونکہ ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے کہا: "أما إني لم أتهمك ولكن خشيت أن يتقول الناس على رسول الله ﷺ" (الشافعی، الام، ص: ۴۳۵)

میں تجھے متہم نہیں کرتا مجھے صرف یہ خدشہ ہے کہ کہیں لوگ حدیث رسول ﷺ میں قیل وقال شروع نہ کر دیں۔

امام مالکؒ نے ابن شہاب زہریؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے: "أن رسول الله ﷺ قال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب قال مالك قال ابن شهاب ففحص عن ذلك عمر بن الخطاب حتى أتاه الثلج واليقين أن رسول الله ﷺ قال لا يجتمع دينان في جزيرة العرب فأجلى يهود خيبر" امام مالک، الموطا، کتاب الجامع، باب ماجاء في إجلاء اليهود من المدينة حديث نمبر ۱۸، ص: ۳۱۶

بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ابن شہاب کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں غور و خوض کیا یہاں تک کہ آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے چنانچہ حضرت عمرؓ نے خیبر کے یہود کو جلا وطن کر دیا۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں نقل کیا ہے:

عن أمية الضمري أن عمر بن الخطاب مر عليه وهو يساوم بمرط فقال ما هذا قال أريد أن أشتريه وأتصدق به فاشتراه فدفعه إلى أهله وقال إني سمعت رسول الله ﷺ يقول ما أعطيتموهن فهو صدقة فقال عمر من يشهد معك فأتى عائشة فقام من وراء الباب فقالت من هذا قال عمر قالت ما جاء بك قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما أعطيتموهن فهو صدقة قالت نعم، السنن الکبریٰ، ص: ۴۸/۳ صحیح مسلم میں الفاظ یوں ہیں "وإن مات كل إمرأتك من مالك صدقة" (المسلم، الصحیح، کتاب الصدقة، باب الوصية بالثلث، حدیث نمبر ۴۲۱۵، ص: ۷۱۵) حضرت امیہ الضمریؒ سے مروی ہے آپ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں چادر کا سودا کر رہا تھا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کا ادھر سے گزر ہوا، کہنے لگے کیا کر رہے ہو میں نے کہا میں اس چادر کو خرید کر صدقہ دینا چاہتا ہوں، چنانچہ میں نے چادر خرید کر اپنی بیوی کو دے دی اور میں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جو کچھ تم اپنی بیویوں کو دیتے ہو وہ صدقہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تمہاری گواہی کون دے گا۔ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دروازے کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کون ہے (حضرت عمرؓ نے) کہا عمرؓ۔ حضرت عائشہؓ کہنے لگی، کس غرض کے لیے تشریف لائے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے۔ جو کچھ تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہے وہ صدقہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا جی ہاں۔

الجامع الصحیح اور دوسری کتب میں ہے: "استشار عمر بن الخطاب الناس في ملاص المرأة فقال المغيرة بن شعبه شهدت النبي ﷺ قضی فیہ بفسرة عبد أو أمة قال فقال عمر أئتنی بمن يشهد معك قال فشهد له محمد بن مسلمة" (البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الديات، باب جنین المرأة، حدیث نمبر ۶۹۰۷، ص: ۹۰۰) (المسلم، الصحیح، کتاب القسامة، باب دية الجنين، حدیث نمبر ۴۳۹۷، ص: ۷۶۱) (ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الديات، باب دية الجنين، حدیث نمبر ۴۵۷۰، ص: ۶۴۶)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے عورت کے مردہ بچہ کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا جب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنے کا حکم دیا تھا پھر آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا اس کی شہادت دینے کے لیے کوئی شخص لاؤ، چنانچہ حضرت عمرؓ بن مسلمہ نے اس کی گواہی دی۔

علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے: "عن عبد الله بن أبي بكر قال كان للعباس بيت في قبلة المسجد فضاق المسجد على الناس فطلب إليه عمر البع فأبى فذكر الحديث وفيه فقال عمر لأبي لتأتين علي ما تقول ببينة فخرجا فإذا ناس من الأنصار قال فذكر لهم قالوا قد سمعنا هذا من رسول الله ﷺ فقال عمر أما إني لم أتهمك ولكن أحببت أن أتثبت" (الذہبی، تذكرة الحفاظ، ص: ۸/۱)

عبد اللہ بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ حضرت عباسؓ کا گھر مسجد کے قبلہ کی جانب تھا۔ تنگی کے باعث مسجد کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو مکان بیچنے کے لیے کہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا یہ طویل قصہ ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ سے کہا جو کچھ تم نے کہا ہے اس کے ثبوت کے لیے کوئی گواہ پیش کرو (گواہ کی تلاش میں) دونوں باہر نکلے تو انصار کی ایک جماعت ملی حضرت ابیؓ نے ان سے تذکرہ کیا تو وہ سب بولے ہم سب نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا میں تحقیق اور اطمینان چاہتا ہوں۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے:

”كان إماما عالما متحريرا في الأخذ بحديث إنّه يستحلف من يحدثه

بالحديث“ ①

آپ علم میں امامت کے رتبہ پر فائز تھے اور اخذ حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ حدیث بیان کرنے والے سے پہلے حلف (قسم) لیتے تھے ②۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں صحابہ کرامؓ حدیث کی روایت میں احتیاط و تثبیت سے کام لیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب ملت اسلامیہ مختلف داخلی اور خارجی فتن سے دوچار ہوئی، مختلف سیاسی، مذہبی گروہ معرض وجود میں آئے۔ ہر گروہ اپنے اپنے موقف کی تائید میں احادیث میں غلط بیانی، بلکہ کذب بیانی تک پر آمادہ ہوا اور کثرت سے احادیث وضع کی جانے لگیں۔ تب محدثین کرام اپنے اسلاف کے نمونہ پر چلتے ہوئے حدیث کی حفاظت کے لیے احادیث کے معاملے میں احتیاط اور تثبیت سے کام لینے لگے۔ عہد بنو امیہ میں صحابہ کرامؓ کا احادیث کے بارے میں احتیاط اور تحقیق کے اس رویے کے بارے میں مصادر سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

① الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰/۱

② اسامہ بن حکم کے بارے میں منقول ہے: ”أنه سمع علياً يقول كنت إذا سمعت من رسول الله ﷺ حديث نفعني الله بما شاء أن ينفعني الله به وكان إذا حدثني عنه غيره استحلفته فإذا حلف صدقته“ (ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، حدیث نمبر ۱۵۲۱، ص: ۲۳۰) الترمذی، جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورة آل عمران، حدیث نمبر ۳۰۰۶، ص: ۶۷۰ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب إقامة الصلوات، حدیث نمبر ۱۳۹۵، ص: ۱۱۹

جینک انھوں نے حضرت علیؓ سے سنا ہے، وہ کہہ رہے تھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو حسب توفیق الہی میں اس سے فائدہ اٹھاتا اور جب مجھے کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کی حدیث سنانا تو پہلے اس سے قسم لیتا اگر وہ قسم اٹھالیتا تو میں اس کی حدیث کو سچ مان لیتا تھا۔

علامہ ذہبیؒ نے حضرت علیؓ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے: ”حدثوا الناس بما يعرفون و دعوا ما ينكرون أتحبون أن يكذب الله ورسوله“ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱/۱

لوگوں سے وہی احادیث بیان کرو جو وہ جانتے ہیں اور ان احادیث کو ان کے سامنے بیان کرنا چھوڑ دو جن کو وہ نہیں جانتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کی جائے۔

اس کے بعد علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں: ”فقد زجر الإمام علي عن رواية المنكر وحث على التحديث بالمشهور و هذا أصل كبير في الكف عن بث الأشياء الواهية و المنكرة من الأحاديث في الفضائل و العقائد و الرقائق و لا سبيل إلى معرفة هذا من هذا إلا بالأمعان في معرفة الرجال“ (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱/۱)

حضرت علیؓ نے منکر احادیث بیان کرنے سے منع فرمایا ہے اور مشہور اور صحیح احادیث بیان کرنے کی ترغیب دی ہے اور دراصل یہ فضائل اعمال، عقائد اور دل میں رقت اور نزار پیدا کرنے والی اشیاء میں بے بنیاد اور باطل احادیث پھیلانے سے منع کرنے کا ایک عظیم اصول ہے اس کے ساتھ ہی رواد حدیث میں گہری چھان بین کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر صحیح اور باطل حدیث میں امتیاز کرنا انتہائی مشکل ہے۔

✽ حضرت زید بن ثابت کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت

صحیح مسلم میں طاؤس کا بیان ہے:

”كنت مع ابن عباس إذ قال زيد بن ثابت تفتي أن تصدر الحائض قبل أن يكون آخر عهدها بالبیت فقال له ابن عباس إما لا فستل فلانة الأنصارية هل أمرها بذلك رسول الله ﷺ قال فرجع زيد بن ثابت إلى ابن عباس يضحك وهو يقول ما أراك إلا قد صدقت“^①

میں عبداللہ بن عباس کے ساتھ تھا، زید بن ثابت نے (ابن عباس) سے کہا آپ لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ بغیر طواف (طواف وداع) کیے واپس جاسکتی ہے۔ ابن عباس نے ان سے کہا کیوں نہیں، آپ فلاں انصاریہ عورت سے پوچھ لیں کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اسے اس طرح حکم دیا تھا۔ طاؤس کہتے ہیں زید بن ثابت ابن عباس کے پاس ہنستے ہوئے لوٹ آئے اور یہ کہہ رہے تھے میں تمہاری بات کو سچ خیال کرتا ہوں۔

✽ حضرت عمران بن حصین کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت

حضرت حسنؓ نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں:

”سكتتان حفظتهما عن رسول الله ﷺ فأنكر ذلك عمران بن حصين قال حفظنا سكتة فكتبنا إلى أبي بن كعب بالمدينة فكتب أن سمره قد حفظ“^②

میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کیے ہیں، عمران بن حصین نے ان کا انکار کیا اور کہا ہم نے ایک سکتہ یاد کیا ہے چنانچہ ہم نے مدینہ میں ابی بن کعب کو لکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ نے صحیح یاد کیا ہے۔

✽ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے کہا:

”يا ابن أختي بلغني أن عبد الله بن عمرو ماربنا إلى الحج فאלقه فأسأله فإنه قد حمل عن النبي ﷺ علما كثيرا قال فلقيته فسألته عن أشياء

① المسلم، الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض، حدیث نمبر ۳۲۲۱، ص: ۵۵۷

② ابوداؤد، سنن ابوداؤد، ابواب تفریع استفتاح الصلاة، باب السكتة عند الافتتاح، حدیث نمبر ۷۷۷، ص: ۱۲۱

③ الترمذی، الجامع الترمذی، ابواب الصلاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في السكتتين في الصلاة، حدیث نمبر ۲۵۱، ص: ۶۹

④ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب في سكتتي الإمام، حدیث نمبر ۸۴۳، ص: ۱۲۰

یذکرها عن رسول الله ﷺ قال عروة فكان فيما ذكر أن النبي ﷺ قال إن الله لا ينتزع العلم من الناس انتزاعاً ولكن يقبض العلماء فيرفع العلم معهم ويبقى في الناس رؤساء جهالاً يفتونهم بغير علم فيضلون و يضلون قال عروة فلما حدثت عائشة بذلك أعظمت ذلك وأنكرته قالت أحدثك أنه سمع النبي ﷺ يقول هذا؟ قال عروة حتى إذا كان قابل قالت له ان ابن عمرو قد قدم فآلقه ثم فاتحه حتى تسأله عن الحديث الذي ذكره لك في العلم قال فلقيته فسألته فذكره لي نحو ما حدثني به في مرته الأولى قال عروة فلما أخبرتها بذلك قالت ما أحسبه إلا قد صدق أراه لم يزد فيه شيئاً ولم ينقص^①

اے بھانجے! مجھے خبر ملی ہے کہ عبداللہ بن عمرو ہمارے ساتھ حج کے لیے جا رہے ہیں۔ تم ان سے مل کر حدیث کے بارے میں دریافت کرنا کیونکہ نبی ﷺ نے ان سے بہت سی علمی باتیں کی ہوئی ہیں۔ حضرت عروہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ میں ان سے ملا اور بہت سی علمی باتیں ان سے دریافت کیں جن کا اکثر وہ ذکر کیا کرتے تھے۔ انھوں نے جواباً نبی ﷺ سے یہ روایت بیان کی: ”اللہ تعالیٰ لوگوں سے براہ راست علم نہیں اٹھائے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے اور اسی طرح ان کا علم بھی ان کے ساتھ ہی اٹھالیا جائے گا اور لوگوں میں جاہل رہنما باقی رہ جائیں گے جو لوگوں کو علم کے بغیر فتویٰ دیا کریں گے۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔“ حضرت عروہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بیان کی تو انھوں نے اسے بڑی بات سمجھ کر تعجب کا اظہار کیا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا واقعی عبداللہ بن عمروؓ نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ انھوں نے خود نبی ﷺ کو یہ بات کہتے ہوئے سنا ہے؟ حضرت عروہ کہتے ہیں میں دوبارہ حضرت عائشہؓ سے ملا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ عبداللہ بن عمروؓ یہاں آئے ہوئے ہیں تم ان سے دوبارہ ملو اور یہاں تک کہ تم ان سے پوچھ سکو کہ علم کے بارے میں جو حدیث انھوں نے ذکر کی ہے وہ دوبارہ فرمائیں، چنانچہ (ان کے حکم کے مطابق) میں ان سے ملا اور ان سے پوچھا تو انھوں نے اس حدیث کو (بالکل) اسی طرح بیان کیا جس طرح پہلی دفعہ (ملاقات میں) بیان کیا تھا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے (اس مرتبہ) فرمایا کہ ”میرا خیال ہے کہ وہ سچے ہیں اور انھوں نے اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔“

✽ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یذکر من ذم الراي و تکلف القیاس، حدیث نمبر ۷۳۰۷، ص: ۱۲۵۸

② المسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب رفع العلم و قبضه، حدیث نمبر ۶۷۹۹، ص: ۱۱۶۳

امام مسلمؒ نے مقدمہ الصحیح میں امام طاووس کا قول بیان کیا ہے:

”جاء بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يَحْدِثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عِدْ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهُ ثُمَّ حَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ عِدْ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَدْرِي أَعَرَفْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتَ هَذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَاعْرِفْتَ هَذَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا نَحْدُثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذْ لَمْ يَكُنْ يَكْذِبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكْنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ“^①

بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان کو احادیث سنانے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث ذرا پھر سے سنانا چنانچہ بُشَيْرُ نے وہ احادیث دوبارہ سنائیں اور پھر دوبارہ احادیث سنانے لگے پھر حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا فلاں فلاں حدیث دوبارہ سنانا تو بُشَيْرُ دوبارہ سنا چکے تو انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا مجھے معلوم نہیں کہ کیا آپ نے جن روایات کو دوبارہ سنانے کو نہیں فرمایا وہ آپ کے ہاں معروف اور مقبول ہیں اور دوسری غیر مقبول ہیں؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث اس وقت بیان کرتے تھے جب آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا اور جب لوگوں نے سچ اور جھوٹ کو ملانا شروع کیا تو ہم نے آپ ﷺ سے حدیث بیان کرنی چھوڑ دی۔

اسی طرح ایک دوسرا قول امام مجاہدؒ سے منقول ہے^②۔

✽ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نافع کا قول بیان کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”قِيلَ لَابْنِ عُمَرَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مِنْ تَبَعِ جَنَازَةَ فَلَهُ قِيرَاطٌ مِنَ الْأَجْرِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَكْثَرَ عَلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَبُعِثَ إِلَيَّ عَائِشَةُ فَسَأَلَهَا فَصَدَقَتْ أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَطْنَا فِي قَرَارِيطٍ كَثِيرَةٍ“^③

حضرت ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے جو

① المسلم، مقدمہ الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، والإحتیاط فی تحملها، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹
 ② المسلم، مقدمہ الصحیح، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء، والإحتیاط فی تحملها، حدیث نمبر ۲۱، ص: ۱۰
 ③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل اتباع الجنائز، حدیث نمبر ۱۳۲۳، ص: ۲۱۲
 ④ المسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنائز واتباعها، حدیث نمبر ۲۱۹۳، ص: ۳۸۱

شخص جنازہ کے پیچھے جاتا ہے تو اسے ایک قیراط اجر ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث بیان کرنے لگے ہیں پھر آپ نے حضرت عائشہؓ کی طرف پیغام بھیج کر اس (حدیث) کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی تصدیق کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہم نے بہت سے قراریط کے بارے میں کمی کر دی ہے (یعنی ان کا ثواب حاصل نہیں کر سکے)۔

ایک دوسری روایت میں نافع بیان کرتے ہیں:

”أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ يَأْثُرُ هَذَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ نَافِعٌ فَذَهَبَ عَبْدُ اللَّهِ وَأَنَا مَعَهُ وَاللَيْثِيُّ حَتَّى دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ فَقَالَ إِنَّ هَذَا أَخْبَرَنِي أَنَّكَ تَخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَرَقِ بِالْوَرَقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَعَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَأَشَارَ أَبُو سَعِيدٍ بِإصْبَعِيهِ إِلَى عَيْنِيهِ وَأَذْنِيهِ فَقَالَ أَبْصُرْتُ عَيْنَايَ وَسَمِعْتُ أَذْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا تَبِيعُوا الْوَرَقَ بِالْوَرَقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ.....“^①

بنو لیت قبیلہ کے ایک شخص نے ابن عمرؓ سے کہا کہ ابو سعید خدریؓ اس (حدیث) کو رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں نافع کہتے ہیں چنانچہ عبد اللہ بن عمرؓ میرے اور لیسٹی کی معیت میں ابو سعید خدریؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے مجھے اس (لیسٹی) نے خبر دی ہے کہ آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کو چاندی کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا ہے مگر برابری کے ساتھ، سونے کو سونے کے بدلے فروخت سے منع کیا ہے مگر برابری کے ساتھ۔ ابو سعیدؓ نے اپنی انگلیوں سے اپنی آنکھوں اور کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے سونے کو سونے کے بدلے اور چاندی کو چاندی کے بدلے مت فروخت کرو۔ الا یہ کہ برابر برابر ہوں۔

✽ حضرت ابو سعید خدریؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط و تثبیت

سنن نسائی میں عبد اللہ بن خباب کا قول نقل کیا گیا ہے۔ ان کا بیان ہے:

”أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدِمَ إِلَيْهِ أَهْلُهُ لَحْمًا مِنْ لَحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَقَالَ مَا أَنَا بِأَكْلِهِ حَتَّى أَسْأَلَ فَاَنْطَلِقَ إِلَى إِخِيهِ لِأُمِّهِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانَ وَكَانَ

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالفضة، حدیث نمبر ۲۱۷۶، ص: ۳۳۸

② المسند، الصحیح، کتاب المساقاة، باب الربا، حدیث نمبر ۴۰۵۵، ص: ۶۹۱

③ النسائی، سنن النسائی، کتاب البیوع، باب بیع الذهب بالذهب، حدیث نمبر ۴۵۷۵، ص: ۶۳۰

بدریا فسألہ عن ذلك قال إنه قد حدث بعدك أمر نقضاً لما كانوا نهوا عنه
من أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاثة أيام ①

ابوسعید الخدریؓ سفر سے آئے تو ان کے گھروالوں نے انہیں قربانی کا گوشت پیش کیا تو آپ نے کہا میں اسے ہرگز
نہیں کھاؤں گا یہاں تک اس کے بارے میں، میں کسی سے پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ آپ اپنے علاقائی بھائی قتادہ بن
نعمان کے پاس گئے جو بدری صحابی تھے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا آپ کے جانے کے بعد ممنوع شدہ حکم
قربانی کے گوشت کو تین ایام کے بعد کھانے کی ممانعت ختم کر دی گئی ہے یعنی اب تم کھا سکتے ہو۔

الغرض حدیث کی حفاظت اور موضوع اور من گھڑت احادیث سے بچاؤ اور سد باب کے لیے محدثین نے سب سے پہلا قدم
یہ اٹھایا کہ کسی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کیا جب تک کہ پوری طرح اس کی صحت کا جائزہ نہیں لے لیا اور جب انہیں اس کی صحت کا
پورا یقین ہو گیا تو تب انہوں نے اسے قبول کیا۔ محدثین کا یہ طریقہ کار فتنہ وضع حدیث کی سرکوبی کے لیے بہت کار آمد ثابت ہوا اس
طرح صحیح اور موضوع احادیث کے مابین خط امتیاز کرنا آسان ہو گیا۔



① الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الضحایا، باب الإذن فی ذلك، حدیث نمبر ۴۴۳۳، ص: ۶۱۴

علم الاسناد کا مفہوم، آغاز اور اس کی اہمیت

❖ سند و اسناد کا مفہوم:

لغت میں سند کے درج ذیل معانی مستعمل ہیں:

۱۔ ٹیک لگانا، سہارا لینا۔ علامہ فیومی سند کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

”ما استندت إلیہ من حائط وغیرہ“^(۱)

کسی چیز کا سہارا لینا یعنی دیوار وغیرہ کا۔

۲۔ زمین کا وہ سخت حصہ جو سطح سے کچھ بلند ہو۔

ابن منظور فرماتے ہیں:

”السند ما ارتفع من الأرض فی قُبُل الجبل أو الوادی“^(۲)

سند: پہاڑ یا وادی کے سامنے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔

۳۔ علامہ وحید الزمان نے سند کے رسید، واؤچر، بل، وثیقہ قرض، رقعہ قرض، بونڈ، طاقت، دستاویز وغیرہ معانی کا

اضافہ کیا ہے^(۳)۔

اور لفظ اسناد اسند سے مصدر ہے جس کا معنی بلند کرنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:

”أسند الحديث إلی قائله إذا رفعته إلیه بذكر ناقله“^(۴)

میں نے حدیث کو اس کے قائل کی طرف بلند کیا۔

سند و اسناد کا اصطلاحی مفہوم:

حافظ بدر الدین بن جماعة فرماتے ہیں:

”السند هو الإخبار عن طریق المتن وهو مأخوذ إما من السند و هو ما ارتفع

و علا من سفح الجبل لأن المسند يرفعه إلی قائله أو من قولهم فلان سند

أی معتمد فسمى الإخبار عن طریق المتن سنداً لإعتماد الحفاظ فی صحة

الحديث و ضعفه علیه، و أما الإسناد فهو رفع الحديث إلی قائله و

المحدثون يستعملون السند و الإسناد لشيء واحد“^(۵)

سند در اصل متن (TEXT) کے طریق کے بارے میں خبر دینا ہے اور سند یا تو اس سند سے ماخوذ ہے جو کسی پہاڑ کی

چوٹی پر بلند ہو جائے کیونکہ سند بیان کرنے والا (راوی) حدیث کو اس کے قائل کی طرف بلند کرتا ہے یا یہ (سند)

① الطبعی، المصباح السیر، ص: ۲۹۱ ② ابن منظور، لسان العرب، ص: ۲۲۰/۳

③ وحید الزمان، القاموس الوحید، ص: ۸۰۸ ④ الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۲۵

⑤ ابن جماعة، المعیال الروی، ص: ۲۹ ⑥ الطبعی، الخلاصة فی اصول الحديث، ص: ۳۰ ⑦ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۲۱/۱ ⑧ ابن حجر، نزہۃ النظر، ص: ۱۹

⑨ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱۲/۱

”فلان سند“ سے ماخوذ ہے۔ یعنی فلاں شخص قابل اعتماد ہے چنانچہ متن کے ذریعے پہنچنے والی خبر کو سند اس لیے کہتے ہیں کہ حفاظ (حدیث) حدیث کی صحت اور اس کے ضعیف ہونے کا اعتماد اس (سند) پر ہوتا ہے اور اسناد کا معنی ہے کہ کسی حدیث کو اس کے قائل کی طرف منسوب کرنا اور محدثین کے ہاں سند اور اسناد کا مفہوم ایک ہے۔

علامہ جزائری نے سند کی تعریف یوں بیان کی ہے:

”و سند الحدیث هو ما ذکر قبل المتن ویقال له الطريق لأنه یوصل إلى المقصود هنا و هو الحدیث“^(۱)

حدیث کی سند سے مراد یہ ہے جو متن سے پہلے ذکر کی جائے اور اسے طریق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہی مقصود کی طرف پہنچاتی ہے جو کہ حدیث ہے۔

علم اسناد کی ابتدا:

مصطفیٰ اعظمی اسناد کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”یبدو أنه قد استعمل قبل الإسلام فی نقل بعض الكتب أو بعض المعلومات منهج ما يشبه الإسناد إلى حد ما لكن دون إعطائه أية أهمية نجد مثال فی كتاب اليهود المشنا مثلا ویبدو أن الإسناد قد استعمل إلى حد ما فی نقل الشعر الجاهلی أيضا لكن أهميته ظهرت فی نقل الأحادیث النبویة فقط ووصلت إلى منتهاها حتى قال ابن المبارك الإسناد من الدین“^(۲)

معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام بعض کتب یا معلومات کی روایت میں ایسا طریقہ استعمال ہوتا تھا جو کسی حد تک اسناد کے مشابہہ تھا لیکن اسے کوئی قابل ذکر اہمیت حاصل نہیں تھی۔ اس کی مثال ہمیں یہود کی کتاب المشنا (MISHNA) میں ملتی ہے، نیز دور جاہلیت کی شعر و شاعری کی روایت میں بھی کسی حد تک اسناد کا استعمال ہوتا تھا۔ لیکن اس کی اہمیت صرف احادیث نبویہ کی روایت کے بعد ہی ظاہر ہوئی اور اپنی انتہا تک پہنچی یہاں تک کہ ابن مبارک نے کہا کہ اسناد دین سے ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دور جاہلیت کی شعر و شاعری اور بعض کتب و معلومات وغیرہ کی روایت میں سند کا استعمال کسی حد تک پایا جاتا تھا^(۳) لیکن یہ طریقہ شاذ و نادر ہونے کے ساتھ غیر واضح بھی تھا لیکن ظہور اسلام کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان حدیث عام ہوئی تو نقل حدیث کے سلسلہ میں سابقہ طریق کار (یعنی روایت میں سند کا استعمال) سے بھرپور استفادہ

(۱) الجزائری، توجیہ النظر، ص: ۲۵

(۲) الاعظمی، دراسات فی الحدیث النبوی، ص: ۳۹۱/۲

(۳) ناصر الدین، مصادر الشعر الجاهلی، ص: ۲۵۵

کیا گیا اور سند سے استفادہ کرنا ایک لازمی اور طبعی معاملہ تھا کیونکہ سنت مطہرہ شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ماخذ ہے جس کے نقل اور قبول میں حد درجہ احتیاط اور سختی کرنا ضروری تھا۔

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ احادیث نبویہ کو ایک دوسرے تک پہنچاتے رہے ہیں کیونکہ وہ حکم خداوندی کے تحت اس بات کے پابند تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا

فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾^①

اور یہ بات مناسب نہیں ہے کہ تمام مؤمنین جہاد کے لیے نکل جائیں ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر جماعت کے کچھ لوگ نکلیں

تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کے پاس لوٹیں تو انھیں ڈرائیں تاکہ وہ برے کاموں سے بچیں۔^②

نیز نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دین کی تبلیغ اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا تھا^③، مثلاً:

صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کو بہ طریق احسن ادا فرمایا اور ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث سن کر انھیں دوسروں تک پہنچایا۔

امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں ایک باب ”باب التناوب فی العلم“ کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ اور اس میں حضرت عمرؓ کا قصہ بیان فرمایا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

① التوبہ: ۱۲۲/۹

② اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں عبد اللہ بن عبید بیان کرتے ہیں: ((كان المؤمنون يحرضهم على الجهاد إذا بعث رسول الله ﷺ سرية خرجوا فيها وتركوا النبي ﷺ بالمدينة في رقة من الناس)) آنحضرت ﷺ مومنوں کو جہاد پر ابھارا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب کسی قافلہ کو جہاد کے لیے بھیجتے تو صحابہ کرامؓ اس (جہاد) کے لیے نکلتے اور نبی ﷺ کو مدینہ منورہ میں کچھ لوگوں کے پاس چھوڑ جاتے تھے۔ السیوطی، الدر المنکوح، ص: ۳۲۳/۳

③ الرازی، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۱۹۱۰/۶

④ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ((..... وليبلغ الشاهد الغائب)) حاضر شخص غائب کو (علم) پہنچائے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۴، ص: ۲۳، ابن ضبل، المسند، ص: ۳۳۷/۱

نیز آپ ﷺ کا ارشاد: ((ألا يبلغ الشاهد الغائب)) خبردار (آگاہ رہو) حاضر شخص غائب کو پہنچائے۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب لیبلغ الشاهد الغائب، حدیث نمبر ۱۰۵، ص: ۲۳، ابن ضبل، المسند، ص: ۳۳۷/۱

آپ ﷺ نے ولید عبد القیس کو تعلیم دینے کے بعد ارشاد فرمایا: ((..... احفظوه وأخبروه من وراءكم)) اسے یاد رکھو اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی اطلاع دو۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبد القیس، حدیث نمبر ۸۷، ص: ۲۰

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے: ((نضر الله امرأ سمع منا شيئاً فبلغه كما سمعه....)) اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا۔ الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۷، ص: ۶۰۳

اور آپ ﷺ کا فرمان: ((نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعاها وحفظها وبلغها....)) الترمذی، الجامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، حدیث نمبر ۲۶۵۸، ص: ۶۰۳

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسے یاد کیا اور اس کی حفاظت کی اور اسے دوسروں تک پہنچا دیا۔

((كنت أنا وجار لي من الأنصار في بني أمية بن زيد. وهي من عوامي المدينة. وكنا نتناوب النزول على رسول الله ﷺ ينزل يوما و أنزل يوما فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحي وغيره وإذا نزل فعل مثل ذلك.....)) ①

میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ جو مدینہ کے کنارے بنی امیہ بنی زید (ہستی) میں رہتا تھا ہم باری باری رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے ایک دن وہ آتا اور دوسرے دن میں آتا اور جب میں آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا تو میں اس دن کی خبر وحی وغیرہ لے آتا (اور اپنے ساتھی کو بتاتا) اور جب وہ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا وہ بھی میری طرح کرتا (یعنی مجھے اس دن کے بارے میں خبر دیتا)۔

اسی طرح حضرت سلیط کا قصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں زمین کا کچھ حصہ دیا، چنانچہ اس کے بعد حضرت سلیط زمین کی دیکھ بھال کرنے کے لیے جاتے اور جب واپس لوٹتے تو صحابہ کرام انھیں فرماتے:

”لقد نزل بعدك من القرآن كذا وكذا وقضى رسول الله ﷺ في كذا وكذا قال فانطلق إلى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله إن هذه الارض التي اقطعتنيها قد شغلتنى عنك فاقبلها مني فلاحاجة لي في شيء يشغلني عنك....“ ②

تمہارے بعد (عدم موجودگی میں) قرآن کریم کا فلاں فلاں (حصہ) نازل ہوا، رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں فیصلہ صادر فرمایا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یہ زمین جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے اس نے مجھے آپ (کی احادیث) سے مشغول کر دیا ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں مجھ سے لے لیں کیونکہ اس نے مجھے آپ سے مشغول کر رکھا ہے۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

”ليس كلنا سمع حديث رسول الله ﷺ كانت لنا ضيعة و أشغال ولكن الناس كانوا لا يكذبون يومئذ فيحدث الشاهد الغائب“ ③

کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ہم سب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو سن نہیں سکتے تھے البتہ اس وقت ہم کسی کو جھٹلاتے نہیں تھے (حضور ﷺ کی مجلس میں) حاضر ہونے والا شخص غائب شخص کو حدیث بیان کر دیا کرتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں:

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۱

② ابو عبیدہ، الاسوال، ص: ۲۷۲

③ الجامع، المستدرک، کتاب العلم، ص: ۱/۱۲۷، ۹۵، ابن حنبل، العلل و معرفة الرجال، ص: ۹۶، ابن ابی خنیسہ، التاريخ، ص: ۵۳/۳

”إنکم تقولون أكثر ابوهريرة عن النبی ﷺ واللہ الموعود وتقولون ما للمہاجرین لا یحدثون عن رسول اللہ ﷺ هذه الأحادیث و أن أصحابی من المہاجرین كانت تشغلهم أرضهم والقیام علیہا و إنی كنت امرأ مسکینا ألزم رسول اللہ ﷺ علی مل بطنی“^①

تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے زیادہ حدیث بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا متمنی ہے اور تم کہتے ہو کہ مہاجرین کو کیا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مہاجر ساتھیوں کو زمین اور اس کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ایک مسکین شخص تھا، رسول اللہ ﷺ سے پیٹ بھرنے پر ساتھ لگا رہتا۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے:

”وکنت أكثر مجالسة رسول اللہ ﷺ أحضر إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا“^②
جب وہ غائب ہوتے تو میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر رہتا تھا اور میں (حدیث) یاد رکھتا تھا جب کہ وہ بھول جاتے تھے۔

اشعث بن سلیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ابو ایوبؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کرتے سنا تو انھوں نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں تو حضرت ابو ایوبؓ نے جواب دیا:

”إن أبا هريرة قد سمع ما لم نسمع و إنی إن أحدث عنه أحب إلی من أن أحدث عن رسول اللہ ﷺ یعنی ما لم أسمعہ منه“^③

بلاشبہ ابو ہریرہؓ نے (رسول اللہ ﷺ) سے وہ کچھ سنا ہے جو ہم نے نہیں سنا اور مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں ان سے روایت کروں بہ نسبت اس کے کہ میں حضور ﷺ سے روایت کروں یعنی وہ جو میں نے ان سے نہیں سنا۔

ان ادلہ اور واقعات سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ صحابہ کرامؓ احادیث نبویہ خود سن کر دوسروں تک پہنچانے میں کسی قدر حریص واقع ہوئے تھے۔

دوم: یہ کہ صحابہ کرامؓ اپنی دوسری مصروفیات کی وجہ سے آپ ﷺ کی مجالس میں باری باری حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ جب ایک دوسرے کو رسول ﷺ کے حوالے سے بات سناتے ہوں گے وہ ضرور اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہوں گے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا۔ یا آپ ﷺ نے ایسا عمل کیا یا میں نے آپ ﷺ کو دیکھا، اس طرح دوسرا شخص جب تیسرے شخص کو حدیث بیان کرتا ہوگا جس نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا تو وہ لازماً اس کے قائل کا حوالہ دیتا ہوگا کہ فلاں حدیث

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المہاجر، باب ما جاء فی قول اللہ عزوجل ﴿فإذا قضیت الصلوة﴾..... حدیث نمبر ۲۰۴۷، ص: ۲۲۸

② ابن ضبیل، المسند، ص: ۲۷۰/۲۷۱ ③ ابو یوسف، حلیۃ الاولیاء، ص: ۷۸/۲ ④ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۲۲/۱

⑤ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۳۶/۲ ⑥ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۰۹/۸

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے یا فلاں صحابیؓ سے سنی ہے۔ اس طرح تیسرا شخص جو واقعہ کا چشم دید گواہ نہیں تھا اور اس نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے بلا واسطہ نہیں سنی بلکہ کسی دوسرے صحابیؓ سے سنی ہے۔ پھر وہ شخص اگر اس حدیث کو دوسروں تک نقل کرتا ہے یقیناً وہ ان قائلین کا ذکر ضرور کرتا ہوگا اور فی الواقع یہی اسناد ہے۔

مثلاً حضرت ضمام بن ثعلبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا نمائندہ ہمارے پاس آیا اور اس نے ہمیں یہ بتایا..... ①

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ نے حدیث کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا یہی راستہ اختیار کیا۔ تبلیغ حدیث کے ان مختلف طرق نے اسناد کو جنم دیا اور یہ اس کا ابتدائی مرحلہ تھا۔

❁ حدیث نبوی میں اسناد کا باقاعدہ آغاز

گذشتہ سطور میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ عہد رسالت میں ہی اسناد کی داغ بیل پڑ چکی تھی لیکن حدیث میں اسناد کی باقاعدہ ابتدا شہادت عثمانؓ کے بعد ہوئی۔ جب فتنہ برپا ہوا اور مختلف فرقے اور گروہ وجود میں آ گئے تو نبی ﷺ کی احادیث کے بارے میں دروغ بیانی کا آغاز ہوا۔ صحابہؓ و تابعینؓ نے وضع حدیث کے ان رجحانات کا نہایت اہتمام سے سد باب کرتے ہوئے رواد حدیث سے سند طلب کرنے میں سختی کی اور حدیث بیان کرنے کے لیے صحیح سند کو ضروری قرار دیا۔ امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں:

”لم یكونوا يسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سمو لنا رجالكم
فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ
حديثهم“ ②

لوگ اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ ظاہر ہوا تو علماء نے (رواد سے) کہا ان لوگوں کا نام ہمیں بتاؤ جن سے تم نے یہ حدیث سنی ہے۔ اس طرح جو سنت کا حامل ہوتا اس کی حدیث لے لی جاتی اور جو بدعتی ہوتا اس کی حدیث چھوڑ دی جاتی۔

اس بیان سے واضح ہے کہ امام محمد بن سیرین نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو اسناد اور رجال حدیث کی تفتیش کا مبداء قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کے مابین اہل سنت اور اہل بدعت کا امتیازی خط بھی کھینچ دیا ہے۔

اس قول کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فتنہ عثمانؓ سے قبل صحابہؓ و تابعینؓ حدیث روایت کرنے میں سند کا استعمال نہیں

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءة و العرض علی المحدث، حدیث نمبر ۶۳، ص: ۱۵

② المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۵۰، الخطیب بغدادی، الکفایہ، ص: ۲۲، ③ الرامهرمزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۰۸

کرتے تھے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی سند بیان کرتے اور کبھی ترک کر دیتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اس زمانے میں صدق، امانت اور اخلاص کے حامل تھے اور اس کے پروردہ تھے ورنہ بے مثال ایسی واضح امثلہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ قتنہ سے قبل بھی احادیث کو سند کے ساتھ بیان کرتے تھے۔

مثلاً حضرت علیؓ، حضرت براءؓ بن عازبؓ کو حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”أَنْ فَاطِمَةُ أَخْبَرْتَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَهَا أَنْ تَحِلَّ فَحُلَّتْ وَنَضَحَتْ

الْبَيْتَ بِنَضْوَحٍ“^①

بیشک فاطمہؓ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں چنانچہ انھوں نے احرام کھول دیا اور گھر کو صاف ستھرا کیا۔

اس طرح حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے مروی حدیث بیان کرتے تھے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست نہیں سنا تھا^②۔ اور پھر یہی حدیث دوسرے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؓ نے اپنی سند سے حضرت رفاعہؓ بن رافع سے روایت کی ہے۔ حضرت رفاعہؓ بیان کرتے ہیں:

”كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ يَفْتِي النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي رَوَايَةٍ. النَّاسُ بِرَأْيِهِ فِي الَّذِي يَجَامِعُ وَلَا يَنْزِلُ فَقَالَ أَعْجَلَ بِهِ فَاتَى بِهِ فَقَالَ يَا عَدُوَّ نَفْسِهِ أَوْ قَدْ بَلَغْتَ أَنْ تَفْتِيَ النَّاسَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِرَأْيِكَ قَالَ مَا فَعَلْتُ وَلَكِنْ حَدَّثَنِي عُمُومَتِي عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَيُّ عُمُومَتِكَ قَالَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ وَابُو أَيُّوبَ وَرِفَاعَةُ...“^③

میں حضرت عمرؓ کی مجلس میں تھا تو آپ کو کہا گیا کہ زید بن ثابتؓ لوگوں کو مسجد میں فتویٰ دیتے ہیں اور ایک روایت میں ہے اپنی رائے سے (لوگوں کو فتویٰ دیتے ہیں) اس شخص کے بارے میں جو جماعت کرتا ہے لیکن اسے انزال نہیں ہوتا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا جلدی سے انھیں لایا جائے چنانچہ حضرت زیدؓ کو لایا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اس کے نفس کے دشمن کیا تمہیں یہ خبر مل چکی ہے کہ تم اپنی رائے سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فتویٰ دیتے ہو تو حضرت زیدؓ نے جواب دیا میں نے ایسا نہیں کیا مجھے تو میرے چچا نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کی ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہارے چچا کون ہیں؟ حضرت زیدؓ بن ثابت نے جواب دیا ابی بن کعب، ابو ایوبؓ، رفاعہؓ۔

البتہ شہادت عثمانؓ کے بعد صحابہؓ اور کبار تابعینؓ اسناد کا شدت سے التزام کرنے لگے اور سند کے بارے میں ان کی یہ شدت

① ابن عبد البر، الجامع للاخلاق الراوی، ص: ۱۸۲

② الذہبی، سیر أعلام النبلاء، ص: ۲۳۶/۲ ⑤ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۰۹/۸

③ ابن ضہب، المسند، ص: ۱۱۵/۵

محض حدیث کو پایہ ثبوت فراہم کرنے کے لیے تھی۔

امام مسلمؒ نے متصل سند سے امام مجاہدؒ کا قول بیان کیا ہے:

”کہ بشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حدیث بیان کرنا شروع کی کہنے لگے (قال رسول اللہ ﷺ قال رسول اللہ ﷺ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کی طرف کوئی کان نہ دھرے اور نہ اس کی طرح متوجہ ہوئے۔ بشیر عدوی کہنے لگے: میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور آپ اعراض کر رہے ہیں۔ ابن عباسؓ نے انھیں سمجھاتے ہوئے فرمایا ”ایک زمانہ ہم پر بھی یوں گزرا ہے کہ کوئی شخص جب یہ کہتا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تو ہماری نظریں بے ساختہ اٹھ جاتی تھیں اور اپنے کانوں کو اسی طرف جھکا لیتے تھے۔ (باقی رہا میرا یہ انداز) تو وجہ یہ ہے، ہم آپ ﷺ کی حدیث بیان کیا کرتے تھے مگر اس وقت آپ ﷺ کی طرف احادیث کو گھڑ کے جھوٹ بولنے کا رواج نہیں تھا۔ مگر اب لوگوں میں جھوٹ اور سچ کی تمیز جاتی رہی تو ہم نے حدیث بیان کرنا ترک کر دیا“ ①۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین حضرات بھی اسناد کے بارے میں سوال کرتے اور روایت بیان کرنے میں اس کا سختی سے التزام کرتے تھے۔ حافظ ابن عبد البر اور رامہرمزی نے اپنی سند سے اسماعیل بن ابی خالد سے روایت کی ہے اور وہ شععیؒ سے بیان کرتے ہیں۔ اور وہ ربیع بن خثیم کا قول نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ((لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو على كل شيء قدير)) دس بار کہے گا، اسے ایک غلام کے آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔“ شععیؒ کہتے ہیں میں نے ربیع بن خثیم سے عرض کی آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی۔ کہنے لگے عمرو بن میمون ازدی نے۔ میں عمرو بن میمون ازدی سے ملا، ان سے پوچھا یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انھوں نے کہا عبد الرحمن بن ابی یلیٰ نے، چنانچہ میں ابن ابی یلیٰ سے ملا، ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس نے بیان کی ہے؟ انھوں نے کہا صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے ②۔

رامہرمزی نے اس روایت میں امام یحییٰ بن سعید کا یہ قول نقل کیا ہے:

”وهذا أول من فتن عن الإسناد“ ③

یہ (شععی) پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسناد کے بارے میں تحقیق و جستجو کی۔

ابوالعالیہؒ کا قول ہے:

① المسلم، مقدمة الصحیح، باب النهی عن الراویة عن الضعفاء، حدیث نمبر ۳۱-ص: ۱۰

② ابن عبد البر، التمهید، ص: ۵۵/۱ ⑤ رامہرمزی، المحمد ث الفاصل، ص: ۲۰۸

③ رامہرمزی، المحمد ث الفاصل، ص: ۲۰۸

”کنا نسمع الرواية بالبصرة عن أصحاب رسول الله ﷺ فما رضينا حتى
رحلنا إليهم فسمعناها من أفواههم“^①

ہم بصرہ میں صحابہ کرامؓ کے حوالے سے احادیث سنا کرتے تھے مگر ہمیں اس سے تسلی نہیں ہوتی تھی، ہم سوار ہو کر ان
کے پاس (مدینہ) آتے اور ان سے براہ راست احادیث سنتے تھے۔

عتبہ بن ابی حکیم بیان کرتے ہیں: ”میں اسحاق بن ابی فروہ کے پاس بیٹھا تھا، ان کے پاس امام زہریؒ بھی تشریف فرما تھے
چنانچہ ابن ابی فروہ کہنے لگے:

”قال رسول الله ﷺ، قال رسول الله ﷺ“ (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا)

تو امام زہریؒ نے ان سے کہا:

”قاتلك الله يا ابن ابی فروة ما أجراك على الله، لا تسند حديثك تحدثنا
بأحاديث ليس لها خطم ولا أزيمة“^②

اے ابن ابی فروہ اللہ تجھے غارت کرے تمہیں اللہ پر (جھوٹ باندھنے) کی جرأت کس نے دی کہ تم اپنی حدیث کی
سند بیان نہیں کرتے، تم ہمیں ایسی احادیث بیان کرتے ہو جس کی کوئی لگام اور نکیل (سند) نہیں ہے۔

غرضیکہ تابعین نے اسناد کے بارے میں پختگی کا مظاہرہ کیا اور اس میں وہ ایسے نمایاں رہے جیسے دوسرے علوم میں نمایاں
تھے۔

حدیث کے لیے سند ایک لازمی امر بن گئی اور اس بارے میں وہ ایک دوسرے کو نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔
ہشام بن عروہ اپنے ایک ساتھی کو سند کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”إذا حدثك رجل بحديث فقل عن هذا“^③

جب تمہیں کوئی حدیث بیان کرے تو اس سے پوچھا کرو کہ یہ (حدیث) کس سے بیان کر رہے ہو۔

وقت کے ساتھ ساتھ اسناد ہر عام و خاص کی ضرورت بن گئی۔ کسی بھی بات کی صحت جاننے کے لیے علماء ہی نہیں بلکہ عام افراد
بھی سند کے بارے میں پوچھنے لگے۔

① ابن عبد البر، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۱۶۸

② الجامع، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۶۰ ③ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۳۶۵/۳

③ الرازی، البحر والتعذیل، ص: ۳۴/۲

امام اصمعی ^① کہتے ہیں میں ابن عیینہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ایک دیہاتی آیا، اس نے حال پوچھتے ہوئے کہا شیخ نے صبح کیسی کی تو سفیان نے کہا الحمد للہ خیریت سے کی، چنانچہ وہ بدو کہنے لگا کہ جناب یہ بتائیے کہ ایک عورت کو مناسک حج کے دوران بیت اللہ کے طواف سے قبل حیض آ گیا تو وہ کیا کرے؟ سفیان نے کہا وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے تمام افعال ادا کرے گی اعرابی نے کہا کیا کوئی نمونہ ہے؟ سفیان نے کہا جی ہاں حضرت عائشہؓ کو طواف سے قبل حیض آ گیا تھا تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ طواف کے علاوہ باقی تمام مناسک حج ادا کریں، اعرابی کہنے لگا کیا آپؐ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہے؟ سفیان نے فرمایا جی ہاں مجھے یہ حدیث عبدالرحمن بن قاسم انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کی ہے۔ اعرابی نے کہا آپؐ نے بہت اچھا نمونہ پیش کیا اور اچھے طریقے سے روایت بیان کی۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی مزید رہنمائی فرمائے“ ^②۔

محدثین کرام نے حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا تھا وہ حدیث کے لیے اسناد کو لازمی قرار دیا اور انھوں نے کوئی روایت بغیر اسناد کے قبول نہیں کی۔

✽ علم الاسناد (Chain of Transmitters) کی اہمیت

دین اسلام میں اسناد کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ کیونکہ درحقیقت اسی کی بدولت امت نے اس دین کو صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا جنہوں نے اسے محمد ﷺ سے حاصل کر کے امت تک پہنچایا اور آپ ﷺ نے دین اسلام کو بالواسطہ (جبریل امین) یا بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کیا۔

ذیل میں اسناد کی اہمیت قرآن و سنت آثار صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین اور اقوال علماء کی روشنی میں بیان کی جا رہی ہے۔

۱۔ اسناد کی اہمیت قرآن کریم کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِيتُونِي بكتاب من قبل أو أثر من علم إن كنتم صدقین﴾ ^③

اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء کرام) سے کوئی روایت پیش کرو ^④۔

آیت کریمہ میں لفظ 'أثر' کا لغوی مفہوم۔

① آپ کا نام عبدالملک بن قریب اور ابوسعید کنیت ہے۔ آپ کے اجداد میں اصمعی نامی ایک شخص تھا جس کے نام پر آپ اصمعی کہلاتے ہیں۔ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ عرب کے بہت بڑے عالم تھے۔ ۲۱۶ھ کو فوت ہوئے۔ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۰/۳۱۰ ② ابن حزم، جمہور الانساب، ص: ۲۳۳

③ الخطیب، انباہ الرواة، ص: ۹۷/۲ ④ الانباری، نہیۃ الالباء، ص: ۱۵۰ ⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۰۴ ⑥ الاحقاف، ص: ۴/۳۶

⑦ اس آیت کریمہ میں نبی ﷺ کی زبانی مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو ذرا ان کے بارے میں مجھے خبر دو کہ ان کے دعویٰ (کہ انھوں نے زمین میں کوئی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں پائی جانے والی کسی چیز کی تخلیق میں ان کا حصہ ہے جس کے سبب وہ عبادت کے مستحق ہیں) یا قرآن کریم سے پہلے تمہارے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب آئی ہے، جس میں تمہارے عقیدہ کے صحیح ہونے کی دلیل پائی جاتی ہے۔ یا اقوام گزشتہ کے علوم کا کوئی حصہ تمہارے پاس ہے جس میں یہ شہادت موجود ہے کہ تمہارے جھوٹے معبود عبادت کے مستحق ہیں، اگر تم سچے ہو تو کوئی بھی دلیل تو لاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس عقلی یا نقلی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

”اثرۃ سے مراد وہ خوبی ہے، جو آباء و اجداد سے اولاد کی طرف منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔ اور اسے بقیۃ العلم کو بھی کہتے ہیں جو منقول ہوتا چلا آتا ہے جیسے کہ اثرۃ و آثار کا مفہوم ہے“^(۱)۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ لفظ اثرۃ روایت کے مفہوم میں ہے۔

امام شوکانی نے لفظ اثرۃ کی شرح یوں بیان کی ہے:

”أصل الكلمة من الأثر وهي الرواية يقال أثرت الحديث أثره أثرۃ و أثرآ“^(۲)

یہ لفظ (اثرۃ) اثر کے مادہ سے ہے جو روایت کے معنی میں ہے۔ جب کسی دوسرے سے کوئی بات نقل کی جائے اس موقع پر ”أثرت الحديث و أثره أثرۃ و اثارة“ بولتے ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح ﴿أوثرۃ من علم﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

”أوشیئ تأثرونه عن نبی کان قبل محمد ﷺ“^(۳)

یا کوئی ایسی چیز پیش کرو جس کو تم محمد ﷺ سے پہلے کسی نبی سے روایت کرتے ہو۔

مفسر قرآن حضرت مقاتلؒ بھی تقریباً یہی معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”أو رواية من علم عن الأنبياء“^(۴)

یا انبیاء سے علم کی کوئی روایت پیش کرو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں مشرکین سے ان کے شرک کے ثبوت میں دو چیزیں طلب کی گئیں ہیں:

(۱) کسی گزشتہ کتاب سے اپنے دعویٰ کی دلیل لاؤ۔

(۲) کوئی ایسی روایت پیش کرو جس کی بنیاد علم پر ہو۔

یہ ظاہر ہے کوئی بھی روایت راوی کے بغیر اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتی اس لیے سند کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کسی

کلام کی صحت یا عدم صحت واضح نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے امام مطر الوڑاق قولہ باری تعالیٰ ﴿أو أثارۃ من علم﴾ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”اسناد الحديث سنة بالغة مؤكدة“^(۵)

اس سے مراد (حدیث کی اسناد ثابت شدہ سنت ہے۔

① الفہر وزآبادی، القاسوس، ص: ۱/۳۶۲ ② الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۲

③ الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۲ ④ الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۵/۱۲

⑤ ابن کثیر، القرآن العظیم، ص: ۳/۱۱۲

۲۔ اسناد کی اہمیت، سنت کی روشنی میں

نبی ﷺ نے حج کے موقع پر ”یوم النحر“ کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((.. لیبلغ الشاهد الغائب فإن الشاهد عسی أن یبلغ من هو أوعی له منه))^(۱)

جو حاضرین ہیں وہ میری باتیں ان تک پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں، ایسا ممکن ہے کہ حاضر کی نسبت غائب زیادہ قوتِ حافظہ کا مالک ہو۔

اس حدیث میں غائب سے دو قسم کے لوگ مراد ہو سکتے ہیں:

اول: وہ لوگ جو اس وقت آپ ﷺ کی مجلس میں موجود نہیں تھے۔

دوم: بعد میں آنے والی نسلیں۔

اس لیے صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ کو اپنے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) کو جو اس وقت آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں تھے اور اپنے بعد والے لوگوں (تابعین) تک پہنچایا، تابعین نے سنت مطہرہ کا یہ ذخیرہ اپنے تلامذہ (تابع تابعین) کو منتقل کیا۔ اس طرح احادیث مبارکہ سند کے ذریعے امت کے ہر فرد تک بحفاظت پہنچ گئی۔

اس حدیث مبارکہ سے جہاں علم کا دوسروں تک پہنچانا اور اس کی نشر و اشاعت کا حکم ثابت ہوتا ہے اسی طرح سند کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے کہ سند ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ایک طرف اس حکم کی بجا آوری ہوتی ہے اور دوسری طرف اسی کے توسط ہی سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ امت تک بغیر کسی تغیر و تبدیلی کے پہنچے ہیں۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تسمعون و یسمع منکم و یسمع ممن یسمع منکم))^(۲)

تم مجھ سے سنتے ہو جو تم سے سنا جائے گا اور جنہوں نے تم سے سنا ان سے آگے بھی سنا جائے گا۔

اس حدیث میں نبی ﷺ جہاں اپنے صحابہ کرامؓ کے دین اسلام کے حاصل کرنے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم دے

رہے ہیں وہاں آپ ﷺ کا فرمان اس بات کی بھی نشاندہی کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کی احادیث اسناد کے ذریعے ہی دوسروں تک پہنچائی جائیں گی اور ابلاغ کا یہ طریقہ نہایت ہی موزوں اور قابل اعتماد ہے۔

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ ربّ یبلغ أوعی من سامع، حدیث نمبر ۶۷، ص: ۱۶

② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث نمبر ۳۶۵۹، ص: ۵۲۵

③ ابن ضبیل، المسند، ص: ۳۲۱/۱، الامبرمزی، المحذات الفاضل، ص: ۲۰۷

۳۔ اسناد کی اہمیت، آثار صحابہؓ کی روشنی میں

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے:

”إن الشيطان يتمثل في صورة الإنسان فيأتي القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيتفرقون فيقول الرجل منهم سمعت رجلاً أعرف وجهه لا أدري ما اسمه يحدث“^①

بیشک شیطان انسانی بھیس میں لوگوں کے پاس آتا ہے اور انھیں جھوٹی باتیں سناتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ انھی میں سے ایک شخص کہتا ہے میں نے کسی سے یہ بات سنی ہے، اس کی صورت پہچانتا ہوں مگر میں اس کا نام نہیں جانتا ہوں۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ کسی کی بات پر یقین اور اعتماد کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ اس کی شخصیت کے بارے میں اچھی طرح واقفیت ہو کہ وہ کیسا شخص ہے اور وہ اپنی بات کس شخص کے حوالہ سے بیان کر رہا ہے۔ صرف صورت شناسی کافی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شخص کی بات کو تب تسلیم کیا جائے جب اس کی بات کی بنیاد سند پر ہوگی ورنہ اس کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی۔

اور جب عام بات چیت کے بارے میں سند کی اہمیت اس قدر مسلم (Anthantic) ہے تو حدیث نبوی کے بارے میں سند کی اہمیت ہر چند زیادہ ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

”كان عمرٌو يأمرنا أن لا نأخذ إلا عن ثقة“^②

حضرت عمرؓ ہمیں ثقہ رواۃ سے حدیث اخذ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کا مطلب بالکل واضح ہے کہ کسی سند میں ثقہ رواۃ موجود ہیں تو ان سے حدیث لی جائے گی اور جس سند میں غیر ثقہ رواۃ ہیں ان سے حدیث ہرگز نہ لی جائے گی۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے:

”... فلما ركب الناس الصعب و الذلول لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف“^③

جب لوگوں نے طریقہ محمود و مذموم (سچ اور جھوٹ) کو ماننا شروع کیا تو ہم نے معروف لوگوں سے احادیث اخذ کیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگوں نے صحیح اور ضعیف روایات کے مابین امتیاز ختم کر دیا تو ہم

① المسلم الصحيح، باب النهی عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۷۱، ص: ۹۰ ② البیہقی معرزة السنن والآثار، ص: ۱۳۰/۱

③ المسلم الصحيح، باب النهی عن الرواية عن الضعفاء، حدیث نمبر ۱۹، ص: ۹۰

نے معروف رواۃ کے توسط (اسناد) کے ذریعے جو روایات ہم تک پہنچی انھی کو لیا ہے۔ غیر معروف رواۃ سے منقول شدہ روایات کو ہم نے ترک کر ڈالا۔

(۴) نیز آپ کا قول ہے:

”إِنْ هَذَا الْعِلْمُ دِينَ فَانظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ“^①

بلاشبہ یہ علم دین ہے، دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

”بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع“^②

کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔

ان اقوال اور احادیث سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بات کو بلا سند (سنی سنائی) بات کو آگے بیان کر دیتا ہے وہ شخص جھوٹا ہے۔ کیونکہ عموماً لوگ سچ اور جھوٹ سنتے ہیں اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف سچ ہی سنے اور جھوٹ کبھی نہ سنے لہذا اس کی بات اس وقت قابل قبول اور مسلم ہوگی جب وہ اسے سند کے ساتھ بیان کرے گا۔

۴۔ اسناد کی اہمیت، اقوال تابعین و تبع تابعین کی روشنی میں

(۱) مشہور تابعی محمد بن سیرین کا قول ہے:

”إِنْ هَذَا الْعِلْمُ دِينَ فَانظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ“^③

بلاشبہ یہ علم دین ہے، دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے لے رہے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ دین ان لوگوں سے حاصل کیا جاتا ہے جن کی دین داری پر اعتماد ہو اور لوگوں پر اعتماد کرنے کا طریقہ صرف سند ہی ہے۔ کیونکہ سند کے ذریعے ہی صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ جس پر احکام کی معرفت اور دین کی تعلیمات کا انحصار ہے۔

(۲) امام زہریؒ جب بھی حدیث بیان کرتے تو سند ضرور ذکر کرتے تھے اور فرماتے:

① ابن حبان، المجروحین، ص: ۲۱۔ اسی طرح کا ایک قول حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ المجروحین، ص: ۲۲

② المسلم، الصحیح، باب النہی عن الحدیث بكل ما سمع، حدیث نمبر ۱۱، ۹، ص: ۸

اسی مفہوم میں ایک مرفوع حدیث بھی منقول ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں: ((کفی بالمرء کذباً أن يحدث بكل ما سمع))

کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات بیان کرے۔ المسلم، الصحیح، باب النہی عن الحدیث بكل ما سمع، حدیث نمبر ۷، ص: ۸

③ المسلم، الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۲۶، ص: ۱۰۔ اسی طرح یہ قول زید بن اسلم، حسن بصری، ضحاک، ابراہیم غنی سے بھی منقول ہے، ابن حبان المجروحین، ص: ۲۱-۲۲

”لا يصلح أن يرقى السطح إلا بدرجة“^① چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا مناسب نہیں۔

(۳) امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

”الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء“^②

سند کا تعلق دین سے ہے۔ (کہ اس کے ذریعے دین منقول ہوا ہے اور سند ہی سے سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط کی تمیز کی جاتی ہے) اور اگر سند نہ ہوتی تو پھر جس کے دل میں جو کچھ آتا (وہ دین اور حدیث کے نام سے) پیش کرتا۔

(۴) نیز امام عبداللہ بن مبارک کا قول ہے:

”بيننا وبين القوم القوائم يعني الإسناد“^③

ہمارے اور قوم (فرق باطلہ) کے مابین امتیاز صرف اسناد کا ہے۔

حدیث کو حیوان کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح حیوان بغیر پاؤں کے کھڑا نہیں ہو سکتا اسی طرح حدیث بھی بغیر سند کے قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ سند کا امتیاز صرف ہمارا ہے اہل باطل کے ہاں سند کا کوئی وجود نہیں ہے۔

(۵) امام سفیان ثوری کا قول ہے:

”الإسناد سلاح المؤمن إذا لم يكن معه سلاح فبأى شيء يقاتل“^④

سند مؤمن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار نہ ہو تو وہ کس چیز سے لڑے گا۔

(۶) امام اوزاعی فرماتے ہیں:

”ما ذهب العلم إلا لذهب الإسناد“^⑤ سند گئی تو علم گیا۔

(۷) امام شعبہ بن الحجاج کا قول ہے:

”كل حديث ليس فيه حدثنا أو أخبرنا فهو خل وبقل“^⑥

جس حدیث میں حدثنا یا أخبرنا (یعنی سند) نہ ہو اس کی حیثیت ساگ سبزی سے زیادہ نہیں ہے۔

① الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۶/۲

② المسلم، الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۳۲، ص: ۱۱

③ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۶/۲

④ المسلم، الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۳۲، ص: ۱۱

⑤ ابن حبان، مقدمة الجرح وحمین، ص: ۲۷/۱

⑥ ابن عبد البر، التمهید، ص: ۵۷/۱

⑦ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۵۱/۱

جبکہ ابن الاثیر، جامع الأصول، ص: ۵۹/۱ میں (خل وثل) کے الفاظ ذکر کیے ہیں جو ثل وثل سے محرف ہیں۔

(۸) نیز آپ سے منقول ہے:

”کل حدیث لیس فیہ حدثنا و أخبرنا فهو مثل الرجل با الفلاة معه البعیر لیس له خطام“^(۱)

ہر وہ حدیث جس سے حدثنا اور أخبرنا (کے الفاظ) نہیں وہ اس شخص کی مثل ہے جو چٹیل میدان میں ہے اور اس کے پاس بغیر لگام کے اونٹ ہے۔

(۹) امام مالکؒ اور ضحاکؒ بن مزاحم سے مروی ہے:

”إن هذا العلم دین فانظروا عمن تأخذونه“^(۲)

بیشک یہ علم دین ہے دیکھو تم اپنا دین کن لوگوں سے اخذ کرتے ہو۔

(۱۰) امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

”مثل الذی یطلب الحدیث بلا اسناد کمثل حاطب لیل یحمل حزمة حطب وفیہ أفعی و هو لا یدری“^(۳)

جو شخص بغیر اسناد کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو رات کو لکڑیاں اکٹھی کر کے اس کا گٹھا اٹھاتا ہے اور اسی میں گجہ (زہریلا) سانپ بھی ہے اور اسے اس کا علم نہ ہو۔

(۱۱) مدائنی کا قول ہے:

”سمع أعرابی رجلاً یحدث بأحادیث غیر مسندة فقال لِمَ ترسلها بلا أزمة ولا خطم“^(۴)

ایک اعرابی نے ایک شخص کو سنا جو بلا سند احادیث بیان کر رہا تھا تو اس اعرابی نے کہا تم بغیر لگام اور ٹیکل (سند) کے احادیث کیوں بیان کر رہے ہو۔

۵۔ اسناد کی اہمیت اقوال علماء کی روشنی میں

(۱) ابوعلی حسین بن محمد البیہقی فرماتے ہیں:

”خص الله تعالى هذه الأمة بثلاثة أشياء لم یعطها من قبلها الإسناد و

① ابن حبان، المجردین، ص: ۱/۲۷

② ابن عبد البر، التمهید، ص: ۱/۶۷ ③ الراہر مزنی، المحدث الفاصل، ص: ۴۱۵ ④ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۲۱

⑤ الشافعی، الرسالة، ص: ۷۳

⑥ الخطیب، الکفایہ، ص: ۴۰۴

الأنساب والإعراب ①

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین اشیاء سے ممتاز کیا جو ان سے پہلے کسی امت میں نہیں پائی گئی۔ اسناد، انساب اور اعراب۔

(۲) امام ابن حزمؒ سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

”نقل الثقة عن الثقة يبلغ به النبي ﷺ مع الإتيان، نقلاً خص الله عز وجل به المسلمين دون سائر أهل الملل كلها... وأما مع الإرسال والإعصال فمن هذا النوع كثير من نقل اليهود بل هو أعلى ما عندهم إلا أنهم لا يقربون فيه من موسى عليه السلام كقربنا فيه من محمد ﷺ بل يقفون بحيث يكون بينهم وبين موسى أكثر من ثلاثين عصراً في أزيد من ألف وخمسمائة وإنما يبلغون بالنقل إلى شمعون ونحوه وأما النصارى فليس عندهم من صفة هذا النقل إلا تحريم الطلاق وحده فقط على أن مخرجه من كذاب قد صح كذبه“ ②

ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے کسی چیز کا یوں نقل کرنا کہ ثقاہت کا یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچے یہ خصوصیت تمام اقوام میں صرف مسلمانوں کو حاصل ہے۔ باقی منقطع روایات کا سلسلہ تو یہود کی کتب میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتنے قریب نہیں پہنچ پاتے جتنا ہم محمد ﷺ کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تیس زمانوں سے زیادہ عرصہ کا سقوط نظر آتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ شمعون تک پہنچ پاتے ہیں۔ رہے نصاریٰ اولاً ان کے ہاں کوئی ایسی بات ہی نہیں ملتی جو سند نام کی ہو ماسوائے صرف طلاق کے جس کی بنیاد بھی جھوٹ پر ہے اور اس کا جھوٹ ہونا ثابت ہے۔

(۳) ابو عبد اللہ الحاکم فرماتے ہیں:

”فلولا الإسناد وطلب هذه الطائفة له وكثرة مواظبتهم على حفظه لدرس منار الإسلام ولتمكن أهل الإلحاد والبدع فيه بوضع الأحاديث وقلب الأسانيد فإن الأخبار إذا تعرت عن وجود الأسانيد فيها كانت بترأ“ ③

اگر اسناد نہ ہوتی اور یہ طائفہ (محدثین) اسے طلب نہ کرتے اور اس کے حفظ پر ہمتی نہ کرتے تو اس کا مینارہ مٹ جاتا، محدثین اور اہل بدعت کو احادیث وضع کرنے اور اسانید کو الٹ پلٹ کرنے کا موقع مل جاتا کیونکہ جو اخبار (احادیث) اسانید سے خالی ہوں وہ ناقص ہوتی ہیں۔

① السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۱۶۰/۲

② ابن حزم، فصل فی الملل، فصل کیف تم نقل القرآن و أمور الدین، ص: ۲۱۹/۲

③ الحاکم، معرّفۃ علوم الحدیث، ص: ۶۰

(۴) قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں:

”والله أكرم هذه الأمة بالإسناد لم يعطه لأحد غيرها فاحذروا أن تسلكوا مسلك اليهود والنصارى فتحدثوا بغير اسناد فتكونوا سالبين نعمة الله عن أنفسكم.....“ (۱)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے ذریعے عزت بخشی اور یہ عزت کسی اور کو نہیں دی، تم یہود و نصاریٰ کی راہ چلنے سے بچو یعنی تم بغیر سند کے حدیث بیان کرنا شروع کر دو اگر تم ایسا کرو گے تو تم اپنے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ختم کر دو گے۔

(۵) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

”الإسناد من خصائص هذه الأمة و هو من خصائص الإسلام ثم هو في الإسلام من خصائص أهل السنة والرافضة أقل عناية به إذ لا يصدقون إلا بما يوافق أهواءهم وعلامة كذبه أنه يخالف هواهم“ (۲)

اسناد اس امت اور اسلام کی ایک خصوصیت ہے اور پھر اسلام میں یہ خصوصیت اہل سنت کو حاصل ہے۔ کیونکہ رافضہ اس کا بہت کم اہتمام کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اپنی خواہشات کے موافق چیزوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں جھوٹ کی علامت ان کی خواہشات کے مخالف ہونا ہے۔

(۷) ملا علی قاری کا قول ہے:

”أصل الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذه الأمة و سنة بالغة من السنن المؤكدة بل من فروض الكفاية“ (۳)

اسناد دراصل اس امت کی بہت بڑی خصوصیت ہے اور سنن مؤکدة بلکہ فرض کفایہ کی بہت بلیغ سنت ہے۔

اسناد کی اہمیت کے بارے میں مزید اقوال کے لیے ”موقف العقل“، ”القول الفصل“ اور ”المقالات العلمية“ ملاحظہ فرمائیں (۴)۔



(۱) عبدالحی، فہرس الفہارس والأثبتات، ص: ۵۰/۱

(۲) ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ص: ۱۱/۳

(۳) القاری، مرقاۃ المفاتیح، ص: ۲۱۸/۱

(۴) مصطفیٰ، موقف العقل، ص: ۸۷/۳ © مصطفیٰ، القول الفصل، ص: ۶۷ © المعلى، المقالات العلمية، ص: ۲۵۳، ۲۳۳

علم الجرح والتعديل کا مفہوم، مشروعیت اور اس کی اہمیت

✽ جرح وتعديل کا لغوی مفہوم:

لغت میں جرح کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

۱۔ زخمی کرنا مثلاً شاعر کہتا ہے:

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان ①

نیزوں کے زخم تو بھر جاتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

حدیث شریف میں ہے:

((العجماء جرحها جبار)) ②

حیوانوں کا زخم رائیگاں ہے۔

اسی لیے زخموں کا علاج کرنے والے اور ان کو چیرنے پھاڑنے والے کو جراح (Sergeon) کہتے ہیں۔

۲۔ عیب لگانا، مرتبہ گھٹانا۔ کہا جاتا ہے:

”جرح الشهادة“ ③

اس نے گواہی پر عیب لگا دیا یعنی باطل کر دی۔

ابن منظور رقمطراز ہیں:

ويقال جرح الحاكم الشاهد إذا عثر منه على ما تسقط به عدالته من كذب وغيره ④

کہا جاتا ہے کہ حاکم نے گواہ پر جرح کی جب حاکم کو اس (گواہ) کے بارے میں کسی امر کی اطلاع ملی ہو جس

سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے مثلاً جھوٹ وغیرہ

۳۔ کمانا، ارتکاب کرنا کہا جاتا ہے

”ماله جارحة أي ماله كاسب“ ⑤

اس کا کمانے والا کوئی نہیں ہے۔

① الشافعي، ديوان الشافعي، ص: ۵۱

② ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الذینات، باب العجماء والمعدن والبشر جبار، حدیث نمبر ۴۵۹۳، ص: ۶۴۹

③ البیہاوی، مصباح اللغات، ص: ۱۰۷

④ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۲/۲

⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۲/۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ﴾ ①

وہی ذات ہے جو تمہیں رات کو فوت کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم دن کو کاتے ہو۔

مؤخر الذکر معنی کے علاوہ لفظ 'جرح' کے پہلے دو معانی عربی اور اصطلاحی مفہوم کے قریب تر ہیں، یعنی کسی شخص کے عیب اور اس کے نقائص بیان کرنے کو جرح کہتے ہیں۔

جبکہ لفظ تعدیل 'عدل سے مشتق (Derived) ہے جو کہ ظلم کی ضد ہے۔

درج ذیل معانی کا مفہوم دیتا ہے:

۱۔ سیدھا کرنا، برابر کرنا: کہا جاتا ہے:

"عدل السهم" ②

اس نے تیر کو سیدھا کیا۔

نیز "عدل بین الشیئین" ③

اس نے دو چیزوں کے درمیان برابری کی۔

۲۔ معتبر یا عادل قرار دینا: کہا جاتا ہے

"عدل الشاهد" ④

اس نے گواہ کو معتبر جانا۔

۳۔ انصاف کرنا: کہا جاتا ہے:

"عدل الحاكم فی الحكم" ⑤

حاکم نے حکم میں انصاف کیا۔

گویا عدل سے مراد کسی شے کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا ہے، اور تعدیل کا معنی ہوگا۔ کسی کو معتبر یا عادل قرار دینا۔

✽ جرح و تعدیل کا اصطلاحی مفہوم:

☆ امام حاکم اور خطیب بغدادی نے اس علم کی تعریف یوں بیان کی ہے:

علم جرح و تعدیل وہ علم ہے، جو خاص الفاظ کے ذریعے راویوں کی عدالت و ثقاہت یا ان کے عیب و

ضعف سے بحث کرتا ہے ⑥۔

② ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۲/۲

③ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۲/۱۱

④ الخطیب، الکفایہ، ص: ۱۸۱، ۱۰۱

① الانعام: ۶۰/۶

③ البیاضی، مصباح، ص: ۵۳۷

⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۳۱/۱۱

⑥ البیاضی، مصباح، ص: ۵۳۷

☆ نواب صدیق حسن قنوجی رقمطراز ہیں:

”علم جرح و تعديل وہ علم ہے، جس میں راویوں کی جرح اور ان کی تعديل پر مخصوص الفاظ سے بحث کی جائے اور الفاظ کے اس فرق کی بنیاد پر ان کے مراتب وضع کئے جائیں“^①۔

☆ بعض محدثین کے نزدیک رواۃ (حدیث) کو ایسی صفت سے متصف کرنے کو جرح کہا جاتا ہے جس سے ان کی روایت کمزور یا مردود ہو جائے۔ ایسی صفات سے متصف کرنے کو تعديل کہتے ہیں جن سے ان کی روایت قابل قبول ہو^②۔

☆ بعض اہل علم کے نزدیک

”هو علم يبحث فيه عن جرح الرواة و تعديلهم بألفاظ مخصوصة و عن مراتب تلك الألفاظ“^③

علم جرح و تعديل ایسے علم کو کہا جاتا ہے جس میں روایان حدیث پر بحیثیت قبول و رد، مخصوص الفاظ کے ذریعے گفتگو کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب پر بحث کی جائے۔

❖ علم الجرح والتعديل کی شرعی حیثیت:

شریعت مطہرہ میں اس علم کے جواز پر بے شمار دلائل ہیں۔ ذیل سطور میں از روئے قرآن، سنت نبوی اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں ان دلائل کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

❖ نقد رجال: قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن کریم نے واقعات اور اخبار کی صحت کے بنیادی اصول دیے ہیں:

پہلا اصول: کوئی واقعہ، خبر یا قول اس وقت تک صحیح قرار نہیں جب تک اس کے بارے میں مکمل تحقیق و تفتیش اور تثبیت نہ ہو۔

یہ اصول درج ذیل آیات کریمہ سے ملتا ہے:

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا

قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين﴾^④

اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی

② انقو جی، المجلد فی ذکر صحاح الستہ، ص: ۸۹

③ الجرات: ۶/۴۹

① انقو جی، المجمل للعلوم، ص: ۲۱۱/۲

④ الرازی، مقدمہ کتاب الجرح والتعديل، ص: ۲

قوم کو نقصان پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

علامہ شوکانی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”والمراد من التبیین التعرف ومن التثبت الاناء وعدم العجلة والتبصر فی الأمر الواقع والخبر الوارد حتی یظهر“^①

تبیین سے مراد پہچان لینا، کھوج لگانا اور تثبیت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جلد بازی سے گریز کیا جائے۔ خبر اور امر واقعہ میں بصیرت سے کام لینا، یہاں تک کہ حقیقت تک رسائی ہو جائے۔

امام قرطبیؒ اس آیت کریمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”فی هذه الایة دلیل علی قبول خبر الواحد إذا كان عدلاً لأنه إنما أمر فیها بالتثبت عند نقل خبر الفاسق“^②

اس آیت میں خبر واحد کی خبر کو قبول کرنے کی دلالت ہے جبکہ وہ عادل ہو کیونکہ فاسق کی خبر کے نقل کرنے میں توثیق کرنے کا حکم ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”ومن هنا امتنع طوائف من العلماء من قبول رواية مجهول الحال لإحتمال فسقه فی نفس الأمر وقبلها الآخرون لأننا أمرنا بالتثبت عند خبر الفاسق وهذا ليس بمحقق الفسق لأنه مجهول الحال“^③

اس آیت سے دلیل لیتے ہوئے بعض علماء نے مجهول الحال (جس کا حال معلوم نہ ہو) کی روایت قبول کرنے کی ممانعت کی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ یہ شخص حقیقت میں فاسق ہو جبکہ کچھ علماء نے ایسے شخص سے روایت لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں فاسق کی خبر قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جس کا حال معلوم نہیں اس کا فاسق ہونا واضح نہیں۔

علاوہ ازیں اس آیت کریمہ کا شان نزول^④ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جب تک پوری طرح تحقیق و تفتیش سے اصل حقیقت کی نقاب کشائی نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کی خبر پر اعتماد نہ کیا جائے۔

① الشوکانی، فتح القدیر، ص: ۶۰/۵ ② القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ص: ۳۱۲/۱۶

③ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۲۰۸/۴

④ حارث خزاعی جب مسلمان ہوا تو اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا اپنی قوم کے مسلمانوں کی زکوٰۃ جمع کر کے رکھوں گا۔ آپ کا نمائندہ آ کر مجھ سے وہ مال وصول کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عتبہ بن ابی معیط کو اس کام کے لیے بھیجا۔ لیکن وہ راستہ سے ہی واپس آ گیا، اور آپ ﷺ کو کہہ دیا کہ انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے، وہ جھوٹا تھا۔ اس کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ابن کثیر، تفسیر القرآن، ص: ۲۰۹/۴۔ امام بغوی نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں چند اور روایات بیان کی ہیں۔ البغوی، معالم التنزیل، ص: ۴۶۶/۱

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا.....﴾^①

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرو اور جو شخص تمہیں سلام کہے اس کو یہ نہ کہو تم مؤمن نہیں۔

علامہ قرطبی اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”والتبيين التثبت في القتل واجب حضراً و سفراً ولا خلاف فيه وإنما خص السفر بالذكر لأن الحادثة التي فيها نزلت الآية وقعت في السفر“^②

حضر اور سفر میں قتل کے بارے میں تحقیق کرنا واجب ہے، اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہاں تحقیق کر لینے کا حکم سفر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لیکن سفر کی قید بیان واقعہ کے لیے ہے۔

یعنی یہ واقعہ جس کے متعلق آیت نازل ہوئی سفر میں پیش آیا ورنہ جس طرح تحقیق کا حکم سفر میں ہے اسی طرح حضر میں بھی ضروری ہے۔

☆ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذًا وَعَوَابًا وَلَوْ رَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ.....﴾^③

اور جب انہیں امن یا خوف کی کوئی خبر ملتی ہے تو اسے پھیلا نا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے رسول اور اولی الامر کے سپرد کر دیتے تو ان میں تحقیق کی صلاحیت رکھنے والے اس کی تہ تک پہنچ جاتے۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”انكار على من يبادر إلى الأمور قبل تحققها فيخبر بها ويفشيها وينشرها وقد لا يكون لها صحة“^④

اللہ تعالیٰ نے تحقیق کر لینے سے قبل جلدی سے کسی کام کی اطلاع دینے اور اسے آگے پھیلانے کو ناپسند فرمایا ہے اور کبھی کبھار وہ خبر درست نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا تحقیق کر لینے سے قبل کسی کام کی اطلاع دینا اور اسے آگے پھیلانے کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔

① القرطبي، الجامع لاحكام القرآن، ص: ۳۲۸/۵

② ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۵۲۹/۱

③ النساء: ۹۳/۴

④ النساء: ۸۳/۴

☆ واقعہ افک^① کے بارے میں نازل ہونے والی آیت کریمہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ﴾^② سے اگلی آیت کریمہ

﴿ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ﴾^③

جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مؤمن مردوں اور عورتوں نے اپنے ہی جیسے مؤمن مردوں اور عورتوں کے بارے میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا۔

اور اسی مضمون سے متعلقہ آیت کریمہ:

﴿إِذْ تَلْقَوْنَهُ بِالسُّنْتِكُمْ وَقُولُوا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسِبُونَهُ

هَيْنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۝ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا

سُبْحَنَكَ هَذَا بَهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾^④

جب تم لوگ اس بہتان کو ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے اور اپنی زبان پر ایسی بات لاتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہیں تھا اور تم لوگ اسے ایک معمولی بات سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور جب تم لوگوں نے یہ جھوٹی خبر سنی تو کیوں نہیں کہا ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں۔ اے ہمارے رب تو تمام عیوب سے پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

واقعہ افک کے ضمن میں نازل ہونے والی آیات کریمات میں مسلمانوں کو اخلاقی تربیت دی گئی ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں بغیر کسی تحقیق و تثبیت کے برا گمان نہیں کرنا چاہیے۔ اور اگر کوئی بدطینت شخص ان میں سے کسی کے خلاف افتراء پرداز کر رہا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ کہ کسی بھی خبر کو بغیر تحقیق کیے مان لینا یا اسے دوسروں تک پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن حکیم نے واقعات اور اخبار کی صحت کا ایک اصول دیا ہے۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ قبول اخبار و واقعات میں احتیاط، تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے اور کسی بات، خبر، واقعہ کو اس وقت تک قبول نہ کیا جائے جب تک وہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا ہو۔

① منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی سلول نے اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کے خلاف افتراء پرداز کر رہے ہوئے ان پر صفوان بن معطل انصاری کے ساتھ گناہ کا الزام

لگایا تھا۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۲۶۸/۳ ② الخازن، تفسیر الخازن، ص: ۳۲۹/۳

③ النور: ۱۱/۲۳ ④ النور: ۱۲/۲۳ ⑤ النور: ۱۶-۱۵/۲۳

دوسرا اصول: واقعات اور اخبار کی صحت کا دوسرا قرآنی اصول شرط عدالت سے متصف ہونا ہے۔

یعنی جو شخص عادل ^(۱) ہوگا، اس کا قول یا نقل کردہ خبر یا واقعہ مسلم ہوگا۔

قرآن کریم میں جہاں گواہی (Witness) کا ذکر ہوا ہے وہاں عادل ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجْلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا

ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾ ^(۲)

پس جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کی انتہاء کو پہنچنے لگیں تو تم معروف طریقے سے انہیں روک لو یا انہیں خوش اسلوبی کے ساتھ جدا کر دو اور تم اپنے لوگوں سے دو عادل کو گواہ بنا لو۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں گواہوں کا عادل ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ

اثْنَن ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ.....﴾ ^(۳)

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجائے تو وصیت کرتے وقت آپس میں گواہی کے لیے مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بنا لو۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عادل شخص کی گواہی قابل قبول ہے جبکہ غیر عادل کی گواہی مردود ہے۔

انہی آیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

”أَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيمِهَا

وَثِقَاتِ النَّاqِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَهَمِينَ أَنْ لَا يَرَوِيَ مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَ صَحَّةَ مَخْرَجِهِ

وَالسَّتَارَةَ فِي نَاقِلِيهِ وَأَنْ يَتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ أَهْلِ التَّهْمِ وَالْمَعَانِدِينَ

مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ“ ^(۴)

وہ شخص جو صحیح اور ضعیف روایات اور (حدیث کے) ثقہ اور متہم رواۃ کے مابین امتیاز کر سکتا ہے اس پر یہ واجب ہے

① محدثین کی اصطلاح میں عادل کا مفہوم یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو فرانس کو ادا کرتا ہو اور ادا امر کو بجالاتا ہو اور نواہی سے پرہیز کرے، اور بے ہودہ کوئی سے پہلو تہی کرے

اور ایسے کاموں سے بچے، جس سے اس کا دین خراب ہوتا ہو اور نہ ہی مروت کے خلاف کوئی کام کرے۔ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۱۳۹

② اطلاق: ۲/۶۵ ③ المائدہ: ۱۰۶/۵

④ المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب وجوب الروایۃ عن الثقات و ترک الکذابیہ ص: ۷

کہ صرف وہ احادیث روایت کرے جس کا مخرج صحیح ہو اور اس کے ناقلین رواۃ جرح وغیرہ سے محفوظ ہوں اور ان احادیث کو نقل کرنے سے پرہیز کرے جو متہمین یا مبتدعین سے مروی ہوں۔

اس کے بعد امام مسلمؒ مذکورہ بالا آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فدل بما ذكرنا من هذه الآي أن خبر الفاسق ساقط غير مقبول وأن شهادة غير العدل مردودة“^(۱)

ہماری ذکر کردہ آیات میں اس بات کی دلیل ہے کہ فاسق کی خبر ساقط اور غیر مقبول ہے اس طرح غیر عادل کی گواہی مردود ہے^(۲)۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں قرآن حکیم نے واقعات اور اخبار کی صحت کے لیے درج ذیل اصول دیے ہیں:

- ۱۔ قبول اخبار و واقعات میں احتیاط اور تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے اور کوئی واقعہ خبر اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک وہ تحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اترتی ہو۔
- ۲۔ یہ کہ ناقلین و رواۃ صفت عدل سے متصف ہوں۔

✽ نذر جال: سنت مطہرہ کی روشنی میں

آپ ﷺ واقعات اور اخبار میں تثبیت اور تحقیق سے کام لیا کرتے تھے مثلاً:

☆ واقعہ افک^(۳) کے بارے میں آپ ﷺ نے ایک ماہ تک اس واقعہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا اور کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ یہاں تک آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حقیقت حال معلوم ہوئی۔

☆ آپ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا:

① المسلم، مقدمة الصحيح، باب وجوب الرواية عن الثقات و ترك الكذابين، ص: ۷

② یہاں یہ اشکال کیا جاسکتا ہے کہ شہادت کی آیت کریمہ سے فاسق و فاجر کی خبر کو قبول نہ کرنے پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے؟ حالانکہ شہادت اور خبر کے احکام میں فرق ہے۔ امام مسلمؒ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”والخبر إن فارق معناه معنى الشهادة فى بعض الوجوه فقد يجتمعان فى أعظم معانيها إذ كان خبر الفاسق غير مقبول عند أهل العلم كما أن شهادته مردودة عند جميعهم“
خبر بعض اعتبار سے اگرچہ گواہی سے جدا ہے لیکن دوسری بڑی وجہ کے اعتبار سے خبر اور شہادت میں اتفاق ہے کیونکہ فاسق کی خبر علماء کے نزدیک غیر معتبر ہے جیسے اس کی شہادت بالاتفاق مردود ہے۔ (المسلم، مقدمة الصحيح، باب وجوب الرواية عن الثقات، ص: ۷)

علامہ جلال الدین السيوطی نے خبر اور شہادت کے اکیس وجوہ فرق ذکر کیے ہیں۔ دیکھئے: السيوطی، تدریب الراوى، ص: ۳۳۱/۱

③ تفصیل کے لیے دیکھئے: البخاری، الجامع الصحيح، کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا، حدیث نمبر ۲۶۶۱، ص: ۳۳۱

④ المسلم، الصحيح، کتاب التوبة، باب فى حديث الإفك، حدیث نمبر ۷۰۲۰، ص: ۱۲۰۵

”إني رأيت الهلال“ میں نے چاند دیکھا ہے۔

تو آپ نے بغیر غور و خوض کیے فوراً اس کی بات کو نہیں مانا بلکہ فرمایا: ”أتشهد أن لا إله إلا الله؟“ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ بدوی نے جواب دیا جی ہاں۔ پھر آپ نے مزید تسلی و تشفی اور اطمینان قلب کے لیے پوچھا: ”أتشهد أن محمداً رسول الله؟“ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اعرابی نے اثبات میں جواب دیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں ①۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

((استأذن رجل على رسول الله ﷺ فقال ائذنوا له بنس أخو العشيرة أو ابن العشيرة فلما دخل الآن له الكلام قلت يا رسول الله ﷺ قلت الذي قلت ثم ألفت له الكلام قال أي عائشة إن شر الناس منزلة يوم القيامة من تركه الناس أو ودعه الناس اتقاء فحشه)) ②

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے آنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے اجازت دی جائے۔ جب وہ شخص داخل ہوا تو آپ ﷺ نے نرم لب و لہجہ میں اس سے بات کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں فلاں بات کہی، پھر آپ نے اس سے نرم لہجے میں کلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ قیامت کے دن لوگوں میں سے سب برا مرتبہ اس شخص کا ہوگا جسے لوگ اس کی فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

خطیب بغدادی نے اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے عادل ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگاتے تھے ③۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”وهذا الحديث أصل في المداراة وفي جواز غيبة أهل الكفر والفسق وغيرهم“ ④

① ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ حلال رمضان، حدیث نمبر ۲۳۴۰، ص: ۳۳۱

② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب، باب ما يجوز من اغتيا ب أهل الفساد والريب، حدیث نمبر ۶۰۵۴، ص: ۱۰۵۷

③ المسنن، الصحیح، کتاب البر والصلة والاداب، باب مداراة من يتقى فحشه، حدیث نمبر ۶۵۹۶، ص: ۱۱۳۲

④ المائک، الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی حسن الخلق، حدیث نمبر ۴، ص: ۳۲۳

⑤ الخطیب، الکفایہ، ص: ۸۳ ⑥ ابن حجر، فتح الباری، ص: ۳۷۳/۱۰

یہ حدیث مدارات اور کافرو فاسق کی غیبت کرنے کے جواز میں اصل و بنیاد ہے۔

☆ حدیث فاطمہ بنت قیس ^(۱) میں ہے:

((أن معاوية بن ابی سفيان وأباجهم خطباني فقال رسول الله ﷺ أما

أبوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه و أما معاوية فصعلوك)) ^(۲)

مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے شادی کا پیغام بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے ابو جہم تو ہمیشہ اپنے دست میں لٹھی تھامے رکھتا ہے (یعنی عورتوں کو مارتا رہتا ہے) اور معاویہ نان و نفقہ سے خالی ہے (یعنی ضروریات زندگی ادا نہیں کر سکتا)۔

☆ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((إن عبد الله رجل صالح)) ^(۳)

بے شک عبد اللہ صالح آدمی ہیں۔

ان احادیث مبارکہ میں آنحضرت ﷺ نے تحقیق و تثبیت سے کام لیا۔ نیز آپ ﷺ کسی بھی شخص کے عادل یا غیر عادل ہونے کا حکم لگاتے تھے۔

✽ علم الجرح والتعديل کا آغاز و اہمیت

حدیث کے رواۃ جب تک صحابہ کرامؓ تھے اس فن کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ عادل، انصاف پسند، سچے اور حدیث میں انتہائی محتاط واقع ہوئے تھے ^(۴)۔

کبار تابعین بھی اپنے علم و تقویٰ کی روشنی میں ہر جگہ لائق قبول سمجھے جاتے تھے لیکن جب سے مختلف فتن کا ظہور ہوا، بدعات شروع ہوئیں جھوٹی احادیث وضع کی جانے لگیں تو اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ رواۃ کی جانچ پڑتال (Scrutiny) کی جائے۔

ان فتنوں کا آغاز پہلے کوفہ جہاں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علیؓ کے علمی مراکز تھے، وقوع پذیر ہوا حضرت علیؓ کے خلیفہ بننے ہی مسلمانوں کا سیاسی اختلاف عراق میں اٹھ آیا اور اس سیاسی گروہ بندی سے حضرت علیؓ کے حلقے میں بہت سے غلط قسم کے لوگ شامل ہو گئے جو آپ کی زندگی میں ان اختلافات کو دینی رنگ نہ دے سکے، تاہم آپ کی وفات کے بعد

① جب انھیں ان کے شوہر ابو عمرو بن حفص نے طلاق دے دی تو آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا ”ان کے ذمہ تمہارا نان و نفقہ نہیں ہے۔“ اور آپ ﷺ نے انھیں عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا اور فرمایا جب عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتانا، چنانچہ جب عدت پوری ہو گئی تو حضرت

فاطمہ بنت قیس رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ انھیں نے بتایا ”إن معاوية.....“

② المسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث نمبر ۳۶۹۷، ص: ۶۳۹

③ ابن حنبل، المسند، ص: ۵/۲ ④ دیکھئے صفحہ نمبر: ۴۷۴

انھوں نے بے سروپا باتیں کہنا شروع کر دیں اور انھیں آپ کی طرف منسوب کیا۔ اس ورطہ شبہات میں انھوں نے دین اسلام کے بنیادی تصور کو بدلنے کی بھرپور سعی لا حاصل کی۔ اس وقت سے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ حدیث بیان کرنے والوں کے حالات کی چھان پھٹک کی جائے، ان میں ثقہ اور کمزور سچے اور جھوٹے، ضابط اور غافل، عادل اور فاسق کے مابین خط امتیاز کھینچا جائے کیونکہ دین اسلام کی عظمت تقاضا کرتی ہے کہ اس کا کوئی مسئلہ تحقیق و تنقیح کے بغیر نہ لیا جائے۔ حضرات تابعین اور تبع تابعین نے قرآن، سنت نبوی اور عمل صحابہ کی روشنی میں رواۃ (حدیث) کی معرفت حاصل کی، ان کی زندگی کے ہر لمحہ کو محفوظ کیا، ان میں سے صادق، کاذب کے مابین امتیاز کیا۔ اور اس میں انھوں نے کسی کی ملامت، رشتہ داری کا خیال نہیں رکھا اور اس کام کو کار ثواب سمجھا اور سب کچھ انھوں نے اس لیے کیا وہ صحیح اور جھوٹی احادیث میں امتیاز کر سکیں تاکہ کوئی جھوٹا، منافق یا ملحد شخص احادیث میں جھوٹ کی آمیزش نہ کر سکے۔ محدثین کرام نے حدیث کے حوالے سے رجال پر نقد و جرح کے اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں۔ اور تعدیل و ترجیح رجال (Soundness of naraters) کے معیارات قائم کیے۔ خبر دینے والی کی ثقاہت اور غیر جانبداری (Authenticity and nutsality) اور اس کے انداز معروضیت (Objectivity) کے اصول متعارف کرائے۔ علماء جرح و تعدیل نے اس علم کی ضرورت و اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے رواۃ حدیث کی جانچ پرکھ کا نہایت اہتمام کیا اور ان کے حالات کو باریک بینی میں اس انداز سے جمع کیا کہ ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کے مابین امتیاز قائم کر دیا۔

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر امام ابن ابی حاتم رازی رقمطراز ہیں:

”کتاب اللہ اور سنت رسول کی معرفت کے لیے اس امر کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم ناقلین و راویان حدیث میں عادل و ثابت (پختہ) اور ثقہ راویوں اور غافل، کمزور حافظہ اور جھوٹے راویوں کے مابین امتیاز و فرق کر لیں چونکہ دین (اسلام) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے راویوں کے نقل کے ذریعہ سے ہی ہم تک پہنچا ہے لہذا اب ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم راویوں کے احوال و حالات کی آگاہی حاصل کریں“^①

اس علم کی اہمیت کے پیش نظر عہد بنو امیہ میں محدثین کرام نے حدیث کی صحت اور اس کے ضعف کو ماننے کے لئے جہاں

تحقیق و تثبیت سے کام لیا وہیں حدیث کے لیے راویان حدیث کے احوال کو جاننے کے لیے علم جرح و تعدیل پر بھرپور کام لیا۔

امام سخاوی فرماتے ہیں:

”وتكلم في الرجال كما قاله الذهبي جماعة من الصحابة ثم من التابعين كالشعبي و ابن سيرين ولكنه في التابعين بقلة لقلة الضعف في متبوعيهما إذ أكثرهم صحابة عدول و غير الصحابة من المتبوعين أكثرهم ثقات ولا يقاد يوجد في القرن الأول الذي انقضى فيه الصحابة وكبار التابعين ضعيف إلا الواحد بعد الواحد كما الحارث الأعور والمختار الكذاب“^①

امام ذہبی کے قول کے مطابق صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے رجال (حدیث) کے بارے میں کلام کیا ہے پھر تابعین میں سے شعبی، ابن سیرین نے کلام کیا ہے لیکن تابعین نے رجال کے بارے میں بہت کم کلام کیا ہے کیونکہ ان کے پیش کاروں میں ضعف قلیل تھا۔ اکثر صحابہ کرامؓ عدول تھے اور غیر صحابہؓ میں سے اکثر لوگ ثقہ تھے۔ پہلی صدی ہجری میں جس میں صحابہ کرامؓ اور کبار تابعین اکا دکا ہی ضعیف راوی تھے مثلاً حارث الاعور اور مختار الکذاب۔

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

”ثم أخذ مسلکهم و استن بسنتهم و اهتدى بهديهم فيما استنوا من التيقظ في الروايات جماعة من أهل المدينة من سادات التابعين منهم سعيد بن المسيب والقاسم بن محمد بن أبي بكر^② و سالم بن عبدالله بن عمر^③ و علي بن الحسين بن علي^④ و ابو سلمة بن عبد الرحمن بن عوف^⑤ و عبيد الله بن عبدالله بن عقيب^⑥ و خارجة بن زيد بن ثابت^⑦ و عروہ

① السخاوی، فتح المغیث، ص: ۳۱۸/۲ ② آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ مدینہ کے سات فقہاء میں سے تھے اور تابعی تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۸۷/۵

③ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ص: ۸۳/۲ ④ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۹۶/۱ ⑤ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۵۳/۵

⑤ ثقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ۷۳ھ کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ احمد اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک سب سے صحیح ترین سند الزہری عن سالم عن ابیہ ہے۔ ۱۰۷ھ کو وفات پائی۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۸/۱ ⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۲۶/۳

⑦ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۱۹۵/۵ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۸۴/۲

② آپ زین العابدین کے لقب سے مشہور تھے۔ ۳۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ ثقہ، عابد اور متقی تابعی تھے۔ حلم اور تقویٰ میں آپ ضرب المثل تھے۔ امام زہری کا بیان ہے: ”ما رأیت قرشیاً أفضل من علی بن الحسین“ (میں نے علی بن الحسین سے افضل کوئی قریشی نہیں دیکھا)۔ آپ ۹۳ھ کو فوت ہوئے۔

ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۶/۵ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳۰۵/۷ ④ ابن خلکان، وفيات الاعیان، ص: ۲۶۶/۳

⑤ آپ ثقہ تابعی ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے: ”کان ثقة فقیہا کثیر الحدیث“ آپ ثقہ، فقیہ اور کثیر حدیث والے تھے۔ آپ ۹۳ھ کو فوت ہوئے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۱۵۵/۵ ⑥ الذہبی، الکشف، ص: ۳۲۲/۳ ⑦ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱۵/۱۲ ⑧ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۲۸۷/۲

① آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، جلیل القدر ثقہ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ فقہاء عشرہ اور فقہاء سبعہ میں سے تھے جن پر فتویٰ کا دار و مدار تھا۔ ۹۳ھ کو فوت ہوئے۔ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۳۸۵/۳ ② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۱۹/۲ ③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۳/۷ ④ ابن حجر، التقریب، ص: ۵۳۵/۱

⑤ آپ کی کنیت ابو زید تھی۔ ۲۹ھ کو پیدا ہوئے۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے جبکہ امام احمد اور امام الدارقطنی نے آپ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ آپ ۹۹ھ کو فوت ہوئے۔ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۲۰۴/۲

⑥ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۷۳/۱ ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۶۲۵/۱ ⑧ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۷۶/۳

بن الزبیر و ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام^① و سلیمان بن یسار^② فجدوا فی حفظ السنن والرحلة فیہا والتفتیش عنہا والتفقہ فیہا^③۔

صحابہ کرامؓ نے روایات کے نقل کرنے میں جو احتیاط برتی تھی وہی اہل مدینہ کے کبار تابعین نے اختیار کی، ان میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ، علی بن احسین بن علیؓ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عبید اللہ بن عبداللہ، خارجہ بن زید، عروہ بن الزبیر، ابوبکر بن عبدالرحمان اور سلیمان بن یسار تھے جنہوں نے احادیث کی حفاظت کے لیے بہت کوشش کی اور اس میں تفقہ اور اس میں تحقیق و تثبیت کرنے کے لیے سفر کیے۔

اس لئے محدثین کرام نے حضرت علیؓ کی وہی مرویات قابل اعتماد سمجھیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ کے واسطے

سے آئیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں:

”لم یکن یصدق علی علی فی الحدیث منہ إلا من أصحاب عبداللہ بن مسعود“^④

حضرت علیؓ کی وہی احادیث قابل قبول سمجھی جاتی تھیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ سے منقول ہوں۔

ابوالحق سبعی فرماتے ہیں:

”لما أحدثوا تلك الأشياء بعد علي قال رجل من أصحاب علي قاتلهم الله أي علم أفسدوا“^⑤

جب انھوں (بدعتیوں) نے حضرت علیؓ کے بعد ان بدعات کو پیدا کیا تو حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا اللہ تعالیٰ انھیں (بدعتیوں) کو غارت کرے۔ انھوں نے کتنا علم (حضرت علیؓ کا) ضائع کر دیا۔

امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب یہ فتنہ برپا ہوا تو علماء کرام نے طے کیا:

”سموا لنا رجالکم فینظر إلی أهل السنة فیؤخذ حدیثہم وینظر إلی أهل

① آپ فقہاء سبعہ میں سے تھے۔ ابن سعد کا قول ہے: ”کان ثقة فقیہا عالما عاقلا عالیا سخیاً کثیر الحدیث“ آپ ثقہ، فقیہ، عالم، عاقل اور کثیر حدیث

والے تھے۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ص: ۵/۲۰۷ ② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۴/۳۳۷

③ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۲/۳۰ ④ ابن حجر، التقریب، ص: ۲/۳۹۸

⑤ آپ کی کنیت ابویوب ہے۔ ۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہوتا ہے۔ ثقہ، فقیہ اور

کثیر حدیث والے تھے۔ ۷۰ھ کو وفات پائی۔ ابن خلیکان، وفيات الاعیان، ص: ۲/۳۳۳

⑥ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۴/۲۲۸ ⑦ ابن حجر، التقریب، ص: ۱/۲۱

⑧ ابن حبان، المجریٰ، ص: ۱/۳۸ ⑨ المسلم، مقدمة الصحیح، باب النہی عن اروایۃ عن الضعفاء، حدیث نمبر ۲۵، ص: ۱۰

⑩ المسلم، مقدمة الصحیح، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۱۰

البدع فلا يؤخذ حديثهم“ ①

تم اپنے رواۃ (حدیث) کے نام بتاؤ، دیکھا جائے گا اہل سنت کون ہیں انہی کی احادیث لی جائیں گی اہل بدعت کا پتہ لگایا جائے گا اور ان کی احادیث نہیں لی جائیں گی۔

امام شععی کا قول ہے:

”والله لو أصبت تسعا وتسعين مرة و أخطأت مرة لعدوا على تلك الواحدة“ ②

بخدا اگر میں ننانوے مرتبہ بھی صحیح بات تک رسائی حاصل کر لوں اور صرف ایک بار مجھ سے غلطی سرزد ہو جائے تو وہ (حاسدین) میری اس غلطی ہی کو شمار کریں گے۔

امام ابن سیرین کا قول ہے:

”إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذونه“ ③

بیشک یہ علم (حدیث) دین ہے۔ لہذا جن لوگوں سے تم اسے اخذ کرتے ہو ان کے بارے میں غور و فکر سے کام لو۔

امام شععی فرماتے ہیں:

”حدثني الحارث الأعور الهمداني و كان كذابا“ ④

مجھے حارث الاعور الہمدانی نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹا تھا۔

الغرض محدثین کرام نے اس فتنہ (وضع حدیث) کا قلع قمع کرنے میں جہاں حدیث کے قبول اور عدم قبول کے بارے میں

”علم الإسناد“ کو لازمی قرار دیا۔ اور راویان حدیث کو جانچنے کے لیے تحقیق و تنبہ کی بنیاد ڈالی، وہاں ”علم اسماء الرجال“ اور ”علم الجرح والتعديل“ جیسے عظیم الشان علوم بھی ایجاد کیے ہیں۔



① المسلم، مقدمة الصحيح، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۱

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۸۲/۱

③ المسلم، مقدمة الصحيح، حدیث نمبر ۲۶، ص: ۱۰

④ المسلم، مقدمة الصحيح، حدیث نمبر ۴۴، ص: ۱۳

نقد حدیث کا مفہوم اور اس کی اقسام

نقد کا لغوی معنی:



نقد میں نقد کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

پرکھنا، چھانٹنا۔ ابن منظور نقد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تمییز الدراہم وإخراج الزیف منها“^①

دراہم کی چھانٹ پھٹک کرتے ہوئے کھوٹے اور جعلی درہم کو باہر نکالنا۔

شاعر^② کا قول ہے:

تنفی یداہا الحصی فی کل ہاجرة نفی الدنا نیر تنقاد الصیاریف^③

دوپہر کو اس (اوثنی) کے ہاتھ کنکریوں کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ جس طرح زر گر صحیح اور کھوٹے سکوں کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔

۲۔ قیمت جو فوراً ادا کی جائے گویا کہ نقد ادھار کی ضد ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے: ”النقد خلاف النسیئة“^④ (نقد ادھار کی ضد ہے)

۳۔ کلام کے عیوب و محاسن کو ظاہر کرنا

کہا جاتا ہے کہ: ”نقدت الناس إذا عبتهم و اغتبتهم“^⑤

تم نے لوگوں کا نقد کیا جب تم ان کے عیب اور کمزوریوں کو بیان کیا۔

اسی سے حضرت ابو درداءؓ کی حدیث ہے:

”إن نقدت الناس نقدوك و إن ترکتہم ترکوک“ بمعنی إن عبتہم عابوک^⑥

اگر تم نے لوگوں کی عیب جوئی کی تو وہ تمہاری عیب جوئی کریں گے اور اگر تم نے ان کی عیب جوئی اسے ترک کر ڈالی وہ

بھی ترک کر دیں گے۔

یہاں نقد کا معنی کسی کے عیوب کا اظہار اور اس کی کمزوریوں کا احاطہ کرنا ہے۔ مؤخر الذکر معنی اصطلاحی مفہوم کے قریب ہے۔

① ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۵/۳

② یہ شاعر سیبویہ ہے جس کی کنیت ابو بشر اور نام عمرو بن عثمان ہے۔ علم نحو کا نامور امام مکررا ہے۔ فارس کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بصرہ میں پرورش پائی اور ۷۷ھ کو بیضاہ شہر

میں چالیس سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی: ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ص: ۱۰/۶۷۶ الزیات، تاریخ الادب العربی، ص: ۲۳۳

③ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۵/۳

④ حسین یوسف، الانصاح، ص: ۱۲۰۳/۲ ⑤ احمد رضا، معجم متن اللغة، ص: ۵۲۵/۵

⑤ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۴۲۵/۳

⑥ یہ حدیث کتب حدیث میں کہیں نہ مل سکی۔

محدثین کی اصطلاح میں نقد حدیث کا مفہوم



(i) ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمیٰ نے نقد کی تعریف یوں کی ہے:

”بأنه تمييز الأحاديث الصحيحة من الضعيفة والحكم على الرواة توثيقاً وتجريراً“^①

صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا اور رواۃ حدیث پر توثیق یا تخریج کے اعتبار سے حکم لگانا۔

(ii) ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن الاعظمیٰ کے نزدیک نقد کی تعریف:

”هو تمييز الصحيح من السقيم بعد جمع طرق الحديث وإمكان النظر فيها“^②

حدیث کے طرق جمع کر کے اور اس میں غور و فکر کرنے کے بعد صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے الگ کرنا۔

(iii) ڈاکٹر سہیل حسن نقد حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”احادیث کے تنقیدی جائزے کو ”نقد الحدیث“ کہا جاتا ہے۔ محدثین کے نزدیک اس سے مراد صحیح احادیث کو ضعیف

احادیث سے الگ کرنا، ان کے طرق جمع کرنا اور پوری طرح مطالعہ کرنے کے بعد ان پر حکم لگانا ہے“^③۔

ان تعریفات سے درج ذیل تین نکات ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کرنا۔

۲۔ احادیث کے تمام طرق کو جمع کرنا۔

۳۔ رواۃ حدیث کے حفظ و ضبط کا جائزہ لے کر ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا حکم لگانا۔

امام علی بن المدینی انہی نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه“^④

باب ہے اس بیان کے بارے میں کہ جب (حدیث) کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں، اس (حدیث) کی غلطی واضح نہیں ہو سکتی۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

① مصطفیٰ الاعظمیٰ، منج النقد، ص: ۵، ⑤ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۵

② ضیاء الرحمن الاعظمیٰ، معجم مصطلحات الحدیث، ص: ۵۱۷

③ سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، ص: ۳۸۹

④ الخطیب، الجامع لآخلاق الراوی، ص: ۲/۲۱۲

”لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجها ما عقلناه“^①

اگر ہم حدیث کو تیس سندوں سے نہ لکھیں ہم اسے سمجھ نہیں سکتے۔

امام ابن المبارک بیان کرتے ہیں:

”إذا أردت أن يصح لك الحديث فاضرب بعضه ببعض“^②

اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ حدیث تمہارے لیے صحیح ہو جائے تو اس کی اسناد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاؤ۔

امام ایوب سختیانی کا قول ہے:

”إذا أردت أن تعرف خطأ معلمك فجالس غيره“^③

اگر تم اپنے استاد کی غلطی معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم دوسرے اساتذہ کی مجلس میں بیٹھو۔

غرضیکہ نقد حدیث ایک خاص علمی منہج پر قائم ہے۔ اس علمی منہج پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن رقمطراز ہیں:

”محدثین کے ہاں نقد حدیث کسی محقق کے ذوق نظر کے تابع نہیں بلکہ یہ ایک مضبوط علمی منہج پر قائم

ہے جنہیں تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اگر راوی مکثرین میں سے ہے تو اس کی احادیث کے تمام طرق و اسانید جو اس کے تلامذہ کے مابین

پھیل چکی ہیں، جمع کی جائیں گی تاکہ وہ سچا راوی جو اپنی روایات کو پوری طرح مکمل اور محفوظ رکھتا ہے وہ

ضعیف اور جھوٹے راوی سے پہچانا جاسکے۔

۲۔ اگر راوی کثرت حدیث کے سبب مشہور نہ ہو تو اس کی احادیث دیگر رواۃ کی احادیث پر پیش کر کے

انہیں پرکھا جائے گا۔

۳۔ تمام رواۃ کو عدالت (راوی) کے قواعد پر پرکھا جائے گا اور ان کے حفظ و ضبط کی معرفت حاصل کی

جائے گی^④۔

① الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۲/۲۱۲

② الخطیب، الجامع لاخلاق الراوی، ص: ۲/۳۵۳

③ الداری، سنن الداری، باب الرجل یفتی بشیئ، حدیث نمبر ۶۴۳، ص: ۱/۱۶۱

④ ضیاء الرحمن الاظمی، منہج، منطلقات الحدیث، ص: ۵۱۷

نقد حدیث کی اقسام

محدثین کرام نے حدیث کے دونوں حصوں سند اور متن پر نقد کیا ہے۔ چنانچہ نقد حدیث کی پہلی قسم نقد سند ہے۔ نقد سند کے لیے محدثین کرام نے ”علم الاسناد اور علم الجرح والتعديل“ کا فن ایجاد کیا ہے ①۔

امام شافعی نقد سند پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ولا يستدل على أكثر صدق الحديث وكذبه إلا بصدق المخبر وكذبه إلا في

الخاص القليل من الحديث.....“ ②

اکثر و بیشتر مخبر کی صداقت اور اس کی کذب بیانی پر کسی حدیث کے صدق و کذب پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ماسوائے کچھ خاص احادیث کے۔

نقد کی دوسری قسم نقد متن ہے۔ محدثین کرام نے نقد سند کے ساتھ ساتھ حدیث کے متن پر بھی نقد کیا ہے۔ کیونکہ صحت سند صحت متن کے لیے ضروری نہیں ہے۔ سند اور متن کے لحاظ سے صحیح اور ضعیف احادیث کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

۱۔ سند اور متن دونوں صحیح ہوں مثلاً آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار)) ③

جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

۲۔ سند اور متن دونوں باطل ہوں مثلاً موضوع روایت ہے:

((ربيع أمتي العنب والبطيخ)) ④ (تربوز اور انگور میری امت کے لیے بہار ہے)

۳۔ سند ضعیف ہو اور متن صحیح ہو اس کی مثال آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((من لا يهتم بأمر المسلمين فليس منهم و من لا يصبح و يمسي ناصحاً لله و

لرسوله ولكتابه ولإمامه ولعامة المسلمين فليس منهم)) ⑤

جو مسلمانوں کے معاملہ کے بارے میں اہتمام نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے اور جو صبح و شام اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی

کتاب، اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔

① تفصیل کے لیے علم الاسناد: صفحہ نمبر ۳۸۳؛ علم الجرح والتعديل: صفحہ نمبر ۵۰۱

② الشافعی، الرسالة، ص: ۳۹۹

③ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۳۶۱، ص: ۵۸۲

④ ابن القیم، المنار، ص: ۵۵ ⑤ الالبانی، سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة، ص: ۱۵۵/۲

⑤ البیہقی، مجمع الزوائد، ص: ۸۷/۱ ⑥ الالبانی، سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة، ص: ۳۱۲/۳ اس سند میں عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کا والد (جعفر) دونوں ضعیف ہیں۔

۴۔ سند صحیح ہو اور متن باطل ہو، یہ قسم واقع میں بہت کم اور نادر ہے۔ مثلاً یہ روایت:

((إن الشمس ردت لعلی بعد العصر والناس يشاهدونها))^①

حضرت علیؑ کے لیے عصر کے بعد سورج واپس لوٹا یا گیا اور لوگ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحتِ سند، صحتِ متن (حدیث) کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اس بارے میں ابن الصلاح بیان کرتے ہیں:

”والحكم بالصحة أو الحسن على الإسناد لا يلزم منه الحكم بذلك على المتن إذ قد

يكون شاذاً أو معللاً“^②

کسی سند کے صحیح یا حسن ہونے کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی حکم متن کا ہے، کیونکہ کبھی کبھار متن شاذ اور معلول ہوتا ہے۔

متن کی اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے نقدِ سند کے ساتھ نقدِ متن پر بھرپور توجہ دی ہے۔

امام خطیب بغدادی رقمطراز ہیں:

”والأخبار كلها على ثلاثة أضرب فضرب منها يعلم صحته و ضرب منها يعلم فسادہ

و ضرب منها لا سبيل إلى العلم بكونه على واحد من الأمرين دون الآخر..... و

أما الضرب الثاني و هو ما يعلم فسادہ فالطريق إلى معرفته أن يكون مما تدفع

العقول صحته بموضوعها والأدلة المنصوصة فيها..... أو يكون مما يدفعه نص

القرآن أو السنة المتواترة أو أجمعت الأمة على رده أو يكون خبراً عن أمر من أمور

الدين يلزم المكلفين علمه و قطع العذر فيه فإذا ورد وروداً لا يوجب العلم من حيث

الضرورة أو الدليل علم بطلانه.....“^③

احادیث کی تین اقسام ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کی صحت معلوم ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اور

تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں (اقسام) میں سے کسی ایک قسم کے ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو اور نہ ہی اسے پہچاننے کا

کوئی اور طریقہ ہو دوسری قسم جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اس کی معرفت کا راستہ یہ ہے کہ وہ روایت ایسی ہو جس کے موضوع

ہونے کی بناء پر عقل اور صریح اذلہ اس کا رد کر دیں یا نص قرآنی اور سنت متواترہ اس کا رد کر دیں یا اس کے مردود ہونے پر

امت کا اجماع ہو جائے یا امور دین سے متعلق کوئی معاملہ ہو جس کا علم مکلفین کے لیے ضروری ہو اور اس میں ان کا عذر قابل

① ابن الجوزی، الموضوعات، ص: ۳۵۵/۱ ② ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ص: ۱۸۵/۳ ③ ابن عراق، تہذیب الشریعہ، ص: ۳۷۹/۱

④ ابن القیم، المنار، ص: ۵۷ ⑤ الطحاوی، مشکل الآثار، ص: ۸/۲

⑥ العسقلانی، المذہب، ص: ۳۵۸/۱ ⑦ السخاوی، القامد الحسین، ص: ۲۲۶

⑧ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۸ ⑨ الخطیب، الکفاۃ، ص: ۱۷

قبول نہ ہو اور جب کوئی ایسی خبر آئے جس کا جاننا ضرورۃً یا دلیل کی بنا پر لازمی ٹھہرتا ہو اس کے باطل ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ امام ابن قیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا بغیر سند دیکھے کسی موضوع حدیث کی معرفت کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ”یہ اس شخص کے لیے ممکن ہے جسے سنن صحیحہ کی مکمل معرفت حاصل ہو اور یہ سنن صحیحہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ اس طرح رس بس جائیں کہ اسے سنن اور آثار کی معرفت کا ایک ملکہ اور کامل خصوصیت حاصل ہو جائے.....“ ①

المختصر یہ کہ محدثین کے نزدیک نقد سند کے ساتھ نقد متن ایک ضروری امر ہے اور نقد متن کے لیے انھوں نے علم التاریخ، علم اصطلاحات حدیث کا فن ایجاد کیا ہے۔



نقد حدیث کی ابتدا اور ضرورت و اسباب

﴿ نقد حدیث کا آغاز اور مختلف ادوار

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمیٰ نقد حدیث کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”بدأ البحث والتنقيب في أحاديث رسول الله ﷺ في حياته وما كان الأمر يعدو في حينه سؤال النبي ﷺ نفسه وهذا الإستفسار كان على نطاق ضيق جداً إذ الصحابة ما كانوا يكذبون ولا يكذب بعضهم بعضهم الآخر بل كان غاية البحث في ذلك الوقت هو التدقيق بل هو نوع من التوثيق للطمانينة القلبية ولهم في ذلك أسوة في سيرة أبي الأنبياء عليه السلام ﴿ وإذ قال إبراهيم رب أرني كيف تحي الموتى قال أولم تؤمن قال بلى ولكن ليطمئن قلبي ﴾^① ومحال أن يكون إبراهيم عليه السلام قد شك في قدرة الله سبحانه وتعالى وهكذا كان تدقيق الصحابة في حياة النبي ﷺ لمزيد من الإطمئنان القلبي لا غير“^②

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی احادیث کے بارے میں تحقیق اور کھوج لگانے کی ابتدا ہو چکی تھی اور یہ تحقیق اور استفسار اس وقت صرف نبی ﷺ سے سوال کرنے تک ہی محدود تھا، کیونکہ صحابہ کرامؓ حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اور نہ ہی وہ اس میں ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق، چھان بین کے معنی میں تصدیق کی ایک قسم تھی جو قلبی اطمینان کے لیے ہوتی ہے اور اس بارے میں ان کے پاس ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے ایک نمونہ بھی تھا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک و شبہ کریں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں چھان بین سے کام لیتے تھے تاکہ مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے ان کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں تھا۔

﴿ عہد رسالت میں

عہد رسالت میں نقد حدیث کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نقد حدیث کا

آغاز ہوا اور نقد حدیث کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔^③

① البقرہ: ۲۶۰/۲ مصطفیٰ الاعظمی، منہج النقد، ص: ۷ ② خلدون الاحدب، اسباب اختلاف المحدثین، ص: ۳۵

③ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت منام بن ثعلبہ کا واقعہ مذکور ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں: ”..... ایک بدوی شخص آیا، اس نے کہا اے محمد ﷺ ہمارے پاس آپ کا ایک قاصد آیا ہے جس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا..... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد نے ہمیں بتایا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا..... پھر

امر واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی ہر حدیث مبارکہ کو براہ راست نبی ﷺ سے نہیں سنا تھا بلکہ کچھ احادیث انھوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی تھیں اور کچھ اپنے دوسرے ساتھیوں کے واسطے سے، کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ان کا ہر مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا۔ اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ①

کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہمارے اموال میں ہمارے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے..... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ سال میں ہمیں ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے..... پھر اس نے کہا آپ ﷺ کے قاصد کا خیال ہے ہم پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے.....

۲۔ سنن نسائی میں ہے کہ ”نزلت علیٰ یمن سے قربانی کا جانور لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ سے اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اشتعال کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فاطمہؓ نے تو رنگ دار کپڑے پہن لیے ہیں اور سرمہ لگایا ہے اور کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے، میں نے ہی اسے اس کا حکم دیا تھا۔“ النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الکراہیۃ فی الثیاب المصبغة، حدیث نمبر ۲۷۱۳، ص: ۳۷۵

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں: ”مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے“ اور آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے کسی شخص کی طرح نہیں ہوں۔ الصبح، المسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلة قائماً وقاعداً، حدیث نمبر ۱۷۱۵، ص: ۲۹۸

۴۔ حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک تلاوت کی، آپ ﷺ کھڑے تھے، آپ ﷺ نے گزشتہ واقعات کے بارے میں ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی، حضرت ابو الدرداءؓ یا حضرت ابو ذرؓ مجھے ٹولنے لگے (یا آنکھ سے اشارہ کیا) اور کہنے لگے یہ سورت کب نازل ہوئی ہے، میں تو اب اسے سن رہا ہوں، میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب سب چلے گئے، کہنے لگے میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے؟ لیکن تم نے مجھے خبر نہیں دی، حضرت ابیؓ نے جواب دیا آج تمہیں اپنی نماز سے صرف لغو بات کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور انھیں یہ واقعہ بتایا اور ابیؓ نے جو انھیں کہا اس کی خبر بھی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابیؓ نے سچ کہا۔“ ابن حبیل، المسند، ص: ۱۳۳/۵ ⑤

۵۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: ایک بار رسول اللہ ﷺ (عید) اُضحیٰ یا (عید) فطر کے موقع پر نماز گاہ کی طرف گئے اور انھیں وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور انھیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا..... پھر جب آپ ﷺ گھر واپس جانے لگے تو حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت زینبؓ کہنے لگی: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس زیور ہے جسے میں نے صدقے میں دینا چاہا لیکن ابن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور اس کی اولاد زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر صدقہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد تمہارے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب الزکوٰۃ علی الأقارب، حدیث نمبر ۱۳۶۲، ص: ۲۳۷

① حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

”.....کننا نتناوب النزل علی رسول اللہ ینزل یوماً وأنزل یوماً فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحي وغيره وإذا نزل فعل مثل ذلك.....“ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، ایک دن میں جاتا اور دوسرے دن وہ جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ کی لے آتا اور جب وہ جاتا وہ بھی اسی طرح کرتا۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر ۸۹، ص: ۲۱

چنانچہ صحابہ کرامؓ جو کچھ آپ ﷺ سے یا دیگر صحابہ سے سنتے اس پر عمل کرتے اور دوسروں تک اسے پہنچاتے اور کبھی انہیں تاکید و توثیق کی ضرورت پیش نہ آتی۔ الا یہ کہ انہیں حدیث میں کسی قسم کا اشکال ہوتا تب وہ اس بارے میں تحقیق و توثیق کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت کم سوال کرتے۔ اس لیے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ اصحاب محمد ﷺ پر رحم فرمائے جنہوں نے اپنی زندگی میں صرف چودہ سوال کئے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے“^①۔ بلکہ انہیں سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

”نہینا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شيء فكان يعجبنا أن يجيء الرجل من أهل البادية العاقل فيسأله و نحن نسمع.....“^②

ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا، ہمیں یہ پسند تھا، کہ کوئی عقل مند بدوی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سوال کرے اور ہم سن رہے ہوں۔

عہد رسالتؐ میں صحابہ کرامؓ کا حدیث کے بارے میں نقد نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے کو حدیث مبارکہ بیان کرنے کے بارے میں دروغ گوئی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے:

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

”ماکان بعضنا یکذب علی بعض“^③ (ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتا تھا)

☆ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

”لیس کل مانحدثکم عن رسول الله ﷺ سمعناہ منہ ولكن حدثنا أصحابنا.....“

ہر وہ بات جو ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ ہمارے اصحاب نے ہمیں حدیث بیان کی ہے۔ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۸۶

☆ حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں:

”ماکل الحدیث سمعناہ من رسول الله ﷺ کان یحدثنا أصحابنا عنہ کانت تشغلنا عنہ رعیۃ الإبل“

ہم نے ہر حدیث رسول اللہ ﷺ سے (براہ راست) نہیں سنی، ہمارے اصحاب ہمیں آپ ﷺ سے نقل کردہ حدیث بیان کرتے تھے، اونٹوں کی چروائی نے ہمیں اس (حدیث) سے مشغول رکھا۔ ابن حبیل، المسند، ص: ۲۸۳/۴ ⑤ ابن حبیل، العلل، ص: ۵۶۶/۲ ⑥ الخطیب، الکفایۃ، ص: ۲۸۵

☆ ایک دوسری روایت میں حضرت براءؓ بن عازب سے یہ الفاظ منقول ہیں، آپ فرماتے ہیں:

”لیس کلنا کان یسمع رسول الله ﷺ کانت لنا ضیعة وأشغال ولكن الناس لم یکنوا یکذبون یومئذ فیحدث الشاهد الغائب“

ہم سب رسول اللہ ﷺ سے (سب کچھ) نہیں سنتے تھے کیونکہ ہم زمین کی دیکھ بھال اور دوسری مصروفیت کی وجہ سے مشغول تھے لیکن اس وقت لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، حاضر شخص غائب کو حدیث بیان کرتا تھا۔ الراہر مزی، المحدثات الفاصل، ص: ۲۳۵

① الرازی، التفسیر الکبیر، ص: ۲۸۱/۲ ② المسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب السؤال عن أركان الإسلام، حدیث نمبر ۱۰۲، ص: ۲۷

③ الراہر مزی، المحدثات الفاصل، ص: ۲۳۵

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول ہے:

”.....و نحن قوم لا يكذب بعضهم بعضاً“^① (اور ہم ایسی قوم ہیں جو ایک دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتے تھے)

✽ عہد بنو امیہ میں نقد حدیث

عہد بنو امیہ میں نقد حدیث وسیع پیمانے پر ہونے لگا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وضع حدیث کے مختلف اسباب و عوامل پیدا ہو چکے تھے^②۔ وضع حدیث کے انہی عوامل و اسباب نے علم نقد حدیث کے دائرہ کو وسیع کر دیا تھا۔ گمراہ کن فرقوں نے موضوع احادیث کو وضع کر کے اپنے مذہب کو تقویت دینے کی سعی لا حاصل کی، جس کے نتیجے میں صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کلام رسول ﷺ (احادیث) کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب من گھڑت کلام سے علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ محدثین کرام (صحابہؓ و تابعینؓ) نے کلام رسول کی حفاظت کے لیے جہاں علم الاسناد کو ضروری قرار دیا، اور راویان حدیث کو علم جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھا، وہیں حدیث کے متن (Text) کو بھی چانچا اور پرکھا، صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز کو واضح کیا اور اس ضمن میں انھوں نے کسی قسم کی کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ و تابعینؓ کو جب بھی کسی روایت کے بارے میں ذرا سائل مل ہو یا اس کی صحت میں شک ہو تو انھوں نے بلا جھجک اس پر نقد کیا۔

✽ اس عہد میں نقد صحابہؓ حدیث کی امثلہ:

- ۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی: ((الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط)) (جس چیز کو آگ چھوئے (اس کے کھانے سے) وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ پیڑ کا ایک ٹکڑا ہی ہو)۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ((أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحمیم))^③ (کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی سے بھی وضو کریں)
- ۲۔ حضرت عائشہؓ نے جب حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت سنی: ((من غسل میتاً فليغتسل و من حملة فليتوضأ)) تو حضرت عائشہؓ کہنے لگی: ((أو نجس موتی المسلمین وما علی رجل لو حمل عوداً))^④ (کیا مسلمانوں کے مردے ناپاک ہیں؟ اگر کوئی شخص لکڑی اٹھالے تو اس پر (وضو) نہیں ہے)

① الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۸۶ ② دیکھئے صفحہ نمبر ۴۳۹

③ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر ۷۹، ص: ۲۱

④ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل الميت، حدیث نمبر ۳۱۶۱، ص: ۴۶۲

⑤ الزکشی، الإجابة لإیراد ما استدرکتہ عائشہ علی الصحابة، ص: ۱۳۵

۳۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت سنائی گئی: ((إِنَّ الْمَيْتَ يَعْذِبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)) (بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے) تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں: ((وَاللَّهِ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَطُّ.....)) ① (بخدا رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا)۔

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں:

((إِنَّكُمْ لَتَحْدِثُونَنِي عَنْ غَيْرِ كَاذِبِينَ وَلَا مَكْذِبِينَ وَلَكِنْ السَّمْعُ يَخْطِئُ)) ②

بے شک تم نے حدیث بیان کی ہے، نہ تم دونوں جھوٹے ہو اور نہ جھٹلاتے ہو لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

((وَحَسْبُكُمْ الْقُرْآنُ)) ③ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى﴾ ④

تمہیں قرآن کریم کافی ہے۔ (جس میں مذکور ہے) ”کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا“۔

۴۔ حضرت فاطمہ بنت قیس نے جب یہ حدیث بیان کی: ((طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا عَلَى

عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا سَكْنَى لَكَ وَلَا نَفَقَةَ)) (نبی ﷺ کے عہد میں میرے خاوند

نے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے رہائش اور نان و نفقہ نہیں ہے)۔ تو حضرت عمرؓ فرمانے

لگے: ((لَا نَدْعُ كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّنَا ﷺ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي أَحْفَظْتَ أَمْ

نَسِيتِ)) ⑤ (ہم کتاب اللہ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتے۔ کیا معلوم اسے

یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے)۔

۵۔ حضرت محمود بن ربیع نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی: ((فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ)) (جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لیے ”لا الہ الا اللہ“ کہا اللہ

نے اس پر آگ حرام کر دی)۔ تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے سن کر فرمایا: ((وَاللَّهِ مَا أَظُنُّ رَسُولَ

اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا قُلْتُ قَطُّ)) ⑥ (خدا کی قسم میرا نہیں خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا کہا ہوگا جو تم نے کہا ہے)

① المسلم، الحج، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببكاء أهله عليه، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص: ۳۷۴

② المسلم، الحج، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببكاء أهله عليه، حدیث نمبر ۲۱۴۲، ص: ۳۷۴

③ المسلم، الحج، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببكاء أهله عليه، ص: ۳۷۵

④ فاطر: ۱۸/۳۵

⑤ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی المطلقة ثلاثا، حدیث نمبر ۱۱۸۰، ص: ۲۸۷

⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التہجد، باب صلاة النوافل جماعة، حدیث نمبر ۱۱۸۶، ص: ۱۸۹

ڈاکٹر محمد لقمان السلفی عہد صحابہؓ کی نقد حدیث کی بعض امثلہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”والمقصود من هذه الأمثلة هو الإستدلال على أن الصحابة نظروا في المتن
..... ولكن الذي ينبغي أن لا يفوتني من الذكر أن ردهم لبعض الأحاديث لم
يتعدى الإختلاف في فهم تلك الأحاديث أو أن مدلول الحديث كان معمولاً به ثم
نسخ بعد ذلك ولم يبلغ راويه هذا النسخ فظل على العمل بروايته أو توقف
الصحابي فيما لم يبلغه من الأحاديث حتى يتأكد من أنها صدرت من رسول
الله ﷺ“ ①

ان امثلہ سے مقصود دراصل اس بات پر استدلال کرنا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کے متنوں پر نظر رکھی لیکن یہاں پر یہ
بیان کرنا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بعض احادیث کو رد کرنے کا مطلب صرف احادیث کو سمجھنے میں اختلاف کی بنا پر تھا یا مدلول
حدیث پہلے قابل عمل تھا پھر منسوخ ہو گیا لیکن اس کے راوی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ اپنی نقل کردہ روایت پر ہی عمل پیرا
رہا یا پھر وہ صحابی جسے احادیث نہیں پہنچیں، اس نے اسے قبول کرنے سے توقف کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں یقین کر
لیا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوئی ہے۔

علامہ خلدون الاحدب عہد صحابہؓ میں نقد حدیث کی امثلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”بعد هذا يمكن القول بأن نشأة النقد وارتباطه بالقبول والرد كان في زمن
الصحابة رضوان الله عليهم وكان لابد من وجوده حيث إن الضبط والحفظ لا
مدخل لها في العدالة فالصحابة رضوان الله عليهم أجمعين عدول كلهم بتعديل الله
سبحانه لهم أما الضبط والحفظ فشيء آخر فقد حفظ منهم من حفظ، ونسي من
نسي وكان بعضهم أحفظ من بعض ولهذا كله نشأ النقد“ ②

اس کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ نقد کی ساخت و پرداخت اور اس کے قبول و رد کے ساتھ وابستگی عہد صحابہؓ میں تھی اور اس (نقد)
کا وجود ضروری تھا کیونکہ عدالت میں حفظ و ضبط کا کوئی دخل نہیں ہے، تمام صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی تعذیل کی وجہ سے عدول ہیں،
البتہ ضبط و حفظ ایک دوسری چیز ہے۔ ان میں سے بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا اور بعض، بعض سے زیادہ حافظ تھے۔
ان تمام چیزوں کی وجہ سے نقد کی نشوونما ہوئی۔

① محمد لقمان، اہتمام المحدثین، نقد الحدیث، ص: ۳۱۳

② خلدون الاحدب، اسباب اختلاف المحدثین، ص: ۲۲/۱

حافظ ابن حبان کا تابعین کے بارے میں کلام گزر چکا ہے کہ تابعین بھی صحابہ کرام کی طرح روایات کے نقل کرنے اور بیان کرنے میں محتاط واقع ہوئے تھے۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تابعین کے نقد حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وقد أصبح هذا الإتجاه قويا عند التابعين و من بعدهم من الأئمة النقاد من المحدثين فهم بالإضافة إلى اهتمامهم بالإسناد و نقد الرجال الذين هم معيار صدق الحديث أو كذبه كانت لهم نظرات في متن الحديث و توثيقه بعيداً عن السند“^①

اور یہ رجحان تابعین اور ان کے بعد محدثین ائمہ نقاد کے ہاں قوی ہو گیا اور وہ اسناد اور نقد رجال جو حدیث کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار ہے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ متن حدیث اور اس کی توثیق کے بارے میں سند کے علاوہ بھی غور و خوض کرتے تھے۔

❁ تابعین میں نقد حدیث کی امثلہ:

۱۔ سعید بن مسیب نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے والد (سعد بن وقاص) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا:

((أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبى بعدى))

تم میرے نزدیک اس طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

سعید بیان کرتے ہیں:

میں نے یہ چاہا کہ میں سعد بن وقاص سے بالمشافہہ ملوں اور اس روایت کے بارے میں پوچھوں، چنانچہ میں سعد سے ملا میں نے انھیں عامر کی بیان کردہ حدیث سنائی، کہنے لگے میں نے اسے (رسول اللہ ﷺ سے) سنا ہے، میں نے کہا کیا آپ نے واقعتاً سنا ہے تو انھوں نے اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ کر کہا جی ہاں اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں^②۔

۲۔ ایوب بن کيسان سختیانی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے ایوب کہتے ہیں، مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا:

”ألا تعجب حدثني القاسم عن عائشة أنها قالت أهللت بالحج وحدثني عروة

عنها أنها قالت أهللت بعمره ألا تعجب“^③

① لقمان، اہتمام المحققین، ج ۱، حدیث ۳۱۴: ۳۱۴

② المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضل علی بن ابی طالب، حدیث نمبر ۶۲۱۷، ص: ۱۰۵۹

③ ابن خلیل، العلل، معرفۃ الرجال، ص: ۱۲۶/۲

کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں کہ مجھے قاسم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کردہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کی نیت کی..... اور عروہؓ نے ان سے مجھے حدیث بیان کی کہ عائشہؓ نے کہا میں نے عمرہ کی نیت کی کیا تمہیں تعجب نہیں ہے۔

۳۔ جبیر بن نفیر نے حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں:

((کنامع النبی ﷺ فشخص ببصره إلى السماء ثم قال هذا أوان يختلس العلم من الناس حتى لا يقدر روا منه على شيء.....))

ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر کہا یہ وقت ہے کہ جب لوگوں سے علم اچک لیا جائے گا یہاں تک کہ تھوڑے سے علم پر بھی وہ قادر نہیں رہیں گے۔

جبیر کہتے ہیں میں حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے ملا اور ان سے کہا:

((ألا تسمع ما يقول أخوك أبو الدرداءؓ فأخبرته بالذي قال أبو الدرداءؓ قال صدق أبو الدرداءؓ.....)) ①

کیا آپ نے سنا نہیں جو تمہارا بھائی ابوالدرداءؓ کہتا ہے چنانچہ میں نے انھیں ابوالدرداءؓ کے قول کی خبر دی تو انھوں نے کہا ابوالدرداءؓ نے سچ کہا ہے۔

۴۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں:

”سمعت عبد الله بن عمرؓ عن نبيذ الجر يقول حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فأتيت ابن عباسؓ فقلت ألا تسمع ما يقول ابن عمرؓ قال وما يقول قلت قال حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فقال صدق ابن عمرؓ حرم رسول الله ﷺ نبيذ الجر فقلت وأى شيء نبيذ الجر قال كل شيء يصنع من المدر“ ②

میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا میں نے کہا کیا آپ نے سنا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے سچ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ میں نے کہا گھڑے کی نبیذ کس سے ہوتی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہر وہ چیز جو مٹی سے تیار ہوتی ہے۔

۵۔ سوید بن عبدالعزیز نے مغیرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

”ہم ایک شیخ کی طرف گئے جس کے بارے میں ہمیں خبر ملی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتا ہے۔ جب ہم ابراہیم

① الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی ذهاب العلم، حدیث نمبر ۲۶۵۳، ص: ۶۰۲

② ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأشربة، باب فی الأوعية، حدیث نمبر ۳۶۹۱، ص: ۵۲۹

انہی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے تمہارا کیا کام ہے، ہم نے کہا ہم ایک شیخ کے پاس آئے ہیں جو احادیث بیان کرتا ہے۔ ابراہیم نے کہا ہم تو اس شخص سے احادیث لیتے ہیں جو ان (احادیث) کے علل کو جانتا ہو اور ہم نے ایسے شیخ کو پایا ہے جو حدیث بیان کرتے ہوئے حلال کو حرام سے بدل ڈالتا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہوتا،^①

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابعین نے بھی حدیث کے بارے میں نقد سے کام لیا تاہم انہیں کسی راوی کی عدالت میں ہرگز شک و شبہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر اس چیز کا امکان باقی تھا کہ شاید کسی سے حدیث سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہو یا پھر انہوں نے حدیث سنی ہی نہیں اور جب انہیں حدیث سنائی گئی تو انہیں تعجب ہوا، چنانچہ انہیں ان کے بارے میں تحقیق اور ثبوت کی ضرورت پیش آئی۔

❖ تبع تابعین کی نقد حدیث

عصر تبع تابعین میں نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب اختیار کیا جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ صحابہؓ کے عہد میں فتنہ وضع حدیث اس قدر وسیع اور عام نہیں ہوا تھا جس قدر اس دور میں پھیلا تھا۔ چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد حدیث نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔ انہوں نے رجال، متون حدیث دونوں پر نقد کیا اور اس علم کو انہوں نے اپنے اساتذہ تابعین سے لیا تھا جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ یہ انہی کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ آج امت کے ہر فرد کے پاس صحیح احادیث کا مجموعہ موجود ہے۔

حافظ ابن حبان ان ائمہ نقاد کے گراں قدر کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ثم أخذ عن هؤلاء مسلك الحديث وانتقاد الرجال وحفظ السنن والقدح في الضعفاء جماعة من أئمة المسلمين والفقهاء في الدين منهم سفيان بن سعيد الثوري و مالك بن انس و شعبة بن الحجاج و عبد الرحمن بن عمرو والأوزاعي و حماد بن سلمه و الليث بن سعد و حماد بن زيد و سفيان بن عيينة في جماعة معهم إلا أن من أشدهم انتقاداً للسنن وأكثرهم مواظبة عليها حتى جعلوا ذلك صناعة لهم لا يشوبونها بشيء آخر ثلاثة أنفس مالك والثوري وشعبة“^②

پھر ائمہ مسلمین، فقہائے دین نے ان (صحابہؓ) سے حدیث کے طریق کار، نقد رجال اور حفظ سنن، ضعفاء کی جرح کو اختیار کیا ان میں سفيان بن سعيد ثوري، مالك بن انس، شعبة بن حجاج، عبد الرحمن بن عمرو، الأوزاعي، حماد بن سلمه، ليث بن سعد، حماد بن زيد،

① ابن عبد البر، التمهيد، ص: ۲۹/۱

② ابن حبان، المجروحين، ص: ۳۰/۱

سفیان بن عیینہ اور ایک جماعت تھی مگر ان سے زیادہ سنن (احادیث) کا نقد کرنے والے اور اس پر ہیشگی کرنے والے جنہوں نے اسے ان کے لیے ایک صنعت قرار دیا جسے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے تھے اور وہ تین اشخاص تھے: امام مالک، سفیان ثوری، اور شعبہ۔

نقد حدیث کی ضرورت و اسباب

فتنہ وضع حدیث جب رونما ہوا۔ اہل باطلہ نے دروغ گوئی کا سلسلہ شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہر قسم کی احادیث منسوب کی جانے لگیں۔ اس طرح صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تو حضرات تابعین و تبع تابعین نے وضاعین اور دشمنان حدیث کا مختلف طریقوں سے مقابلہ کیا^①۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ جو انہوں نے اختیار کیا وہ نقد حدیث کا تھا جس کے بارے میں ان کے پاس اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ائمہ دین نے نقد حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ نقد حدیث کے انہی محرکات کی طرف امام ترمذی اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ما حملهم على ذلك عندنا. والله أعلم إلا النصيحة للمسلمين لا نظن أنهم أرادوا الطعن على الناس أو الغيبة إنما أرادوا عندنا أن يبينوا ضعف هؤلاء لكي يعرفوا لأن بعضهم من الذين ضعفوا كان صاحب بدعة و بعضهم كان متهماً في الحديث و بعضهم كانوا أصحاب غفلة و كثرت خطاء فأراد هؤلاء الأئمة أن يبينوا أحوالهم شفقة على الدين و تبيناً لأن الشهادة في الدين أحق أن يثبت فيها من الشهادة في الحقوق والأموال“^②

ہماری نظر میں انہیں (ائمہ دین کو) مسلمانوں کی خیر خواہی نے راغب کیا ہے۔ یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انہوں نے لوگوں کی عیب جوئی یا ان کی غیبت کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے لوگوں کی کمزوری واضح کی جائے کیونکہ بعض وہ لوگ جو ضعیف قرار دے دیئے گئے تھے وہ بدعتی تھے اور بعض پر جھوٹی حدیث بیان کرنے کی تہمت تھی اور بعض غافل اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے تھے۔ چنانچہ ان ائمہ نے دین پر جھوٹ گھڑنے کے ذرے اور اسے بیان کرنے کی غرض سے ایسے لوگوں کے احوال کو بیان کیا ہے کیونکہ دین کی گواہی کو حقوق اور اموال کی گواہی کے مقابلہ میں بیان کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔

حافظ ابن رجب اس بارے میں فرماتے ہیں:

① دیکھیے، فتنہ وضع حدیث کا سد باب اور محدثین کی خدمات: صفحہ نمبر ۴۷

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۴۲/۱

”وسبب هذا أنه قد كثر الكذب على علي في تلك الأيام كما روى شريك عن أبي اسحاق

سمعت خزيمة بن نصر العبسي أيام المختار و هم يقولون ما يقولون من الكذب و كان

من اصحاب علي قال: ”ما لهم قاتلهم الله أي عصابة شانوا وأي حديث أفسدوا“^①

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؑ پر کثرت سے جھوٹ بولا جانے لگا جس طرح شریک ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ (انہوں

نے کہا) میں نے خزیمہ بن نصر عبسی سے جن دنوں میں مختار نے قتلہ برپا کیا اور وہ جھوٹ کہہ رہے تھے اور وہ اصحاب علیؑ میں سے تھا

حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ انہیں غارت کرے کس جماعت کا مرتبہ کم کر رہیں ہیں اور کتنی زیادہ احادیث کو انہوں نے فاسد کر دیا ہے۔

اگر علماء امت اس طرح نقد حدیث کا کام شروع نہ کرتے تو صحیح اور کمزور احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا، بہت

سی سنتیں و آثار ضائع ہو جاتے، استنباط اور اعتبار کا معاملہ باطل ٹھہرتا، نیز شریعت اسلامی خلط ملط ہو جاتی یہ انہی علماء دین کی شاندار

مساعی کا نتیجہ ہے کہ جن کی بدولت شریعت اسلامی کا یہ سرچشمہ صافی اور پاک ہے جس میں کسی قسم آمیزش نہیں ہے۔

جزاهم الله خير الجزاء و أوفاه



① ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۵۲/۱

مشہور ائمہ نقاد اور ان کے نقد حدیث کا طریقہ کار

عہد صحابہؓ و تابعینؓ میں فتنہ وضع حدیث کا جو دروازہ کھلا تھا، بنو امیہ کے آخری دور میں اس فتنہ کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا، چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد نے اس فتنہ کا تدارک کیا، انھوں نے رواۃ حدیث اور متون حدیث دونوں پر نقد کیا، اور اسے ایک صنعت قرار دیا، جس کی وجہ سے نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب کی صورت اختیار کر لی۔ صحیح اور موضوع حدیث کے مابین فرق و امتیاز کرنے کے لیے جن ذرائع (یعنی علم الاسناد، علم الجرح والتعديل، علم التاريخ، علم الزواۃ وغیرہ) سے استفادہ کرنا ممکن تھا، اس دور کے ائمہ نقاد نے ان سے بھرپور طریقے سے استفادہ کیا۔ اس دور کے نمایاں ائمہ نقاد میں درج ذیل سرفہرست ہیں:

(۱) امام عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی^①

(۲) امام شعبہ بن حجاج^②

(۳) امام سفیان بن سعید الثوری^③

(۴) امام مالک بن انس^④

(۵) امام عبداللہ بن مبارک^⑤

(۶) امام سفیان بن عیینہ^⑥

(۷) امام یحییٰ بن سعید القطان^⑦

ذیل میں علم نقد حدیث میں ان ائمہ کا مقام و مرتبہ اور نقد رجال میں ان کا طریقہ کار بیان کیا جاتا ہے:

✽ امام عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی

آپ اپنے وقت کے جرح و تعديل کے ائمہ میں سے تھے۔

ابن ابی حاتم کا قول ہے:

”وكان من العلماء الجهابذة النقاد من أهل الشام“^⑧

آپ اہل شام کے دانا نقاد علماء میں سے تھے۔

ابن عدی^⑨، ابن حبان^⑩، اور ذہبی^⑪ نے بھی آپ کا شمار علمائے نقاد میں کیا ہے۔

- | | | | |
|---|---|---|--|
| ① | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۸۵ | ② | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۱ |
| ③ | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۳ | ③ | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۹۸ |
| ⑤ | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۱ | ④ | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۰۸ |
| ⑥ | سوانح حیات کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۱۱ | ⑤ | الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۸۴ |
| ⑦ | ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۹۹ | ⑥ | ابن حبان، المعجزین، ص: ۴۰/۱ |
| ⑧ | الذہبی، ذکر من يعتمد قولہ فی الجرح والتعديل، ص: ۱۶۲ | | |

آپ حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ متشدد تھے، صرف اپنے من پسند شخص کو حدیث بیان کرتے تھے۔ چنانچہ بعض طلبہ ائمہ سے سفارش کراتے تھے تاکہ آپ انھیں حدیث بیان کریں۔ اس کی وضاحت ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے:

ایک شخص سفیان بن سعید ثوریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا اوزاعیؒ کو لکھیں کہ وہ مجھے حدیث بیان کریں۔ تو سفیان نے کہا میں تمھیں لکھ تو دیتا ہوں مگر میرا خیال کہ وہ تمھیں احادیث بیان کریں ①۔

نیز آپ کا قول ہے: ہم نقل روایت میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، آپ کہا کرتے تھے:

”كنا نسمع الحديث فنعرضه على أصحابنا كما يعرض الدرهم الزيف على الصيارفة“ ②

ہم حدیث سن لینے کے بعد اسے اپنا اساتذہ کے سامنے پیش کر دیتے تھے جس طرح کھوٹے دراہم زرگر کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں نیز آپ کا قول ہے۔

”خذ دينك ممن تثق به و ترضى به“ ③

تم اپنا دین (احادیث) اس شخص سے لو جس پر تمھیں اعتماد ہے اور جسے تم پسند کرتے ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا:

”يا بني لو نقبل من الناس كل ما يعرضونه علينا لأوشك بنا أن نهون عليهم“ ④

اے بیٹے! اگر ہم لوگوں کی ہر بات کو قبول کر لیں تو ممکن ہے وہ ہمیں ہچ سمجھیں۔

جب آپ سے کوئی سائل سوال کرتا کہ آپ نے کس سے سماع کیا ہے تو آپ جواب دیتے:

”ليس لك حملته، حملته لنفسى عن أثق به“ ⑤

میں نے انھیں (احادیث کو) تمھارے لیے نہیں سنا، میں نے تو اپنے لیے ان کا سماع ایسے شخص سے کیا ہے جس پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔

آپ مقطوع ① اور اہل شام کی مراہیل ④ کو حجت قرار دیتے تھے ⑧۔

① الذہبی، میر اعلام العلماء، ص: ۱۱۴/۷ ② الرازی، المجرع والتعديل، ص: ۲۱/۲ ③ الرازی، المجرع والتعديل، ص: ۲۹/۲

④ الفسوی، کتاب المعرفۃ والتاریخ، ص: ۹۹/۲ ⑤ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۴۳

⑥ مقطوع سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی یا اس سے پہلے کسی شخص کی طرف منسوب ہو۔ دیکھئے: ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۴۷

⑦ مراہیل مرسل کی جمع ہے۔ مرسل ہر وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند میں صحابی کا نام نہ ہو۔ تابعی براہ راست رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کر رہا ہو۔

الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۲۲۵ ⑧ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۵۱ ⑨ العراقی، التقييد والایضاح، ص: ۷۱

⑩ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ص: ۲/۲

⑪ الذہبی، میر اعلام العلماء، ص: ۱۱۴/۷ ⑫ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۲۴۲/۶

✽ نقد رجال کی مثال:

یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے:

”میں نے اوزاعیؒ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا جو وہم کا شکار ہو جاتا تھا تو آپ نے کہا اس (شخص) کے وہم کو بیان کرو“^①

✽ امام شعبہ بن حجاج:

محدثین کرام رجال حدیث پر شعبہ کے حکم کو تسلیم کرتے تھے، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ شعبہ رجال حدیث کے امام تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہا کرتے تھے:

”كان شعبة أمة وحدة في هذا الشأن“^②

اس معاملہ (رجال حدیث) میں شعبہ ایک امت کی حیثیت رکھتے تھے۔

یحییٰ بن سعیدؒ کا قول ہے:

”كان شعبة أعلم بالرجال“^③

رجال (حدیث) کے بارے میں امام شعبہ کے پاس سب سے زیادہ علم تھا۔

امام شعبہ ”علم الجرح والتعديل“ کے بانی تھے۔ ابن رجب کا قول ہے:

”وهو أول من وسّع الكلام في الجرح و التعديل واتصال الأسانيد وانقطاعها ونقب عن

دقائق علم العلل وائمة هذا الشأن بعده تبع له في هذا العلم“^④

امام شعبہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم الجرح و التعديل اور اتصال سند اور انقطاع سند کے بارے میں تفصیلاً کلام کیا اور علم العلل کے

باریک بین مسائل کا کھوج لگایا اور آپ کے بعد اس علم کے ائمہ اس علم میں آپ کے متبعین ہیں۔

علامہ ذہبیؒ کا قول ہے:

”كان ابو بسطام إماماً ثباتاً، حجة ناقداً.... وهو أول من جرح و عدّل وأخذ عنه في هذا

الشأن يحيى بن سعيد القطان وابن مهدي وطائفة“^⑤

ابو بسطام (امام شعبہ کی کنیت) امام، ثقہ، ناقد اور صاحبِ حجت تھے..... سب سے پہلے آپ نے جرح اور تعديل کی ابتداء کی۔ (بعد

① ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۱۱۳

② ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۵۹ ③ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۴۴/۴

④ ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۸۵ ⑤ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۴۵/۴

⑥ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۵۹/۱ ⑦ الذہبی، سير أعلام النبلاء، ص: ۲۰۶/۸

ازاں) یحییٰ بن سعید، ابن مہدی اور ایک جماعت نے آپ سے اس علم کو حاصل کیا۔

امام ابو حاتم کا قول ہے:

”وكان شعبة أبصر بالحديث و بالرجال و كان الثوري أحفظ و كان شعبة بصيراً بالحديث جداً فهما له كأنه خلق لهذا الشأن“^①

امام شعبہ حدیث اور علم رجال کے بارے میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے اور سفیان ثوری حدیث کے بڑے حافظ تھے۔ اور شعبہ۔۔۔ حدیث میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے پس یہ دونوں حضرات گویا کہ حدیث اور علم رجال کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔

آپ رجال حدیث پر کلام کو واجب قرار دیتے اور اسے ثواب کا کام سمجھتے اور اسے اللہ کے لیے غیبت کرنے کے مترادف قرار دیتے۔

مکی بن ابراہیم کا قول ہے:

”كان شعبة يجيء إلى عمران بن حدير فيقول تعال نغتاب ساعة في الله عزوجل نذكر مساوئي أصحاب الحديث“^②

امام شعبہ عمران بن حدير کے پاس آکر کہتے آؤ کچھ دیر اللہ کے لیے غیبت کریں۔ اصحاب حدیث کی (حدیث کے بارے میں) کمزوریاں، برائیاں ذکر کریں۔

نضر بن شميل شعبہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام شعبہ کہا کرتے تھے:

”تعالوا نغتاب في الله“^③ (آؤ اللہ کے واسطے (حدیث نبوی کے لیے) غیبت کریں)

حماد بن زید کا قول ہے:

”ایک مرتبہ شعبہ نے مجھ سے اور عباد بن عباد، جریر بن حازم سے ایک شخص کے بارے میں کلام کیا تو ہم نے شعبہ سے کہا اب بس کرو، کہنے لگے ایسا کرنا (حدیث کے رواد کے بارے میں کلام کرنا) ہم پر واجب ہے.....“^④

ابن حبان نے حماد بن زید سے نقل کیا ہے:

”.....ایک مرتبہ امام شعبہ میرے پاس رات کو آئے اور کہنے لگے تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں ابان کے بارے میں کچھ نہ بولوں لیکن اس کے بارے میں نہ بولنا جائز نہیں اس لیے کہ وہ رسول ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے“^⑤

① الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۲۸ ② ابن رجب، شرح منی الترمذی، ص: ۱۷۵/۱

③ ابن حبان، الجرح وین، ص: ۱۹/۱ ④ ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۱۱۶

⑤ ابن حبان، الجرح وین، ص: ۲۰/۱ ⑥ الرازی، مقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۷۱

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے:

”كان شعبة يتكلم في هذا حسبة“^①

شعبہ حدیث کے رواۃ کے بارے میں کلام کرنے کو ثواب سمجھتے تھے۔

حماد بن زید سے بھی یہی قول مروی ہے^②۔

یزید بن ہارون کا قول ہے:

”لولا أن شعبة أراد الله عز وجل ما ارتفع هكذا يعني كلامه في رواية العلم“^③

اگر اللہ تعالیٰ شعبہ کے ذریعے اس علم کی بلندی کا ارادہ نہ فرماتے تو یہ علم ہرگز بلند نہ ہوتا یعنی شعبہ کا رواۃ علم (حدیث) کے بارے میں کلام کرنا۔

امام شعبہ صرف ثقہ رواۃ سے حدیث روایت کرتے تھے۔

علی بن مدینی کہتے ہیں:

ایک باریکی بن سعید القطان نے ہم سے قاسم بن عوف کا ذکر کیا۔ یحییٰ نے کہا کہ شعبہ نے کہا کیا تم اس کے پاس گئے ہو؟ چنانچہ یحییٰ نے اپنے سر سے اشارہ کیا، میں (یعنی ابن المدینی) نے یحییٰ سے کہا اس کا معاملہ کیسا ہے تو آپ بات دھرانے لگے، میں نے یحییٰ سے کہا کیا شعبہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے تو کہنے لگے اگر ضعیف نہ ہوتے تو ان سے یقیناً روایت کرتے“^④۔

نیز علی بن مدینی کا قول ہے:

”كل شيء يحدث به شعبة عن رجل فلا تحتاج أن تقول عن ذلك الرجل إنه سمع فلانا قد كفاك أمره“^⑤

شعبہ جب کسی شخص سے حدیث بیان کرے تو تمہیں اس شخص کے بارے میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس نے فلاں شخص سے سنا ہے۔ تجھے اس کے معاملہ میں تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔

امام شعبہ حدیث کو ایک مرتبہ سن کر مطمئن نہیں ہوتے تھے بلکہ کئی بار حدیث سن کر مطمئن ہوتے^⑥۔

① الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۷۱

② الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۱/۲

③ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۶۲

④ ابن عدی، مقدمة الكمال، ص: ۱۲۶

⑤ الذہبی، تذكرة الحفاظ، ص: ۱۹۴

⑥ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۶۱

② الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۷۱

③ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۵۰

⑤ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۶۸

⑥ الذہبی، سير اعلام النبلاء، ص: ۲۱۹/۷

⑤ ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۱۸

⑥ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۳۲۶/۳

نقد رجال کی امثلہ



علامہ ذہبیؒ نے امام شعبہؒ کو ان ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے جنہوں نے رواۃ حدیث کے بارے میں بہت زیادہ کلام کیا ہے ①۔

آپ کے کلام کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جرح کے بارے میں بہت تشدد تھے۔ مثلاً:

آپ سے منقول ہے کہ: ”آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے جانور کو دوڑا رہا تھا چنانچہ

آپ نے اس سے روایت ترک کر دی“ ②

اسی طرح ”آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو وزن کرتے ہوئے ترازو کو جھکا دیتا، آپ نے اس سے روایت نہیں لی“ ③

نیز آپ نے ابو زبیر کو دیکھا، جو اچھے طریقے سے نماز نہیں پڑھ رہا تھا، آپ نے اس سے روایت نہیں لی ④۔

اور آپ نے منہال بن عمرو کو اس لیے چھوڑ دیا کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے گھر میں ان کی آواز سن لی تھی ⑤۔

مذکورہ اسباب کی بناء پر کسی کی روایت کو ترک کر دینا اور اسے مورد جرح قرار دینا درست نہیں کیونکہ یہ اسباب، جرح کا سبب

نہیں بنتے اس لیے ابن الصلاح نے ان میں سے بعض اسباب پر تنقید کی ہے ⑥۔

علامہ ذہبیؒ نے بھی منہال بن عمروؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے

”أن ما غمز به شعبة لا يوجب غمز الشيخ“ ⑦

شعبہ نے جو ان (منہال) پر طعن کیا ہے حقیقت میں یہ شیخ پر کوئی طعن نہیں ہے۔

آپ جرح کے صیغوں میں مبالغہ سے کام لیتے تھے مثلاً آپ کا قول ہے:

”لأن أرتكب سبعين كبيرة أحب إليّ من أن أحدث عن أبان بن أبي عياش“ ⑧

سترہ کبیرہ گناہ کر لینا میرے نزدیک اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں ابان بن ابی عیاش سے حدیث بیان کروں۔

امام شعبہؒ ضعیف اور متروک رواۃ سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔

امام عبد اللہ بن مبارکؒ بیان کرتے ہیں کہ شعبہؒ نے کہا:

”هذا عباد بن كثير فاحذروه“ ⑨

یہ عباد بن کثیر ہے اس سے بچو (یعنی اس سے روایت مت لو)

① الذہبی، ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعديل، ص: ۱۵۸

② ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۰/۱ ③ ابن حبان، المجروحین، ص: ۳۰/۱

④ الرازی، مقدمة الجرح و التعديل، ص: ۱۵۱ ⑤ الرازی، مقدمة الجرح و التعديل، ص: ۱۵۳

⑥ ابن الصلاح، مقدمة ابن الصلاح، ص: ۱۳۰ ⑦ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۹۲/۳

⑧ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص: ۲۰۶/۱ ⑨ المسلم، مقدمة الصحيح، باب بیان أن الإسناد، من الدین، حدیث نمبر ۳۸، ص: ۱۲

آپ نے معاذ العنبرؓ کی طرف لکھا:

”لا تكتب عن أبي شيبه قاضى واسط“^①

واسط کے قاضی ابوشیبہ سے (احادیث) مت لکھیے۔

آپ نے جریر بن حازمؓ کی طرف پیغام بھیجا:

”لا يحل لك أن تروى عن الحسن بن عماره فإنّه كذب“^②

تمہارے لیے حسن بن عمارہ سے روایت کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ”امام شعبہ بعض دفعہ کسی شخص کو حدیث بیان کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے اگر تم نے حدیث بیان کی تو میں تمہاری بادشاہ سے شکایت کروں گا۔ اس طرح آپ نے سماک بن حرب کی بیان کردہ حدیث کی غلطی کو واضح کیا^③۔“

✽ امام سفیان بن سعید ثوریؓ

آپ کا شمار متوسطہ طبقہ کے نقادوں میں سے ہوتا ہے جیسا کہ ابن حجر نے بیان کیا ہے^④۔

ائمہ نقاد نے آپ کی اس فن (علم الجرح والتعديل) میں مہارت تائمہ کی شہادت دی ہے اور آپ کو اس فن کے بانیوں میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے آپ کو ان ائمہ میں ذکر کیا جن کا قول جرح و تعديل کے بارے میں قابل اعتماد ہے^⑤۔

امام ابن ابی حاتم^⑥ اور ابن عدی نے بھی آپ کو ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے^⑦۔

امام سفیان کا مشہور قول ہے:

”لما استعمل الرواة الكذب استعملنا لهم التاريخ“^⑧

جب رواۃ نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو ہم نے ان کے لیے تاریخ کو استعمال کیا۔

آپ کا مذکورہ قول: ”علم الجرح والتعديل“ کے بنیادی اور اہم قاعدہ میں شمار ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے:

”الثورى أعلم بحديث الكوفيين و مشايخهم من شعبة“^⑨

ثوری کوفہ کے محدثین اور ان کی حدیث کو شعبہ سے زیادہ جانتے تھے۔

- ① الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۳۳ ② المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حديث نمبر ۷۲، ص: ۱۶
- ③ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۳۷ ④ المسلم، مقدمة الصحيح، باب بيان أن الإسناد من الدين، حديث نمبر ۷۲، ص: ۱۶
- ⑤ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۱۵۸ ⑥ السخاوی، المحکمون فی الرجال، ص: ۸۸
- ⑦ الذہبی، ذکر من يعتمد قوله فی الجرح و التعديل، ص: ۱۶۳ ⑧ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱۸/۳ ⑨ السخاوی، الاعلان بالتوخي، ص: ۱۹۳
- ⑧ الرازی، تقدمة الجرح والتعديل، ص: ۵۵ ⑨ ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۱۲۳
- ⑩ ابن عدی، مقدمة الکامل، ص: ۱۳۹ ⑪ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱۶۳/۱

نیز امام احمد کا قول ہے:

”سفيان أحفظ للإسناد و أسماء الرجال من شعبة“^①

سفيان اسناد اور أسماء الرجال کے شعبہ سے زیادہ حافظ ہیں۔

ابو حاتم کا قول ہے:

”هو إمام أهل العراق وأتقن أصحاب أبي إسحاق وهو أحفظ من شعبة

وإذا اختلف الثوري وشعبة فالثوري“^②

سفيان اہل عراق کے امام اور ابو اسحاق کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں۔ آپ شعبہ سے زیادہ حافظ ہیں۔ جب شعبہ

اور ثوری کسی حدیث کے بارے میں اختلاف کریں تو ثوری کا قول قابلِ حجت ہوگا۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

”له نقد وذوق“^③ (سفيان ناقد اور نقد کا ذوق رکھنے والے تھے)

نقد رجال کی مثلہ:

آپ سے ثور بن یزید شامی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا:

خذوا عنه و اتقوا قرنيه إنه كان قدريا“^④

اس سے لے لو اور اس کے سینگوں سے بچو یعنی وہ قدری تھا۔

نیز آپ کا قول ہے:

كان جابر ورعا في الحديث ما رأيت أرفع في الحديث من جابر“^⑤

جابر حدیث میں احتیاط کرنے والا تھا۔ میں نے جابر سے زیادہ حدیث میں احتیاط کرنے والے کسی شخص کو نہیں

دیکھا۔

ابن ابی عمر العطار فرماتے ہیں ایک دفعہ سفيان ثوری کے ساتھ مسجد حرام میں تھا کہ ادھر سے عبدالوہاب بن مجاہد گذرے سفيان

کہنے لگے: ”هذا كذاب“^⑥ (یہ جھوٹا ہے)۔ ایک مرتبہ آپ کو کہا گیا:

”مالك لا تحدث عن ابان بن عياش“ آپ کو کیا ہے کہ آپ ابان بن عياش سے حدیث بیان نہیں کرتے۔

تو آپ نے فرمایا: ”كان أبان نسيا للحديث“^⑦ (ابان حدیث کو بھلا بیٹھا ہے۔)

① ابن رجب، شرح ظل الترمذی، ص: ۱۶۳/۱ ② الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۶۶

③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۱۶۹/۲ ④ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۷۴

⑤ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۷۴ ⑥ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۷۶

⑦ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۷۷

✽ امام مالک بن انسؒ

آپ نقد رجال کے ائمہ میں سے تھے۔ امام سفیانؒ بن عیینہ کا قول ہے:

”ما كان أشد انتقاد مالك للرجال وأعلمه بشأنهم“^①

نقد رجال کے سلسلہ میں امام مالک بہت تشدد واقع ہوئے ہیں، اور اس (نقد رجال) کے معاملہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

ابن البرکاء بیان ہے:

”معلوم أن مالكا كان من أشد الناس تركا لشذوذ العلم وأشدّهم انتقاداً للرجال۔۔۔“^②

یہ بات معلوم ہے کہ امام مالکؒ شاذ علم کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ترک کرنے والے تھے اور نقد رجال کے سلسلہ میں بھی آپ سخت ترین تھے۔

یعقوب بن شبیبہ کا قول ہے:

”كان مالك ممن ينتقى الرجال“^③ امام مالکؒ راویوں میں سے انتخاب کرتے تھے۔

ابن حبان کا قول ہے:

”كان مالك أول من انتقى الرجال من الفقهاء بالمدينة۔۔۔۔۔“^④

فقہاء مدینہ میں سے امام مالکؒ نے سب سے پہلے رجال (حدیث) کا نقد کیا۔

نیز انھوں نے آپ کو ائمہ نقاد (حدیث) میں شمار کیا ہے^⑤۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

”هو أمة في نقد الرجال“^⑥ (نقد رجال کے سلسلہ میں امام مالکؒ ایک امت کی حیثیت رکھتے ہیں)

علامہ ذہبی نے امام مالکؒ کا شمار ان ائمہ میں سے کیا ہے جن کا قول ”علم الجرح والتعديل“ میں قابل اعتماد ہے۔ اور جنھوں

نے روات کے بارے میں بہت زیادہ کلام کیا ہے^⑦۔

① الرازی، تقدّم الجرح والتعديل، ص: ۳۳ ② ابن عبد البر، التمهيد، ص: ۶۵/۱ ③ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۲۶ ④ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۶/۱۰

⑤ ابن عبد البر، التمهيد، ص: ۶۵/۱ ⑥ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۷۸۱/۲

⑦ ابن حجر، تهذيب التهذيب، ص: ۹/۱۰ ⑧ ابن حبان، الجرح وحين، ص: ۳۰/۱

⑨ الذہبی، سير اعلام النبلاء، ص: ۷۲/۸ ⑩ الذہبی، ذکر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، ص: ۱۵۸

ابن ابی حاتم نے آپ کو چوٹی کے ائمہ نقاد میں شمار کیا ہے۔ ان کا قول ہے:

”فمن العلماء الجهابذة النقاد الذين جعلهم الله علما للإسلام وقادة في الدين ونقادا لناقلة الآثار من الطبقة الأولى بالحجاز مالك بن انس....“^①
طبقہ اولیٰ کے وہ دانا علماء نقاد جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کا علم اور دین کا نمونہ قرار دیا ہے اور وہ ناقلین آثار کے نقاد ہیں ان میں سے حجاز میں امام مالک ہیں۔

نقد رجال کی امثلہ

امام مالک رجال حدیث کے نقد کے بارے میں بہت متشدد تھے۔ آپ کہا کرتے تھے:

”لا يؤخذ العلم من أربعة ويؤخذ ممن سوى ذلك لا يؤخذ من سفيه معلن بالسنة وإن كان أروى الناس ولا من صاحب هوى يدعوا الناس إلى هواه ولا من كذاب في أحاديث الناس وإن كنت لا تتهمه أن يكذب على رسول الله ﷺ ولا من شيخ له عبادة وفضل إذا كان لا يعرف ما يحدث“^②

چار قسم کے لوگوں سے علم حاصل نہ کیا جائے اور ان کے علاوہ تمام لوگوں سے حاصل کیا جائے۔ (وہ چار اشخاص یہ ہیں):

(i) بے وقوف شخص جو اپنی بے وقوفی کی تشہیر کرنے والا ہو۔ اگرچہ ایسا شخص سب سے زیادہ روایت کرنے والا ہو۔

(ii) ایسا شخص جو اپنی خواہش کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو۔

(iii) ایسا شخص جو عام گفتگو میں جھوٹ تو بولتا ہو لیکن وہ حدیث رسول ﷺ کے بارے میں جھوٹ بولنے میں متہم نہ ہو۔

(iv) ایسا عبادت گزار اور صاحب مرتبہ شخص جسے حدیث کے بارے میں کچھ علم نہ ہو۔

۲۔ نیز آپ کا قول ہے:

”أدرکت فی مسجدنا هذا ستین أو سبعین من التابعین لم أکتب إلا عمن يعرف حلال الحدیث وحرامہ وزیادہ ونقصانہ“^③

اپنی اس مسجد میں ساٹھ یا ستر تابعین سے میری ملاقات ہوئی ہے مگر میں نے ان میں سے صرف اس شخص سے حدیث لکھی ہے جو حدیث کے حلال و حرام (یعنی صحیح و ضعیف) اور اس کی کمی و بیشی کی معرفت رکھتا تھا۔

۳۔ بشر بن عمر نے امام مالک سے محمد بن عبد الرحمن کے بارے میں پوچھا جو سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں تو

آپ نے جواب دیا: ”لیس بثقه“ (وہ ثقہ نہیں ہیں۔) اسی طرح میں نے آپ سے ابو الحویرث، شعبہ بن دینار

الباشمی جن سے ابن ابی ذئب روایت کرتے ہیں، صالح مولیٰ التوأمہ، حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا تو

① الرازی، تقدمت الجرح والتعديل، ص: ۱۰ ② ابن ندی، مقدمة الکامل، ص: ۱۰۳

③ ابن ندی، مقدمة الکامل، ص: ۱۰۵

آپ نے جواب دیا۔

”لیسوا بثقة فی حدیثہم“^① (یہ سب اپنی حدیث میں ثقہ نہیں ہیں)

۴۔ یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے۔

”سألت مالک بن انس عن ابراهیم بن ابی یحییٰ أکان ثقة قال لا ولا ثقة فی دینہ“^②

میں نے امام مالک بن انس سے ابراہیم بن ابی یحییٰ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ ثقہ ہیں تو آپ نے فرمایا جی نہیں اور نہ ہی وہ اپنے دین میں ثقہ ہیں۔

امام مالک ابن اسحاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

”دجال من الدجاجة“^③ (دجالوں میں سے ایک دجال ہے)۔

۵۔ عبدالرحمن بن قاسم فرماتے ہیں:

”سألت مالک عن ابن سمعان فقال كذاب“^④

میں نے امام مالک سے ابن سمعان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے ابو جابر بیاضی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا:

”لم یکن برضا“^⑤ (وہ پسندیدہ شخص نہیں ہیں)

امام رازی نے آپ کے اس طرح کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں^⑥۔

✽ امام عبداللہ بن المبارک

آپ کا شمار متوسط درجہ کے نقاد میں سے ہوتا ہے۔ جرح و تعدیل کے بارے میں آپ کا کلام لطیف نوعیت کا ہوتا ہے۔

احوال رجال اور اسناد کے بارے میں آپ نے بہت زیادہ کلام اور بحث و تمحیص سے کام لیا ہے۔ اسناد کے بارے میں آپ سے منقول اقوال اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ صحیح اور ضعیف حدیث کے مابین امتیاز کرنے میں کس قدر حریص واقع ہوئے تھے اور اسناد کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔

آپ کا قول ہے۔

”بیننا و بین القوم القوائم“^⑦ (ہمارے اور قوم کے مابین امتیاز حدیث کے پائے ہیں)

① المسلم، مقدمة الصحيح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۸۵، ص: ۱۸

② الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۱۹ ③ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۰

④ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۱ ⑤ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۲

⑥ الرازی، تقدمه الجرح والتعديل، ص: ۲۳

⑦ ابن حجر، تهذيب الجندب، ص: ۲۸۶/۵ ⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲۰۶ ⑨ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۱۶/۲

نیز آپ کا قول ہے:

① "الإسناد من الدين و لولا الإسناد لقال من شاء ما شاء"

(اسناد دین کا حصہ ہے، اگر اسناد نہ ہوتی جس کا دل چاہتا سو کہتا۔)

اور آپ کا قول ہے:

② "ليس جودة الحديث في قرب الإسناد ولكن جودة الحديث في صحة الرجال"

(لو اسناد میں حدیث کی کوالٹی (Quality) نہیں بلکہ صحت اشخاص میں حدیث کی کوالٹی ہے۔)

آپ کا قول ہے:

"بعد الإسناد أحب إلي إذا كانوا ثقات لأنهم قد تربصوا به و حديث بعيد

الإسناد صحيح خير من قريب الإسناد سقيم" ③

جب تمام رواۃ ثقہ ہوں تو بعید سند میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس کے تمام رواۃ دیکھے ہوئے ہوتے

ہیں اور بعید سند کی صحیح حدیث، قریب سند کی ضعیف حدیث سے بہتر ہے۔

◆ نقد رجال کی امثلہ

آپ حتی الوسع متہم اور ضعفاء رواۃ سے روایت نہیں کرتے تھے اور رجال حدیث کو خوب پرکھتے تھے، یہی وجہ ہے آپ نے

چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن ان میں سے صرف ایک ہزار شیوخ سے روایت کی۔

عبدالان کا بیان ہے:

"سموا لعبد الله رجلا يتهم في الحديث فقال لأن أقطع الطريق أحب إلي

من أن أحدث عنه" ④

عبداللہ بن المبارک کے سامنے ایک شخص کا نام لیا گیا جو حدیث میں متہم تھا تو آپ کہنے لگے ڈاکو بن جانا میرے

لیے پسندیدہ ہے کہ میں ایسے شخص سے حدیث بیان کروں۔

بلکہ آپ ایسے شخص کے پاس بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

آپ کا اپنا بیان ہے:

"رأيت روح بن غطيف صاحب الدم قدر الدرهم وجلست إليه مجلسا

فجعلت أستحيي أن يروني جالسا معه كره حديثه" ⑤

① ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۸۷/۱، ② المسلم، مقدمة الصحيح، باب بیان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۳۲، ص: ۱۱

③ ابن رجب، شرح ظل الترمذی، ص: ۶۲/۱، ④ ابن رجب، شرح ظل الترمذی، ص: ۶۳/۱

⑤ ابن رجب، شرح ظل الترمذی، ص: ۶۳/۱، ⑥ المسلم، مقدمة الصحيح، باب بیان أن الإسناد من الدين، حدیث نمبر ۴۲، ص: ۱۳

میں نے روح بن غطیف کو دیکھا جو حدیث صاحب دم درہم کی مقدار (یعنی جو حدیث ”درہم کی مقدار میں اگر خون نکل جائے تو نماز کو لوٹانا چاہیے“ کے) راوی ہیں۔ تو میں ان کی مجلس میں بیٹھ گیا لیکن مجھے اپنے ساتھیوں سے حیا آرہی تھی کہ کہیں وہ مجھے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھ نہ لیں کیونکہ وہ ان کی بیان کردہ حدیث کو مکروہہ جانتے تھے۔

آپ نے بعض ضعفاء (رواة) سے احادیث لینے کا راز بھی بتا دیا۔ آپ کا قول ہے:

”إني لأسمع الحديث فأكتبه وما أرى أن أعمل به ولا أحدث به ولكن

اتخذته عدة لبعض أصحابي إن عمل به أقول يعمل بالحديث“^①

بعض اوقات میں (ضعیف) حدیث سنتا اور اسے لکھ لیتا اس پر عمل کرنے یا اسے بیان کرنے کا میرا ارادہ ہرگز نہیں ہوتا ہے بلکہ اسے اس لیے لے لیتا ہوں تاکہ اپنے بعض اصحاب کے لیے تیار رکھوں اگر وہ اس (حدیث) پر عمل کریں گے تو میں انہیں کہوں گا (صحیح) حدیث پر عمل کرو۔

نیز آپ کا قول ہے:

”من رضىه أهل العلم فكتبوا عنه فهو عدل جائز الشهادة“^②

جس شخص پر اہل علم نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے اس سے لکھ لیا تو یہ (شخص) عادل ہے۔ جس کی شہادت جائز ہے۔

نعیم بن حماد کا قول ہے:

”كان ابن المبارك لا يترك حديث الرجل حتى يبلغه الشئ الذي لا يستطيع أن

يدفعه“^③

ابن مبارک کسی شخص کی حدیث کو ترک نہیں کرتے تھے الا یہ کہ آپ کو ایسی چیز پہنچ جاتی جس کا روکنا آپ کے لیے ممکن نہ ہوتا۔

آپ کا قول ہے:

”يكتب الحديث إلا من أربعة غلاط لا يرجع وكذاب و صاحب هوى يدعو

إلى بدعته رجل لا يحفظ فيحدث من حفظه“^④

چار اشخاص کے علاوہ تمام لوگوں سے حدیث لکھی جائے، وہ چار یہ ہیں:

۱۔ غلطی کرنے والا شخص جو اپنی غلطی سے رجوع نہ کرے۔

۲۔ جھوٹا شخص۔

۳۔ اپنی خواہش کا ساتھی جو اپنی بدعت کی طرف بلائے۔

۴۔ وہ شخص جو یاد نہ رکھ سکتا ہو اور وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرے۔

① ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸ ② ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸

③ الرازی، تقدمۃ الجرح والتعديل، ص: ۲۷۰ ④ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۳۳/۱

⑤ ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۲۳۲

امام سفیان بن عیینہؒ:

ابن ابی حاتم ①، ابن عدی ②، ابن حبان ③، اور ذہبی نے آپ کو کبار ناقدین میں سے شمار کیا ہے ④۔
امام سفیان ثوری آپ کے نقد حدیث کا برملا اظہار کیا کرتے تھے۔
عبد الحمید بن عبد العزیز کا قول ہے:

”کان سفیان إذا لم ير أصحاب الحديث أسندوا الأحاديث فكنت آتي ابن عيينة فيقول هذا خطأ وهذا كذا فأتى الثوري فيقول لي أتيت ابن عيينة فأخبره بما قال ابن عيينة فيقول هو كما قال“ ⑤

سفیان ثوریؒ جب اصحاب حدیث کو دیکھتے کہ وہ احادیث کی اسناد بیان نہیں کرتے تو میں ابن عیینہ کے پاس چلا آتا تو آپ کہتے یہ غلطی ہے اور یہ اس طرح ہے۔ پھر میں سفیان ثوریؒ کے پاس دوبارہ جاتا تو وہ مجھے کہتے کیا تم ابن عیینہؒ کے پاس گئے تھے؟ تو میں جو کچھ ابن عیینہؒ نے کہا ہوتا انھیں بتاتا تو آپ کہتے یہ اس طرح ہے جس طرح انھوں نے ارشاد فرمایا ہے۔

نقد رجال کی مثلہ:

آپ فرماتے ہیں: ”کنا نتقی حدیث داؤد بن الحصین“ ① ہم داؤد بن حصین کی حدیث (لینے سے) بچتے تھے (نیز آپ کا قول ہے: ”کان ابن عقیل فی حفظه شیء فکرهت أن ألقاه“ ②
ابن عقیل کے حافظہ میں ایک چیز تھی جسے میں نے بھینکنے کو مکروہ سمجھا۔

یحییٰ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں میں نے ابن عیینہ سے سنا آپ کہہ رہے تھے:

لا تسمعوا من بقية ما كان سنة و اسمعوا منه ما كان في ثواب وغيره ③
بقیہ سے سنت کے بارے میں سماع نہ کرو اور کسی دوسری چیز کے ثواب کے بارے میں سماع کر لو۔

نیز آپ فرماتے ہیں:

لم یکن من ولد ابی اسحاق أحد أحفظ عندي من يوسف بن اسحاق ④
میرے نزدیک ابوالاسحاق کی اولاد میں سے یوسف بن اسحاق سے زیادہ حافظ کوئی نہیں ہے۔

امام رازی نے نقد رجال کے باب میں آپ کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ⑤۔

- | | | | |
|---|--------------------------------------|---|--------------------------------------|
| ① | الرازی، المخرج والتعديل، ص: ۳۳۱ | ② | ابن عدی، مقدمۃ الکامل، ص: ۱۶۸ |
| ③ | ابن حبان، الثقات، ص: ۴۰۳/۶ | ④ | الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۴۶۴/۸ |
| ⑤ | الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۱۸۱/۹ | ⑥ | الرازی، مقدمۃ المخرج والتعديل، ص: ۴۰ |
| ⑦ | الرازی، مقدمۃ المخرج والتعديل، ص: ۴۰ | ⑧ | الرازی، مقدمۃ المخرج والتعديل، ص: ۴۱ |
| ⑨ | الرازی، مقدمۃ المخرج والتعديل، ص: ۴۵ | ⑩ | الرازی، مقدمۃ المخرج والتعديل، ص: ۴۵ |

❦ امام یحییٰ بن سعید القطان

ائمہ نقاد نے آپ کو اس فن (علم الجرح والتعديل) کے اولین بانیوں میں شمار کیا ہے اور اس فن میں آپ کی مہارت تائمہ کی شہادت دی ہے۔^①

ابو ولید^② کا قول ہے:

”ما رأيت أحداً كان أعلم بالحديث ولا بالرجال من يحيى بن سعيد“^③

میں نے یحییٰ بن سعید (القطان) سے زیادہ علم حدیث اور ”علم الرجال“ کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

امام ابن مدینی کا قول ہے:

”ما رأيت أعلم بالرجال من يحيى القطان“^④

میں نے یحییٰ (بن سعید) القطان سے زیادہ ”علم الرجال“ کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے:

”ما رأيت مثل يحيى بن سعيد في هذا الشأن يعني في معرفة الحديث و معرفة الثقات و غير الثقات فقل له: ولا هشيم؟ فقال: هشيم شيخ، ما رأيت مثل يحيى“^⑤

میں یحییٰ بن سعید کی مثل اس معاملہ یعنی حدیث کی معرفت اور ثقہ اور غیر ثقہ رواۃ کی معرفت میں کسی کو نہیں دیکھا چنانچہ آپ سے پوچھا گیا کیا: ”ہشیم بھی نہیں“ تو آپ نے جواب دیا: ”ہشیم تو شیخ ہیں، میں نے یحییٰ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

عبدالرحمن بن مہدی کا بیان ہے:

”اختلفوا يوماً عند شعبة، فقالوا: اجعل بيننا وبينك حكماً، فقال: قد رضيت بالأحول [يعني يحيى بن سعيد القطان] فما برحنا حتى جاء يحيى، فتحاكموا إليه، فقصى على شعبة، فقال له شعبة: ومن يطيق نقدك يا أحول أو من له مثل نقدك“^⑥

رضیت بالاحول [یعنی یحییٰ بن سعید القطان] فما برحنا حتی جاء یحییٰ، فتحاكموا إليه، فقصى على شعبة، فقال له شعبة: ومن يطيق نقدك

یا أحول أو من له مثل نقدك“^⑥

① السخاوی، فتح المغیث، ص: ۳۱۸/۳

② آپ کا نام ہشام بن عبدالملک الباہلی ہے، بصرہ کے کبار حفاظ حدیث میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ امام بخاری نے آپ سے ۱۰۷ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے ۲۲۷ کو وفات پائی۔ دیکھئے الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۳۸۷ ③ الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۳۰۱/۳

④ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۱۱/۲۵ ⑤ ابن حجر، تہذیب التہذیب، ص: ۳/۳۱۹

⑥ ابن حبان، المجروحین، ص: ۱/۵۲ ⑦ الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ص: ۹/۱۷۷

⑧ الرازی، الجرح والتعديل، ص: ۲/۲۱

⑨ الرازی، تقدیمہ، الجرح والتعديل، ص: ۳۲۳ ⑩ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص: ۱/۱۷۱ ⑪ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱/۲۹۹

ایک دن امام شعبہ اور دوسرے محدثین کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا، وہ کہنے لگے کوئی منصف مقرر کیجئے جس سے فیصلہ کرا لیں تو امام شعبہ نے کہا میرے اور تمہارے مابین حول (یعنی یحییٰ بن سعید القطان) منصف ہے۔ اتفاقاً یحییٰ بھی آگئے، چنانچہ انھوں نے اپنا مسئلہ انہیں بتایا تو انھوں نے امام شعبہ کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اس پر امام شعبہ بولے اے حول تمہارے نقد کے سامنے کون کھڑا ہو سکتا ہے یا آپ نے کہا تمہاری طرح کون نقد کر سکتا ہے۔

علامہ ذہبی نے تو آپ کو اولین جامعین ”علم الجرح والتعديل“ میں شمار کیا ہے^①۔

نیز علامہ ذہبی کا بیان ہے:

”عبدالرحمن بن مہدی کان هو و یحیی القطان المذكور، قد انتدبا لنقد الرجال وناهیك بهما جلاله و نبلا و علما و فضلا فمن جرحه لا یکاد والله یندمل جرحه، ومن وثقاه فهو الحجة المقبول ومن اختلفا فيه اجتهد فی أمره ونزل عن درجة الصحيح إلى الحسن، وقد وثقا خلقا كثيرا وضعفا آخرين“^②

عبدالرحمن بن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان دونوں نے نقد رجال کی نمائندگی کی ہے، تمہیں ان دونوں کی بزرگی، عالی ظرفی اور علم و فضل کافی ہے۔ جس شخص کی یہ حضرات جرح کریں بخدا اس کی مجروحیت کبھی مندل نہیں ہوتی اور جس کی یہ توثیق کر دیں وہ قابل حجت اور مقبول شخص ہے، اور جس کے بارے میں یہ دونوں اختلافی رائے رکھیں اس کے معاملہ میں غور و خوض کیا جائے گا اور وہ شخص صحیح کے درجہ سے نکل کر حسن کی طرف پلا جائے گا۔ انھوں نے خلق کثیر کی توثیق کی ہے اور دوسروں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن رجب نے اس بارے میں آپ کی توصیف یوں بیان کی ہے:

”هو خليفة شعبة والقائم بعده مقامه فی هذا العلم و عنه تلقاه أئمة هذا الشأن كأحمد و علی و یحیی و نحوهم وقد كان شعبة یحکمه علی نفسه فی هذا العلم“^③

یحییٰ بن سعید امام شعبہ کے بعد اس علم میں ان کے خلیفہ اور ان کے قائم مقام ہیں اس شان (علم الجرح والتعديل) کے ائمہ مثلاً امام احمد، علی بن الدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ ہی سے علم حاصل کیا ہے اور اس علم میں امام شعبہ آپ کو اپنے اوپر حکم (فیصل) مانتے تھے۔

① الذہبی، مقدمۃ السیران، ص: ۱۰/۱

② الذہبی، ذکر من یعتد قولہ فی الجرح والتعديل، ص: ۱۶۷

③ ابن رجب، شرح ملل الترمذی، ص: ۱۷۱/۱

ابو بکر بن خالد ① کا قول ہے۔ ایک مرتبہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے کہا:

”أما تخشى أن يكون هؤلاء الذين تركت حديثهم خصمائك عند الله عز وجل
قال لأن يكون هؤلاء خصمائي أحب إلي من أن يكون النبي ﷺ خصمي
يقول لي لِمَ لم تذب الكذب عن حديثي“ ②

کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ جن لوگوں سے آپ نے حدیث نہیں لی وہ (قیامت کے روز) اللہ کے پاس
آپ سے اس بارے میں جھگڑا کریں گے تو آپ نے جواب دیا ان کا جھگڑا کرنا نبی ﷺ کے جھگڑا کرنے سے
میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ کہ نبی ﷺ کہیں مجھے یہ نہ کہہ دیں کہ تم نے میری حدیث سے جھوٹ کا دفاع
کیوں نہیں کیا۔

آپ ”علم الجرح“ میں بہت زیادہ تشدد واقع ہوئے تھے۔ امام علی بن المدینی کا قول ہے:

”إذا اجتمع يحيى بن سعيد و عبد الرحمن بن مهدي على ترك رجل لم أحدث عنه
فإذا اختلفا أخذت بقول عبد الرحمن لأنه أقصد هما وكان في يحيى تشدد“ ③
امام یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمن بن مہدی جب کسی شخص کے متروک ہونے پر اتفاق کر لیں تو میں اس شخص سے حدیث بیان
نہیں کرتا اور اگر باہم اختلاف کریں تو میں عبد الرحمن بن مہدی کے قول پر عمل کرتا ہوں کیونکہ ان دونوں میں ان کا قول
معتدل ہوتا ہے جبکہ امام یحییٰ کے قول میں سختی ہوتی ہے۔

علامہ ذہبی کا قول ہے:

”كان يحيى بن سعيد متعننا في نقد الرجال فإذا رأيت قد وثق شيخا فاعتمد
عليه، أما إذا لين أحداً فتأناً في أمره حتى تری قول غيره فيه فقد ليتن مثل
اسرائيل وهمام و جماعة احتج بهم الشيخان وله كتاب في الضعفاء لم أقف عليه
ينقل منه ابن حزم وغيره ويقع كلامه في سؤالات علي وأبي حفص الصيرفي
وابن معين له“ ④

یحییٰ بن سعید نقد رجال کے سلسلہ میں تشدد تھے، جب وہ کسی شیخ کی توثیق کر دیں تو اس پر اعتماد کرنا چاہیے اور اگر وہ کسی
کے بارے میں قابل اعتراض باتیں منسوب کریں تو اس کے معاملہ میں انتظار کیا جائے گا یہاں تک اس کے بارے میں
کسی دوسرے کا قول دیکھ لیا جائے مثلاً انھوں نے اسرائیل، ہمام اور ایک جماعت کو لین قرار دیا حالانکہ امام بخاری و امام
مسلم نے انھیں قابل حجت قرار دیا ہے۔ آپ کی ایک کتاب ضعیف رواۃ کے بارے میں ہے جس سے ابن حزم وغیرہ نقل

① آپ کا نام محمد بن خالد الباہلی ہے۔ آپ دسویں طبقہ کے ثقہ راوی اور بصرہ اور بغداد کے امام تھے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان کے تلمیذ رشید تھے۔

بخاری، التاريخ الكبير، ص: ۷۶/۱ ② الرازي، الجرح والتعديل، ص: ۲۳۶/۳ ③ ابن حجر، تهذيب الجذب، ص: ۱۵۲/۹ ④ ابن حجر، تقريب الجذب، ص: ۱۵۹/۲

⑤ ابن حجر، تهذيب الجذب، ص: ۲۸۰/۶

⑥ الذہبی، سير اعلام النبلاء، ص: ۱۸۳/۹

کرتے ہیں۔ جس میں علی، ابو حفص الصیرفی، ابن معین نے آپ سے سوالات کیے اور آپ نے ان کا جواب دیا تھا۔
نیز علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

”إِنْ يَحْيَى مَتَعْنَتَ فِي الرِّجَالِ“^(۱) (بلاشبہ امام یحییٰ (بن سعید) نقد رجال میں متشدد ہیں)
ما فظ ابن حجر رقمطرازہ ہیں:

”إِذَا وَثِقَ ابْنُ مَهْدَى شَخْصًا وَضَعَفَهُ الْقَطَانُ فَإِنَّهُ لَا يَتْرَكَ لِمَا عَرَفَ مِنْ تَشْدِيدِ يَحْيَى وَمَنْ هُوَ مِثْلُهُ فِي النَّقْدِ“^(۲)

جب ابن مہدی کسی شخص کو ثقہ قرار دے دیں اور یحییٰ بن سعید القطان اسے ضعیف قرار دیں تو ایسے راوی کی روایت کو ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یحییٰ کی سختی معروف ہے۔ اور نقد میں ان کی طرح (متشدد) کون ہو سکتا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ شَدِيدُ التَّعْنَتِ وَخَاصَّةً فِي الْأَقْرَانِ“^(۳)
یحییٰ بن سعید سخت متشدد تھے خصوصاً ہم عصر لوگوں کے بارے میں۔

نقد رجال کی امثلہ

آپ نے عمرو بن علی سے کہا: ”لَا تَكْتُبْ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِمَّنْ لَا تَعْرِفُ فَإِنَّهُ لَا يَبَالِي عَمَّنْ حَدَّثَ“^(۴)
ہر اس شخص سے جسے تم پہچانتے نہیں مت لکھو۔ کیونکہ وہ جس شخص سے حدیث بیان کر رہا ہے اس بارے میں بے پروائی کرے گا۔

نیز آپ کا قول ہے: ”مَا تَرَكْتُ حَدِيثَ مُحَمَّدَ بْنِ إِسْحَاقَ إِلَّا لِلَّهِ“^(۵)
خوف خدا کے باعث میں نے محمد بن اسحاق کی احادیث ترک کر دیں۔

آپ نے نقد کے ایک اہم اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

”إِذَا كَانَ الشَّيْخُ يَثْبِتُ عَلَى شَيْءٍ وَاحِدٍ خَطَأً كَانَ أَصَوَابًا فَلَا بَأْسَ بِهِ وَإِذَا كَانَ الشَّيْخُ كُلُّ شَيْءٍ يُقَالُ لَهُ يَقُولُ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ“^(۶)

جب شیخ کسی ایک چیز پر اس بات کا اظہار کرے چاہے وہ غلط ہو یا درست تو کوئی حرج نہیں اور جب شیخ ہر چیز کے لیے کہے اس طرح کہا جاتا ہے ”فلیس بشیئ“ تو یہ کوئی چیز نہیں۔

① الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۲۶/۴ ② السخاوی، الامان بالتونج، ص: ۱۶۸

③ ابن حجر، مہدی الساری، ص: ۴۲۴ ④ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۰

⑤ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۱ ⑥ ابن عدی، الکامل، ص: ۱۱۰

علم حدیث اور روایۃ حدیث پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ یہ جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت کی روشن شمع ہے۔

اسلام کی مثال اس شجرہ طیبہ کی سی ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں بار آور ہیں۔ اُن گنت انسان اس کی ٹھندی چھاؤں میں بیٹھ کر اس کے شیریں پھلوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلَاهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾^①

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے بیان کی ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

روز اول ہی سے اسلام دشمن قوتوں نے اس شجرہ طیبہ کو کاٹ دینے کا تہیہ کر لیا۔ ان سے اسلام کی شان و شوکت اور اس کی عظمت دیکھی نہ گئی چنانچہ انھوں نے اسلام کی مخالفت کو اپنا وظیفہ حیات بنا لیا۔ مشرکین مکہ نے اسلام کے طلوع ہوتے ہی کائنات کو اس کی نورانی کرنوں سے محروم کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں جس نے تمام کائنات کو روشن کیے ہوا تھا۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے انھیں اس امر کی اجازت نہیں دی وہ نور الہی (اسلام) کو بجھانہ سکے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نَوْرَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾^②

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ انکار ہی ہے۔ وہ اپنا نور پورا کرے گا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

انھیں اسلام اور بانی اسلام میں کوئی خامی نظر نہ آئی تھی لیکن وہ اپنے زعم اور تخیل کے بل بوتے اسلام اور پیغمبر اسلام کی طرف بے بنیاد خامیوں کو منسوب کرتے رہے، انھیں اگر اسلامی تعلیمات میں کوئی حقیقی خامی نظر آتی تو وہ اس پر متفق ہو جاتے، لیکن سرے سے کوئی خامی تھی ہی نہیں۔ ان کا دل اور ضمیر شہادت دیتا ہے کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ سچ ہے بلکہ اس جیسا معجز کلام کسی انسان کا ہو ہی نہیں سکتا لیکن اس کے باوصف انھوں نے اس پیغام اور پیغمبر کی مخالف میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ بالآخر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ کچھ تو اس کے ابدی قانون کے سامنے سر تسلیم خم ہو گئے اور اسلام کے علمبردار بن کر اٹھے اور انھوں نے اسلام کے نور کو چار داگ عالم میں پھیلانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور کچھ ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور پھر انھیں کبھی سراٹھانے کا موقع نہ ملا۔ اہل مغرب کو جنھیں دنیا مستشرقین کے نام سے جانتی ہے بھی اسی طبقے کی بدبختی ورثے میں ملی ہے۔ انھوں نے حق کی اسی شمع

کو گل کرنے کا عزم صمیم کر لیا ہے جسے مشرکین مکہ کی پھونکوں نے روشن کر دیا تھا۔

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جس تیزی سے پھیلا تھا اور جس سرعت کے ساتھ اسلام نے لا تعداد انسانوں، بے شمار علاقوں اور کئی تہذیبوں کو مسخر کر لیا تھا یہ بات اہل مغرب کے لیے لمحہ فکریہ بن گئی تھی انھیں اس چیز نے بے چین کر رکھا تھا کہ اگر اسلام کی اشاعت اسی رفتار سے جاری رہی تو ساری دنیا پر اسلام کا پرچم لہرانے لگے گا، صلیب ٹوٹ جائے گی اور قوم بنی اسرائیل جو صدیوں نبوت و حکومت کے عظیم مناصب پر سرفراز رہی ہے وہ نہ صرف ان عظمتوں سے محروم ہو جائے گی بلکہ اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ خوف انھیں اس لیے لاحق تھا کہ وہ مسلمانوں کی جرأت، حوصلے اور ایثار کے سینکڑوں مظاہرے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ انھیں اپنی قومی بقا کا مسئلہ درپیش تھا۔ ان خطرات کے پیش نظر یہود و نصاریٰ نے اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششیں کیں اس مقصد کے لیے انھوں نے مختلف روپ دھارے، زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ ہائے واردات میں تو تبدیلیاں آتی رہیں لیکن ان کا ہدف ہمیشہ ایک ہی رہا، گویا کہ ان کے رویے میں تبدیلی مقصد کی تبدیلی نہیں بلکہ حکمت عملی کی تبدیلی تھی۔ چنانچہ انھوں نے قصر اسلام کے ان ستونوں کے گرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور پیغمبر اسلام کے پاکیزہ دامن کو آلودہ کرنے کی سعی نامبارک کی، مستشرقین کے اس پروپیگنڈے میں نہ انسانیت تھی اور نہ ہی شرافت، اس میں نہ تو صداقت کا کوئی پہلو تھا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی علمی تحقیق پر تھی۔ ان کے اسلاف نے اسلام کے خلاف جو بے بنیاد الزام تراشیاں کی تھیں انھیں بے بنیاد اور لغو ثابت کرنے کا کام بھی اللہ تعالیٰ نے انہی متاخرین مستشرقین سے لیا ہے جو خود بھی اسلام دشمنی میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

مستشرقین کے نزدیک اسلام کو ختم کرنا ایک عظیم مقصد تھا، اس مقصد کے لیے انھوں نے ہر حربہ استعمال کیا، میکا ولی نے انھیں یہ سنہری اصول بھی سکھا دیا تھا کہ مقصد عظیم ہو تو اس کے حصول کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرنا جائز ہے۔ ان کے راہبوں، پادریوں نے ان کے سامنے اس مقصد کی عظمت کو بڑے شاطرانہ انداز میں بیان کیا تھا اور انھیں بتایا تھا کہ ان کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے سے بڑا مقصد کوئی نہیں ہو سکتا، یہ مقصد ان کی نگاہ میں اتنا عظیم تھا کہ اس کے حصول کی خاطر انھوں نے جھوٹ، فریب، دھوکہ اور بہتان تراشی کے کسی حیلے کو بھی کراہت کی نظر سے نہیں دیکھا، چنانچہ انھوں نے ملت اسلامیہ کی قوت کے سوتوں کا سراغ لگانا شروع کر دیا جن سے اس شجرہ طیبہ کو مسلسل آبیاری ہو رہی ہے۔ بالآخر انھیں معلوم ہوا کہ اسلام کے شجرہ طیبہ کو تین سرچشموں سے مسلسل غذا مل رہی ہے، انھیں اس حقیقت کو سمجھنے میں ذرا تاثر نہ ہوا کہ جب تک قوت اور طاقت کے یہ سرچشمے موجود ہیں اس وقت تک نہ اسلام کے مضبوط درخت کو زمین بوس کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی ٹھنڈی چھاؤں اور لذیذ میوؤں سے انسانیت کو محروم کیا جاسکتا ہے، اور وہ سرچشمے قرآن کریم، احادیث نبویہ اور سیرت رسول ﷺ ہیں چنانچہ انھوں نے اسلام کے ان ستونوں کو گرانے کے لیے ایڑی چوٹی کا

زور لگایا، لیکن انھیں ہمیشہ اپنی ناکامیوں پر کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، وہ شیعہ اسلام جو مشرکینِ مکہ کی پھونکوں سے نہ بچھی، اور نہ ہی مدینہ کے یہود کی کوششوں سے ماند پڑی، اسے ان دیگر دشمنانِ اسلام کی صدیوں کی کوششیں بھی گل نہ کر سکیں۔

ان ناکامیوں کے بعد مستشرقین نے اسلام دشمن کارروائیوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کر لیا اور اسی تقسیم کار کے اصول پر عمل کیا، کسی نے قرآن کریم کو اپنی مشقِ ستم کا نشانہ بنایا اور اس پر دل کھول کر اعتراضات کیے، کسی نے احادیثِ مبارکہ پر طبع آزمائی کی، کسی نے سیرتِ پیغمبرِ اسلام کے عفتِ مآب دامن کو آلودہ کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں، کسی نے شریعتِ اسلامیہ کو صحرائی اور بدوی مزاج کے موافق قرار دے کر دورِ حاضر کے لیے ناقابلِ عمل قرار دینے کی سعیِ نامبارک کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور کسی نے اسلام کی درخشندہ اور تابندہ تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے دنوں کا آرام اور راتوں کی نیند قربان کر دی، انھوں نے اسلامی ادب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور جہاں کہیں بھی اسلام پر اعتراض کرنے کی معمولی سی گنجائش ملی، وہاں انھوں نے اپنے ذہنوں کی اختراع و زرخیزی اور قلم کی جولانی کے خوب جوہر دکھائے، الزامات کو ثابت کرنے کے لیے مشرق و مغرب کے قلابے کو باہم ملایا اور من پسند نتیجے اخذ کیے، مسلم مصنفین کی عبارتوں کو توڑ موڑ کر پیش کیا، مستند احادیث کو رد کر کے کمزور اور ضعیف روایات کو قبول کرنے میں جرح و تعدیل کے اصولوں کو جی بھر کر پامال کیا۔

مستشرقین نے قرآن کریم کے خلاف اپنے ترکش کا ہر تیر آزمایا اور اس پر تابڑ توڑ حملے کیے لیکن ان کی ہر کوشش رائیگاں گئی، ہزاروں سالوں کی تحریبی کاوشوں کے باوجود وہ اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ اس ناکامی نے انھیں اسلام کے خلاف ایک نیا محاذ کھولنے پر مجبور کر دیا اور وہ محاذ احادیث کا تھا، انھیں معلوم تھا کہ مسلمانوں کی قوت اور اسلام کی ابدیت کا راز کن چیزوں میں پوشیدہ ہے اور وہ دو چیزیں قرآن کریم و سنتِ مطہرہ تھی جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما مسکتما بہما کتاب اللہ وسنة نبیہ)) ①

میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ

کی کتاب اور دوسری اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں ان کا جادو نہ چل سکا تو انھوں نے اسلام کے دوسرے ماخذ (یعنی حدیث) پر دل کھول کر تیشہ زنی شروع کی، احادیثِ مبارکہ کی وقعت و مرتبے کو کم کرنا اسی صورت میں ممکن تھا جب احادیث کے رواۃ کے دامن کو آلودہ کر کے لوگوں کو دکھایا جاتا، اس گھناؤ نے مقصد کے لیے مستشرقین نے رواۃ حدیث اور علوم حدیث کے ماہرین پر انتہائی گھٹیا الزامات لگائے، تاکہ ان کی ثقاہت مجروح ہو، اس کے نتیجے میں احادیث کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور مسلمانوں کا اعتماد ان سے اٹھ جائے گا پھر ہر شخص کو اپنی مرضی سے قرآن کریم کی تفسیر کی کھلی چھٹی مل جائے گی جس سے ہدمِ اسلام کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ مستشرقین کے دامِ فریب میں آنے والے

① الماکن، الموطا، کتاب القدر، باب النہی عن القول بالقدر، حدیث نمبر ۳، ص ۲۲۱/۲

چند نام نہاد مسلم سکالروں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس دور کی مقدس شخصیات کو موردِ طعن بنانے میں وہ اپنے پیشرو مستشرقین سے آگے نکل گئے۔

متقدمین مستشرقین کے اسلام پر اعتراضات اپنی لغویت اور غیر معقولیت کی بناء پر قابل التفات نہیں کہ سلیم الفطرت انسانوں کے ذوق کو مجروح کیا جائے۔ ان اعتراضات کو درخور اعتناء سمجھنے کی ضرورت اس لیے بھی نہیں کہ متاخرین مستشرقین نے خود اپنے پیشروؤں کی ان علمی بددیانتیوں اور اخلاقی دیوالیہ پن کا پردہ چاک کر دیا ہے، اس لیے ان الزامات اور ہفوات اور ان کے جوابات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ بات ان مستشرقین کی ہے جنہوں نے اسلام دوستی اور انصاف پسندی کا لبادہ اوڑھنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے اپنا صحیح نظر حق کی تلاش قرار دیا ہے اور اپنی اس کاوش کو علمی رنگ دینے کی سعی کی ہے جس میں وہ برے طریقے سے ناکام ہوئے ہیں، چونکہ ہمارا موضوع تحقیق احادیث نبویہ ہیں اس لیے مؤخر الذکر مستشرقین کے احادیث نبویہ پر صرف انہی اعتراضات کا تعاقب کیا جائے گا جو ان کے سب سے بڑے ہتھیار ہیں۔ اگرچہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کے تمام شعبے باہم مربوط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا ممکن نہیں۔ جو اعتراض احادیث نبویہ پر کیا جائے گا، وہ براہ راست قرآن کریم پر اعتراض ہے اور جن اعتراضات کا تعلق شریعت سے ہے وہ بھی سیرت طیبہ پر ہی اعتراض شمار ہوں گے۔

یہ امر قابل ذکر رہے کہ مقالہ میں مستشرقین اور ان کے پروردہ منکرین حدیث کے احادیث پر صرف وہی اعتراضات زیر بحث آئیں گے جو حدیث اور روایہ حدیث کے حوالے سے ہوں گے، اور جن کا تعلق براہ راست عہد بنو امیہ سے ہوگا۔ حدیث کا انکار یا پھر مطلقاً متن حدیث پر اعتراض یا شخصیات کی ذاتیات کے حوالے سے اعتراضات یا وہ احادیث جن کا تعلق سیرت رسول ﷺ سے ہے ہمارے موضوع تحقیق سے خارج ہیں، نیز یہ کہ مستشرقین اور دیگر معارضین کے تمام اعتراضات کا احاطہ کرنا مقصود بھی نہیں ہے بلکہ ان کی چند امثلہ ذکر کر کے ان کی نوعیت تحقیق کا پردہ چاک کرنا ہے جنہیں دنیائے علم کا امام اور غیر جانبدار محقق سمجھا جاتا ہے، ویسے تو بہت سے علمائے اسلام نے ان کے اعتراضات اور لغویات کا تعاقب کر کے انہیں منہ توڑ جواب دیا ہے اور ان کی غیر جانبداری کا بھانڈا بچ چوراہے میں پھوڑا ہے، ہم اس خالص علمی اور دینی بحث میں مستشرقین کی نقالی نہیں کریں گے، ان کا رویہ تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان جن عقائد اور نظریات سے بری الذمہ ہیں ان کو اسلام کے سر تھوپ کر وہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور ان کا مطمح نظر صرف اسلام کی بیخ کنی کرنا ہے، وہ اسلام کے خلاف خود ہی مقدمہ دائر کرتے ہیں، خود ہی اس کی وکالت کرتے ہیں اور پھر خود ہی جج بن کر اس کے خلاف فیصلہ بھی سنا دیتے ہیں، ہمارا انداز تحقیق اور اسلوب تحقیق خالص علم کی کسوٹی پر ہوگا جو کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ کار اور طرہ امتیاز ہے، مستشرقین کے اعتراضات اور دلائل ان کی کتب کے حوالے سے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے ان کا محاکمہ کیا جائے گا اور حق کو حق سے ثابت کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے گی۔



اشتراق اور مستشرق کا مفہوم

❖ اشتراق کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

عربی قواعد کے لحاظ سے لفظ اشتراق ثلاثی مزید فیہ کے باب استفعال سے ہے۔ جس کا مادہ (Root) ش، ر، ق ہے اور یہ مادہ کسی چیز کی روشنی اور اس کے کھلنے پر دلالت کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ”شرق الشمس شروقاً إذا طلعت“^(۱) (سورج روشن ہوا جب وہ طلوع ہو جائے)۔

عربی، اردو اور فارسی کی قدیم لغات میں اشتراق کا مادہ ش، ر، ق تو موجود ہے لیکن باب استفعال کے زیر بحث الفاظ میں اس کے معنی و مفہوم یا بطور فعل ان لغات میں بحث نہیں پائی جاتی^(۲)۔

عربی میں مستشرق ہی نہیں، بلکہ خود اس کا اسم یا مصدر استشرق بھی نیا اور بعد کی پیداوار ہے۔ اسی وجہ سے قدیم عربی لغات میں اس مادہ ش، ر، ق کا باب استفعال سرے سے مفقود ہے۔ البتہ مستشرق اور اشتراق کے الفاظ بطور اسم فاعل اور اسم مصدر کے ملتے ہیں جو مخصوص اور محدود معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اور اشتراق بطور فعل ان لغات میں بھی مذکور نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اشتراق اور مستشرق کی اصطلاحیں لفظی اعتبار سے زیادہ قدیم نہیں ہیں۔ انگریزی زبان و ادب میں ان کا استعمال اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں اٹھارویں صدی عیسویں کے آخر میں شروع ہوا ہے۔ بقول آربری (Arbery):

”Orientalist کا لفظ پہلی بار ۱۶۳۰ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا“^(۳)

روڈنسن (Rodenson) کہتا ہے:

”Orientalist یعنی اشتراق کا لفظ انگریزی زبان میں ۱۷۷۹ء میں داخل ہوا اور فرانس کی کلاسیکی

لغت میں اشتراق کے لفظ کا اندراج ۱۸۳۸ء میں ہوا“^(۴)۔

غرضیکہ مستشرق اشتراق سے مشتق ہے جس کا مادہ ش، ر، ق ہے۔ باب استفعال جس کے وزن پر اشتراق بنایا گیا ہے۔ اس کی ایک خاصیت اتخاذ اور صیرورت ہے جس میں پکڑنا، اپنانا یا حاصل کرنا کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے ”استوطن القرية“ (بستی کو اپنا وطن بنالیا) اس طرح مثال ہے: ”استحجر الطین“ (مٹی پتھر بن گئی)^(۵)۔

عرب کی قدیم تاریخ میں عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کی اصطلاحیں ملتی ہیں، مؤخر الذکر اصطلاح اسی قاعدہ اور اصول کے تحت

① ابن منظور، لسان العرب، ص: ۳۶۲/۱۰ ② ابو الحسن، معجم مقاییس، ص: ۲۳۱/۳ ③ الجوهری، مختار الصحاح، ص: ۳۳۶

④ ابن منظور، لسان العرب، ص: ۳۶۲/۱۰ ⑤ فیروز الدین، فیروز اللغات، ص: ۱۳۷/۲ ⑥ معین، فرہنگ فارسی، ص: ۳۹/۲ ⑦ علی رضا، فرہنگ، جامع، ص: ۶۰۰

⑧ محمد ابراہیم، الاشتراق، ص: ۱۳۲ ⑨ محمد ابراہیم، الاشتراق، ص: ۱۳۲

⑩ البیادوی، مصباح اللغات، ص: ۳

ہے کہ جب کچھ لوگوں نے باہر سے آکر جزیرہ عرب میں بودو باش اختیار کی اور وقت گزرنے کے ساتھ وہ بھی عرب ہو گئے تو عرب کے اصلی باشندوں سے ممتاز کرنے کے لیے انھیں 'مستعربہ' کہا جانے لگا^(۱)۔ لہذا استشرق کا معنی ہوا بہ تکلف مشرقی بننا اور مستشرق کا مطلب ہو گا وہ شخص جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی ہو۔

آؤ کسفر ڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق استشرق (Orientalism) اور مستشرق (Orientalist) لفظ 'Orient' سے مشتق ہیں، جس کے معنی ہیں: شرق یا مشرق جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس سے Oriental ہے یعنی مشرقی جو اپنے تمام معانی میں Occidental کا ضد ہے^(۲)۔

اس لحاظ سے مستشرق سے مراد "وہ شخص ہے جو مشرقی زبانوں، علوم و فنون، آداب و ثقافت اور تہذیب و تمدن وغیرہ پر عبور رکھتا ہو"۔ یا مستشرق وہ ہے جو مشرقی علوم و آداب میں مہارت حاصل کرے^(۳)۔ اردو لغت میں بھی مستشرق کا تقریباً یہی مفہوم ہے یعنی وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو^(۴)۔ یا وہ فرنگی یا امریکی جو مشرقی زبان یا علوم کا ماہر ہو^(۵)۔ المنجد میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

"العالم باللغات والآداب والعلوم الشرقية والإسم الإستشراق"^(۶)

مشرقی زبانوں، آداب اور علوم کے عالم کو مستشرق کہا جاتا ہے۔ اور اس علم کا نام استشرق ہے۔

اؤ کسفر ڈ انگلش ڈکشنری میں مستشرق کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

"An expert in eastern languages and history"^(۷)

مستشرق وہ ہے جو مشرقی زبانوں اور تاریخ کا ماہر ہو۔

"English-Arabic Lexicon" میں (Orientalism) کا معنی یہ بیان ہوا ہے:

"عبارة شرقية أو لغة شرقية"

اور (Orientalist) کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

"من المتضلعين باللغات الشرقية و أدابها"^(۸)

مشرقی زبانوں اور آداب معاشرت میں مہارت رکھنا۔

Merriam Webster نے Third International Dictionary میں Orientalism کے معنی درج ذیل کیے ہیں:

① الزيات، تاريخ الادب العربي، ص: ۱۰

② J.A.Simpson and F.S.C. Weniner, The Oxford English Dictionary p: 10/930

③ محمد ابراہیم، الاستشرق، ص: ۱۳۳

④ محمد عبداللہ، فرہنگ عامہ، ص: ۵۷۷

⑤ المالوف، المنجد، ص: ۶۳۲

⑥ George P., An English Arabic Lexicon, P-700

⑦ Ashomby, Oxford Advanced, P-818

"A Trait Custom or Habit or Expression, Characteristic of Oriental People"

ایسی امتیازی خصوصیات، رواج، عادات کا اظہار جو مشرقی اقوام کے ساتھ مخصوص ہو۔

Learning in Oriental Subjects. (یعنی علوم شرقیہ کا مطالعہ)

An Oriental Turn of Thought Adopted by a Eastern Thinker. ^(۱)

یعنی مشرقی انداز فکر جو کہ مغربی مفکر نے اپنایا ہو۔

بقول مولوی عبدالحق Orientalist کا معنی ہے، جو علوم شرقیات کا ماہر ہو ^(۲)۔

ایڈورڈ سعید اس بارے میں رقم طراز ہیں:

”جو شخص مشرق اور مشرقی علوم پڑھتا ہے ان کے بارے میں لکھتا ہے یا تحقیق کرتا ہے وہ ماہر انسانیات ہو، ماہر عمرانیات

ہو یا مورخ ہو یا ماہر لسانیات مستشرق کہلاتا ہے اور وہ جو کام کرتا ہے یا کرتی ہے اسے استشراق کہتے ہیں“ ^(۳)۔

یہ امر قابل غور ہے کہ تحریک استشراق صدیوں اپنے مشن میں مصروف عمل رہی ہے لیکن اس تحریک کا کوئی باضابطہ نام نہیں ملا اور

نہ ہی ان کی جامع تعریف سامنے آئی ہے، اسی وجہ سے محققین اس کی تعریف بیان کرنے میں مختلف رائے رکھتے ہیں۔

استشراق کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے جسٹس کرم شاہ رقم طراز ہیں:

”یہ ایک حیران کن حقیقت ہے کہ وہ علمی مصادر جو مستشرقین کی مساعی کا نتیجہ ہیں وہ یا تو اس تحریک کے بارے

میں کلیہ خاموش ہیں اور اگر وہاں (Orientalism) یا (Orientalist) کا کوئی ذکر ملتا بھی ہے تو وہ انتہائی

ناکافی اور باہم مختلف ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جس طرح مستشرقین اپنے مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی حکمت

عملی پر کاربند ہیں اسی طرح وہ اپنے نام کی بھی تشہیر نہیں چاہتے“ ^(۴)۔

تاہم جن محققین نے تحریک استشراق کا تفصیلی جائزہ لیا ہے انھوں نے مستشرقین کے مقاصد، نظریات اور مساعی کے پیش نظر

استشراق کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر احمد غراب نے محققین کے حوالے سے چند ایک تعریفات بیان کی ہیں:

۱۔ استشراق مغربی اسلوب فکر کا نام ہے۔ جس کی بنیاد مشرق و مغرب کی نسلی تقسیم کے نظریہ پر قائم ہے جس

کی رو سے اہل مغرب کو اہل مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری حاصل ہے ^(۵)۔

^(۱) Webster, Third International Dictionary, p. 2/1591, Webster Biographical Dictionary, p. 1046

^(۲) Abd-ul-Haq "The Standard English Urdu Dictionary". p. 796

^(۳) Said, E, Orientalism, p: 2

^(۴) جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۰/۶

^(۵) احمد عبدالحمد، رویہ اسلامیہ لاء استشراق، ص: ۷

۲۔ استعماری مغربی ممالک کے علماء اپنی نسلی برتری کے نظریے کی بنیاد پر مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی تاریخ، تہذیبوں، ادیان، زبانوں، سیاسی اور اجتماعی نظاموں، ذخائر دولت اور امکانات کا جو تحقیقی مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے بھیس میں کرتے ہیں^(۱)۔

۳۔ ”استشراق“ اس مغربی اسلوب کا نام ہے جس کا مقصد مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی فکری اور سیاسی تشکیل نو کرنا ہے^(۲)۔

ڈاکٹر احمد غراب نے درج بالا تعریفات پر تبصرہ کرتے ہوئے انھیں غیر جامع قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ تعریفات ”استشراق“ کا مکمل مفہوم ادا نہیں کرتیں، بعد ازاں انھوں نے استشراق کی درج ذیل تعریف کو رائج قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”أن الاستشراق دراسات أكاديمية يقوم بها غربيون من أهل الكتاب للإسلام والمسلمين من شتى الجوانب: عقيدة و ثقافة و شريعة و تاريخا و نظاما و ثروات و امكانيات بهدف تشويه الاسلام و محاولة تشكيك المسلمين فيه و تضليلهم عنه و فرض التبعية للغرب عليهم و محاولة تبرير هذه التبعية بدراسات و نظريات تدعى العلمية والموضوعية و تزعم التفوق العنصري و الثقافي للغرب المسيحي على الشرق الاسلامي“^(۳)

مغربی اہل کتاب مسیحی مغرب کی اسلامی مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر مسلمانوں پر اہل مغرب کا تسلط قائم کرنے کے لیے مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے ’مسلمانوں کے عقیدہ، ثقافت، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں اسے ’استشراق‘ کہا جاتا ہے۔

جنس محمد کرم شاہ اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”یہ تعریف گو مستشرقین کے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں عزائم کا پردہ چاک کرتی ہے لیکن اس تعریف میں ایک تو مشرق کے لفظ کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق ہے کیونکہ اسی کی بنیاد پر مستشرقین کو مستشرقین کہا جاتا ہے، اس تعریف میں دوسری خامی یہ ہے کہ اس کی رو سے تمام مستشرقین ایک ہی زمرے میں شمار ہو جاتے ہیں حالانکہ مستشرقین کو بڑی آسانی سے کئی گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس تعریف میں تیسری خامی یہ ہے کہ جو مستشرقین اسلام کے علاوہ دیگر مشرقی علوم اور تہذیبوں کے میدان میں مصروف عمل ہیں وہ

(۳) احمد عبد الحمید، رویۃ اسلامیۃ، ص: ۸۔

(۲) احمد عبد الحمید، رویۃ اسلامیۃ، ص: ۹۔

(۱) احمد عبد الحمید، رویۃ اسلامیۃ، ص: ۹۔

”مستشرقین“ کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ معروف معنوں میں وہ مستشرق ہیں ①۔

جسٹس کرم شاہ نے ”مستشرقین“ کی تعریف یوں بیان کی ہے:

”اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائلِ حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائلِ حیات کا استحصال کر سکیں، ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشراق کہلاتی ہے“ ②۔

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے استشراق کی تعریف یوں بیان کی ہے:

”غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے“ ③۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی مستشرقین کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

”مستشرقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا تعلق مغرب سے ہے اور جنہوں نے اسلامیات کے مطالعے کے لیے زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ لوگ مشرقی علوم میں دلچسپی رکھنے کی بناء پر مشرق و مغرب کے علمی حلقوں میں شہرت کے مالک ہیں۔ اس گروہ نے مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کرنے، اسلام کے ماضی کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرنے، اسلام کے حال کی طرف سے بیزاری اور اس کے مستقبل سے مایوسی، اسلام اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور اصلاحِ مذہب (تجدد و جدیدیت) اصلاحِ قانون اسلامی کے بارے میں اس گروہ نے بڑی سرگرمی سے کام کیا“ ④۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ”مستشرقین“ کی اصطلاح اگرچہ زیادہ تر ان غیر مسلم مصنفین کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا تعلق

یورپین ممالک سے ہے جو جنہوں نے اسلام، اسلامی تعلیمات، اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں کچھ لکھا ہو۔ لیکن زیادہ وسیع مفہوم میں وہ تمام غیر مسلم مصنفین بھی آتے ہیں جنہوں نے اسلام کے بارے میں بالعموم حدیث و سیرت کے بارے میں بالخصوص لکھا ہو ⑤۔

① جسٹس کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۲/۶

②

جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۲/۶

③ محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق، ص: ۱۰

④

ابوالحسن ندوی، اسلام اینڈ ویسٹرن اور سینٹس، ص: ۳۵۶

⑤ سبرہ عفاف، المستشرقون ومشكلات الاختصار، ص: ۹

تحریک استشراق کا آغاز و ادوار

❁ تحریک استشراق کا آغاز

تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کا محور قرار دیا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ اور باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرنے سے قبل بھی غیر مسلموں کی جانب سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص پروپیگنڈا، مخالفت و مخالفت اور بغض و عناد کا موقع بہ موقع اظہار مختلف ادوار میں ہوتا رہا ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ استشراتی تحریک کا آغاز اس وقت ہی ہو گیا تھا جب اسلام نے ارض مقدس میں اس دعویٰ کے ساتھ جنم لیا کہ یہ مذہب (اسلام) یہودیت اور عیسائیت کی تکمیل کرتا ہے۔

چنانچہ عہد رسالت میں جب تک مسلمان مکہ میں تھے یہود کو اسلام سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ مکہ میں یہودیوں کا کوئی طاقتور قبیلہ آباد نہیں تھا جس کے مفادات اسلام کی اشاعت سے متاثر ہوتے اور دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں خود مسلمان کمزور تھے، کفار مکہ نے ان کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا، لیکن مدینہ میں جوں جوں مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط ہوتی گئی یہودیوں کی اسلام دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کی اسلام دشمنی نے کئی شکلیں اختیار کیں، انھوں نے اوس و خزرج کے قبائل کے دلوں میں قبائلی تعصب کو دوبارہ زندہ کیا، مدینہ کے باہر افراد اور قبائل سے روابط قائم کیے، منافقین کی پشت پناہی کی لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کا مقصد بار آور نہیں ہوا چنانچہ انھوں نے کفار مکہ کے ساتھ روابط بڑھانے اور مدینہ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دی لیکن انھیں ذلت آمیز انجام سے دوچار ہونا پڑا ①۔

لیکن طلوع اسلام کے وقت سے عیسائیوں کے حالات یہودیوں سے مختلف تھے۔ ابتدا میں ان کا رویہ خاصا مصالحانہ رہا لیکن جب انھیں اسلام سے خطرہ لاحق ہوا انھوں نے اسلام کی مخالفت کا تہیہ کر لیا، آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ میں مسلمانوں کی عیسائیوں سے باقاعدہ مسلح جنگ صرف ایک مرتبہ جنگ موتہ ② کی صورت میں پیش آئی ③۔ ایک دوسری فوجی مہم جو عیسائیوں کے خلاف مدینہ سے روانہ ہوئی وہ سفر تبوک ④ تھا۔ تاہم اس میں مسلح تصادم کی نوبت نہیں آئی ⑤۔

① ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۵۱۳/۱

② شام میں موتہ کے مقام پر ۸ھ میں مسلمانوں کی قیصر روم کے لشکر کے ساتھ جنگ ہوئی، اس جنگ میں تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ لشکر کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے لشکر کے سالار تھے۔ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۳۷۳/۲

③ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۳۷۳/۲

④ ۹ھ میں رومی سلطنت کی اسلامی حکومت پر حملہ کی خبر پا کر آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں چھوڑ کر تین ہزار کا لشکر جس میں دس ہزار سوار تھے شام روانہ کیا۔ تبوک تک آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حملہ کی افواہیں غلط تھیں، چنانچہ آپ ﷺ تین دن تک تبوک میں قیام فرما کر واپس مدینہ لوٹ آئے۔ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۱۹۵/۲

⑤ ابن ہشام، السیرۃ، ص: ۵۱۵/۲

اسلام جب تک جزیرہ عرب کے اندر رہا عیسائیوں نے اسے اپنے لیے بڑا خطرہ نہ سمجھا لیکن جب اسلام انتہائی تیزی سے پھیلتے ہوئے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلنے لگا تو عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنے کا عزم کر لیا، چنانچہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ چل نکلا جس میں اسلام سر بلند رہا اور عیسائیت کو ہزیمت اٹھانی پڑی جس کے نتیجے میں ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہو گئے۔ بالآخر عیسائیوں نے مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد ان سے اپنی ان شکستوں کے دل کھول کر بدلے بھی لیے ہیں بلکہ ان کے انتقام کی چنگاریاں آج بھی سلگ رہی ہیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے نت نئے پروگرام مرتب کر رہے ہیں^(۱)۔ اور وہی کچھ ہو رہا ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾^(۲)

اور ہرگز آپ سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی کرنے لگیں۔

اس بارے میں آصف حسین لکھتے ہیں:

For almost a millennium, Europe felt itself challenged by this last monotheistic religion which claimed to complete its two predecessors.^(۳)

تقریباً ایک صدی تک یورپ اسلام کے حوالے سے یہ چیلنج محسوس کرتا رہا ہے جو اپنے دو پیشوا مذاہب کو مکمل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ بقول برنارڈ لوئیس:

Struggle between These rival systems has now lasted for some fourteen centuries. It began with the advent of Islam, in the seventh century, and has continued virtually to the present day.^(۴)

قبائل کے درمیان یہ کوششیں چودہ صدیوں تک جاری رہی ہیں، یہ ساتویں صدی میں ظہور اسلام کے ساتھ شروع ہوئیں، اور آج تک بخوبی جاری ہے۔

باقاعدہ طور پر تحریک استشراق کب معرض وجود میں آئی اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ اس باب میں علماء کی متعدد آراء درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے اس بارے میں ایک رائے نقل کی ہے:

تحریک استشراق کا آغاز دسویں صدی عیسوی میں ہوا جب فرانس کے ایک راہب جریردی اور الیاک (۹۴۰ء - ۱۰۰۳ء) نے حصول علم کے لیے اندلس کا سفر کیا اور وہاں اشبیلیہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم رہا اور بعد میں

(۱) جنس محمد کرم، ضیاء النبی، ص: ۲۵/۶

(۲) البقرہ: ۱۲۰/۲

(۳) Hussain, A. The Ideology of Orientalism, p. 47

(۴) Lewis, B. The Roots of Muslim Rage, p. 107

یورپ میں عربی زبان و ادب اور ثقافت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا گیا اور بعد ازاں ۹۹۹ء تا ۱۰۰۳ء تک سلفستر ثانی کے لقب سے پاپائے روم کے منصب پر فائز رہا^(۱)۔ یہ رائے شیخ احمد محمد جمال کی ہے^(۲)۔

۲۔ ایک رائے یہ ہے کہ یورپ کی صلیبی جنگوں میں ناکامی اس تحریک کا محرک اور سبب بنی۔ اہل مغرب کے جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی اور فکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیر ان کے نزدیک اس سے بہتر اور کوئی نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، شریعت کے بنیادی مصادر، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ و تہذیب کو مورد تنقید بنایا جائے^(۳)۔

اس بارے میں البرٹ رومپراز ہیں:

The Main reason among the Christians and Muslims which led them a part, was that there existed holy wars of crusade and jihad.^(۴)

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی صلیبی جنگوں اور جہاد نے ان کے درمیان اختلافات کی خلیج حائل کر دی۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے: ”اس کا آغاز بارہویں صدی عیسوی میں ہوا، جب ۱۱۴۳ء میں پطرس محترم^(۵) کے حکم سے ایک انگریز عالم (Robert of Ketton) نے قرآن کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ علاوہ ازیں اس نے علوم اسلامیہ کے مغربی زبانوں میں تراجم کے لیے ایک باقاعدہ جماعت تیار کر رکھی تھی۔ پطرس کا ان تراجم سے مقصد اسلام کے خلاف عیسائیوں کو مواد فراہم کرنا تھا“^(۶)۔ یہ رائے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی ہے^(۷)۔

۳۔ جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس تحریک کا آغاز تیرہویں صدی عیسوی میں ہوا جب ۱۲۶۹ء میں الفونس دہم نے مرسیلیا میں اعلیٰ تعلیم کا ادارہ قائم کیا جس میں ابو بکر الرقوطی کی سربراہی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص مقرر ہوئے۔ اس ادارے میں انجیل تلمود اور قرآن کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ اس صدی میں شاہ سلسلی فریڈرک ثانی نے مائیکل سکاٹ کی سرکردگی میں دارالترجمہ قائم کیا اور بعض اسلامی علوم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ فریڈرک نے ان ترجمہ شدہ کتب کے کئی نسخے تیار کروا کر یورپ کی یونیورسٹیوں اور مختلف مدارس اور دیگر علمی اداروں میں تحفہً ارسال کیے^(۸)۔

علی محمد جریڈ اور محمد شریف زہیق نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے^(۹)۔

① علی النملہ، الاستشراق، ص: ۳۰، نجیب العقیقی، المستشرقون، ص: ۵۶/۱، علیان، أنسواء علی الاستشراق، ص: ۲۲، علی جریڈ، الغزو الفکری، ص: ۲۸۱

② احمد محمد جمال، مفتریات علی الاسلام، ص: ۱۰

③ احمد الشرباصی، التصوف عند المستشرقین، ص: ۷، عرفان عبد الحمید، المستشرقون والاسلام، ص: ۱۲، غازی عرفان، مستشرقین اور سنت نبوی، ص: ۳۹۲

④ Hart, Michael H, The 100, p. 269

⑤ Hourani, A. Islam in European Thought, p13

⑥ دیرکھونی کا رئیس تھا جو اسلام کے خلاف بغض و کینہ اور تعصب رکھتا تھا اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرنے سے منع کرتا اور انہیں مسلمانوں سے متنفر

کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ محمود حمزہ، الاستشراق والعلیفة، ص: ۳۲

⑦ محمود حمزہ، الاستشراق والعلیفة، ص: ۳۲، احمد سالیقش، فلسفۃ الاستشراق، ص: ۵۵، قاسم السامرائی، الاستشراق، ص: ۲۲

⑧ ۱- مائیکل احمد، المستشرقون، ص: ۲۸

⑨ ۱- سباعی، الاستشراق والمستشرقون، ص: ۱۵، احمد دیاب، أنسواء علی الاستشراق، ص: ۵، محمد لہبی، الفکر الاسلامی، ص: ۵۳۲

⑩ علی محمد جریڈ، اسالیب الغزو الفکری، ص: ۱۸

۵۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تحریک استشرق اق کا آغاز ۱۳۱۲ء میں ہوا جب فینا میں کلیسا کی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کی مختلف جامعات میں عربی زبان و اسلامیات کی تدریس کے لیے باقاعدہ Chairs قائم کی جائیں^(۱)۔

۶۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ عملی طور پر استشرق اق کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں ہوا جب ۱۵۳۹ء میں کلیہ فرانس قائم کیا گیا تو گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel)^(۲) کو عربی کی پہلی صدارت پر فائز کیا گیا۔ بعد ازاں پوسٹل کے کام کو لغت و لسانیات کے ہی مکرر حوالے سے اس کے شاگرد رشید جوزف اسکالجر (Joseph Schalliger) نے آگے بڑھایا جس کے بعد ۱۵۸۶ء میں عربی مطبوعات کا سلسلہ یورپ میں شروع ہوا^(۳)۔

۷۔ بقول ایڈورڈ سعید اٹھارویں صدی استشراتی تحریک کا نقطہ آغاز بنی، چنانچہ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

Orientalism developed or rather started in the eighteenth century when British France Imperialism in the far and near East served the cause of European esteem^(۴)

اٹھارویں صدی عیسوی میں استشراقیت اس لیے شروع یا ترقی کر گئی کیوں کہ انگریز فرانسیسی سامراجیت دور و نزدیک شرق میں یورپی مقاصد کی وجہ بنی۔

مزید اقوال کے لیے محمود حمدی کی ”الاستشرق والخلیفة“ اور ”الموسوعة المیسرة“ ملاحظہ کریں^(۵)۔

تحریک استشرق اق کے آغاز کے حوالے سے مذکورہ بالا آراء کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تحریک استشرق اق کی تاریخ کے مختلف مراحل تو کہا جاسکتا ہے لیکن انھیں تحریک استشرق اق کا نقطہ آغاز قرار دینا قطعاً درست نہیں کیونکہ جس کام کا بیڑا مستشرقین نے اٹھا رکھا ہے دسویں صدی عیسوی سے بہت پہلے اس کی ابتدا ہو چکی تھی۔

درحقیقت استشرق اق کی تحریک کو مشرق اور مغرب کے اہل کتاب نے باہم آٹھویں صدی عیسوی میں شروع کیا کیونکہ اس صدی میں مسلمانوں نے اندلس کو نہ صرف عسکری طور پر فتح کیا بلکہ ان کے مذہب اور تہذیب و تمدن نے بھی وہاں پر اپنا تسلط پیدا کر لیا تھا۔ اس پر اہل مغرب کو مسلمانوں کے علوم و فنون اور ان کی ثقافت کی ترقی کے اسباب معلوم کرنے کی فکر ہوئی، چنانچہ عیسائی پادری اور راہب اپنے گرجوں سے نکلے اور حصول علم کے لیے مرکز علم اندلس کا رخ کیا۔ ان کے حصول علوم کا مقصد صرف مسلمانوں کی قوت کا راز معلوم کر کے اور ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو تلاش کر کے انھیں نقصان پہنچانا تھا۔ ان کے سینوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے

① محمود حمدی، الاستشرق والخلیفة، ص: ۲۵ © Said, E. Orientalism, p. 80

② فرانسیسی مستشرق تھا جو اپنے زمانے (۱۵۱۰ء-۱۵۸۱ء) کا زبردست مسیحی عالم تھا بقول ایڈورڈ سعید اس کا شمار یورپی نظریۂ غائبیہ کے مستشرقین میں ہوتا ہے۔ پوسٹل کا اصل کام ایجادیات پر ہے۔ دیکھئے: الھنائی، المنجد فی الادب والعلوم، ص: ۸۹

③ روڈنس، میراث اسلام، ص: ۲۵

④ Said, E. Orientalism, p:2

⑤ محمود حمدی، الاستشرق والخلیفة، ص: ۲۹ © الموسوعة المیسرة، ص: ۲۳

خلاف عداوت اور بغض و کینہ کا سمندر موجزن تھا، چنانچہ انھوں نے مختلف بھیس بدل کر مختلف علوم حاصل کیے اور پھر انھوں نے اپنی زندگیاں اسلام کی مخالفت اور تردید کے لیے وقف کر دیں^①۔

مزید برآں باروقرطبی جو نویں صدی عیسوی کا مورخ ہے لکھتا ہے:
 ”اہل مالقہ یا تو مسلمانوں کی تہذیب سے استفادہ کرنے یا اس کی تردید کرنے کے لیے ادب، فتنہ وغیرہ پر مسلمانان مصنفین کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ عربی تصنیفات کے کتب خانے قائم کرنے کے لیے بہت زیادہ رقم خرچ کرتے ہیں“^②۔

بارو کے مذکورہ بالا قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی عیسوی سے قبل تحریک استشراق کا آغاز ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر محمد احمد دیاب نے بھی تحریک استشراق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کو قرار دیا ہے۔ اس قول کے حق میں انھوں نے ایک تو باروقرطبی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ یوحنا دمشقی (۶۷۶ء-۷۴۹ء) جو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے دور حکومت میں بیت المال کا ملازم تھا۔ جبکہ بعد میں وہ ملازمت ترک کر کے فلسطین کے ایک گرجے میں بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کتب لکھنے لگا۔ جن میں ایک کتاب کا نام: ”محاورة مع المسلم“ اور دوسری کا نام ”ارشادات النصرانی فی جدل المسلمین“ تھا چونکہ یہ دونوں کتب مسلمانوں کی تردید میں لکھی گئی تھیں اس لیے یوحنا کی اس مساعی کو تحریک استشراق کا نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے^③۔ جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے بھی اس رائے کو مختلف دلائل سے رائج قرار دیا ہے^④۔

✽ تحریک استشراق کے ادوار

تاریخ تحریک استشراق کو سامنے رکھتے ہوئے اسے پانچ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے^⑤۔ لیکن یہاں یہ بات مد نظر رہنی چاہیے کہ تاریخی ادوار کی یہ تقسیم مستشرقین کے رویوں اور ان کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہے، زمانے کے لحاظ سے نہیں کیونکہ ان کے زمانے کو متعین کرنا ممکن نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی علوم کی مغرب کی طرف منتقلی کا کام صدیوں جاری و ساری رہا ہے اور صلیبی جنگوں کا دورانیہ (۱۰۹۹ء تا ۱۴۶۲ء) بھی صدیوں پر محیط ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مستشرقین کا جو رویہ اور انداز گیارہویں اور بارہویں صدی میں صلیبی جنگوں کے رد عمل کے نتیجے میں ہوا ہو اس کی جھلک نویں اور دسویں صدی میں بھی نظر آجائے۔ اس طرح جس عہد میں مستشرقین اسلام کے خلاف فرضی اور خود ساختہ مفروضوں اور افسانہ طرازیوں میں مشغول تھے اسی عہد میں ایسے اشخاص بھی مل جائیں جو

① احمد دیاب، انواء علی الاستشراق، ص: ۱۳ ② احمد دیاب، انواء علی الاستشراق، ص: ۱۵

③ احمد دیاب، انواء علی الاستشراق، ص: ۱۵ ④ محمود حمدي، الاستشراق، ص: ۱۹ ⑤ عثمان جمعة، مدخل لدراسة العقيدة، ص: ۶۵

⑥ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۲۵/۶

⑦ طایق احمد نظامی نے اپنے ایک مقالہ میں مستشرقین کی تاریخ کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ یہ مقالہ انھوں نے ۱۹۸۲ء کو اسلام اور مستشرقین کو موضوع پر ہونے والے سیمینار میں

پڑھا تھا۔ نیز جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے مستشرقین کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ مذکورہ بالا ادوار کی یہ تقسیم انہی حضرات کی تقسیم کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

اسلام دشمنی کی وجہ سے قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہوں لہذا ان کی یہ تقسیم ان کے رویوں کے پیش نظر ہے زمانے کے پیش نظر نہیں ہے جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں اور تحریک استشرق اپنے مقاصد اور طریقہ کار میں ضروری تبدیلیاں بھی کرتی رہی ہیں۔

پہلا دور:

حقیقت یہ ہے کہ یورپ قرون وسطیٰ ۶۷۷ء سے ہی جہالت کی ان تاریکیوں سے گزرا ہے جن سے شاید کسی دوسرے انسانی معاشرے کو واسطہ نہ پڑا ہو۔ پوپ مذہبی ادب کے بغیر تمام اصنافِ علم کا دشمن تھا اور جہاں کوئی عالم یا فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس دور میں مدارس حکماً بند ہوئے، لاکھوں کتب حوالہ آتش کی گئیں، غرض کہ ان کی تاریخ انسان دشمنی، علم دشمنی، عالم کشی کے واقعات سے آلودہ ہے۔ ان کی معاشی، معاشرتی، علمی اور اخلاقی حالت رو بہ تنزل تھی ①۔

یہی دور طلوع اسلام اور اسلامی عروج و ارتقاء کا دور ہے۔ اس دور میں مسلمانوں نے ایک طرف سیاسی اور عسکری فتوحات کے ذریعے ایک عالم کو اپنے زیر نگین بنایا تو دوسری طرف انھوں نے علم اور تہذیب و تمدن کے میدان میں وہ ترقی کی جس کی مثال نہیں پائی جاتی ہے ②۔ غرض کہ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے علمی، ثقافتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی حالات میں بعد المشرقین جیسا فرق تھا۔

مستشرقین کی تاریخ کا پہلا دور اس زمانے پر مشتمل ہے جب یورپ پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ اس کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے ③۔

یہ وہ زمانہ تھا جب اندلس اور سسلی اور دوسرے اسلامی ممالک سے اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کی نورانی لہریں اٹھ رہی تھیں اور ایک عالم کو بقیعہ نور بنا رہی تھیں۔ اہل یورپ کو جب اپنے ہاں ہر طرف تاریکی اور ظلمت نظر آئی تو انھوں نے علم، تہذیب اور خوش حالی کا سبق لینے کے لیے مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ انھیں معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کی قوت اور شان و شوکت کا راز ان کے علم میں مضمر ہے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد اہل یورپ نے بالعموم اور کلیسا نے بالخصوص یورپ کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے مستقل بنیادوں پر کارروائیاں شروع کر دیں۔ انھوں نے اپنے اُس رویے جو علم کی دشمنی پر مبنی تھا اس میں تبدیلی کی، چنانچہ علم کے پیاسوں نے یورپ کے طول و عرض سے اسپین کے اسلامی مدارس کی طرف رخ کیا انھوں نے عربوں سے علم اور ان کی تہذیب سیکھی اور پھر یورپ کو علم و تہذیب کے نور سے منور کرنے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں ④۔

اس کام میں ایک طرف حکمران دلچسپی لے رہے تھے اور دوسری طرف عیسائی راہبوں کی کثیر تعداد نے بھی اپنے آپ کو مختلف مقاصد کے تحت اسلامی علوم کو حاصل کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ دسویں صدی عیسوی اور بعد کے ادوار میں یورپ کے حکمران عربی

① تفصیل کے لیے دیکھئے غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص: ۷۶۔

② غلام جیلانی، یورپ پر اسلام کے احسانات، ص: ۱۰۴۔ ③ Will Durant, The Age of Faith, p. 230

④ گزشتہ صفحات میں یہ بات تاریخی دلائل سے ثابت کی گئی ہے کہ تحریک استشرق کا آغاز آٹھویں صدی عیسوی کو ہو چکا تھا۔ دیکھئے صفحہ نمبر: ۵۶۳

⑤ محمود حمزہ، الاستشرق والخلیۃ، ص: ۲۶۔ ⑥ احمد دیاب، انشاء علی الاستشرق ص: ۱۸۔ ⑦ عبد المتعال، الاستشرق، ص: ۵۵۔

علمی سرمایہ کو مغربی زبانوں میں منتقل کرنے کے لیے بے بہا مال خرچ کر رہے تھے اور کلیسا پوری دلجمعی سے اس کام میں حصہ لے رہے تھے، مختلف کتب کے ترجمے ہو رہے تھے۔ ہر طرف مدارس قائم ہو رہے تھے اور کلیسا خود مدارس قائم کرنے اور انھیں ترقی دینے میں مشغول ہو گیا تھا۔ ان کے کچھ مدارس ترقی کر کے یونیورسٹیوں کی صورت اختیار کر گئے اور کچھ نئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اس طرح انھوں نے اسلامی علوم کو یورپ میں پھیلانے کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ان کے پیش نظر اسلام کو نقصان پہنچانے کا مقصد یہاں تھا^①۔ بلاشبہ یورپ میں علم دوستی کی یہ لہر بھی مسلمانوں کی مرہونِ منت ہے۔

دوسرا دور:

استشراق کی تاریخ کے اس دور کا تعلق اس زمانے سے ہے جب صلیبی جنگوں نے پورے مغرب میں اسلام دشمنی کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد فکری و ذہنی محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ اسلام کے خلاف کارروائیوں میں انھوں نے پہلے فرضی تصویروں، کہانیوں، افسانوں اور خود ساختہ مفروضوں کے ذریعے پیغمبر اسلام کی ذات کو موردِ طعن ٹھہرایا۔ وہ تو اسلام کو سب سے بڑی برائی سمجھتے تھے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو وہ ہر برائی کا منبع قرار دیتے تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف لکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی سیرت و سوانح کے بارے میں مہمل کہانیاں، دیومالائی قصے اور بے سروپا باتیں کہی گئیں^②۔

مستشرقین کے اس رویہ کو صرف صلیبی جنگوں کا ردِ عمل قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس طرزِ عمل کی جڑیں صلیبی جنگوں سے پہلے بھی موجود تھیں البتہ صلیبی جنگوں نے اس رویے کو کمال عروج تک پہنچایا ہے۔

پہلے اور دوسرے دور میں فرق یہ ہے کہ پہلے دور کے مستشرقین اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے تاریخ اسلام اور اس کی تعلیمات میں ہی اپنے اعتراضات کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جبکہ اس دوسرے دور کے مستشرقین کا تکیہ صرف اپنے تخیل کی پرواز پر تھا اور ان دونوں ادوار میں ان کا تعصب اور اسلام دشمنی اپنے پورے شباب پر تھے۔

تحریکِ استشراق کے دوسرے دور میں اسلام اور پیغمبر ﷺ کے خلاف جو کچھ لکھا گیا اس پر بعد کے مستشرقین خود بھی شرمندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی طرف سے اپنے متقدمین کے اس رویے پر شرمندگی کا اظہار اس وجہ سے نہیں کہ وہ اسلام کے بارے میں منصفانہ رویے کو ضروری سمجھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ علمی ترقی کے اس دور میں اس قسم کی فرضی داستانیں اور الزام تراشیاں، اسلام کی نسبت، ان کی تحریک کو زیادہ نقصان پہنچائیں گی اور یہ غیر علمی اور غیر منطقی رویہ مستشرقین اور ان کی تحریک کے متعلق منفی تاثرات پیدا کرے گا۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جس رویے کو اختیار کیا وہ بعد کے مستشرقین کے الفاظ میں

① احمد دیاب، انشوا علی الاستشراق، ص: ۱۸

② انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ص: ۶۰۵/۱۲

پیش خدمت ہے۔

مشہور مستشرق منگمری واٹ (Montgomery Watt) اپنی کتاب (Muhammad Prophet and Statesman) میں لکھتا ہے:

Of all the world "great men none has been so much maligned as Muhammad For centuries, Islam was the great enemy of Christendom, since Christendom was in direct contact with no other organized states comparable in power to the Muslims. The Byzantine Empire, after losing some of its best provinces to the Arabs, was being attacked in Asia Minor, while Western Europe was threatened through Spain and Sicily. Even before the crusades focussed attention on the expulsion of the Saracens from the Holy Land, medieval Europe was building up a conception of a great enemy. At a point Muhammad was transformed into Mahound, the Prince of darkness. By the twelfth century, the ideas about Islam and Muslims current in the crusading armies were such Travesties that they had a bad affect on moral. ①

محمد (ﷺ) کو بدنام کرنے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں اتنی کوششیں تاریخ انسانی کی کسی عظیم شخصیت کو بدنام کرنے کے لیے نہیں کی گئیں۔ صدیوں اسلام کو عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن تصور کیا جاتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیت کو اسلام کے علاوہ کسی منظم طاقت سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ جو اتنی ہی طاقتور ہو جتنے مسلمان تھے۔ عربوں کے ہاتھوں اپنے چند بہترین صوبوں سے ہاتھ دھونے کے بعد بیزنطینی حکومت کو ایشیائے کوچک، سین اور سسلی میں اسلام کا چیلنج درپیش تھا۔ مسلمانوں کو ارض مقدس سے نکالنے کی صلیبی کوششوں سے پہلے ہی یورپ میں ”دشمن اعظم“ کا تصور جڑ پکڑ چکا تھا۔ ایک وقت یہ بھی تھا جب محمد کو (Mahound) کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا ”برائی کا شہزادہ“۔ بارہویں صدی عیسوی میں صلیبی فوجوں کے اذہان میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو تصورات تھے وہ بڑے مضحکہ خیز تھے اور انھوں نے اخلاق پر منفی اثرات مرتب کئے۔

ایک اور مستشرق فلپ کے ہٹی (Philip.K.Hitti) رقمطراز ہے:

Christians of medieval times misunderstood Muhammad and considered him a despicable character. The reasons as will be shown later were more historical, that is economic and political than ideological. His earliest portrait as a false prophet and importers, sketched by a ninth-century Greek chronicler as later embellished with the bright colors of ever sexuality, dissoluteness, blood thirstiness and brigandage. In clerical circles Muhammad became the antichrist. His dead body was suspended some where between heaven and earth until and Italian convert in 1503 visited Medina and was evidently surprised not to find it in that position. Dente bisected the trunk of Muhammad's body and consigned it to the ninth hell as befits the chief of the damned souls, bringers of schism into religion.

Western fablers used Maumet, one of forty-one variants of Muhammad's name

listed in the Oxford English Dictionary in the sense of idol. It came to mean "Puppet" or "Doll". In this sense Shakespeare used the word in "Romeo and Juliet". Another variant of the same name Maumet, was used in English medieval encyclical plays as an object of worship. Ironically the greatest in iconoclast and the leading champion of the oneness of God in history was metamorphosed into an object of worship.^(۱)

قرون وسطیٰ کے عیسائیوں نے محمد (ﷺ) کو سمجھنے میں غلطی کی اور انھیں (نعوذ باللہ) حقیر کردار کا مالک تصور کیا۔ اس منفی سوچ کے اسباب نظریاتی سے زیادہ معاشی اور سیاسی تھے۔ نویں صدی عیسوی کے ایک یونانی قصہ گو نے محمد (ﷺ) کی تصویر کشی ایک جھوٹے مدعی نبوت اور دغا باز کے طور پر کی تھی۔ اس تصویر کو بعد میں جنس پرستی، بد چلتی، خون آشامی اور قزاقی کے چمکدار رنگوں سے مزین کیا گیا۔ مذہبی حلقوں میں محمد (ﷺ) کو دشمن مسیح کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ تصور پیش کیا گیا کہ محمد (ﷺ) کی نعش زمین اور آسمان کے درمیان معلق ہے۔ اس افسانے نے اتنی شہرت حاصل کی کہ جب ۱۵۰۳ء میں ایک اطالوی نو مسلم مدینہ گیا تو وہ محمد (ﷺ) کی نعش کو مذکورہ مقام پر نہ پا کر متحیر ہوا۔ ڈانٹنے نے محمد (ﷺ) کے دھڑکود حصوں میں تقسیم کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی کہ ان کا جسم جہنم کے نویں درجے میں پڑا ہوا ہے۔ جو ایسی ملعون روحوں کے لیے مناسب مقام ہے جو مذاہب میں فرقہ بندیوں کے ذمہ دار ہیں۔ مغربی قصہ گوؤں نے "Maumet" کو (جو لفظ محمد کی بگڑی ہوئی ان چالیس شکلوں میں سے ایک ہے جن کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہوا ہے) بت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ شیکسپیر نے Romeo and Juliet میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل Mohound کو قرون وسطیٰ کے ایک گشتی ڈراے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے۔ کہ ایک بت شکن اور تاریخ انسانی میں توحید خداوندی کے سب سے بڑی چیمپئن کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔

جسٹس محمد کرم شاہ الازہری، مستشرق (Philip. K. Hitti) کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غلط۔ کے۔ ہٹی نے حضور اکرم ﷺ کی ذات پر ان بے بنیاد الزامات کو اپنے پیشروؤں کی غلط فہمی کہہ کر ان کے جرم کی شاعت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ وہ حضور ﷺ کو پہچانتے تھے کیونکہ اس بات میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت کی ہر دور میں ان کی اکثریت مذہبی لوگوں پر مشتمل تھی اور اہل کتاب کے مذہبی راہنما حضور ﷺ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ تھے، ہمارے رب نے صدیوں پہلے اس حقیقت کا اعلان فرما دیا تھا:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ

الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾^(۲)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ پہچانتے ہیں انھیں جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بیشک ایک گروہ ان میں سے چھپاتا ہے حق کو جان بوجھ کر^(۳)۔

^(۱) Philip. K. Hitti, Islam a Way of life, p: 22

^(۲) جسٹس محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، ص: ۱۳۵/۶

^(۳) البقرہ: ۲/۱۳۶

ایک اور مستشرق، کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) نے اپنی کتاب (Muhammad A Western Attempt to Understand Islam) کے ایک باب بعنوان: (Muhammad, the Enemy) میں یورپ کی اسلام دشمنی کی کہانی لکھی ہے ①۔ ایک اور مستشرق روڈی متقدین مستشرقین کے رویے کی قلمی ان الفاظ میں کھولتا ہے:

”در حقیقت قرون وسطیٰ میں علمائے مغرب اور کلیسا کے راہنماؤں کی رسائی اسلام کے اصل مصادر تک بڑی وسیع تھی لیکن ان مصادر کا معروضی مطالعہ کرنے کی کوشش اس سابقہ عقیدے کے ساتھ ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی تھی کہ اسلام عیسائیت کا دشمن ہے اور اس میں کسی خیر کا وجود ممکن نہیں اس لیے لوگ صرف ان معلومات کو اہمیت دیتے تھے جو اس نظریے کی تقویت کا باعث ہوتی تھیں، اس لیے وہ ایسی خبر کی طرف جھپٹتے تھے جس میں دین اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق برائی کا کوئی پہلو نظر آتا“ ②۔

تیسرا دور:

اس دور میں مسلمان کمزور ہو چکے تھے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اہل مغرب انہیں اپنے استعماری شکنجے میں کسے لگے تھے اور ان کے علاقوں پر پوری طرح سے تسلط قائم کر لیا تھا۔ اب وہ اس فکر میں تھے کہ وہ اپنے تسلط کو کس طرح دوام بخشنیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، دینی، اخلاقی اور معاشی حالات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ مغرب میں اسلامی تہذیب و تمدن اور عربی زبان کو سمجھنے والے علماء کثیر تعداد میں موجود ہونے چاہئیں تاکہ ان کی کوششیں عالم اسلام پر مغرب کے استعماری تسلط کی راہ ہموار کر سکیں۔

اس مقصد کے تحت مستشرقین نے مختلف علوم مثلاً علم الافلاک، تاریخ، جغرافیہ، طب، ریاضی اور فلسفہ وغیرہ کی کتب کے مغربی زبانوں میں تراجم کروا کر انہیں شائع کیا، نیز عربی علمی مصادر کو اصل صورت میں شائع کیا گیا ③۔

تمام اسلامی ممالک سے بیشمار مخطوطات جمع کئے گئے۔ ڈاکٹر منجن اور ماگولیتھ نے بالخصوص مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ برلن، پیرس، روم، لندن، آکسفورڈ، کیمبرج، ڈبلن، ایڈنبرا، برٹش ایشیاٹک سوسائٹی اور اسکوریاں کی لائبریریوں میں اڑھائی لاکھ کے قریب مخطوطات محفوظ ہیں۔ بودلی کی لائبریری مخطوطات کے لیے خصوصی طور پر شہرت رکھتی ہے۔ اس میں تین ہزار دو سو چوبیس مخطوطات محفوظ ہیں۔ اس طرح برٹش میوزیم کی لائبریری میں بھی بے شمار مخطوطات محفوظ ہیں۔ دی کاسل نے عربی مخطوطات کی ایک خاص لائبریری قائم کی ہے۔ علاوہ ازیں اٹلی اور روس کی لائبریریوں میں کئی ہزار مخطوطات محفوظ ہیں۔ اس کے ساتھ دیگر علمی مہمیں بھی اس دور میں مسلسل جاری رہیں ④۔

① Karen. A. Muhamam A Western, p: 22

②

محمود حمزہ، الاستشرق والخلیۃ، ص: ۳۳

③ مستشرقین کی طرف سے شائع کی جانے والی کتب کے بارے میں دیکھئے، عبدالمتعال، الاستشرق، ص: ۱۷

④ عبدالمتعال، الاستشرق، ص: ۳۳

اس دور میں عربی علوم اور مشرقی تہذیب و تمدن کو سمجھنے کے لیے مستشرقین نے مراکز کا قیام کیا۔ چنانچہ ۱۵۳۹ء میں فرانسوا اول نے پیرس میں کالج آف فرانس کی بنیاد رکھی۔ ۱۵۸۷ء میں ہنری ششم نے کالج آف فرانس قائم کیا جس میں عربی کے شعبے کو نئی بنیادوں پر استوار کیا مختلف یونیورسٹیوں (جن میں آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں قابل ذکر ہیں) میں عربی زبان کے لیے خاطر خواہ کام ہوا۔ لندن، پیرس، روس اور فرانس کے زیر اثر ممالک میں عربی تدریس کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا گیا۔

غرضیکہ مستشرقین نے یورپ، امریکہ اور دوسرے ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں مشرقی زبانوں کی تدریس کے لیے مدارس قائم کیے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۶۷ء میں امریکہ میں ساٹھ یونیورسٹیاں، چالیس لائبریریاں اور اٹھارہ مراکز تھے جو مشرق وسطیٰ کے علوم کی تدریس میں مشغول تھے۔ عربی کی تدریس کو عام کرنے کے لیے گلیوم پوسٹل (Guillaume Postel) جوزف سکا لیجر (Joseph Scaliger) تھامس ارپینیس (Thomas Erphenius) کا نمایاں کام ہے ①۔

مستشرقین نے اپنے عمل کو منظم کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں کئی سوسائٹیاں قائم کیں۔ ”مینی سونا“ یونیورسٹی میں ایک سوسائٹی قائم ہوئی جس نے بدھ مت، عیسائیت اور اسلام کی درس و تدریس کے لیے مخصوص منصوبہ شروع کیا۔ ابتدا میں یہ انجمنیں ثانوی مدارس کے طلبہ تک محدود تھیں۔ بعد ازاں کالج اور یونیورسٹی سطح تک پھیل چکی تھیں۔ یہ انجمنیں ان طلبہ کی مدد اور حوصلہ افزائی کرتی تھیں جو اسلامی تہذیب، تاریخ اور دیگر علوم اسلامیہ میں تخصص حاصل کرنا چاہتے تھے ②۔

ان کے علاوہ انھوں نے مختلف ادوار میں ایشیائی سوسائٹیاں بھی قائم کیں جنھوں نے مشرقی مخطوطات، اسلامی کتب، عربی علوم سے متعلق کتب شائع کیں اور ایک ایشیائی مجلہ جاری کیا جس نے مسلمانوں کے گمراہ فرقوں کو بطور خاص نشانہ بنایا تا کہ مغرب کے سامنے اسلام کی تصویر کو مسخ کر کے پیش کیا جاسکے ③۔

اس دور میں مستشرقین نے کئی ایک بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کیں اور یہ کانفرنسیں مختلف وقفوں کے ساتھ مسلسل منعقد ہوتی رہیں۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کے علاوہ مختلف ممالک کے مستشرقین کی قومی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہیں، چنانچہ استشرق کے کام کا جامع پروگرام وضع کرنے، ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور اپنی کوششوں کو تقسیم کار کے اصول پر منظم کرنے کے لیے یہ کانفرنسیں بہت مفید ثابت ہوئیں جس سے تحریک استشرق کے کام کی رفتار تیز تر ہو گئی ④۔

چوتھا دور:

یہ دور نوآبادیاتی (Colonolism) نظام کی گرفت کمزور پڑنے پر شروع ہوتا ہے جب مسلم ممالک میں آزادی کی تحریکوں نے استعماری و تبشیری طاقتوں کے لیے خطرے کا الارم بجا دیا تھا۔ ان حالات میں استعماری طاقتیں ایک نئی صورتحال سے دوچار

① عبد المتعال، الاستشرق، ص: ۲۷ ② عبد المتعال، الاستشرق، ص: ۳۳

③ اسلام اور مستشرقین، ص: ۱۴/۲ ④ عبد المتعال، الاستشرق، ص: ۳۹ ⑤ محمود دہدی، الاستشرق، ص: ۴۸

⑥ عبد المتعال، الاستشرق، ص: ۴۶

ہوئیں۔ اب ان میں مسلمانوں سے تلوار سے مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں تھی کیونکہ انھوں نے مسلمانوں سے تلوار کے ذریعے معاملات طے کرنے کی بار بار کوششیں کی تھیں لیکن ہر مرتبہ انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا، علاوہ ازیں صلیبی جنگوں کی طویل تاریخ کے ہولناک مناظر بھی ان کے سامنے تھے اس لیے اہل مغرب نے نوآبادیات کو آزادی دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ان کے پیش نظر یہ امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے آزادی حاصل کر کے بھی ذہنی طور پر غلام رہیں۔ اس وجہ سے انھوں نے مسلمانوں کی دوستی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اس مقصد کے لیے ضروری تھا کہ وہ ایسے تمام امور جو مسلمانوں کے دلوں میں اہل مغرب کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں ان کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اہل مغرب کے متقدمین نے کئی صدیاں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہرا گلا تھا۔ مسلمانوں کو عیسائیوں سے متنفر کرنے کے لیے ان کی کتب بہت خطرناک ثابت ہو سکتی تھیں۔ اس لیے اس دور کے مستشرقین اپنے رویے میں تبدیلی لائے اور بحیثیت مجموعی اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ ان کا رویہ پہلے جیسا نہ رہا بلکہ مختلف عوامل^① کے نتیجے میں نرم، حقیقت پسندانہ اور معقول ہوتا چلا گیا، چنانچہ اس دور میں مستشرقین کے ہاں بے بنیاد اور من گھڑت روایات کا سلسلہ کم ہوتا گیا، الزامات کا دائرہ سمٹ کر محدود ہو گیا اور صورتحال نے کلیسا کا طلسم توڑ کر ایسے مستشرقین بھی جنم دیے جنھوں نے جرأت سے کام لے کر اپنے اسلاف مصنفین کے خیالات اور تجزیات کو غلط قرار دیا اور ان کی اسلام کے بارے میں پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کیا۔ اس قسم کے مصنفین کی تحریروں میں گوانصاف کی جھلک نظر آتی ہے لیکن دینی اور نسلی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو ڈیکھنے کی توفیق نہ بخشی^②۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کی اس فکری تبدیلی کی تہہ میں نہ تو اخلاص جلوہ گر تھا اور نہ ہی نفرت و کدورت پر محبت کے جذبات غالب آ گئے تھے بلکہ حالات کی ستم ظریفی نے انھیں نقطہ نظر بدلنے پر مجبور کیا تھا۔ ان کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں بلکہ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی سی تبدیلی سے انھوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد برطانیہ میں سکار برو پورٹ (Scarborough Report) تیار کی گئی۔ اس رپورٹ میں مشرق میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نیا لائحہ عمل پیش کیا گیا۔ مشہور مستشرق ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (H.A.R. Gibb) نے اپنی کتاب Modern Trends in Islam میں نئے تقاضوں کے پیش نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے^③۔

اس دور کے بارے میں جسٹس کرم شاہ تبصرہ کرتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان عملاً ان کے غلام ہیں۔ استعماری طاقتیں اب کمزور اقوام کو قرضے فراہم کر کے انھیں اپنے سودی شکنجوں میں کستی ہیں اور پھر ان ممالک کی داخلی اور خارجہ پالیسیاں انھی کے اشارے پر بنتی ہیں..... اگر ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو انسان اس حقیقت کا فوراً ادراک کر لیتا ہے کہ اس دور کے مستشرقین کا پھیلا ہوا زہر ہر دور کے مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے“^④۔

① ان عوامل میں سے سرفہرست مشرقی مصادر تک ان کی رسائی اور مشرقی زبانوں سے خصوصاً عربی زبان سے آگاہی تھی نیز مشرقی ممالک کے سفر اور مشاہدات نے ان پر اپنے پیشروؤں کی لاعلمی اور افکار و خیالات کی بے بنیادی ثابت کر دی تھی۔ دوسری بڑی وجہ خود یورپ کی بدلتی ہوئی فضا تھی نیز جدت پسندی، سائنسی ایجادات، تعصب کے خلاف عام بے چینی اور وقت کی ضرورت مؤثر عوامل تھے۔

② نجیب العقیلی، المستشرقون، ص: ۱۶۸/۱

③ اسلام اور مستشرقین، ص: ۱۶/۲

④ جسٹس محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ص: ۱۶۷/۶

پانچواں دور:

یہ دور اپنے ساتھ نئے رجحانات لے کر آیا، سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر گزشتہ باتوں کو درہم برہم کر گیا، چنانچہ عالمی جنگیں اور اس کے نتیجے میں مشرقی و مغربی معاشروں پر ہمہ گیر اثرات، نوآبادیاتی علاقوں کی بیداری، ظلم و ستم کی تاریکیوں کے خلاف حریت و آزادی کی روشنی، استعماری قوتوں کی شکست، ایجادات و اختراعات کے ظہور، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظریات کی نشوونما اور تہذیب و تمدن کے تنوع نے حالات و مسائل کی نوعیت کو ہر طرح سے بدل ڈالا۔ چنانچہ مستشرقین کی یہ کوشش رہی کہ جو کچھ حاصل کر لیا گیا ہے اسے بہر صورت باقی رکھا جائے۔ ساتھ ساتھ مصادر شریعت اور عالم اسلام کے بارے میں زیادہ توجہ اور انہماک سے مطالعہ ہونے لگا جزوقتی علماء کے بجائے کل وقتی علماء نے جگہ حاصل کی اور مغرب کی یونیورسٹیوں بالخصوص آکسفورڈ، کیمبرج، لندن وغیرہ میں قرآن و حدیث، فقہ، تصوف اور دوسرے اسلامی و معاشرتی علوم کے بارے میں باقاعدہ نشستیں مخصوص کی جانے لگیں^(۱)۔ اس دور میں اسلام اور اسلامی ادب کے حوالے سے کسی حد تک اعتدال اور انصاف پسندی کی روایت ملتی ہے جسے ویل، گوٹے اور کارلائل وغیرہ نے آگے بڑھایا تھا وہ جاری و ساری رہی، اسلامی مصادر کی تحقیق و دریافت ان کی ابواب بندی اور اشاریہ سازی کا کام نہ صرف آگے بڑھا بلکہ ایک طرف تو مستشرقین نے اس بارے میں اپنی محنت و ریاضت سے ایک طرح کی اجارہ داری حاصل کر لی اور دوسری طرف اسلامی مصادر پر نقد و جرح کے کام کو بھی وسیع پیمانے پر انجام دیا جانے لگا اور ان کا یہ کام صرف ان ماخذ اسلامیہ کے بارے میں اہل مشرق کے قلوب و اذہان میں تردد اور شک پیدا کرنے کے لیے تھا۔ چنانچہ اس دور میں قرآن و حدیث اور دوسرے مصادر کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا^(۲)۔

اس دور میں مستشرقین نے اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی اور دور حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ اب ان کی توجہ کا مرکز پورا مشرق نہیں تھا بلکہ صرف وہ ممالک تھے جو زریال کی دولت سے مالا مال تھے۔ اب مستشرقین نے ایشیائی سوسائٹیوں کے بجائے مشرق وسطیٰ کے نام سے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کر دیں۔

چنانچہ ۱۹۶۶ء میں امریکہ نے جنوبی امریکہ کی مطالعاتی ایسوسی ایشن برائے مشرق وسطیٰ (The Middle East studies assoication of North America) قائم کی۔ دس سال کے بعد یعنی ۱۹۷۶ء میں برطانیہ کی مطالعاتی سوسائٹی برائے مشرق وسطیٰ (British Society of Middle East Studies) قائم ہوئی^(۳)۔

تحریک استشرق کے تاریخی ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مستشرقین کے طریقہ ہائے واردات میں تو نت نئی تبدیلیاں آتی رہیں ہیں لیکن جو مقصد اس تحریک کا روز اول سے تھا وہ ان کی آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوا اور وہ مقصد یہ تھا کہ اسلام کی بنیاد پر کئی کی جائے، مسلمانوں کے دین ان کی تاریخ اور ان کی تہذیب کو مسخ کر دیا جائے، مسلمانوں کو ان کے دین سے بیگانہ کر دیا جائے، اور غیر مسلم لوگوں کو اس دین سے متنفر کر دیا جائے اور اس کے لیے انھوں نے مختلف قسم کے لبادے اوڑھے، کبھی حصول علم کے شیدائیوں کا روپ اختیار کیا اور کبھی تحقیق کے نام پر اسلامی ممالک کے کوئے کوئے تک جا پہنچے، کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں، کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق و مربی کا روپ دھارا لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ تھا اسلام کی مخالفت۔^(۴)

① ذکرِ باشم، استشرق، جون ۱۹۹۰ء

② اسلام اور مستشرقین، ص: ۲۱۵

③ جشنِ محمد کرم شاہ، نیا دہلی، ص: ۱۷۲/۶

④ اسلام اور مستشرقین، ص: ۱۷۲/۶

علم حدیث اور روایت پر مستشرقین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

انیسویں اور بیسویں صدی میں مستشرقین نے قرآن کریم، اسلامی ادب، تاریخ اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ حدیث کو بھی موضوع بحث بنایا۔ اس بارے میں پہلی کوشش گولڈزیہر (Ignaz Goldziher) نے کی جس نے اپنی ریسرچ "Muhammadden Studies" کے نام سے مکمل کی۔ عصر حاضر کے مستشرقین کے یہاں اس کی تصنیفات اور مضامین ایک اہم مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر گلیوم (Guillaume) نے اپنی تصنیف "The Traditions of Islam" میں گولڈزیہر اور مارگولیتھ (Margoliouth) کی پیروی میں ان کے خیالات کو مزید پروان چڑھایا اور قانونی احادیث کو موضوع بحث بنایا۔ جرمن مستشرق شاخت (Schacht) کی ریسرچ پر ایک مستشرق پروفیسر گب (Gibb) نے اگرچہ تنقید کی تاہم اس کا لب و لہجہ بھی حدیث کے مخالف ہی رہا۔

ان کے علاوہ ڈیورنٹ (Durant) آرثر جیفری (Arthor Jafery)، منٹگمری واٹ (Montgomery Watt)، ہوروفیتش (Horowitz)، وان کریمر (Von Kremer)، کیتانی (Catani)، نکلسن (Nicolson) نے بھی حدیث کے متعلق اپنے اپنے مخالفانہ نظریات پیش کئے^①۔

دیگر مستشرقین نے بھی نقد حدیث سے بھی آگے بڑھ کر انکار حدیث کی داغ بیل ڈالی ہے، حدیث کے سلسلے میں ہر بات اور ہر پہلو کو غلط زاویوں سے دیکھا اور سوچا ہے لیکن حدیث کے بارے میں ان سب میں سے زیادہ مقام و مرتبہ، وسیع العلم، خطرناک اور مفید یہودی مستشرق گولڈزیہر رکھتا ہے حتیٰ کہ اس کو شیخ المستشرقین کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ اس نے اپنی تصنیف دراسات محمدیہ (Muhammadden Studies) میں حدیث کے ارتقاء پر بحث کی ہے۔ اس بحث نے اسے حدیث کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں اس نے حدیث پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ مستشرقین نے مسلمانوں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کے لیے حدیث نبوی کو ہدف طعن و جرح بنایا۔ اس کا نام انھوں نے اپنی اصطلاح میں ”آزادانہ بحث و نظر“ رکھا^②۔

ذیل کی سطور میں حدیث کے بارے میں مستشرقین کے نظریات اور اعتراضات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ احادیث قابل حجت نہیں

مستشرقین نے حجت حدیث پر مختلف طریقوں اور زاویوں سے اعتراضات کیے ہیں، تاکہ اس کے بارے میں مختلف شکوک و شبہات پیدا کر کے مسلمانوں کا اس پر اعتماد ختم کر سکیں، وہ کبھی احادیث کو پہلی اور کبھی دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کبھی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ احادیث سیاسی مقاصد کے لیے وضع کی گئی ہیں۔

① سیزگن، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص: ۱۸

② محمد ابو زہر، الحدیث والحدوث، ص: ۳۰۲

۱۔ مشہور مستشرق گولڈزیہر حدیث کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"The word **Hadith** means **tale communication**, not only are communications among those who have embraced the religious life called Hadith, But also historical information whether secular or religious and whether of times long past or of more recent events."^(۱)

لفظ حدیث کا مطلب کہانی اور مواصلات یا خبر رسانی ہوتا ہے۔ صرف ان لوگوں کے درمیان مواصلات نہیں جنہوں نے مذہبی زندگی کو قبول کیا بلکہ مذہبی یا غیر مذہبی، جدید ترین یا قدیم ترین تاریخی مواصلات کو حدیث کہتے ہیں۔

گولڈزیہر کا 'حدیث' کو "Tale" اور "Communication" سے تعبیر کرنا اس کی علمی خیانت ہے یا پھر اس کا یہ عمل اس کی جہالت کی عکاسی کرتا ہے۔

المورد (انگلش عربی ڈکشنری) کے لحاظ سے لفظ Tale کا معنی ہے:

"اشاعة (عن حياة الناس الخاصة)"^(۲)

لوگوں کی زندگی کی خاص کہانی۔

اور بقول مولوی عبدالحق اس کا معنی "کہانی اور قصہ" ہے^(۳)۔

گویا کہ اس کے نزدیک احادیث کی حیثیت کہانی اور قصہ پارینہ کی ہے۔ کاش کہ گولڈزیہر محدثین کے نزدیک مسلمہ حدیث کا مفہوم جان لیتا، تو اس طرح کی بودی اور بے وزنی بات نہ کرتا۔

گولڈزیہر کے نزدیک حدیث کی حیثیت تاریخی بھی نہیں ہے۔ اس بارے میں لکھتا ہے:

"The Hadith not serve as a document for the history of the infancy of Islam, but rather as reflection of the tendencies which appeared in the community during the mature stages of its development."^(۴)

حدیث کو اسلام کے ابتدائی دور کی تاریخ کے لیے سند کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے بجائے ان کی حیثیت ان رجحانات کے عکس کی سی ہے جو کسی قوم کی ارتقاء کے پختہ و مستحکم ادوار میں نمایاں ہوئے۔

گولڈزیہر حدیث اور سنت کو بطور متضاد پیش کرتے ہیں، اکثر جگہوں پر حدیث کے لیے Tradition (یعنی روایت) کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ شریعت اسلامی کے احکام اسلام کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے پہچانے نہ تھے۔

منیر بعلبکی، المورد، ص: ۸۲۷

①

Goldziher, Muslim Studies, p:2/7

①

Goldziher, Muslim studies, p:2/19

②

Abd-ul-Haq, Advanced, p:668

③

انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا (Encyclopaedia of Britannica) میں مقالہ ”محمد“ کا مصنف احادیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”احادیث کا رسمی مجموعہ یا وہ قصے کہانیاں جو آپ (ﷺ) کے اقوال و افعال سے متعلق ہیں، تاریخی طور پر ناقابلِ اعتماد ہیں۔ شاید ہی ایسا ہو کہ ان میں محمد (ﷺ) کی زندگی سے متعلق کوئی کام کی بات نظر آئے۔“^①

فانملر (Pfanmuller) گولڈ زیہر کی حدیث کے بارے میں تحقیقات کا نچوڑ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

”گولڈ زیہر احادیث نبوی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنی کتاب ”دراسات محمدیہ“ کے دوسرے حصے میں حدیث کے ارتقاء پر بڑی عمیق بحث کی ہے۔ حدیث کے متعلق اسے جو گہری معلومات اور بے مثال ملکہ حاصل تھا اس کی بنا پر اس نے حدیث کے داخلی اور خارجی ارتقاء پر ہر پہلو سے بحث کی ہے۔ حدیث کے موضوع پر مسلسل اور عمیق تحقیق نے اس کے دل میں حدیث کے متعلق شکوک پیدا کر دیئے اور احادیث پر سے اس کا اعتماد ختم ہو گیا..... بلکہ یہ کہنا صحیح ہو گا کہ گولڈ زیہر احادیث کو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام کے دینی، تاریخی اور اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ لہذا گولڈ زیہر کے نقطہ نگاہ سے حدیث کو اسلام کے دورِ اوّل یعنی عہد طفولیت کی تاریخ کے لیے قابلِ اعتماد دستاویز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ حدیث ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو اسلام کے دورِ عروج میں اسلام کے ارتقاء کے لیے کی گئیں۔ گولڈ زیہر اس بات پر بڑے پر زور دلائل پیش کرتا ہے کہ اسلام متحارب قوتوں کے درمیان ارتقائی منازل طے کرتا ہوا منظم شکل میں رونما ہوا۔ وہ حدیث کے تدریجی ارتقاء کی بھی تصویر کشی کرتا ہے اور ناقابلِ تردید دلائل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ حدیث کس طرح اپنے زمانے کی روح کا عکس تھی اور کس طرح مختلف نسلوں نے احادیث کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کیا اور کس طرح اسلام کے مختلف گروہ اور فرقے اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مؤسس اسلام کا سہارا لیتے تھے۔ اور کس طرح انھوں نے ایسی باتوں کو اپنے رسول (ﷺ) کی طرف منسوب کیا جو ان کے موقف کی حمایت کرتی تھیں۔“^②

آرتھر جیفری (Arthor Jeffery) حدیث کے بارے میں اپنا نقطہ نظریوں بیان کرتا ہے:

"After the Prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran.

① محمود حمزہ، ”الاستشراق والخطیۃ الفکریۃ للصرایح الصحاری ص: ۱۲۳

② انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا، ص: ۶۰۹/۱۲

Guidance was therefore sought in the Traditions, Hadith, as to what the prophet had said and done, or was reported to have said and done. This vast accumulation of genuine, partly genuine, and quite spurious traditions was presently digested into the collections of Hadith, six of which are considered to be the canonical collections. But as these canonical collections were primarily concerned with material of juristic nature, it follows that much material of importance for the religion of Islam had to be drawn from the other, un-canonical collections. It was well known to Muslims that much of the Hadith material was spurious, but for the study of Islam even those traditions which the community invented and attributed to Muhammad have their value, often as much value as those which may actually have come from him." ①

”تاہم پیغمبر (ﷺ) کے انتقال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی راہنمائی موجود نہیں، لہذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔ احادیث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیغمبر (ﷺ) نے اپنی زبان سے کہیں یا آپؐ ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر (ﷺ) کے اقوال یا افعال ہیں۔ صحیح، جزوی طور پر صحیح اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کر دیا گیا۔ حدیث کے چھ مجموعوں کو مستند تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ کتب صحاح میں زیادہ تر وہ احادیث تھیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے تھا، اس لیے اکثر دیگر مذہبی اہمیت کے معاملات کے لیے غیر مستند مجموعوں کی احادیث پر اعتماد کرنا ضروری تھا۔ اس بات کا مسلمانوں کو اچھی طرح علم تھا کہ حدیث کا اکثر مواد جعلی ہے، لیکن اسلام کے مطالعہ کے لیے ان احادیث کی بھی اہمیت تھی جو مسلمانوں نے خود گھڑی تھیں اور انھیں محمد (ﷺ) کی طرف منسوب کر دیا بلکہ ایسی موضوع احادیث کو بعض اوقات ان احادیث جیسی اہمیت دی جاتی ہے جو صحیح پیغمبر (ﷺ) سے منقول ہے۔“

آرتھر جیفری اپنی اس تحریر میں گولڈ زیہر کی پیروی کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ حدیث کا عہد رسالت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ آپ (ﷺ) کے انتقال کے بعد جب نئے مسائل پیش آئے تو مسلمانوں نے ان کا حل تلاش کرنے کے لیے حضور (ﷺ) کے افعال و اقوال کا سہارا لیا، احادیث گھڑ کر آپ (ﷺ) کی طرف منسوب کیں اور موضوع احادیث کو بعض اوقات صحیح احادیث پر فوقیت بھی دی۔

ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (H.A.R Gibb) کے بقول:

"Where such traditions were found to exist, it was held the rulings they contained, explicitly or implicitly, were decisive and mandatory for all Muslims. The sunna (Practice) of the Prophet obviously supersedes other sunnas, and still more any spectacular reasoning. This argument (elaborated by the jurist al-Shifai-i, d 820) was clearly unchallengeable that it was perforce accepted in principle by all the schools of law". ②

① Arthor Jeffery, Islam, Muhammad and his religion p.12

② گب، ”اسلام مشمولہ“ دی انسائیکلو پیڈیا آف لوگک لیسٹم ص: ۱۷۱

”یہ فیصلہ کیا گیا کہ جہاں اس قسم کی احادیث موجود ہوں ان سے جو احکام صراحۃً یا ضمناً مستنبط ہوں وہی فیصلہ کن ہوں گے اور تمام مسلمانوں کے لیے ان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ پیغمبر (ﷺ) کی سنت کو دیگر تمام سنتوں اور قیاسی فیصلوں پر فوقیت حاصل ہوگی۔ احادیث کی حجیت کے تصور کی وضاحت امام شافعی نے ایسے مدلل اور لا جواب انداز میں کی تھی کہ تمام مکاتب فکر کو اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا۔

گب یہ تو تسلیم کر رہا ہے کہ مسلمانوں نے حضور (ﷺ) سے مروی احادیث کو تلاش کیا، لیکن وہ ساتھ ہی وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ احادیث کو حجت بعد کے مسلمانوں نے قرار دیا، یعنی عہد رسالت میں حدیث کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔ گب کی تحریر کو آغاز سے پڑھنے والا شخص یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ احادیث کے متعلق مثبت رویہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن اس کے مذکورہ بالا جملوں نے اس حقیقت سے پردہ ہٹا دیا ہے کہ وہ بھی اپنے دیگر مستشرق بھائیوں کا ہمنوا ہے۔ اور وہ احادیث پر حملہ کرتے ہوئے قدرے مہذب انداز اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے ورنہ اس کا یہ کہنا کہ احادیث کی حجیت کو امت میں متعارف کرنے کا سہرا حضرت امام شافعی کے سر ہے، اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔

مستشرقین نے حدیث کے حجیت کے بارے میں جو زہرا گلا ہے ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ موضوع اور کمزور روایات کی بنیاد پر اپنی تحقیق کی عمارت استوار کرتے ہیں۔

ان کے بقول احادیث مبارکہ امت مسلمہ کی تاریخ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کا نتیجہ ہیں اور جس چیز نے حالات کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے جنم لیا ہوا اسے شریعت اسلامیہ کا ماخذ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اگر احادیث کی حجیت اور اہمیت کا ثبوت صرف احادیث اور تاریخ اسلام کے حوالے سے پیش کرنا پڑتا تو مستشرقین اپنے گمان کے مطابق اسے بڑی آسانی سے رد کر سکتے تھے کیونکہ انھوں نے احادیث کے بارے میں ایک موقف اختیار کیا ہوا تھا۔ کہ وہ کسی حدیث کو کسی وقت بھی مسترد کر سکتے تھے اور کسی حدیث کو ان کے خلاف بطور ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے احادیث کی اہمیت اور حجیت کو قرآن کریم کے ذریعے بیان کر دیا ہے۔ جب قرآن کریم کی بے شمار آیات احادیث کی اہمیت کو بیان کر رہی ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عہد رسالت کے مسلمانوں نے احادیث کو کوئی اہمیت نہیں دی اور صدی، ڈیڑھ صدی کے بعد مسلمانوں کو مجبوراً احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑا۔

قرآن کریم کے متعلق مستشرقین کی ایک معقول تعداد اب یہ تسلیم کرتی ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے یہ وہی ہے جو آنحضرت (ﷺ) نے اپنے صحابہؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے پاس یہ کتاب ہدایت موجود تھی۔ درج ذیل قرآنی آیات کے ذریعے احادیث کی اہمیت و حجیت واضح کی جا رہی ہے کیونکہ قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں مستشرقین یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعد کے مسلمانوں نے وضع کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمہ میں رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے۔

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾^①

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں محبت الہی کی دلیل آنحضرت ﷺ کی اتباع کو قرار دیا گیا ہے۔ اور حضور ﷺ کی اتباع جو محبت الہی کے لیے ضروری ہے اور جو گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بھی ہے وہ حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ اتباع کا مفہوم ہے:

﴿الِاتِّبَاعُ فِي الْفِعْلِ هُوَ التَّأْسِي بِعَيْنِهِ وَالتَّأْسِي أَنْ تَفْعَلَ مِثْلَ فَعْلِهِ عَلَى وَجْهِهِ مِنْ أَجْلِهِ﴾^②

کسی کے فعل کے اتباع کا یہ معنی ہے کہ اس کے فعل کو اسی طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لیے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے۔

لہذا آنحضرت ﷺ نے جو کام کیے ہیں وہ اسی طرح کیے جائیں جس طرح آپ ﷺ نے کیے اور حدیث آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو بجالانے کا نام ہے۔ قرآن کریم کے اس ارشاد پر عمل کرنے اور اس میں جن انعامات کا ذکر ہے ان کو حاصل کرنے کے لیے ہم احادیث کے محتاج ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے اس فرمان پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کا علم صرف احادیث سے ہی ملتا ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾^③

اے ایمان والوں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

۳۔ نیز قول باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأِنْ تَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾^④

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں ذرا کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

۴۔ قول باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾^⑤

کہہ دیجئے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو، اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

① جنس محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ص: ۲۲۲/۱

② الحجرات: ۱۳/۲۹

① آل عمران: ۳۱/۳

② محمد: ۳۳/۲۷

⑤ آل عمران: ۳۲/۳

ان آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ اللہ کی اطاعت تو قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کر کے کی جاسکتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آپ ﷺ کے اقوال، افعال وغیرہ کی تفصیلات سامنے ہوں۔ یہ تمام تفصیلات احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے قرآن کریم کے اس حکم پر احادیث کے بغیر عمل کرنا ناممکن ہے۔

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ ①

رسول ﷺ جو تمہیں دے دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے رکنے کا حکم ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کے اوامر و نواہی کا علم احادیث کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ ②

اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

علامہ ابن جریر اس آیت کریمہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

”جب کوئی شخص اپنے امام یا پیشوا کے حکم کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو اہل عرب کہتے ہیں:

فلان يقدم بين يدي امامه“ ③ (فلان شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے)

حافظ ابن کثیر نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے اس کی تفسیر کی ہے۔ آپ کا قول ہے:

”لا تقولوا خلاف الكتاب والسنة“ ④ (کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہ کرو)۔

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں۔ آگے نہ بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت کی خلاف ورزی نہ کریں لہذا جہاں قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی جائز نہیں اس طرح آنحضرت ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ اور آپ ﷺ کی اتباع بغیر احادیث کے ممکن نہیں۔

ان تمام آیات کریمات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع، اطاعت، اور ان کے حکم کو ماننا لازم قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ اطاعت رسول ﷺ محبت الہی، اخروی کامیابی اور ایمان و اعمال صالحہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ اور اطاعت

① البحر: ۵۹/۷

② الحجرات: ۱/۲۹

③ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ص: ۲۱۵/۳

④ الطبری، جامع البیان، ص: ۹۷/۲

رسول ﷺ کے لیے ہم آپ ﷺ کے افعال و اقوال کے محتاج ہیں اور آپ ﷺ کے افعال و اقوال اور تقریرات کا نام ہی حدیث ہے۔ احادیث کی اہمیت و ضرورت صرف انہی آیات پر عمل کرنے تک محدود نہیں جن میں براہ راست آنحضرت ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے بلکہ لا تعداد اسلامی احکام پر حضور ﷺ کی عملی یا قولی راہنمائی کے بغیر عمل کرنا ممکن نہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے بارے میں تمام تفصیلات احادیث سے ہی ملتی ہیں۔

۷۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾^①

اور ہم نے تمہاری طرف ذکر (قرآن کریم) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

گویا وحی جلی (قرآن کریم) کے ذریعے جو احکام نازل ہوئے ہیں وحی خفی (احادیث) کے ذریعے ان کی تفصیل اور تشریح بیان کر دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی بے شمار آیات کریمات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب کوئی رسول مبعوث فرماتا ہے تو اسے صرف کتاب ہی عطا نہیں کرتا بلکہ کتاب کے ساتھ ساتھ اسے حکمت بھی عطا کرتا ہے۔

۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ.....﴾^②

اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس موجود چیز کی تصدیق کرے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم یہ آیت کریمہ منصب رسالت کے بارے میں اس حقیقت کو واضح کر رہی ہے کہ رسول جب مبعوث ہوتا ہے تو صرف کتاب لے کر ہی نہیں آتا بلکہ اس کتاب کی تعلیمات کی وضاحت کے لیے اسے بارگاہ الہی کی طرف سے حکمت بھی عطا ہوتی ہے۔

۹۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ﴾^③

اور اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھا دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔

۱۰۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا كُنَ مَا يَتْلَىٰ فِي بَيْوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ﴾^④

① آل عمران: ۸۱/۳

② النحل: ۴۴/۱۶

③ الاحزاب: ۳۳/۳۳

④ النساء: ۱۱۳/۴

اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتوں کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

قرآن کریم ہمیں صرف یہ نہیں بتاتا کہ حکمت کتاب کے ساتھ نازل ہوتی ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کاشانہ نبوت میں کتاب کے ساتھ حکمت کی تلاوت بھی ہوتی ہے۔

قرآنی اصطلاح میں حکمت سے کیا مراد ہے؟ اسے سمجھنے کے لیے اس کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔

صاحب تاج العروس حکمت کا مفہوم بیان کرتے ہیں:

”الحكمة العدل في القضاء والعلم بحقائق الأشياء على ما عليه والعمل بمقتضاها ولهذا انقسمت إلى علمية وعملية.“^(۱)

کسی جھگڑے کا عادلانہ فیصلہ کرنے کو حکمت کہتے ہیں اور اشیاء کی صحیح حقیقت کو جان لینا اور اس (صحیح علم) کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس لیے حکمت کی دو اقسام ہیں: حکمت علمی (یعنی اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا صحیح علم) اور حکمت عملی (یعنی اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنا)۔

گویا کہ حکمت سے مراد حکمت کتاب ہے یعنی کتاب (قرآن کریم) میں جو احکام و ارشادات، اوامر و نواہی، دروس و عبرتیں پند و نصائح مذکور ہیں ان کی ماہیت و حقیقت کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر رسول کو کتاب کے ساتھ عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی کتاب کا علم و عمل اللہ تعالیٰ نے ہی مرحمت فرمایا اور یہی آپ ﷺ کا علم و عمل ہے جو قرآنی اصطلاح میں حکمت کہلاتا ہے اور جسے حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے^(۲)۔

معلوم ہوا کہ حکمت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہے جس طرح کہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنی بہت سی احادیث میں اشارہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ألا إني أوتيت الكتاب و مثله معه))^(۳)

خبردار مجھے کتاب اور اس کے ساتھ اس کی مثل (حدیث) عطا کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں بہت سے مستشرقین کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں ہی مسلمان حدیث پر عمل پیرا تھے اور بعد کے مسلمانوں تک آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات قابل اعتماد ذرائع سے منتقل ہوئے۔

فلپ۔ کے۔ ہٹی احادیث کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتا ہے:

"Throughout his lifetime Muhammad served as God's spokesman, thereby performing the triple function of legislation judge, and executive."

① الزبیدی، تاج العروس، ص: ۲۲۱/۷ ② جسٹس محمد کرم شاہ، سنت خیر الائمہ، ص: ۵۶۰

③ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث نمبر ۴۶۰۴، ص: ۶۵۱

The usage of prophet (sunnah, "custom," "use") including his deeds, utterances and tacit approval was available. It clarified the scriptural text, elaborated on it, supplemented it, and thus fulfilled new demands. The prophetic sunnah became in the first century after the hijrah the object of intensive study, next to the study of the Koran itself, the research involved collection, verification and recording".^①

محمد (ﷺ) نے اپنی پوری زندگی خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔ اس طرح وہ ایک قانون ساز، جج اور منتظم کے سہ گونہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ (حضور ﷺ کے بعد) آپ کی سنت یعنی آپ کی عادات، آپ کا طریقہ کار، آپ کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات دستیاب تھیں۔ یہ چیزیں وحی کے متن کی تہمین اور تفسیر کرتیں اور اس طرح نئے تقاضوں کو پورا کرتی تھیں۔ ہجرت کے بعد کی پہلی صدی میں احادیث قرآن کریم کے بعد زبردست تحقیق اور مطالعہ کا موضوع قرار پائیں۔ احادیث کی تحقیق میں احادیث کو جمع کرنے ان کی جانچ پڑتال کرنے اور ان کو ریکارڈ کرنے کے مقاصد کو پیش نظر رکھا گیا۔

فلپ حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے اقوال کی تشریحی حیثیت اور احادیث کو قرآن کریم کے بیان اور تفسیر ہونے کو تسلیم کر رہا، ہجرت کے بعد پہلی صدی میں احادیث کی زبردست تحقیقات کا اقرار کرتا ہے۔ اس کے مطابق اس دور میں احادیث کو جمع کر کے انھیں پرکھا گیا اور انھیں ریکارڈ بھی کیا گیا۔ یہ تمام باتیں دیگر مستشرقین کے مزعومات کے خلاف ہیں اور یہ باتیں احادیث کی اہمیت اور ان کی حفاظت کے لیے کی جانے والی کوششوں کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

جان بیگٹ گلب (John. Bagot Glubb) لکھتا ہے:

"There were many minor legal and administrative problems to settle, his decisions in which were passed down in Muslim tradition and became unchanging laws for hundreds of millions of millions of persons, for centuries to come."^②

بہت سے کم اہمیت کے قانونی اور انتظامی امور کے مسائل طے کرنا باقی تھے۔ ایسے امور کے متعلق محمد (ﷺ) کے فیصلے اسلامی روایات کی شکل میں بعد کے مسلمانوں کی طرف منتقل ہوئے اور صدیوں تک کروڑوں مسلمانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون کی حیثیت اختیار کر گئے۔

یہاں مسٹر گلب کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے فیصلے اسلامی روایات کا حصہ بنے اور کروڑوں انسانوں کے لیے ناقابل تغیر قانون بنے۔ جبکہ دیگر مستشرقین احادیث کو حضور ﷺ کے فیصلے یا اقوال نہیں مانتے بلکہ انھیں بعد کے مسلمانوں کی اختراع قرار دیتے ہیں۔

① فلپ کے ہنی، اسلام اے وے آف لائف، ص: ۴۲

② John. Bagot Glubb, The lifetime of Muhammad, p. 359

ڈاکٹر مورس بکائیل (Maurice Bucaille) لکھتے ہیں:

"During Muhammad's life and after his death, complementary information of legislative nature was indeed sought in the study of the words and deeds of the prophet." ^(۱)

محمد (ﷺ) کی زندگی میں اور آپ کے انتقال کے بعد قانونی نوعیت کی اضافی معلومات کو آپ کے افعال و اقوال میں تلاش کیا جاتا تھا۔

احادیث کی جانچ پڑتال اور حفاظت کے متعلق مسلمانوں کی کوششوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر بکائیل لکھتے ہیں:

"Those who undertook to assemble them in collections made the kind of enquiries which are always very taxing before recording accounts of past events. They nevertheless had a great regard for accuracy in their arduous task of collecting information. This is illustrated by the fact that for all of the prophet's sayings, the most venerable collections always bear the names of those responsible for the account, going right back to the person who first collected the information from members of Muhammad's family or his companions." ^(۲)

جن لوگوں نے احادیث کے مجموعوں کو مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا، انھوں نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے وہ طریقے اختیار کئے جن کو تاریخی واقعات کو قلمبند کرنے سے پہلے اختیار کرنا بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ احادیث جمع کرنے کے کٹھن کام میں روایات کی صحت ہمیشہ پورے احترام سے ان کے پیش نظر رہی۔ اس بات کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں احادیث کے جو مجموعے زیادہ مستند ہیں ان کی تمام احادیث کی اسناد صحابہ کرام یا اہل بیت عظام تک متصل ہیں۔

درج بالا اقتباسات احادیث کے متعلق مستشرقین کے مذکورہ دعویٰ کی نفی کر رہے ہیں۔

ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں مستشرقین کے حدیث کے بارے میں مفروضہ کہ ”دور اول کے مسلمانوں کو نہ حدیث کی ضرورت پڑی اور نہ ہی انھوں نے حدیث کو کوئی اہمیت دی اور یہ کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں“ بالکل غلط اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں بھی مسلمانوں کے لیے احادیث سے بے نیاز رہنا ممکن نہیں تھا انھیں قدم قدم پر ان کی ضرورت تھی اور وہ ہر دور میں احادیث کو قرآن کریم کے بعد علوم و معارف کا سب سے بڑا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ ثابت ہوا کہ احادیث معتبر دینی دستاویز بھی ہیں اور مستند تاریخی دستاویز بھی لہذا مستشرقین کا احادیث کی حیثیت کو کلیتاً مسترد کر دینا تعصب اور ہٹ دھری پر مبنی ہے جو مستشرقین کی تحریک کے اساسی ستون ہیں۔

^(۱) Maurice Bucaille, The Bible, The Quran and Science, p. 259

^(۲) Maurice Bucaille, The Bible, The Quran and Science, p. 259

۲۔ وضع حدیث کا الزام:

مستشرقین نے احادیث کے وضع کرنے کا الزام اولین مسلمانوں کے ذمے کس قدر سحر طراز اور ادبیانہ اسلوب سے لگایا ہے:

"When the rapid succession of conquests led them to distant countries, they handed on these hadith of the prophet to those who had not hear them by their own ears and after his death they added many salutary sayings when were taught to be in accord with his sentiments and could therefore, is their view legitimately be ascribed to him or of whose soundness they. Where in general convinced, these hadith dealt the religious and legal practices which had been developed under the prophet and were regarded as setting the norm for the Islamic world. They formed the basic material of the hadith."^(۱)

جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ بڑھا اور مسلمان دور دراز ملکوں میں پہنچے تو انھوں نے ان احادیث پیغمبر کو ان لوگوں کو سنایا جنہوں نے اپنے کانوں سے نہیں سنا تھا اور آنحضور ﷺ کے انتقال کے بعد انھوں نے آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی باتوں میں مفید اقوال کا اضافہ کیا۔ ان احادیث کا تعلق مذہبی اور قانونی امور سے ہے اور جن کی مدد سے پوری اسلامی دنیا میں نمونہ قائم کیا گیا۔ انھوں نے حدیث کا اصل مواد وضع کیا۔

ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر نے گولڈزیہر کا حدیث کے بارے میں نقطہ نظریوں بیان کیا ہے:

"وهنا مسألة خطيرة نريد أن نعرض لها ببعض التفصيل وهي (وضع الحديث) في هذا العصر ولقد ساد إلى وقت قريب في أوساط المستشرقين الرأي القائل بأن القسم الأكبر من الحديث ليس إلا نتيجة للتطور الديني والسياسي والاجتماعي للإسلام في القرنين الأول والثاني وأنه ليس صحيحاً ما يقال من أنه وثيقة للإسلام في عهده الأول عهد الطفولة ولكنه أثر من آثار جهود الإسلام في عصر النضوج"^(۲)

ایک نہایت اہم مسئلہ درپیش ہے جس پر ہم تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں اور وہ عصر حاضر میں وضع حدیث کا مسئلہ ہے۔ تھوڑا عرصہ قبل مستشرقین کے ہاں یہ رائے غالب رہی کہ اکثر احادیث آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہیں ہیں بلکہ یہ ان مساعی و جهود کا نتیجہ ہیں جو مسلمانوں نے پچھلے تاریخی ادوار میں انجام دیں۔

^(۱) Goldziher, Muslim Studies, p. 2/18

^(۲) علی حسن، نظریۃ عامۃ فی تاریخ اللہ الاسلامی، ص: ۱۲۶

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی گولڈ زیہر کی اس رائے کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اسلام کے عصر اول میں بنو امیہ اور علماء اسلام کے مابین نزاع نے نہایت خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ علماء احادیث کی جمع و تدوین میں لگ گئے، جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے پاس جو احادیث موجود ہیں ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تو انھوں نے حسب مرضی احادیث وضع کرنے کا آغاز کیا۔ وضع کردہ احادیث روح اسلام کے منافی نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اس لیے وہ اپنے ضمیر کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیا کرتے تھے کہ ہم الحاد و دہریت اور سنت رسول ﷺ سے انحراف کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ احادیث وضع کر رہے ہیں.....“^①

ایک اور مقام پر گولڈ زیہر کہتا ہے:

"We are unlikely to have even as much confidence as Dozy regarding large part of the hadith. But will probably consider by for the greater part of it, as the results of religious historical and social development of Islam during the first centuries."^②

ہم بد قسمتی سے اتنے ہی پُر اعتماد ہیں جس طرح ڈوزی حدیث کے ایک بڑے ذخیرے کے متعلق ہے۔ اس کے ایک بہت بڑے حصے کے بارے میں اندازہ لگائیں گے جیسے کہ پہلی صدی کے دوران اسلام کی سماجی ترقی اور مذہبی تحریک کے نتائج کے بارے میں۔

ایک اور رائے جس کا اظہار گولڈ زیہر نے اپنی کتاب ”دراسات اسلامیہ“ اور ”العقیدۃ والشریعۃ“ میں کیا ہے۔ ”علماء مدینہ اور بنو امیہ میں عداوت پائی جاتی تھی، چنانچہ علمائے مدینہ نے سب سے پہلے بنو امیہ سے انتقام لینے کے لیے احادیث وضع کرنے کی بنیاد ڈالی“^③۔

ول ڈیوران (Will Durant) ان احادیث کے متعلق جن میں رسول اللہ ﷺ کی کسی معجزانہ شان کا ذکر ہے، یہ تبصرہ کرتا ہے۔

"Many of the traditions put a new color upon the Moslem creed. Mohammad had not claimed the power of miracles, but hundreds of pretty traditions told of his wonder-working: how he fed a multitude from food hardly adequate for one man; exorcised demons; drew rain from heaven by one prayer, and stopped it by another; how he touched the udders of dry goats and they gave milk; how the sick were healed by confect with his clothes or his shorn hair. Christian influences seem to have molded many of

① السباعی، السنۃ ومکانہا، ص: ۱۹۰

H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, Shorter, Encyclopaedia of Islam, p: 116

② Goldziher, Muslim Studies, p. 2/19

③ گولڈ زیہر، دراسات اسلامیہ، ص: ۸۱/۲

the traditions; love towards one's enemies was inculcated, though Mohammad had sterner views: the Lord's Prayer was adopted from the Gospels; the parables of the sower, the wedding guests, and the labourers in the vineyard were put into Mohammad's mouth; all in all, he was transformed into an excellent Christian, despite his nine wives".^①

بہت ساری احادیث نے مذہب اسلام کو ایک نیا رنگ دے دیا ہے۔ محمد (ﷺ) نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ ان کے پاس معجزات دکھانے کی قوت ہے، لیکن سینکڑوں احادیث اُن کے معجزانہ کارناموں کا پتہ دیتی ہیں کہ کس طرح انھوں نے اس کھانے سے ایک مجمع کو سیر کیا جو صرف ایک آدمی کے لیے بمشکل کافی تھا، اور کس طرح وہ جن نکالتے تھے ایک دعا سے آسمان سے بارش اتارتے اور دوسری دعا کے ذریعے اسے روک دیتے، وہ ایک بے شیر بکری کی کھیری کو ہاتھ لگاتے اور وہ دودھ دینے لگتی، بیمار ان کے کپڑوں یا تراشیدہ بالوں کو چھو کر صحت یاب ہو جاتے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اکثر احادیث عیسائی تعلیمات کے زیر اثر تشکیل پذیر ہوئیں۔ دشمن کے ساتھ محبت کرنے کی تعلیم دی گئی حالانکہ محمد (ﷺ) کا موقف سخت تر تھا۔ خدا کے حضور دعا کا تصور بائبل سے لیا گیا۔ کاشتکار شادی کے مہمانوں اور انگور کے کھیت کے مزدوروں کی دعائیں (بائبل کی نقل میں) محمد (ﷺ) کی زبان سے ادا کروائی گئیں۔ مختصر یہ کہ نوبیویوں کے باوجود انھیں ایک بہترین عیسائی کے روپ میں پیش کیا گیا۔

”ول ڈیوران“ کا یہ اقتباس بتا رہا ہے کہ اس کی نظر میں وہ تمام احادیث جن میں آنحضرت ﷺ کی کسی معجزانہ شان کا ذکر ہے یا وہ احادیث جن میں کوئی ایسی بات بیان کی گئی ہے جو عیسائیت کے ہاں بھی متعارف تھی ایسی تمام احادیث بعد کے مسلمانوں نے خود گھڑ کر آپ ﷺ کی طرف منسوب کی ہیں۔

شناخت صحابہ و محدثین پر وضع حدیث کی تہمت لگاتے ہوئے کہتا ہے:

”وقال أما حركة المحدثين..... في القرن الثاني فهي في الواقع نتيجة طبيعية لإستمرار حركة المعارضة للمدارس الفقهية القديمة والتي كانت متأثرة بالدين والأخلاق والفكرة الرئيسية التي كانت عند المحدثين هي أن الأحاديث المأخوذة عن النبي ﷺ يجب أن تغلب على سنن المدارس الفقهية ولهذا الغرض اخترع المحدثون بيانات مفصلة أو أحاديث وادعوا أنها من مرئيات أو مسموعات أقوال النبي ﷺ و أفعاله و تقريراته و أنها وصلت إلينا شفهايا بأسانيد غير منقطعة و عن طريق رواية موثوقين و من الصعوبة بمكان أن نعتبر أي حديث منها خاصة فيما يتعلق بالأحاديث الفقهية صحيحاً موثقاً به“^②

دوسری صدی ہجری میں محدثین کے طبقہ کا وجود فقہ اسلامی کی تاریخ میں ایک بڑا اہم واقعہ تھا۔ جو درحقیقت قدیم فقہی مکاتب کے

خلاف ایک رد عمل تھا۔ محدثین پر دین و اخلاق کا زیادہ اثر تھا۔ اور ان کی فکر و نظر کا بنیادی تقاضا یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول شدہ احادیث کا حق یہ ہے کہ وہ فقہی احادیث پر غالب رہیں۔ اس مقصد کے لیے محدثین نے احادیث کو وضع کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ روایات رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال ہیں یا پھر تقریر رسول اللہ ﷺ کی قسم سے ہیں اور یہ تمام روایات ان تک غیر منقطع اسانید اور معتبر روایت کی زبانی پہنچی ہیں اس لیے ہمارے لیے دشوار ہے کہ فقہی احادیث میں کسی بھی حدیث کے بارے میں فیصلہ کریں کہ وہ صحیح اور معتبر ہے۔

شاخصت کی رائے میں وضع حدیث کی مدت معلوم کرنے کا آسان ترین اصول یہ ہے:

"The best way of proving that a tradition did not exist at a certain time is to show that it was not used as a legal argument in a discussion which would have made reference to it imperative, if it had existed" ①

کسی دور میں وضع حدیث کو ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنی بحثوں میں اس حدیث کو شامل کیا ہے یا نہیں؛ اگر حدیث کا وجود ان فقہاء کی بحثوں میں شامل نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث بعد کے دور میں وضع کی گئی۔

شاخصت کا کہنا ہے کہ اس نے حدیث کے بارے میں اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے فقہی اور قانونی احادیث سے سینتالیس مثالیں پیش کی ہیں ②۔

گولڈ زیہر کی زبان میں مستشرقین کے احادیث کے بارے میں مذکورہ بالا بیانات سے ان کے نقطہ نظر کو دو نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ احادیث کا ظہور و شیوع مسلمانوں کے ان دینی، سیاسی اور اجتماعی منازعات کے نتیجہ میں ہوا جو پہلی اور دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئے۔ (یعنی تمام احادیث موضوع ہیں)۔

۲۔ اولین مسلمان (صحابہ و تابعین) نے وضع احادیث کی بنیاد رکھی تھی (یعنی صحابہ و تابعین نے احادیث گھڑیں) احادیث کے بارے میں مستشرقین کے درج بالا نکات کا دیگر ائمہ کے اقوال کی روشنی میں تنقیدی جائزہ لیا جائے گا۔ اول الذکر نکتہ کے بارے میں ڈاکٹر عجاج خطیب بیان کرتے ہیں:

"إن ما ادعاه من أن أكثر الحديث نتيجة للتطور غير صحيح لأن المسلمين منذ القرن الأول و من عهد الصحابة كانوا يثبتون في قبول الأحاديث و كانوا يتبعون الكذابين والوضّاعين و عرفوا الأحاديث الموضوعية والصحيحة ثم إن القرآن الكريم

① Schacht, The Origins, P:140

② Schacht, The Origins, P:140

قد جاء بالقواعد الكلية التي تناسب كل زمان و مكان و لم يتعرض للجزئيات و طرق تنفيذها التي يمكن أن تتبدل و تتغير حسب البيئة و الزمان دون أن تؤثر على القواعد الكبرى و الأهداف العليا للإسلام و ترك الله تعالى للحكام و وسائل التطبيق و التنفيذ في ظلال الكتاب و السنة و الأصول التي تليها فالمسلمون ليسوا بحاجة إلى اختلاق أحاديث تبرر ما يقومون به نتيجة لحياتهم الجديدة فقد كنا هم الله عزوجل هذا بما شرعه لهم من أسس و قواعد خالدة إلى يوم الدين..... ①

ان کا یہ دعویٰ کہ اکثر و بیشتر احادیث (مسلمانوں کی) ترقی کا نتیجہ ہیں درست نہیں کیونکہ مسلمان قرن اول اور عہد صحابہ سے احادیث کو تحقیق و تثبت کے بعد قبول کرتے تھے۔ اور وہ جھوٹوں اور مضامین کا تعاقب کیا کرتے تھے انھوں نے صحیح اور موضوع احادیث کو پہچان لیا تھا، پھر قرآن کریم وہ قاعدہ کلیہ لے آیا جو ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے موزوں تھا اور وہ جزئیات اور اس کے ترک نفاذ کے درپے نہ ہو، جو معاشرے اور زمانے کے مطابق بدلتا رہتا تھا، جو اسلام کے بلند مقاصد اور اس کے قواعد کبریٰ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حکام کے لیے کتاب و سنت اور اس کے زیر اثر اصول کی روشنی میں وسائل تنفیذ کو چھوڑا ہے، چنانچہ مسلمانوں کو پیش آمدہ نئے حالات کے لیے احادیث وضع کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ بنیادیں و قواعد قیامت تک کے لیے کافی تھیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عالم آخرت کو تشریف لے گئے اس وقت اسلام کامل ہو چکا تھا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم و أتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام ديناً﴾ ②

آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

البتہ اسلامی فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل اسلام بعض ایسے حوادث سے دوچار ہوئے جن کا ذکر صراحتہ کتاب و سنت میں نہ تھا۔ مسلمانوں نے قیاس و استنباط کی مدد سے ان سے متعلق احکام وضع کر لیے۔ اس کے باوصف وہ اسلام کے دائرہ اور اس کی تعلیمات کی حدود سے باہر نہ نکل سکے۔ عصر اول میں اسلام کی پختگی ثابت کرنے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قابض ہو گئے۔ یہ دونوں ملک ان دنوں تہذیب و حضارت کی اوج کمال پر فائز تھے۔ آپ نے امور سلطنت کے انتظام و انصرام میں قیصر و کسریٰ سے بڑھ کر عدل و کمال کا مظاہرہ کیا۔ اگر اسلام نا پختہ ہوتا تو حضرت عمرؓ اس عظیم ذمہ داری سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتے۔ اور اتنی بڑی سلطنت کا نظم و نسق کیسے سنبھال سکتے تھے۔ حالانکہ آپ کے عہد خلافت میں یہ دونوں ملک اس قدر خوشحال اور فارغ البال تھے کہ ایسا امن و سکون ان کو قیصر و کسریٰ کے عہد میں بھی نصیب نہ ہوا تھا۔

نیز یہ کہ اہل اسلام کائنات ارضی کے جن دور افتادہ گوشوں تک پہنچے تھے ان کے ہاں عبادات، معاملات اور عقائد و عادات میں کامل یگانگت پائی جاتی تھی۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا جب جزیرہ عرب چھوڑنے سے پہلے ان کا نظام پختہ ہو چکا ہوتا اور زندگی کے مختلف

گوشوں کی بنیادیں مستحکم ہو چکی ہوں۔ اور اگر حدیث کی اکثریت ابتدائی دو صدیوں کے خلفشار و انتشار کا نتیجہ ہوتی تو اس کا حتمی نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا کے کسی ایک خطے میں بود و باش رکھنے والے مسلمان کی عبادت ایک دوسرے خطے میں رہنے والے مسلمان سے قطعی مختلف ہوتی اس لیے کہ دونوں کے آداب و اطوار اور طرز بود و ماند میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی عبادات، عقائد اور زندگی کے آداب و اطوار میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ پہلی صدی ہجری کے بعد مختلف فقہی مذاہب قائم ہو گئے تھے تو بلاشبہ یہ کتاب و سنت اور ان کے فہم و ادراک میں صحابہ کرامؓ کے مختلف مکتبہ ہائے فکر پر مبنی تھے۔ جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے وہ محفوظ و متواتر تھی۔ ائمہ مذاہب میں سے جس امام نے سنت کے بارے میں کسی بات کا اظہار کیا وہ قبل ازیں کسی صحابی یا تابعی سے صادر ہو چکا تھا۔ یہ انتشار کے ظہور و شیوع سے پہلے کی بات ہے اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ مستشرقین نے جو بات کہی ہے وہ کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے نظریہ کے اثبات میں جو دلائل و براہین پیش کیے ہیں وہ انتہائی ناقص اور کمزور ہیں^①۔

گولڈزیہر حدیث نبوی پر مزید اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”علماء کے پاس جو احادیث تھیں چونکہ ان سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا تھا، اس لیے انھوں نے ایسی احادیث وضع کرنا شروع کر دیں جن کو وہ پسند کرتے تھے اور وہ اسلامی روح کے منافی بھی نہ تھیں۔ انھوں نے یہ کہہ کر اپنے ضمیر کو مطمئن کر لیا کہ وہ دہریت اور الحاد اور دینی احکام سے نفرت و بعد کا مقابلہ کرنے کے لیے احادیث وضع کر رہے ہیں“^②۔

اگر علمائے مدینہ نے وضع حدیث کا آغاز کیا تھا تو کیا اس وقت کچھ اور علماء بھی موجود نہیں تھے مکہ، دمشق، کوفہ، بصرہ اور دیگر اسلامی بلاد و امصار میں حضرات صحابہؓ و تابعین کی کثیر تعداد تھی۔ مکہ میں اس وقت ان صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر جو سب سے آخر میں فوت ہوئے عطاء، طاؤس، مجاہد، عمرو بن دینار، ابن جریج اور ابن عیینہ جیسے لوگ تھے^③۔ بصرہ میں حسن بصری، ابن سیرین، ابو العالیہ، قتادہ، ایوب سختیانی اور ثابت البنانی بقید حیات تھے^④۔ کوفہ میں علقمہ، اسود، عمرو بن شریل، مسروق، عبیدہ سلمانی، سوید بن غفلہ، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، عمرو بن میمون، ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن جبیر، قاسم بن عبد الرحمن بن مسعود جیسے علماء زندہ تھے^⑤۔

شام میں ابو ادریس خولانی، قبیصہ بن ذویب، سلیمان بن حبیب، خالد بن معدان، عبد الرحمن بن غنم اشعری، عبد الرحمن بن جبیر اور مکحول زندہ تھے^⑥۔ مصر میں یحییٰ بن ایوب، حیوۃ بن شریح، لیث بن سعد، یزید بن ابی حبیب، بکیر بن عبداللہ، عمرو بن حارث^⑦، اور یمن

① Goldziher, Muslim Studies, p. 2/18

② السبائی، السنۃ و مکانہا، ص: ۱۹۶

③ الذہبی، الامصار، ص: ۱۷

④ الذہبی، الامصار، ص: ۱۷

⑤ النسائی، الضعفاء والترمذی، ص: ۳۱۳

⑥ النسائی، الضعفاء والترمذی، ص: ۳۱۳

⑦ الذہبی، الامصار، ص: ۲۸ ⑧ النسائی، الضعفاء، ص: ۳۱۳

میں وہب بن منبہ، قدامہ بن منبہ، طاؤس بن کيسان، عبد اللہ بن کيسان، معمر بن راشد وغیرہ بقید حیات تھے ①۔

یہ تھے اموی خلافت کے اکابر اہل علم! اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ بھی وضع حدیث میں علمائے مدینہ کے ساتھ شامل تھے؟ ایسا کیسے ہوا اور کس مجلس میں جمع ہو کر انھوں نے وضع حدیث کی سازش تیار کی؟ اور اگر اہل مدینہ کے ساتھ شامل نہیں ہوئے تو پھر یہ خاموش کیوں رہے اور اہل مدینہ کی روایت کردہ احادیث ان سے کیوں کر اخذ کرتے رہے۔؟ تاریخ اسلام میں یہ کہاں لکھا ہے کہ انھوں نے اس فعل پر اہل مدینہ کو معتبوب کیا تھا؟ جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ علمائے امصار اہل خجاز کی روایات کو صحیح و اقویٰ تصور کیا کرتے تھے۔ عبد الملک اموی علمائے مدینہ کی روایت کردہ احادیث کو صحیح تر خیال کرتا تھا۔ اس نے امام زہریؒ کو مشورہ دیا تھا کہ انصار مدینہ سے علم حدیث اخذ کرے ② اگر مدینہ کو وضع حدیث کی نکال کی حیثیت حاصل تھی تو پھر ان کی مرویات کو صحیح کس طرح قرار دیا جاسکتا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو نقد و جرح کے معیار پر پورا نہیں اترتا ہے ③۔

گولڈ زیہر کے اس دعویٰ کے لیے بنیاد ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے ابن مسیب کی عبد الملک کے ساتھ عداوت کو اس امر کا موجب قرار دیا ہے کہ اہل مدینہ سب کاذب اور احادیث وضع کرنے والے تھے۔ مگر گولڈ زیہر یہ نہیں بیان کرتا کہ ابن مسیب نے اس میں کیا کردار ادا کیا؟ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ واضعین کے سرخیل ہوتے کیونکہ آپ ان علماء میں سے تھے جو بنو امیہ سے ناراض تھے اس نے اس ضمن میں ابن مسیب کا ذکر نہیں کیا، دراصل وہ ان کو بھی وضع حدیث سے متہم کرنا چاہتا تھا مگر اس کی جسارت نہ کر سکا؟ اس لیے کہ اس کو کوئی ایک بھی جھوٹی روایت نہیں مل سکی جس کے گھڑنے کی نسبت وہ ابن مسیب کی طرف کرتا۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کہنے والا شخص ان علماء کے اخلاق جلیلہ کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ وہ کذب و افتراء سے اس حد تک پاک ہو سکتا ہے جس حد تک ان علماء کی زندگی پاک تھی۔ اس شخص میں خشیت ایزدی بھی اس درجہ کی نہیں پائی جاسکتی جو ان علماء کا طرہ امتیاز تھا۔ جو علماء رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے انھوں نے وضاعین کا کھوج لگایا اور ان کو زندیق اور فاسق قرار دیا۔ بعض علماء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا کافر اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں ④ یہ کیسے ممکن ہے کہ سعید بن مسیب جیسا شخص مار کھانے اور ذلت و رسوائی کے لیے تیار ہو مگر بیک وقت دو شخصوں کی بیعت اس لیے نہ کی کہ یہ خلاف سنت ہے۔ پھر اس کے بعد سنت رسول کے دفاع کے لیے دروغ گوئی کو جائز قرار دے۔ جو لوگ اپنے ولایت و حکام کے احکام کی علانیہ خلاف ورزی صرف اس لیے کرتے تھے کہ ان کے فرامین خلاف سنت تھے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سنت میں ایسے احکام کا اضافہ کرنے کے لیے تیار ہوں جو رسول ﷺ سے منقول نہ ہوں۔ انھوں نے دراصل آنحضرت ﷺ کے کلام کو وضاعین کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا اور اس کی

① الذہبی، الامصار، ص: ۲۸، النسائی، الضعفاء، ص: ۳۱۳، ابن القیم، اعلام الموقعین، ص: ۱/۱۷

② الذہبی، تاریخ الاسلام، ص: ۱۳۸/۵، السبائی، التہذیب و مکاتبا، ص: ۲۰۰

③ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۲۳۵/۱

پوری طرح پاسداری کی مگر افسوس ہے کہ گولڈ زیہران وضاعین کو ”متقی علماء“ قرار دیتا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ مدینہ کو ان کی جائے سکونت ٹھہراتا ہے۔ حالانکہ مدینہ میں عالم اور متقی لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ یہاں علم و تقویٰ کا وہ مفہوم مراد ہے جو مسلمانوں کے یہاں معتبر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت کے لیے کوشش کرنا اور وضاعین حدیث کو کفر کردار تک پہنچانا اور علم و تقویٰ کا وہ مفہوم مراد نہیں جو اس کے ہاں ہے۔ اس کے نزدیک علم و تقویٰ کے معنی جھوٹی احادیث گھڑنا اور دین اسلام کے دفاع کے لیے آپ ﷺ پر افتراء پردازی کرنا ہے ①۔

باقی رہا شناخت کا وضع حدیث سے متعلق بیان کردہ اصول ② اور اس کا کہنا ہے کہ اس نے حدیث نبویؐ سے متعلق اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے فقہی اور قانونی احادیث سے سینتالیس مثالیں پیش کی ہیں ③۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے ان احادیث کا مکمل جائزہ لیا ہے۔ اس بارے میں آپ رقمطراز ہیں:

”ہم نے موضوع سے متعلق چوبیس احادیث کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان چوبیس احادیث میں سے صرف آٹھ احادیث ایسی ہیں جن کا تعلق فقہ سے ہے۔ (یعنی بالترتیب ۴، ۶، ۷، ۱۰، ۱۷، ۱۹، ۲۳، ۲۴) چھ احادیث ایسی ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں ہیں اور باقی تیرہ احادیث کا تعلق عبادات سے ہے۔ جن کو فقہی یا بقول شناخت قانونی حدیث نہیں کہا جاسکتا۔“

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح وہ قطع و برید اور علمی خیانت کے ساتھ آٹھ کو چوبیس بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود جب ان کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا تو پھر وہ اپنے ہی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر دوسرے طریقوں سے مرضی کے مطابق نتائج پیش کرتے ہیں۔ شناخت وضع حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس ضمن ان کی مثالوں سے دعویٰ کی صراحت کے ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ احادیث کے راویوں کو اپنی روایت کا کسی دوسرے کے پاس موجود ہونے کا علم نہیں تھا۔ اس صورت حال کو وہ استنتاج سکوٹی یعنی خاموش طریقہ استدلال کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔ اور تائید میں ”کتاب الام“ سے امام محمد شیبانیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

”المسألة كذا إلا أن يأتي أهل المدينة فيما قالوا من هذا بأثر فننقاد له وليس عندهم في هذا أثرا يفرقون بين هذه الأشياء فلو كان عندهم جاءوا به فيما سمعنا من أثارهم“ ④

مسئلہ اسی طرح ہے بجز اس کے اہل مدینہ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی قول نقل کرتے تو ہم اس کو مان لیتے، ان کے پاس اس مسئلہ میں کوئی ایسا قول نہیں ہے جس سے وہ ان (مذکورہ) چیزوں کے درمیان تفریق کر سکیں۔ اگر ان کے پاس کوئی قول ہوتا تو ہم

① السباعی، السنۃ ومكانتها، ص: ۲۰۰

② ”کسی دور میں وضع حدیث کو ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنی مباحث میں اس حدیث کو شامل کیا ہے یا نہیں، اگر حدیث کا وجود ان فقہاء کے مناقشات میں نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث بعد کے دور میں وضع کی گئی۔“

③ الشافعی، الام، ص: ۷۷/۷۸

④ Schacht, The Origins, p. 140

نے ان کی جو روایات سن رکھی ہیں، ان ہی میں سے وہ اس کو پیش کرتے۔

امام محمدؒ کے اس قول پر شاخت یہ تبصرہ کرتے ہیں:

”ہم پورے اطمینان کے ساتھ یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ہماری زیر بحث، فقہی احادیث مذہبی مباحث میں اس وقت شامل اور استعمال کی گئیں جب مختلف طبقوں نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں ان کو وضع کر کے عوام میں رائج کر دیا تھا“^①۔

شاخت کے اس مفروضہ کی حقیقت جاننے کے لیے ”کتاب الام“ کی مذکورہ عبارت ملاحظہ ہو:

”ہر ایسی چیز جس سے غلام کے ہاتھ یا پیر زخمی ہوں..... تو اس کا معاوضہ اسی مقدار کے مطابق، غلام کی قیمت سے ہوگا..... اور غلام کی تصریح میں مدینہ والے، اس کی قیمت کا بیسواں حصہ متعین کرتے ہیں..... تو وہ امام ابو حنیفہؒ سے ان چار باتوں میں متفق ہیں لیکن ان چار کے علاوہ میں ان کا قول یہ ہے کہ اس کی قیمت میں کم نہیں ادا کیا جائے گا۔ محمد بن حسن کہتے ہیں کہ مدینہ والوں کے لیے اس قول میں کوئی ایسی روایت کیوں کر ممکن ہے جس کو ہم مان لیں۔ جبکہ ان کے پاس کوئی ایسی روایت نہیں ہے۔ جس سے وہ ان چیزوں کے درمیان فرق بیان کریں۔ اگر ان کے پاس ایسی کوئی روایت ہوتی تو وہ انھی میں سے پیش کرتے۔ جن کو ہم نے ان سے سنا ہے تو جب واقعہ ایسا نہیں ہے تو پھر انصاف کیا جانا چاہیے.....“^②۔

اب اس پوری عبارت کے پڑھنے سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کہیں قرآن مجید یا حدیث نبوی یا آثار صحابہ و تابعینؓ کی جانب اشارہ نہیں ہے۔ شروع سے آخر تک مسئلہ کا تعلق امام ابو حنیفہؒ کی اجتہادی رائے سے ہے۔ بعض صورتوں میں فقہائے مدینہ امام صاحبؒ کی رائے سے متفق ہیں اور بعض میں ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ لیکن شاخت اس مفروضہ کی تحقیق کے بعد نہایت مطمئن ہے کہ اس عبارت سے وضع حدیث اور زمانہ وضع حدیث متعین ہو جاتا ہے۔ شاخت کی اولین اور مضبوط ترین دلیل کا یہ عالم ہے۔ عقل حیران ہے کہ وہ اس قسم کی تحقیق و بحث کو کیا نام دے^③۔



① Schacht, Origins, p. 140

② الشافعی، الام، ص: ۲۸۷/۷

③ الاعظمی، دراسات فی الحدیث، ص: ۲۳۹/۲

۳۔ اُموی حکومت نے احادیث وضع کیں:

مستشرقین دین اسلام کی دشمنی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ اس کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اسلام کی مخالفت میں جھوٹ بولنا، غلط بیانی سے کام لینا، علمی خیانت کا ارتکاب کرنا، غرضیکہ سب کچھ ان کے لیے جائز ہے۔ بلکہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس مخالفت اور تعصب نے ان کی عقل چھین لی ہے۔ اولاً تو حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا، پھر اسے آغاز اسلام کے عہد کی دستاویز نہ مان کر موضوع قرار دے دیا، بعد ازاں محدثین، صحابہؓ و تابعینؓ اور اُموی حکومت کو اس کا واضح قرار دے دیا۔

گولڈزیہر نے حدیث کے بارے میں اپنے ان نظریات کی اساس اس خلاف و نزاع پر قائم کی ہے جو بقول اس کے اُموی خلفاء اور علماء دین کے مابین برپا تھا۔ اس بارے میں اپنا تبصرہ یوں کرتا ہے:

”اس طرح اُموی دور میں جب اُمویوں اور علمائے صالحین کے درمیان نزاع نے شدت اختیار کی تو احادیث وضع کرنے کا کام ہیبت ناک سرعت سے مکمل ہوا۔ فسق و ارتداد کا مقابلہ کرنے کے لیے علماء نے ایسی احادیث گھڑنی شروع کر دیں جو اس مقصد میں ان کی مدد کر سکتی تھیں۔ اس زمانے میں اُموی حکومت نے بھی علماء کے مقابلے میں یہ کام شروع کر دیا۔ وہ خود بھی احادیث گھڑتی اور لوگوں کو بھی ایسی احادیث گھڑنے کی دعوت دیتی جو حکومتی نقطہ نظر کے موافق ہوں۔ حکومت نے بعض ایسے علماء کی پشت پناہی بھی کی جو احادیث گھڑنے میں حکومت کا ساتھ دیتے تھے۔ احادیث گھڑنے کا معاملہ سیاسی مسائل تک محدود نہ رہا بلکہ یہ آگے بڑھ کر دینی معاملات اور عبادات میں بھی داخل ہو گیا اور کسی شہر کے لوگ جن باتوں کو اپنے خیال کے مطابق نہیں سمجھتے تھے، ان کے خلاف احادیث گھڑ لیتے تھے۔ احادیث گھڑنے کا یہ کام دوسری صدی ہجری میں بھی جاری رہا“^①۔

گولڈزیہر عہد بنو امیہ کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:

”پھر معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوا کہ سیاسی مقاصد اور بنو امیہ کے مفاد کے لیے احادیث وضع کی گئیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ وبا عبادت سے متعلق ان امور تک پہنچ گئی جو اہل مدینہ کے افکار و آراء سے ہم آہنگ نہ تھے۔ مثلاً یہ کہ جمعہ کے دو خطبے ہوتے تھے اور خلفاء کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح عید کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا۔ بنو امیہ نے ان امور کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ خلیفہ دوسرا خطبہ بیٹھ کر دیا کرتا تھا۔ اُموی خلفاء عید کا خطبہ نماز سے پہلے دیا کرتے تھے۔ وہ رجاء بن حیوۃ کی اس روایت سے استدلال کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ دوسری جانب حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں: ”جو شخص تمہیں بتائے کہ آنحضور ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اُس نے جھوٹ بولا“ نیز یہ کہ امیر معاویہؓ نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر دیا۔ اور مسجد کے پاس ایک حجرہ تعمیر کیا تھا۔ جس کو خلفائے عباسیہ نے مسمار کر دیا

① حمزہ زقروق، الاستشراق والخلیفة، ص: ۱۲۴

تھا۔ کسی شک و شبہ کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ بعض احادیث جن سے بنو امیہ کا مفاد وابستہ تھا۔ عباسی خلافت کے زمانہ میں ناپید ہو گئی تھیں“ ①

گولڈ زیہر کے مذکورہ بالا بیانات سے درج ذیل اعتراض سامنے آتے ہیں:

۱۔ بنو امیہ دینی تحریف کے مرتکب ہوئے تھے۔

۲۔ اموی خلفاء نے وضع حدیث میں حصہ لیا تھا۔

ان واقعات کے رونما ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف ہے صرف اس بات سے ہے کہ یہ واقعات جو اجتہاد کی بناء پر ان اصحاب سے خاص احوال و ظروف میں صادر ہوئے تھے گولڈ زیہر نے ان کو اس بات کی دلیل میں پیش کیا ہے کہ اموی حکام زندگی کے آداب و اطوار کو بدل دینا چاہتے تھے۔ اور اسی لیے انھوں نے احادیث وضع کی تھیں حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ لوگ شروع سے لے کر آج تک دیکھتے چلے آئے ہیں کہ ملوک و سلاطین اپنی زندگی کے تحفظ اور شان و شوکت کے اضافہ کے لیے یا اپنے بلاد و امصار اور عبادت گاہوں کی آرائش و زیبائش کے لیے کئی قسم کے نئے نئے کام کرتے رہے ہیں۔ کسی شخص نے سلاطین کا یہ اقدام دین کے خلاف نہیں سمجھا اور نہ ہی علماء کا حکومت کا اہل کار ہونا لازم آتا ہے۔ عصر صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز ملوک و سلاطین کا یہی شیوہ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو جمع کیا ②۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو نماز تراویح پر اکٹھا کیا ③۔ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز بیرون مسجد پہلی اذان کی طرح ڈالی ④۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے مسجد نبویؐ میں توسیع کی ⑤۔

ملوک و سلاطین مساجد کی تجدید کرتے رہے ہیں۔ نماز کے لیے مسجد کو جاتے وقت اس قسم کے حفاظتی اقدامات کرتے جس سے متوقع خطرہ ٹل جاتا۔ مگر ان کے عمل کو کسی نے بھی دین میں اضافہ اور تحریف پر محمول نہ کیا گیا۔ بخلاف ازیں جب حضرت معاویہؓ منبر کی سیڑھیاں بڑھا لیتے ہیں یا مسجد کے پاس ایک حجرہ تعمیر کر لیتے ہیں تو اس سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اموی حکام نے دینی احکام کو بدل دیا۔ اور ان میں تحریف کے مرتکب ہوئے۔ منبر میں تبدیلی تو عہد رسالت ہی میں آگئی تھی۔ آپ ﷺ پہلے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک منبر بنوایا۔ جس کی تین سیڑھیاں تھیں ⑥۔ اس لیے کہ لوگ مسجد میں زیادہ آنے لگے تھے۔ اور ضرورت کا تقاضا یہ تھا کہ اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے تاکہ دور کے لوگ سن سکیں۔ اگر حضرت امیر معاویہؓ نے ضرورت کی بناء پر منبر کی سیڑھیاں بڑھائی تھیں تو شرعی لحاظ سے اس میں کیا قباحت ہے۔ مسجد کے قرب و جوار میں کمرہ تعمیر کرنے کا مقصد حفاظت کے پیش نظر تھا۔ ظاہر ہے کہ خوارج، حضرت علیؓ و معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ تینوں کو قتل کرنے کی سازش کر رہے تھے ⑦۔ جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی اور حضرت معاویہؓ و اور حضرت عمرو بن العاصؓ بچ گئے تو حضرت معاویہؓ نے مصلحت اس میں دیکھی کہ لوگوں کے ساتھ مل

① علی حسن، نظریہ علم، ص: ۱۲۸ ② البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر ۴۹۸۶، ص: ۸۹۳

③ المالک، الموطا، کتاب الصلاة فی رمضان، حدیث نمبر ۴، ص: ۷۳/ ④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، حدیث نمبر ۹۱۲، ص: ۱۳۶

⑤ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۹/ ⑥ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجمعة، باب الخطبة علی المنبر، حدیث نمبر ۹۱۸، ص: ۱۳۷

⑦ الدینوری، الاخبار الطوال، ص: ۲۲۰

کر نماز پڑھنے کے بجائے مسجد سے متصل کمرہ میں نماز ادا کیا کریں ①۔

جہاں تک جمعہ کے دوسرے خطبہ میں بیٹھنے کا تعلق ہے حضرت معاویہؓ نے ایسا دانستہ نہیں کیا تھا بلکہ اس لیے کیا کہ جب آپ کا جسم بھاری ہو گیا تھا اور آپ زیادہ دیر تک کھڑے ہونے سے معذور تھے اس وقت ایسا اہتمام کیا گیا۔ امام شعیبیؒ فرماتے ہیں:

”سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ حضرت معاویہؓ نے دیا تھا۔ یہ اس وقت ہوا جب

آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور پیٹ بڑھ گیا تھا۔“ ②

علماء نے حضرت معاویہؓ کے اس فعل پر تنقید کی تھی۔ اور پھر حضرت معاویہؓ نے بیٹھ کر خطبہ دینے، مسجد کے پاس حجرہ بنانے اور منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کرنے کے بارے میں کسی حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

باقی رہا گولڈ زیہر کا یہ دعویٰ کہ رجاء بن حیوۃ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اور خلفائے راشدین بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ یہ رجاء جیسے محدث پر افتراء پر دازی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ رجاء ایسے زمانہ میں یہ بات کہتے جس میں صحابہؓ اپنی جان پر کھیل کر سنت کا تحفظ و دفاع کرتے تھے۔ حدیث کی کسی معتمد کتاب میں یہ روایت رجاء سے منقول نہیں ہے۔ یہ روایت ”الف لیلہ“ اور علامہ دمیری کی ”حیۃ الحیوان“ میں ہے۔ اس لیے کہ مستشرقین نے اکثر علمی مباحث میں ایسی کتب پر اعتماد کیا ہے۔ رجاء بن حیوۃ ائمہ حدیث کے نزدیک عظیم حافظ حدیث تھے ③۔

رجاء جیسے ثقہ حافظ حدیث کا جرم گولڈ زیہر کی نگاہ میں یہ ہے کہ وہ شام میں بود و باش رکھتے تھے۔ اور اموی خلفاء کے ساتھ ان کے مراسم تھے۔ نیز حضرت جابر بن سمرہؓ کا قول ”جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ رسول ﷺ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے اس نے جھوٹ بولا“ ④ اس میں کسی موضوع حدیث کی تردید نہیں کی گئی بلکہ اس امر کا احتمال ہے کہ صحابہؓ کے ذہن میں بیٹھ کر خطبہ دینے کے جواز کا جو خیال آ سکتا تھا حضرت جابرؓ نے اس کی تردید کی اور قطعی طور سے بیان کر دیا کہ یہ سنت کے منافی ہے۔

نماز عید سے قبل خطبہ دینے کا عذر مروان نے یہ بیان کیا تھا کہ اس نے مجبوراً ایسا کیا ہے۔ اگر لوگ پہلے نماز پڑھ لیتے تو وہ خطبہ سننے کے لیے نہیں ٹھہرتے تھے۔ مروان نے یہ نہیں کہا کہ اس نے کسی حدیث کی بناء پر ایسا کیا یا اس کی تائید میں اپنے اتباع کو حدیث وضع کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس کے باوجود صحابہؓ و تابعینؓ نے اس پر شدید تنقید کی تھی ⑤۔

یہودی مستشرق کا یہ دعویٰ کہ ”بعض احادیث جن سے بنو امیہ کا مفاد وابستہ تھا، عہد عباسی میں غائب ہو گئی تھیں“ سراسر بہتان

① ابن خلدون، مقدمہ، ص: ۲۹۹ ② السیوطی، تاریخ الخلفاء، ص: ۱۳۳

③ امام ذہبی لکھتے ہیں: ”ابن سعد فرماتے ہیں کہ رجاء بہت بڑے حافظ، ثقہ اور کثیر العلم تھے۔ ابن عثون کا قول ہے میں نے شام میں رجاء، عراق میں ابن سیرین اور حجاز میں قاسم جیسا شخص نہیں دیکھا۔ رجاء وہی شخص ہے جس نے سلیمان کو مشورہ دیا تھا کہ عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنائیں۔“ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۰۷

④ المسلم، الصحیح، کتاب الجمعة، باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة، حدیث نمبر ۱۹۹۶، ص: ۳۲۶

⑤ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب امیر معاویہؓ کے عامل مدینہ مروان نے نماز سے پہلے خطبہ دیا تو وہ اس پر معترض ہوئے۔ اور اس کا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف کھینچا مروان نے اپنی طرف کھینچا اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ ابوسعید خدریؓ نے کہا: بخدا تم نے دینی احکام کو بدل ڈالا۔ مروان بولا: ”ابوسعیدؓ وہ پرانی باتیں جو تمہیں معلوم ہیں رخصت ہوئیں۔“ ابوسعیدؓ نے کہا: ”خدا کی قسم جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ ان سے بہتر ہیں جو مجھے معلوم نہیں۔“ مروان نے کہا: ”اگر ہم نماز پہلے پڑھ لیتے تو لوگ خطبہ سننے کے لیے ہرگز نہ بیٹھتے۔“

ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ احادیث کہاں پوشیدہ ہو گئیں؟ عباسی خلفاء نے ان کو کہاں چھپا دیا؟ کیا انھوں نے محدثین کو ان کی نقل و روایت سے روک دیا تھا؟ اور اگر بعض احادیث ایک خاص عہد میں چھپ گئیں تو دوسرے عہد میں کیسے معرض وجود میں آ گئیں؟ البتہ کتب صحیحہ اور مسانید معتبرہ سے ان روایات کا غائب ہو جانا تو ممکن ہے مگر احادیث کا ان کے اصحاب و رواۃ اور مدونین سے بالکل ہی پوشیدہ رہ جائیں تو ایسا کبھی نہیں ہوا نہ ہی اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔

تاریخ اس بات کی شہادت نہیں دیتی کہ اموی خلافت نے اپنے کسی نظریہ کی تشہیر کے لیے احادیث وضع کی ہوں اور پھر اموی خلفاء کی وضع کردہ احادیث کہاں گئیں؟ ہمارے علماء ہر حدیث کو نقل کرتے وقت اس کی سند بھی بیان کر دیتے ہیں۔ احادیث صحیحہ کی اسانید کتب حدیث میں محفوظ ہیں۔ ہزار ہا احادیث میں سے کسی ایک حدیث کی سند میں بھی عبدالملک یا یزید یا ولید یا ان کے کسی عامل مثلاً حجاج، خالد بن عبداللہ تستری یا کسی اور حاکم کا نام مذکور نہیں، اگر ایسی احادیث موجود تھیں تو وہ تاریخ کے اوراق میں کہاں گم ہو گئیں۔ اور اگر اموی خلافت نے احادیث خود وضع نہیں کی تھیں بلکہ وضع کی دعوت دی تھی تو اس کی دلیل کیا ہے؟^①

گولڈ زیہر نے اپنے قول کی تائید و حمایت میں ایسے اقوال پیش کیے ہیں جن میں بعض علماء پر نقد و جرح کی گئی ہے۔ مثلاً محدث ابو عاصم النبیل فرماتے ہیں:

”ما رأیت الصالح یکذب فی شیء أكثر من الحدیث“^②

میں نے کسی نیک آدمی کو اس قدر جھوٹ بولتے نہیں دیکھا جتنا جھوٹ وہ حدیث میں بولتے ہیں۔

یحییٰ بن سعید القطان سے بھی اسی قسم کا قول منقول ہے^③۔ وکیع، زیاد بن عبداللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”إنه مع شرفه فی الحدیث کان کذوباً“^④

وہ عز و شرف کے باوجود حدیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔

علماء کرام نے وضع حدیث اور وضاعین کے مقابلہ کے لیے جو جو مساعی جمیلہ انجام دی تھیں۔ ان جهود و مساعی کے مظاہر میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ راویوں پر سخت تنقید کی جاتی تھی۔ رواۃ حدیث کی درجہ بندی کر کے بعض کی مرویات کو قبول اور بعض کو رد اور بعض کے قبول کرنے میں توقف سے کام لیا جاتا تھا۔ علماء حدیث نے وضاعین کو چند گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں ایک گروہ ان جاہل زاہدوں کا تھا جو جہالت کی وجہ سے احادیث گھڑ کر ان کو آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب کر دیا کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہمیں اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ علماء نے ان کی حقیقت آشکار کر دی تھی تا کہ لوگ ان کے زہد و تقویٰ کے دام فریب میں آ کر دھوکہ نہ کھا جائیں۔ ابو عاصم النبیل کا مذکورہ قول اسی قبیل سے ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نیک خصلت ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ

① البہائی، السنۃ و مکاتبتہا، ص: ۲۰۳

② الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ص: ۳۳۳/۱

③ ابن الجی، نہایۃ السوال، ص: ۴۹۰/۳

④ المسلم، مقدمۃ الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۴۰، ص: ۱۲

درحقیقت صالح تھے۔ جس طرح علماء ائمہ دین اور حفاظ حدیث ہوتے ہیں۔ اگر یہ معنی مراد نہ لیے جائیں تو اس سے لازم آئے گا کہ سعید بن المسیب، عروہ، شافعی، مالک، احمد، ابو حنیفہ، حسن بصری اور زہری حدیث کی نقل روایت میں اکذب الناس تھے۔ حالانکہ کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان کا مذکورہ قول مقدمہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ امام مسلم نے جہاں قبول احادیث میں احتیاط کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ جس راوی کی غلطیاں زیادہ ہوں۔ جس کا عقیدہ خراب ہو، غافل مزاج ہو، اس کی مرویات کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ وہاں یحییٰ کا قول بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد امام مسلم فرماتے ہیں:

”یعنی جھوٹ نیک لوگوں کی زبان پر جاری ہو جاتا تھا اور وہ دانستہ اس کے مرتکب نہیں ہوتے تھے“ ①۔

کوئی مسلم اس بات کی جسارت نہیں کر سکتا کہ صالحین سے حدیث کے ائمہ مراد لے اور ان کو کاذب ٹھہرائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام اوزاعی اور امام زہری جیسے ائمہ حدیث صالحین کے زمرہ سے نکل جائیں گے۔ امام شعرائی رقمطراز ہیں:

میں نے اپنے استاد شیخ الاسلام زکریا سے سنا، آپ فرماتے تھے: ”بعض محدثین نے کہا ہے کہ صالحین سب لوگوں سے زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے باطن پر سلامت روی کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہذا لوگوں کے بارے میں ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ رسول ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے۔ صالحین سے ان کے نزدیک وہ عبادت گزار مراد ہیں جو علم بلاغت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور نبی وغیر نبی کے کلام میں فرق و امتیاز نہیں کر سکتے۔ جب کہ دوسرے لوگ اس فرق سے آگاہ ہوتے ہیں“ ②۔

مزید برآں گولڈ زیہر نے وکیع کا جو قول زیاد بن عبد اللہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ”وہ معزز ہونے کے باوجود احادیث میں دروغ گوئی سے کام لیا کرتے تھے“ یہ گولڈ زیہر کی تحریفات میں سے ایک ہے۔ امام بخاری کی تاریخ کبیر میں اصل عبارت یوں ہے:

”وقال ابن عقبة السدوسي عن وکیع هو أشرف من أن يكذب“ ③

ابن عقبة السدوسی وکیع سے نقل کرتے ہیں اس (زیاد بن عبد اللہ) کا مقام دروغ گوئی سے بلند تر ہے۔

وکیع نے زیاد بن عبد اللہ کے متعلق ہر قسم کے جھوٹ کی نفی کی اور بتایا ہے کہ ان کا مقام دروغ گوئی سے بلند تر تھا جبکہ گولڈ زیہر نے اسی عبارت کو یوں تبدیل کر دیا کہ زیاد باعزت ہونے کے باوجود احادیث روایت کرنے میں دروغ گوئی سے کام لیا کرتے تھے۔ کیا مستشرقین کی علمی دیانت و امانت یہی ہے ④۔

غرضیکہ گولڈ زیہر بنو امیہ کی تصویر اس انداز میں پیش کرتا ہے کہ وہ خالصہ دنیا دار لوگ تھے۔ ان کے سامنے صرف سامراجی عزائم تھے۔ بنو امیہ جاہل مطلق اور اسلامی تعلیمات و آداب سے یکسر بیگانہ تھے۔ یہ تاریخی حقائق پر عظیم افتراء ہے۔ یہ ایک طے شدہ

① المسلم، مقدمة الصحیح، باب بیان أن الإسناد من الدین، حدیث نمبر ۴۰، ص: ۱۲

② القاسمی، قواعد التحدیث، ص: ۱۲۷ ③ البخاری، التاريخ الکبیر، ص: ۳۲۹/۲

④ السباعی، السنن ومکاتبا، ص: ۲۳۰

بات ہے کہ جن کتب تاریخ میں اُموی دور کی عکاسی کی گئی ہے وہ تمام تر خلافت عباسیہ میں تصنیف کی گئی ہیں۔ خلفاء بنو عباس کا عہد بنو امیہ کی عداوت سے بھرپور تھا۔ مورخ اور واقعہ نویس عباسی دور میں من مانی کارروائیاں کرتے رہے تھے۔ اس عہد کے مؤرخین نے بنو امیہ کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا تھا اس نے اسلامی تاریخ میں ایک خطرناک کردار ادا کیا۔ جن کی حیثیت بے بنیاد واقعات سے زیادہ نہ تھی۔ یہ من گھڑت واقعات عباسیہ اور غالی شیعہ و روافض کے ساختہ پرداختہ تھے۔ لہذا بنو امیہ کے بارے میں نقد و تبصرہ کے بغیر کتب تاریخ و اخبار کے مندرجات کو تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔

اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں بنو امیہ کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رہے گا۔ اُموی خلفاء نے اسلامی حکومت کو جس قدر وسعت بخشی تھی۔ عباسی خلافت میں اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا سہرا اُموی خلفاء کے سر ہے۔ جو اعلیٰ کلمۃ اللہ اور دین اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں بذات خود فوجوں میں شامل ہو کر اعداء دین سے لڑتے تھے۔ پھر ان سے عداوت کیوں رکھی جائے۔ البتہ یہ درست ہے کہ اُموی خلفاء خوارج اور علویہ کے سخت دشمن تھے۔ اور ان کے درمیان شدید عداوت پائی جاتی تھی۔ مگر خوارج اور علویہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حدیث نبوی کی تدوین اور اس کے نقد و نقل کے ضمن میں کوئی خدمت انجام نہیں دی۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ گولڈزیہر کا قول بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

۴۔ روایہ حدیث نے احادیث وضع کیں

مستشرقین نے مختلف انداز سے حدیث رسول ﷺ پر الزامات و اتہامات لگائے ہیں، انہوں نے اس کی کوئی جہت نہ چھوڑی جسے مورد طعن نہ بنایا ہو، البتہ اس بارے میں صرف ایک باب باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا راویان حدیث کا۔ ان کے لیے ہزاروں بلکہ لاکھوں راویان حدیث کو نشانہ بنانا ممکن نہیں تھا چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ صرف ان راویوں کو اپنا موضوع اور ہدف بنایا جائے جن سے سب سے زیادہ روایات مروی ہیں، اس طرح ان کے خیال میں اکثر و بیشتر احادیث ناقابل اعتماد ٹھہریں گی۔ ان راویان حدیث میں سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن شہاب زہری کو منتخب کیا۔

۱۔ گولڈزیہر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ پر وضع کا اتہام کس مہارت سے لگاتا ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكَلَابِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ كَلْبَ مَا شِئَ فُقِيلَ لَا بَنَ عَمْرٍَ إِنْ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ أَوْ كَلْبَ زَرْعٍ فَقَالَ ابْنُ عَمْرٍَ إِنْ لَأَبَى هُرَيْرَةَ زَرْعًا))^①

بیشک رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے پالتو کتے کے علاوہ تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابن عمرؓ کو کہا گیا کہ ابو ہریرہؓ کھیتی کی حفاظت کے لیے جو کتا ہو (اس کو بھی نہ مارا جائے) کا اضافہ کرتے ہیں تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کی کھیتی تھی۔

① المسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب الأمر بقتل الكلاب، حدیث نمبر ۴۰۱۹، ص: ۶۸۶

گولڈ زیہر نے اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ابو ہریرہؓ پر نقد و جرح کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ ابن عمرؓ کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ راویان حدیث ذاتی غرض کی بناء پر احادیث میں اس قسم کا اضافہ کر لیا کرتے تھے ①۔

یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث نبوی میں ”أو کلب زرع“ کے الفاظ ذاتی مصلحت کی بناء پر اپنی طرف سے بڑھا دیئے تھے۔ صحیح یہ کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول حضرت ابو ہریرہؓ کی تائید ہے تردید نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عمرؓ بعد ازاں خود بھی اس حدیث کو ابو ہریرہؓ کی طرح روایت کیا کرتے تھے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ”أو کلب زرع“ کے الفاظ روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہؓ بن مغفل اور حضرت سفیانؓ بن ابی زہیر نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ کی طرح روایت کیا ہے ②۔

امام نووی فرماتے ہیں:

”حضرت ابن عمرؓ کا یہ ارشاد کہ ”ابو ہریرہؓ کھیتی باڑی کرتے تھے“ ابو ہریرہؓ کی توہین نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں شک و شبہ کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ چونکہ ابو ہریرہؓ کسان تھے اس لیے انھوں نے ”الاکلب زرع“ کے الفاظ کو خصوصی طور سے نوٹ کیا اور اچھی طرح ذہن نشین کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کا کسی بات سے عملی تعلق ہوتا ہے جس طرح وہ اس بات کو محفوظ رکھتا ہے دوسرا نہیں رکھ سکتا۔ امام مسلمؒ نے ”الاکلب زرع“ کا اضافہ بروایت ابن مغفلؓ و سفیانؓ بن ابی زہیر از رسول اللہ ﷺ بھی نقل کیا ہے۔ مزید برآں امام مسلمؒ نے یہ زائد الفاظ بروایت ابن الحکم از ابن عمرؓ بھی ذکر کیے ہیں ابن الحکم کا نام عبدالرحمن بن ابی نعیم الجبلی ہے۔ ممکن ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ زائد الفاظ ابو ہریرہؓ سے سنے ہوں اور ان پر واضح ہو گیا ہو کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کے فرمودہ ہیں تو وہ خود بھی یہ الفاظ روایت کرنے لگے ہوں۔ اور ابن عمرؓ نے اس حدیث میں جو ”أو کلب زرع“ کے الفاظ کے بغیر روایت کیا کرتے تھے ان الفاظ کا اضافہ بھی کر لیا ہو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو یاد آ گیا ہو کہ انہوں نے یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے سنے تھے۔ مگر انھیں یاد نہ رہے۔ اور اس لیے انھوں نے ترک کر دیئے، دوبارہ یاد آنے پر وہ اس اضافہ کو روایت کرنے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس اضافہ کی نقل و روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہؓ کی ایک جماعت اس اضافہ میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے میں ان کی ہمنوا ہے۔ اگر بفرض محال حضرت ابو ہریرہؓ تنہا بھی یہ الفاظ روایت کرتے تو ان کا یہ اضافہ محدثین کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہوتا ③۔

گولڈ زیہر امام زہری پر وضع حدیث کا الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں: ”عصر اول میں بنو امیہ اور ان ارباب تقویٰ علماء کے باہین تنازعات پاتے تھے جو احادیث کی جمع و تالیف میں لگے ہوئے تھے۔ جب ان ارباب علم نے دیکھا کہ جو احادیث قبل ازیں ان کے

① المسلم لصحیح، کتاب المساقاة باب الأمر بقتل الکلاب، حدیث نمبر ۴۰۳۶، ص: ۶۸۸

② Gold, Muslim Studies, P:2/18

③ النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۲۳۶/۱۰

یہاں موجود ہیں ان سے اُن کا مقصد پورا نہیں ہوتا تو انھوں نے اہل بیت کی مدح و توصیف میں ایسی احادیث وضع کرنا شروع کر دیں جو بظاہر اسلامی روح کے منافی نہ تھیں۔ اس طرح انھوں نے بنو امیہ کی مذمت کا بیڑا اٹھایا۔ اگرچہ وہ براہ راست نہیں، بلکہ بالواسطہ تھا۔ انھوں نے اپنے اس فعل کی یہ توجیہ کی کہ وہ ظلم و جور کے خلاف نبرد آزما تھے۔ بنو امیہ کی طرف سے اس کا رد عمل یہ ہوا کہ انھوں نے ایسے لوگوں کی تردید کے لیے احادیث وضع کرنے کا حکم دیا۔ ان کے طرز عمل کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے جو حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہی تھی کہ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے اور حضرت عثمانؓ کے لیے رحمت طلب کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لیجیے۔ حضرت علیؓ کی مدح میں وارد شدہ احادیث کی مخالفت کیجیے اور حضرت عثمانؓ اور ان کے رفقاء کی مدح و ستائش کیجیے۔ ان کو اپنا مقرب بنائیے اور ان کی بات توجہ سے سنیے۔ وضع حدیث کے سلسلہ میں بنو امیہ نے امام زہریؒ جیسے لوگوں سے کام لیا تھا۔ ان خود ساختہ احادیث میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے:

((لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد مسجدي هذا و مسجد الحرام و مسجد

الأقصى))^①

اہتمام کے ساتھ صرف تین مساجد کی جانب سفر کیا جائے۔ میری یہ مسجد (مسجد نبوی) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

اس حدیث سے بنو امیہ کے سیاسی رجحانات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بیت المقدس کو خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کا درجہ دینے کے متمنی تھے۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اہل شام کو خانہ کعبہ کا حج کرنے سے روک دیا تھا۔ اس لیے بنو امیہ چاہتے تھے کہ لوگ خانہ کعبہ کی بجائے بیت المقدس کا حج کرنے آیا کریں۔ اسی طرح بنو امیہ نے بیت المقدس اور شام کی مدح میں احادیث وضع کی تھیں^②۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بنو امیہ اور شیعہ میں سیاسی تنازعات پچھلے تھے۔ یہ بھی درست ہے کہ شیعہ نے حضرت علیؓ کے مناقب میں احادیث وضع کیں۔ اور رد عمل کے طور پر بنو امیہ نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و معاویہؓ کی مدح و توصیف میں احادیث وضع کرائیں^③۔ مگر احادیث وضع کرنے والے فریقین نہ محدث تھے نہ اہل تقویٰ علماء میں سے تھے۔ اصحاب تقویٰ علماء تو ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، زہریؒ، سعید بن مسیبؒ، جیسے لوگ تھے۔ جو احادیث صحیحہ کی حفاظت اور ان کی نشر و شاعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ جھوٹی احادیث کا راز افشا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی احادیث کو روایت کرنا شرعاً درست نہیں۔ ایسا کرنے میں وہ نہ کسی کی ملامت کی پروا کرتے تھے اور نہ کسی ظالم سے خائف و ہراساں تھے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ مستشرقین، واضعین احادیث کو اصحاب تقویٰ علماء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی تھے جن کو نبی ﷺ نے کتابت وحی کے لیے منتخب کیا تھا اور تینوں خلفائے راشدین نے

① المسلم، الحج، کتاب الحج، باب الفضل المساجد الثلاثة، حدیث نمبر ۳۳۸۴، ص: ۵۸۴، صحیح بخاری میں الفاظ یوں ہیں المسجد الحرام، و مسجد

الرسول ﷺ و مسجد الأقصى کتاب فضل الصلاة، باب فضل الصلاة، حدیث نمبر ۱۱۸۹، ص: ۱۹۰

② Gold, Muslim Studies, P:2/18 © علی حسن، نظر عامہ فی تاریخ الفقہ، ص: ۱۲۷

③ دیکھئے صفحہ نمبر ۴۴۸

انھیں ملک شام کی امارت تفویض کی تھی۔ حضرت علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین جو نزاع و جدال بپا ہوا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا، یہ کبھی نہیں ہو سکتا امیر معاویہؓ حضرت مغیرہؓ کو حکم دیتے کہ وہ حضرت علیؑ کو برا بھلا کہیں اور ان کی مدح میں وارد شدہ احادیث کو چھپائیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؑ بخوشی امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اور ایک دن بھی ان کے خلاف نبرد آزمانہ ہوئے۔ آپؑ حضرت علیؑ کے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے۔ روایات میں منقول ہے کہ امیر معاویہؓ نے ضرار صدائیؓ سے حضرت علیؑ کے لیے اوصاف بیان کرنے کو کہا۔ ضرار نے معذرت چاہی جو حضرت معاویہؓ نے قبول نہ کی۔ ضرار نے تفصیلاً حضرت علیؑ کے اوصاف و محاسن پر روشنی ڈالی، حضرت معاویہؓ یہ سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن (حضرت علیؑ کی کنیت) پر رحم فرمائے وہ دراصل ایسے ہی تھے۔ حضرت معاویہؓ بڑے بردبار اور معتدل سیاست دان تھے۔ ان تمام امور کی موجودگی میں یہ بات سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ امیر معاویہؓ نے حضرت مغیرہؓ یا کسی اور کو ایسی فتنہ پردازی کا مشورہ دیا ہو جس سے امت مسلمہ کی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی اور اس کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا۔

باقی رہا مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ بنو امیہ نے اپنے سیاسی اغراض کے پیش نظر احادیث وضع کرنے کے سلسلے میں امام زہری جیسے لوگوں کو استعمال کیا تھا تو یہ ائمہ دین پر ایک عظیم افترا ہے جس کی کوئی سند موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امام زہریؒ کے حفظ و ضبط کے بارے میں سینکڑوں جید علماء نے شہادت دی ہے۔ اب ان کی باتوں میں آکر امام زہریؒ کے بارے میں علماء کی شہادتوں کو کیسے نظر انداز کر دیں۔ جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حدیث "لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد....." امام زہریؒ نے بنو امیہ کی خوشنودی کے لیے وضع کی تھی تو یہ ایک بے بنیاد الزام ہے۔ اس لیے کہ زہریؒ باجماع ائمہ، ثقہ روای تھے۔ اگر وہ اس حدیث کو روایت کرنے میں منفرد بھی ہوتے تو بھی اس کی صحت میں کوئی شبہ نہ ہوتا حالانکہ وہ اس کی نقل و روایت میں منفرد نہیں، امام بخاری اور امام مسلم نے زہریؒ کے علاوہ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ①۔

مزید برآں اس حدیث کا لوگوں کو بیت اللہ سے ہٹا کر بیت المقدس کی جانب متوجہ کرنے سے کیا تعلق ہے؟ اس حدیث سے تو صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے اس کے لیے سفر کا اہتمام نہ کیا جائے۔ اس سے صرف ان مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آغاز اسلام سے مسلمان بیت اللہ کی جانب رخ کرنے سے پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عہد رسالت سے ہی بیت المقدس کا احترام کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ فضیلت درج ذیل آیت کریمہ سے واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَبِّحْ الذِّیْ أُسْرِیْ بَعْدَہٗ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰی الذِّیْ

① البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضل الصلوٰۃ، باب مسجد بیت المقدس، حدیث نمبر ۱۱۹۷، ص: ۱۹۰
 ② المسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، حدیث نمبر ۳۲۶۱، ص: ۵۶۵

١ بارکنا حوالہ

اللہ کی ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی جس کے گرد دنوں میں ہم نے برکت کی ہے۔

اگر بنو امیہ بیت المقدس کی فضیلت کے اثبات کے لیے دلائل کے محتاج ہوتے تو ان کے لیے یہی ایک آیت کافی تھی۔ کیا یہاں بھی گولڈ زیہر یہ بات کہیں گے کہ یہ آیت زہری کی من گھڑت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گولڈ زیہر کا الزام بے بنیاد اور حقیقت حال سے مطابقت نہیں رکھتا ٢۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے واقعہ صخرہ ٣ اور حدیث ”لا تشدوا الرحال.....“ کا زہری پر وضع کرنے کا الزام لگانے کا آٹھ

طرح سے رد کیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

١۔ معتبر مؤرخین ابن عساکر، امام طبری، ابن اثیر، ابن خلدون اور حافظ ابن کثیر اور دیگر مؤرخین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ صخرہ کی تعمیر ولید بن عبد الملک کے ہاتھوں انجام پائی، البتہ علامہ دمیری، کتاب الحیوان میں ابن خلکان سے یوں نقل کرتے ہیں:

”بناها عبد الملك و كان الناس يقفون عندها يوم عرفة“ ٤

صخرہ کو عبد الملک نے تعمیر کیا تھا۔ لوگ عرفہ کے دن اس کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔

صخرہ کی تعمیر کی نسبت عبد الملک کی جانب درست نہیں کیونکہ یہ بات مستند مؤرخین کے بیان کے خلاف ہے تاہم اس میں یہ مذکور نہیں کہ عبد الملک نے اس کو بیت اللہ کے متبادل کی حیثیت سے تعمیر کیا تھا۔ بخلاف ازیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنی مرضی سے اس کے پاس ٹھہرتے تھے۔ اس میں بیت اللہ کے بجائے اس کا حج کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ البتہ عرفہ کے دن اس کے پاس ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ اسلامی شہروں میں یہ عادت عموماً پائی جاتی تھی جسے فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ بیت اللہ کی بجائے اس کا حج کرنے اور اس کے پاس اس طرح ٹھہرنا جیسا عرفہ میں ٹھہرا جاتا ہے واضح فرق ہے تاکہ جو شخص حج نہیں کر سکتا کسی حد تک وہ بھی حج کا اجر و ثواب پالے۔ اس میں صخرہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر اسلامی شہر کے لوگ عرفہ کے دن شہر سے باہر نکل کر حجاج کی طرح ٹھہرا کرتے تھے۔

٢۔ واقعہ صخرہ کے بارے میں بیان کردہ واقعہ بالکل باطل ہے اس لیے کہ کوئی ایسی عمارت تعمیر کرنا جس کے حج کے لیے لوگوں کو بلایا جانا کفر ہے پھر عبد الملک اس کی جسارت کیوں کر کر سکتا تھا۔ وہ اس قدر عبادت گزار تھا کہ لوگ انھیں ”حماتہ المسجد“ (مسجد کی کبوتری) کہا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں عبد الملک کے دشمنوں نے اس پر بہت طعن

٢ محمد ابو زہر، الحدیث والحدوث، ص: ٣٥٥

١ الاسراء: ١/٤

٣ بقول گولڈ زیہر، حضرت عبد اللہ بن زہیرؓ کے فتنہ کے ایام میں عبد الملک بن مروان نے لوگوں کو حج سے روک دیا تھا۔ اس نے مسجد اقصیٰ میں قبة الصخرة تعمیر کیا

تاکہ لوگ اس کا حج اور طواف کریں اور خانہ کعبہ کو چھوڑ دیں۔ ٥ الدمیری، حیاة الحیوان، ص: ٥٦/١

کیے ہیں مگر اسے کافر نہیں کہا اور نہ ہی اسے صحرہ کی تعمیر پر مطعون کیا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہوتی تو اس کے اولین نقائص میں شمار ہوتی۔

۳۔ امام زہری ۵۱ھ یا ۵۸ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۷۳ھ کو قتل ہوئے۔ پہلی روایت کے مطابق زہری کی عمر عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کے وقت بائیس برس اور دوسری روایت کے مطابق پندرہ برس بنتی ہے۔ یہ کس طرح صحیح ہے کہ اس قدر چھوٹی عمر میں زہری پوری امت اسلامیہ میں اس حد تک مشہور ہوں کہ ان کی صحرہ کا حج کرنے سے متعلق وضع کردہ حدیث کو عام طور سے قبول کر لیا جائے اور بیت اللہ کو ترک کر دیا جائے۔

۴۔ تاریخی حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن زبیرؓ کے عہد میں زہری عبدالملک سے آگاہ ہی نہ تھے اور نہ ہی انھیں دیکھا تھا۔ بقول امام ذہبی، زہری کی پہلی ملاقات عبدالملک سے ۸۰ھ کو ہوئی۔ ابن عساکر اس کو ۸۲ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عبدالملک سے زہری کی جان پہچان ابن زبیرؓ کے قتل کے چند سال بعد ہوئی۔ زہری اس وقت نوجوان تھے، عبدالملک نے آپ کا امتحان لیا اور یہ نصیحت کی کہ انصار کے گھروں میں جا کر علم حاصل کرو، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زہری نے اپنے دوست عبدالملک کی خوشنودی کے لیے ابن زبیرؓ کے عہد میں یہ حدیث وضع کی۔

۵۔ مذکورہ حدیث تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔ یہ زہری کے علاوہ دیگر متعدد طرق سے بھی منقول ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے۔ اس سند میں زہری کا نام نہیں ہے۔ امام مسلم نے اس کو تین مختلف طرق و اسانید سے روایت کیا ہے۔ ایک سند میں زہری ہیں اور دوسری دوسندوں میں سے ایک بطریق جریر از ابن عمیر از ابوسعید خدریؓ منقول ہے اور دوسری حضرت ابو ہریرہؓ سے۔ ان دونوں سندوں میں امام زہری شامل نہیں ہیں اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ زہری اس حدیث کی نقل و روایت میں منفرد نہیں ہیں جیسا کہ گولڈ زیہر نے دعویٰ کیا ہے بلکہ بخلاف ازیں امام زہری کے ساتھ دوسرے راوی بھی شامل ہیں۔

۶۔ یہ حدیث امام زہری نے اپنے شیخ سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر زہری نے یہ حدیث بنو امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کر کے سعید بن مسیب کی جانب منسوب کی ہوتی تو سعید ہرگز خاموش رہنے والے نہ تھے۔ حالانکہ سعید بنو امیہ کے ستم رسیدہ تھے اور ان کو پیٹا بھی گیا تھا۔ سعید بن مسیب نے ۹۳ھ میں

ابن زبیرؓ کے قتل کے بیس سال بعد وفات پائی۔ حیرت ہے کہ سعیدؓ اس قدر طویل عرصہ تک کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ باوجودیکہ سعیدؓ صدیق و صداقت کے ایک کوہِ گراں تھے اور کسی کی ملامت کی پروا نہیں کیا کرتے تھے۔

۷۔ اگر فرض بھی کر لیں کہ زہری نے یہ حدیث عبدالملک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وضع کی تھی تو اس میں قبۃ الصخرۃ کی فضیلت کیوں نہ بیان کی جس کے حج کی طرف عبدالملک لوگوں کو راغب کرنا چاہتے تھے۔ مذکورہ صدر حدیث اور اس ضمن میں وارد شدہ دیگر احادیث صحیحہ میں صرف بیت المقدس میں نماز ادا کرنے اور اس کی زیارت کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کے لیے کوئی وقت معین نہیں کیا گیا۔ یہ چیز اجمالاً قرآن نے بھی بیان کی ہے پھر اس سے عبدالملک کا مقصد کیوں کر پورا ہو سکتا ہے جو ایام حج میں لوگوں کو اس امر کی ترغیب دلانا چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کے بجائے صحرہ کا حج کیا کریں۔

۸۔ حدیث ”لا تشدوا الرحال“ کو علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ بیت المقدس اور صحرہ کے فضائل کے بارے میں وارد شدہ احادیث موضوعہ کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ احادیث زہری سے منقول بھی نہیں ہیں۔ علماء نے ان پر شدید نقد و جرح کی اور کہا ہے کہ صحرہ سے متعلق تمام احادیث جھوٹی ہیں۔ علماء کا قول ہے کہ بیت المقدس کی فضیلت کے بارے میں صرف تین احادیث صحیح ہیں^(۱)۔

۲۔ امام ابن شہاب زہریؒ پر ایک اور اعتراض کرتے ہوئے گولڈزیہر رقمطراز ہے:

ولید بن ابراہیم اموی زہری کے پاس ایک رسالہ لایا اور کہا ”اس رسالہ میں احادیث درج ہیں، آپ مجھے ان کی نقل و روایت کی اس حیثیت سے اجازت دیں کہ یہ میں نے آپ سے سنی ہیں۔“ زہری نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اجازت دے دی اور کہا ”میرے سوا اور کون آپ کو یہ احادیث سنا سکتا ہے۔“ چنانچہ ولید بن ابراہیم ان احادیث کو زہری کی مرویات کی حیثیت سے روایت کرتا رہا^(۲)۔

غالباً واقعہ یوں ہوا کہ ابراہیم نے ایک تحریر استاد کے سامنے پیش کی، قبل ازیں ابراہیم ان سے وہ احادیث سن چکا تھا اس کو محدثین کی اصطلاح میں ”عرض المناولہ“^(۳) کہتے ہیں۔

”بہت سے متقدمین کے نزدیک یہ بھی سماع کی ایک قسم ہے، امام مالک، زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید، مجاہد اور سفیان سے اسی طرح منقول ہے^(۴)۔ امام زہری کے اکثر تلامذہ کا بیان ہے کہ وہ ان سے احادیث سن کر بعد ازاں ان کو سنایا کرتے تھے۔ اور غور سے

Gold, Muslim Studies , P:2/18 (۱)

(۱) السباعی النہ و مکاتبا: ص ۲۱۷

(۲) اگر استاد طالب علم کو ایک ایسی کتاب دے جو اس نے اپنے شیخ سے سنی ہو اور کہے یہ مجھ سے روایت کیجئے یا شاگرد ایک ایسی کتاب لائے جو اس نے شیخ سے سنی

ہو شیخ غور سے دیکھ کر کہے ”اسے روایت کیجئے“ تو اس کو ”عرض المناولہ“ کہتے ہیں۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۱۳۷

(۳) الراہرہزی، المحدث الفاصل، ص: ۲۲۳ (۴) الخطیب، الکفایہ، ص: ۷۳

(۵) الذہبی تذکرۃ الحفاظ، ص: ۱۱۰/۱

سن کر ان کی تائید کیا کرتے تھے۔ ایوب کہتے ہیں ”ہم زہریؒ کے سامنے علم پیش کیا کرتے تھے“ ⑤۔

عبداللہ بن عمر کا قول ہے: ”میں زہریؒ کے پاس ایک کتاب لایا۔ نہایت غور سے دیکھ کر کہا ”میں نے تجھے اس کے روایت کرنے کی اجازت دی“ ①۔

ابراہیم بن ولید کی روایت کو اگر صحیح قرار دیا جائے تو وہ حتماً اسی قبیل سے ہے۔ اس کی تائید مزید اس بات سے ہوتی ہے کہ ابن عساکر کی روایت میں ”عرض“ کا لفظ ہے یا تو ابراہیم نے بذات خود کچھ احادیث جمع کی ہوں گی اور پھر امام زہریؒ سے کہا کہ اپنی طرف سے ان کے روایت کرنے کی اجازت دے دیں اور امام زہریؒ نے اس کو تسلیم کر لیا ہو۔ ایسی بات زہریؒ سے صادر نہیں ہو سکتی جو پوری امت اسلامیہ میں مشہور تھے۔ ظاہر ہے کہ ان کی شہرت کی وجہ ان کی علمی امانت و دیانت اور ان کی زبردست قوت حافظہ ہی تھی۔

باقی رہا امام زہریؒ کا قول ”تجھے کون اس کی اجازت دے سکتا ہے؟“ بقول ابن عساکر دراصل الفاظ یوں ہیں: ”میرے سوا کون تجھے اس کی اجازت دے سکتا ہے؟“ ② اور یہ بات درست بھی ہے اس لیے کہ دوسرا کوئی شخص امام زہریؒ کے تلامذہ کو وہ احادیث روایت کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا جو انھوں نے اپنے شیخ کے سوا اور کسی سے نہیں سنیں۔

مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ امام زہریؒ اپنے زمانہ کے بڑے حافظ حدیث تھے۔ امام مسلمؒ نے بیان کیا ہے ”زہریؒ ایسی نوے احادیث روایت کرتے تھے جو اور کسی کو یاد نہ تھیں“ ③۔ لہذا امام زہریؒ نے ابراہیم کو جو بات کہی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے سوا اور کون شخص ان احادیث سے آگاہ ہے جو تجھے ان کے روایت کرنے کی اجازت دے گا؟ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میرے سوا ان کو وضع کرنے کی جرأت اور کون کر سکتا ہے؟

اور پھر کتب حدیث میں ابراہیمؒ کی کوئی روایت مذکور نہیں اور نہ کتب جرح و تعدیل میں اس کا کہیں ذکر ہے۔ اس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا گیا ہے اور نہ ضعیف و متروک رواۃ میں۔ اب سوال یہ ہے کہ امام زہریؒ کی اجازت سے جو احادیث ابراہیمؒ نے لوگوں میں پھیلائی تھیں وہ کہاں گئیں؟ کن کتب حدیث میں درج ہیں اور کس کی روایت سے ہیں؟ وہ رسالہ کہاں غائب ہو گیا؟ ④

۳۔ گولڈزیہر ابن شہاب زہریؒ پر مزید اعتراض کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے:

بروایت معمر زہریؒ نے خود اعتراف کیا تھا کہ ”امراء نے ہمیں احادیث لکھنے پر مجبور کیا تھا“۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زہریؒ اپنی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت وقت کی خواہشات کی تکمیل کیا کرتے تھے“ ⑤۔

ایک روایت ہے کہ امام زہریؒ تاریخ انسانیت کے وہ عظیم فرد تھے جن کی تربیت صحابہ کرامؓ نے فرمائی تھی اور ان کی صداقت

① ابن عساکر تاریخ دمشق (بحوالہ السباعی، السنۃ ومکاتبہا، ص: ۲۲۰)

② مصادر میں ابراہیم بن ولید کا تذکرہ نہیں ملتا۔

③ الذہبی تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۱۰/۱

④ السباعی، السنۃ ومکاتبہا، ص: ۲۲۱

⑤ Gold, Muslim Studies, P:2/18

بیانی، بلند خیالی اور دروغ گوئی سے پاکیزگی کی ایک عظیم نشانی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

امام زہری خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس گئے، ولید نے کہا وہ کیسی حدیث ہے جو اہل شام ہمیں سناتے ہیں؟ زہری نے کہا امیر المؤمنین وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا اہل شام یہ حدیث سناتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو رعیت سپرد کرتے ہیں تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتیں“۔ زہری نے کہا امیر المؤمنین! یہ جھوٹ ہے، کیا ایک خلیفہ جو نبی بھی ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے یا صرف خلیفہ جو نبی نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿يَا دَاوُدَ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾^①

”اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، آپ لوگوں میں حق کے مطابق فیصلہ کیجیے اور خواہش کی پیروی نہ کیجیے، وہ آپ کو خدا کے راستہ سے برگشتہ کر دے گی۔“

ولید نے یہ سن کر کہا: ”لوگ کس طرح ہمیں دین سے منحرف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟“^②

امام ابن عساکر نے اپنی سند سے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے سلیمان بن یسار سے آیت قرآنی ﴿وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾^③ کی تفسیر کے بارے میں پوچھا کہ تولى کبرہ (جس نے بڑا کام انجام دیا) سے کون شخص مراد ہے؟ سلیمان نے کہا وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول ہے۔ خلیفہ ہشام نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، اس سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔ (در اصل ہشام یہ بات سنجیدگی سے نہیں کہہ رہا تھا، وہ آزمانا چاہتا تھا کہ حق و صداقت سے ان کو کس قدر لگاؤ ہے۔) سلیمان بن یسار نے کہا امیر المؤمنین آپ ٹھیک فرماتے ہیں، اتنے میں امام زہری بھی پہنچ گئے، ہشام نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے کہا اس سے عبد اللہ بن ابی بن سلول مراد ہے۔ ہشام نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، اس سے علی بن ابی طالب مراد ہیں۔ امام زہری نے غصہ سے کہا تو کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟ اگر آسمان سے بھی یہ ندا آئے کہ میں نے جھوٹ کو حلال قرار دیا ہے تو بھی میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ مجھے فلاں فلاں شخص نے بتایا کہ اس سے عبد اللہ بن ابی مراد ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ ہشام کو زہری کے خلاف بھڑکاتے رہے یہاں تک کہ ہشام نے زہری سے کہا چلے جائیے اللہ کی قسم تیرے جیسے انسان کا بوجھ ہمیں برداشت نہیں کرنا چاہیے تھا^④۔

ان واقعات کی روشنی میں امام زہری پر دروغ گوئی کا الزام لگا کر ان کی دین داری پر کیسے حملہ کیا جاسکتا ہے۔ کیا یہ واقعہ امام زہری کی امانت و دیانت کی غمازی نہیں کرتا؟ اور پھر امام زہری کو اُموی خلفاء کی خواہشات کی پیروی کی ضرورت ہی کیا تھی؟ کیا وہ مال کے طلب گار تھے؟ امام زہری کے بارے میں عمرو بن دینار کا قول نقل کیا گیا ہے:

”کسی شخص کے یہاں درہم و دینار کی اس قدر ناقدری نہ تھی، جتنی زہری کے نزدیک، وہ ان کو بیٹنی سے زیادہ

② ابن عبد ربہ، عقد الفرید، ص: ۷۰/۱

① ص: ۹۶/۳۸

③ ابن عساکر تاریخ دمشق (بحوالہ، السبائی، السنۃ و مکاتبا، ص: ۲۱۵)

④ النور، ۱۱/۲۳

وقت و اہمیت نہیں دیا کرتے تھے“ ①۔

تو پھر کیا امام زہری جاہ و منصب کے خواہاں تھے؟ جبکہ پوری ملت اسلامیہ امام زہری کو عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ پھر انھیں کس منصب کی تلاش تھی؟ تو جب وہ شہرت، جاہ و مال کے طلب گار نہ تھے بلکہ نہایت متشرع اور بہادر واقع ہوئے تھے تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اپنا دین بنو امیہ کے پاس فروخت کر دیتے اور مسلمانوں میں جو اکرام و احترام انھیں حاصل تھا اس کو کھودیتے اور اگر وہ بنو امیہ کی خوشنودی کے لیے احادیث وضع کرتے تھے تو علمائے مدینہ نے ان کی تکذیب کیوں نہ کی؟ اور ان کے دشمن کیوں نہ بن گئے پھر زہری کے استاد سعید بن مسیب نے ان سے اظہارِ برأت کیوں نہ کیا؟ حالانکہ وہ عبد الملک تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ کیا وہ اس لیے خاموش رہے کہ زہری سے خائف تھے؟ جبکہ رجال و روایت کی تنقید کے سلسلہ میں وہ خلیفہ سے لے کر معاشرے کے ادنیٰ آدمی تک کسی سے ڈرتے نہ تھے۔ اور اگر وہ زہری سے ڈرتے تھے تو عباسی خلافت کے علماء نے ان پر تنقید کیوں نہ کی؟ جس طرح وہ بنو امیہ کے خلفاء و امراء کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔

علاوہ ازیں ائمہ جرح و تعدیل ان کے بارے میں کیوں کر خاموش رہے؟ جو دینی امور میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کرتے تھے۔ پھر وہ ایسے شخص کو کیوں کر معاف کر سکتے تھے جو اموی دور کے سرکردہ اور مشہور لوگوں میں سے تھا اور جبکہ علمائے جرح و تعدیل نے زہری کی توثیق کی ہے۔ کیا یہ جملہ امور اس بات کی زندہ دلیل نہیں ہیں کہ امام زہری کا دامن ایسی آلائشوں سے پاک تھا جبکہ گولڈ زیہر ان میں سے بعض امور کا اعتراف بھی کرتا ہے ②۔

گولڈ زیہر نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ایسی تحریف پر مشتمل ہے جس سے معنی و مفہوم یکسر بدل جاتا ہے۔ ابن عساکر اور ابن سعد میں اصل عبارت یوں ہے کہ ”زہری“ لوگوں کو احادیث لکھنے سے منع کیا کرتے تھے تاکہ وہ کتب کی بجائے اپنی قوت حافظہ پر بھروسہ کریں۔ جب ہشام نے امام زہری سے پر زور مطالبہ کیا کہ وہ اس کے بیٹے کو احادیث لکھوائیں تو امام زہری نے چار سو احادیث املاء کرا دیں اور بلند آواز یہ بات کہتے ہوئے چل دیے:

((يأَيُّهَا النَّاسُ لِمَا كُنَّا مَنَعْنَا كَمَا أَمَرَا قَدْ بَدَلْنَا الْإِنِّ لِهَوْلَاءِ وَإِنَّ هَؤُلَاءِ الْأَمْرَاءَ أَوْ كَرِهُوا

عَلَى كِتَابَةِ الْأَحَادِيثِ)) ③

لوگو! ہم تمہیں ایک بات سے منع کیا کرتے تھے، اب وہی کام ہمیں ان لوگوں کے لیے کرنا پڑا، امراء نے ہمیں کتابت حدیث پر مجبور کر دیا ہے۔

خطیب نے اس واقعہ کو بالفاظ دیگر نقل کیا ہے، وہ الفاظ یہ ہیں:

① الذہبی تذکرۃ الحفاظ ص: ۱۰۹/۱

② مثلاً یہ کہ زہری ایسے شخص نہ تھے جنہیں مال سے خریدا جاسکتا نیز یہ کہ پوری ملت اسلامیہ امام زہری کو عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔

③ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ص: ۳۲۱/۱

((كنا نكره كتاب العلم أى كتابته حتى أكرهنا عليه هؤلاء الامراء فرأينا أن لا نمنعه احداً من المسلمين))^①

ہم علمی باتوں کے لکھنے کو ناپسند کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ان امراء نے ہمیں اس پر مجبور کر دیا۔ اب ہم نے اسی میں مصلحت دیکھی کہ کسی مسلمان کو لکھنے سے منع نہ کریں۔

مؤرخین کے نقل کردہ الفاظ اور گولڈ زیہر کے الفاظ میں کس قدر بُعد و تفاوت پایا جاتا ہے۔ گولڈ زیہر نے ”کتابہ احادیث“ کا لفظ نقل کیا ہے۔ جبکہ مؤرخین نے ”کتابہ الاحادیث“ اور ”کتاب العلم“ لکھا ہے۔ اب ذرا گولڈ زیہر کی علمی دیانت دیکھئے کہ ”الاحادیث“ سے ”أل“ حذف کر دیا۔ اصلی عبارت سے زہری کی امانت و دیانت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی زہری کو یہ ناپسند تھا کہ امراء کے سامنے علم کی اشاعت کریں اور لوگوں سے اسے چھپائے رکھیں۔ اور گولڈ زیہر امام زہریؒ کی جانب اس بات کو منسوب کرتا ہے کہ امراء نے ان کو احادیث وضع کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس سے اس یہودی کی علمی دیانت کا پردہ چاک ہوتا ہے^②۔

۴۔ گولڈ زیہر امام زہریؒ پر مزید الزام لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

”زہریؒ ان لوگوں میں سے نہ تھے جن کے ساتھ ساز باز ممکن ہوتی بلکہ وہ حکومت کے ساتھ مل جل کر رہنے کے حق میں تھے۔ قصر خلافت میں جانے سے اجتناب نہیں کرتے تھے اور اکثر و بیشتر سلطان کے آس پاس چلتے پھرتے نظر آیا کرتے تھے“^③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام زہریؒ اور اموی خلفاء کے درمیان گہرے مراسم و روابط پائے جاتے تھے اور دربار خلافت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ تھا لیکن اس کے باوجود جب بھی آپ نے اظہار حق و صداقت کی ضرورت محسوس کی تو پوری بے باکی کے ساتھ اسے خلیفہ کے منہ پر کہہ دیتے تھے اور اس بارے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ بھلا اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جاسکتا ہے کہ علماء کا خلفاء کی مجالس میں آنے جانے سے ان کی امانت و دیانت پر حرف آتا ہے۔ قبل ازیں صحابہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ تابعین اموی خلفاء کے دربار میں جایا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کی منصور کے یہاں آمد و رفت تھی۔ قاضی ابو یوسف ہمیشہ ہارون الرشید کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مگر کسی نے نہ ان کو مطعون کیا اور نہ ان کی عدالت و ثقاہت میں کوئی فرق آیا^④۔

۵۔ گولڈ زیہر نے دعویٰ کیا ہے کہ زہریؒ پر یہ بھی طعن کیا جاتا ہے کہ وہ حج کے موقع پر حجاج کے ہمرکاب تھے اور یہ کہ خلیفہ ہشام نے ان کو اپنے ولی عہد کا اتالیق مقرر کیا تھا^⑤۔

یہ دعویٰ زہریؒ سے نفرت دلانے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ وہ بے دین تھے کیونکہ تاریخ میں حجاج اور ولید بن یزید کا اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں ہے۔ یہ دعویٰ باطل اور بے بنیاد ہے۔ امام زہریؒ حج کے موقع پر حجاج کے ساتھ ہرگز نہیں تھے۔ دراصل

① السبائی النہ و مکاتبا: ص ۲۲۲

① الخطیب، تنقید العلم، ص: ۱۰۷

② السبائی النہ و مکاتبا: ص ۲۲۲

② Gold, Muslim Studies, P:2/18

③ Gold, Muslim Studies, P:2/18

بات یہ تھی کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ حجاج سے ملے اس وقت زہری ان (ابن عمرؓ) کے ساتھ تھے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:-

”عبدالرزاق نے مصنف میں زہری سے روایت کی ہے کہ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ احکام حج میں ابن عمرؓ کی پیروی کریں۔ حجاج نے ابن عمرؓ کو عرفہ کے دن کہلا بھیجا کہ جب آپ کوچ کرنا چاہیں ہمیں آگاہ کر دیں، چنانچہ ابن عمرؓ اور سالم جب چلے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ زہری کہتے ہیں کہ میں روزہ سے تھا اور گرمی کی وجہ سے مجھے سخت پیاس لگ رہی تھی“ ①۔

اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب عبداللہ بن عمرؓ حجاج سے ملے تو امام زہریؒ ان کے ہمراہ تھے۔ حجاج کے ساتھ نہ تھے۔ باقی رہا گولڈ زیہر کا یہ کہنا ہے کہ زہریؒ کو خلیفہ ہشام نے اپنے ولی عہد کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ تاریخی اعتبار سے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ہشام کا ولی عہد اس کا بھتیجا ولید بن یزید تھا جس کے زہری کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے کیونکہ زہری نے ہشام کو اس کی بدروش کی وجہ سے اسے ولی عہدی سے معزول کرنے کا کئی بار مشورہ دیا تھا جس کی خبر ولید بن یزید کو ہو گئی تھی۔ اس بناء پر دونوں کے مابین عداوت کی خلیج حائل ہو گئی تھی اور ولید نے زہریؒ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا لیکن ولید کے منصب خلافت پر جانشین ہونے سے پہلے ہی زہری وفات پا گئے تھے ②۔ گولڈ زیہر جسے زہریؒ کی حرکات و سکنات کے جاننے کا دعویٰ ہے اس کی آنکھوں سے زہریؒ اور ولید کے مابین اتنا مشہور و معروف واقعہ کیسے اوجھل ہو گیا البتہ زہریؒ ہشام کی اولاد کے اتالیق اس وقت مقرر ہوئے جب وہ ہشام کے ہمراہ ۱۰۶ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے اس روایت کو غلط قرار دیا ہے۔ اس بارے میں آپ کا تبصرہ یوں ہے: ”اگرچہ تاریخی اعتبار سے یہ غلط ہے تاہم یہ بات ہمارے لیے ادراک سے بالاتر ہے کہ اولاد ہشام کی تربیت سے زہریؒ کس لیے مطعون ٹھہرے؟ کیا زہریؒ کا اتالیق قرار دیا جانا اس سے بہتر نہیں کہ کسی غنڈے آوارہ مزاج اور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن کو یہ خدمت تفویض کی جاتی؟ تاریخ کے اوراق اس امر کے شاہد ہیں کہ ہشام کی اولاد نے روم میں شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ مختلف دیار و امصار میں انھوں نے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اولاد ہشام کے ان فضائل و اوصاف میں ان کے استاذ امام زہریؒ برابر کے شریک ہیں خصوصاً جبکہ مؤرخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ ”زہری ایک عظیم سپاہی تھے اور وہ جہاد میں شرکت کے لیے سر زمین شام میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زہریؒ فوجی لباس زیب تن کیا کرتے تھے“ ③۔

۶۔ گولڈ زیہر نے امام زہریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے:

”انھوں نے خلیفہ یزید ثانی کے عہد خلافت میں منصب قضاء کو قبول کر لیا تھا۔ اگر زہریؒ متقی ہوتے تو امام شعبی اور دیگر صلحاء کی طرح اس منصب سے دور بھاگتے۔“ ④

① ابن حجر تہذیب الجہد ص: ۹/۲۵۱

② سباعی، السنۃ و مکاتبا، ص: ۲۲۲

③ سباعی، السنۃ و مکاتبا، ص: ۲۲۲

④ Gold, Muslim Studies, P:2/18

منصب قضا کے بارے میں علامہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں:

”اسلام میں قضا ایک بلند منصب ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لیے قضا کے عہدے کو قائم کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر لوگوں کے امور درست نہیں رہتے“^(۱)۔

اسلام میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ اللہ کی جانب سے قاضی مقرر ہوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَن احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ﴾^(۲)

اور آپ ﷺ ان کے مابین اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

نیز قول باری تعالیٰ:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾^(۳)

تیرے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں آپ ﷺ کو حکم تسلیم نہیں کر لیں۔

مصادر اسلامیہ میں آنحضرت ﷺ کے بے شمار فیصلے ملتے ہیں، علاوہ ازیں خود رسول ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب، معاذ بن جبل، حضرت معقل بن یسار اور دیگر صحابہؓ کو قاضی مقرر کیا تھا۔ متعدد تابعین اُموی خلافت میں منصب قضا پر مامور کیے گئے تھے۔ قاضی شریح، ابو ادریس خلانی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، حسن بصری، عبدالملک بن یعلیٰ، مسروق، عمر بن عبدالعزیز، ابو بکر بن حزم، یحییٰ بن سعید، سلیمان بن حبیب، قاسم بن عبدالرحمن بن عبداللہ اور دیگر تابعین اس منصب پر فائز ہوئے۔ جن کی عدالت اور ثقاہت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے انھوں نے منصب قضا کو قبول کیا تھا اور کسی نے بھی ان کو یہ منصب قبول کرنے کی وجہ سے مطعون نہیں کیا۔

باقی رہی یہ بات کہ شععی منصب قضاء سے نفرت کرتے تھے اور انھوں نے ابن اشعث کے ساتھ مل کر حجاج کے خلاف جنگ لڑی تھی یہ درست نہیں ہے۔ دراصل واقعہ یوں ہوا کہ شععی نے حجاج کے خلاف نبرد آزما ہونے کے بعد جب ابن اشعث کا فتنہ فرو ہوا تو یزید بن عبدالملک کے حکم سے حجاج کے عہد ہی میں قضاء کا منصب قبول کر لیا تھا۔ گولڈ زیہر نے یہ بات بیان نہیں کی کہ شععی نے اپنی زندگی کے آخری دور میں یہ منصب قبول کیا تھا۔ بعض تابعین اور تبع تابعین نے عہدہ قضاء سے احتراز کیا تھا جن میں ابو قلابہ، ابو حنیفہ، سفیان ثوری وغیرہ شامل تھے۔ دراصل ان کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث تھی:

((مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ أَوْ جَعَلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذَبَحَ بَغِيرَ سَكِينٍ))^(۴)

جسے لوگوں کے مابین قاضی بنایا گیا گویا اسے الٹی چھری کے ساتھ ذبح کیا گیا۔

ابن العربی مالکی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

① ابن قدامہ المغنی ص: ۳۲/۹ ② المائدة: ۴۹/۵ ③ النساء: ۶۵/۳

④ الترمذی جامع الترمذی ابواب الأحکام باب ما جاء عن رسول اللہ ﷺ فی القاضی، حدیث نمبر ۱۳۲۵ ص: ۲۲۱

”والولاية ليست بفرض على الأعيان وإنما هو على الكفاية فلو دعا الإمام الى العون جميع الناس فلم يقبلوا لأثموا وإذا قبل بعضهم أجروا وسقط الفرض عن الباقيين“^(۱)

”منصب قضاء کو قبول کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ اگر خلیفہ سب لوگوں کو تعاون کی دعوت دے اور وہ قبول نہ کریں تو گناہ گار ہوں گے اور اگر بعض لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں تو وہ اجر پائیں گے اور باقی لوگوں سے بھی یہ فریضہ ساقط ہو جائے گا۔“

ابن العربی بعض صحابہؓ کے قضاء کو قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آدمی جو نیک اعمال انجام دیتا ہے مناسب یہ ہے کہ ان میں ڈرتا رہے کہ مبادا اس سے کوتاہی سرزد ہوئی ہو۔ یا وہ اس لیے بارگاہ ربانی میں بار نہ پاسکیں کہ ان میں متعدد غلطیاں شامل ہو گئی ہوں۔ یہ ان عبادات کا حال ہے، جو انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں۔ پھر حقوق العباد کا کیا بنے گا جو انسان کے گلے کا ہار ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ ڈرنا چاہیے اور مقابلہ ان میں زیادہ احتراز و اجتناب لازم ہے“^(۲)

ابن فرحون لکھتے ہیں:

”واعلم ان كل ماجاء من الاحاديث فيها تخويف و وعيد فإنما هي في حق قضاء الجور العلماء أو الجهال الذين يدخلون أنفسهم في هذا المنصب بغير علم ففي هذين الصنفين جاء الوعيد“^(۳)

جن احادیث میں منصب قضا قبول کرنے کے بارے میں وعید آئی ہے وہ یا تو ان عالم قاضیوں کے بارے میں ہے جو ظالم ہوں یا ان جاہل قضا سے متعلق ہے جو علم کے بغیر اس منصب پر فائز ہو گئے ہوں۔ وعید ان دونوں قسم کے قاضیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔“

یہ بیانات اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ منصب قضا سے کسی شخص کی عدالت ساقط نہیں ہو جاتی جیسے گولڈ زیہر کا دعویٰ ہے بخلاف ازیں یہ منصب عزت و عظمت کا موجب ہے اور اگر اس منصب میں فضیلت کا پہلو صرف یہ ہو کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں قاضی، رسول اللہ ﷺ کا قائم مقام ہوتا ہے تو اس کی شرافت و فضیلت کے لیے یہی امر کافی ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ بہت سے علماء نے اس منصب کو ٹھکرایا بھی تھا۔ بعض علماء اس کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے مختلف حوادث و آلام میں مبتلا کیے گئے۔ ان کے اس منصب کو ٹھکرانے کی وجہ یہ نہ تھی کہ آدمی اس سے ساقط العدالت اور مجروح ہو جاتا ہے۔ بخلاف ازیں ورع و زہد کے جذبات نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا مبادا وہ لوگوں کے حقوق اپنے سر پہ لیے بارگاہ خدا میں حاضر ہوں^(۴)

① ابن العربی شرح کتاب القضاء للترمذی ص: ۹/۱ ② ابن العربی شرح کتاب القضاء للترمذی ص: ۹/۱

③ ابن فرحون تبصرة الحکام ص: ۹/۱ ④ السبائی السنة ومکاتہا ص: ۲۲۳

۵۔ احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی اور بہت بعد کی پیداوار ہے۔

مستشرقین اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ احادیث کی صحت اور ضعف کا دار و مدار اسناد پر ہے۔ اگر اسناد کا سلسلہ متصل اور قوی ہے تو حدیث قابل اعتبار اور قابل عمل ٹھہرتی ہے ورنہ حدیث ساقط الاعتبار اور ناقابل عمل ہوتی ہے۔ اسناد کی اسی اہمیت کے پیش نظر انھوں نے اسناد کے بارے میں مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے اسے فرضی اور بے حقیقت قرار دیا ہے اور اگر کسی نے اس کی حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے لیکن اس نے اس کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ اسناد کا آغاز دوسری صدی ہجری کے اختتام یا تیسری صدی ہجری کے وسط سے ہوا ہے جس سے ان کا مقصد اسناد کو مشکوک بنانا ہے اور نتیجتاً احادیث خود بخود پایہ اعتبار سے گر جائیں گی۔

مشہور مستشرق رابسن (Robson)، اسناد کے بارے میں دیگر مستشرقین کے نظریات یوں بیان کرتا ہے:

"Among the orientalist there have been differences of opinion about the beginning of 'isnad'. According to Caetani, 'Urwah (d. 94), the oldest systematic collector of traditions as quoted by Tabari, used no isnads and quoted no authority but the Qur'an. Caetani, therefore, holds that in the time of 'Abd al-Malik (d. 70-80), more than sixty years after the Prophet's death, the practice of giving isnad did not exist. So, he concludes that the beginning of the isnad system may be placed in the period between 'Urwah and Ibn Ishaq (d. 151). In his opinion the greater part of the isnad was put together and created by traditionalists belonging to the end of the second century, and perhaps also by those belonging to the third.

Sprenger has also pointed out that the writing of 'Urwah to 'Abd al-malik does not contain isnad and it was only later that he was credited with it".^①

مستشرقین کے ہاں اسناد کی ابتدا کے بارے میں رائے کا فرق رہا ہے۔ کائنانی کے مطابق عروہ نے (۹۴ھ) جو مربوط روایات کا سب سے قدیم جمع کنندہ ہے جیسا کہ طبری نے نقل کیا ہے قرآن کے علاوہ اسانید بیان کی ہیں اور نہ کوئی مصدر نقل کیا ہے۔ کائنانی کا خیال ہے کہ عبدالملک کے عہد (۷۰-۸۰ھ) میں یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساٹھ سال بعد احادیث کی اسناد بیان کرنا مستعمل نہیں تھا، اس لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اسناد بیان کرنے کا سلسلہ عروہ اور ابن اسحاق (۱۵۱ھ) کے دور کے درمیان شروع ہوا ہوگا۔ اس کے خیال میں کتب سنت میں موجود اسناد کی کثیر تعداد ان راویوں نے جمع کی اور پیش کی جو دوسری صدی کے اختتام یا شاید تیسری صدی سے تعلق رکھتے تھے۔ سہرنگر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عروہ کی عبدالملک سے خط و کتابت میں اسناد نہیں تھیں اور اسے اس دور کے بعد اس کو عروہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

منگمری واٹ (Montgomery Watt) 'احادیث کی اسناد کے بارے میں یوں تبصرہ کرتا ہے:

"The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash-shafi-i, who was roughly a contemporary of al-Waqidi. Once it became fashionable to give complete insads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhammad. Even when thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of the chains as on the later ones."^①

احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے جو تقریباً واعدی کے ہم عصر تھے۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہو گیا تو لازماً علماء کی یہ خواہش ہوتی ہوگی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد (ﷺ) کے صحابہ تک پہنچائیں۔ خواہ انہیں اپنی اسناد میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا پڑے۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ غالباً وہ عام طور پر جانتے تھے کہ ان کے پیشروؤں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑیوں پر اعتبار کر سکتے ہیں اس طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔

جوزف شاخت (Schacht) احادیث کی اسانید پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے:

"احادیث کی اسناد کا بہت بڑا حصہ فرضی ہے..... یہ سب کو معلوم ہے کہ اسانید ابتدائی شکل میں شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اپنے درجہ کمال کو پہنچیں۔ اسانید کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو معمولی توجہ کا بھی مستحق نہیں ہے جو جماعت اپنے راویوں کو متقدمین سے منسوب کرنا چاہتی وہ اپنی پسندیدہ شخصیات کا انتخاب کر کے اسناد میں شامل کر دیتی۔"^②

درحقیقت مستشرقین اسناد (حدیث) کے بارے میں مختلف مغالطوں کا شکار ہیں، امیر کائناتی کا یہ کہنا کہ تاریخ طبری میں عروہ

بن زبیر کے اقتباسات میں اسناد کا ذکر نہیں ہے درست نہیں ہے اس لیے کہ تاریخ طبری کے علاوہ بہت سی کتب احادیث میں عروہ کے رسائل کا تذکرہ ملتا ہے^③۔ بلکہ تاریخ طبری کے ایک اقتباس میں عروہ نے حضرت عائشہؓ کا حوالہ بھی نقل کیا ہے^④۔

در اصل عروہ کے مصادر کی کھوج لگانے میں بڑی مشکل عروہ کی مستقل تالیف کی عدم دستیابی ہے۔ مصادر میں صرف اقتباسات کی صورت میں آپ کے رسائل کا کچھ حصہ موجود ہے۔ چونکہ عروہ کے عہد میں بہت سے صحابہؓ موجود تھے اور عموماً آپ کے اقوال کا

① Schacht, The Origins, P:163

② Watt, Muhammad At Madina, p:338

③ ابن ضیل، المسند، ص: ۴/۲۲۲

④ ابن ضیل، المسند، ص: ۴/۲۲۲

مصدر صحابہ کرامؓ تھے اس لیے آپ کے اقوال کی اسناد میں صرف صحابہؓ تھے بہت ممکن ہے انھوں نے انھیں حذف کر دیا ہو۔ علاوہ ازیں عروہ کی کتاب کے ناقلین میں سے امام زہریؒ ہیں؛ امام زہریؒ کی ان روایات میں عروہ کبھی مفرد اسناد استعمال کرتے ہیں اور کبھی مرکب ① لہذا کاتبانی اور سپرنگر کا دعویٰ غلط ہے کہ عروہ اسناد استعمال نہیں کرتے تھے۔

ہور وونز (Horovitz) نے بھی مختلف دلائل سے کاتانی اور سپرنگر کے دعویٰ کو غلط ثابت کیا ہے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ احادیث میں اسناد کی ابتدا پہلی صدی ہجری کے ثلث اخیر میں ہوئی ہے ^(۲)۔

مستشرقین میں سے روبسن (Robson) نے بھی اسناد کے بارے میں قدرے تفصیلی گفتگو کی ہے، جس کا ماحاصل یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں اسناد کے مشابہ چیز موجود تھی کیونکہ اس وقت بہت سے صحابہ کرامؓ وفات پا چکے تھے اور جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ ﷺ کے بارے میں قصے بیان کرتے ہوں گے اور قدرتی طور پر کچھ سامعین نے ان سے ان کے مصادر یا ان کے بارے میں معلومات طلب کی ہوں گی جن کو انہوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا تھا۔ البتہ اسانید کے واضح نظام کا ارتقاء بتدریج ہوا ہوگا..... ہمیں اس بات کا علم ہے کہ دوسری صدی ہجری کے نصف اول میں ابن اسحاق اپنی بیشتر معلومات بغیر اسناد کے مہیا کر سکا اور باقی مکمل حالت کو نہ پہنچ سکیں۔ اس کے پیشرو اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں ان سے کم لاتے تھے لیکن اس کے باوصف ہم یہ خیال کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ہم یہ کہیں کہ اسنادزہریؒ کے عہد کی پیدوار ہیں اور عروہ کے دور میں ان کا وجود نہیں تھا^(۳)۔

روہن کی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے وسط میں کسی نہ کسی شکل میں اسناد کا وجود تھا اور یوں گویا کہ اس نے دیگر مستشرقین کے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے کہ ابن اسحاق کے عہد میں اسناد کا کوئی وجود نہیں تھا۔ تاہم وہ اسناد کے مستقل نظام کو مؤخر عہد کا کام قرار دیتا ہے۔

منگمری واٹ کا اسناد کے بارے میں تبصرہ، اصول حدیث سے اس کی نکیلیہ جہالت اور لاعلمی کا نتیجہ ہے، گویا کہ وہ اسناد کو پہلی صدی ہجری کے آخر یا دوسری صدی ہجری کے آغاز کا دور قرار دیتا ہے۔ ایک دوسرے مستشرق کا گذشتہ موقف اس کے ابطال کے لیے کافی ہے۔

منگمری کا بظاہر یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان احادیث وضع کرتے تھے بلکہ وہ اس بات کا دعوے دار ہے کہ مسلمان احادیث کی اسناد گھڑا کرتے تھے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اسناد کے ذریعے احادیث قابل اعتماد ٹھہرتی ہیں اور جب اسناد ہی مشکوک ہو جائیں گی تو احادیث خود بخود ساقط الاعتبار ہو جائیں گی۔

باقی اسناد کے بارے میں شاخت کے مفروضہ کی بے مائیگی کا اندازہ گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے۔ اس مفروضہ کے بارے میں مزید یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاخت نے فقہ اور حدیث کی کتب سے ایسے مسائل کا انتخاب کیا ہے جو اسانید کی بحث اور مطالعہ کے لیے

① ابن خضيل، السند، ٢/٢١٢، ٢/٢٢٢ © الطبري، التاريخ، ١/١٥٢٩، ١/١٢٣٢، ١/١٥٢٩

Horovitz, Alter and Ursprung des isnad, p: xiii/47 Robson, *Isnad in Muslim Tradition*, p: 21 ©

کارآمد نہیں اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محدثین اسانید اور متون اور ان کے درجات وغیرہ کا تعین کرتے ہیں اور فقہاء کا اصل کام یہ ہے کہ وہ فقہی مسائل کا استنباط کریں۔ چنانچہ شاخت کے نتائج تحقیق حقیقت سے بعید اور غلط قرار پاتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اسانید کے مطالعہ میں غیر متعلق موضوعات کو مد نظر رکھتے ہیں، مگر پھر بھی اس کے اخذ کردہ یہ غلط نتائج ان کے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل نہیں کرتے ①۔

شاخت نے اپنے مفروضہ کے پیش نظر اسناد کے بارے میں ابن سیرین کے اثر ② کو موضوع قرار دیا ہے۔

اس بارے میں شاخت کہتا ہے:

”اسناد کا رواج دور فتنہ سے شروع ہوا جب تحقیق و تفتیش کے فقدان سے لوگوں کا اعتبار جاتا رہا، ہم بعد میں دیکھیں گے کہ دور فتنہ جو (اموی خلیفہ) ولید بن یزید (۱۲۶ھ) کے قتل کے ساتھ شروع ہوا، اموی سلطنت کے خاتمہ کی طرف اچھے دور کے خاتمہ کی ایک رواجی تاریخ ہے۔ جس میں آنحضرت (ﷺ) کی سنت مستعمل تھی اور جب کہ ابن سیرین کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے اس لیے ہمیں یہ اخذ کرنا چاہیے کہ ابن سیرین کی طرف اس کلام کی نسبت صحیح نہیں اس لیے یہ اثر موضوع ہے تاہم کسی بھی صورت میں یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم یہ قبول کریں کہ اسناد استعمال کرنے کا عمل دوسری صدی ہجری سے پہلے کا ہے“ ③۔

شاخت کی ساری دلیل اپنے وضع کردہ لفظ فتنہ کی تفسیر پر منحصر ہے۔ فتنہ کی یہ تفسیر اس کی خواہشات پر مبنی ہے، درحقیقت اسلامی تاریخ میں ۱۲۶ھ (ولید بن یزید کے قتل کی تاریخ) کبھی بھی رواجی نہیں رہی اور نہ ہی اسے اچھے دور کا خاتمہ شمار کیا جاتا ہے یہ دور صرف خلفائے راشدین تک محدود ہے۔

مزید برآں اس تاریخ سے قبل بھی کئی قسم کے فتنے برپا ہوئے، ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان اور ابن زبیرؓ کے درمیان خانہ جنگی ہوئی اور اس جنگ سے قبل بھی سب سے بڑی جنگ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی جس نے مسلمانوں کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی جو اب تک موجود ہے۔ اس جنگ کے بارے میں طہ حسین نے بجا طور پر کہا ہے کہ یہ اسلامی تاریخ کی سب سے خونخوار لڑائی تھی ④۔

ان حقائق کی روشنی میں اس فتنہ کی تفسیر ولید بن یزید کے قتل کے فتنہ پر کرنی کیسے درست ہو سکتی ہے لیکن اگر اپنی خواہشات کی

① مصطفیٰ اعظمی نے شاخت کے مذکورہ مفروضہ پر مدلل گفتگو کی ہے اور اسے غلط قرار دیا ہے۔ دراسات فی الحدیث، ص: ۳۹۸

② آپ کا قول ہے: ”لم یكونوا یسألون عن الإسناد فلما وقعت الفتنة قالوا اسموا لنا رجالکم.....“، المسلم، مقدمہ الصحیح، باب بیان ان الاسناد

من الدین، حدیث نمبر ۲۷، ص: ۱۰

③ Schacht, Origins, p: 36 طہ حسین، المغتہ الکبریٰ، ص: ۵ © Nicholson, History of the Arabs, p: 193

⑤ کیونکہ ابن سیرین ۳۳ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور فتنہ ابن زبیر ۵۴ھ میں عبدالملک بن مروان کے عہد میں وقوع پذیر ہوا۔

اتباع کرنی ہو اور تاریخی حقائق کو پس پشت ڈالا مقصود ہو تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس فتنہ کی تفسیر ہلا کو اور تاتار کے فتنہ سے کی جائے۔ جبکہ روہسن اس فتنہ کی تفسیر ابن زبیرؓ کے فتنہ سے کرتا ہے۔ انھوں نے ابن سیرین کی تاریخ ولادت^(۵) اور مؤطا امام مالک میں موجود لفظ فتنہ (جو کہ فتنہ ابن زبیرؓ کی طرف اشارہ کرتا ہے) سے استدلال کیا ہے^(۱)۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن سیرین کے کلام میں فتنہ سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین ہونے والے جنگ (صفین) مراد ہے جس کے نتیجہ میں امت میں فتنہ برپا ہوا اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

۱۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین ہونے والی جنگ صفین کے بعد وضع حدیث کا دروازہ کھلا اور فریقین میں سے غلط قسم کے لوگوں نے بالعموم اور حضرت علیؓ کے متبعین نے بالخصوص احادیث وضع کیں^(۲)۔ چنانچہ اس وقت سے محدثین اپنے مشائخ کے انتخاب میں احتیاط کرنے لگے۔

۲۔ ابن سیرین کا بیان اس رائے پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ ان کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس عمل کو اپنے دور سے قبل تصور کرتے تھے۔ اس لیے انھوں نے پوری نص میں غائب کی ضمائراً استعمال کی ہیں اور ضمیر متکلم کو استعمال نہیں کیا حالانکہ لغت عربیہ میں اس کا استعمال عام تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے قول میں شروع کے عہد کے عمل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

نیز یہ کہ ابن سیرین کے قول "ما کانوا یسألون....." سے اس بات کی نشاندہی ہو رہی ہے کہ محدثین اسناد کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے، یہ نہیں کہا کہ اسناد اس وقت موجود ہی نہیں تھیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسانید کا استعمال اس وقت معروف تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لوگ اسناد کے بارے میں بحث و تحقیق نہیں کرتے تھے اور راوی پر چھوڑ دیا جاتا تھا کہ وہ اپنا ماخذ بیان کرے یا نہ کرے۔ معلوم ہوا کہ اسناد کی ابتدا کو دوسری یا تیسری صدی ہجری سے قرار دینا غلط ہے نیز یہ کہ ابن سیرین کے قول کو بلا تحقیق اور بلا دلیل موضوع قرار دینا قرین صواب نہیں۔ باب ثالث میں بدلائل یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اسناد کا آغاز عہد رسالت میں ہو چکا تھا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حدیث نبوی میں اسناد کا باقاعدہ آغاز ہوا تھا^(۳)۔

۶۔ احادیث کی تدوین ڈیڑھ صدی بعد عمل میں آئی:

مستشرقین نے تدوین حدیث کو دوسری صدی ہجری کا عمل قرار دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی ادوار میں چونکہ احادیث مدون نہیں ہوئی تھیں اور ان کی تدوین ڈیڑھ دو صدی بعد عمل میں آئی اس لیے حدیث کو دین اسلام کا مصدر ثانی

(۱) المالک، المؤطا، کتاب الحج، باب ما جاء فیمن احصر بعدو، حدیث نمبر ۹۹، ص: ۲۳۱

(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے الشوکانی، الفوائد المجموعہ، ص: ۳۲۰

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۴۸۳

(۴) انسداد پیدیا بری مییکا، ص: ۹۲۱/۹

قرار دینا درست نہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا کے مقالہ ”محمد“ میں صاحب مقالہ رقمطراز ہیں:

”پس ابتدائی دور میں تعلیم کا انداز تقلیدی اور رسمی تھا چنانچہ احادیثِ نبویہ دوسری صدی ہجری میں تحریر میں لائی گئیں“ (۱)

بقول شاخت:

”حدیثِ نبوی دوسری صدی ہجری کے وسط تک موجود نہیں تھی اور جب حدیث کو جمع کیا گیا اس وقت وہ اصلی

حالت میں موجود نہیں تھی بلکہ اس میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں“ (۱)

مستشرقین اسلام کے ابتدائی عہد میں احادیث کے نہ لکھے جانے کے نظریے کی تائید مختلف مفروضات سے کرتے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ عرب پڑھنے لکھنے سے بالکل بے بہرہ تھے، تہذیب و تمدن سے نا آشنا تھے اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احادیث لکھنے کی سختی سے ممانعت فرمادی تھی، اور صحابہ کرامؓ اور تابعین میں بکثرت لوگ ایسے تھے جو کتابت احادیث کے مخالف تھے۔ اس لیے ان حضرات نے احادیث کو لکھنے کی کوشش نہیں کی لہذا ان میں کتابتِ حدیث کا رواج پذیر ہونا ناممکن تھا۔ ان مفروضات کی بنیاد پر وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حدیث کی تدوین دوسری صدی یا تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔

جہاں تک ان کے پہلے مفروضے کا تعلق ہے، اس بارے میں ڈاکٹر فواز سرگین رقمطراز ہیں:

”اسلام سے ایک صدی قبل کے شعراء کی روایات سے ہم کو کم از کم یہ پتہ چلتا ہے کہ ”دواوین“ سے روایت ان کے ہاں ایک رائج طریقہ تھا اور بعض شعراء کو تو لکھنے کی بھی عادت تھی.....۔ زبیر بن ابی سلمہ شاعر خود اپنے قصائد کی تصنیف کیا کرتے تھے.....۔ یہ نظریہ کہ جاہلی شاعری کا سارا ذخیرہ زبانی روایات پر مبنی ہے دورِ جدید ہی کی تخلیق ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک غلط خیال ہے کہ حدیث کی روایت محض زبانی ہوتی رہی ہے بلکہ صدر اسلام میں نصوصِ مدونہ کو روایت کرنے کا رواج دورِ جاہلیہ کی عادت پر مبنی ہے“ (۲)۔

عربوں میں نوشت و خواند کے رواج کے متعلق ڈاکٹر محمد عجاج لکھتے ہیں:

”تدل الدراسات العلمية على أن العرب كانوا يعرفون الكتابة قبل الإسلام فكانوا يؤرخون أهم حوادثهم على الحجارة“ (۳)

علمی تحقیقات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل عرب اسلام سے قبل لکھنا جانتے تھے اور وہ اپنی اجتماعی زندگی کے اہم واقعات کو پتھروں پر لکھتے تھے۔

درج بالا اقتباسات قبل از اسلام عرب میں کتابت کے رواج پانے کا پتہ دیتے ہیں اور ظہور اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات

(۱) Schacht, The Origins, p. 163

(۲) فواز سرگین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ص: ۳۱

(۳) محمد عجاج، النسخ قبل التدوین، ص: ۲۹۵

نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں میں دُور رس تبدیلیاں کیں وہاں اس نے عربوں کی علمی حالت میں بھی ایک انقلاب برپا کیا۔ قرآن کی بے شمار آیات کتابت اور علم کے تعلق کو ظاہر کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فن کتابت کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا اور کسی بھی مرحلے پر فن کتابت کو بحیثیت فن کے نظر انداز نہیں کیا۔

آنحضرت ﷺ کی فن کتابت کی حوصلہ افزائی اور ترغیب کی بدولت عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ نے دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ کتابت کے ذریعے احادیث کو محفوظ کیا اور اپنے لیے خاص صحائف تیار کر لیے۔

علاوہ ازیں عہد بنو امیہ میں بے شمار صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے پاس احادیث کے تحریری مجموعے تھے ①۔

باقی رہا احادیث لکھنے کی ممانعت کا مسئلہ تو اس بارے میں یہ معلوم ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ سے کتابت حدیث کی ممانعت کی روایات منقول ہیں اسی طرح آپ ﷺ سے کتابت حدیث کی اجازت کے بارے میں بھی بے شمار روایات مروی ہیں ②۔

روایات کے مابین اس تعارض کے بارے میں محمد بن علوی رقمطراز ہیں:

”ہمیں دیکھنا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث کا زمانہ مقدم ہے یا ان احادیث کا جن میں کتابت حدیث کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر ممانعت والی احادیث ابتدائی زمانے کی ہوں اور اجازت والی احادیث بعد کے زمانے کی تو مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ جن احادیث میں کتابت حدیث کی اجازت ہے وہ مقدم ہیں اور ممانعت والی مؤخر تو اس سے وہ حکمت ہی فوت ہو جاتی ہے جس کے تحت احادیث لکھنے کی ممانعت کی گئی، وہ حکمت یہ تھی کہ قرآن کریم اور حدیث میں التباس پیدا نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان سے ظاہر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمْحُضُوا كِتَابَ اللَّهِ وَ أَخْلَصُوهُ)) ③

کتاب اللہ کو ہر قسم کے شائبہ التباس سے پاک رکھو۔

قرآن اور حدیث کے درمیان ابتدائی دور میں التباس کا خدشہ تھا اس لیے احادیث کی کتابت سے منع کر دیا گیا تا کہ لوگ قرآن کریم کی طرف بھرپور توجہ دیں اور کتابت قرآن کے ساتھ کتابت حدیث کی وجہ سے دونوں میں التباس پیدا نہ ہو لیکن یہ بات ناقابل فہم ہے کہ ابتدا میں تو احادیث لکھنے کی اجازت ہو اور جب کتابت کا فن عام ہو گیا اور قرآن و حدیث میں التباس کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا تو احادیث لکھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ ممانعت والی احادیث اجازت والی احادیث سے مقدم ہیں اور ممانعت

① تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۷۹

② تفصیل کے لیے دیکھئے صفحہ نمبر ۱۹۹

③ ابن علوی، المنہل اللطیف، ص: ۱۸

والی احادیث منسوخ ہیں۔ علماء نے ان احادیث کے مابین تعارض کو دور کرنے کی بہت سی توجیہات بیان کی ہیں^(۴)۔ صحابہؓ اور دیگر تابعین کا کبھی احادیث لکھنے کی طرف مائل ہونا اور پھر اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرنا صرف اس لیے تھا کہ آپ ﷺ نے احادیث کو لکھنے کی صرف اجازت فرمائی تھی نہ حکم دیا تھا اور نہ منع فرمایا تھا گویا کہ احادیث کو لکھنے یا نہ لکھنے کا عمل ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

مزید برآں کتابت حدیث کے جواز اور ممانعت کا موقف اختیار کرنے والے دو مختلف فریق نہیں ہیں بلکہ جو لوگ ایک طرف حدیث کی کتابت سے منع کرتے ہیں بعینہ وہی حضرات دوسری طرف اس کی اجازت بھی دیتے ہیں اور عملاً وہ خود احادیث کو لکھتے بھی تھے۔ ان کا یہ رویہ قرآن و حدیث کی حفاظت کی خاطر تھا۔ جب انھیں احادیث کے ضائع ہو جانے کا خیال پیدا ہوتا تو وہ کتابت احادیث کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے اور اس کی کتابت پر زور دیتے اور جب ان کے ذہن میں یہ خیال آتا کہ کہیں ان کے ان عمل سے احادیث میں کوئی غلطی نہ ہو جائے یا اس کی کتابت کے اہتمام سے قرآن کریم کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ نہ جائے تو وہ کتابت سے لوگوں کو روکتے اور بعض حضرات اپنے پاس موجود کتابت شدہ احادیث کو مٹا دیتے یا جلا دیتے تھے۔

ان دلائل اور حقائق کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کتابت حدیث کی ممانعت تدوین حدیث کے راستے میں رکاوٹ نہیں تھی۔ اس لیے مستشرقین نے جو یہ تاثر دینے کی سعی کی ہے کہ دور اول کے مسلمانوں میں لکھے پڑھے لوگوں کی کمی تھی اور حضور ﷺ نے انھیں احادیث لکھنے سے روک بھی دیا تھا، اس لیے انھوں نے حدیث کی تدوین کا اہتمام نہیں کیا یہ دونوں مفروضے درست نہیں۔

امر واقعہ ہے کہ تدوین حدیث جس کی ابتدا عہد رسالت میں ہو چکی تھی خلفائے راشدینؓ کے دور میں تدوین کا یہ کام مسلسل جاری رہا اور پھر عہد بنو امیہ میں تو مصادر سے بے شمار تحریری ذخیرہ احادیث کا تذکرہ ملتا ہے۔ نیز مسلمانوں نے اپنے مصدر ثانی کی حفاظت کے معاملے میں کبھی کوتاہی نہیں کی البتہ انھوں نے ہر زمانے میں اس کی حفاظت کا وہی طریقہ استعمال کیا جو اس زمانے کے تقاضوں پر پورا اترتا تھا اور جب حالات کا نقشہ تبدیل ہوتا اور دین کی حفاظت کے لیے نئے ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو انھوں نے وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جہاں تک شاخت کا یہ دعویٰ ہے کہ حدیث میں معاشرہ کی عادات شامل ہو چکی تھیں گذشتہ سطور میں اس دعویٰ کا تنقیدی جائزہ پیش کر کے اس کا بطلان کیا جا چکا ہے۔



مستشرقین کے اعتراضات کے اسباب و محرکات اور مقاصد

عالم اسلام جب سیاسی انتشار کا شکار ہوا تو یہی انتشار عالم اسلام کے معاشرتی، اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی تنزل کا باعث ہوا۔ اور اہل مغرب کی ہمتیں بھی بڑھنا شروع ہو گئیں۔ جب اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تو اہل مغرب نے صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا، صلیبی جنگوں کے کافی عرصہ بعد جب انھیں سیاسی عروج حاصل ہونا شروع ہوا تو انھوں نے ایشیا، افریقہ اور بہت سے دوسرے مشرقی علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے نتیجہ میں ان مشرقی علاقوں میں مغربی تہذیب و تمدن کا غلبہ ہونا شروع ہو گیا۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ جس کا سلسلہ اب بھی جاری و ساری ہے۔ آہستہ آہستہ مسلم تہذیب و ثقافت مغلوب ہونا شروع ہو گئی۔ اس غلبے نے مستشرقین کو خوب موقع فراہم کیا اور انھوں نے مسلمانوں کی زبانوں سے واقفیت حاصل کرنا شروع کر دی تاکہ وہ اسلامی علوم اور مسلمانوں کے اصل مصادر میں کمزوریوں کو وجہ بنا کر مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کریں۔ چنانچہ مستشرقین نے مسلمانوں کے سیاسی انتشار، زوال و انحطاط سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیرت طیبہ، احادیث نبویہ اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم پر اعتراضات کیے اور جرح و تنقید کرنے کی ٹھان لی۔

اسلام اور اس کے مآخذ پر مستشرقین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات کے بارے میں محققین اور مفکرین نے ان کے مختلف اسباب و محرکات اور مقاصد بیان کیے ہیں۔ ذیل میں ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

اسباب و محرکات

دینی و مذہبی محرک:

دینی محرک واضح ہے کہ اس کا سب سے بڑا مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت و تبلیغ اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے کہ عیسائیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئے تعلیم یافتہ اصحاب اور نئی نسل کے لیے اس میں کشش پیدا ہو۔ ان کے بقول نعوذ باللہ اسلام دور جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ ﷺ کے احکام و فرامین اس دور تک محدود تھے۔ اب وہ دور گزر چکا ہے کہ اس کے مقاصد پورے ہو چکے ہیں لہذا وہ قوانین اور ضابطے موجودہ دور پر منطبق نہیں کیے جاسکتے۔ کیونکہ عصر حاضر کے تقاضوں اور سابقہ ادوار کے مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے نئی نئی ایجادات کی ہیں۔ لہذا یہ کوئی عقل مندی نہیں کہ ہم فرسودہ نظام حیات کو اس ترقی یافتہ دور کی موجودگی میں گلے لگالیں اور اسے من و عن قبول کر لیں۔

چنانچہ اکثر استشرق اور تبلیغ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مستشرقین کی بڑی تعداد اصلاً پادری ہے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد نسل

و مذہباً یہودی ہے ①۔

① اسباب، المستشرقون والاسلام، ص: ۷۰ ② عبد الرحمن حسن، أجنحة المكر الثلاث، ص: ۹۱

دینی محرک کی نوعیت کا اندازہ کرنا ہو تو ایک مصری فاضل ڈاکٹر محمد الہی کے وہ خیالات جو اکثر و بیشتر مستشرقین کی کتابوں کا قدر مشترک اور ان کے خیالات کا عکس ہیں قابل ذکر ہیں:

”اسلامی تعلیمات کا نافذ نہ کر سکرنا، اجتماعی ضرورت کا عین تقاضا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے روز بروز بدلتی ہوئی زندگی کے ان حالات کا جن کو اسلام اپنی تعلیمات کی روشنی میں اپنے مطابق نہیں بنا سکا۔ اور ان کے اور اسلامی تعلیمات کے درمیان ہم آہنگی نہیں پیدا کر سکا۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دینے کے معنی اس زمانے میں اس کے سوا کچھ اور نہیں ہیں کہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ تمدن جدید کے وسائل سے فائدہ اٹھانے میں دنیا سے پیچھے رہ جائیں۔ مسلمان ممالک میں غربت، بیماریوں اور جہالت کو بخوشی گوارا کیا جائے۔ جیسا کہ اس وقت سعودی حکومت کا حال ہے۔ یہ وہ تنہا اسلامی ملک ہے جس نے سرکاری طور پر عمل کیا ہے۔ اس لیے وہ اس بات کا نمونہ ہے کہ اسلام پر عمل کرنے سے کیا نتائج پیدا ہو سکتے ہیں“^①۔

سیاسی محرک:

اس محرک کے بارے میں مولانا محمد علی صدیقی یوں تبصرہ کرتے ہیں:

”سیاسی محرک یہ ہے کہ عالم اسلامی اور عربی ممالک کی آزادی کے بعد ان اسلامی اور عربی ملکوں میں مغربی حکومتوں کی جانب سے جو سفارت خانے کھولے جاتے ہیں ان میں سیکرٹری کے درجے کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو عربی زبان پر پورا عبور رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ اس ملک کے مفکرین، صحافیوں اور سیاسی لیڈروں تک رسائی حاصل کر سکیں۔ یہ گویا مغربی حکومتوں کا ہر اول دستہ (pioneer) ہوتے ہیں۔ مغربی حکومتوں کو علمی کمک اور رسد پہنچانا ان کا کام ہے۔ وہ ان مشرقی اقوام و ممالک کے رسم و رواج، طبیعت و مزاج، طریق بود و باش اور زبان و ادب بلکہ جذبات و نفسیات کے بارے میں صحیح اور تفصیلی معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ تاکہ ان میں مغربی حکومتوں کو اپنے جرائم فساد پھیلانا آسان ہو۔ عربی ممالک کی باہمی آویزش اور اسلامی ملکوں کی شکر رنجی اسی دسیسہ کاری کا نتیجہ ہے“^②۔

اقتصادی محرک:

مذہبی اور سیاسی محرکات کے ساتھ ساتھ تجارتی مفادات بھی تحریکِ استشرق سے وابستہ تھے۔ اقوامِ یورپ اور مشرقی ممالک میں رابطہ کی ابتدا تجارتی تعلقات سے ہی ہوتی تھی۔ بہت سے مستشرق مصنفین اسلام، اہل اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف معاندانہ خیالات کو ایک کامیاب پیشہ کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ ان مستشرق مصنفین کی جو کتب مشرقیات اور اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں یورپ اور ایشیا میں ان کی بہت بڑی منڈی ہے۔ ان مصنفین کو ان کے اس کام میں حوصلہ اور ہمت افزائی اور اپنی حکومت کی سرپرستی حاصل

① ایسی، الفکر الاسلامی الحدیث، ص: ۱۸۴

② الصدیق کاندھلوی، معالم القرآن، ص: ۴۸۹/۱:۰ عبد الرحمن حسن، أجنحة المکر الثلاث، ص: ۹۵، البائی، الاستشرق والمشرق، ص: ۱۸

ہوتی ہے۔ ان کی تصنیفات کی بڑی تیزی کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں اشاعت ہوتی ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کام (یعنی کاروبار) ان کے لیے اقتصادی ترقی کا ذریعہ ہے^(۱)۔

علمی محرک:

اس طرح مستشرقین نے عسکری محاذ پر شکست کھانے کے بعد، انھوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے علمی و فکری محاذ پر شکست دینے کے لیے اپنے آپ کو منظم کیا۔ اس سلسلہ میں لارڈ ایللی کا تبصرہ قابل ذکر ہے:

”فوجی اعتبار سے اب صلیبی جنگیں ختم ہو چکی ہیں مگر یورپی لوگ دین اسلام اور اس کی تہذیب کے بارے تحریراً جن خیالات کا اظہار کریں گے ان میں تعصب کے اثرات باقی رہیں گے“^(۲)۔

ایک فرانسیسی مستشرق اپنی ایک تصنیف میں یوں رقم طراز ہے:

”جب عیسائی ترکوں کے خلاف جنگ ہار گئے تو وہ ہرزہ سرائیاں کرنے لگے یہاں تک کہ انھوں نے عیسائیت کی شکست کا بدلہ میدانِ ادب میں لے لیا“^(۳)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مستشرق مصنفین اسلامی علوم اور مشرقیات کو اپنے علمی ذوق کے لیے حاصل کرتے ہیں اور اس کے لیے محنت، تنہائی اور جانفشانی سے کام لیتے ہیں۔ جس کی داد نہ دینا ایک اخلاقی کوتاہی اور علمی نا انصافی ہے۔ ان کے اسی علمی ذوق کی وجہ سے بہت سے مشرقی و اسلامی علمی جواہر پارے پردہٴ اخفا سے نکل کر منظر عام پر پہلی مرتبہ آئے۔ اس علمی اعتراف کے باوجود مستشرق مصنفین یا اہل علم کا ایک وہ گروہ ہے جنھوں نے اسلام جیسے عالمگیر مذہب، حضرت محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ قرآن و حدیث، تاریخ اور بہت سے دوسرے اسلامی علوم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے^(۴)۔

استعماری محرک:

استعماری محرک یہ ہے، کہ ماضی میں صلیبی جنگوں کا انجام عیسائیت کی شکست پر ہوا تھا۔ اس شکست کے بعد پوری مغربی دنیا نے مسلمانوں اور ان کے ملکی حالات پر غور و فکر کرنا شروع کیا۔ تاکہ ان کے ذریعے ان پر اہل مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ اور ان کے اسلامی ملکوں کے حالات اور عقائد کو توڑا جائے، جو مغربی دنیا کی مخالفت میں ہوں۔ اور ایسی ذہنی و علمی فضا پیدا کرنے کی کوشش کریں جس میں مغربی استعمار کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہو۔ ان اسلامی ممالک میں رہنے والوں کو مغربی تہذیب و تمدن سے مرعوب کر

① ابوالحسن ندوی، مغربی مستشرقین کا فکر و فلسفہ، ص: ۵۴ عبد الرحمن حسن، أجنحة المکر الثلاث، ص: ۹۳

② عرفان، مستشرقین اور سنت نبوی، سیارہ ذابحہ، رسول نمبر، ص: ۳۹۲

③ محمد طفیل، نقوش، رسول نمبر، ص: ۵۲۹/۱۱

④ ابوالحسن ندوی، مغربی مستشرقین، ص: ۱۶

کے ان کو اپنی تہذیب و تمدن سے ہٹایا جائے۔ اگر مغربی حکومت ان اسلامی ممالک سے ہٹ بھی جائے تو بھی ان کا ذہنی اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔ اسی بناء پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمیت و افادیت کو پوری طرح محسوس کیا ہے۔ اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی اور اسی مقصد کی تحت مختلف رسائل و مجلات شائع کرتے ہیں۔ جن میں عالم اسلام کے مسائل اور رجحانات پر مبصرانہ تبصرے اور ماہرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ مٹی ہوئی قوموں کی تاریخ مرتب کرنا، عربوں کی زبان اور نظریہ کی وحدت پر قوتیں صرف کرنا، مصر میں فرعونیت، شام، لبنان، فلسطین میں اور عراق میں آشوریت کا احیاء، صرف اسلامی امت کو پارہ پارہ کرنے کی خاطر کیا جاتا رہا ہے۔ اسی مقصد کی خاطر مختلف ممالک کے مستشرقین عالم اسلام سے متعلق مختلف رسائل اور مجلات شائع کرتے ہیں ①۔

نظریاتی محرک:

اسلام اور ادیان غیر میں بڑے بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اسلام کا نظریہ حیات، اس کا نظام فکر و عمل، اس کے تہذیب و تمدن کا اظہار، یہودیت، عیسائیت اور دوسرے مشرکانہ مذاہب سے یکسر مختلف ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ نے اسلام کی جو دعوت پیش کی اس نے روزِ اول ہی سے ادیانِ باطلہ کی نفی کر دی تھی۔ اس لحاظ سے یہ امر تعجب خیز نہیں کہ دوسرے مذاہب کے علمبردار، اسلام، اہل اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں سخت معاندانہ جذبات رکھتے ہیں۔ اور اپنے بغض و عناد کا اظہار ہر ممکن طریقہ سے کرتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ اور ان کی شقاوت و قساوت دراصل نظریاتی اور فکری بنیادوں پر استوار ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اسی حقیقت کا اظہاریوں کیا گیا ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودُ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسِيسِينَ وَرَهَبَانًا وَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ﴾ ②

تم دیکھو گے کہ اہل ایمان کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں مشائخ بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

قرآن کا یہ بیان تاریخی صداقت کا حامل ہے۔ یہود اور مشرکین اسلام دشمنی کے معاملہ میں روزِ اول سے ہی انتہائی متعصب و تشددور رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ جب کہ یہ دشمنی عیسائی مخالفین کے یہاں نسبتاً کم رہی ہیں۔ چنانچہ نجاشی شاہ حبشہ کا قبول اسلام، قیصر روم، کا پیغمبر اسلام کے بارے میں ابوسفیانؑ سے استفسار، مسیحیوں کے نجرانی وفد کا مباہلہ سے احتراز، اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں مصر،

① زقروق، الاستشراق، ص: ۳۴ عمر عودۃ الخطیب، لمحات من ثقافت الاسلامیہ، ص: ۵۵ علی جریشہ، اسالیب الغزو الفکری، ص: ۲۲

② المائدہ: ۸۲/۵

نے شام، مصر، فلسطین جیسے زرخیز علاقوں پر قبضہ کیا۔ یورپ کے ایک بہت بڑے حصے یعنی سپین، سسلی جیسے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اہل یورپ اور مسلمان عربوں کے درمیان عداوت کو خوب ہوا ملی۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستشرقین کی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کا ایک سبب تاریخی بھی ہے ①۔

صلیبی محرک:

صلیبی جنگیں بھی مستشرقین کی تحریک استشر اق، اور مستشرقین کی سرگرمیوں کا ایک سبب ہیں۔ صلیبی جنگوں کو تاریخ عالم، تاریخ اسلام اور یورپ کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فلسطین اسلامی فتوحات سے پہلے عیسائیوں کا اہم ترین مقدس اور متبرک مقام تھا۔ جسے اسلامی فوجوں نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں فتح کر لیا تھا۔ اس وقت سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے آخر تک یہ اسلامی سلطنت کے قبضہ میں رہا۔ بیت المقدس میں مسلمانوں کا وجود کسی طرح بھی عیسائی طاقتوں کے لیے قابل برداشت نہ تھا۔ چنانچہ یورپ کی متحدہ عیسائی طاقتوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر دیا۔ یسوع مسیح کے دین اور صلیب مقدس کی حفاظت کے نام پر یورپ کے ان وحشی اور غیر مہذب دیوانوں نے جس سفاکی اور بربریت کا مظاہرہ کیا، نصرانیت کی تاریخ میں اسے مقدس لڑائیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی المناک کشمکش جو تقریباً دو صدی تک جاری رہی، تاریخ میں صلیبی جنگوں کے نام سے مشہور ہے۔ صلیبی جنگوں کا آغاز پوپ ار بن ثانی (۱۰۳۲ء - ۱۰۹۹ء) کا وہ خطبہ جنگ تھا جو اس نے ۲۷ نومبر ۱۰۹۵ء کو دیا تھا۔ جس نے پورے یورپ میں ایک آگ لگا دی تھی۔ عیسائیوں کو بیت المقدس سے پوری طرح خارج کرنے کا فخر سلطان صلاح الدین ایوبی کو حاصل ہے۔ جو نور الدین زنگی کا نائب اور حاکم مصر تھا، اور ۱۱۷۴ء میں اس کی وفات پر اس کا جانشین بنا۔ اس فتح میں نہ قتل عام ہوا نہ ہی لوٹ مار، بلکہ دشمنوں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کیا گیا۔ اس طرح ۵۸۳ھ بمطابق ۱۲۸۷ء کو اٹھاسی برس کے بعد بیت المقدس دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اس کے بعد سات صدیوں سے زیادہ باوجود متواتر حملوں اور کشتیوں کے یہ مقدس شہر موجودہ اسرائیلی حکومت قائم ہونے تک پیروان اسلام کے ہاتھوں میں رہا ②۔

چنانچہ مستشرقین کی سرگرمیاں اور تحریکیں ان صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں۔ مختصر طور پر صلیبی جنگوں کو بھی مستشرقین کی سرگرمیوں کے اسباب میں سے ایک اہم سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔

بقول مصطفیٰ سباعی مستشرقین کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ نبوت، وحی، قرآن و حدیث اور قانون کی حد تک مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنا۔

۲۔ مسلمانوں کو اپنے ماضی سے بدگمان، اپنے حال سے بے زار اور مستقبل سے مایوس کرنا۔

① محمد طفیل، نفوس رسول نمبر ۱۱، ۵۲۸/۱۱

② ایس ایم شاہد، تاریخ اسلام، ص: ۴۹۳

۳۔ اسلام کے علمی سرمایہ سے مسلمانوں کا اعتماد ہٹانا۔

۴۔ مسلمانوں میں اخوت کی روح کو کمزور کرنا اور ان میں زمانہ جاہلیت کی سی قومیت کو دوبارہ جنم دینا^(۱)۔

مقاصد و اہداف

مستشرقین کی طرف سے کیے گئے اعتراضات چاہے اسلام پہ ہوں یا سیرت طیبہ، حدیث نبوی پر ہوں یا دوسرے اسلامی علوم پر، ان کے مقاصد اور اہداف ایک ہی ہیں۔ ذیل میں ان مقاصد و اہداف کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ عیسائیت کا فروغ:

مستشرقین کی تحریک کا اصل مقصد ہی اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت کرنا اور عیسائیت کو فروغ دینا ہے اور مغرب کے مسیحی افکار و اقدار کی عظمت کو ثابت کرنا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ دو صدی کے طویل و مسلسل تجربہ سے مستشرقین نے محسوس کیا کہ ان کے طریق کار میں بنیادی غلطی تھی جس کی وجہ سے ان کی جدوجہد کا پورا نتیجہ نہیں نکل رہا تھا۔ اور بعض اوقات اس کے خلاف اسلامی حلقوں میں شدید رد عمل اور اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ جو تبلیغی و دعوتی نقطہ نظر سے خطرناک تھا۔ وہ برابر اپنی مساعی اور ان کے اثرات و نتائج کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے رہے۔ اب ان نتائج کی روشنی میں انھوں نے طے کیا کہ ان کو اپنے رویے اور طریق کار میں بنیادی تبدیلی کرنی چاہیے۔ اور مسلمانوں کو بدلنے کی کوشش کی بجائے، اسلام کی جدید تعبیر پیش کرنے اور اصلاح مذہب کی تحریک چلانی چاہیے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک انگریز مصنف (Harry Gaylord Darmun) لکھتا ہے:

”اصلاحی تحریکیں، دینی تعلیمات کے موجودہ تجربوں کی روشنی میں از سر نو تشریح کرنے کی مخلصانہ کوشش ہوتی ہیں۔ یا ان کے ذریعے نئے تجربوں کو دینی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے وہ مسیحیت کے ایک مبلغ کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہیں۔ اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ ہر نئی تحریک جس کو کہ چند خبطی شروع کر دیں وہ اس کا استحقاق رکھتی ہے کہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ ہماری مراد ان تحریکوں سے ہے جن کی حیثیت موجودہ زندگی کے سچے دینی اظہار کی ہے۔ اور جو روزمرہ کے تجربہ کی روحانی تشریح کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور پھیلتی جا رہی ہیں اور جس میں روحانی قوتیں حقائق سے نبرد آزما ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے ایک اصلاحی تحریک مسلمانوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سمجھنے کے سلسلے میں بالآخر بڑی اہم ثابت ہو حتیٰ کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں اسلامی ممالک میں (مسیحی) مبلغ کا اصل کارنامہ مسلمان افراد کی اصلاح و احیاء سے زیادہ اسلام کی تجدید و احیاء ہو، بہر حال یہ کام کا ایک میدان ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور جس سے غفلت نہیں برتی جاسکتی۔ میدان کھلا ہوا ہے۔ ایسا ہونا ان معذرت پسندوں کی مثال سے ظاہر ہے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں“^(۲)۔

① اسیابی، المستشرقون والاسلام، ص: ۱۸

② Harry Gaylord, Towards Undesstanding Islam, P: 132

اس صدی میں عالم اسلام میں اصلاح و ترقی اور درحقیقت تجدید و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے ان کے خیالات، اعلانات، اور ان کے طریق کار میں مستشرقین کے ان خیالات کو ان مصلحین و زعماء کے فکر و عمل کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور ان کو ان کا مشترک منشور (Manifesto) کہا جاسکتا ہے^①۔

۲۔ مسلمانوں کو دین سے متنفر کرنا:

مستشرقین کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کو اپنے دین سے متنفر کرنا بھی ہے۔ اس کے لیے انھوں نے دین اسلام، قرآن، سیرت طیبہ کے بعد حدیث نبویہ کو بھی خاص طور پر ہدف تنقید بنا کر مسلمانوں میں اُن سے شریعت کے دوسرے بڑے ماخذ سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے ہیں۔

مستشرقین نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اپنے مخاطبوں کے ذہن میں زیادہ سے زیادہ تشکیکی مواد پیدا کیا ہے اور وحی الہی کو مختلف دلائل کے ذریعے مشتبہ بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کی اکثریت نہ تو حضور ﷺ کو نبی مانتی ہے اور نہ ہی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو تسلیم کرتی ہے۔ وحی آنے کے ان مظاہر کو جو کبھی صحابہؓ کے مشاہدے میں آتے، نہایت مہیب صورت میں پیش کرتے ہیں^②۔

۳۔ علمی مقاصد:

نیک نیتی اور بد نیتی سے قطع نظر، مستشرقین بے شمار علمی مقاصد کے پیش نظر علوم شرقیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کی پوری تحریک علمی لبادے میں مصروف عمل رہی۔ یونیورسٹیوں میں ان علوم کا اجراء، مدارس کا قیام، مختلف کتب کی تحقیق اور ان کی اشاعت، مخطوطات کو جمع کرنا، عربی کتب کے مختلف زبانوں میں تراجم، مختلف موضوعات پر کتب تالیف کرنا وغیرہ۔ ان کی انھی ان تھک کوششوں کی وجہ سے وہ لائق تعریف ہیں۔ انھوں نے اپنی استشراتی سعی اور تگ و دو سے اس مقصد کو اس خوبی سے حاصل کیا کہ آج ساری دنیا حصول علم کے لیے ان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مستشرقین کو جتنی کامیابی علمی مقاصد کے حصول میں ہوئی ہے اتنی کامیابی ان کو کسی دوسرے میدان میں نہیں ہو سکی^③۔

مستشرقین اسلام کے بنیادی ماخذ سے اپنی لاعلمی کی وجہ سے حقائق کو آسانی سے مسخ نہ کر سکے۔ اور نتائج اخذ کرنے کی عجلت میں اپنے آپ کو حقائق سے ہمیشہ دور رکھا۔ اس طرح انھوں نے بے شمار غلطیاں کیں۔ جن کا اعتراف مستشرقین نے خود بھی کیا۔ چنانچہ ایک انگریز مستشرق کا کہنا ہے کہ:

”ہم مستشرقین نے جب اسلام کے بارے میں تحقیق کی تو بے شمار غلطیاں کیں۔ ہمارے لیے ضروری

① محمد عزت الطمطاوی، التہذیب والاستشراق، ص: ۱۰۴، مصطفیٰ خالدی و عمر فروخ، التبشیر والاستعمار، ص: ۲۰

② عبد المتعال، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، ص: ۱۴۰

③ مصطفیٰ فوزی، الخلیل والاسالیب فی الدعوة الی التہذیب، ص: ۹۹، عبد المتعال، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، ص: ۷۶

ہے کہ ہم اس موضوع میں نہ اُلجھیں۔ کیونکہ عرب مسلمان ہم سے زیادہ باصلاحیت ہیں کہ اسلام کے موضوعات پر تحقیق کریں۔ مسلمانوں کو مستشرقین کی ہر تحریر کو دقت نظر سے دیکھنا چاہیے۔ جرح و تعدیل کے اصولوں پر ان کے نتائج کو قبول کرنے سے پہلے ان کی چھان پھٹک اشد ضروری ہے“^①۔

۴۔ اقتصادی مقاصد

علمی مقاصد کے ساتھ ساتھ اقتصادی مقاصد بھی مستشرقین کے مد نظر تھے۔ قدرت نے اہل مشرق کو بے شمار مادی وسائل سے مالا مال کیا ہے۔ اہل مغرب کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ انھوں نے اپنے تجارتی معاملات کو احسن طریقے سے طے کرنے کے لیے کئی ایک اقدام کیے اور مختلف حیلوں سے مشرق کی دولت کو سمیٹنے کی کوشش کی۔ اس میدان میں مستشرقین نے خاطر خواہ خدمات انجام دی ہیں^②۔

۵۔ سیاسی مقاصد

اہل مغرب نے اسلامی ممالک پر قبضہ کرنے کا جو خواب دیکھ رکھا تھا اس خواب کی تعبیر کے لیے انھوں نے اپنے صدیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر تلوار کے استعمال کو خلاف مقصد سمجھا۔ انھوں نے اپنا یہ کام مستشرقین اور مبشرین کو سونپا۔ اول الذکر گروہ نے علم کے شیدائیوں کا بھیس بدل کر مسلمانوں کے مابین اختلافات کو پیدا کیا اور مؤخر الذکر گروہ نے مسلمانوں کو مختلف تدبیروں کے ذریعے عیسائیت کی طرف مائل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس مشن کی تکمیل کے لیے انھیں مسلمانوں کی صفوں سے کارکن میسر آ گئے جنہوں نے ان کے فکر کی ترویج و اشاعت کی^③۔

۶۔ اسلام کے خلاف کام کرنے والے رجال پیدا کرنا:

انگریزوں کو ہر وقت مسلمانوں سے مزاحمت کا خطرہ تھا۔ اس راستے میں ان کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کی اپنے بنیادی عقائد کے ساتھ مکمل وابستگی اور اسلام سے جنون کی حد تک عقیدت تھی۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کو دینی اعتبار سے کمزور اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے مستشرقین کا گروہ تیار کیا۔ جنہوں نے اسلام کے خلاف بڑی شد و مد سے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اور برصغیر اور عرب ممالک میں بالخصوص ایسے رجال تیار کیے جنہوں نے اس فتنہ کو آگے بڑھایا^④۔



① العقاد، ما یقال عن الاسلام، ص: ۱۱

② عبدالرحمن حسن، اجنحة المکر الثلاث، ص: ۹۵

③ مصطفیٰ فوزی، الخیل والاسایب، ص: ۷۹

④ مصطفیٰ فوزی، الخیل والاسایب، ص: ۷۹

معترضین کے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

اہل مغرب نے جس پیہم محنت اور کامل ذوق و شوق اور سامراجی و مذہبی دلچسپی کے ساتھ مذہب اسلام کا مطالعہ کر کے اس کا تصور پیش کیا ہے اس نے بعض مغرب زدہ مسلم سکالروں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انتہائی ذہنی مرعوبیت کے ساتھ ان کی علمی وسعت کے فریب میں آ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ ان کے نتائج سراسر سائنٹفک (Scientific) اور عقلی ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے ان کا جائزہ لینا اور تنقید کرنا خام خیالی ہے۔ چنانچہ انھوں نے انھیں من و عن قبول کر کے اسلام کو کسی نہ کسی طرح ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ انھی مغربی علماء کے بنائے ہوئے اصول و قواعد کو بنیاد بنا کر مذہب اسلام پر تحقیق کے نام پر مختلف زاویوں سے حملے کیے جانے لگے۔ دراصل یہ لوگ مستشرقین کے دام فریب میں آ کر انھی کے افکار کے خوشہ چین بن گئے۔ اسی حقیقت کو مولانا مفتی ولی حسن نے یوں بیان کیا ہے:

”..... اور عجیب بات ہے کہ موجودہ دور کے منکرین حدیث نے بھی اپنا ماخذ و مرجع انھی دشمنان اسلام مستشرقین کو بنایا ہے۔ اور یہ حضرات انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور جو اعتراضات و شبہات ان مستشرقین نے اسلام کے بارے میں پیش کیے ہیں وہی اعتراضات و شبہات یہ منکرین حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔“^①

ان مسلم سکالروں میں عرب اور غیر عرب ہر دو قسم کے لوگ شامل ہیں۔ حدیث نبوی، عہد بنو امیہ اور اس دور کی بعض مقدس شخصیات (صحابہ و تابعین) کے بارے میں ان کے پیش روؤں کے بعض اعتراضات اور ان کا تنقیدی جائزہ گذشتہ بحث میں پیش کیا جا چکا ہے۔ لیکن بعض وہ اعتراضات جو بنو امیہ کے عہد کی شخصیات کے حوالے سے ہیں جو انھوں (منکرین حدیث) نے اپنے پیش روؤں کے وضع کردہ اصول کی بناء پر کیے ہیں اس بحث میں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ پر کیے گئے اعتراضات

احمد امین کے اعتراضات

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض صحابہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کو تسلیم نہیں کیا:

”احمد امین بیان کرتے ہیں: بعض صحابہ کرامؓ (حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ) نے ابو ہریرہؓ کی بعض مرویات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ((متی استیقظ أحدکم من نومہ فلیغسل یدہ قبل أن یضعها فی الإناء فلان أحدکم لا یدری أين باتت یدہ))^② (جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو برتن

① ولی حسن، عظیم فتنہ، ص: ۲۶ ② الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء إذا استیقظ أحدکم، حدیث نمبر ۲۳، ص: ۸

میں ہاتھ ڈالنے سے قبل اپنے ہاتھ دھو لے (کیونکہ نہ جانے وہ (یعنی ہاتھ) رات بھر کہاں رہا ہے) کو حضرت عائشہؓ نے حجت قرار نہیں دیا اور فرمایا ”بھر ہم پانی بھرے مٹکے کا کیا کریں کہ وہ سارا خراب ہو جائے گا“۔^①

احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کے حوالے سے اس حدیث پر جو تنقید کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا کتب حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ ابن عربی اور حافظ عراقی نے امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر اعتراض کرنے والے کا نام قین الشجعی ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھا۔^②

حافظ ابن حجر نے بھی قین الشجعی کو تابعی قرار دیا ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے۔^③

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پر حضرت عائشہؓ نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح قرار دیا جائے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ حضرت عائشہؓ حضرت ابو ہریرہؓ کی تکذیب کرتی تھیں بلکہ ان کے مابین یہ اختلاف حدیث کے فہم و ادراک میں رونما ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہاتھ دھونے کو واجب قرار دیتے ہیں اور حضرت عائشہؓ ابن عباسؓ اس سے متفق نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں جلیل القدر اور صاحب اجتہاد صحابی ہیں اس لیے حدیث کے فہم اور اس سے استنباط مسائل میں ان کے باہمی اختلاف میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ یہ حدیث بقول امام ترمذی حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے۔^④

شیخ مصطفیٰ سباعی فرماتے ہیں:

”تکذیب و تردید کسی صحیح کتاب میں ثابت نہیں۔ معترض نے دعویٰ شرح مسلم الثبوت کے حوالے سے تحریر کیا ہے جبکہ یہ بات مسلم الثبوت کے مصنف نے کہی ہے نہ کہ شارح نے، بلکہ انھوں نے ان کی غلطی واضح کی ہے اور کہا ہے کہ اس اعتراض کی نسبت حضرت عائشہؓ کی جانب درست نہیں۔^⑤

۲۔ ابو ہریرہؓ نے احادیث نہیں لکھیں:

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ احادیث لکھا نہیں کرتے تھے.....“^⑥

احمد امین کا اس سے مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کو مشکوک ثابت کیا جائے۔ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ چونکہ احادیث نہیں لکھا کرتے تھے بلکہ اپنے حافظہ کی مدد سے روایت کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حافظہ سے ہر وقت سہو و خطا کا احتمال رہتا ہے اس لیے ابو ہریرہؓ کی روایات مشکوک ہیں۔

① احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۵ ② محب اللہ، مسلم الثبوت، ص: ۱۷۸/۲

③ العراقی، طرح التقریب شرح التقریب، ص: ۴۷ ④ حمود، الرد القویم علی المجرم لاثم، ص: ۲۸۸

⑤ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۳/۲۸۵

⑥ الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء اذا استقیظ أحدکم، حدیث نمبر ۲۴، ص: ۸

⑦ السہامی، السنۃ و مکاتبا، ص: ۳۰۶ ⑧ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۸

حالانکہ اکثر و بیشتر صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ کار تھا کہ وہ احادیث لکھا نہیں کرتے تھے پھر اس میں ابو ہریرہؓ کی تخصیص کے کیا معنی؟ صرف حضرت عبداللہ بن عمروؓ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنے صحیفہ میں احادیث لکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ابو ہریرہؓ کی امانت و صداقت، قوت حافظہ اور حدیث کے حفظ و روایت میں تمام صحابہؓ پر برتری کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس کے باوصف احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ہدفِ طعن بنایا ہے۔ باقی رہا حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنے حافظہ سے احادیث بیان کرنے کا سوال اور ان کا کتابت کو ترک کر دینا تو علمائے اصول کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ احادیث جو آپس میں متعارض ہوں ان میں ایک حدیث زبانی سنی گئی ہو اور دوسری مکتوب ہو تو مسموع روایت کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ مکتوب شدہ روایت میں غلطی (تحریف، تصحیف) کا احتمال بہر حال رہتا ہے جبکہ سنی ہوئی روایت میں یہ احتمال بالکل نہیں ہے ①۔ لہذا احمد امین کا حافظہ سے روایت بیان کرنے کو مشکوک قرار دینا درست نہیں۔

۳۔ تحدیث بلا سماع

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے:

”آپ آنحضرت ﷺ سے براہ راست احادیث سنے بغیر بھی روایت کیا کرتے تھے مثلاً ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص حالت جنابت میں صبح کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں بحالت جنابت صبح کرتے تھے پھر غسل فرماتے حالانکہ آپؐ روزہ سے ہوتے تھے۔ ابو ہریرہؓ نے یہ سن کر کہا: ”حضرت عائشہؓ کو مجھ سے زیادہ علم ہے، یہ حدیث میں نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی تھی بلکہ فضل بن عباسؓ سے سنی تھی“ ②۔

جہاں تک حضرت ابو ہریرہؓ کا بغیر سماعت کے روایت بیان کرنے کا تعلق ہے اس میں آپؐ منفرد نہیں ہیں بلکہ بیشتر صغیر اس اور متاخر الاسلام صحابہؓ بھی اس ضمن میں آپؐ کے ہمناو تھے۔ حضرت عائشہؓ، حضرت انسؓ، حضرت براءؓ بن عازب، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے بکثرت احادیث صحابہؓ سے سنی اور انھیں براہ راست آنحضرت ﷺ سے بیان کیا ③۔

ایسی روایات کو علمائے حدیث مراہیل صحابہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو بالا جماع حجت ہیں ④۔

مزید برآں مستند کتب میں یہ بات مذکور نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ حدیث کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کا تعلق ایک شرعی فتویٰ سے ہے۔ ہر مفتی نے وہی فتویٰ دیا جو اس کے علم کے مطابق آنحضرت ﷺ سے ثابت تھا۔ اس میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی تردید کی تھی ⑤۔

① الامدی، الأحکام، ص: ۳۳۴/۲ ② احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

③ تفصیل کے لیے دیکھئے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب بیع الدینار بالدينار نساء، حدیث نمبر ۲۱۷۸، ص: ۳۲۸ ④ الامدی، الاحکام، ص: ۲۰۴/۱

⑤ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص: ۶۰ ⑥ العراقي، التقييد والایضاح، ص: ۷۵ ⑦ النووی، المجموع، ص: ۶۲/۱

⑧ محب اللہ، مسلم الثبوت، ص: ۱۲۵/۲

امام مسلم کی تصریح کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع بھی کر لیا تھا^①۔

احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کے موقف سے نہ صرف چشم پوشی اختیار کی بلکہ یہ بھی نہیں بتایا کہ انھوں نے حضرت عائشہؓ کے ابو ہریرہؓ پر معترض ہونے اور ان کی تردید کرنے کی نفی کی ہے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ احمد امین نے شارح مسلم الثبوت کی طرف تردید و انکار کو منسوب کیا ہے۔ اگر بالفرض یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی روایت کو تسلیم نہیں کیا تھا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ابو ہریرہؓ کی تکذیب کی تھی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اس روایت سے آگاہ نہیں تھیں بلکہ ان کو جو مسئلہ معلوم تھا وہ ابو ہریرہؓ کی روایت کے برعکس تھا۔ گویا حضرت عائشہؓ کے دیگر استدراکات کی طرح یہ بھی ایک استدراک ہے^②۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے احمد امین کے اس اعتراض کے اور بھی جواب دیئے ہیں^③۔

۴۔ صحابہ کرامؓ نے ابو ہریرہؓ کی مرویات کو تسلیم نہیں کیا:

احمد امین لکھتے ہیں:

”بعض صحابہؓ کثرت مرویات کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ پر تنقید کرتے تھے اور ان کی روایت کردہ احادیث کو شک و شبہ کی

نگاہ سے دیکھا کرتے تھے“ اس کے بعد احمد امین نے امام مسلم کے حوالے سے دو روایات بطور استشہاد پیش کی ہیں^④۔

احمد امین کے اس اعتراض کا اصل مأخذ گولڈزیہر کی نگارشات ہیں^⑤۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گولڈزیہر نے شک کی نسبت

ان تابعین کی جانب کی ہے جو براہ راست حضرت ابو ہریرہؓ کے تلامذہ تھے جبکہ احمد امین نے شک کی نسبت بعض صحابہؓ کی طرف کی ہے۔

حدیث نبوی کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی جو وابستگی تھی یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے حافظ حدیث

تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بذات خود اس امر کی شہادت دی ہے^⑥۔

مصادر سے کسی ایک صحابی کا تذکرہ نہیں ملتا جس نے ابو ہریرہؓ کو کثرت روایات کی بناء پر مطعون کیا ہو۔

حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے:

”جب لوگوں نے حضرت حسنؓ کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن کرنا چاہا تو ابو ہریرہؓ نے مروان سے کہا: ”تم ایسی

بات میں دخل دیتے ہو جس سے تمہیں کچھ سروکار نہیں۔ تمہارا مقصد اس شخص کو راضی کرنا ہے جو موجود نہیں، اس

وقت امیر مدینہ مروان کے علاوہ کوئی اور شخص تھا۔ مروان یہ سن کر ناراض ہوا اور کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ

بکثرت احادیث روایت کرتا ہے“^⑦۔

① المسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب صفة صوم من طلع علیہ الفجر، حدیث نمبر ۲۵۸۹، ص: ۲۵۲

② السہامی، السنۃ ومکانتها، ص: ۳۰۷ ③ السہامی، السنۃ ومکانتها، ص: ۳۰۹

④ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹ ⑤ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ص: ۴۰۸/۱

⑥ دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵ ⑦ ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۵/۴

ظاہر ہے مروان تابعی ہے اور یہ واقعہ عہد رسالت کے بعد وقوع پذیر ہوا اور وہ بھی اس حالت میں جب مروان غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ مزید یہ کہ مروان نے اس بات کو عام لوگوں کی طرف منسوب کیا ہے اور اگر شک میں مبتلا ہونے والے خود صحابہؓ ہوتے تو وہ کسی نہ کسی طرح ابو ہریرہؓ کو اس سے ضرور آگاہ کرتے اور حضرت ابو ہریرہؓ کسی موقع پر یہ بات مروان کے گوش گزار کر دیتے ①۔

اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ تابعین کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت روایت پر اعتراض کیا ہو تو یہ ایک طبعی تھا کہ ابو ہریرہؓ جس کثرت سے احادیث روایت کرتے تھے اس سے بعض تابعین اور ان صحابہ کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوں جو مدینہ سے دور بود و باش رکھتے تھے خصوصاً جبکہ آپ متاخر الاسلام تھے وہ پکاراٹھتے کہ ابو ہریرہؓ کثرت احادیث میں کیوں منفرد ہیں؟ دراصل ان کا یہ اعتراض شک و تکذیب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حیرت و استعجاب کے لیے تھا اور بھلا اظہار حیرت کرنے سے تکذیب کیسے لازم آئی؟ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ ابو ہریرہؓ کی مرویات کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہوتے تو وہ ان کو اس بات کی اجازت کیوں دیتے کہ وہ احادیث روایت کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں حالانکہ ان کی دینی غیرت کا یہ عالم تھا کہ حدیث میں غلطی کا ارتکاب کرنے والے کو وہ فوراً ٹوک دیتے تھے ②۔

احمد امین نے حضرت ابو ہریرہؓ پر اس طرح کے لغو اور لالیعنی قسم کے اور بھی بے شمار اعتراضات کیے ہیں۔

✽ ابوہریرہ کے اعتراضات

ابوہریرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ پر بہت سے اعتراضات کیے ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ نام میں اختلاف

ابوہریرہ لکھتا ہے:

”جاہلیت ہو یا اسلام آج تک کسی شخص کے نام کے بارے میں اس قسم کا اختلاف پیدا نہیں ہوا جیسے ابو ہریرہؓ

کے نام میں ہوا ہے۔ صحیح طور پر کسی شخص کو معلوم ہی نہیں کہ گھر والوں نے ان کا کیا نام تجویز کیا ہے.....“ ③۔

ابوہریرہ دراصل حضرت ابو ہریرہؓ کی تحقیر کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منشا یہ بتانا ہے کہ ابو ہریرہؓ صحابہ کرامؓ میں اس قدر گمنام تھے کہ ان

کے نام کے بارے میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ حالانکہ کسی شخص کے نام میں اختلاف پیدا ہونے سے اس کی عزت و توقیر میں

کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح تو بہت سے صحابہ کرامؓ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو ہریرہؓ اور ان کے والد کے نام میں جو اختلاف رونما

ہوا ہے دراصل وہ تمیں یا اس سے زائد اقوال تک نہیں پہنچتا۔ اس کثرت کی وجہ راویوں کا وہم اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر ہے۔

① السباعی، السنۃ ومکاتبہا، ص: ۳۱۳

② تفصیل کے لیے دیکھئے السباعی، السنۃ ومکاتبہا، ص: ۳۱۲

③ احمد امین، فجر الاسلام، ص: ۲۶۹

حافظ ابن حجر قسطنطاز ہیں:

”غور و فکر کے بعد ابو ہریرہؓ کے نام کے بارے میں صرف دس اقوال ملتے ہیں اور اگر اس میں مزید تحقیق سے کام لیا جائے تو صرف تین نام باقی رہ جاتے ہیں یعنی عمیر، عبداللہ اور عبدالرحمن“^①۔

۲۔ تنگدستی

ابو ہریرہؓ حضرت ابو ہریرہؓ کے فقر و فاقہ کی داستان بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

”ابو ہریرہؓ نے اسی لیے صفہ کو اپنا مسکن بنایا تھا کہ سکان صفہ میں ان کو خاصی شہرت حاصل تھی اور بعد میں آپ ان کے نگران مقرر کیے گئے تھے..... ابو ہریرہؓ نے بذات خود اس راز سے پردہ اٹھایا کہ اس نے نبی ﷺ کی صحبت و رفاقت کس لیے اختیار کی۔ اس طرح انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی ابتدائی نشوونما کن حالات میں ہوئی تھی.....“^②۔

ابو ہریرہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو صرف اس لیے نفرت و حقارت کا مستحق قرار دیا کہ آپ تنگدست تھے اور صفہ کو اپنا مسکن بنایا تھا حالانکہ دین اسلام نے عزت و وقار کے تمام مادی سانچوں اور پیانوں کو بے کار قرار دیا ہے۔ اس نے عظمت و فضیلت کا صرف ایک ہی معیار مقرر کیا ہے اور وہ تقویٰ ہے اور صفہ کو مسکن بنانے کا مقصد صرف علمی خدمت اور جہاد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ قبول اسلام کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو گئے، دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہ رہی بجز اس کے کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث سنیں، آپ سفر و حضر میں کبھی رسول اللہ ﷺ سے علیحدہ نہیں ہوئے، قلب و ذہن پر یہی دھن سوار رہتی کہ صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین سے احادیث سنیں، اور انھیں دوسروں تک پہنچائیں۔

الغرض حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی محبت، طلب ہدایت اور احادیث کی سماعت کرنے کے لیے صحبت اختیار کی تھی نہ کہ آپ ﷺ کی رفاقت صرف شکم سیری کے لیے اختیار کی تھی آپ بیان کرتے ہیں:

”وکننت أُلزم رسول الله ﷺ على ملأ بطنی“^③ (میں پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں رہا کرتا تھا۔)

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ الفاظ اپنی کثرت روایت کی وضاحت کرتے ہوئے کہے تھے۔ آپ نے ان الفاظ میں یہ نہیں بتایا کہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت کیوں اختیار کی جیسا کہ ابو ہریرہؓ کا خیال ہے بلکہ انھوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہنے اور خدمت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی اس ضمن میں کہ وہ کثیر الروایہ کیسے بن گئے۔ ابو ہریرہؓ کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہنے کا راز خود بیان کر دیا تھا۔

حافظ ابن حجر حضرت ابو ہریرہؓ کے مذکورہ الفاظ کی شرح میں فرماتے ہیں:

”یعنی قوت لا یموت پر قانع رہنا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے کبھی غیر حاضر نہ ہوتا“^④۔

① ابو ہریرہؓ، أنسواء علی السنۃ، ص: ۱۹۵ ② ابن حجر، الاصابہ، ص: ۲۰۴/۲ ③ ابو ہریرہؓ، أنسواء علی السنۃ، ص: ۱۵۴

④ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ عز و جل ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْصَرُوا﴾ حدیث نمبر ۲۰۴۷، ص: ۳۲۸

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

”یعنی میں آپ کی صحبت میں رہتا اور صرف قوت لایموت پر قناعت کیا کرتا تھا، میرا مقصد نہ مال جمع کرنا تھا اور نہ کچھ اور۔ ابو ہریرہؓ کا مقصد یہ تھا کہ میں صرف حلال ذرائع سے اپنی شکم سیری کا سامان کیا کرتے تھے یہ مطلب نہیں کہ آپ کی خدمت کر کے معاوضہ وصول کرتے تھے“^(۱)۔

یہی بات علامہ عینی نے بیان کی ہے^(۲)۔

رہا سوال کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی ابتدائی نشوونما یتیمی کی حالت میں ہوئی تھی تو یتیم ہونا کوئی عیب نہیں خود آنحضرت ﷺ نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔

ابو ہریرہؓ نے اس قسم کے بے شمار لایعنی اعتراضات حضرت ابو ہریرہؓ پر وارد کیے ہیں جن کا مدلل جواب علامہ سباعی نے دیا ہے^(۳)۔

امام زہریؒ پر اعتراضات

تمنا عمادی اور حکیم نیاز احمد کے اعتراضات

علامہ تمنا عمادی اور حکیم نیاز احمد نے امام زہریؒ پر بہت زیادہ اتہامات لگائے ہیں۔ ان کے نام و نسب، لقب اور کنیت سے لے کر ان کے قبیلہ، جائے پیدائش، اساتذہ و تلامذہ اور وفات تک کو موردِ طعن ٹھہرایا ہے۔ کبھی وہ انھیں تشیع کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور کبھی اہل سنت کی صف میں لاکھڑا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اخلاص اور ایمان پر حملہ کرنے سے نہیں چوکتے اور آپ کو واضح تک قرار دیا ہے۔ ان تمام ہفوات اور الزامات کا جائزہ لینا ممکن نہیں البتہ ان میں سے بعض کا تنقیدی جائزہ لیا جا رہا ہے جس کی روشنی میں بقیہ اعتراضات کی حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

۱۔ زہری ارسال کے بہت خوگر تھے:

علامہ تمنا عمادی بیان کرتے ہیں:

”ابن شہاب زہری ارسال کے بہت خوگر تھے یعنی درمیان سے اپنے اصل شیخ کا نام چھوڑ کر اپنے شیخ کے شیخ سے بلا واسطہ اس طرح روایت کرتے تھے کہ سننے والا یہ سمجھے کہ انھوں نے خود فلاں شخص سے سنا ہے.....“^(۴)۔

① ابن حجر، فتح الباری، ص: ۲۳۱/۴ ② النووی، شرح صحیح مسلم، ص: ۵۳/۸

③ العینی، عمدۃ القاری، ص: ۳۹۳/۵ ④ السباعی، السنۃ ومکاتبہا، ص: ۲۲۵

⑤ تمنا عمادی، امام زہری و امام طبری تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۳۰

۲۔ مراسل امام ابن شہاب زہریؒ:

اہل علم نے امام زہری کی مراسل کے بارے میں کلام کیا ہے۔ بعض اہل علم نے آپ کی مراسل کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان علماء میں امام یحییٰ بن سعید، امام شافعی، امام علی بن مدینی شامل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ امام زہری ثقہ اور قابل اعتبار حفاظ میں سے ہیں۔ وہ اسناد میں سے اسی شخص کو ساقط کر دیتے ہیں جو ان کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔

امام یحییٰ بن سعید کا قول ہے:

”مرسل الزہری لیس بشیئ“^①

زہری کی مرسل (روایات) کچھ بھی نہیں ہیں۔

امام شافعیؒ سے مروی ہے:

”ارسال الزہری عندنا لیس بشیئ و ذلك انا نجدہ یروی عن سلیمان بن أرقم“^②

زہری کی مرسل روایات ہمارے نزدیک کچھ بھی نہیں ہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔

جبکہ محدثین کی ایک جماعت نے مراسل زہری کو ضعیف قرار دینے والوں کا رد کیا ہے۔ ان میں سے امام احمد بن صالح مصری ہے جو آپ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے اور ان کا تذکرہ کرنے والے تھے^③۔

ایک مرتبہ ان کے سامنے امام یحییٰ بن سعید کا مذکورہ بالا قول ذکر کیا گیا تو آپ نے سختی سے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

”ما لیحییٰ و معرفة علم الزہری لیس کما قال یحییٰ“^④

یحییٰ کو زہری کے علم کی معرفت کہاں؟ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح یحییٰ نے کی ہے۔

مراسل زہری کے بارے میں رائج بات یہی ہے کہ آپ کی مرسل روایات اگر اصول دین اور صحیح احادیث کے موافق ہیں تو وہ کبار تابعین کی مرسل مرویات کی مانند ہیں۔ اس پر وہی شروط لاگو ہوں گی جو کبار تابعین کی مرسل مرویات کے لیے وضع کی گئی ہیں اور اگر وہ (مرسل مرویات) اصول دین اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں تو وہ مردود اور ضعیف شمار ہوں گی جن کے بارے میں امام یحییٰ بن سعید اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: ”لا شیئ“^⑤ (کوئی چیز نہیں)۔

امام یحییٰ بن سعید اور امام شافعیؒ کے مذکورہ اقوال کو ظن اور گمان پر محمول کریں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ امام زہری ضعیف رواۃ کو ساقط کرتے تھے بلکہ آپ اکثر و بیشتر اختصار کے لیے ثقہ رواۃ کو ساقط کر دیتے تھے۔

① العلانی، جامع التحصیل، ۹۰:۰

② الفسوی، کتاب المعرفة والتاریخ، ص: ۶۸۶/۱

③ ابن عبد البر، التہذیب، ص: ۳۷/۱ ④ الخطیب، الکفایہ، ص: ۳۱۸

⑤ العلانی، جامع التحصیل، ۹۰:۰

⑥ الخطیب، تاریخ بغداد، ص: ۳۱۷/۳

⑦ الشافعی، الرسالة، ص: ۳۶۱

اس کی دلیل امام مالکؒ بن انسؒ کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”کنا نجلس إلى الزهري وإلى محمد بن المنكدر فيقول الزهري قال ابن عمرؓ كذا وكذا فإذا كان بعد ذلك جلست إليه فقلت الذي ذكرت عن ابن عمرؓ من أخبرك به قال ابنه سالم“^①

ہم زہری اور محمد بن منکدر کے پاس بیٹھتے تھے۔ زہری کہتے کہ ابن عمرؓ نے یوں یوں فرمایا۔ اس کے بعد میں ایک مرتبہ آپ کے پاس بیٹھا تو میں نے کہا جو آپ نے حضرت ابن عمرؓ سے جو روایت بیان کی ہے اس (حدیث) کو کس نے بیان کیا ہے۔ تو کہنے لگے ان کے بیٹے سالم نے۔

امام مالک کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ امام زہریؒ مراسل میں ثقہ رواۃ کو گرا دیتے تھے۔ امام ابن عبدالبرؒ مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فهكذا مراسيل الثقات إذا سئلوا أحالوا على الثقات“^②

اس طرح ثقہ رواۃ کی مراسیل ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ ثقہ رواۃ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔

۲۔ زہری اور ادراج:

علامہ تمنا عمادی امام زہریؒ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”زہری کی عادت ادراج کی بھی تھی، ادراج کہتے ہیں حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ اپنے الفاظ ملا دینے کو یعنی حدیث میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ درج کر دینا“^③۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام زہریؒ احادیث کی تفسیر کرتے ہوئے بعض اوقات کچھ الفاظ کا اضافہ (بطور تفسیر کے) کر دیتے تھے اور آپ کے ہم عصر ساتھیوں نے آپ کو اس سے منع بھی کیا تھا۔ آپ کے ہم عصر کا بیان ہے:

”افصل كلامك من كلام النبي ﷺ“^④

اپنے کلام کو نبی ﷺ کے کلام سے جدا رکھا کرو۔

① ابن عبدالبر، التمهيد، ص: ۱/۳۷

② تمنا عمادی، امام زہریؒ و امام طبریؒ تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۱۳۷

③ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/۲۳۷ ④ ابن حجر، المکتب، ص: ۲/۸۲۹

④ السخاوی، فتح المغیث، ص: ۱/۲۳۷

امام ربیعہ راوی نے امام زہری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”إِذَا حَدَّثْتَ فَبَيْنْ كَلَامَكَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ“^①

جب آپ حدیث بیان کریں تو اپنے کلام اور نبی ﷺ کے کلام کی وضاحت کر دیا کرو۔

اوراج کا یہ عمل بہت سارے ائمہ حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی وجہ سے کسی راوی کی عدالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ایسا صرف حدیث کے غریب الفاظ کی شرح بیان کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اور محدثین پر کلام رسول ﷺ اور کلام راوی کے مابین امتیاز کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے حدیث میں موجود راوی کے کلام کی نشاندہی کی ہے اور اگر یہ کوئی مشکل معاملہ ہوتا تو وہ ان کے مابین امتیاز نہ کر سکتے تھے۔

امام سیوطیؒ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

”وعندي أن ما أدرج لتفسير غريب لا يمنع ولذلك فعله الزهري وغير واحد من الأئمة“^②

میرے نزدیک (حدیث) کے غریب الفاظ کی تفسیر کے لیے جن الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے وہ ممنوع نہیں ہے۔ اس لیے امام زہری اور بہت سارے ائمہ حدیث نے یہ عمل کیا ہے۔

۳۔ زہری اور تدلیس

علامہ تمنا عمادی نے امام شافعی اور امام دارقطنی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام زہری تدلیس کرتے تھے^③۔

مدلس کی روایت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حسب ذیل تین قول زیادہ مشہور ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ مدلس کی روایت مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی سماع ثابت ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس میں راوی متہم ٹھہرتا ہے اور یہ دھوکہ ہے۔ یہ قول اہل حدیث و اہل فقہ کے ایک گروہ کا ہے۔ جن میں فقہاء مالکیہ میں سے قاضی عبدالوہاب الثعلبی ہیں^④۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ”مدلس کی روایت قبول کی جائے گی“۔ خطیب بغدادی اس بارے میں رقمطراز ہیں:

”وقال خلق كثير من أهل العلم خبر المدلس قبول لأنهم لم يجعلوه بمثابة

الكذاب ولم يروا التدليس ناقضا لعدالته و ذهب إلى ذلك جمهور من قبل المراسيل

من الأحاديث و زعموا أن نهاية أمره أن يكون التدليس بمعنى الإرسال“^⑤

① السيوطي، تدریب الراوی، ص: ۲۷۳/۱ ② تمنا عمادی، امام زہری و امام طبری تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۱۳۷

③ الخطیب، الکفای، ص: ۵۱۵ ④ العراقی، شرح الالافیہ، ص: ۱۸۳/۱ ⑤ ابن عبد البر، التمهید، ص: ۱۷۱/۱

⑤ ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۷

اہل علم کی بہت بڑی تعداد نے کہا ہے کہ مدلس کی خبر قابل قبول ہے۔ کیونکہ انھوں نے اسے (مدلس) کو جھوٹا قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس کی تدلیس کو عدالت کے سقوط کا سبب قرار دیا ہے اور یہ قول جمہور اہل علم کا ہے جو مرسل احادیث کو قبول کرتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق تدلیس بالآخر ارسال کے معنی میں ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مدلس ثقہ راوی سے روایت کرتا ہے، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔ یہ قول اکثر ائمہ حدیث کا ہے، حافظ ابوالفتح اللہ زیدی اس بارے میں بیان کرتے ہیں:

”التدلیس علی ضربین فإن کان تدلیساً عن ثقة لم یحتج أن یوقف علی شیء و قبل منه و من کان یدلس عن غیر ثقة لم یقبل منه الحدیث اذا أرسله حتی یقول حدثنی فلان أو سمعت“^①

تدلیس کی دو اقسام ہیں:

- (۱) اگر ثقہ راوی سے ہو، تو کسی چیز پر توقف کرنے کے لیے دلیل نہیں لی جائے گی، اور اس کی یہ روایت قبول کی جائے گی۔
- (۲) اگر وہ (مدلس) غیر ثقہ راوی سے روایت کرتا ہے تو ارسال کی صورت میں اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ ”حدثنی فلان“ (مجھے فلاں نے حدیث بیان کی ہے) یا ”سمعت“ (میں نے فلاں سے سنا) کے الفاظ نہیں کہتا۔

امام ابوبکر بزار فرماتے ہیں:

”إن کان یدلس عن الثقات کان تدلیسه عند أهل العلم مقبولاً“^②

اگر وہ (مدلس) ثقات سے تدلیس کرتا ہے، تو اہل علم کے ہاں اس کی تدلیس قابل قبول ہے۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی رقمطراز ہیں:

”إن کان المدلس من ثقات القرون الثلاثة یقبل تدلیسه کإرساله مطلقاً“^③

اگر مدلس قرون ثلاثہ کے ثقہ رواۃ میں سے ہے تو اس کی تدلیس قبول کی جائے جس طرح ان کا ارسال قابل قبول ہے۔

امام زہری چونکہ ثقہ رواۃ سے تدلیس کرتے ہیں اس لیے ان کی تدلیس اہل علم کے ہاں قابل قبول ہے۔ امام علائی فرماتے ہیں:

”محمد بن شہاب الزہری الامام العالم مشہور بہ و قد قبل الأئمة قوله عن.....“^④

محمد بن شہاب زہری مشہور امام عالم ہیں ائمہ (محدثین) نے آپ کے معنیہ کو قبول کیا ہے۔

① ابن حجر، طبقات المدلسین، ص: ۲۱

② التھانوی، قواعد فی علوم الحدیث، ص: ۵۳

③ العلائی، جامع التحصیل، ص: ۱۱۳

④ العلائی، جامع التحصیل، ص: ۱۰۹

۱۔ امام علائی کے نزدیک آپ کی تدلیس متحمل (یعنی قابل برداشت) ہے اور دوسری بات یہ کہ آپ کی تدلیس زیادہ نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”من احتمل الأئمة تدلیسہ وخرّجوا له فی الصحیح و إن لم یصرح بالسماع و ذلك لا مامتہ أو لقلّة تدلیسہ فی جنب ماروی أو لأنه لا یدلس إلا عن ثقة و ذلك کالزهری“^(۱)

ائمہ نے بعض حضرات کی تدلیس کو ان کی امانت یا قلت تدلیس یا ثقہ رواۃ سے تدلیس کے پیش نظر قابل برداشت سمجھا اور ان کی مرویات کو صحیح میں نقل کیا ہے اگرچہ انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی ہے مثلاً امام زہری۔
ابن العجمی فرماتے ہیں:

”محمد بن شہاب الزہری الامام العالم المشہور، مشہور بہ و قد قبل الأئمة قوله عن“^(۲)

محمد بن شہاب زہری مشہور امام عالم ہیں ائمہ (محدثین) نے آپ کے معتمد کو قبول کیا ہے۔
نیز امام ذہبی، ابن شہاب زہری کی تدلیس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کان یدلس فی النادر“^(۳)

(ابن شہاب) شاذ و نادر ہی تدلیس کرتے تھے۔

البتہ حافظ ابن حجرؒ نے امام زہریؒ کی تدلیس کے بارے میں جمہور محدثین سے اختلاف کیا ہے۔ انھوں نے امام زہری کو طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے جو کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔
آپ فرماتے ہیں:

”من أكثر من التدلیس فلم یحتج الأئمة من أحادیثهم إلا ما صرحوا فیہ بالسماع و منهم من رد حدیثهم مطلقاً و منهم من قبلهم کابی الزبیر المکی“^(۴)

جو کثرت سے تدلیس کرتے ہیں ان کی احادیث کو محدثین نے حجت نہیں قرار دیا الا یہ کہ وہ ان میں سماع کی صراحت کریں اور بعض نے ان کی احادیث کو مطلق رد کیا ہے اور جبکہ کچھ نے ان کی مرویات کو قبول کیا ہے جن میں سے ابو زبیر کی ہیں۔

① ابن العجمی، التبيين لاسماء المدلسين، ص: ۵۰

② الذہبی، میزان الاعتدال، ص: ۴۰/۴

③ ابن حجر، طبقات المدلسين، ص: ۲۳

امام زہریؒ کے بارے میں ابن حجر کی رائے قابل قبول نہیں اس لیے کہ انھوں نے اپنے سے قبل ائمہ (محدثین) جنھوں نے اسمائے مدلسین کے بارے میں کتب تصنیف کی ہیں، کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً امام ذہبیؒ، امام علائیؒ اور ان کے معاصر سبط بن عجمی وغیرہ۔ اس سے واضح ہوا کہ امام زہریؒ کا عنعنہ سے روایت کرنا مطلقاً حجت ہے۔

ان کے علاوہ بھی تمنا عمادی، مولانا محمد نافع نے امام زہریؒ پر اعتراضات کیے ہیں ①۔

اب سوال یہ ہے کہ ان منکرین حدیث کے حدیث اور رواۃ حدیث کو مورد طعن بنانے کے در پردہ کیا اسباب کار فرما تھے؟ اس بارے میں ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد نے بالخصوص برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کے حوالے سے چند ایک اسباب ذکر کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

- ۱۔ خواہشات نفس کی پیروی
- ۲۔ کم علمی اور جہالت
- ۳۔ عقل کو معیار بنانا
- ۴۔ دنیاوی اغراض و مقاصد کا حصول
- ۵۔ برطانوی سامراج کی سازش
- ۶۔ مستشرقین کی خوشہ چینی ②

درج بالا اسباب دیگر عرب منکرین حدیث پر بھی چسپاں کیے جاسکتے ہیں۔



① مقالہ ہذا میں ان تمام اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لینا شامل نہیں اس لیے کہ یہ موضوع سے غیر متعلق ہیں۔

② محمد عبداللہ، برصغیر میں فتنہ انکار حدیث کی تاریخ اور اسباب، محدث (اشاعت خاص: فتنہ انکار حدیث)، ص: ۱۲۳

فهرست آیات

صفحه	آیت
561	البقرة (2:120) 1. وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ ..
474	البقرة (2:143) 2. وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ ..
568	البقرة (2:146) 3. الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ..
136, 36	البقرة (2:159) 4. إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ ..
49	البقرة (2:193) 5. وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الَّذِينَ لِلَّهِ فَإِنْ ..
148	البقرة (2:207) 6. وَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ ..
521	البقرة (2:260) 7. وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ ..
180	البقرة (2:282) 8. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ..
21	آل عمران (3:26) 9. قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ ..
578	آل عمران (3:31) 10. قُلِ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ ..
578	آل عمران (3:32) 11. قُلِ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ ..
580	آل عمران (3:81) 12. وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ ..
135	آل عمران (3:104) 13. وَلِتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ..
135, 22	آل عمران (3:110) 14. كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ ..
610	النساء (4:65) 15. فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ..
505	النساء (4:83) 16. وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ ..
192	النساء (4:93) 17. وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا ..
505	النساء (4:94) 18. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا ..
149	النساء (4:100) 19. وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ..
580	النساء (4:113) 20. وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ..
588	المائدة (5:3) 21. الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ ..
148	المائدة (5:44) 22. وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ..
610	المائدة (5:49) 23. وَأَنْ أَحْكُمَ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ ..
623	المائدة (5:82) 24. لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ ..
507	المائدة (5:106) 25. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ ..
205	الانعام (6:7) 26. وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ ..
148	الانعام (6:57) 27. إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ..

28. ○ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ .. الانعام (60:6) 502
29. ○ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ .. الأعراف (111:7) 156
30. ○ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَابِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا .. الأعراف (145:7) 208
31. ○ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَابَ .. الأعراف (154:7) 208
32. ○ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَبْغُوا اللَّهَ إِلَّا أَنْ يَتِمَّ .. التوبة (32:9) 551
33. ○ وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا .. التوبة (58:9) 145
34. ○ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ .. التوبة (100:9) 425، 23
35. ○ وَآخَرُونَ مُرْجُونَ لَأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ .. التوبة (106:9) 156
36. ○ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ .. التوبة (122:9) 485
37. ○ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ .. هود (62:11) 156
38. ○ أَلَمْ تَرَى كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ .. ابراهيم (24:14) 48
39. ○ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ .. ابراهيم (25:14) 551
40. ○ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ .. ابراهيم (26:14) 551
41. ○ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ .. الحجر (9:15) 473، 22
42. ○ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ .. الحجر (91:15) 206
43. ○ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ .. النحل (43:16) 22
44. ○ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ .. النحل (44:16) 170، 22
45. ○ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى .. الاسراء (1:17) 602
46. ○ قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ .. الكهف (66:18) 186
47. ○ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةٌ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَى .. طه (133:20) 201
48. ○ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ .. النور (11:24) 506
49. ○ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا .. النور (12:24) 506
50. ○ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنِّكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاحِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ .. النور (15:24) 506
51. ○ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ .. النور (16:24) 506
52. ○ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ .. النور (55:24) 138
53. ○ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا .. النمل (28:27) 199
54. ○ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ .. النمل (29:27) 199
55. ○ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ .. النمل (44:27) 580
56. ○ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى .. الأحزاب (33:33) 32، 21
57. ○ وَادْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ .. الأحزاب (34:33) 580
58. ○ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى جِهْلَاهَا لَا .. الفاطر (18:35) 525
59. ○ وَإِنْ مِنْ شَيْعَتِهِ لَأِبْرَاهِيمَ .. الصفت (83:37) 152

60. ﴿يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ ۚ﴾ ص (96:38) 606
61. ﴿إِن تُؤْتُونِي بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ ۚ﴾ الاحقاف (6:46) 492
62. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا ۚ﴾ محمد (33:47) 578
63. ﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً ۚ﴾ الفتح (9:48) 133
64. ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۚ﴾ الفتح (18:48) 475
65. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ﴾ الحجرات (1:49) 579
66. ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ۚ﴾ الحجرات (3:49) 133
67. ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا ۚ﴾ الحجرات (6:49) 503
68. ﴿وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ﴾ الحجرات (14:49) 578
69. ﴿أَمْ لَمْ يَنْبَأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ۚ﴾ النجم (36:53) 201
70. ﴿وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۚ﴾ القمر (13:54) 208
71. ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ﴾ الحشر (7:59) 579
72. ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ ۚ﴾ الحشر (8:59) 474
73. ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ ۚ﴾ الصف (8:61) 24
74. ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى ۚ﴾ الصف (9:61) 24
75. ﴿فَإِذَا بَلَغَ أَجْلُهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ ۚ﴾ الطلاق (2:65) 507
76. ﴿بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُنَشَّرَةً ۚ﴾ المدثر (52:74) 201
77. ﴿فِي صُحُفٍ مُكَرَّمَةٍ ۚ﴾ عبس (13:80) 201
78. ﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۚ﴾ التكوير (10:81) 201
79. ﴿إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۚ﴾ الاعلى (18:87) 201
80. ﴿صُحُفٍ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۚ﴾ الاعلى (19:87) 201
81. ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ﴾ العلق (1:96) 180
82. ﴿رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً ۚ﴾ البينة (2:98) 201

فهرست احاديث

صفحه	حدیث
485, 172	احفظوه و أخبروه من وراءكم
135	احفظوهن و أخبروا بهن من وراءكم
509	استأذن رجل على رسول الله ﷺ فقال ائذنوا له
182	استعن بيمينك و أوماً بيده الخط
501	العجماء جرحها جبار
114	اللهم املأهما علماً و حليماً
114	اللهم علم معاوية الكتاب و مكن له في البلاد و قه العذاب
57	اللهم أكثر ماله و ولده و بارك له فيه
524	الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط
525	ان الميت يعذب ببكاء أهله عليه
186	ان رجلاً من الأعراب أتى رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله
238	ان رسول الله ﷺ كان إذا خرج
510	ان عبد الله رجل صالح
487, 35	انكم لتقولون أكثر ابو هريرة عن النبي ﷺ والله
469	انه لم يقص على عهد النبي ﷺ ولا على عهد ابي بكر ولا عمر
215	اني سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لم يرحم الناس لا
182	أكتبوا لأبي شاه
35	ألا تسألني من هذه الغنائم التي يسألني أصحابك
581	ألا إني أوتيت الكتاب و مثله معه
135, 23	ألا ليبلغ الشاهد الغائب
114	اللهم اجعله هادياً مهدياً واهد به
114	اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و قه العذاب
39	اللهم علمه الحكمة
39	اللهم علمه الكتاب
39	اللهم فقهه في الدين و علمه التأويل
618	أحضوا كتاب الله و أخلصوه
230	أن النبي ﷺ ورث امرأة أشيم الضبابي من دية زوجها

- 598 أن رسول الله أمر بقتل الكلاب إلا كلب صيد
- 510 أن معاوية بن أبي سفيان وأباجهم خطباني فقال
- 230 أن ورث امرأة أشيم الضبابي من ديته
- 524 أنتوضاً من الدهن أنتوضاً من الحميم
- 187 أنه تزوج ابنة لأبي إهاب بن عزيز فأتته امرأة فقالت
- 524 أو نجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عوداً
- 189 بلغني حديث عن رجل من أصحاب النبي ﷺ فابتعت
- 427 بلغوا عني ولو آية وحدثوا عن بني إسرائيل ولا حرج
- 187 بينما نحن جلوس مع النبي ﷺ في المسجد دخل
- 553 تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما مسكتكم بهما كتاب الله
- 494, 136 تسمعون ويسمع منكم ويسمع من الذين يسمعون منكم
- 189 حديث سمعته من رسول الله ﷺ في ستر المسلم
- 23 خير الناس قرني ثم الذين يلونهم
- 231 سلام عليك أما بعد فإنني سمعت رسول الله ﷺ
- 236 سمعت رسول الله ﷺ يوم الجمعة عشية رجم الأسلمي
- 148 سيخرج قوم في آخر الزمان يمرقون من الدين كما
- 525 طلقني زوجي ثلاثاً على عهد النبي ﷺ فقال
- 206 فجزأها ثمانية أجزاء
- 525 فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله
- 206 قرأت جزءاً من القرآن
- 182 قيدوا العلم بالكتاب
- 182 قيدوا العلم ، قلت وما تقييده قال كتابته
- 468 كان النبي ﷺ يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة
- 496 كفى بالمرء كذباً أن يحدث بكل ما سمع
- 528 كنا مع النبي ﷺ فشخص ببصره إلى السماء ثم قال
- 187 كنت أنا وجار لي من الأنصار في بني أمية بن زيد وهي
- 522, 486 كنت أنا وجار لي من الأنصار في بني أمية بن زيد وهي
- 600 لا تشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد مسجدي
- 435, 167 لا تكتبوا عني و من كتب عني غير القرآن فليمحاه
- 136 لا تكذبوا علي فإنه من كذب علي فليلق النار
- 468 لا يقص على الناس إلا أمير أو مأمور أو مرء
- 469 لم يكن القصص في زمن رسول الله ﷺ ولا زمن أبي بكر

- 36 لو لا آیتان فی کتاب اللہ ما حدثتکم
 494 لیبلغ الشاهد الغائب فإن الشاهد عسی أن یبلغ من هو
 629 متى استيقظ أحدکم من نومه فلیغسل یدہ قبل أن
 421 من حدث عنی حدیثاً یرى أنه کذب فهو أحد الکاذبین
 135 من سئل عن علم علمه ثم کتمه أجم يوم القيامة
 524 من غسل میتاً فلیغتسل و من حمله فلیتوضأ
 518 من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار
 423 من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار
 518 من لا یهتم بأمر المسلمین فلیس منهم و من لا یصبح
 610 من ولی القضاء أو جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح
 173 نضر الله امرءاً سمع منا حدیثاً فحفظه حتی یبلغه
 485 نضر الله امرءاً سمع مقالتي فوعاها و حفظها و بلغها
 485 نضر الله امرءاً سمع منا شیئاً فبلغه كما سمعه
 173 نضر الله امرءاً سمع مقالتي فوعاها و حفظها و بلغها
 186 نهینا أن نسأل رسول الله ﷺ عن شیء فکان
 487,36 و کنت أكثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا و
 128 و إن أمتی ستفترق علی ثنتین و سبعین فرقة
 525 والله ما أظن رسول الله ﷺ قال ما قلت قط
 172, 135 ولیبلغ الشاهد الغائب
 228 یا أبا بکر قل اللهم فاطر السموات
 187 یا رسول الله إن امرأتی ولدت غلاماً أسود
 34 یا رسول الله ﷺ من أسعد الناس بشفاعتك
 187 یا رسول الله ﷺ إنا لا نستطیع أن نأتیک إلا فی شهر الحرام
 181 یا رسول الله ﷺ إنی أريد أن أروی من حدیثک فأردت
 99 یوشک أن یضرب الناس أكباد

فهرست اعلام

صفحه نمبر	نام اعلام
270	ابان بن عثمان
309	ابان بن عیاش
397	ابراہیم بن سعد زہری
380	ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ
398	ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الأسلمی
400	ابراہیم بن محمد بن الحارث الفزاری
259	ابراہیم بن یزید النخعی
286	ابراہیم بن جریر بن عبد اللہ البجلی
294	ابراہیم بن عبد الاعلیٰ الجعفی
393	ابراہیم بن عقیل بن معقل
325	ابراہیم بن میمون الصائغ
356	ابراہیم بن ذی حمایہ
370	ابراہیم بن طہمان ابو سعید الخراسانی
299	ابراہیم بن مسلم الہجری
306	ابراہیم بن میسرہ
352	ابن ابی ذئب محمد عبد الرحمن
76	ابن اسحاق
434	ابن عدیس
255, 58	ابو العالیۃ الریاحی رفیع بن مہران البصری
241	ابو امامہ صدیق بن عجلان
214, 26	ابو ایوب انصاری
404	ابو بکر بن عیاش الاسدی
319	ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت
285	ابو رجاء مطر بن طہمان
235, 52	ابو سعید خدری
512	ابو سلمہ بن عبد الرحمن
268	ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف
269	ابو قلابہ عبد اللہ بن زید
272	ابو مجلز بن حمید السدوسی
210, 28	ابو موسیٰ الأشعری
549	ابو بکر بن خلاد
368	ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی سبرہ
513	ابو بکر بن عبد الرحمن
327	ابو بکر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمہ

281	ابوبكر بن محمد بن عمرو بن حزم الأنصاري
414	ابوبكر بن محمد
218, 33	ابوهريرة
339	احمد بن حازم المصري
321	ارطاة بن المنذر
346	اسامه بن زيد الليثي
315	اسحاق بن عبدالله بن ابي فروة
356	اسرائيل بن يونس السبيعي
311	اسماعيل بن سميع الحنفي
316	اسماعيل بن مسلمة المكي
403	اسماعيل بن ابراهيم الأسدي ابن عليّة
317	اسماعيل بن ابي خالد الاحمسي
328	اسماعيل بن سالم ابو يحيى الأسدي
466	اسماعيل بن عبدالله
394	اسماعيل بن عياش العنسي
210	اسماء بنت عميس الخثعمية
230	اسيد بن حضير الأنصاري
328	اشعث بن سوار الكندي
333	اشعث بن عبد الملك ابو هاني البصري
492	اصمعي
353, 85	الأوزاعي عبد الرحمان بن عمرو
279	الحكم بن عتيبة
387	السكن بن أبي خالد
310	العلاء بن عبد الرحمن الحرقي
301	النحاس بن قهم القيسي
396	الوليد بن محمد الموقري
399	انس بن عياض ابو ضمرة المدني
243, 56	انس بن مالك
339	ايوب بن خوط
357	ايوب بن عتبة اليمامي
325	ايوب بن موسى بن عمرو
332	أبان بن تغلب الكوفي
356	أبان بن يزيد العطاء
294	أسود بن قيس البجلي
373	أسود بن شيان
254	أم الدرداء جهيمة بنت يحيى الدمشقية
357	بحر بن كنيز الباهلي
358	بحير بن سعد السحولي الحمصي
234	براء بن عازب
252	بشير بن نهيك

405	بقية بن الوليد الكلاعي
324	بكر بن وائل بن دائود
286	بكير بن عبدالله الأشج
332	بهر بن حكيم القشيري
562	بطرس محترم
296	ثابت بن اسلم البنائي
294	ثابت بن عجلان
348	ثور بن يزيد الكلاعي الكندي
287	ثوير بن ابي فاخته
255	جابر بن زيد الازدي
297	جابر بن يزيد الجعفي
236	جابر بن سمرة
239, 54	جابر بن عبدالله
215	جرير بن عبدالله البجلي
387	جرير بن حازم الازدي
401, 106	جرير بن عبدالحميد ابو عبدالله الضبي
159	جعد بن درهم
315	جعد بن عبدالرحمن بن اوس
382	جعفر بن الحارث الواسطي الكوفي
390	جعفر بن سليمان الضبي
337	جعفر بن محمد بن علي بن الحسين
330	جعفر بن ميمون التميمي
340	جعفر بن برقان الكلابي
287	جميل بن زيد الطائي
287	جواب بن عبيدالله التيمي م
385	جويرة بن أسماء الضبي
159	جهم بن صفوان
248	حارث بن عبدالله الأعور
262	حبان بن جزء السلمي
266	حبیب بن سالم الانصاري
285	حبیب بن ابي ثابت
368	حبیب بن ابي حبیب الحرمي
325	حجاج بن الحجاج الباهلي
399	حجاج بن محمد الأعور
213	حجر بن عدي
321	حرير بن عثمان بن جبر الرجي
400	حسان بن ابراهيم ابوهشام الكوفي
365	حسن بن ابي جعفر
340	حسن بن دينار ابو سعيد التميمي
380	حسن بن صالح بن صالح الهمداني

347	حسن بن عمارة ابو محمد الكوفي
261	حسن بن محمد بن الحنفية
212	حسن بن علي
274, 66	حسن بن يسار بصري
340	حسين بن قيس ابو علي الرحبي
355	حسين بن واقد المروزي
308	حصين بن عبدالرحمن السلمى
324	حفص بن سليمان التميمي
393	حفص بن سليمان الأسدي
340	حفص بن غيلان الهمداني
448	حكم بن ظهير
158	حماد بن ابي سليمان
285	حماد بن ابي سليمان
391	حماد بن زيد بن درهم الأزدي
376, 96	حماد بن سلمة البصري
251	حمران بن ابان، مولى عثمان بن عفان
402	حميد بن زياد ابو صخر
345	حنظله بن ابي سفيان الجمحي
340	حوشب بن عقيل العبدى
354	حيوة بن شريح
297	حيبي بن هاني، ابو قبيل
314	حميد بن ابي حميد الطويل
512	خارجة بن زيد
377	خارجة بن مصعب السرخي
330	خالد بن ابي نوف السجستاني
445	خالد بن عبيد
266	خالد بن معدان القلاعى
312	خالد بن مهران الحذائي
399	خالد بن يزيد بن عبدالرحمن الدمشقي
298	خالد بن ابي عمران التجيبي
309	خصيف بن عبد الرحمن الجزري
396	خلف بن خليفه بن صاعد الأشجعي
310	داؤد بن ابي هند
328	داؤد بن الحصين الأموي
331	داؤد بن شابور
358	دائود بن نصير الطائي
158	ذر بن عبد الله
264	ذكوان، ابو صالح السمان
182	رافع بن خديج
236	رافع بن خديج

358, 88	● ربيع بن صبيح السعدى ابوبكر البصرى
308	● ربيعة بن فروخ التيمى
277	● رجاء بن حيوة
299	● رقبه بن مصقلة العبدى الكوفى
359	● زائده بن قدامة ابوالصلت الثقفى
382	● زائدة بن أبى الرقاد الباهلى
305	● زبير بن عدى
354	● زفر بن هذيل
337	● زكريا بن ابى زائدة
382	● زكريا بن اسحاق المكى
368	● زهير بن محمد التميمى
385	● زهير بن معاوية الجعفى
311	● زياد بن ابى زياد
231	● زيد بن ارقم
210	● زيد بن ثابت
341	● زياد بن سعد الخرسانى
308	● زيد بن أسلم مولى ابن عمر
294	● زيد بن رفيع
331	● زيد بن سلام ممطور الحبشى
323	● زيد بن على بن حسين
260	● سالم بن ابى جعد
349	● سالم بن عبدالله الخياط البصرى
272, 64	● سالم بن عبدالله بن عمر
512	● سالم بن عبدالله
325	● سالم بن عجلان الأفطس
243	● سائب بن يزيد
295	● سعد بن ابراهيم بن عبدالرحمن
313	● سعد بن الأنصارى
256, 60	● سعيد بن المسيب
258	● سعيد بن جبير
254	● سعيد بن فيروز الطائى
349, 83	● سعيد بن ابى عروبه
315	● سعيد بن اياس الجريرى
379	● سعيد بن بشير الأزدى
359	● سعيد بن عبدالله بن جريج
366, 93	● سفيان بن سعيد الثورى
405, 108	● سفيان بن عيينه الهلانى
328	● سلم بن ابى الديال البصرى
306	● سلمة بن دينار ابوحازم الأشجعى
289	● سلمة بن كهيل

251	سليمان بن قيس اليشكري
280	سليمان بن موسى الأشدق
273	سليمان بن يسار
299	سليمان بن ابي سليمان، ابو اسحاق الشيباني
373	سليمان بن المغيرة القيس
383	سليمان بن بلال التيمي
314	سليمان بن طرخان البصري
359	سليمان بن قرم التيمي
318	سليمان بن مهران الأعمش
513	سليمان بن يسار
288	سمالك بن الوليد
289	سمالك بن حرب الكوفي
224	سمرة بن جندب
243	سهل بن سعد الساعدي
330	سهيل بن ابي صالح
515	سيويه
249	سليم بن قيس الهاللي
216	شداد بن اوس الأنصاري
247	شراحيل بن شرحبيل
389	شريك بن عبدالله النخعي الكوفي
280	شعبه بن دينار الهاشمي
360, 91	شعبة بن الحجاج الأزدي
369	شعيب بن ابي حمزة
180	شفا بنت عبدالله
254	شقيق بن سلمة الأسدي ابو وائل
347	شقيق بن ابراهيم البلخي
216	شمعون الأزدي ابو ريحانه
262	شهر بن حوشب الأشعري
372	شيبان بن عبدالرحمن التيمي
295	صالح بن نبهان مولى التوامه
361	صخر بن جوهرية
393	صدقة بن خالد الاموي
375	صدقة بن عبدالله السمين
350	صفوان بن عمرو الضبي الصغير
270	ضحالك بن مزاحم
230	ضحالك بن سفيان الكلابي
230	ضحالك بن قيس الكلابي
399	ضمام بن اسماعيل المرادي
159	طالوت بن اصم
262	طاؤس بن كيسان

275	طلحة بن نفع القرشي ابو سفيان
341	عاصم بن رجاء بن حيوة الكندي
314	عاصم بن سليمان الاحول
382	عاصم بن عمر العمري
288	عاصم بن عمر بن قتادة
329	عاصم بن كليب الكوفي
362	عاصم بن محمد العمري
267, 62	عامر بن شراحيل
254	عامر بن عبدالله بن مسعود
217, 31	عائشة بنت ابي بكر، أم الميثومنين
400	عباس بن الفضل الانصاري
444	عباد بن عبد الصمد
448	عباد بن يعقوب
179	عبادة بن صامت
281	عبد الرحمن بن سابط
347	عبد الرحمن بن يزيد الأزدي
373	عبد العزيز بن عبدالله الماجشون
297	عبد الكريم بن ابي المخارق
311	عبد الله بن ابي ليلى
341	عبد الله بن زياد المخزومي
320	عبد الله بن عون البصري
328	عبد الله بن عيسى بن عبد الرحمن
316	عبد الملك بن ابي سليمان العزمي
342, 78	عبد الملك بن عبد العزيز، ابن جريج
362	عبد الأعلى بن ابي المساور
363	عبد الجبار بن الورد المخزومي
385	عبد الرحمن بن ابي الزناد المدني
373	عبد الرحمن بن ثابت الدمشقي
335	عبد الرحمن بن حرملة
320	عبد الرحمن بن زياد الأفرقي
253	عبد الرحمن بن عائذ الأزدي
363	عبد الرحمن بن عبدالله المسعودي
252	عبد الرحمن بن عبدالله بن مسعود
252	عبد الرحمن بن غنم الأشعري
259	عبد الرحمن بن ملأ، ابو عثمان النهدي
281	عبد الرحمن بن هرمز الأعرج
363	عبد الرزاق بن عمر الثقفي
275	عبد العزيز بن سعيد بن سعد
364	عبد العزيز بن الحصين
299	عبد العزيز بن صهيب البنانى

331	عبد القدوس بن حبيب الشامي
471	عبد الكريم بن ابي العوجاء
261	عبد الله بن ابي قتادة الأنصاري
403	عبد الله بن ادريس الأودي
374	عبد الله بن العلاء ابو زبر الربيعي
324	عبد الله بن القاسم ابو عبيدة
101	عبد الله بن المبارك
280	عبد الله بن بريدة الأسلمي
390	عبد الله بن جعفر بن نجيح السعدي
300	عبد الله بن ذكوان القرشي ابو الزناد
255	عبد الله بن رباح الأنصاري
154	عبد الله بن سبا
315	عبد الله بن شبرمه
334	عبد الله بن شوذب الخراساني
381	عبد الله بن عبد الله بن اويس
325	عبد الله بن عثمان بن خثيم
384	عبد الله بن عمر العمري
386	عبد الله بن لهيعة بن عقبة الحضرمي
313	عبد الله بن محمد بن عقيل
262	عبد الله بن محمد بن علي ابو هاشم
263	عبد الله بن هرمز
337	عبد الله بن يزيد المخزومي
235	عبد الله بن زبير
242	عبد الله بن أوفى
225, 44	عبد الله بن عمرو بن العاص
237, 46	عبد الله بن عمرو بن خطاب
117	عبد الله بن زبير
231, 38	عبد الله بن عباس
236	عبد الله بن عتبة
120	عبد الملك بن مروان
394	عبد الوارث بن سعيد العبدي البصري
306	عبد الله بن ابي بكر بن حزم الأنصاري
277	عبد الله بن بشر الكاتب
331	عبد الله بن الحسين، ابو حريز
253	عبيد الله بن ابي رافع
249	عبيدة بن عمرو السلماني
354	عبيد الله بن ابي الزناد الشامي
335	عبيد الله بن عمر بن حفص العمري
394	عبيد الله بن عمرو ابو الوليد الرقي
381	عبيد الله بن أياد السدوسي

512	عبيد الله بن عبد الله
307	عبيد الله بن ابي جعفر المصري
402	عبدة بن حميد التيمي
343	عتبه بن حميد الضبي
343	عثمان بن الأسود المكي
280	عثمان بن حاضر الحميري
298	عثمان بن عاصم الأسدي، ابو حصين
364	عثمان بن مقسم البري
217	عروة بن زبير
256	عروة بن زبير
343	عطاف بن خالد
278	عطاء بن ابي رباح
307	عطاء بن ابي مسلم الخراساني
308	عطاء بن السائب
268	عطاء بن يسار
333	عقيل بن خالد الايلي
282	عكرمه بن خالد بن العاص
355	عكرمه بن عمار العجلي
271	عكرمه مولي ابن عباس
512	علي بن حسين
406	علي بن عاصم بن صهيب الواسطي
283	علي بن عبد الله بن عباس
374	علي بن مبارك الهنائي
402	علي بن مسهر القرشي
306	عمار بن معاوية الدهني
306	عمارة بن جوين، ابو هارون
311	عمارة بن غزيه
350	عمر بن ابراهيم العبدى
347	عمر بن ذر الهمداني
364	عمر بن قيس المكي
336	عمر بن محمد بن زيد
250	عمرو بن ميمون الأودي
312	عمران بن ابي قدامة
319	عمران بن حدير
326	عمر بن ابي سلمة بن عبد الرحمن
339	عمرو بن الحارث الأنصاري
384	عمرو بن ثابت بن هرمز البكري
295	عمرو بن دينار المكي
297	عمرو بن عبد الله ابو اسحاق السبيعي
333	عمرو بن عبيد التميمي

324	عمرو بن عمرو ابو الزعراء
213	عمرو بن حزم الأنصاري
260	عمرة بنت عبدالرحمن بن سعد الأنصارية
414	عمرة بنت عبدالرحمن
123, 126	عمر بن عبدالعزيز
336	عوف بن ابي جميله
275	عون بن عبدالله
364	عيسى بن ابي عيسى ابو جعفر التميمي
326	غيلان بن جامع المحاربي
336	فضيل بن ميسرة الازدي
277	قاسم بن عبدالرحمن الشامي
273	قاسم بن محمد بن ابي بكر الصديق
414, 217	قاسم بن محمد
282	قتادة بن دعامة السدوسي
350	قرة بن خالد السدوسي
323	قيس بن سعد ابو عبد الملك
377	قيس بن الربيع الأسدي
251	كثير بن مرة الحضري
354	كثير بن زيد الأسلمي
350	كثير بن عبدالله المدني
247	كردوس بن عباس الثعلبي
216	كعب بن عمرو
319	كهمس بن الحسن
563	كليوم پوسثل
263	لاحق بن حميد ابو مجلز
388	ليث بن سعد الفهمي
334	ليث بن ابي سليم
392, 98	مالك بن انس الأصبحي المدني
374	مبارك بن فضاله البصري
334	مجالد بن سعيد
265	مجاهد بن جبر المكي
326	محمد بن ابي بكر الأنصاري
263	محمد بن ابي كبشه
320	محمد بن اسحاق
300	محمد بن المنكدر
337	محمد بن الوليد الزبيدي
379	محمد بن جابر بن سيار اليمامي
305	محمد بن جحادة الكوفي
365	محمد بن راشد المكحولي
288	محمد بن زياد القرشي

- 331 محمد بن سالم الهمداني
 336 محمد بن سائب الكلبي
 307 محمد بن سوقه الغنوي
 275, 68 محمد بن سيرين
 332 محمد بن عبدالرحمن البيلماني
 338 محمد بن عبدالرحمن بن ابي ليلى
 371 محمد بن عبدالله بن علاثة
 351 محمد بن عبيد الله العزرمي
 318 محمد بن عجلان المديني
 279 محمد بن علي بن الحسين الباقر
 250 محمد بن علي بن ابي طالب، ابن الحنفية
 335 محمد بن عمرو الليثي
 247 محمد بن عمرو بن حزم
 390 محمد بن مسلم الطائفي
 296 محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبير القرشي
 290, 72 محمد بن مسلم بن شهاب زهري
 344 محمد بن ميسرة ابو مسلمة البصري
 375 محمد بن ميمون ابو حمزة السكري
 212 محمد بن مسلمه
 300 مخارق بن خليفه
 155 مختار ثقفى
 248 مسروق بن الأجدع
 351 مسعر بن كدام
 445 مطر بن ميمون
 327 مطرف بن طريف الحارثي
 254 معاذا بنت عبدالله العدوية
 113 معاوية بن ابي سفيان
 344 معاوية بن يحيى الدمشقي
 382 معاوية بن سلام الحبشي
 384 معاوية بن صالح الحمصي
 400 معتمر بن سليمان بن طرخان التميمي
 375 معقل بن عبيدالله الجزري
 348, 80 معمر بن راشد الأزدي
 253 مغيث بن سمي الأوزاعي
 212 مغيرة بن شعبه
 329 مغيرة بن مقسم الضبي
 344 مقاتل بن سليمان الأزدي الخراساني
 265 مقسم بن بجرة
 277, 70 مكحول بن ابو مسلم الشامي ابو عبد الله
 264 ممتور الحبشي ابو سلام

298	منصور بن زاذان
327	منصور بن معتمر
313	موسى بن عقبه
214	ميمونه بنت الحارث الهلاليه، أم المؤمنين
345	ميمون بن موسى البصرى
283	ميمون بن مهران
381	نافع بن عمر بن عبدالله المكي
380	نافع بن يزيد الكلاعى
283	نافع مولى ابن عمر
321	نجيح بن عبدالرحمن السندى، أبو معشر
231	نعمان بن بشير
383	نعيم بن ميسره النحوى
215	نفيح بن الحارث ابو بكرة
242	واثله بن الأسقع
345	واسط بن الحارث بن حوشب
346	واصل بن عبدالرحمن ابو حرة
160	واصل بن عطاء
388	وضاح بن عبدالله أبو عوانة الواسطى
279	وهب بن منبه
374	وهيب بن خالد الباهلى
338	هشام بن حسان القردوسى
346	هشام بن سنبر الدستوائى
126	هشام بن عبدالملك
547	هشام بن عبدالملك
317	هشام بن عروة
305	همام بن منبه
264	هند بنت الحارث الفراسيه
345	هارون بن سعد العجلي
396, 104	هشيم بن بشير الواسطى
372	همام بن يحيى البصرى
301	يحيى بن ابي كثير اليمامى
253	يحيى بن الجزار العرنى
397	يحيى بن حمزه الدمشقى
404	يحيى بن سليم الطائفى
111	يحيى بن سيعد
276	يزيد بن سفيان ابو المهزم
312	يونس بن عبيد العبدى
380	يحيى بن ايوب الغافقى
315	يحيى بن سعيد الأنصارى
288	يزيد بن ابان الرقاشى

298	یزید بن ابی حبیب	⊙
330	یزید بن الهاد اللیثی	⊙
302	یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالک	⊙
390	یزید بن عطاء بن یزید الیشکری	⊙
289	یعلی بن عطاء العامری	⊙
345	یوسف بن صهیب الکوفی	⊙
321	یونس بن ابی اسحاق السبعی	⊙
355	یونس بن یزید الایلی	⊙

فہرست مصطلحات

صفحہ نمبر	اصطلاحات
370	اجازہ
79	تذلیس
501	جرح و تعدیل
206	جز
204	دفتر
208	رقعہ
458	زندیق
483	سند
201	صحیفہ
209	صک
206	طومار
507	عادل
604	عرض المناولۃ
205	قرطاس
208	لوح
533	مرسل
533	مقطوع
167	موقوف
203	نسخہ
515	نقد
418	وضع

فهرست بلاد و امصار

نام بلاد و امصار	صفحه نمبر
اردن	19
ارمنیل	9
اغدف	19
افریقہ	10
انبار	103
اندلس	14
آذر بائجان	16
آرمینیا	215
باب الابواب	16
باذغیس	9
بحرین	43
بخارا	10
بصرہ	12
بعلبک	85
بلاد لان	17
بلخ	9
بلنجر	17
بوشنج	9
ترکستان	10
ترمذ	10
جرجان	15
حجاز	10
حرسنه	18
حروراء	147
حمص	19
حنجره	18
خراسان	11
خوارزم	13
دمشق	5
رصافہ	18
سجستان	9
سمرقند	10
سناء	9
شام	3

16	صغد	⊙
247	صنعاء	⊙
54	طائف	⊙
74	طبرستان	⊙
437	عذیب	⊙
5	عراق	⊙
9	غزنه	⊙
20	غوطه	⊙
5	فارس	⊙
19	فلسطین	⊙
5	قبرص	⊙
21	قریه بوصیر	⊙
10	قسطنطنیه	⊙
9	قندابیل	⊙
18	قیصریه روم	⊙
9	کابل	⊙
13	کش	⊙
12	کوفه	⊙
155, 132	مدائن	⊙
8	مدینه	⊙
12	مرج راهط	⊙
20	مرو	⊙
3	مصر	⊙
5	مغرب	⊙
9	مکران	⊙
4	مکه	⊙
21	موصل	⊙
213	نجران	⊙
16	نسف	⊙
91	واسط	⊙
9	هرات	⊙
230	یمامه	⊙
20	یمن	⊙

فهرست غزوات و وقائع

صفحه نمبر	جنگ/غزوه
560	جنگ تبوک
8	جنگ جمل
27	جنگ سلاسل
8, 5	جنگ صفین
560	جنگ موتہ
3	غزوه احد
3	غزوه احزاب
3	غزوه بدر
6	غزوه خنین
6	فتح مکہ
165, 11	واقعہ حرہ
165, 11	واقعہ کربلا

فهرست اشعار

صفحه نمبر

اشعار

① انست إلى التفرد طول عمري

205 فما لي في البرية من انيس

جعلت محادثتي و نديم نفسي

و أنست دفتری بدل الجليس

② جراحات اللسان لها التيام

501

ولا يلتام ما جرح اللسان

عہد بنو امیہ میں محدثین کی خدمات

فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری

لکھنؤ